وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا
رسول اللہ جو کچھ تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ
فضل المعبود
فی شرحه
سنن ابی داود شریف
جلد چہارم
درست متن مع اردو ترجمہ و شرح
شیخ الحدیث مولانا منظور احمد دامت فیوضھم
فاضل دار العلوم دیوبند، استاد دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ، سابق پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
المصباح

وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

رسول اللہ جو کچھ تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ

فضل المعبود

فی شرح

سنن ابی داؤد شریف

جلد چہارم

درست متن مع اردو ترجمہ و شرح

شیخ الحدیث مولانا منظور احمد دامت فیوضہم

فاضل دار العلوم دیوبند، استاد دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ، سابق پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

تقسیم کنندہ

بک لینڈ

۱۲- اردو بازار، لاہور

سٹی پلازا، کالج روڈ، راولپنڈی

جملہ حقوق کتابت، ترجمہ، شرح، بحق المصباح محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــــ سُنَن اَبی داؤد شریف (المعروف افضل الزاد)

مصنف ــــــــــ ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ

شرح ــــــــــ مبنی بر بذل المجہود از علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ

مترجم و شارح ــــــــــ شیخ الحدیث مولانا منظور احمد دامت فیوضہم فاضل دارالعلوم دیوبند
اُستاد دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ سابق پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ناشر ــــــــــ المصباح ۱۶- اُردو بازار، لاہور

فضل المعبود

شرح اردو سنن ابی داؤد شریف

(مجلد رابع)

فہرست مندرجات

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَوَّلُ كِتَابِ الْجِهَادِ

اس میں ۲[illegible] باب اور ۳۱۱ حدیثیں ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهِجْرَةِ

ہجرت کا باب ۱

۲۴۷۷۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ أَنَا أَبُو الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو ہجرت کا معاملہ سخت ہے، سو کیا تیرے کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا تو ان کی زکوٰۃ دیتا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا پس تو آبادیوں سے پرے پرے عمل کر تو اللہ تعالیٰ ہرگز تیرے عمل کے ثواب میں کوئی کمی نہ کریگا۔ (بخاری، مسلم، نسائی) یعنی تو نیت سے ہی مہاجر کا ثواب پائے گا گو تو آبادی سے دور بستا ہو۔ اس سے پتہ چلا کہ ہجرت ان کے لیے ہے جن میں اس کی طاقت ہو اور اس کے شدائد برداشت کر سکیں۔ حضور نے بذریعہ وحی معلوم کر لیا تھا کہ یہ شخص اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ بحار سے مراد یہاں بستیاں ہیں۔ بحرہ قصبے اور شہر کو بھی کہتے ہیں۔

۲۴۷۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا شَرِيكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْبَدَاوَةِ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْدُوْ اِلٰی ھٰذِہِ التِّلَاعِ وَاِنَّہٗ اَرَادَ الْبَدَاوَۃَ مَرَّۃً فَاَرْسَلَ اِلَیَّ نَاقَۃً مُحَرَّمَۃً مِنْ اِبِلِ الصَّدَقَۃِ فَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اُرْفُقِیْ فَاِنَّ الرِّفْقَ لَمْ یَکُنْ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا زَانَہٗ وَلَا نُزِعَ مِنْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا شَانَہٗ۔

شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے صحرائی زندگی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صحرائی ٹیلوں کی طرف نکلتے تھے اور آپؐ نے ایک مرتبہ صحرا کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو میرے پاس ایک سواری نہ کی گئی اونٹنی بھیجی اور فرمایا اے عائشہؓ اس کے ساتھ نرمی کرنا کیونکہ نرمی جس چیز میں بھی ہو اسے زینت دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نکل جائے اسے عیب دار کر دیتی ہے (مسلم)

شرح: بداوۃ یا بداوۃ کا معنیٰ ہے صحرا میں رہنا۔ تلاع تلعہ کی جمع ہے، ٹیلے، صحرا کی بلندیاں جن کے نیچے سے پانی بہنے کے نشانات ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و منافقین پر سختی کا حکم اسوقت دیا تھا جب ان کی شرارتوں کا پانی سر سے گزر گیا۔ حضورؐ چونکہ طبعاً شفیق و رحیم تھے لہذا سختی کا حکم ملا۔

بَابُ الْھِجْرَۃِ ھَلِ انْقَطَعَتْ

باب کیا ہجرت منقطع ہو چکی ہے۔

۲۴۷۹۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسَی الرَّازِیُّ اَنَا عِیْسٰی عَنْ حَرِیْزٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْ ھِنْدٍ عَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَنْقَطِعُ الْھِجْرَۃُ حَتّٰی تَنْقَطِعَ التَّوْبَۃُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَۃُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا۔

معاویہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جب تک توبہ منقطع نہ ہو جائے تب تک ہجرت منقطع نہ ہو گی۔ اور توبہ اس وقت تک منقطع نہ ہو گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ کرے (دارمی، نسائی)

شرح: حضورؐ کا ارشاد: لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ۔ یہ تقاضا کرتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کو منقطع سمجھا جائے، دوسری بعض احادیث اس کے خلاف نظر آتی ہیں لہذا ابو داؤدؒ نے یہ باب لکھا اور اس میں دونوں قسم کی احادیث درج کیں۔ پہلی قسم کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت جو مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرض تھی وہ منقطع ہو گئی۔

دوسری قسم کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی حالات کا تقاضا ہو ہجرت ہو سکتی ہے۔ اسلام اور کفر کی جنگ جاری رہے گی اور دار الکفر سے دار الاسلام کو ہجرت منقطع نہیں ہو سکتی۔ اس وقت تو دنیا کے کئی ممالک میں مسلمانوں پر قافیہ حیات تنگ ہے اور وہ بیچارے مسلم ممالک کی طرف ہجرت پر مجبور ہیں۔ کمیونسٹ درندوں نے ۴۴ لاکھ افغانوں کو ان کے ملک سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا ہے اور ان کی بڑی اکثریت ہمارے ملک میں پڑی ہے۔ بعض افریقی ممالک، لبنان، شرق اوسط، ہندوستان اور برما وغیرہ کے مسلمانوں کے اخراج کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔

خطابی نے کہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہجرت مستحب تھی۔ پھر فرض قرار دی گئی سورۂ نساء آیت ۱۰۰ میں فرمایا ہے، اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بڑی فراخی اور وسعت پائے گا۔ یہ آیت اس وقت اتری جبکہ مسلمانوں پر کفار نے اذیت کا سلسلہ شدید کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ منتقل ہو گئے۔ اب ضروری تھا کہ اس نئے دار الاسلام میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہو جائے تا کہ دین کا علم حاصل کرنے کے علاوہ جب مکہ فتح ہو گیا تو ہجرت کی فرضیت ختم ہو گئی اور وہ حسب ضرورت مستحب رہ گئی۔ پس فرض ہجرت منقطع تھی اور مندوب باقی رہی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں کچھ کلام ہے اور اگلی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند متصل ہے۔ حریز بن عثمان رحبی کو بدعتی اور اس کے شیخ عبد الرحمٰن جرشی کو مجہول الحال کہا گیا ہے۔

۲۴۸۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَعَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب کوئی ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے پکارا جائے تو چلے آؤ (موطا کے علاوہ باقی کتب حدیث: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، مسند احمد اور دارمی میں یہ مروی ہے)

شرح: جب نفیر عام ہو جائے۔ غیر مسلموں کا کسی مسلم ملک یا علاقے پر ہجوم ہو جائے تو ان پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور دوسرے مسلمان ان کی ہر قسم کی مدد کریں۔ اگر وہ پورے نہ اتر سکیں تو پھر درجہ بدرجہ سب علاقوں پر اس طرح سے جہاد فرض عین ہو جائے گا حتیٰ کہ دشمن کا ہجوم روکا جا سکے۔ سورۂ نساء اور سورۂ توبہ وغیرہا میں یہ احکام موجود ہیں۔ دار الکفر میں جب مسلمان تعذیب و فتنہ کا نشانہ بن جائیں اور کوئی دار الاسلام موجود ہو تو ان پر ہجرت فرض ہے۔ جہاد ہر وقت فرض ہے اور ہجرت کی نیت بھی باقی ہے کہ جب بھی ضروری ہو تو وطن اور مال و منال ترک کرنے پر مسلمان آمادہ ہو جائیں۔ ہجرت کے انقطاع کا ثواب جہاد اور نیت سے مل سکتا ہے۔ نیت تو ہر نیک عمل میں لازم ہے مگر جہاد و قتال کی فرضیت کے کچھ شرائط ہیں۔

۲۴۸۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ نَا عَامِرٌ قَالَ أَتَى رَجُلٌ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو وَعِنْدَهُ الْقَوْمُ حَتَّى جَلَسَ عِنْدَهُ فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ۔

عامر نے کہا کہ ایک آدمی عبد اللہ بن عمرو کے پاس آیا۔ ان کے پاس لوگ تھے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے کوئی چیز بتائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ چیزوں سے باز رہے (بخاری، مسلم)

شرح: اَلْمُسْلِمُ میں الف لام کمال کا معنی ظاہر کرتا ہے۔ جیسے کہا جائے: زَیْدٌ الرَّجُلُ۔ یعنی زید مردِ کامل ہے۔ مسلم وہ ہے جو اپنے رب سے بھی معاملہ درست کرے اور لوگوں کے ساتھ بھی، یہی دو چیزیں اس ارشاد میں بیان ہوئی ہیں۔ زبان اور ہاتھ ہی دو ایسے عضو ہیں جن سے بالعموم دوسروں کو ایذاء پہنچائی جاتی ہے اس لیے مسلم کی علامت یہ بتائی کہ اس کا ہاتھ اور زبان مسلمانوں کی اذیت سے بچے رہیں۔ مہاجر اللہ کے دین کی خاطر ترکِ وطن کرتا ہے مگر اصلی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی خاطر ہر ممنوع چیز سے گریز کرے۔ زبان کی اذیت میں غیبت، سب و شتم، تعریض وغیرہ سب داخل ہیں۔ ہاتھ کی اذیت میں مار پیٹ، چوری، غصب، اسلحہ کا استعمال، کتابت وغیرہ سب داخل ہیں۔

بَابٌ ۳ فِي سُكْنَى الشَّامِ

باب شام کی سکونت میں

۲۴۸۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتَكُونُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ أَهْلِ الْأَرْضِ أَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ إِبْرَاهِيمَ وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ شِرَارُ أَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ أَرَضُوهُمْ تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللهِ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ۔

عبد اللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی تو زمین والوں میں سے بہترین لوگ وہ ہوں گے جو ابراہیمؑ کی ہجرت گاہ کو زیادہ لازم پکڑیں گے اور زمین میں اس کے

شریر ترین باشندے رہ جائیں گے جن کی زمینیں ان کو نگل جائیں گی، ذاتِ خداوندی انہیں گندہ سمجھے گی اور آگ اُن کو بندروں اور خنزیروں کے ساتھ جمع کر دے گی۔

شرح: یعنی ہجرت مکہ تو ختم ہو چکی مگر اس کے بعد کئی بار ہجرت ہوگی۔ مثلاً ایک ہجرت قربِ قیامت میں ملک شام کی طرف ہوگی جو مسلمانوں پر کوئی شدید وقت آپڑنے کی صورت میں ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ اب آہستہ آہستہ وہ وقت قریب آرہا ہے۔ یہودی اور صلیبی اسلام اور مسلمانوں کی تخریب کے درپے ہو چکے ہیں۔ میرے خیال میں یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ اس کا حقیقی مطلب صرف اسوقت ظاہر ہو گا جبکہ اس میں بیان ہونے والی پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔

۲۴۸۳۔ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ نَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنِي بَحِيرٌ عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي ابْنَ مَعْدَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي قُتَيْلَةَ عَنِ ابْنِ حَوَالَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَصِيرُ الْأَمْرُ إِلَى أَنْ تَكُونُوا جُنُودًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ قَالَ ابْنُ حَوَالَةَ خِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِالشَّامِ فَإِنَّهَا خِيرَةُ اللَّهِ مِنْ أَرْضِهِ يَجْتَبِي إِلَيْهَا خِيرَتَهُ مِنْ عِبَادِهِ فَأَمَّا إِذَا أَبَيْتُمْ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ وَاسْقُوا مِنْ غُدُرِكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَأَهْلِهِ۔

ابن حوالہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کا معاملہ چلتا رہے گا حتی کہ تم منظم مختلف لشکر بن جاؤ گے، ایک لشکر شام میں، ایک لشکر یمن میں اور ایک لشکر عراق میں، ابن حوالہ نے کہا کہ، یارسول اللہ اگر میں وہ وقت پاؤں تو میرے لیے کوئی جگہ پسند فرمایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر شام لازم ہوگی کیونکہ وہ اللہ کی زمین میں سے اس کی برگزیدہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف اپنے بندوں میں سے بہترین لوگوں کو جمع کریگا لیکن اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر تمہارا یمن لازم ہے اور اپنے حوضوں سے جانوروں کو پانی پلاؤ کیونکہ اللہ تعالے نے میرے لیے شام اور اہل شام کی ذمہ داری لی ہے۔ (مسند احمد)

شرح: مولانا نے فرمایا کہ ابن ابی قتیلہ کے لفظ میں ابن کا لفظ زاید ہے گو سنن ابی داؤد کے سب نسخوں اسی طرح آیا ہے حافظ نے تہذیب التہذیب میں اس کا نام ابو قتیلہ بتایا ہے۔ بخاری کے نزدیک یہ صحابی تھا۔ ابوحاتم نے اس سے انکار کیا اور ابن حبان نے اسے ثقہ تابعین میں ذکر کیا ہے۔ مسند احمد میں امام احمد نے اس سند کے علاوہ اپنی اور سند سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ ابن حوالہ الازدی کی کنیت ابوحوالہ تھی یا ابومحمد، یہ صحابی تھا۔ شام کے متعلق اس حدیث میں بھی برگزیدہ زمین کا لفظ آیا ہے۔ قرآن نے سورۂ بنی اسرائیل میں: بارکنا حولہا ارشاد فرمایا ہے۔ یہ بڑی زرخیز و شاداب اور نبیوں کی سرزمین ہے۔ قربِ قیامت میں یہی اہل السلام کی اجتماع گاہ ہوگی۔ غُدُر جمع ہے غدیر کی جس کا

معنیٰ جوہڑ یا تالاب ہے۔ لفظ کا مادّہ غدر ہے، چونکہ شدید حاجت کے وقت یہ حوض خشک ہو جاتے تھے اس لیے انہیں غدیر کہا گیا ہے۔ اس حدیث کے مضمون کا تعلق بھی کسی آئندہ وقت کے ساتھ ہے جس کے آنے کی اب علامات ظاہر ہو رہی ہیں۔

بَابٌ فِي دَوَامِ الْجِهَادِ

یہ باب دوام جہاد میں ہے۔

۲۴۸۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ۔

عمران بن حصین رضؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا کوئی نہ کوئی گروہ حق پر قتال کرتا رہے گا، اپنے مخالفوں پہ غالب رہے گا حتیٰ کہ ان میں سے آخری حصہ مسیح دجال سے قتال کرے گا۔

شرح: خطابی نے کہا اس حدیث سے جہاد کے کبھی منقطع نہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ معقول بات ہے کہ ائمہ (حکام و سلاطین) ہمیشہ اہل عدل نہیں ہوتے، پس اس سے یہ لازم آیا کہ کفار سے جہاد کرنا جس طرح ائمہ عدل کے ساتھ ہو کر واجب ہے اسی طرح ائمہ جور کے ساتھ ہو کر بھی واجب ہے۔ اور یہ کہ ان کا جور ان کی طاقت کو جہاد میں اور دیگر اسی قسم کے اجتماعی اسلامی کاموں میں۔ مثلاً جمعہ، عیدین، تبلیغ دین وغیرہ، ساقط نہیں کرتا۔ یہ طائفہ منصورہ اطراف عالم اسلام میں کہیں نہ کہیں موجود رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہے گا۔ مسلمانوں کی ہر وہ جماعت جو محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اٹھے گی وہ اس طائفہ میں شامل ہو گی۔

بَابٌ فِي ثَوَابِ الْجِهَادِ

ثواب جہاد کا باب۔

۲۴۸۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْمَلُ إِيمَانًا قَالَ رَجُلٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ وَرَجُلٌ يَعْبُدُ اللّٰهَ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ قَدْ كَفَى النَّاسَ شَرَّهُ۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ سے پوچھا گیا: مومنوں میں سے ایمان میں کامل تر کون ہے؟ فرمایا وہ مرد جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے اور وہ آدمی جو پہاڑی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے، لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: پہلا شخص تو میدانِ کارزار میں ہے اور اسلام کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہے، دوسرا شخص اپنے اونٹوں یا دیگر جانوروں کو چرانے، حلال روزی کمانے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنے کی بناء پر دوسرے درجے میں کامل ترین مومن ہوا۔ وقت، جگہ اور اشخاص کے اختلاف کا اس بارے میں یقیناً بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ رہبانیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ رہبانیت تعطل اور بیکاری اور فرار کا نام ہے مگر یہ دوسرا شخص ان عیوب سے مبرا ہے۔ حافظ نے کہا ہے کہ یہ شخص جہاد کی استطاعت و قدرت نہ رکھنے والا ہے، اس کے لیے عزلت اور کسبِ حلال ہی بہتر ہے۔ ہاں! فتنے کے وقت کسی شرعی دلیل سے عزلت اختیار کرنا بھی روا ہے اور وہ کمزور انسانوں کے لیے ہے جو معرکۂ حیات میں جدوجہد کے قابل نہ ہوں۔ اس مضمون کی دیگر احادیث سے بھی یہی پتہ چلتا ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ السِّيَاحَةِ

سیاحت سے نہی کا باب۔

۲۴۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ التَّنُوخِيُّ نَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي بِالسِّيَاحَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ آپ مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی سیاحت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ہے۔

شرح: سیاحت سے اس شخص کی مراد آبادیوں سے دور رہنا اور جنگلوں صحراؤں میں اقامت تھا، ظاہر ہے کہ اس سے جمعہ اور جماعت کا ترک لازم آتا ہے۔ پھر اس سے علم کا ترک اور اہل حقوق سے روگردانی تھی۔ جہاد ہمیشہ جاری رہے گا، اس میں ترکِ وطن بھی ہے، سیر و سیاحت بھی ہے اور اعلائے کلمۃ الحق بھی ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْقَفْلِ مِنَ الْغَزْوِ

غزوہ میں واپسی کی فضیلت کا باب۔

۲۴۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰی نَا عَلِیُّ بْنُ عَیَّاشٍ عَنِ اللَّیْثِ بْنِ سَعْدٍ نَا حَیْوَۃُ عَنِ ابْنِ شُفَیٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ھُوَ ابْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَفْلَۃٌ کَغَزْوَۃٍ۔

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپسی بھی غزوہ کی مانند ہے۔
شرح: علامہ خطابیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ حضورؐ نے اس میں غزوہ سے فراغت کے بعد وطن کی واپسی مراد لی ہے۔ چونکہ مجاہد ایک عظیم نیکی کر کے واپس آتا ہے لہٰذا اس کی واپسی کا اجر و ثواب بھی اتنا ہی ہوتا ہے جتنا جہاد و قتال میں جانے کا ثواب۔ اور یہ اس لیے غازی کی واپسی اس ضرر کا مداوا ہے جو اس کی جدائی اور جہاد پر روانگی کی صورت میں انہیں پہنچا تھا۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ مجاہد نے پہلی مرتبہ جس طرح ترک وطن کر کے جہاد کا راستہ اختیار کیا ہے۔ حدیث میں مراد دوبارہ وہی راستہ اختیار کرنا ہے۔ بعض دفعہ فوج کو ایک جگہ سے ہٹا کر دشمن کو بڑھنے کا موقع دیا جاتا ہے اور پھر اسے گھیر کر اپنی مرضی کے میدان مارا جاتا ہے۔ پس قفلۃ سے مراد یہ پلٹنا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پلٹنا گو بظاہر واپسی ہے مگر حقیقت میں بطور نتیجہ جہاد ہے۔ غرض مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنگی چال اختیار کرنا جہاد کا حصہ ہے۔ اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ تو مشہور ہی ہے، یعنی جنگ چال، چالاکی اور مکر و فر کا نام ہے۔

بَابُ فَضْلِ قِتَالِ الرُّوْمِ عَلٰی غَیْرِھِمْ مِنَ الْاُمَمِ

دوسری قوموں کے مقابلے میں اہل روم کے قتال کی فضیلت کا باب۔

۲۴۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فَرَجِ بْنِ فُضَالَۃَ عَنْ عَبْدِ الْخَبِیْرِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَھَا اُمُّ خَلَّادٍ وَھِیَ مُتَنَقِّبَۃٌ تَسْاَلُ عَنِ ابْنِھَا وَھُوَ مَقْتُوْلٌ فَقَالَ لَھَا بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِئْتِ تَسْاَلِیْنَ عَنِ ابْنِکِ وَاَنْتِ مُتَنَقِّبَۃٌ فَقَالَتْ اِنْ اُرْزَاَ ابْنِیْ فَلَنْ اُرْزَاَ حَیَائِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْنُکِ لَہٗ اَجْرُ شَہِیْدَیْنِ قَالَتْ وَلِمَ ذَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لِاَنَّہٗ قَتَلَہٗ اَھْلُ الْکِتَابِ۔

ثابت بن قیسؓ نے کہا کہ ایک نقاب پوش عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اسے اُم خلاد کہا جاتا تھا، وہ اپنے مقتول بیٹے کے متعلق سوال کر رہی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے اس سے کہا کہ تو اپنے بیٹے کے متعلق سوال کرنے نقاب پہن کر آئی ہے! وہ بولی کہ اگر بیٹا جاتا رہا ہے تو میری حیا تو کبھی نہیں رخصت ہو سکتی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے بیٹے کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ یہ کیونکر؟ حضورؐ نے فرمایا: اس لیے کہ اُسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

شرح: حدیث کا راوی عبدالخبیر متکلم فیہ ہے۔ ابو حاتم اور ابن عدی نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، حافظ ابن حجر نے مجہول الحال قرار دیا ہے، ام خلاد کے لڑکے کو بنی قریظہ کی ایک عورت نے اوپر سے پتھر پھینک کر کچل دیا تھا۔ بنی قریظہ کو جب سزا دی گئی تو اس یہودی عورت کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کے سوا کسی عورت کو ان میں سے قتل نہیں کیا گیا۔ صحابہؓ کو تعجب اس پر ہوا تھا کہ ام خلادؓ عام عورتوں کی عادت کے خلاف باقاعدہ نقاب اوڑھ کر آئی تھی جبکہ ایسی مصیبت کے عالم میں رواج یہ تھا کہ چہرہ ننگا ہوتا، سر پہ چادر نہ ہوتی۔ ام خلاد کا جواب ایک مومن عورت کا جواب تھا کہ لڑکا شہید ہوا تو حیا کو کیوں چھوڑ دوں؟ اس سے معلوم ہوا کہ شہری شرفا کی عورتیں چہرہ ننگا نہ کرتی تھیں۔ بلکہ گھونگٹ لٹکائے رہتی تھیں۔ کئی شہدا کا اجر دُگنا ہونے کا ثبوت احادیث میں موجود ہے، مثلاً بخاری کی کتاب الادب میں ہے کہ سلمہ بن اکوعؓ کے بھائی عامر بن اکوعؓ کے متعلق بھی حضورؐ نے اس سے ملتے جلتے الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ الْبَحْرِ فِي الْغَزْوِ

بحری جنگ کا باب۔

۲۴۸۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ بِشْرٍ أَبِي عَبْدِاللهِ عَنْ بَشِيرِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْكَبُ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجٌّ أَوْ مُعْتَمِرٌ أَوْ غَازٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا۔

عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، سمندری سفر صرف حاجی یا عمرہ ادا کرنے والا یا غازی فی سبیل اللہ کرے۔ کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔

شرح: خطابی نے کہا کہ جس پر حج فرض ہو اور سمندر کے سوا کوئی راستہ نہ پائے تو وہ سمندری سفر کر کے حج کرے۔ یعنی سمندر کا حائل ہونا شرعی عذر نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ مجھ پر یہ مسئلہ واضح نہیں کہ سمندری سفر کر کے بھی حج فرض ہے۔ سمندر کے نیچے آگ اور پھر اس کے نیچے سمندر کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہ دراصل سمندر کے معاملے کی سنگینی کا بیان ہے۔ اس حدیث کی سند میں بشر ابی عبداللہ کندی بقول

ذہبی مجہول ہے۔ اس کا استاد بشیر بن عبداللہ بھی بقول بخاری ضعیف اور بقول مسلمہ بن قاسم مجہول ہے۔ لمعات میں ہے کہ آخری فقرہ ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ آج کل جدید ایجادات نے سمندر کا سفر آسان کر دیا ہے لہذا دلائل شرع کی بناء پر سمندر وجوب حج یا ادائے حج میں مانع نہیں ہے۔

سمندری جنگ کی فضیلت کا باب۔

۲۴۹۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ أُخْتُ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عِنْدَهُمْ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَضْحَكَكَ قَالَ رَأَيْتُ قَوْمًا مِمَّنْ يَرْكَبُ ظَهْرَ هَذَا الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ لِي أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ فَإِنَّكِ مِنْهُمْ قَالَتْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَضْحَكَكَ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ قَالَ فَتَزَوَّجَهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَغَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ فَلَمَّا رَجَعَ قُرِّبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا فَمَاتَتْ۔

انس بن مالک رضؓ نے کہا کہ ام سلیمؓ کی بہن (اور انسؓ کی خالہ) اُم حرام بنت ملحان نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں دوپہر کو سوئے۔ (یہ حضورؐ کے ننھیالی رشتہ داروں میں سے تھیں) پس آپؐ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام حرام رضؓ نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ کس بات پر ہنستے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: میں نے ایک قوم کو دیکھا جو سمندر کا سفر کر رہی تھی، گویا کہ تختوں پہ بادشاہ بیٹھے ہوں۔ ام حرام رضؓ نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعاء فرمائیں کہ میں ان میں شامل ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تو ان میں شامل ہو گی۔ ام حرام رضؓ نے کہا کہ حضورؐ پھر سو گئے اور ہنستے ہوئے اُٹھے، کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کسی بات پر ہنستے ہیں؟ آپؐ نے پہلی بات کی مانند بات فرمائی۔ ام حرام رضؓ نے کہا کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ دعاء فرمائیے کہ میں ان میں شامل ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو پہلوں میں سے ہو گی۔ انس رضؓ نے کہا کہ پھر عبادہ بن صامت رضؓ نے اُس سے نکاح کیا اور سمندری جنگ کی اور اُسے

ساتھ لے گیا۔ جب واپس ہوا تو ایک خچر سواری کے لیے پیش کی۔ اس نے ام حرام کو نیچے گرادیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مرگئیں (بخاری نے اسے چار جگہ روایت کیا، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، دارمی، مالک اور احمد نے بھی اسے روایت کیا)

شرح: خطابی نے لکھا ہے کہ یہ جنگ حضرت عثمان رضؓ کے دور میں ہوئی، یہ ۲۸ھ کا واقعہ ہے۔ امیر جہاد معاویہؓ تھے جو اپنی بیوی فاختہ سمیت اس میں شامل ہوئے اور قبرص کو فتح کیا۔ ام حرام رضؓ وہیں فوت ہوئیں اور وہیں دفن ہوئیں، ان کی قبر زیارت گاہ ہے۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ واپسی پر ام حرام رضؓ کی وفات ساحل شام پر ہوئی تھی۔ ابن ابی عاصم کی روایت میں ان کی قبر ساحل حمص پر بتائی گئی ہے مگر ایک جماعت نے یقین سے کہا ہے کہ اسکی قبر جزیرہ قبرص میں ہے جیسا کہ ابن حبان کی روایت میں ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے بھی یہی بتایا ہے۔ طبری نے واقدی کے طریق سے لکھا ہے کہ معاویہ رضؓ نے قبرص کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں پر سات ہزار دینار سالانہ خراج ان کے اتفاق کے ساتھ عائد کیا تھا اور وہیں پر ام حرام رضؓ کی وفات ہوئی۔ وہاں پر بارش کی دعا کی جاتی ہے اور عوام اُسے "نیک عورت کی قبر" کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے بعض روایات کی بناء پر لکھا ہے کہ ام حرام رضؓ کی وفات تو قبرص میں ہوئی تھی مگر اس کی ایک بہن ام عبداللہ رضؓ کی وفات ساحل شام پر واقع ہوئی تھی۔ اس حدیث سے بحری جنگ کی نہ صرف فضیلت بلکہ ترغیب ثابت ہوتی ہے۔

۲۴۹۱ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ إِلَى قُبَاءَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ وَجَلَسَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ وَسَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ۔

انس بن مالک رضؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قباء کی طرف تشریف لے جاتے تو ام حرام رضؓ بنت ملحان کے ہاں جاتے جو عبادہ بن صامت رضؓ کی بیوی تھی۔ پس ایک دن آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے، اس نے آپ کھانا کھلایا اور بیٹھ کر آپ کا سر سہلانے لگیں۔ اور پھر راوی نے یہ ساری حدیث بیان کی۔ ابوداؤد نے کہا کہ بنت ملحان کی وفات قبرص میں ہوئی۔

شرح: انس رضؓ کی والدہ اُم سلیم رضؓ اور خالہ ام حرام رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں۔ ان کا خاندان بنی نجار تھا جو آپ کے دادا عبدالمطلب کے ماموں تھے۔ حافظ ابن عبد البر نے اپنی سند سے لکھا ہے کہ رضاعت کے رشتے سے بھی یہ خواتین آپ کی خالائیں ہوتی تھیں۔ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ میں نے بعض حفاظ حدیث سے سُنا ہے کہ اُم سلیم رضؓ حضور صلعم کی والدہ آمنہ بنت وہب کی رضاعی بہن تھیں۔ بعض علماء نے اس پر طویل بحث کی ہے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے (یعنی اس مذکورہ رشتے کا ثبوت اگر نہ ہو تو)

۲۴۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ نَا هِشَامُ ابْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أُخْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ الرُّمَيْصَاءِ قَالَتْ نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ وَكَانَتْ تَغْسِلُ رَأْسَهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَضْحَكُ مِنْ رَأْسِي قَالَ لَا وَسَاقَ هَذَا الْخَبَرَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ۔

عطاء بن یسار نے ام سلیم رضؓ کی بہن رُمیصاء رضؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوکر اٹھے، اور یہ خاتون اپنا سر دھو رہی تھیں، پس جب آپ اٹھے تو ہنس رہے تھے، اس نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ میرے سر پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ اور راوی نے کچھ کمی بیشی کے ساتھ وہی حدیث بیان کی۔ ابو داؤد نے کہا کہ رُمیصاء ام سلیم رضؓ کی رضاعی بہن تھیں۔

شرح: حدیث سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ رُمیصاء وہی ام حرام رضؓ تھیں۔ مگر ابو داؤد کا رجحان یہ ہے کہ وہ ام سلیم رضؓ کی رضاعی بہن تھیں۔ بعض نے اس کا نام ام عبداللہ لکھا ہے جسے ابن سعد نے صحابیات میں شمار کیا ہے۔ اس کا ذکر معراج کی بعض احادیث میں بھی ہے۔

۲۴۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْعَيْشِيُّ نَا مَرْوَانُ ح وَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْجَوْبَرِيُّ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْنَى قَالَ نَا مَرْوَانُ نَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيُّ عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أُمِّ حَرَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِي يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ وَالْغَرِقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ۔

اُم حرام رضؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا کہ سمندر کا جس کا سر چکرائے اور قے آجائے اس کے لیے ایک شہید کا ثواب ہے اور جو غرق ہو جائے اس کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے (مائد کا مادہ مید سے ہے جس کا لفظی معنیٰ ہے کپکپانا، لرزنا۔ سمندر میں بعض لوگوں کا سر چکراتا اور قے آتی ہے۔ قرآن میں ہے: وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ۔ اور اللہ نے زمین میں پہاڑ ڈال دیئے مبادا وہ تمہیں لے کر لرزنے لگتی۔

۲۴۹۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيقٍ نَا أَبُو مُسْهِرٍ نَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ سَمَاعَةَ أَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ

أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

ابو امامہ باہلیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تین آدمیوں کی ذمہ داری اللہ پر ہے۔ پہلا وہ مرد جو اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کے لیے نکلا تو اس کی ضمانت اللہ پر ہے حتیٰ کہ اسے وفات دے کر جنت میں داخل کر دے یا اس کے حاصل کردہ ثواب اور غنیمت سمیت اُسے واپس لوٹائے۔ دوسرا وہ جو مسجد کی طرف گیا تو اللہ کے ذمہ اس کی ضمانت ہے کہ اسے موت دے کر جنت میں داخل کرے یا ثواب اور غنیمت سمیت اُسے واپس لائے۔ تیسرا وہ شخص جو سلام کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوا پس اس کی ضمانت بھی اللہ عزوجل پر ہے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: خطابی نے کہا کہ ضامن بمعنی مضمون (یعنی فاعل بمعنی مفعول) ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ یعنی مَرْضِيَّةٍ۔ اور خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ۔ یعنی مدفوق۔ کلام عرب میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ: وہ اپنے گھر میں سلام کے ساتھ داخل ہوا، اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اہل خانہ پر سلام کہہ کر اندر گیا جیسا کہ سورہ نور میں ہے: فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً۔ اور یا اس کا مطلب یہ ہے کہ فتنے کے دور میں سلامتی کے خیال سے خانہ نشین رہا اور فتنے سے بچا رہا لوگوں سے ایسا خلط ملط ہونا جس سے دینی نقصان ہو اس کی نسبت تنہائی مرغوب و مطلوب شرع ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا

کافر کو قتل کرنے والے کی فضیلت کا باب۔

۲۴۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ نَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْتَمِعُ فِي النَّارِ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ أَبَدًا۔

ابوہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ میں کافر اور اس کا قاتل کبھی اکٹھے نہ ہوں گے (مسلم)

شرح: اس قتل سے مراد میدانِ جہاد کا قتل ہے۔ ایک روایت میں ہے، لَا يَجْتَمِعَانِ فِي النَّارِ اجْتِمَاعًا يَضُرُّ أَحَدُهُمَا اجْتِمَاعًا يَضُرُّ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ قِيلَ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مُؤْمِنٌ قَتَلَ كَافِرًا ثُمَّ سَدَّدَ یعنی کسی مومن نے کافر کو ناحق [illegible]

گیا اور پھر سچی توبہ کر لی۔ اگر ایسا شخص خدا نخواستہ جہنم میں گیا بھی تو عارضی طور پہ جائے گا۔ وہ دونوں اکٹھے وہاں نہیں رہیں گے کیونکہ کافر جہنم کا مقام ہے اور مومن کی سزا کی جگہ اور ہے۔

بَابٌ فِي حُرْمَةِ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ

مجاہد کی عورتوں کی حرمت کا باب۔

۲۴۹۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ قَعْنَبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ إِلَّا نُصِبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقِيلَ قَدْ خَلَفَكَ هَذَا فِي أَهْلِكَ فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شِئْتَ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا ظَنُّكُمْ۔

بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجاہدین کی عورتوں کی حرمت گھر رہنے والوں پر اس طرح ہے جیسی ان کی ماؤں کی حرمت۔ اور گھر رہنے والوں میں سے کوئی آدمی اگر مجاہدین کے گھروں میں ان کا نائب اور قائم مقام برائی کے ساتھ بنے (اور خیانت کرے)، تو قیامت کے دن اسے اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائیگا اور کہا جائے گا: یہ شخص تیرے گھر میں تیرا برائی اور خیانت کے ساتھ قائم مقام بنا تھا پس تو اس کی نیکیوں میں سے جو چاہے لے لے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: پھر تمہارا کیا گمان ہے؟ (کیا وہ اس کی نیکیاں وہاں پر چھوڑ دے گا؟ مسلم اور نسائی)

شرح: مسلم کی روایت میں صراحت موجود ہے کہ: مجاہد کے گھر میں اس کی عدم موجودگی میں وہ خیانت کرے اور حقوق تلفی کرے۔ آخری فقرے میں جو تنبیہ پائی جاتی ہے اس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ سنن کا راوی ابوسعید کہتا ہے کہ ابو داؤد نے کہا، قعنب ایک نیک مرد تھا اور ابن ابی لیلیٰ نے چاہا کہ وہ قاضی بن جائے مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا: مجھے ایک درہم کی ضرورت ہوتی ہے اور میں کسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ ہم میں سے کون ہے جو ضرورت میں کسی سے مدد نہ لے؟ قعنب نے کہا مجھے باہر نکالو تاکہ میں غور و فکر کر سکوں، پس اسے باہر نکالا گیا اور وہ چھپ گیا۔ سفیان نے کہا کہ ایسی پوشیدگی کے عالم میں مکان گر پڑا اور وہ مر گیا۔ یہ عبارت بذل المجہود کے حاشیے پر ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ یہ عبارت ایک مصری نسخے میں ہے۔ حمص کے نسخے میں بھی یہ عبارت ہے اور حاشیے میں لکھا ہے کہ ہندی نسخے میں یہ عبارت نہیں تھی۔ بظاہر یہ عبارت یہاں بے جوڑ نظر آتی ہے۔

بَابٌ ۱۲ فِي السَّرِيَّةِ تُخْفِقُ

غنیمت حاصل نہ کرنے والے لشکر کا باب

۲۴۹۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ نَا حَيْوَةُ وَابْنُ لَهِيعَةَ قَالَا نَا أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُصِيبُونَ غَنِيمَةً إِلَّا تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أَجْرِهِمْ مِنَ الْآخِرَةِ وَيَبْقَى لَهُمُ الثُّلُثُ فَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً تَمَّ لَهُمْ أَجْرُهُمْ۔

عبداللہ بن عمروؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غازی جماعت اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور وہ لوگ غنیمت حاصل کریں تو انہوں نے اپنے اخروی ثواب کا دو ثلث (⅔) دنیا میں سے لیا اور تیسرا حصہ باقی رہ گیا، پس اگر وہ غنیمت نہ پائیں تو ان کا ثواب پورا ہو گیا (مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد)

شرح: امام نووی رح نے کہا کہ حدیث کا صحیح معنی یہ ہے کہ غازی جب سلامت رہیں اور غنیمت پائیں تو ان کا ثواب ان لوگوں کی نسبت کم ہو گا جو سلامت نہ رہے یا سلامت تو رہے مگر غنیمت نہ پائی۔ قاضی عیاض نے کئی فاسد اقوال ذکر کرنے کے بعد یہی مطلب اختیار کیا ہے۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور ان کا اجر مالِ غنیمت کے باعث گھٹنا جائز نہیں جیسا کہ اہل بدر نے مالِ غنیمت حاصل کیا تھا مگر وہ افضل المجاہدین تھے اور ان کی غنیمت سب سے افضل غنیمت تھی۔ عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث کا راوی ابو ہانی مجہول ہے۔ اور انہوں نے گزشتہ حدیث کو ترجیح دی ہے جس میں آیا ہے کہ وہ اجر اور غنیمت لے کر واپس آئے۔ انہوں نے اُس حدیث کو اُس کے راویوں کی شہرت کے باعث اور صحیحین میں ہونے کے باعث ترجیح دی ہے۔ اور یہ حدیث فقط مسلم میں ہے۔ اور یہ قول کئی وجوہ سے باطل ہے، کیونکہ اُس حدیث میں اور اِس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ گزشتہ حدیث میں فقط یہ آیا ہے کہ وہ لوگ اجر و غنیمت لے کر واپس آئے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ غنیمت کی وجہ سے ان کا اجر کم ہو گیا یا نہیں ہوا۔ پس وہ حدیث مطلق ہے اور یہ مقید ہے پس اوپر کی حدیث کو اِس پر محمول کرنا واجب ہے۔ ابو ہانی کو مجہول کہنا ایک فحش غلطی ہے، وہ مشہور ثقہ ہے اور بہت سے ائمہ نے اس سے روایت کی ہے اور کسی حدیث کی صحت کو یہ لازم نہیں کہ وہ صحیحین میں ہو یا ان میں سے ایک میں ہو۔ رہا جنگ بدر کی غنیمت کا معاملہ تو اس بات کی کہیں صراحت نہیں کہ اگر انہیں غنیمت نہ ملتی تو ان کا اجر زیادہ نہ ہوتا، اور ان کا مغفور اور جنتی ہونا یہ لازم نہیں کرتا کہ اس کے بعد فضیلت کے درجے ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ غفور و قدیر اور عظیم الفضل ہے

(ان میں آپس میں بھی تو تفاضل باتفاقِ اہل حق موجود ہے۔ صحابہ میں سے وہ کون ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام کو پہنچا تھا؟)

بَابٌ ۱۳ فِي تَضْعِيفِ الذِّكْرِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذکر کے کئی گنا بڑھائے جانے کا باب۔

۲۴۹۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّلَوٰةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ يُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز اور روزہ اور ذکر اللہ کی راہ میں نفقہ کرنے پر سات سو گنا بڑھائے جاتے ہیں (یعنی ان کا ثواب خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی بہت زیادہ ہے۔ اس حدیث کی ایک روایت میں سات سو کے بجائے سات لاکھ کا لفظ بھی آیا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں زبان بن نائد اور سہل دونوں ضعیف راوی ہیں)

بَابٌ ۱۴ فِيمَنْ مَاتَ غَازِيًا

باب، جو شخص حالتِ غزا میں مر جائے۔

۲۴۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ نَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ أَبِيهِ يَرُدُّ إِلَى مَكْحُولٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الْأَشْعَرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ فَصَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَمَاتَ أَوْ قُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ أَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ أَوْ بَعِيرُهُ أَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ أَوْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ وَبِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللَّهُ فَإِنَّهُ شَهِيدٌ وَإِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ۔

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا، جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار سے جدا ہو پھر مر جائے یا قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔ یا اُس کا گھوڑا اس کو گرا دے یا اونٹ گرا دے یا کوئی زہریلا جانور اُس کو ڈس

لے، یا وہ اپنے بستر پر مر جائے یا اللہ کی مرضی سے جس سبب سے بھی مر جائے پس وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے (منذری نے کہا ہے کہ اس کی سند میں بقیہ اور ثابت بن ثوبان دونوں ضعیف ہیں) بہر حال حالت غزا میں مر جانا ایک بڑی نعمت اور فضیلت ہے۔ ابو داؤد اس حدیث پر خاموش رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث اس کے نزدیک کسی نہ کسی درجے میں لائق اسناد ضرور ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الرِّبَاطِ

جہاد کی تیاری کی فضیلت کا باب۔

۲۵۰۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ نَا أَبُو هَانِئٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ فَإِنَّهُ يُنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ۔

فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مرنے والے کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے مرابط کے۔ فرمایا کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر کی آزمایش سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا اور حسن صحیح کہا ہے)

شرح: مسند احمد اور ترمذی کی روایت میں کُلُّ مَیِّتٍ کا لفظ ہے۔ اس شخص نے چونکہ اپنی جان کو راہِ حق میں خرچ کیا، اسلامی سرحد کو بچانے اور اعلائے اسلام کے مقابلے کے لیے تیار رہا اس لیے اس کا اجر ہر لحظہ بڑھتا رہیگا اسی قسم کا مضمون مسلم کی ایک حدیث ابی ہریرۃؓ کا ہے کہ صدقۂ جاریہ، نفع مند علم اور نیک اولاد چھوڑ جانے والے کا عمل منقطع نہیں ہوگا۔ دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے کیونکہ حدیث زیر نظر میں مرابط کے علاوہ ہر ایک کے ختم ہو جانے کی خبر ہے اور حدیث ابوہریرہؓ میں مرابط کے علاوہ ان تین چیزوں کو چھوڑ جانے والے کے عمل کے غیر منقطع ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ اجر و ثواب کے بڑھنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اجر و ثواب کسی دوسرے انسان کے عمل کے باعث ہو اور دوسری یہ کہ اجر و ثواب کسی کے واسطے کے بغیر زیادہ ہو پس مرابط دوسری قسم کا شخص ہے کہ اس کا اپنا عمل لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہے اور صدقہ جاریہ وغیرہ چھوڑ جانے والے کا ثواب دوسروں کے نفع پانے یا دعا کرنے کے سبب ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْحَرَسِ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دینے کی فضیلت کا باب۔

۲۵۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ ثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي السَّلُولِيُّ أَنَّهُ حَدَّثَهُ سَهْلُ بْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ أَنَّهُمْ سَارُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَأَطْنَبُوا السَّيْرَ حَتّٰى كَانَ عَشِيَّةً فَحَضَرْتُ صَلٰوةً عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَارِسٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي انْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ حَتّٰى طَلَعْتُ جَبَلَ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلٰى بَكْرَةِ آبَائِهِمْ بِظُعُنِهِمْ وَنَعَمِهِمْ وَشَائِهِمْ اجْتَمَعُوا إِلٰى حُنَيْنٍ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ تِلْكَ غَنِيمَةُ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ قَالَ أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ ارْكَبْ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ وَجَاءَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلْ هٰذَا الشِّعْبَ حَتّٰى تَكُونَ فِي أَعْلَاهُ وَلَا نُغَرَّنَّ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى مُصَلَّاهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ أَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَحْسَسْنَاهُ فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْبِ حَتّٰى إِذَا قَضٰى صَلٰوتَهُ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبْشِرُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ فَارِسُكُمْ فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ إِلٰى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْبِ فَإِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ إِنِّي انْطَلَقْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي أَعْلٰى هٰذَا الشِّعْبِ حَيْثُ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ اطَّلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ قَالَ لَا إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيًا حَاجَةً فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا۔

سہل بن حنظلیہ نے بیان کیا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین میں گئے پس وہ انہوں نے طویل سفر کیا حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ظہر کا وقت آگیا تو ایک گھوڑ سوار آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں آپ کے آگے آگے چلتا تھا حتیٰ کہ میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو اچانک قبیلہ ہوازن کو ان کے تمام مجمع خواتین، چارپاؤں اور بکریوں سمیت دیکھا کہ وہ وادیٔ حنین میں جمع تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ یہ سب کچھ خدا نے چاہا تو کل مسلمانوں کی غنیمت ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا: آج رات ہماری چوکیداری کون کرے گا؟ انس بن ابی مرثد غنوی نے کہا کہ میں کروں گا یا رسول اللہ۔ حضور نے فرمایا: پھر سوار ہو جا۔ پس وہ اپنے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اس گھاٹی کی طرف منہ کر حتیٰ کہ تو اس کے اوپر چڑھ جا اور ہمیں آج رات تیری جانب سے لوگ دھوکا نہ ہو (دشمن غفلت میں نہ آ پڑے) پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: کیا تم نے اپنا شہ سوار دیکھا ہے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے لگے اور آپ گھاٹی کی طرف التفات فرماتے تھے، حتیٰ کہ جب آپ نے نماز ختم کر لی اور سلام پھیر دیا تو فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو کیونکہ تمہارا شہ سوار تمہاری طرف آ رہا ہے۔ پس ہم گھاٹی میں درختوں کے اندر دیکھنے لگے تو وہ اچانک آ پہنچا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ٹھہرا اور سلام کہا اور کہا: میں گیا حتیٰ کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا وہاں گھاٹی کے اوپر جا چڑھا، جب صبح ہوئی تو میں ان دونوں گھاٹیوں پر چڑھا اور غور سے دیکھا مگر ادھر کچھ نظر نہ آیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تو رات بھر گھوڑے سے اترا؟ اس نے کہا نماز کے سوا نہیں اترا یا قضائے حاجت کی خاطر اترا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تو نے جنت کو واجب کر لیا ہے، اس کے بعد اگر تو کوئی نفلی عمل نہ بھی کرے تو کوئی نقصان نہیں (کیونکہ فرائض تو معاف نہیں ہوتے)۔ (نسائی)

شرح: علی بکرۃ ابیھم، عربوں کا ایک کلمہ ہے جس سے وہ کثرت عدد و وفود مراد لیتے ہیں۔ ظُعن جمع ہے ظعینہ کی، جس کا اصلی معنیٰ وہ سواری ہے جسے سفر کے لیے تیار کیا جائے۔ پھر اس پر سوار ہونے والی عورت کا یہ نام رکھا گیا کیونکہ وہ خاوند کے ساتھ ساتھ سفر کرتی تھی اور جدھر جاتی اپنی سواری پر سوار ہوتی تھی۔ گویا ظعینہ اس کا نام سبب کی بنا پر ہوا، جیسے بارش کو سماء کہتے ہیں کیونکہ وہ اوپر سے آتی ہے اور جانور کے سُم کو ارض کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین پر پڑتا ہے (خطابی)

بَابُ ۱۲ كَرَاهِيَةِ تَرْكِ الْغَزْوِ

جہاد ترک کرنے کی کراہیت کا باب۔

۲۵۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَرْوَزِيُّ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ نَا وُهَيْبٌ قَالَ عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ الْوَرْدِ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي

صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهٗ بِغَزْوٍ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور اپنے دل میں کبھی اس کا ارادہ بھی نہ کیا تو وہ نفاق کی ایک قسم پر مرا (مسلم، نسائی)

شرح: دین سے مدافعت کا ذریعہ صرف جہاد و قتال ہے، جس کے دل میں بھی کبھی یہ خیال نہ آیا وہ مومن کیسے ہو سکتا ہے؟ جہاد سے جی چرانا اور میدان سے منہ موڑنا منافقوں کی خصلت تھی، سورۂ توبہ اس پر شاہد عدل ہے۔

۲۵۰۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَقَرَأْتُهٗ عَلٰی یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ الْجُرْجُسِیِّ قَالَا نَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ یَحْیَی ابْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَمْ یَغْزُ اَوْ یُجَهِّزْ غَازِیًا اَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَالَ یَزِیْدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهٖ فِیْ حَدِیْثِهٖ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نہ خود جہاد کرے، نہ کسی مجاہد کی تیاری میں مالی مدد دے، نہ مجاہد کے اہل و عیال کا نیکی کے ساتھ خیال رکھے اللہ تعالیٰ اس پر ہلاکت خیز حادثہ نازل کرے گا۔ یزید بن عبد ربہ نے اپنی حدیث میں کہا: قیامت کے دن سے پہلے پہلے (ابن ماجہ)

شرح: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، آج مسلم ممالک کے لوگوں پر یہی حادثہ اور ہلاکت خیز داھیہ نازل ہو چکا ہے۔

۲۵۰۴۔ حَدَّثَنَا مُوْسَی ابْنُ اِسْمٰعِیْلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاهِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو (نسائی، دارمی، مسند احمد، ابن حبان، الحاکم)

شرح: جان و مال کا جہاد تو واضح ہے، زبان کا جہاد یہ ہے کہ اللہ کے دین کی نشر و اشاعت کی جائے اور مشرکوں کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا جواب دیا جائے۔ کافروں کی ہجو و تعریض کا جواب نظم و نثر میں دینا بھی جہاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار سن کر فرمایا تھا کہ یہ تیروں سے بڑھ کر مشرکوں کے دلوں پر اثر انداز ہیں۔ اس حدیث کو ابن حبان، حاکم اور نووی نے صحیح کہا ہے۔

بَابٌ ۱۸ فِي نَسْخِ نَفِيرِ الْعَامَّةِ بِالْخَاصَّةِ

نفیر عام کا نفیر خاص کے ساتھ منسوخ ہونے کا باب۔

۲۵۰۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَمَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ إِلَى قَوْلِهِ يَعْمَلُونَ نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الَّتِي تَلِيهَا وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً۔

ابن عباس رضؓ نے کہاکہ سورۂ توبہ کی آیات نمبر ۱۱۱ اور ۱۲۰ "اگر تم گھر سے نہ نکلوگے تو تمہیں اللہ دردناک سزا دے گا"۔ اہل مدینہ اور اس کے ماحول کے اعراب کا یہ کام نہیں کہ رسول اللہؐ سے پیچھے رہیں"۔ ان کے بعد کی آیت نمبر ۱۲۲ "سب ایماندار وں پر بیک وقت نکلنا ضروری نہیں" نے انہیں منسوخ کر دیا ہے۔

شرح: نسخ کا لفظ متقدمین کے نزدیک بڑے وسیع معنی میں بولا جاتا تھا۔ مثلاً مطلق کو مقید کرنا، عام کو خاص کرنا، کوئی قید اٹھا دینا، وضاحت کر دینا، کسی شک وشبہ کو دور کر دینا وغیرہ۔ نسخ بمعنیٰ انتہائے حکم بہت کم آیا ہے۔ منذری نے کہاہے کہ ابن عباس رضؓ سے سوا اور لوگوں کے نزدیک یہ آیات منسوخ نہیں ہیں۔ مثلاً آیت نمبر ۳۹ کا مطلب ہے کہ ضرورت جہاد کے وقت باہر نکلنا فرض ہے اور یہ منسوخ نہیں۔ اور اسی طرح آیت ۱۲۲۔ اور آیت ۱۲۰ کا مطلب ہے کہ جہاد و قتال کے موقع پر بھی کچھ نہ کچھ لوگ دارالاسلام حفاظت و صیانت کے لیے ضرور پیچھے رہیں، مبادا دشمن موقع پاکر آ پڑے۔

مولاناؒ نے ابن جریر طبریؒ سے نقل کیا ہے کہ بقول عکرمہ و حسن بصری یہ آیات منسوخ ہیں جیساکہ ابن عباس رضؓ نے فرمایا۔ مگر صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے نسخ کو نہیں مانا۔ اور پھر طبریؒ نے وہی تاویل بیان کی ہے جو منذریؒ سے ہم نے نقل کی ہے۔

۲۵۰۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ الْحَنَفِيِّ حَدَّثَنِي نَجْدَةُ بْنُ نُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا قَالَ فَأُمْسِكَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ وَكَانَ عَذَابَهُمْ۔

نجدہ ابن نفیع نے کہاکہ میں نے ابن عباس رضؓ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: "اگر تم نہ نکلوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا"۔ (توبہ ۳۹) ابن عباس رضؓ نے کہاکہ پھر اللہ نے اُن سے بارش روک لی اور یہ

زید بن ثابتؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھا پس نزول وحی کی کیفیت آپ پر طاری ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران میری ران پر پڑی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے زیادہ بوجھ کسی چیز کا نہ پایا، پھر آپ سے وہ کیفیت جاتی رہی تو فرمایا: لکھ۔ پس میں نے ایک شانے کی ہڈی پر لکھا: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ آلخ پس عبداللہ بن ام مکتومؓ اٹھ کھڑا ہوا اور وہ ایک نابینا مرد تھا، جب اس نے مجاہدین کی فضیلت سنی تو بولا: یارسول اللہ جو مومن جہاد کی طاقت نہیں رکھتے ان کا کیا حال ہوگا؟ جب اس نے اپنی بات ختم کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت پھر چھاگئی، آپ کی ران میری ران پر واقع ہوئی تھی اور میں نے دوسری مرتبہ اس کا اسی قدر بوجھ محسوس کیا جتنا کہ پہلی مرتبہ کیا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کیفیت جاتی رہی تو فرمایا: اے زید پڑھ۔ میں نے یہ آیت پڑھی: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ آلخ (یعنی الْمُؤْمِنِيْنَ کے بعد غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کا لفظ ابھی نازل ہوا تھا)، زیدؓ نے کہا کہ اللہ عزوجل نے اس لفظ کو اکیلا اتارا تھا اور میں نے اسے آیت میں شامل کر دیا (یعنی حضورؐ کے حکم سے) اور خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے گویا کہ میں اس وقت اس کلمے کے ملائے جانے کا مقام شانے کی ہڈی میں ایک دراڑ کے پاس دیکھ رہا ہوں (بخاری عن البراء بن عازبؓ، مسلم، ترمذی اور نسائی)

شرح: اس حدیث سے جو اصل مسئلہ معلوم ہوا وہ تو واضح ہے کہ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کا لفظ بعد میں نازل ہوا اور حضورؐ کے حکم سے کاتبِ وحی نے آیت کے اندر ملا دیا۔ پس جو معذور لوگ جہاد میں شامل نہیں ہوسکتے ان کی فضیلت کم نہیں ہوئی بلکہ وہ بھی مجاہدین کے جتنا اجر رکھتے ہیں جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو عذر کے باعث ہمارے ساتھ نہیں آسکے مگر وہ جہاد کے ہر عمل میں ہمارے ساتھ عنداللہ شریک ہیں۔ دوسری اہم بات جو معلوم ہوئی وہ وحی کا بوجھ تھا، یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خداداد حوصلہ تھا کہ اس بوجھ کو برداشت کرتے تھے ورنہ اگر قرآن کسی پہاڑ پر براہ راست بلا واسطۂ رسولؐ اتارا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ ایک جلوۂ الٰہی جو طور پر نازل ہوا تھا اس سے پہاڑ ٹوٹ پھوٹ گیا اور موسیٰؑ جیسا جلیل القدر رسول بیہوش ہو کر گر گیا تھا۔

عبداللہ بن ام مکتومؓ کا اصل نام عمرو بن زائدہ یا عمرو بن قیس تھا۔ وہ مشہور قرشی صحابی تھے۔ قدیم الاسلام اور قدیم الہجرت تھے۔ حضورؐ کے مؤذن تھے، حضورؐ نے ۱۳ مرتبہ اپنی غیر حاضری میں انہیں مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ جنگِ قادسیہ میں اسلامی فوج کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا اور اسی حالت میں شہادت پائی۔

۲۵۰۸۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ تَرَكْتُمْ بِالْمَدِيْنَةِ أَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ وَلَا قَطَعْتُمْ مِنْ وَادٍ إِلَّا وَهُمْ مَعَكُمْ فِيْهِ

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُوْنَ مَعَنَا وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ (ایک سفر جہاد میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مدینہ میں کچھ لوگوں کو چھوڑا ہے جو تمہارے ہر سفر میں، خدا کی راہ میں ہر خرچ میں اور ہر وادی کو قطع کرنے میں تمہارے ساتھ ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مدینہ میں رہتے ہوئے ہمارے ساتھ کیونکر ہوئے؟ فرمایا: انہیں عذر نے روک رکھا ہے (بخاری، مسلم اور ابن ماجہ) اس سے اللہ تعالیٰ کی اپنے معذور بندوں پر شفقت و رحمت اور اسلامی احکام کا توازن و اعتدال صاف طور پر واضح ہے۔

بَابُ مَا يُجْزِئُ مِنَ الْغَزْوِ۔

باب۔ کونسا عمل جہاد کی طرف سے کافی ہوسکتا ہے؟

۲۵۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْحَجَّاجِ اَبُوْ مَعْمَرٍ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ نَا الْحُسَيْنُ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَهُ فِيْ اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا۔

زید بن خالدؓ جہنی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو تیار کیا (سامانِ جہاد دیا)، تو اس نے بھی جہاد کیا اور جو اس کے گھر میں نیکی کے ساتھ اس کا نائب بنا تو اس نے بھی جہاد کیا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: یہ بات تو دلائل شرع سے واضح ہے کہ جب نفیرِ عام ہو جائے تو ہر غیر معذور بالغ و عاقل مرد پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے جیسا کہ جنگ تبوک اور جنگ خندق میں ہوا تھا۔ اس وقت کسی شخص کے لیے تخلّف کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ مگر عام احوال میں جنگ فرضِ کفایہ ہوتی ہے تو اس وقت اجر و ثواب میں مجاہد، اس کے لیے ساز و سامان مہیا کرنے والا اور اس کے گھر بار کی طرف سے اس کے لیے باعثِ اطمینان بننے والا بقولِ ابن حبان برابر ہوتے ہیں کیونکہ سب کا اس میں حصہ ہوتا ہے۔ مگر مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجاہد کے گھر بار کی نیکی کے ساتھ نگرانی کرنیوالا مجاہد سے آدھا اجر پاتا ہے۔ اس کا مطلب مولانا ؒ یہ بتاتے ہیں کہ جو مجاہد اپنے جہاد کا ساز و سامان خود خریدے اس کا اجر دگنا ہے۔ قرطبی نے کہا ہے کہ ممکن ہے اس حدیث میں نصف کا لفظ مُدرج ہو یا ہر سے داخل کیا گیا اور مزید یہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح میں یہ لفظ ثابت ہو جانے کے بعد اضافے کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔ مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ اس جہاد کا مجاہد اور اس کے گھر کی نگرانی کرنے والے کو جو کُل ثواب ہوگا اس کا نصف ان میں سے

ان کے لیے عذاب تھا۔

شرح: نجدہ بن نفیع الحنفی کو میزان، خلاصہ اور تقریب میں مجہول کہا ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے (میرے خیالِ ناقص میں یہ وہ خارجی سردار تھا جس کے نام پر ان کا ایک مشہور فرقہ نجدات منسوب ہوا۔ خارجی بدعتی ضرور تھے مگر جھوٹے نہ تھے، تاہم جو بات بدعتی کے مسلک کے مطابق ہو اس میں اس کی روایت ناقابلِ حجت ہوتی ہے) ابوداؤد نے شاید اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اوپر کی روایت کے خلاف ہے۔ بہرصورت یہ آیات منسوخ نہیں ہیں، یعنی اس معنی میں کہ ان کا حکم اٹھا لیا گیا۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْقُعُودِ مِنَ الْعُذْرِ

عذر کے باعث جہاد میں نہ جانے کی رخصت کا باب۔

۲۵۰۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كُنْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَشِيَتْهُ السَّكِينَةُ فَوَقَعَتْ فَخِذُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَمَا وَجَدْتُ ثِقْلَ شَيْءٍ أَثْقَلَ مِنْ فَخِذِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ اكْتُبْ فَكَتَبْتُ فِي كَتِفٍ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ فَقَالَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى لَمَّا سَمِعَ فَضِيلَةَ الْمُجَاهِدِينَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَكَيْفَ بِمَنْ لَا يَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا قَضَى كَلَامَهُ غَشِيَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّكِينَةُ فَوَقَعَتْ فَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي وَوَجَدْتُ مِنْ ثِقْلِهَا فِي الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ كَمَا وَجَدْتُ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى ثُمَّ سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأْ يَا زَيْدُ فَقَرَأْتُ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ الْآيَةَ كُلَّهَا قَالَ زَيْدٌ فَأَنْزَلَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهَا فَأَلْحَقْتُهَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُلْحَقِهَا عِنْدَ صَدْعٍ فِي كَتِفٍ۔

ہر ایک کو ملے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۵۱۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى بَنِي لِحْيَانَ وَقَالَ لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِينَ أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الْخَارِجِ۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی طرف ایک لشکر بھیجا اور فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک جہاد میں چلا جائے۔ پھر گھر رہنے والوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو جہاد پر جانے والے کے گھر بار کی نیکی اور خلوص کے ساتھ نگرانی کرے گا اس کو مجاہد کے اجر سے نصف ملے گا (مسلم)

شرح: ہجرت کے پانچویں یا چھٹے سال میں بنی لحیان کا غزوہ پیش آیا تھا۔ ان لوگوں نے دھوکے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے مبلغین کو بنی ہذیل سے قتل کرا دیا تھا۔ یعنی عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ وغیرہما کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے شدید رنج و غم پہنچا اور آپ نے انتقام کی نیت سے یہ لشکر روانہ فرمایا۔ اس کی کمان خود فرمائی تھی۔ بنی لحیان پہاڑوں میں جا چھپے تھے اور محفوظ ہو گئے تھے۔

بَابٌ ۲۱ فِي الْجُرْأَةِ وَالْجُبْنِ

جرأت اور بزدلی کا باب۔

۲۵۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مَرْوَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: کسی آدمی میں جو بدترین خصلت ہو سکتی ہے وہ شدید قسم کا بخل اور نہایت سخت بزدلی ہے۔

شرح: ہلع کا معنی ہے بے صبری اور خلع کا معنی ہے نکال باہر کرنا۔ شح ویسے بھی بخل شدید کو کہتے ہیں، اس کے ساتھ جب بے صبری بھی مل جائے تو اس کی شدت کا کیا کہنا۔ بخیل کو جب کچھ خرچ کرنا پڑے تو جزع فزع اور بے صبری کا اظہار کرنے لگتا ہے اور بزدل کا جب دشمن یا مصیبت سے آمنا سامنا ہو تو موت اسے سامنے دکھائی

دیتی ہے گویا دل باہر نکلا جا رہا ہو کہ اس کی دھڑکن سے ہی موت واقع ہو جائے گی۔ یہ دو خصلتیں رذائلِ اخلاق میں سے انتہائی بُری ہیں۔ ان کے باعث انسان نیکی کرنے کا نااہل ہو جاتا ہے۔

بَاب ۲۲ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا باب کہ اپنے کئے سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۲۵۱۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ وَابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَسْلَمَ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ غَزَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ نُرِيدُ الْقُسْطُنْطِينِيَّةَ وَعَلَى الْجَمَاعَةِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَالرُّومُ مُلْصِقُوا ظُهُورِهِمْ بِحَائِطِ الْمَدِينَةِ فَحَمَلَ رَجُلٌ عَلَى الْعَدُوِّ فَقَالَ النَّاسُ مَهْ مَهْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُلْقِي بِيَدَيْهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعَاشِرَ الْأَنْصَارِ لَمَّا نَصَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَظْهَرَ الْإِسْلَامَ قُلْنَا هَلُمَّ نُقِيمُ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحُهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ فَالْإِلْقَاءُ بِأَيْدِينَا إِلَى التَّهْلُكَةِ أَنْ نُقِيمَ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحَهَا وَنَدَعَ الْجِهَادَ قَالَ أَبُو عِمْرَانَ فَلَمْ يَزَلْ أَبُو أَيُّوبَ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى دُفِنَ بِالْقُسْطُنْطِينِيَّةِ۔

ابو عمران اسلم بن یزید تجیبی کا بیان ہے کہ ہم مدینہ سے قسطنطنیہ کی طرف جہاد کے لیے نکلے اور ہم پر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن خالد بن الولید امیر تھا، اور رُومی اپنی پشتیں شہر کی دیوار سے لگائے کھڑے تھے۔ پس ایک آدمی نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا: ٹھہر ٹھہر، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، یہ شخص اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ پس ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت: لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ ہم انصار کی جماعت کے متعلق اتری تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب کر دیا تو ہم نے کہا کہ آؤ ہم اپنے مالوں میں مقیم ہوں اور ان کی اصلاح کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری: "اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو

پس اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ ہم اپنے اموال میں مقیم ہو جائیں اور ان کی دوستی میں لگ جائیں اور جہاد کو ترک کر دیں۔ ابو عمران نے کہا کہ ابو ایوبؓ برابر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔ (ترمذی اور نسائی۔ ترمذی نے اسے حدیث حسنٌ غریبٌ کہا ہے اور امیر لشکر فضالہؓ بن عُبید کو بتایا ہے)

شرح: قسطنطنیہ موجودہ ترکی کا شہر استنبول ہے جسے سلطان محمد فاتح ترکی نے فتح کیا تھا۔ اس لشکر کا امیر عام عبدالرحمٰن بن خالدؓ تھا اور حسب روایت طبری، مصری فوج کا امیر عقبہ بن عامرؓ جہنی تھا اور شامی لشکر کا امیر فضالہؓ بن عُبید۔ قسطنطنیہ پر حملہ امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا تھا مگر وہ فتح نہ ہو سکا۔ آخر کار سلطان محمد فاتح ترکی نے اُسے فتح کیا۔

باب۲۳ فِي الرَّمْيِ

باب۔ رمی کے متعلق

۲۵۱۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَّامٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلٰثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيَ بِهِ وَمُنْبِلَهُ وَارْمُوا وَارْكَبُوا وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا لَيْسَ مِنَ اللَّهْوِ إِلَّا ثَلٰثٌ تَادِيبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتُهُ أَهْلَهُ وَرَمْيُهُ بِقَوْسِهِ وَنَبْلِهِ وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا أَوْ قَالَ كَفَرَهَا۔

عقبہ بن عامرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعے سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ اس کو بنانے والا جبکہ بنانے میں نیکی و ثواب کی نیت رکھے، اور اسے چلانے والا اور پکڑانے والا۔ اور تیر اندازی کرو اور سواری کرو، اور مجھے تمہارا تیر اندازی کرنا سواری سیکھنے سے زیادہ پسند ہے لہو میں سے صرف تین کام جائز ہیں، ایک یہ کہ آدمی اپنے گھوڑے کو سدھائے، دوسرا یہ کہ اپنی بیوی سے لاڈ پیار کرے اور تیسرا یہ کہ اپنے تیر کمان کے ساتھ تیر اندازی کرے۔ اور جو شخص تیر اندازی سیکھ کر اسے از روئے اعراض ترک کرے تو اس نے ایک نعمت کو ترک کیا، یا یہ فرمایا کہ اس نے ایک نعمت کی ناشکری کی (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: خطابی نے لکھا ہے کہ مُنْبِل یعنی تیر پکڑانے والا دو قسم کا ہو سکتا ہے: ایک وہ جو تیر انداز کے ساتھ کھڑا ہو کر اسے ترکش سے نکال کر تیر دیتا ہے۔ دوسرا وہ جو (مشق و تمرین کے وقت) نشانے کی جگہ سے تیر اٹھا کر لائے اور

پھر چلانے کے لیے اُسے دے دے۔ ایک روایت میں اَلْمُمِدّ کا لفظ آیا ہے اور یہ دونوں صورتیں امداد کی ہیں۔ نَبل عربی تیر ہوتے ہیں جو ہلکے پھلکے تھے اور طویل نہیں ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لہو کی تین صورتیں جائز فرمائی ہیں ان میں جہاد و قتال کی تیاری کی ہر ورزش اور ہر ہتھیار کی مشق شامل ہے۔ باطل پسند آوارہ لوگ جو نرد بازی، شطرنج بازی، کبوتر اور بٹیر بازی وغیرہ کرتے ہیں یہ خالص لہو کے کام ہیں جن کا کوئی شرعی فائدہ تو نہیں البتہ نقصان ضرور ہے اور یہ جائز نہیں۔ بعض علماء نے شطرنج کو دشمن کی چالبازیاں سمجھنے کا ذریعہ قرار دیا ہے مگر ان چیزوں میں قمار بازی تو قطعاً حرام ہے اور جو اس میں مصروف ہو کر دوسرے نیک کاموں مثلاً نماز کی پابندی سے غافل ہو جائے تو یہ فعل قطعاً جائز نہ ہو گا۔

۲۵۱۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ ثُمَامَةَ بْنِ شُفَيٍّ الْهَمْدَانِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ جہنی کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سُنا کہ: دشمنانِ دین کے لیے ہر قسم کی قوت تیار رکھو، سُن لو کہ قوت تیر اندازی ہے۔ سُن لو کہ قوت تیر اندازی ہے، سُن لو کہ قوت تیر اندازی ہے۔
(مسلم، ابن ماجہ)

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیت تلاوت فرمائی وہ الانفال میں نمبر ۶۰ پر ہے۔

شرح: رمی کا لفظی معنی ہے پھینکنا۔ جدید جنگی ہتھیار سب دُور سے پھینکے جاتے ہیں لہذا حضور نے جو بار بار اس پر زور دے کر فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر جدید سے جدید تر ہتھیار حاصل کرنا اہل اسلام کا فرض ہے پھر قوت میں ہر قسم کی قلعہ بندیاں، بم، ایٹم بم، میزائل، ٹینک، طیارے، لڑاکا جہاز، بحری جنگی ساز و سامان داخل ہے۔ جس دَور یا مُلک میں کسی چیز کو قوت سمجھا جاتا ہو اس کا حصول مسلمان پر فرض ہے ورنہ جہاد خدا نخواستہ معطل ہو کر رہ جائے گا۔

بَابٌ ۲۴ فِيمَنْ يَغْزُو وَيَلْتَمِسُ الدُّنْيَا

اپنے جہاد سے دنیا طلب کرنے والے کا باب

۲۵۱۵۔ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ نَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنِي بَحِيرٌ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْغَزْوُ

معاذ بن جبل رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور نے فرمایا: غزوہ کی دو قسمیں ہیں، پس جس نے اللہ کی رضا چاہی اور امام کی اطاعت کی اور اپنے جان و مال کو خرچ کیا اور ساتھیوں سے نرم سلوک کیا اور فساد سے پرہیز کیا تو اس کا سونا جاگنا سب باعث ثواب ہے۔ اور جس نے فخر و غرور، ریاکاری اور شہرت پسندی کی خاطر جنگ کی امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا تو وہ برابر سرابر اجر سے کر بھی نہ لوٹا (نسائی۔ مؤطا میں معاذ رضہ پر موقوفاً مروی ہے)

شرح: یعنی پہلی قسم کے غازی کے تمام اعمال و عبادات اگر اللہ کے لیے تھے اور اسی لیے اس کی ہر حرکت و سکون نیکی بن گئی، تو اسی دوسری قسم والا اجر تو کیا لیتا الٹا عذاب اور نافرمانی لے کر واپس آیا۔ اگر کچھ نیکی اور عبادت کی نیت بھی ہوتی تو شائد معاملہ برابر ہو جاتا۔

۲۵۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنِ ابْنِ مِكْرَزٍ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَجْرَ لَهُ فَأَعْظَمَ ذَلِكَ النَّاسُ وَقَالُوا لِلرَّجُلِ عُدْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تُفَهِّمْهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا قَالَ لَا أَجْرَ لَهُ فَقَالُوا لِلرَّجُلِ عُدْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ لَهُ لَا أَجْرَ لَهُ۔

ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ایک مرد اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور دنیا کی کوئی غرض بھی پیش نظر رکھتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسے کوئی ثواب نہیں۔ پس لوگوں پہ یہ بات شاق گزری اور انھوں نے اس آدمی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ سوال کر شاید تیری بات کو حضور ؐ نے سمجھا نہیں۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ایک آدمی خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے اور دنیا کا کچھ ساز و سامان بھی مد نظر ہے، حضور ؐ نے فرمایا اُسے کوئی ثواب نہیں۔ لوگوں نے پھر اس آدمی سے کہا کہ پھر سوال کو لوٹا، اس نے ایسا ہی کیا تو حضور ؐ نے تیسری بار بھی یہی فرمایا کہ اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔

شرح: اس حدیث کے راوی ابن مکرز کو منذری نے مجہول شمار کیا ہے۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اگر کوئی شخص جہاد کرتا ہی نفسانی و دنیوی خواہش کے لیے ہے یا نیت تو جہاد کی ہے مگر اس میں دنیوی اغراض کو بھی ملا دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ اسے اجر و ثواب تو نہیں مل سکتا کیونکہ وہ تو صرف خلوص نیت و خلوص عمل پر منحصر ہے۔

باب ۲۶ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا

اس کا باب جو خدا کی بات کو اونچا کرنے کی خاطر لڑے۔

۲۵۱۷۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَيُقَاتِلُ لِيُحْمَدَ وَيُقَاتِلُ لِيَغْنَمَ وَيُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ حَتَّى تَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ أَعْلَى فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحرائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا کہ بعض لوگ شہرت کے لیے لڑتے ہیں، بعض تعریف کی خاطر، بعض مال غنیمت کی خاطر، بعض شجاعت کے اظہار کے لیے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس لیے لڑے تاکہ اللہ کا حکم بلند ہو جائے تو وہ فی سبیل اللہ ہے (بخاری ۴ جگہ، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: حافظ صاحب نے اس اعرابی کا نام لاحق بن ضمیرہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ دین کی سرفرازی و سربلندی اور اسلام کے دفاع اور مسلمانوں کے مصائب کو دور کرنے کی خاطر جہاد و قتال کیا جائے تاکہ حق کے راہ کی رکاوٹ دور ہو اور خدا کے بندوں تک اس کا پیغام کسی رکاوٹ کے بغیر پہنچ سکے، اگر جہاد میں کوئی دنیوی یا ذاتی غرض شامل ہو تو وہ فی سبیل اللہ نہ رہا۔

۲۵۱۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ نَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ مِنْ أَبِي وَائِلٍ حَدِيثًا أَعْجَبَنِي فَذَكَرَ مَعْنَاهُ۔

دوسرے طریق کے ساتھ وہی اوپر کی حدیث جس میں عمرو بن مرہ کہتا ہے کہ میں نے ابووائل سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی الخ۔

۲۵۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْأَنْصَارِيُّ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَضَّاحِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ حَنَانِ بْنِ خَارِجَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي عَنِ

الْجِهَادِ وَالْغَزْوِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو إِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا وَإِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللّٰهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَلٰى أَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ أَوْ قُتِلْتَ بَعَثَكَ اللّٰهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ۔

عبداللہ بن عمروؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے جہاد اور غزوہ کے متعلق بتائیے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اے عبداللہ بن عمرو! اگر تو صبر کے ساتھ مخلصانہ طور پر قتال کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے صابر و مخلص اٹھائے گا اور اگر تو ریاکاری کے ساتھ مال بڑھانے کی خاطر جہاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ریاکار اور مال کا طالب اٹھائے گا۔ اے عبداللہ بن عمرو تو جس حال پر بھی قتال کرے گا یا قتل ہوگا اللہ تعالیٰ تجھے اُسی حال میں اٹھائے گا۔

بَابٌ ۲۷ فِي فَضْلِ الشَّهَادَةِ

شہادت کی فضیلت کا باب۔

۲۵۲۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلٰى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَأْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيلِهِمْ قَالُوا مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ وَلَا يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ قَالَ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا إِلٰى آخِرِ الْآيَاتِ۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اُحد میں تمہارے بھائیوں کو شہادت ملی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے اجسام میں داخل کر دیا، وہ جنت کی نہروں پر جاتے اور اس کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی سنہری قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ پس جب انہوں نے اپنے کھانے پینے

اچھائی اور آرام گاہوں کی اچھائی کو پایا تو کہنے لگے کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق ملتا ہے، تاکہ وہ جہاد سے بے رغبت نہ ہوں اور جنگ کے وقت بزدلی نہ دکھائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں انہیں تمہارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا الخ " جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردے مت گمان کرو" ال عمران ۱۶۹ (مسلم، الحاکم مسلم کی روایت ابن مسعودؓ سے ہے)

شرح: تناسخ ارواح کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے اور یہ عقیدہ بعض فلاسفۂ یونان اور مشرکین ہند کا ہے۔ دوسرے جہان کے معاملات کو اس دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اس حدیث سے تناسخ پر استدلال باطل ہے۔

۲۵۲۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ نَا عَوْفٌ حَدَّثَتْنَا حَسْنَاءُ بِنْتُ مُعَاوِيَةَ الصَّرِيْمِيَّةُ قَالَتْ حَدَّثَنَا عَمِّيْ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فِي الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّهِيْدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْوَئِيْدُ فِي الْجَنَّةِ۔

حسناء بنت معاویہ صریمیہ نے کہا کہ مجھ سے میرے چچا (اسلم بن سلیمؓ) نے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: جنت میں کون کون ہوں گے؟ فرمایا: نبی جنت میں ہوگا اور شہید جنت میں ہے اور مولود جنت میں ہے اور زندہ درگور بچہ جنت میں ہے۔

شرح: مولود سے مراد طفل صغیر، ساقط شدہ حمل اور نابالغ بچہ ہے۔ وئید کا معنیٰ ہے زندہ مدفون بچہ۔ جاہلیت میں کچھ لوگ لڑکیوں کو اور بعض لڑکوں کو بھی زندہ دفنا دیتے تھے جبکہ شدید قحط اور بھوک کا زمانہ ہوتا۔ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے: وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ "اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی (خطابی)، طیبی نے کہا ہے کہ چھوٹے بچے مسلمانوں کے ہوں یا کفار کے، سب کا یہی حکم ہے۔

بَابٌ ۲۸ فِي الشَّهِيْدِ يُشَفَّعُ

شہید کی شفاعت کا باب

۲۵۲۲۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ نَا الْوَلِيْدُ ابْنُ رَبَاحٍ الذِّمَارِيُّ حَدَّثَنِيْ عَنْ نِمْرَانَ بْنِ عُتْبَةَ الذِّمَارِيِّ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى أُمِّ الدَّرْدَاءِ وَنَحْنُ أَيْتَامٌ فَقَالَتْ أَبْشِرُوْا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشَفَّعُ الشَّهِيْدُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ قَالَ أَبُو

داوُدَ صَوَابُہٗ رَبَاحُ بْنُ الْوَلِیْدِ ۔

نمران بن عتبہ زماری نے کہا کہ ہم ام الدرداء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اس وقت ہم یتیم تھے تو اس نے کہا کہ بشارت پاؤ کیونکہ میں نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کو اپنے ستر اہل بیت کی شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ ابوداؤد نے کہا کہ یحییٰ بن حسان نے خطا کی ہے اس کے استاد کا نام رباح بن الولید ہے (اور اس نے الٹ کر ولید بن رباح کہہ دیا ہے) منذری نے کہا کہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا کا نام ہجیمہ یا جہیمہ انصاریہ تھا اور یہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی تھی۔ ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں اس کی روایت یوں کی ہے کہ ہم ام الدرداء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ہم یتیم تھے، چھوٹے بچے تھے، اس نے ہمارے سروں پہ ہاتھ رکھا اور کہا: میرے بیٹو خوش ہو جاؤ کیونکہ مجھے امید ہے کہ تم کو اپنے باپ کی شفاعت حاصل ہوگی کیونکہ میں نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سنا تھا الخ مطلب یہ کہ ان کا باپ شہید ہو چکا تھا۔

بَابٌ ۲۹ فِی النُّوْرِ یُرٰی عِنْدَ قَبْرِ الشَّهِیْدِ

نور کا باب جو شہید کی قبر کے پاس دکھائی دیتا ہے۔

۲۵۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِیُّ نَا سَلَمَةُ یَعْنِی ابْنَ الْفَضْلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِیْ یَزِیْدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِیُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ لَا یَزَالُ یُرٰی عَلٰی قَبْرِهٖ نُوْرٌ ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نجاشی فوت ہوا تو ہمیں بتایا جاتا تھا کہ اس کی قبر پر برابر روشنی دکھائی دیتی تھی (یہ ایک موقوف حدیث ہے) مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا، مگر یہ کہ کہا جائے کہ نجاشی کو کس درجے کی شہادت حاصل ہوئی تھی۔ اور جب حکمی شہادت کا یہ حال ہے تو حقیقی شہادت تو بہر حال اونچے وارفع ہے۔

۲۵۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِیْرٍ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبِیْعَةَ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِیِّ قَالَ اٰخٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ فَقُتِلَ اَحَدُهُمَا وَمَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ اَوْ نَحْوِهَا فَصَلَّیْنَا عَلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا قُلْتُمْ فَقُلْنَا دَعَوْنَا لَهٗ وَقُلْنَا اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَاَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ صَلَاتُهٗ بَعْدَ صَلَاتِهٖ وَصَوْمُهٗ بَعْدَ صَوْمِهٖ شَكَّ

شُعْبَۃُ فِی صَوْمِہٖ وَعَمَلِہٖ بَعْدَ عَمَلِہٖ اِنَّ بَیْنَہُمَا کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ۔

عبید بن خالد سُلمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں میں بھائی چارہ قائم کیا۔ پھر ان میں سے ایک تو شہید ہوا اور دوسرا اس کے بعد ایک ہفتہ بھر میں یا اس کے قریب فوت ہوگیا۔ پس ہم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کے حق میں کیا کہا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم نے اس کے لیے دعاء کی اور کہا: اے اللہ اسے بخش دے اور اسے اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس کی نماز اُس کی نماز کے بعد کہاں گئی، اس کا روزہ اس کے روزے کے بعد کہاں گیا۔ شعبہ کو صوم کے بارے میں شک ہے۔ اور اس کا عمل اُس کے عمل کے بعد کہاں گیا؟ ان دونوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے (نسائی۔ اور مسند احمد میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی حدیث صحیح سندوں سے مروی ہے)

شرح: آخرت کے درجات کی بلندی، قبولیتِ اعمال اور خلوص و قدر و منزلت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا ہوگا کہ پہلا شخص جو شہید ہوا تھا اس کا مقام بڑا بلند ہوگا لہٰذا انہوں نے اس دوسرے کے لیے اس کے ساتھ ملائے جانے کی دعاء کی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی یا کشفِ حقیقی سے معلوم کر لیا کہ اس کے صدقِ عمل اور خلوص و تقویٰ کا مقام اُس سے بلند تر ہے۔ بعض لوگ نماز، صدقہ، زکوٰۃ، ہمدردیٔ خلائق، خوش خلقی اور خلوص کے باعث سب سے اونچا درجہ پا لیتے ہیں۔ اول شخص شہادت کاملہ کا مقام نہ پا سکا ہو اور دوسرا شخص اپنے پختہ عقیدے، خلوص اور صدقِ عمل کے باعث اُس سے بڑھ گیا ہو۔ اس حدیث کا بھی باب کے عنوان سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔

یعنی جس پر جہاد فرض ہو وہ مال وغیرہ دیکر اپنی جگہ کسی اور کو بھیج دے۔ یا کوئی شخص مال و دولت دے کر کسی غازی کو روک لے اور اس کی جگہ پر خود چلا جائے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ مثلاً نصف، یا ثلث یا رُبع کی تعداد طلب کی جاتی تھی، تو چند آدمی مل کر ایک یا دو کے تمام اخراجات پورے کر دیتے اور اسے کچھ مال و دولت دے دیتے تاکہ ان میں سے وہ روانہ ہو جائے۔ جعائل جمع ہے جعیلہ یا جعالہ یا جعل کی۔ حدیث میں اس کی کراہت کا ذکر آرہا ہے۔

بَابٌ ۳ فِی الْجَعَائِلِ فِی الْغَزْوِ

جہاد میں اجرت کا باب۔

۲۵۲۵۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسَی الرَّازِیُّ اَنَا ح وَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنٰی وَاَنَا لِحَدِیْثِہٖ اَتْقَنُ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ سُلَیْمَانَ بْنِ سُلَیْمٍ عَنْ یَحْیٰی بْنِ جَابِرٍ الطَّائِیِّ عَنِ ابْنِ اَخِیْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَتُفْتَحُ عَلَیْکُمْ

الْاَمْصَارُ وَسَتَكُوْنُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ يُقْطَعُ عَلَيْكُمْ فِيْهَا بُعُوْثًا فَيَكْرَهُ الرَّجُلُ مِنْكُمُ الْبَعْثَ فِيْهَا فَيَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِهٖ ثُمَّ يَتَصَفَّحُ الْقَبَائِلَ يَعْرِضُ نَفْسَهٗ عَلَيْهِمْ يَقُوْلُ مَنْ اَكْفِيْهِ بَعْثَ كَذَا اَكْفِيْهِ بَعْثَ كَذَا اَلَا وَذٰلِكَ الْاَجِيْرُ اِلٰى اٰخِرِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهٖ۔

ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا، عنقریب تم پر شہر اور ملک فتح ہوں گے اور بڑے بڑے لشکر تیار ہوں گے اور تمہارے ذمہ ان کے لیے فوجیں جمع کرنا لگائی جائیں گی۔ پھر تم میں سے کوئی آدمی ان میں نہ جانا چاہے گا اور قبائل میں گھوم پھر کر تلاش کرے گا، اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کرے گا اور کہے گا: کون ہے جس کے لیے میں فلاں لشکر کے لیے کفائت کروں؟ وہ کون ہے جس کے لیے میں فلاں فوج میں جانیکو کافی ہو جاؤں؟ خبردار! وہ اپنے خون کے آخری قطرے تک اُجرت پر کام کرنے والا ہوگا۔

شرح: یعنی اگر وہ اپنی قوم میں رہتا تو بلا اُجرت جہاد میں شامل ہونا پڑتا کیونکہ حکومت کی طرف سے پابندی تھی کہ اتنے آدمی فلاں قبیلہ اور اتنے فلاں قوم مہیا کرے۔ اب وہ اپنے آپ کو اُجرت پر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے کہ اُسے اتنی رقم یا فلاں فلاں چیز ملے تو وہ دینے والے کے عوض میں چلا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ شخص فی سبیل اللہ نہیں جارہا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد پر اجارہ منعقد کرنا جائز نہیں۔ یہ ایک قسم کا سودا ہے اور ایسے شخص کو مالِ غنیمت میں سے کچھ دیئے جانے میں اختلاف ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بغرض اعانت کسی غازی کو سامانِ جہاد یا اسلحہ یا سواری وغیرہ دیتا ہے اور اس کی صورت سودے کی نہیں تو اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام مالکؒ اور اصحاب ابی حنیفہ نے اس قسم کے سودے کو ناجائز کہا ہے۔ ہاں! اگر مسلمانوں میں ضعف پایا جائے اور بیت المال میں اتنی رقم نہ ہو تو ایک دوسرے کی مدد جائز ہے مگر یہ جہاد کا بدل یا مزدوری نہیں ہوگی۔ امام شافعی نے کہا کہ امام بطور انعام کوئی رقم یا اور چیز دے سکتا ہے یا مقرر کر سکتا ہے کسی اور کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ جس شخص کو کسی غازی نے خدمت کے لیے مزدور بنا کر ساتھ رکھا ہو اسے مالِ غنیمت سے کچھ نہیں ملے گا، یہ اوزاعی، احمد اور اسحاق کا قول ہے۔ اکثر کے نزدیک اسے حصہ ملے گا کیونکہ مسلم کی حدیث میں سلمہؓ کا طلحہؓ کے لیے بطور اجیر کام کرنا اور حضورؐ کا سلمہؓ کو حصہ دینا ثابت ہے۔ ثوری نے کہا کہ اجیر اگر قتال کرے تو حصہ پائے گا۔ مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک اجیر کا مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہیں۔ شافعی نے اجرت کو کسی صورت میں جائز نہیں رکھا۔

بَابُ ۳۱ الرُّخْصَةِ فِيْ اَخْذِ الْجَعَائِلِ

جُعل حاصل کرنے کی رخصت کا باب

۲۵۲۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ نَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ ح وَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ ابْنِ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ شُفَيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْغَازِي أَجْرُهُ وَلِلْجَاعِلِ أَجْرُهُ وَأَجْرُ الْغَازِي۔

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجاہد کے لیے اس کا اجر ہے اور مددگار کے لیے اس کا اجر بھی ہے اور غازی کا بھی۔

شرح: یہاں پر جاعل سے مراد معین و مددگار ہے نہ کہ کرائے پر لے کر کسی کو بطور مزدور جہاد میں بھیجنے والا۔ یعنی وہ شخص مراد ہے جو غازی کی مفت مدد کرے اور اس کے لیے سامان جنگ مہیا کرے۔ یہ اس لیے کہا کہ یہ حدیث بظاہر گزشتہ احادیث کے خلاف نظر آتی ہے۔ پس اُن میں تو کرائے کا غازی مراد ہے جو محض دنیوی اغراض کی خاطر لڑتا ہے۔ اور یہاں وہ شخص مراد ہے جو خلوص نیت سے لڑتا ہے مگر دوسرے لوگ اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور اُن احادیث میں جاعل سے مراد وہ ہے جو میدانِ جنگ میں جانے سے کتراتا ہے اور کسی کرائے کے سپاہی کو سامان مہیا کر دیتا ہے۔ پس دونوں قسم کی احادیث میں فرق ہے۔ اوپر یہ بحث گزر چکی ہے۔

بَابٌ ۳۲ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو بِأَجْرِ الْخِدْمَةِ

باب اس شخص کے بیان میں جو خدمت کے اجر پر جہاد کرتا ہے۔

۲۵۲۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَاصِمُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ أَنَّ يَعْلَى بْنَ مُنْيَةَ قَالَ أَذِنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ لَيْسَ لِي خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ أَجِيرًا يَكْفِينِي وَأُجْرِي لَهُ سَهْمَهُ فَوَجَدْتُ رَجُلًا فَلَمَّا دَنَا الرَّحِيلُ أَتَانِي فَقَالَ مَا أَدْرِي مَا السَّهْمَانِ وَمَا يَبْلُغُ سَهْمِي فَسَمِّ لِي شَيْئًا كَانَ السَّهْمُ أَوْ لَمْ يَكُنْ فَسَمَّيْتُ لَهُ ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيمَتُهُ أَرَدْتُ أَنْ أُجْرِيَ لَهُ سَهْمَهُ فَذَكَرْتُ الدَّنَانِيرَ فَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ أَمْرَهُ فَقَالَ مَا أَجِدُ لَهُ فِي غَزْوَتِهِ هَذِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا دَنَانِيرَهُ

النَّبِیُّ سَمّٰی۔

یعلیٰ بن مُنیہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی منادی کرائی اور میں بہت بوڑھا تھا، میرا کوئی خادم نہ تھا، پس میں نے کوئی اجیر تلاش کیا جو مجھے کفایت کرے اور میں اُسے اس کا حصہ دوں۔ سو میں نے ایک آدمی پالیا، جب کوچ کا وقت قریب آیا تو وہ میرے پاس آیا اور بولا: مجھے نہیں معلوم کہ حصہ کیا ہوتا ہے اور مجھے کیا ملے گا۔ تم میرے لیے کوئی چیز معین کر دو، کیا پتہ حصے ملے یا نہ ملے۔ پس میں نے اس کے لیے تین دینار مقرر کیے۔ پھر جب مال غنیمت سامنے آیا تو میں نے چاہا کہ اُس کا حصہ لگاؤں مگر مجھے دینار یاد آ گئے۔ پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اُس شخص کا قصہ بیان کیا۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ میں اس کے غزوہ میں دنیا و آخرت میں اس کے صرف وہ دینار پاتا ہوں جو اس نے مقرر کیے تھے (جامع الاصول)

شرح: یعلیٰ بن مُنیہ رضؓ کو یعلیٰ بن اُمیہ بھی کہا جاتا ہے۔ مُنیہ ان کی والدہ کا اور اُمیہ باپ کا نام تھا، لہذا دونوں طرح درست ہے۔ مولانا ؒ نے فرمایا ہے کہ خدمت گار جسے اُجرت پر کوئی لایا ہو، اگر قتال میں شامل ہو جائے تو اُسے اُجرت اور مالِ غنیمت کا حصہ بھی ملے گا کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔ جس شخص کا یہاں ذکر ہے یہ محض کرائے کا خادم تھا، جنگ کی خاطر نہیں لایا گیا تھا۔ مسلم کی روایت کے مطابق سلمہ بن اکوع کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کا حصہ دیا تھا کیونکہ وہ جنگ میں بھی شامل تھے، بہت ماہر تیر انداز تھے اور طلحہ رضؓ کے گھوڑے کی اس کے علاوہ تھی۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ ۳۳ فِی الرَّجُلِ یَغْزُو وَاَبَوَاهُ کَارِهَانِ۔

ماں باپ کی ناپسندیدگی کے باوجود جہاد کرنے والے کا باب

۲۵۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ اَنَا سُفْیَانُ نَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جِئْتُ اُبَایِعُكَ عَلَی الْهِجْرَةِ وَتَرَكْتُ اَبَوَیَّ یَبْكِیَانِ قَالَ ارْجِعْ اِلَیْهِمَا فَاَضْحِكْهُمَا كَمَا اَبْكَیْتَهُمَا۔

عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں اور اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا واپس چلا جا انہیں ہنسا کہ تو نے اُنھیں رُلایا تھا۔ (نسائی، ابن ماجہ)

شرح: علامہ خطابی نے کہا کہ جہاد جب نفلی ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں مگر جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں، اگر وہ

روکیں تو ان کی بات نہ مانے اور چلا جائے یہ اس وقت ہے جبکہ والدین مسلم ہوں۔ اگر وہ کافر ہوں تو جہاد کی کسی صورت میں بھی وہ روک نہیں سکتے اور ان کی اطاعت اس باب میں جائز نہیں کیونکہ اس سے خدا اور رسول کی نافرمانی اور کفار کی مدد ہوتی ہے۔ اس پر صرف یہ فرض ہے کہ ان سے نیکی کرے اور ان باتوں میں فرمانبرداری کرے جن میں خدا اور رسول کی معصیت نہ ہو۔ فرض جہاد کی صورت میں قرض خواہوں کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ فرض کفایہ کی صورت میں ان کی اجازت کی ضرورت ہے بشرطیکہ قرض کی ادائیگی فوری کرنا ہو۔ حدیث میں صرف ہجرت کا ذکر ہے جہاد کا نہیں، مگر دونوں کا حکم ایک ہی ہے اس لیے اس باب میں ابو داؤد نے یہ حدیث درج کی۔

۲۵۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ ابْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أُجَاهِدُ قَالَ أَلَكَ أَبَوَانِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ قَالَ أَبُودَاوُدَ أَبُو الْعَبَّاسِ هٰذَا الشَّاعِرُ اسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخٍ۔

عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا اور بولا: یا رسول اللہ میں جہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا تو انہی میں جہاد کر۔ ابوداؤد نے کہا کہ حدیث کا راوی ابو العباس شاعر تھا جس کا نام سائب بن فروخ تھا (بخاری کتاب الادب اور کتاب الجہاد، مسلم، ترمذی، نسائی اور مسند احمد) یہ جہاد فرض عین نہ تھا اس لیے یہ فرمایا گیا۔ نفلی جہاد اور دیگر نفلی عبادت میں مسلم والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ کافر سے اجازت کا سوال نہیں۔ اوپر بحث گزری ہے۔

۲۵۳۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ دَرَّاجًا أَبَا السَّمْحِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ فَقَالَ أَبَوَايَ فَقَالَ أَذِنَا لَكَ قَالَ لَا قَالَ ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یمن سے ہجرت کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا یمن میں تیرا کوئی ہے؟ اس نے کہا: میرے والدین۔ فرمایا: انہوں نے تجھے اجازت دی تھی؟ بولا کہ نہیں۔ فرمایا: تو ان کی طرف واپس جا، اگر وہ تجھے اجازت دیں تو جہاد کر ورنہ ان کے ساتھ نیکی کر (یعنی ان کی خدمت بجا لا یہی تیرا جہاد ہے)

بَابٌ ۳۴ فِي النِّسَاءِ يَغْزُوْنَ

عورتوں کے جہاد کا باب

۲۵۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ نَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِأُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ لِيَسْقِيْنَ الْمَاءَ وَيُدَاوِيْنَ الْجَرْحٰى۔

انس بن مالکؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امّ سُلیمؓ اور انصار کی کچھ خواتین کو جہاد میں ساتھ لے جاتے تھے تاکہ زخمیوں کو پانی پلائیں اور ان کا علاج کریں (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ خواتین کو میدانِ جہاد میں بعض خدمات کے لیے ساتھ لے جانے کا اس حدیث میں ثبوت ہے۔ اور بعض دیگر احادیث میں ثابت ہے کہ کچھ عورتوں نے لشکر کے ساتھ جانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی کا حکم دے دیا۔ اس حکم کا منشاء دو چیزیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ اس وقت کے حالات سے آپؐ نے اندازہ فرمالیا ہو گا کہ دشمن پر غلبہ شاید حاصل نہ ہو سکے، اس حالت میں ان عورتوں کا خوف تھا کہ مبادا کسی فتنے میں پڑیں یا گرفتار ہو جائیں لہذا انہیں واپس کرا دیا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شاید یہ نوجوان خوبصورت عورتیں ہوں گی جو اپنے لیے اور دوسروں کے لیے فتنے کا باعث بن سکتی تھیں لہذا آپؐ نے انہیں گھروں کو واپس بھیج دیا۔ عورتیں اگر میدانِ جنگ میں جائیں اور کچھ خدمات بجالائیں تو عامۃ اہل علم کے نزدیک ان کا مالِ غنیمت میں باقاعدہ کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ انہیں کچھ بطورِ تبرع دیا جائے گا۔ یہی حنفیہ، شافعیہ اور ثوری کا مذہب ہے امام مالک کے نزدیک عورتوں کو کسی طرح بھی مالِ غنیمت میں سے کچھ نہیں دیا جاتا۔

بَابٌ ۳۵ فِي الْغَزْوِ مَعَ أَئِمَّةِ الْجَوْرِ

ظالم حکام کے ساتھ جہاد کا باب۔

۲۵۳۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ نَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ نُشْبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيْمَانِ اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا تُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجْهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ إِلٰى أَنْ يُقَاتِلَ

اٰخِرُ اُمَّتِیْ الدَّجَّالَ لَا یُبْطِلُهٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَّلَا عَدْلُ عَادِلٍ وَّالْاِیْمَانُ بِالْاَقْدَارِ۔

انس بن مالکؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایمان کی جڑ ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے والے سے (زبان اور ہاتھ کو) روکنا۔ اور یہ کہ کسی گناہ کے باعث تو انہیں کافر نہ کہے۔ اور یہ کہ تو کسی عمل کے باعث انہیں اسلام سے خارج قرار نہ دے۔ اور میری بعثت سے لے کر جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ میری امت کا آخری حصہ دجال سے قتال کرے، اسے کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل باطل نہیں کر سکتا، اور تقدیر پر ایمان لانا

شرح: پہلی اور تیسری چیز پر تو اس سے قبل متعدد بار گفتگو ہو چکی ہے کہ محض بد عملی یا ذرا سی بد عقیدگی کسی کو ایمان و اسلام سے خارج نہیں کرتی جب تک کہ ضروریاتِ دین (اصولِ اسلام) میں سے کسی کا صریح انکار ثابت نہ ہو۔ مثلاً سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ اکبر کے دور میں منکرین زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت اور ان کے پیروکاروں کو مرتد شمار کر کے ان کے ساتھ قتال کیا گیا۔ دوسری چیز کا مطلب یہ ہے کہ کسی ظالم کا ظلم تمہیں اس بات سے نہ روکے کہ جہاد و قتال میں بھی اس کا ساتھ چھوڑ دو۔ بہر صورت جمعہ، جماعت، عیدین، جہاد، بیت المال اور صلح و جنگ کا معاملہ حکومت ہی کے سپرد ہوتا ہے۔ ظالم کا ان چیزوں میں ساتھ چھوڑا جائے تو دین فتنے اور انتشار کا شکار ہو جائے گا۔ انتہائے جہاد کو دجال کے قتل و قتال سے جو مشروط فرمایا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے بعد دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ ایک دفعہ اسلام ساری دنیا کا دین بن جائے گا اور پھر قیامت کے آثار شروع ہو جائیں گے۔

۲۵۳۳۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِیْ مُعَاوِیَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَیْكُمْ مَعَ كُلِّ اَمِیْرٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَیْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَّاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَّاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد تم پر ہر امیر کے ساتھ واجب ہے۔ نیک ہو یا بد۔ اور نماز تم پر فرض ہے ہر مسلم کے پیچھے، نیک ہو یا بد اور اگرچہ کبائر کا ارتکاب کرے۔ اور نماز ہر مسلم پر فرض ہے نیک ہو یا بد اگرچہ کبائر کا ارتکاب کرے۔ (منذری نے کہا کہ مکحول کا سماع ابوہریرہؓ سے ثابت نہیں، یہ حدیث منقطع ہے)

شرح: اسلام کے مرکزی اجتماعی نظام کا بہرصورت قائم رہنا لازم ہے۔ ہر حاکم نیک نہیں ہوتا۔ خلافت راشدہ کے بعد ہر قسم کے لوگ حاکم و خلیفہ بنتے تھے۔ پس اقامتِ نظام کا تقاضا یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر تو بالضرور ہو مگر حکام وقت مسلم ہوں تو ان سے بغاوت نہ کی جائے تاکہ انتشار اور فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ اگر فرض کرو کہ دنیا میں عدل و انصاف قائم ہے تو پھر بھی جہاد قائم و جاری ہے کیونکہ فساد کسی وقت بھی سر اٹھا سکتا ہے۔ اسی طرح ظالم اگر ظلم و ستم پر آمادہ ہوں اور ادھر غیر مسلم اسلامی سرحدوں پر حملہ آور ہو جائیں تو جہاد و قتال انہی حکام کے ساتھ ہو گا

جو برسراقتدار اور مسلط ہیں۔ یہ احکام نہایت معتدل، متوازن اور عقلی ہیں۔ حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ نیکی اور جہاد میں ائمہ جور کا ساتھ دینے پر اور ان کے خلاف خروج و بغاوت کی حرمت پر اجماع امت ہو چکا ہے۔ خروج کے بعض واقعات اس اجماع سے قبل پیش آئے تھے۔

بَابُ ۳۶ الرَّجُلِ يَتَحَمَّلُ بِمَالِ غَيْرِهِ يَغْزُو

جو شخص خود اور سازو سامان کو دوسرے کی سواری پر لادے اس کے جہاد کا باب۔

عنوان کا مطلب یہ ہے کہ جہاد میں مجاہدین ایک دوسرے کی مدد کریں، جن کے پاس سواری یا ساز و سامان نہ ہو انہیں مہیا کریں اور سب مل کر جہاد میں حصہ لیں۔

۲۵۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ نَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ إِنَّ مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَلَا عَشِيْرَةٌ فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةَ فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ يَعْنِي أَحَدِهِمْ قَالَ فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً قَالَ مَا لِي إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِي۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ جہاد کا ارادہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے مہاجرین اور انصار کی جماعت، تمہارے بھائیوں میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جن کے پاس مال یا خاندان و برادری نہیں ہے۔ پس تم میں سے کچھ لوگ ان دو دو یا تین تین کو اپنے ساتھ ملا لیں کیونکہ ہمارے پاس اتنی سواریاں نہیں جو انہیں اٹھا کر لیجا سکیں سوائے اس کے (چارہ نہیں کہ) کہ باری باری ان پر سواری کریں، یعنی وہ لوگ جن کے پاس سواری نہ تھی۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: پس میں نے اپنے ساتھ دو یا تین آدمی اور لیے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے اونٹ پر سواری کی نوبت مجھے بھی اسی طرح ملتی تھی جس طرح ان میں سے ہر ایک کو ملتی تھی۔ (عُقبہ کا معنیٰ یہاں نوبت اور باری ہے۔ عُقْبَۃٌ کَعُقْبَۃِ کا معنیٰ ہے کہ ایک کی باری بھی دوسرے کی باری کی مانند ہوتی تھی۔ علیٰ ہذا القیاس جتنے آدمی ایک سواری پر ہوتے وہ باری باری سوار اور پیدل ہوتے تھے)

بَابٌ ۳۷ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالْغَنِيمَةَ۔

باب جہاد کرنے والا اجر اور غنیمت دونوں کا طالب ہو۔

۲۵۳۵- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا اَسَدُ بْنُ مُوْسٰی نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِيْ ضَمْرَةُ ابْنُ زُغْبٍ الْاِيَادِيُّ حَدَّثَهُ قَالَ نَزَلَ عَلَيَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ حَوَالَةَ الْاَزْدِيُّ فَقَالَ لِيْ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلٰی اَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا وَعَرَفَ الْجَهْدَ فِيْ وُجُوْهِنَا فَقَامَ فِيْنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ اِلَيَّ فَاَضْعُفَ عَنْهُمْ وَلَا تَكِلْهُمْ اِلٰی اَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوْا عَنْهَا وَلَا تَكِلْهُمْ اِلَی النَّاسِ فَيَسْتَاثِرُوْا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰی رَاْسِيْ اَوْ عَلٰی هَامَتِيْ ثُمَّ قَالَ يَا ابْنَ حَوَالَةَ اِذَا رَاَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتْ اَرْضَ الْمُقَدَّسَةِ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْاُمُوْرُ الْعِظَامُ وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِيْ هٰذِهٖ مِنْ رَاْسِكَ۔

ابن زُغب ایادی نے کہا کہ میرے پاس عبداللہ بن حوالہؓ ازدی بطور مہمان ٹھہرا اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیدل روانہ فرمایا تاکہ مالِ غنیمت حاصل کریں، پس ہم واپس آئے اور کوئی غنیمت نہ ملی اور آپؐ نے ہمارے چہروں پر تھکن کے آثار دیکھ لیے۔ پس آپؐ ہم میں اُٹھے اور فرمایا: اے اللہ انہیں میرے سپرد نہ فرما مبادا میں ان (کی مدد) سے ضعیف ہو جاؤں اور انہیں ان کی جانوں کے سپرد نہ فرما مبادا یہ اپنے آپ سے عاجز رہ جائیں اور انہیں لوگوں کے سپرد نہ فرما مبادا لوگ اپنے کو ان پر ترجیح دیں۔ پھر حضورؐ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا، یا عبداللہ نے کہا کہ میری کھوپڑی پر رکھا، پھر فرمایا: اے ابن حوالہ! جب تو دیکھے کہ خلافت ارضِ مقدس میں نازل ہوئی ہے تو زلزلے اور فتنے اور بڑے بڑے امور قریب آ جائیں گے، اور قیامت اُس دن لوگوں سے اس سے بھی قریب تر ہوگی جتنا میرا یہ ہاتھ تیرے سر سے قریب ہے (راوی) حدیث ابن زُغب کو امیر نصر بن ماکولا نے صحابی لکھا ہے۔ ابوزرعہ دمشقی نے کہا کہ اس کا نام عبداللہ تھا۔ اور عبداللہ بن حوالہؓ ازدی صحابی تھا اور اس کی کنیت ابوحوالہ تھی (اس سے قبل یہ گزر چکا ہے) اور حدیث کے لفظ بلابل کا معنیٰ ہے: غم و الم اور حُزن، دل کی گھٹن۔ بَلْبَلَۃُ الصدر کا معنیٰ ہے: غم و الم کے وسوسے اور دل کا ان کے باعث اضطراب اور دھڑکن۔ خطابی نے کہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اس حدیث سے وہ فتنے اور اضطرابات مراد ہیں جو بنی اُمیہ کے دنوں میں پیش آئے تھے۔ روایت کے آخر میں ابوداؤد کا قول ہے کہ ابوحوالہ یعنی عبداللہ بن حوالہؓ حمص کا رہنے والا تھا (منذری و خطابی)

بَابٌ ۳۸ فِي الرَّجُلِ يَشْرِيْ نَفْسَهٗ

اس آدمی کا باب جو اپنی جان کو خدا کے لیے بیچ ڈالے۔

۲۵۳۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ أَنَا حَمَّادٌ أَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ عَنْ رَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَانْهَزَمَ يَعْنِي أَصْحَابَهُ فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ فَرَجَعَ حَتّٰى أُهْرِيقَ دَمُهُ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلٰٓئِكَةِ انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي رَجَعَ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي حَتّٰى أُهْرِيقَ دَمُهُ۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب عزوجل اس مرد پر راضی ہوگیا جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا، پھر اس کے ساتھی شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے مگر اس نے جان لیا کہ اس پر کیا واجب ہے پس وہ پھر واپس پلٹا حتیٰ کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔ پس اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے کہتا ہے: میرے بندے کی طرف دیکھو، یہ میری رضا و رحمت کی رغبت میں واپس ہوا اور میرے عذاب سے ڈر کر میدان کی طرف مڑا حتیٰ کہ اس کا خون تک بہا دیا گیا (مسند احمد مطولاً) جان کو بیچ ڈالنے کا مطلب ہے سر دھڑ کی بازی لگا دینا۔

شرح: منذریؒ نے احمد بن حنبلؒ کا قول نقل کیا ہے کہ عطاؒ بن سائب آخری عمر میں متغیر ہوگیا تھا۔ جنہوں نے اس کے تغیر سے قبل اس سے حدیث سنی وہ حدیث صحیح ہے۔ حماد کا سماع تغیر سے پہلے کا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔ اس عَجِبَ رَبُّنَا سے مراد رضاء الٰہی ہے۔ شافعی میں ہے کہ جب کوئی شخص ایسے حالات سے دوچار ہو جائے تو اگر اس کا خیال ہو کہ میں دشمن کو کوئی نہ کوئی نقصان ضرور پہنچا دوں گا تو اس کے لیے پلٹ کر حملہ کرنا جائز بلکہ افضل ہے جیسا کہ جنگ احد میں صحابہ نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی۔ لیکن جب اسے دلائل سے پتہ چل جائے کہ حملہ بے کار ہے اس سے دشمن کا کچھ نہیں بگڑے گا تو اس کے لیے تن تنہا حملہ کر دینا جائز نہ ہوگا۔ فاسق مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صورت میں اگر کسی کو قتل کا خدشہ ہو تو گو سکوت کی گنجائش ہے مگر فریضہ کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے دین کا اعزاز ہوتا ہے۔

بَابٌ ۳۵ فِيمَنْ يُسْلِمُ وَيُقْتَلُ مَكَانَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالَى

جو شخص اسلام لاتے ہی راہ حق میں قتل ہو جائے اس کا باب۔

۲۵۳۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا حَمَّادٌ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أُقَيْشٍ كَانَ لَهُ رِبَاطٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَرِهَ أَنْ يُسْلِمَ حَتّٰى يَأْخُذَهُ فَجَاءَ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ أَيْنَ بَنُو عَمِّي قَالُوا بِأُحُدٍ قَالَ أَيْنَ فُلَانٌ قَالُوا بِأُحُدٍ قَالَ أَيْنَ فُلَانٌ قَالُوا بِأُحُدٍ فَلَبِسَ لَأْمَتَهُ وَرَكِبَ فَرَسَهُ ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَهُمْ فَلَمَّا

رَآهُ الْمُسْلِمُونَ قَالُوا إِلَيْكَ عَنَّا يَا عَمْرُو قَالَ إِنِّي قَدْ آمَنْتُ فَقَاتَلَ حَتَّى جُرِحَ فَحُمِلَ إِلَى أَهْلِهِ جَرِيحًا فَجَاءَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ لِأُخْتِهِ سَلِيهِ حَمِيَّةً لِقَوْمِكَ أَوْ غَضَبًا لَهُمْ أَمْ غَضَبًا لِلَّهِ فَقَالَ بَلْ غَضَبًا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ فَمَاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ مَا صَلَّى لِلَّهِ صَلَاةً۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ عمرو اُقیش رضؓ کا زمانہ جاہلیت میں کسی کے ذمہ سُود تھا۔ پس اس نے سُود لینے سے پہلے اسلام لانا نہ چاہا۔ پس وہ جنگ اُحد کے دن آیا اور کہا کہ میرے چچا زاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ اُحد میں ہیں۔ اس نے کہا فلاں کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اُحد میں۔ اُس نے کہا کہ فلاں کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اُحد میں۔ پس اُس نے اپنے ہتھیار لگائے اور گھوڑے پر سوار ہوا پھر ان کی طرف گیا۔ جب مسلمانوں نے اسے دیکھا تو کہا: اے عمرو! ہم سے پرے رہو۔ اُس نے کہا کہ میں ایمان لا چکا ہوں پس وہ لڑا حتیٰ کہ زخمی ہوگیا اور زخمی حالت میں اُسے اٹھاکر گھر لے جایا گیا۔ سعد بن معاذ رضؓ اس کے پاس آئے اور اس کی بہن سے کہا کہ اس سے پوچھ؛ تو اپنی قوم کی غیرت کے باعث یا ان کے باعث دشمن کے اوپر غصّے کی خاطر لڑا تھا یا اللہ کی خاطر غصّہ کھاکر لڑا تھا؟ اس نے کہا بلکہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر غصّہ کھاکر لڑا ہوں۔ پس وہ مرگیا اور جنت میں چلا گیا حالانکہ اس نے اللہ کے لیے ایک نماز بھی نہ پڑھی تھی (یہ حدیث ابوہریرہ رضؓ پر موقوف ہے۔ اس کے آخر میں جو دخولِ جنت کا ذکر ہے یہ ابوہریرہ رضؓ کی طرف سے ہے مگر دلائل شرع کی بنا پر یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ ویسے بھی اس قسم کے غیر اجتہادی مسائل میں صحابی کا قول مرفوع حدیث کے حکم میں مانا گیا ہے)

بَابٌ ۴۲ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ بِسِلَاحِهِ

اس آدمی کا باب جو اپنے ہتھیار سے مرجائے۔

۲۵۳۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ أَحْمَدُ كَذَا قَالَ هُوَ وَعَنْبَسَةُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ قَالَ أَحْمَدُ وَالصَّوَابُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قَاتَلَ أَخِي قِتَالًا شَدِيدًا فَارْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهُ فَقَتَلَهُ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ وَشَكُّوا فِيهِ رَجُلٌ مَاتَ بِسِلَاحِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ

اِبْنًا لِسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ اَبِيْهِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبُوْا مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیبر کی جنگ ہوئی تو میرے بھائی نے شدید لڑائی کی پس اس کی تلوار خود اسی پر پلٹ پڑی اور اسے قتل کر دیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس امر میں باتیں کیں اور شک کیا کہ وہ ایک ایسا شخص تھا جو اپنے ہتھیار سے مرا ہے (لہٰذا خودکشی کی صورت ہوئی شہادت نہ ہوئی) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہوا جہاد کرتا ہوا شہید ہوا ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ پھر میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے سے پوچھا تو اس نے مجھے اپنے باپ سے حدیث روایت کر کے سنائی اسی طرح جیسے گزری، مگر اس میں یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے غلط کہا، وہ اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہوا مجاہد ہو کر مرا ہے اور اس کا اجر اُسے دُگنا ملے گا (بخاری، مسلم، نسائی۔ مسلم میں یہ حدیث مفصل آئی ہے اور بخاری میں مختصر)

شرح: بخاری و مسلم میں ہے کہ عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کی تلوار نسبتاً چھوٹی تھی۔ اس نے کسی کافر پر حملہ کیا، وہ سامنے سے ہٹ گیا تو تلوار ان کے اپنے گھٹنے پر آ لگی۔ اس زخم سے ان کی شہادت واقع ہوگئی۔ مسلم کی روایات میں عامر رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے کیونکہ بعض جگہ عامر نامی کوئی شخص سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا چچا بھی بیان ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ بھائی اور چچا دونوں کا یہی نام ہو۔ بخاری کی روایت میں (کتاب الادب) اس کا نام عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ ہی آیا ہے۔ منذری نے ابو عبید القاسم بن سلام کے حوالے سے بتایا ہے کہ سلمہ رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی کا نام اہبان بھی تھا اور وہ بھی صحابی تھا۔

۲۵۳۹۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ نَا الْوَلِيْدُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سَلَّامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ سَلَّامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغَرْنَا عَلٰى حَيٍّ مِنْ جُهَيْنَةَ فَطَلَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلًا مِنْهُمْ فَضَرَبَهٗ فَاَخْطَاَهٗ وَاَصَابَ نَفْسَهٗ بِالسَّيْفِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابِهٖ وَدِمَائِهٖ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَفَنَهٗ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَشَهِيْدٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ وَاَنَا لَهٗ شَهِيْدٌ۔

ابو سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے حوالے سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ ہم نے جہینہ کے ایک قبیلے پر غارت ڈالی پس مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے ان کے ایک آدمی کا پیچھا کیا، اس کو تلوار ماری جو اُسے نہ لگی اور خود اُسی کو لگ گئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت اپنے بھائی کی خبر لو۔ لوگ جلدی سے اس کی طرف گئے تو اُسے مرا ہوا پایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کے کپڑوں اور خون میں لپیٹ دیا، اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ شہید ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! اور میں اس کا گواہ ہوں۔

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

دشمن سے مڈ بھیڑ کے وقت دعا کا باب۔

۲۵۴۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ نَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ أَوْ قَلَّ مَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ مُوسَى وَحَدَّثَنِي رِزْقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتَ الْمَطَرِ۔

سہل بن سعدؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں ہوتیں، یا فرمایا کم ہی رد کی جاتی ہیں۔ اذان کے وقت کی دعا، اور جنگ کے وقت کی دعا جب لوگ باہم گتھم گتھا ہوتے ہیں، اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے کہ: بارش کے وقت کی دعا۔ (گویا یہ تیسری دعا ہوئی)

شرح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے ایمان والو جب تم کسی جماعت کے مدمقابل ہو تو ڈٹ جاؤ اور اللہ کو زیادہ یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ قبولیت دعا کے اور بھی کئی اوقات دن اور راتیں اور جگہیں احادیث سے ثابت ہیں۔ الجزری نے حصن حصین میں انہیں بیان کیا ہے۔ یہ اوقات رحمت الٰہی کے مخلوق کی طرف متوجہ ہونے کے اوقات ہیں لہٰذا ان میں دعا قبول ہوتی ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ

اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرنے والے کا باب

۲۵۴۱۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو مَرْوَانَ وَابْنُ الْمُصَفَّى قَالَا نَا بَقِيَّةُ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ أَبِيهِ يَرُدُّ إِلَى مَكْحُولٍ إِلَى مَالِكِ ابْنِ يُخَامِرَ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ سَأَلَ اللهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقًا ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ فَإِنَّ لَهُ أَجْرَ شَهِيدٍ زَادَ ابْنُ الْمُصَفَّى مِنْ هُنَا وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي

سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ نُکِبَ نَکْبَۃً فَاِنَّھَا تَجِیْئُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَاَغْزَرِ مَا کَانَتْ لَوْنُ الزَّعْفَرَانِ وَرِیْحُھَا رِیْحُ الْمِسْکِ وَمَنْ خَرَجَ بِہٖ خُرَاجٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ عَلَیْہِ طَابِعَ الشُّھَدَآءِ۔

معاذ بن جبلؓ نے لوگوں کو حدیث سُنائی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا جس شخص نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کا دودھ دوہنے کے دو وقتوں کے درمیان کی مقدار کے برابر جہاد کیا تو جنت اس کے لیے واجب ہو گئی اور جس نے صدقِ دل سے اللہ سے اس کی راہ میں قتل ہونے کی دعا مانگی پھر وہ مرگیا یا قتل ہو تو اس کے لیے شہید کا اجر ہے، یہاں سے ابن المصفیٰ راوی کا اضافہ ہے۔ اور جس کو اللہ کی راہ میں زخم لگا یا ٹھوکر لگی یا کانٹا چبھا تو وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کا خون خوب اُبل رہا ہوگا۔ اس کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ اور جس کے جسم پر اللہ کی راہ میں کوئی پھوڑا پھنسی نکل آیا تو اس پر بھی شہیدوں جیسی علامت ہوگی۔ (نسائی۔ ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد) احمد کی روایت میں کچھ لفظی اختلاف ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ عزّوجل کی راہ میں پہنچنے والی ہر تکلیف کا اللہ تعالےٰ کے ہاں بڑا اجر ہے کیونکہ یہ سب کچھ رضائے الٰہی کے لیے ہوتا ہے۔

بَابٌ ۴۳ فِیْ کَرَاھِیَۃِ جَزِّ نَوَاصِی الْخَیْلِ وَاَذْنَابِھَا

گھوڑوں کی پیشانیوں اور دُموں کے بال کاٹنے کی کراہیت کا باب۔

۲۵۴۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَۃَ عَنِ الْھَیْثَمِ بْنِ حُمَیْدٍ ح وَنَا خُشَیْشُ بْنُ اَصْرَمَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ جَمِیْعًا عَنْ ثَوْرِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ نَصْرٍ الْکِنَانِیِّ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ اَبُوْ تَوْبَۃَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ شَیْخٍ مِنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ عَنْ عُتْبَۃَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِیِّ وَھٰذَا لَفْظُہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَقُصُّوْا نَوَاصِیَ الْخَیْلِ وَلَا مَعَارِفَھَا وَلَا اَذْنَابَھَا فَاِنَّ اَذْنَابَھَا مَذَابُّھَا وَمَعَارِفَھَا دِفَاؤُھَا وَنَوَاصِیْھَا مَعْقُوْدٌ فِیْھَا الْخَیْرُ

عتبہ بن عبد السلمیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں اور گردنوں اور دُموں کے بال مت کاٹو کیونکہ ان کی دُمیں ان کے پنکھے ہیں اور گردنوں کے بال ان کے گلوبند (مفلر) ہیں اور ان کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے (حدیث میں خیر (بھلائی) کی تفسیر ثواب اور مال غنیمت کی گئی ہے۔ اس بنا پر ان گھوڑوں سے مراد جہاد کے لیے تیار شدہ گھوڑے ہیں۔ اور وہ جو حدیث میں ہے کہ اگر نحوست ہوتی تو تین چیزوں میں ہوتی: گھر۔ بیوی اور گھوڑا۔ اُس گھوڑے سے مراد عام گھوڑا ہے جو جہاد کے لیے نہ ہو۔ ویسے بھی اس سائنسی ترقی کے دور

میں بھی دُور دراز دیہات کے سفر میں جو کام گھوڑے سے نکلتا ہے کسی سواری سے نہیں لیا جا سکتا۔ یعنی اس جانور کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔

بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنْ أَلْوَانِ الْخَيْلِ

گھوڑے کے پسندیدہ رنگوں کا باب۔

۲۵۴۳۔ حَدَّثَنَا هٰرُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ نَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالِقَانِيُّ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ شَبِيبٍ عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِكُلِّ كُمَيْتٍ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَدْهَمَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ -

ابو وہب جشمی رضؓ صحابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر کُمیت پنج کلیان یا سُرخ رنگ کے پنج کلیان یا سیاہ پنج کلیان گھوڑے کو لازم پکڑو (نسائی) کُمیت سُرخی مائل سیاہ رنگ کا، اشقر خالص سُرخ رنگ کا اور ادھم خالص سیاہ رنگ کا گھوڑا ہے۔ اغرّ سفید پیشانی والے کو اور محجّل چاروں یا تین سفید پاؤں والے کو کہا جاتا ہے۔ دونوں صفات جمع ہوں تو اُسے ہماری زبان میں پنج کلیان کہتے ہیں۔ مسند احمد میں یہ حدیث کافی طویل ہے۔ بعض لوگوں نے (مثلاً ابو حاتم رازی نے حسب بیان ابن ابی حاتم اس صحابی کو کلاعی کہہ کر تابعی قرار دیا ہے مگر حسب تحقیق یہ ابو حاتم کا وہم ہے۔ امام احمد نے ابو وھب جشمی رضؓ کو صحابی کہا ہے اور ابو وھب کلاعی کی روایت بھی درج کی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت مسند اور مرسل دونوں طرح سے ثابت ہے)

۲۵۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ نَا أَبُو الْمُغِيرَةِ نَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ نَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِكُلِّ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ كُمَيْتٍ أَغَرَّ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ وَسَأَلْتُهُ لِمَ فُضِّلَ الْأَشْقَرُ قَالَ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فَكَانَ أَوَّلُ مَا جَاءَ بِالْفَتْحِ صَاحِبُ أَشْقَرَ۔

اوپر کی حدیث کی دوسرے طریق سے روایت۔ ابو وھب رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سُرخ پنج کلیان یا کُمیت سفید پیشانی والے گھوڑے کو اختیار کرو الخ محمد بن مہاجر راوی نے کہا کہ راوی نے کہا کہ میں نے عقیل سے پوچھا کہ حضورؐ نے سُرخ رنگ والے کو کیوں فضیلت دی؟ اس نے کہا: کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ

فرمایا تو سب سے پہلے فتح کی خوشخبری لانے والا سرخ گھوڑے کا مالک تھا۔

۲۵۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عِيسَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْنُ الْخَيْلِ فِي شُقْرِهَا۔

عیسیٰ بن علی نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا اپنے باپ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی برکت ان کے سُرخ رنگ میں ہے (ترمذی و احمد۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن غریب کہا ہے اور یہ صرف اسی سند سے آئی ہے) ایک نسخے میں اس حدیث پر یہ عنوان ہے: "بَابُ مَا يُمْنُ الْخَيْلِ" "بابرکت گھوڑوں کا باب" بذل کے نسخے میں یہ عنوان حاشیے پہ دیا ہے اور حمصی نسخہ اس سے خالی ہے۔

هَلْ تُسَمَّى الْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ فَرَسًا

باب۔ کیا گھوڑی کو فرس کہا جاسکتا ہے۔

۲۵۴۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ نَا أَبُو زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَمِّي الْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ فَرَسًا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤنث گھوڑوں کو بھی فرس (گھوڑا) کہا کرتے تھے (القاموس میں ہے کہ گھوڑوں میں سے مذکر و مؤنث دونوں کو فرس کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی گھوڑی کو فرسہ بھی کہتے ہیں۔ گویا الفرس اسم جنس ہے جس میں مذکر و مؤنث برابر ہیں اور احکامِ جہاد میں بھی مساوی ہیں)

مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخَيْلِ

ناپسندیدہ گھوڑوں کا باب

۲۵۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلْمٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ الشِّكَالَ مِنَ الْخَيْلِ وَالشِّكَالُ يَكُونُ الْفَرَسُ فِي رِجْلِهِ الْيُمْنَى بَيَاضٌ وَفِي يَدِهِ الْيُسْرَى أَوْ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى وَفِي رِجْلِهِ الْيُسْرَى۔

ابو ہریرہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کے شکال کو ناپسند فرماتے تھے اور شکال کا یہ مطلب ہے کہ گھوڑے کے دائیں پاؤں میں سفیدی ہو اور اس کے بائیں ہاتھ میں (یعنی اگلا پاؤں) یا اُس کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو۔ ابو داؤد نے کہا کہ مخالف اطراف کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) شرح: خطابی نے کہا کہ شکال کی یہ تفسیر اسی طرح آئی ہے اور شکال کا مطلب کبھی یوں بھی بتایا جاتا ہے کہ گھوڑے کا ایک اگلا پاؤں اور پچھلے پاؤں میں سے ایک سفید ہو، اور دوسرا پاؤں سفید نہ ہو۔ شاید اس حدیث میں سے کوئی لفظ ساقط ہو گیا ہے۔ اس کراہت سے مراد شرعی کراہت نہیں بلکہ گھوڑے کی ناپسندیدہ صفات ہیں کہ اس قسم کے گھوڑوں کو پسند نہیں کیا جاتا، یا تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ یہ اچھے نہیں ہوتے۔ ویسے بھی یہ رنگ جو اس حدیث میں آیا ہے انسان کو طبعاً ناپسند ہوتا ہے۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْقِيَامِ عَلَى الدَّوَابِّ وَالْبَهَائِمِ۔

گھوڑوں اور چار پایوں کی اچھی دیکھ بھال کے حکم کا باب۔

۲۵۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا مِسْكِينٌ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ فَقَالَ اتَّقُوا اللهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً وَكُلُوهَا صَالِحَةً۔

سہل بن الحنظلیہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پشت اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ حضور نے فرمایا۔ ان بے زبان جانوروں کے متعلق اللہ سے ڈرو، جب ان پر سواری کرو تو اس حال میں کہ یہ مضبوط اور طاقتور ہوں اور جب انہیں کھاؤ تو اس حال میں کہ یہ طاقتور ہوں۔

۲۵۴۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا مَهْدِيٌّ نَا ابْنُ أَبِي يَعْقُوبَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَلْفَہٗ ذَاتَ یَوْمٍ فَأَسَرَّ إِلَیَّ حَدِیْثًا لَا أُحَدِّثُ بِہٖ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ وَکَانَ أَحَبُّ مَا اسْتَتَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِہٖ ھَدَفًا أَوْحَائِشَ نَخْلٍ قَالَ فَدَخَلَ حَائِطًا لِّرَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا جَمَلٌ فَلَمَّا رَأَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَنَّ وَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَأَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ ذِفْرَاہُ فَسَکَتَ فَقَالَ مَنْ رَبُّ ھٰذَا الْجَمَلِ لِمَنْ ھٰذَا الْجَمَلُ فَجَاءَ فَتًی مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ أَفَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَهِیْمَةِ الَّتِیْ مَلَّکَکَ اللّٰہُ إِیَّاھَا فَإِنَّہٗ شَکَا إِلَیَّ أَنَّکَ تُجِیْعُہٗ وَتُدْئِبُہٗ۔

عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے سوار کیا پس ایک ایسی راز کی بات مجھ سے فرمائی جو میں لوگوں میں سے کسی کو نہ بتاؤں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے جس چیز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے وہ کوئی بلند عمارت ہوتی یا کھجور کے گرد چھوٹی چھوٹی کھجوریں پس آپؐ انصار کے ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اونٹ ہے۔ جب اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بلبلا کر رد یا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور کانوں کے پیچھے دونوں طرف سے اس کا سر سہلایا، پس وہ اونٹ خاموش ہوگیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ تو انصار میں سے ایک جوان آیا اور کہا، یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تو اس جانور کے بارے میں اللہ کا خوف نہیں کرتا جو اللہ نے تیری ملک میں دیا ہے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ اس کو بھوکا رکھتا اور تھکاتا ہے (مسلم اور ابن ماجہ، مگر اس میں اونٹ کا قصہ نہیں ہے۔ اور مسلم نے عبداللہ بن جعفرؓ کے فضائل میں مختصراً اسے روایت کیا جس میں صرف حضورؐ کے اسے اپنے پیچھے سواری پر چڑھانے کا ذکر ہے) ھدف ہر اونچی چیز کو اور حائش چھوٹی کھجوروں کے جھنڈ کے کہتے ہیں۔ اس حدیث میں حضورؐ کے ایک معجزے کا ذکر ہے کہ اونٹ آپؐ کو دیکھ کر رونے اور بلبلانے لگا۔ پھر آپؐ نے اس کے مالک سے جو فرمایا کہ اونٹ نے تیری شکائت کی ہے، اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ واقعی حضورؐ نے بطور معجزہ اس کی بول سمجھ لی تھی اور یا یہ کہ اس کی حالت اور جزع فزع سے معلوم کر لیا تھا کہ اس کی تکلیف اور شکایت کیا ہے؟

۲۵۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَیٍّ مَوْلٰی أَبِیْ بَکْرٍ عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ فَاشْتَدَّ عَلَیْہِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِیْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ

فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِىْ كَانَ بَلَغَنِىْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ وَمَلَأَ خُفَّهٗ فَاَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ لَنَا فِى الْبَهَائِمِ لَاَجْرًا قَالَ فِىْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک مرد کسی راستے پر جا رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی۔ پس اس نے ایک کنواں پایا اور اس میں اترا (ایسے کنویں کو باؤلی کہتے ہیں کہ اس کے ایک طرف سیڑھیاں ہوتی ہیں جن سے اتر کر کنویں کا پانی استعمال کرتے ہیں) اور پانی پیا۔ پھر وہ باہر نکلا تو اچانک ایک کتا دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور گیلی مٹی پیاس کے باعث کھا رہا تھا پس اس شخص نے (دل میں) کہا کہ اس کتے کا پیاس سے وہی حال ہوگیا ہے جو میرا ہوگیا تھا۔ پس وہ کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھر لیا۔ پھر اس کو اپنے منہ سے تھاما حتیٰ کہ وہ کنویں سے اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس کے عمل کو قبول فرمایا اور اسے بخش دیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے میں بھی ہمیں اجر ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا: ہر زندہ کلیجے والی چیز میں اجر و ثواب ملتا ہے (بخاری، مسلم، مؤطا، مسند احمد) ذات کبدٍ رطبةٍ کا معنی ہے زندہ جان والا۔ کیونکہ رطوبت سے مراد زندگی کی تری ہے۔

بَابٌ ۴۸ فِىْ نُزُوْلِ الْمَنَازِلِ۔

منزلوں پر اترنے کا باب۔

۲۵۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ نَا شُعْبَةُ عَنْ حَمْزَةَ الضَّبِّىِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ۔

انس بن مالکؓ نے کہا کہ جب ہم کسی منزل پہ اترتے تھے تو جانوروں کے کجاوے کھولنے سے پہلے چاشت کی نفل نماز نہ پڑھتے تھے (خطابی نے لکھا ہے کہ بعض علماء خود کھانا کھانے سے پہلے سواری کے جانور کو گھاس اور چارہ ڈالتے تھے کہ یہ بھی اس جانور کا حق ہے)

بَابٌ ۴۹ فِىْ تَقْلِيْدِ الْخَيْلِ بِالْاَوْتَارِ۔

گھوڑوں کے گلے میں تانت لٹکانے کا باب۔

۲۵۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ قَالَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ لَا تَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ وَلَا قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ قَالَ مَالِكٌ أُرَى أَنَّهُ ذَلِكَ مِنْ أَجْلِ الْعَيْنِ ۔

ابو بشیر انصاری نے عباد بن تمیم کو بتایا کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ابو بشیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا، عبداللہ بن ابی بکر راوی کا بیان ہے کہ میرے خیال میں ابو بشیر نے یہ بھی کہا تھا کہ لوگ ابھی تک اس وقت اپنی خواب گاہوں میں تھے، کہ کسی اونٹ کے گلے میں کوئی تانت کا قلادہ یا کوئی اور قلادہ نہ چھوڑا جائے مگر اسے کاٹ دیا جائے۔ مالک نے کہا کہ میرے خیال میں کہ قلادہ نظر بد سے بچاؤ کے لیے ڈالے جاتے تھے۔ (بخاری، مسلم، موطا، نسائی)

شرح: امام مالکؒ کی تاویل تو اوپر گزری کہ یہ قلادے نظر بد سے بچاؤ کی خاطر ڈالے جاتے تھے لہٰذا اس رسم بد سے اظہار نفرت کے لیے حضورؐ نے انہیں کٹوا دیا تھا۔ بعض اور علما کا خیال ہے کہ لوگ ان قلادوں میں گھنٹیاں باندھتے تھے اس سبب سے انہیں قطع کرا یا گیا۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ تانت کے قلادے یا دوسرے قلادے گلے میں ہوں تو جانور کے دوڑتے وقت گلا گھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے بعض لوگوں نے ایک بعید تاویل یہ بھی کی ہے کہ اوتار سے مراد زمانۂ جاہلیت کے انتقام ہیں جن سے یہ کہہ کر روکا گیا ہے کہ "لا تقلدوها الاوتار" جیسا کہ آئندہ حدیث میں آتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم انتقام کے حصول کی خاطر ان جانوروں کو استعمال کرتے ہو، ایسا مت کرو۔ نظر بد کی خاطر اگر قلادے سے منع کیا گیا ہے تو یہ نہی تحریم کے لیے ہے۔ قرآن وحدیث کا تعویذ اگر ڈال جائے تو حرج نہیں اسی طرح محض زینت کے لیے اگر قلادہ ڈالا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں بذل المجہود۔

یہ عنوان حاشیے پر درج ہے مگر حمصی نسخے میں اسے ( ) یہ نشان دے کر متن میں رکھا گیا ہے۔

بَابٌ فِي إِكْرَامِ الْخَيْلِ وَارْتِبَاطِهَا وَالْمَسْحِ عَلَى أَكْفَالِهَا

گھوڑوں کے اکرام وارتباط میں اور ان کے پہلوؤں کے سہلانے میں

۲۵۵۳۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ نَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ وَكَانَ لَهُ

صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَبِطُوا الْخَيْلَ وَامْسَحُوا بِنَوَاصِيهَا وَأَعْجَازِهَا أَوْ قَالَ أَكْفَالِهَا وَقَلِّدُوهَا وَلَا تُقَلِّدُوهَا الْأَوْتَارَ۔

ابو وھب جشمی رضی اللہ عنہ صحابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑے پالو اور ان کی پیشانیاں اور سرین سہلاؤ، یا پہلوؤں کا لفظ بولا، اور ان کے گلے میں قلادے ڈالو مگر تانت کے قلادے مت ڈالو۔ (نسائی) اور اس کی روایت میں اور اضافہ بھی ہے کہ انبیاء کے ناموں پر نام رکھو اور اللہ کو سب سے پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں، اس کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث دیکھئے۔

بَابٌ فِي تَعْلِيقِ الْأَجْرَاسِ

گھنٹیاں لٹکانے کا باب۔

۲۵۵۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِي الْجَرَّاحِ مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا: مسافروں کی اس جماعت کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جن میں گھنٹی ہو (نسائی)۔ محافظ فرشتوں اور کراماً کاتبین کے علاوہ دوسرے فرشتے مراد ہیں کیونکہ یہ تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں، سوائے بعض خاص احوال کے۔

۲۵۵۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ أَوْ كَلْبٌ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ان مسافروں کا ساتھ نہیں دیتے جن کے پاس گھنٹی یا کتا ہو۔ (مسلم، ترمذی) اگر ان چیزوں کی ضرورت ہو تو رخصت ہے بلا ضرورت نہیں۔

۲۵۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ

بْنُ بِلَالٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْجَرَسِ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھنٹی کے متعلق فرمایا: یہ شیطان کا مزمار (آلۂ موسیقی) ہے (مسلم اور نسائی) افسوس! آج کل تو بعض لوگوں نے حیلے بہانے سے ہر قسم کے آلات موسیقی و لہو و لعب کو "خالص مذہب" بنا رکھا ہے، ان پہ ناچ ہوتے ہیں، سر پٹخے جاتے ہیں، وجد اور حال آتا ہے اور وہ سب کچھ ہوتا ہے جسے دیکھ کر شرافت منہ ڈھانپ لیتی ہے۔

۲۵۵۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى عَنْ رُكُوْبِ الْجَلَّالَةِ۔

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ غلاظت خور جانور کی سواری سے منع فرمایا گیا ہے۔ (گفتگو آگے ہے) (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد)

بَابٌ ۵۲ فِيْ رُكُوْبِ الْجَلَّالَةِ

غلاظت خور جانور پر سواری کا باب۔

۲۵۵۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَهْمِ نَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ قَيْسٍ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْاِبِلِ اَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاظت خور اونٹ پر سواری سے منع فرمایا

شرح: مولاناؒ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے جبکہ اس کی غالب خوراک یہی ہو حتی کہ اس کے گوشت پوست، دودھ اور پسینے میں اس غلاظت کا اثر ظاہر ہو جائے، پس اس وقت اس کی سواری اور گوشت وغیرہ حرام ہے۔ ہاں اگر کچھ دن اسے محبوس رکھیں تو پھر جائز ہے۔ سواری کی صورت میں اس کے پسینے سے کپڑے نجس ہوں گے لہٰذا اس سے منع فرمایا۔

بَابٌ ۵۳ فِي الرَّجُلِ يُسَمِّيْ دَابَّتَهٗ

سواری کا نام رکھنے کا باب۔

٢٥٥٩۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ۔

معاذ رضؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا جس کو عُفیر کہا جاتا تھا (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی)

شرح: جب سواری مضبوط ہو اور اس سے یہ خطرہ نہ ہو کہ گرا دے گی تو اس پہ دو یا زیادہ لوگوں کا سوار ہونا جائز ہے۔ اہل عرب جانوروں، ہتھیاروں وغیرہ کے نام رکھنے کے عادی تھے۔ حضورؐ کی اونٹنی کا نام قصواء اور عضباء تھا۔ گدھے کا نام عُفیر (بقولِ ابن کثیر یعفور) تھا، اور یہ نام اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ عفور (یعنی ہرن) کی طرح دوڑتا تھا۔ آپؐ کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا۔ جھنڈے کا نام عقاب تھا، زرہ کا نام ذات الفضول تھا۔ خچر کا نام دُلدُل تھا۔ ایک گھوڑے کا نام بحر اور دوسرے کا نام سکب تھا۔ یہیں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اہل عرب اصیل گھوڑوں کے نسب کی حفاظت کرتے تھے اور مشہور جانوروں کے نام رکھتے تھے تاکہ دوسروں سے ممتاز رہ سکیں۔

بَابُ ۵۲ فِي النِّدَاءِ عِنْدَ النَّفِيرِ يَا خَيْلَ اللَّهِ ارْكَبِي

باب۔ نفیر کے وقت یہ آواز دینا کہ: اے اللہ کے شہ سوارو سوار ہو جاؤ۔

٢٥٦٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ نَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّى خَيْلَنَا خَيْلَ اللَّهِ إِذَا فَزِعْنَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا فَزِعْنَا بِالْجَمَاعَةِ وَالصَّبْرِ وَالسَّكِينَةِ وَإِذَا قَاتَلْنَا۔

سمرہ بن جندب رضؓ نے کہا (یا لکھا) کہ بعد از حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سواروں کا نام خیل اللہ (اللہ کے شہ سوار) رکھا کہ جب خوف کا وقت ہو تو یہ پکارو۔ اور اس قسم کے اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اتحاد، صبر اور سکون کا حکم دیتے تھے اور جب ہم قتال کریں تب بھی۔

شرح: بقول مولانا، حافظ ابن القیم رحؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ یہ نداء سب سے پہلے غزوۃ الغابہ (ذی قرد) میں پکاری گئی تھی جبکہ عیینہ بن حصن فزاری نے بنی غطفان کے ساتھ جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شیر دار

اور شنیوں پر حملہ کیا اور انہیں ہانک کرلے گیا تھا اور چرواہے کو قتل کر دیا تھا۔ اس وقت سب سے پہلے یہ ندا بلند ہوئی یَا خَیْلَ اللّٰہِ ارْکَبِی۔ حافظ نے البیان والتبیین میں لکھا ہے کہ یہ فقرہ ضرب المثل ہوگیا ہے اور فصاحت و بلاغت میں اس کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔ خیل دراصل دو گھوڑوں کو کہتے ہیں اور پھر شہ سوار رسالے کو خیل کہنے لگے۔ حضورؐ نے اپنی مجاہد جماعت کو یہ لقب دے کر ان کی فضیلت بتائی اور عزت افزائی فرمائی۔

بَابٌ ۵۵ النَّہْیِ عَنْ لَعْنِ الْبَہِیْمَۃِ

جانوروں کو لعنت کرنے سے نہی کا باب۔

۲۵۶۱۔ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَبِی الْمُھَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَسَمِعَ لَعْنَۃً فَقَالَ مَا ھٰذِہٖ قَالُوْا ھٰذِہٖ فُلَانَۃُ لَعَنَتْ رَاحِلَتَھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَعُوْا عَنْھَا فَاِنَّھَا مَلْعُوْنَۃٌ فَوَضَعُوْا عَنْھَا قَالَ عِمْرَانُ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْھَا نَاقَۃً وَرْقَاءَ۔

عمران بن حصینؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے تو آپ نے لعنت سُنی۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ فلاں عورت ہے جس نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کجاوہ اور سازوسامان اتار لو کیونکہ یہ ملعون اونٹنی ہے۔ پس لوگوں نے اس کا سارا سامان اتار لیا۔ عمرانؓ نے کہا کہ گویا میں اب بھی اُسے (چشم تصور میں) دیکھ رہا ہوں وہ ایک خاکستری رنگ کی اونٹنی تھی (مسلم، نسائی)

شرح: حضورؐ کا یہ قول کہ: یہ اونٹنی ملعون ہے، اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی پتہ چل گیا تھا کہ اُس عورت کی لعنت کی بددعا قبول ہوگئی ہے، اسی لیے اس کا سامان اتروالیا گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سب کچھ اُسے نصیحت دینے اور زجر و توبیخ اور سزا کے طور پر تھا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت پھر نہ کرے (خطابیؒ) نوویؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ بطور سزا تھا۔ کیونکہ اس سے قبل حضورؐ جانوروں کو لعنت کرنے سے منع فرما چکے تھے مگر وہ باز نہ آئی لہٰذا اسے یہ سزا دی گئی کہ جس اونٹنی کو تو نے ملعون کر دیا ہے اس پر سواری مت کر اور اس سے اپنا سامان اُتروالے۔ مراد اس سے یہ تھا کہ اس اونٹنی کو ہمارے ساتھ نہ رکھا جائے۔ لیکن اس کی بیع، ذبح کرنا اور حضورؐ کے ساتھ نہ ہونے کی صورت میں اس پر سواری اور دیگر تصرفات جبکہ حضور کے ساتھ میں نہ ہوں، جائز تھے۔ لعنت کے غیر مستحق پر اگر لعنت کی جائے تو بر دئے حدیث وہ لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے، اس سبب سے وہ عورت اس سزا کی مستحق ہوگئی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابٌ ۵۶ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

جانوروں کو باہم بھڑکانے اور لڑانے کا باب۔

۲۵۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي يَحْيَى الْقَتَّاتِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باہم بھڑکانے سے منع فرمایا (ترمذی نے اُسے مرفوع اور مرسل ہر دو طرح سے روایت کیا اور کہا کہ مرسل صحیح تر ہے)

شرح: اس کا مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو بھڑکا کر لڑایا نہ جائے جیسا کہ مینڈھے، مرغ، بٹیر، کتے اور اونٹ وغیرہ لڑائے جاتے ہیں یہ بڑی بے رحمی اور تماش بینی کی بات ہے کہ جانوروں کو لڑا کر لطف اندوزی کی جائے۔ پھر اس پر شرطیں بھی لگائی جاتی ہیں اور ہزاروں روپے کی قمار بازی ہوتی ہے۔

بَابٌ ۵۷ فِي وَسْمِ الدَّوَابِّ

چارپایوں کو داغ لگانے کا باب

۲۵۶۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخٍ لِي حِينَ وُلِدَ لِيُحَنِّكَهُ فَإِذَا هُوَ فِي مِرْبَدٍ يَسِمُ غَنَمًا أَحْسَبُهُ قَالَ فِي آذَانِهَا۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے ایک نو مولود بھائی کو گھٹی دلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا آپ اس وقت ایک باڑے میں تھے اور بھیڑ بکریوں کو، راوی کہتا ہے کہ میرے خیال انس رضی اللہ عنہ نے کہا، ان کے کانوں پہ داغ لگا رہے تھے۔ (بخاری، مسلم، بخاری کی ایک روایت میں شاۃ کا اور دوسری میں الظہر کا لفظ ہے۔ باڑے میں غالباً بھیڑ بکریاں اور اونٹ سبھی ہوں گے اور آپ نے سب کو داغا ہو گا مگر انس رضی اللہ عنہ نے صرف بکریوں کو دیکھا۔ داغ مقصد نشان ہوتا تھا تاکہ گم ہونے کی صورت میں ڈھونڈنے میں آسانی رہے۔

بَابٌ ۵۸ النَّهْيِ عَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ وَالضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ

چہرے پہ داغ لگانے اور مارنے کی نہی کا باب۔

۲۵۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ بِحِمَارٍ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ اَمَا بَلَغَكُمْ اَنِّي لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَهِيمَةَ فِي وَجْهِهَا اَوْ ضَرَبَهَا فِي وَجْهِهَا فَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ۔

جابر رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کوئی شخص ایک گدھے پر سوار گزرا جس کے چہرے پر داغا گیا تھا پس حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں پہنچی کہ میں نے جانوروں کو چہروں کو داغ دینے یا مارنے والے پر لعنت کی ہے؟ پھر آپؐ نے اس سے منع فرمایا (مسلم، ترمذی) چہرے پر داغنے سے صورت بگڑتی ہے اور بعض حواس مثلاً نگاہ پر شدید اثر پڑتا ہے۔ ان سخت الفاظ کے ساتھ منع کرنے کا باعث یہی تھا۔

بَابٌ ۵۹ فِي كَرَاهِيَةِ الْحُمُرِ تُنْزَى عَلَى الْخَيْلِ

گدھوں کو گھوڑیوں سے ملانے کی کراہیت کا باب۔

۲۵۶۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنِ ابْنِ زُرَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هٰذِهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر بطور تحفہ دی گئی اور آپؐ اس پر سوار ہوئے تو علی رضؓ نے کہا کہ اگر ہم گدھوں کو گھوڑوں پر چڑھائیں تو ہمارے پاس بھی اس قسم کے جانور ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کام وہ کرتے ہیں جنہیں علم نہیں۔ (مسند احمد)

شرح: خطابی نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب گدھوں کو گھوڑیوں سے ملایا جائے گا تو گھوڑوں کے منافع کم ہو جائیں گے ان کی تعداد کم اور نشوونما منقطع ہو جائے گی۔ گھوڑے آلۂ جہاد ہیں۔ ان پر سواری کی جاتی ہے اور دشمن کا پیچھا کیا جاتا ہے۔ اسی لیے شرع نے میدان جہاد میں گھوڑے کا مال غنیمت میں مستقل حصہ مقرر کیا ہے۔ یہ فضائل خچر میں نہیں ہیں لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ گھوڑوں کی نسل بڑھے اور پھلے پھولے۔ اس حدیث میں گدھوں کو گھوڑیوں پر چڑھانے کی مخالفت ہے لہٰذا اگر گھوڑے کو گدھی سے ملایا جائے تو وہ جائز ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص یہ تاویل کرے کہ حدیث کی مخالفت سے مراد گھوڑوں کی خالص نسل کو بچانا اور ان دونوں انواع کو گڈمڈ کرنے سے گریز کرنا ہے تو یہ گنجائش موجود ہے، کیونکہ مختلف نسل کے جانوروں سے جو بچے پیدا ہوں وہ طبعاً خبیث ہوتے ہیں اور نہ ان میں مذکر کی خصوصیات رہتی ہیں نہ مؤنث (ماں) کی۔ اور خچر کا رنگ روپ اور جسمانی عیوب اس پر گواہ ہیں۔ لیکن

خطابی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً۔ النحل ۸۔ اس آیت میں خچر کو بھی انعامات الٰہی میں شامل فرمایا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر پر سواری کی، اس کی پرورش کی اور اس سے نفع اٹھایا۔ جنگ حنین میں آپ اپنی اسی سفید خچر پر سوار تھے۔ اگر وہ مکروہ ہوتی تو آپ نہ اُسے پالتے نہ اس پر سواری کرتے۔ شارح طیبی نے اس کے برخلاف دوسری تاویل کی ہے کہ گدھے کو گھوڑی سے ملانا تو فعل حرام حرام ہے مگر خچر کا استعمال جائز ہے، جس طرح کہ تصویر کھینچنا ناجائز ہے مگر فرش اور بچھونے پر ہو تو اس کا استعمال مباح ہے۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ ثَلَاثَةٍ عَلَى دَابَّةٍ

تین شخصوں کے ایک جانور پر سوار ہونے کا باب۔

۲۵۶۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى نَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مُوَرِّقٍ يَعْنِي الْعِجْلِيَّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اسْتُقْبِلَ بِنَا فَأَيُّنَا اسْتُقْبِلَ أَوَّلًا جَعَلَهُ أَمَامَهُ فَاسْتُقْبِلَ بِي فَحَمَلَنِي أَمَامَهُ ثُمَّ اسْتُقْبِلَ بِحَسَنٍ أَوْ حُسَيْنٍ فَجَعَلَهُ خَلْفَهُ فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ وَإِنَّا لَكَذَلِكَ۔

عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہم سے آپ کا استقبال کرایا جاتا تھا، پس ہم میں سے پہلے جو سامنے آجاتا آپ اسے اپنے آگے سواری پر بٹھا لیتے۔ پس ایک مرتبہ میں سامنے آگیا تو مجھے آپ نے اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر حسنؓ یا حسینؓ نے آپ کا استقبال کیا تو آپ نے اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا، پس ہم اس طرح سے مدینہ میں داخل ہوئے (مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد) جب سواری کو اس کی طاقت ہو تو تین آدمیوں کا اس پر سوار ہونا جائز ہے ورنہ نہیں۔ حدیث سے سفر سے آنے والوں کے استقبال کا بھی مستحب ہونا معلوم ہوا اور بچوں کے ساتھ حضورؐ کی محبت و شفقت بھی ثابت ہوئی۔

بَابٌ فِي الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری ٹھہرا کر اس پر چڑھے رہنے کا باب۔

۲۵۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ نَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّايَ

اَنْ تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ فَاِنَّ اللّٰهَ اِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوْا حَاجَاتِكُمْ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار اپنے جانوروں کی پشتوں کو منبر مت بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توانہیں تمہارا اس لیے مطیع کیا ہے کہ جن علاقوں میں تم جان کی مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے، ان پر سوار ہوکر وہاں پہنچ جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی ہے پس اپنی دیگر ضروریات کو اس پر پورا کرو۔

(خطابی نے کہا ہے کہ یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا خطبہ اونٹنی پر دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت زیادہ دیر تک سواری پر رہنا درست ہے اور بے ضرورت سواری ٹھہرا کر جو لا طائل باتیں کرتے رہتے ہیں۔ درست نہیں۔

بَابٌ ۶۲ فِي الْجَنَائِبِ

کوتل سواریوں کا باب۔

۲۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ اِبِلٌ لِلشَّيَاطِيْنِ وَبُيُوْتٌ لِلشَّيَاطِيْنِ فَاَمَّا اِبِلُ الشَّيَاطِيْنِ فَقَدْ رَاَيْتُهَا يَخْرُجُ اَحَدُكُمْ بِجُنَيْبَاتٍ مَعَهُ قَدْ اَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُوْ بَعِيْرًا مِنْهَا وَيَمُرُّ بِاَخِيْهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهٖ فَلَا يَحْمِلُهُ وَاَمَّا بُيُوْتُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَمْ اَرَهَا كَانَ سَعِيْدٌ يَقُوْلُ لَا اُرَاهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاَقْفَاصَ الَّتِيْ يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيْبَاجِ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ اونٹ شیطانوں کے لیے ہوتے ہیں اور کچھ گھر بھی شیطانوں کے لیے ہوتے ہیں۔ پس شیطانوں کے اونٹ تو وہ ہیں، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے انہیں دیکھ لیا ہے اگر تم میں سے کوئی اپنے ساتھ کوتل سواریاں لے کر نکلتا ہے جن میں اس نے خوب موٹا تازہ کر رکھا ہوتا ہے، پس وہ ان میں سے کسی اونٹ پر نہیں چڑھتا اور وہ اپنے (مسلم) بھائی کے پاس سے گزرتا ہے جو کمزوری کے باعث قافلے سے پیچھے رہ گیا ہے مگر وہ اسے سوار نہیں کرتا۔ اور جہاں تک شیطان کے گھروں کا تعلق ہے سو میں نے انہیں دیکھا (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے) سعید کہتا تھا کہ میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہودج ہیں جنہیں لوگ ریشم سے ڈھانپتے ہیں۔ (پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو شیطان کی سواریوں کی تعیین کی اور سعید تابعی نے شیطانی گھروں کی)

شرح: صحابی کے قول میں شیطانی سواریوں کی ایک قسم کا بیان ہے اور تابعی کے قول میں شیطانی گھروں کی ایک قسم کا

بعض شارحین حدیث نے کہا کہ شیطانی سواریوں کی تفسیر صحابی کا قول نہیں بلکہ حضورؐ کا ارشاد ہے اور اسی طرح شیطانی گھروں کے متعلق جو ارشاد ہے کہ میں نے انہیں نہیں دیکھا یہ بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے۔ شارح طیبی نے کہا کہ پہلی تاویل ہی بہتر ہے جو قاضی عیاض نے کی ہے۔ یہ شیطانی سواریاں اور شیطانی گھر اس لیے ہیں کہ ان سے تکبر و غرور اور فخر کا اظہار ہوتا ہے۔ اس قسم کی سواریوں کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی محض نمائش اور دکھاوا ہے، اسی طرح ہودج کو ریشم پہنانا صریحاً اسراف و تبذیر ہے۔

بَابٌ ٦٣ فِي سُرْعَةِ السَّيْرِ

تیز رفتاری کا باب۔

٢٥٦٩۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا حَمَّادٌ نَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَقَّهَا وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ فَأَسْرِعُوا السَّيْرَ فَإِذَا أَرَدْتُمُ التَّعْرِيسَ فَتَنَكَّبُوا عَنِ الطَّرِيقِ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سرسبزی و شادابی کے وقت میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق دو، اور جب تم قحط کے زمانے میں سفر کرو تو رفتار تیز رکھو، پھر جب پچھلے پہر منزل کرو تو راستے سے پرہیز کرو۔ (مسلم، ترمذی، نسائی۔ سنن ابی داؤد کی کتاب الادب میں بھی یہ حدیث آرہی ہے)

شرح: مطلب یہ نہیں کہ لوگوں کی کھیتیوں میں جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑ دو، بلکہ یہ کہ راستے کے گھاس پھونس اور درختوں میں انہیں منہ مارنے دو کیونکہ سرسبزی کے زمانے میں عموماً راستوں پہ یہ چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ اور قحط کے دور میں تیزی سے چلانے سے یہ غرض ہے کہ ضعف طاری نہ ہو یا تھکن سے پہلے منزل پہ جا پہنچیں۔ راستے پہ منزل کرنے سے روکنے کی علت مسلم کی حدیث میں آئی ہے کہ رات کے وقت کیڑے مکوڑے اور زہریلے جانور نکل کر راستوں پہ یا ان کے پاس آجاتے ہیں، مبادا ڈس لیں۔

٢٥٧٠۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَا هِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا قَالَ بَعْدَ قَوْلِهِ حَقَّهَا وَلَا تَعْدُوا الْمَنَازِلَ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جو اوپر کی مانند ہے اور اس میں "ان کو ان کا حق دو"

کے بعد یہ بھی ہے: اور منزلوں سے تجاوز مت کرو (نسائی، ابن ماجہ) منزلوں سے تجاوز کرنے کی ممانعت اس لیے فرمائی ہے کہ اس میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے اور جانوروں کے تھکا ڈالنے کے سوا کچھ فائدہ نہیں، منزلیں جو مقرر کی گئی ہیں وہ کافی تجربے کے بعد کی گئی ہیں۔ اور ان کے تقرر میں سہولت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

بَابٌ ۶۴ فِي الدُّلْجَةِ

کچھ رات رہے سفر کرنے کا باب۔

۲۵۷۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ نَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ نَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات رہے سفر کیا کرو کیونکہ زمین (مسافت) رات کو طے ہوتی ہے (منذری نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں ابوجعفر رازی متکلم فیہ ہے۔ دُلجہ کا معنی رات کے پہلے پہر یا ساری رات سفر کرنا ہے اور ایک حدیث میں یہ لفظ نماز تہجد کے لیے وارد ہے جو رات کے آخری حصے میں ہوتی ہے۔ گویا دُلجہ کا معنی ہے رات کے آخری حصے میں سفر کرنا۔ رات کے سفر میں سکون، خاموشی اور تیزی ہوتی ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ واقعی یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین خود بخود طے ہو رہی ہے۔

بَابٌ ۶۵ رَبُّ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِهَا

باب جانور کا مالک آگے سواری کرنا کا زیادہ حقدار ہے۔

۲۵۷۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي جَاءَ رَجُلٌ وَمَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ارْكَبْ وَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَنْتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ مِنِّي إِلَّا أَنْ تَجْعَلَهُ لِي قَالَ فَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُهُ لَكَ فَرَكِبَ۔

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ بریدہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ اس اثناء میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیدل چل رہے تھے، ایک مرد آیا جس کے پاس گدھا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ سوار ہو جائیے اور وہ آدمی خود پیچھے ہٹ گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، تو اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے الّا یہ کہ تو یہ حق مجھے دے دے۔ اس نے کہا میں نے یہ حق آپ کو دیا، پس حضورؐ سوار ہو گئے (ترمذی نے اسے روایت کر کے حسن غریب کہا ہے)

شرح: وہ شخص خود پیچھے ہٹ گیا تھا کیونکہ ایک تو وہ حضورؐ کو پہلے ہی پیشکش کر چکا تھا، دوسرے اس نے یہ سمجھا تھا کہ شاید افضل کا زیادہ حق ہوتا ہے۔ اس پر حضورؐ نے مسئلہ بتا دیا کہ اپنی سواری پر آگے سوار ہونے کا زیادہ حق تیرا ہے، یوں اگر تو یہ ایثار کر کے مجھے دے ڈالے تو تیری مرضی۔

بَابٌ ٦٦ فِي الدَّابَّةِ تُعَرْقَبُ فِي الْحَرْبِ

باب۔ جب جانور کے جنگ میں پاؤں کٹ جائیں۔

۲۵۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنِي أَبِي الَّذِي أَرْضَعَنِي وَهُوَ أَحَدُ بَنِي مُرَّةَ بْنِ عَوْفٍ وَكَانَ فِي تِلْكَ الْغَزَاةِ غَزَاةِ مُوْتَةَ قَالَ وَاللّٰهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى جَعْفَرٍ حِينَ اقْتَحَمَ عَنْ فَرَسٍ لَهُ شَقْرَاءَ فَعَقَرَهَا ثُمَّ قَاتَلَ الْقَوْمَ حَتَّى قُتِلَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

عباد بن عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ مجھ کو میرے رضاعی باپ نے بتایا جو بنی مرہ بن عوف میں سے تھا اور وہ غزوۂ موتہ میں موجود تھا۔ اس نے کہا واللہ گویا کہ میں جعفرؓ کو دیکھ رہا ہوں جب وہ اپنے سرخ گھوڑے سے نیچے کودا اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں پھر اس دشمن قوم سے قتال کیا حتیٰ کہ قتل ہو گیا۔ ابوداؤد کہا کہ یہ حدیث قوی نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اس کی بہت مخالفت آئی ہے (ابوداؤد کی مراد شاید یہ ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو مختلف فیہ ہے۔ مگر مدلس جب سماع اور تحدیث کی صراحت کر دے تو اس کی روایت معلول نہیں رہتی جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ ابن اسحاق پر صرف تدلیس کی جرح نہیں اور بھی ہے)

شرح: موتہ حدود شام میں بلقاء نامی علاقے کی ایک مشہور بستی تھی جس میں مشہور غزوۂ موتہ ہوا اور حضورؐ کے قول کے مطابق زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالبؓ اور عبد اللہ بن رواحہؓ یکے بعد دیگرے شہید ہوئے اور پھر علم خالد بن الولیدؓ نے لیا اور جنگی چالوں سے خود پیچھے ہٹے اور دشمن کو بھی ہٹا دیا، یوں لڑائی برابر سرابر رہی۔ ابن سعد کے مطابق شکست مسلمانوں کو ہوا، بخاری کے مطابق رومیوں کو اور بقول ابن اسحاق ہر فریق پیچھے ہٹ گیا اور یہی بات صحیح تر ہے۔

علامہ خطابی رح نے لکھا ہے کہ اپنی سواری کو ضائع کر دینے کا رواج عرب میں موجود تھا، اور یہ شہسوار اُس وقت کرتا تھا جبکہ وہ تھک ہار کر شکست کا یقین کر لیتا۔ پھر نیچے اتر کر پیدل لڑتا اور سواری کو مار ڈالتا تاکہ دشمن کے قابو میں نہ آئے اور وہ اُسے مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ کر سکے۔ مالک بن انس رض نے اس کی اجازت دی ہے۔ ابو حنیفہ رح نے کہا ہے کہ جب مسلمانوں کے ہاتھ دشمن کی سواریاں اور مویشی لگیں مگر وہ انہیں اپنے ساتھ نہ لے جا سکیں تو انہیں ذبح کر کے جلا دیں، مگر عقر کو اور اس فعل کو شافعی، اوزاعی اور احمد بن حنبل نے ناپسند کیا ہے۔ شافعی نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں عام طور پر جانوروں کو سوائے کھانے کی ضرورت کے قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ ہاں دشمن کے گھوڑے کو اگر مار دیا جائے تو حرج نہیں۔ مولانا رح نے فرمایا کہ ابو داؤد نے جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہی نقل کی ہے اس سے بھی اصل مسئلے میں فرق نہیں پڑتا کیونکہ ایسی صورت میں جبکہ جعفر رض نے اپنا گھوڑا قتل کیا تھا، ایک بڑی دینی مصلحت پیش نظر تھی۔

بَابٌ فِي السَّبَقِ

گھوڑ دوڑ پر انعام مقرر کرنے کا باب۔

۲۵۷۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِي نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سَبَقَ إِلَّا فِي خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ أَوْ نَصْلٍ۔

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے بڑھنے کا انعام یا مقابلہ صرف اونٹوں میں، گھوڑوں میں یا تیروں میں جائز ہے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد)

شرح: علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ سَبَق کا معنی ہے وہ انعام جو آگے بڑھنے والے کے لیے مقرر کیا جائے۔ سَبْق مصدر ہے جس کا معنی ہے آگے بڑھنا۔ اس حدیث کی صحیح روایت سَبَق ہے۔ مطلب یہ کہ اونٹ اور گھوڑے وغیرہ کے آگے بڑھنے اور اول یا دوم آنے پر انعام مقرر کرنا جائز ہے۔ خُف کا معنی موزہ ہے اور یہاں سے اس کی مراد صاحب الخف (موزے والا جانور) یعنی اونٹ ہے کیونکہ اس کے پیر گدی دار ہوتے ہیں۔ حافر کا معنی ہے سم، مراد ہے سم والا جانور یعنی گھوڑا، گدھا، خچر۔ اور نَصل کا معنی تیر ہے جو اسی معنی میں ہے کہ تیر اندازی کا مقابلہ کرایا جائے اور انعام دیئے جائیں۔ حضور ص کے اس ارشاد میں جہاد کی تیاری، ورزش اور ہتھیاروں کے استعمال کی مشق کی ترغیب ہے کیونکہ ان سے دشمن کا مقابلہ کرنے اور اعدائے اسلام کے لیے تیار رہنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

لیکن پرندبازی، بٹیر بازی، مرغ بازی، کبوتر بازی وغیرہ اور چیزیں جو اسی حکم میں ہیں، ان کا تعلق حرب و ضرب سے نہیں، نہ یہ جہاد کی تیاری میں داخل ہیں۔ ان میں سے کسی میں انعام مقرر کرنا قمار بازی میں آئے گا کیونکہ سرے سے ان کی اجازت ہی نہیں۔ گھوڑ دوڑ وغیرہ میں بھی اگر قمار بازی ہو تو ناجائز ہے۔ آج کل تانگے دوڑانے، کتوں کی دوڑ

کرانے اور گھوڑ دوڑ وغیرہ پر ہزاروں لاکھوں روپے کی شرطیں بدتی ہیں جو خالصتہً قمار بازی ہیں لہذا جائز نہیں۔

٢٥٧٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَإِنَّ عَبْدَ اللهِ مِمَّنْ سَابَقَ بِهَا۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُضمر گھوڑوں میں مقابلہ کرایا مقابلہ حفیاء کے مقام سے شروع ہوا اور مقرر جگہ ثنیۃ الوداع تھی (یعنی مقابلے کی آخری منزل اور حد) اور ان گھوڑوں میں مقابلہ کرایا جو مضمر نہ کیے گئے تھے، ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنی زریق تک۔ اور عبداللہ بھی مقابلہ میں حصہ لینے والوں میں تھا (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، موطا)

شرح: حفیاء مدینہ کا ایک بیرونی مقام تھا جس میں اور ثنیۃ الوداع میں چھ سات میل کا فاصلہ تھا۔ ثنیۃ الوداع مدینہ کے باہر کچھ ٹیلوں کا نام تھا جہاں مہمان کا استقبال کرتے اور وہاں تک رخصت کرنے بھی جاتے تھے۔ ثنیہ سے لے کر مسجد بنی زریق تک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ یہ حدیث سنن میں ابواب المساجد میں بھی گزر چکی ہے۔ اضمار یا تضمیر کا معنی یہ ہے کہ گھوڑوں کو کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کیا جاتا تھا پھر انہیں جھل ڈال کر ایک مکان میں بند کر دیتے اور معمولی خوراک دیتے۔ انہیں خوب پسینہ آتا اور دبلے پتلے ہو جاتے، یہ گھوڑے دوڑنے میں بہت تیز ہوتے تھے اور بعض عرب انہیں تضمیر کے دنوں میں دودھ اور گوشت کی خوراک دیتے تھے۔

٢٥٧٦۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَمِّرُ الْخَيْلَ يُسَابِقُ بِهَا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کی تضمیر کراتے اور ان کی دوڑ کراتے تھے (ابن ماجہ)

٢٥٧٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عُقْبَةُ ابْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّقَ بَيْنَ الْخَيْلِ وَفَضَّلَ الْقُرَّحَ فِي الْغَايَةِ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ دوڑ کرائی اور مقرر جگہ تک پہنچنے میں چار سالہ گھوڑوں کو فضیلت دی (یعنی اس عمر کے گھوڑے چونکہ زیادہ طاقتور اور جوان ہوتے ہیں لہذا ان کی دوڑ کی مسافت طویل رکھی

باب ۶۸ فِی السَّبْقِ عَلَی الرِّجْلِ

پیدل دوڑنے کا باب۔

۲۵۷۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ الْاِنْطَاكِيُّ مَحْبُوْبُ بْنُ مُوْسٰى اَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلٰى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِيْ فَقَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ کے ساتھ دوڑ لگائی اور آگے نکل گئی۔ پھر جب میرا جسم ذرا بھاری ہوگیا تو ایک بار پھر دوڑ لگائی تو حضورؐ آگے نکل گئے اور فرمایا: آج کی یہ دوڑ اس پہلی دوڑ کا جواب ہے (ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن معاشرت اور دلداری اور ازواجؓ کے ساتھ حسن سلوک کی یہ بھی ایک مثال ہے۔

باب ۶۹ فِی الْمُحَلِّلِ

باب محلل کے بارے میں۔

۲۵۷۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ ح وَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ اَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ الْمَعْنٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ يَعْنِيْ وَهُوَ لَا يُؤْمَنُ اَنْ يُسْبَقَ فَلَيْسَ بِقِمَارٍ وَمَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَقَدْ اُمِنَ مِنْ اَنْ يُسْبَقَ فَهُوَ قِمَارٌ۔

ابوہریرہ رضؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا: جس شخص نے ایک گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کے آگے نکلنے یا نہ نکلنے کا گمان نہیں تھا تو یہ قمار نہیں ہے۔ اور جس نے ایک گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کے متعلق آگے جانے یا نہ جانے کا گمان تھا تو وہ قمار ہے (ابن ماجہ)

شرح: اس تیسرے کو محلل (حلال کرنے والا) اس لیے کہا گیا ہے کہ دو گھوڑوں میں مقابلہ قمار بازی ہے، جب تیسرا درمیان میں آگیا تو قمار بازی نہ رہی بلکہ گھوڑ دوڑ حلال ہوگئی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ تیسرے گھوڑے

کے متعلق (تجربے اور علامات وغیرہ سے) یہ نہ معلوم ہو کہ یہ ضرور ہی آگے یا پیچھے رہ جائے گا پیچھے رہ جانے کی علامات کا علم ہونے کی صورت میں تو یہ تیسرا گھوڑا کالعدم ہے کیونکہ دوڑ تو دراصل انہی دونوں میں رہے گی جن میں شرط بدگئی تھی بسابقیت کی صورت میں گو قمار نہ ہوگا مگر تیسرے شخص کی طرف سے یہ ایک چالاکی اور فریب کی صورت ہوگی کہ اس نے جان بوجھ کر دو کمزور گھوڑوں میں اپنا طاقتور تیز رفتار گھوڑا ملایا تاکہ بطور ظن غالب رقم لے اُڑے۔ جب تینوں گھوڑے بظاہر ہمسر ہوں تو قمار بھی نہیں اور اس میں کوئی چالاکی بھی نہیں ہوتی۔ اور اس کو ایک دینی ضرورت اور فوجی مشق کی خاطر جائز رکھا گیا تاکہ ترغیب و تحریض پیدا ہو۔

یہ صورت وہ ہے جبکہ انعام اور رقم کا تقرر جانبین سے ہو کہ یہ جیتا تو دوسرا دے وہ جیتا تو پہلا دے کیونکہ یہ خالص قمار بازی ہے۔ اگر انعام کسی تیسرے شخص یا ادارے یا حکومت کی طرف سے ہو تو قمار بازی نہیں، اگر شرط ایک جانب سے ہو تو قمار نہیں رہتا۔ امام طحاوی حنفی اور علامہ خطابی شافعی دونوں کے کلام کا خلاصہ اوپر پیش کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۵۸۰۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ عَبَّادٍ وَمَعْنَاهُ۔

یہ اوپر کی حدیث کی دوسری سند ہے جو زہری تک پہنچتی ہے اور اگلی سند وہی پہلی ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ اسے معمر اور شعیب اور عقیل نے زہری سے عن رجال من اھل العلم روایت کیا ہے اور ہمارے نزدیک یہ صحیح تر ہے۔

بَابُ الْجَلَبِ عَلَى الْخَيْلِ فِي السِّبَاقِ

گھوڑ دوڑ میں شور مچانے کا باب۔

۲۵۸۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ نَا عَنْبَسَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ جَمِيعًا عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ زَادَ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِ فِي الرِّهَانِ۔

عمران بن حصین ؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی شور نہیں اور نہ کوئی کوتل گھوڑا رکھنا۔ (ترمذی، النسائی، ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے) یحییٰ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا: گھوڑ دوڑ میں۔

شرح: گھوڑ دوڑ کے وقت بعض دفعہ گھوڑوں کو شور مچا کر ڈراتے تھے اور بعض دفعہ بلند آوازیں دے کر انہیں تیز بھاگنے کے لیے بھڑکاتے تھے یہ تو ہوا جَلَب۔ جَنَب کا یہ معنیٰ ہے کہ گھوڑا دوڑانے والا اپنے ساتھ ایک کوتل گھوڑا بھی

رکھے، جب اصل گھوڑا تھک جائے یا ہارتا ہوا نظر آئے تو دوسرے پر چھلانگ لگا دے اور اسے تازہ دم آگے بھگائے جائے۔ ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا گیا ہے۔

۲۵۸۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ الْجَلَبُ وَالْجَنَبُ فِی الرِّهَانِ۔

قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جَلَب اور جَنَب گھوڑ دوڑ میں ہیں (اس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر کی حدیث میں صرف یحییٰ نے فی الرِّھَان کا لفظ بڑھایا ہے مسدد نے نہیں، اگر اضافے کو نہ مانا جائے تو جَلَب اور جَنَب کا تعلق گھوڑ دوڑ سے نہیں رہتا اور اوپر زکوٰۃ میں گذر چکا ہے کہ جَلَب اور جَنَب مواشی کی زکوٰۃ میں بھی ہوتا ہے۔ بہر حال وہ اپنی جگہ پر ہے اور یہ اپنی جگہ پر)

بَابُ السَّيْفِ يُحَلّٰى

تلوار کو سونے چاندی سے منڈھنے کا باب۔

۲۵۸۳۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ نَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ نَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی مُٹھی کا سرا چاندی کا تھا (ترمذی اور نسائی)

شرح: خطابی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں قبیعہ کے لفظ کے معنیٰ ہے تُومہ (تکمہ) جو دستے کے اوپر ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ گھوڑے کی لگام میں بھی ذرا سی چاندی کا استعمال جائز ہے۔ اسی طرح زین وغیرہ پر بھی۔ مگر بعض کے نزدیک تلوار کے سوا اور کہیں گنجایش نہیں۔ شافعی نے لکھا ہے کہ مرد صرف انگوٹھی، ٹکا اور تلوار کی مٹھی میں چاندی کا استعمال کر سکتا ہے مگر سونے کا نہیں۔

۲۵۸۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً قَالَ قَتَادَةُ وَمَا عَلِمْتُ اَحَدًا تَابَعَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ۔

سعید بن ابی الحسن نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی مٹھی کا تکمہ چاندی کا تھا۔ قتادہ نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے اس پر اس کی متابعت کی ہو (نسائی۔ ترمذی) یہ روایت مُرسل ہے۔ دراصل یہ حدیث اور اوپر کی حدیث مختلف کتب حدیث میں کہیں مرفوع، کہیں مُرسل اور کہیں موقوف مروی ہے۔ اس کی بعض روایات صحیح، بعض حسن اور بعض ضعیف ہیں مولانا نے اس پر ایک طویل محدثانہ کلام کیا ہے۔

۲۵۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ أَبُو غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

اوپر کی حدیث کی ایک اور روایت جو انس رض سے مرفوع ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ سعید بن ابی الحسن کی روایت قوی ہے اور باقی ضعیف ہیں۔

بَابٌ فِي النَّبْلِ يُدْخَلُ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں تیروں کے داخل کرنے کا باب۔

۲۵۸۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا كَانَ يَتَصَدَّقُ بِالنَّبْلِ فِي الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يَمُرَّ بِهَا إِلَّا وَهُوَ آخِذٌ بِنُصُولِهَا۔

جابر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے ایک آدمی کو حکم دیا، جو کہ مسجد میں تیروں کا صدقہ کر رہا تھا، کہ وہ مسجد میں انہیں لے کر نہ گزرے مگر اس حالت میں کہ ان کے لوہے والے سر کو پکڑ رکھا ہو (مسلم، مسند احمد) مسلم کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ مبادا کسی مسلمان کو خراش آ جائے۔

۲۵۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا أَوْ قَالَ فَلْيَقْبِضْ كَفَّهُ أَوْ قَالَ فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ تُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

ابو موسیٰ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب کوئی تم میں سے ہماری مسجد یا ہمارے بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں تو ان کے پھل مضبوط پکڑے اور فرمایا کہ مٹھی بند کرے یا یہ کہ تیروں کو اپنی مٹھی میں بھینچ لے، مبادا وہ کسی مسلمان کو لگ جائیں۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ) نقصان کے علاوہ اس میں فتنے اور لڑائی جھگڑے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا لفظ اس لیے بولا کہ اس وقت ساری آبادی مسلمانوں کی تھی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ غیر مسلموں میں بے شک ننگے ہتھیار لے کر گھوما جائے۔ علاوہ ازیں اس میں مسلم کا اکرام و احترام بھی ہے۔ اور مسجد میں تو غیر مسلم کے

ہونے کا احتمال شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے۔

بَابٌ ۵۳ فِي النَّهْيِ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا

ننگی تلوار کو لینے دینے کی ممانعت کا باب۔

۲۵۸۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا۔

جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگی تلوار ایک دوسرے کو لینے دینے سے منع فرمایا (ترمذی نے روایت کی اور کہا کہ حسن غریب ہے) علت اس ممانعت کی بھی وہی ہے جو اوپر گزر چکی۔

بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ

دو انگلیوں کے درمیان چمڑے کی ڈوری کاٹنے سے ممانعت کا باب۔

۲۵۸۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ نَا أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ۔

سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کے درمیان چمڑے کی ڈوری کاٹنے سے منع فرمایا (یا تو انگلیوں کے زور سے ہی چمڑا کاٹنے کی کوشش مراد ہے، ظاہر ہے کہ اس سے انگلیاں زخمی ہوں گی اور مقصد حاصل نہ ہو گا۔ یا ایک انگلی کے اوپر چمڑے کی ڈوری رکھ کر لوہے سے کاٹنا مراد ہے اس سے بھی انگلی کٹ جانے کا اندیشہ قوی ہے۔ گویا اس کی ممانعت کی علت بھی اوپر کی احادیث والی ہے)

بَابٌ ۵۴ فِي لُبْسِ الدُّرُوعِ

زرہیں پہننے کا باب۔

۲۵۹۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ قَالَ حَسِبْتُ أَنِّي سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ خُصَيْفَةَ يَذْكُرُ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ رَجُلٍ قَدْ سَمَّاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بَيْنَ دِرْعَيْنِ أَوْ لَبِسَ دِرْعَيْنِ۔

سائب بن یزید نے ایک آدمی کا نام لے کر اس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد میں دو زرہیں نیچے اوپر پہنی تھیں (اس روایت میں سفیان نے شک سے کہا ہے کہ میں نے یزید بن خصیفہ سے سُنا)

شرح: حافظ ابن عبدالبر نے کہا کہ یزید بن خصیفہ، سائب بن یزید رض کا بھتیجا تھا اور ثقہ و مامون تھا۔ سائب بن یزید رض خود صحابی ہے (جیسا کہ اوپر کہیں گذر چکا ہے) ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ: سفیان بن عیینہ عن یزید بن خصیفہ عن السائب رض بن یزید ان شاء اللہ تعالیٰ اور ابن ماجہ نے سائب رض کے بعد والا آدمی بیان نہیں کیا۔ اسی طرح مسند احمد کی روایت کے الفاظ بھی اسی قسم کے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ سفیان نے ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہا بلکہ جزم و یقین سے روایت کی۔ ترمذی کی روایت شمائل میں مُرسل ہے جس میں سائب رض کا نام نہیں ہے۔ علامہ قاری نے کہا ہے کہ یہ روایت مراسیل صحابہ سے ہے کیونکہ سائب بن یزید رض جنگ اُحد میں شامل نہ تھے۔ مناوی نے کہا ہے کہ سنن ابی داؤد میں سائب رض نے جس مبہم صحابی سے روایت کی ہے وہ غالباً زبیر رض بن عوام ہیں، کیونکہ ایسی قسم کی حدیث زبیر رض سے بھی مروی ہے۔ یا پھر یہ معاذ رض تیمی ہو سکتا ہے اور یا حضرت طلحہ رض ہیں کیونکہ مسند ابی لیلیٰ میں سائب رض کی روایت طلحہ رض سے اس مطلب کی موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابٌ فِي الرَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةِ

چھوٹے بڑے جھنڈوں کا باب۔

۲۵۹۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ أَنَا أَبُو يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ رَجُلٌ مِنْ ثَقِيفٍ مَوْلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ بَعَثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَى الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ يَسْأَلُهُ عَنْ رَايَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ۔

یونس بن عبید ثقفی مولائے محمد بن القاسم نے کہا کہ مجھے محمد بن القاسم نے براء بن عازب رض کے پاس بھیج کر یہ دریافت کرایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا کیسا تھا؟ براء رض نے کہا کہ وہ سیاہ رنگ کا مربع جھنڈا تھا جو سیاہ و سفید دھاریوں والے اُونی کپڑے کا بنا ہوا تھا (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: رایت لشکر کا مرکزی جھنڈا ہوتا تھا جو امیر لشکر کے پاس رہتا تھا اور لواء یا علَم لشکر کے مختلف حصوں (یونٹوں) کے جھنڈے ہوتے تھے۔ آجکل بھی ایسا ہی ہوتا ہے، مختلف برگیڈ یا ڈویژن یا ان کے یونٹ مختلف جھنڈے اور نشان استعمال کرتے ہیں یہ دراصل اپنے لشکر کے لیے ایک علامت اور نشان ہوتا ہے۔ بعض نے لواء کو بڑا جھنڈا اور رایت کو چھوٹا کہا ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضور ص نے فرمایا: حمد کی لواء میدانِ قیامت میں میرے ہاتھ میں ہوگی اور آدم ع سے لے کر پیچھے تک سب نبی اس کے نیچے ہوں گے اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

۲۵۹۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَرْوَزِيُّ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ نَا شَرِيْكٌ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ يَرْفَعُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ لِوَاءُهٗ يَوْمَ دَخَلَ مَكَّةَ اَبْيَضَ۔

جابرؓ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ جس روز آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تھے آپ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا(نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

۲۵۹۳۔ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ نَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهٖ عَنْ اٰخَرَ مِنْهُمْ قَالَ رَاَيْتُ رَايَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفْرَاءَ۔

سماک نے اپنی قوم کے ایک مرد سے اُس نے دوسرے مرد سے روایت کی، اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا زرد رنگ کا دیکھا تھا۔ (اس کی سند میں ایک مجہول راوی اور ایک مبہم صحابی ہے۔ ترمذی اور نسائی نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا جھنڈا سیاہ اور چھوٹا جھنڈا سفید تھا۔ نسائی نے انس رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک جنگ میں ابن ام مکتوم رضؓ کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ جھنڈا تھا اور یہ حدیث حسن ہے۔ مجاہد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا مٹیالے رنگ کا تھا، یہ روایت مرسل ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور کا سیاہ جھنڈا حضرت عائشہ رضؓ کی ایک چادر کا بنا ہوا تھا۔ منذری) حدیث زیر نظر اگر ثابت ہے تو شاید اس راوی نے کسی جنگ میں زرد رنگ کا جھنڈا دیکھا ہوگا۔ مختلف مواقع میں حضورؐ کے جھنڈے مختلف رہے ہیں۔

بَابٌ فِي الْاِنْتِصَارِ بِرُذُلِ الْخَيْلِ وَالضَّعَفَةِ

ردی و بیکار گھوڑوں اور ضعیف لوگوں کے سبب سے فتح و نصرت کی دعا کا باب۔

۲۵۹۴۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ نَا الْوَلِيْدُ نَا ابْنُ جَابِرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْطَاةَ الْفَزَارِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِبْغُوْا لِيَ الضُّعَفَاءَ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ زَيْدُ بْنُ اَرْطَاةَ اَخُوْ عَدِيِّ بْنِ اَرْطَاةَ۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو کہتے سُنا گیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: میرے لیے ضعیفوں کو تلاش کرو کیونکہ تمہیں مدد اور رزق اپنے ضعفاء کے سبب سے ملتی ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ راوی حدیث زید بن ارطاۃ عدی بن ارطاۃ کا بھائی تھا۔ ترمذی، مسند احمد، نسائی، بخاری نے سعد رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی حدیث روایت کی ہے اور نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے جس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے: اللہ تعالیٰ اس امت کو ان کے ضعفاء کے باعث نصرت دیتا ہے، ان کی دعاء اور نماز اور اخلاص کے سبب سے۔ منذری نے کہا ہے کہ ضعفاء کی دعاء و عبادت زیادہ مخلصانہ ہوتی ہے، کیونکہ وہ دل شکستہ ہوتے ہیں اور ان کے قلوب دنیا کی زیب و زینت سے نسبتاً دور ہوتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ حضور کا یہ ارشاد اس لیے ہے کہ کوئی شخص یا جماعت اپنی قوت اور ساز و سامان پر بھروسہ کر بیٹھے کیونکہ فتح و نصرت تو من جانب اللہ ہے۔ عدی بن ارطاۃ حضرت عمر ثانی کے دور میں حاکم بصرہ تھا اور اپنے اس بھائی سے مشہور تر تھا مگر زید بن ارطاۃ اُس سے بڑا، زیادہ عابد و زاہد اور بہر حال افضل تھا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُنَادِي بِالشِّعَارِ ۔

شعار کو پکارنے والے مرد کا باب

۲۵۹۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِينَ عَبْدَ اللَّهِ وَشِعَارُ الْأَنْصَارِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مہاجرین کا شعار عبداللہ اور انصار کا شعار عبدالرحمٰن تھا۔ میدان جنگ میں ایک دوسرے کی پہچان کے لیے شعار (علامت) مقرر ہوتی ہے تاکہ مل کر کام کیا جائے اور کہیں اپنے ہی لوگ ایک دوسرے کو نہ مار ڈالیں یہ علامت ہمیشہ سے چلی آتی ہے، آج کل بھی ہے۔ بلکہ میدان کے علاوہ گشت میں، جنگلوں میں بھی مستعمل ہے۔ ریلوے والوں کو بھی گاڑی کی اطلاع اور اجازت دینے کے لیے خاص شعار کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔

۲۵۹۶ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ زَمَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ شِعَارُنَا أَمِتْ أَمِتْ ۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد کیا، ہمارا شعار تھا: اَمِتْ اَمِتْ (دارمی، مسند احمد)

ش: یہ جنگ سریۂ ابی بکر رضی اللہ عنہ کہلاتی ہے جو نجد کے علاقے میں بنی فزارہ سے ہوئی تھی۔ اس میں سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے حصے

میں ایک خوبصورت لونڈی آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سلمہ رض سے مانگ کر مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے بطور تبادلہ کفار کو بھیجی تھی۔ اَمِتْ کا معنیٰ ہے: مار ڈال۔ اس کا مصدر "اماتۃ" ہے۔ یعنی اے خدا دشمن کو مار ڈال۔ شرح السنّۃ میں ہے کہ: یا منصور امت شعار تھا، یعنی اے مجاہدو دشمن کو مٹا دو۔

۲۵۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ اَبِي صُفْرَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنْ بُيِّتُّمْ فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ۔

مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے والے نے بتایا کہ حضور فرماتے تھے: اگر تم پر شب خون ڈالا جائے تو تمہارا شعار یہ ہونا چاہیئے "حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ" واللہ دشمنوں کی مدد نہ ہوگی، یا اے اللہ ان کی مدد نہ ہو"۔ (ترمذی، مسند احمد، نسائی۔ منذری نے کہا کہ بعض دیگر احادیث میں یہاں بھی وہی شعار آیا ہے: یا منصور امت امت۔ غرض یہ شعار رات کی تاریکی میں ایک دوسرے کی شناخت کے لیے تھا۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ مہلب ایک ثقہ بہادر امیر اور جنگی مرد تھا، جنگی چالوں اور چالاکیوں کی سپاہیوں کو ضرورت ہوتی ہے، شاید اس کی معاریض کے باعث اس کے دشمنوں نے اسے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔ ابن عبد البر وغیرہ نے اسے ثقہ تابعی کہا ہے)

شرح: امام احمد نے اس روایت میں مہلب کے بعد ایک مبہم صحابی کا نام بھی لیا ہے، راوی ثقہ ہو تو صحابی کا ابہام مضر نہیں ہوتا۔

بَابٌ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ اِذَا سَافَرَ

باب۔ سفر کے وقت آدمی کیا کہے؟

۲۵۹۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ۔

ابوہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو دعا فرماتے: اے اللہ سفر میں تو ہی ساتھی ہے اور گھر بار میں تو ہی قائم مقام ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سفر کی شدت و مشقت سے اور واپسی کی غمگینی سے اور

گھر والوں اور مال میں برُے نظارے سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ اے اللہ زمین کو ہمارے لیے طے کر دے (لپیٹ دے) اور ہم پر سفر کو آسان فرما (نسائی) مسلم نے اسے ابن عمرؓ سے اور ایک جگہ عبداللہ بن سرجسؓ سے روایت کیا ہے ۔ مصنف عبدالرزاق میں یہ کئی طریقوں سے بالفاظ مختلفہ آئی ہے)

شرح: یہ دعا بڑی جامع، برمحل اور مخلصانہ ہے۔ آدمی کو سفر میں کسی مخلص ساتھی کی حاجت ہوتی ہے، پس اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون ساتھی ہوگا ۔ سفر میں گھر بار اور اہل وعیال کا خیال ستاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ ان کا نگران ہو تو کیا غم ہے؟ سفر میں شدت و تکلیف اور مشقت ہوتی ہے لہذا اس سے اللہ کی پناہ مانگنا نہایت برمحل ہوا۔ سفر سے واپسی پر اگر کوئی غیر متوقع رنج وغم نظر آئے تو سخت تکلیف ہوتی ہے لہذا اہل وعیال اور مال کے بارے میں غمناک اور پریشان کن احوال سے اللہ کی پناہ مانگی گئی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ مصنف میں یہ الفاظ زائد ہیں: وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ " اے اللہ میں برُے انقلابات سے تیری پناہ لیتا ہوں"۔

۲۵۹۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّ عَلِيًّا الْأَزْدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ عَلَّمَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا اللَّهُمَّ اطْوِ لَنَا الْبُعْدَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُيُوشُهُ إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا فَوُضِعَتِ الصَّلَاةُ عَلَى ذَلِكَ ۔

ابن عمرؓ نے علی الازدی کو سکھایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم جب سفر کو نکل کر اپنے اونٹ پر بیٹھ جاتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر کہتے: پاک ہے وہ ذات جس نے اِن کو ہمارا مطیع بنا دیا اور ہمیں تو اس کی قوت نہ تھی اور ہم اپنے رب کی طرف واپس لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور خوف خدا مانگتا ہوں، اور وہ عمل مانگتا ہوں جس سے تو راضی ہو۔ اے اللہ ہم پر ہمارا یہ سفر آسان فرما دے۔ اے اللہ ہمارے لیے بُعد کو طے فرما دے۔ اے اللہ تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور اہل وعیال اور مال میں نگران ہے"۔ اور جب آپؐ واپس ہوتے تو یہ کلمات کہتے اور ان میں یہ اضافہ فرماتے:" ہم واپس آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت گزار ہیں، اپنے رب کی حمد

کرنے والے ہیں" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے لشکر جب بلندیوں پر چڑھتے تو تکبیر اور جب نیچے اُترتے تو تسبیح کہتے، پس نماز کو بھی اس انداز پر رکھا گیا ہے (یعنی رکوع وسجود میں تسبیح رکھی گئی ہے اور قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ۔ (مسلم، ترمذی، نسائی)

بَابٌ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْوَدَاعِ

بوقتِ رخصت دعاء کا باب۔

۲۶۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ قَزَعَةَ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ هَلُمَّ أُوَدِّعْكَ كَمَا وَدَّعَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ۔

قزعہ نے کہا کہ مجھ سے ابن عمرؓ نے کہا: آ میں تجھے اس طرح رخصت کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رخصت فرمایا تھا: میں تیرا دین اور امانت اور تیرے عمل کے اواخر اللہ کے سپرد کرتا ہوں" (ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، مسند احمد، شیخ احمد بن محمد شاکر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک دقیق بحث ہے اور راجح یہ ہے کہ یہ صحیح متصل ہے)

شرح: سفر میں چوں کہ بعض تکالیف، ناگہانی مصائب، بعض اعمال کے ترک کا گمان ہوتا ہے لہٰذا دین وامانت اور خاتمۂ اعمال کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دینے کی دعاء کی گئی۔ تاکہ مسافر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل وکرم سے ہر مکروہ چیز سے بچا رہے۔

۲۶۰۱۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا يَحْيَى بْنُ إِسْحٰقَ السَّيْلَحِينِيُّ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْخَطْمِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ الْخَطْمِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ۔

عبداللہ بن یزید خطمی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو رخصت کرنے کا ارادہ فرماتے تو یوں کہتے: میں تمہارے دین کو امانت کو اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ کی نگرانی کے سپرد کرتا ہوں (نسائی) عبداللہ خطمی انصاری صحابی تھے۔

بَابٌ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا رَكِبَ۔

سوار ہوتے وقت آدمی کیا کہے؟ اس کا باب۔

۲۶۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ نَا أَبُو إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ شَهِدْتُ عَلِيًّا أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ قَالَ إِنَّ رَبَّكَ تَعَالٰى يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي۔

ربیعہ نے کہا کہ میری موجودگی میں علی رضؓ کے سامنے سواری کا جانور پیش کیا گیا۔ جب انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو کہا: اللہ کے نام پر۔ پھر جب اس کی پشت پر سیدھے ہو بیٹھے تو کہا: تعریف اللہ ہی کی ہے، پھر کہا: پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے ان کو مطیع کر دیا اور ہم میں اس کی طاقت نہ تھی اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ پھر تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا، پھر تین بار اللہ اکبر کہا۔ پھر کہا: تو پاک ہے میں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے پس مجھے بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔ پھر علی رضؓ ہنس پڑے تو پوچھا گیا: اے ایمانداروں کے امیر! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کرتے دیکھا تھا جو کچھ میں نے کیا ہے، پھر ہنس پڑے تھے تو میں نے کہا تھا یا رسول اللہ آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ تو حضورؐ نے فرمایا تھا: تیرا رب بزرگ اپنے بندے سے اس وقت بہت خوش ہوتا ہے جب وہ کہے: مجھے میرے گناہ بخش دے، وہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ (نسائی، مسند احمد، ترمذی، ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

بَابٌ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا نَزَلَ الْمَنْزِلَ

باب۔ آدمی جب منزل پر اترے تو کیا کہے؟۔

۲۶۰۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ نَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ حَدَّثَنِي شُرَيْحُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ يَا أَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللّٰهُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ بِكَ مِنْ أَسَدٍ وَأَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِي الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔

عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور رات آتی تو فرماتے: اے زمین میرا اور تیرا مالک اللہ ہے، میں تیرے شر سے اور جو کچھ تجھ میں ہے اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور ان چیزوں کے شر سے جو تیرے اندر پیدا کی گئی ہیں، اور ان چیزوں کے شر سے جو تجھ پر رینگتی ہیں۔ اور میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیر سے اور کالے سانپ سے اور عام سانپ سے اور بچھو سے اور شہر میں رہنے والوں سے (جن) اور جننے والوں سے اور جن کو وہ جنیں (مسند احمد، نسائی)

شرح: بطورِ وُسعت اس دعا میں زمین سے خطاب فرمایا ہے جیساکہ قرآن میں ہے: "اے زمین تو اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تو تھم جا" (طوفانِ نوح کے قصے میں) اَسْوَد اژدہا کو کہا جاتا ہے جو بڑا خبیث سانپ ہے۔ بستیوں کے رہنے والوں سے جن و انس دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ جنوں کی بستیاں ویرانوں اور صحراؤں میں ہوتی ہیں۔ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ میں ہر ذی روح چیز آ گئی جو توالد و تناسل کے عمل سے زندہ رہتی ہے۔ بعض نسخوں میں یہ حدیث عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے مگر ابن عمرؓ ہی صحیح تر ہے۔ مسند احمد کی روایت اسی پر دلالت کرتی ہے۔

بَابٌ ۶۲ فِي كَرَاهِيَةِ السَّيْرِ أَوَّلَ اللَّيْلِ

باب۔ رات کے پہلے پہر میں سفر کی کراہیت

۲۶۰۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ نَا زُهَيْرٌ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَعْبَثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ۔

جابر رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج ہونے کے بعد اپنے جانوروں کو مت چھوڑو جب تک کہ عشاء کی پہلی ظلمت نہ جاتی رہے، کیونکہ غروب آفتاب کے بعد شیاطین اودھم مچاتے ہیں جب تک کہ عشاء کا پہلا اندھیرا نہ جاتا رہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ فواشی کا معنیٰ ہے چلنے پھرنے والی چیزیں یعنی جانور وغیرہا (مسلم اور مسند احمد)

مولانا رح نے فرمایا ہے کہ ابوداؤد نے اس حدیث سے رات کے پہلے پہر میں سفر نہ کرنیکا استنباط کیا ہے جو ایک بعید استنباط ہے۔

بَابٌ ٦٣ فِي أَيِّ يَوْمٍ يُسْتَحَبُّ السَّفَرُ

باب۔ سفر کس دن پسندیدہ ہے؟

٢٦٠٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَلَّ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِي سَفَرٍ إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيسِ۔

کعب بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمیس کے دن کے علاوہ کم ہی سفر پر نکلتے تھے (نسائی) اکثر سفر تو اسی دن ہوئے مگر حجۃ الوداع کے لیے بقول ابن القیم ہفتہ کو مدینہ سے نکلے تھے۔ ابن حزم نے یہ سفر بھی خمیس کو بتایا ہے مگر ابن القیم نے زاد المعاد میں اس پر محققانہ تبصرہ کر کے اس کی تردید کی ہے۔

بَابٌ ٦٤ فِي الْاِبْتِكَارِ فِي السَّفَرِ

سفر کے لیے دن کے پہلے پہر جانے کا باب۔

٢٦٠٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا هُشَيْمٌ نَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ نَا عُمَارَةُ بْنُ حَدِيدٍ عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ فَأَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ۔

صخر الغامدی رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور ص نے فرمایا: اے اللہ میری اُمت کے لیے علی الصباح کے وقت میں برکت فرما۔ اور آپ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو اسے دن کے پہلے پہر روانہ فرماتے۔ اور صخر رض ایک تاجر آدمی تھا اور وہ اپنا مالِ تجارت پہلے پہر روانہ کیا کرتا تھا، پس وہ دولتمند ہو گیا اور اس کا مال کثیر ہو گیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ صخر رض بن وداعہ تھا (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) منذری نے کہا کہ صخر الغامدی رض سے ایک اور حدیث بھی مروی ہے

"مردوں کو گالی مت دو اس سے زندوں کو دکھ ہوتا ہے" یہ روایت طبرانی سے مزی نے نقل کی ہے

بَابٌ ۶۵ فِی الرَّجُلِ یُسَافِرُ وَحْدَہٗ

آدمی کے تنہا سفر کرنے کا باب۔

۲۶۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِکٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّاکِبُ شَیْطَانٌ وَالرَّاکِبَانِ شَیْطَانَانِ وَالثَّلَاثَۃُ رَکْبٌ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سوار شیطان ہے دو سوار شیطان ہیں اور تین سوار جماعت ہیں (مؤطا، ترمذی، نسائی)

شرح: امام خطابیؒ نے لکھا ہے کہ تنہا سفر کرنا شیطانی کام ہے یا یہ کہ شیطان اس پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان کا نام شطون سے نکلا ہے جس کا معنیٰ ہے بُعد اور تنہائی۔ نہایت گہرے کنویں کو شطون کہتے ہیں کہ اس کا پیندا بعید ہوتا ہے۔ گویا یہ شخص شیطان سے مشابہ ہے، اس طرح دو بھی۔ اور جب تین ہو جائیں تو جماعت بن جاتی ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ ایک تنہا سفر کرنے والے کے متعلق انہوں نے فرمایا تھا۔ بھلا دیکھو اگر وہ مر جائے تو میں کس سے پوچھوں گا؟ تنہا آدمی اگر پردیس میں بیمار ہو جائے تو کوئی تیماردار ساتھ نہیں ہوتا، مر جائے تو تجہیز و تکفین میں الجھن ہو جاتی ہے نہ وہ وصیت کر سکتا ہے، نہ اپنا مال کسی کے سپرد کر سکتا ہے، علیٰ ہذا القیاس تنہا سفر میں کوئی ساتھی نہیں ہوتا جو حاجات میں مدد دے سکے۔ تین آدمی ہوں تو یہ سب کام نسبتہً سہل ہو جاتے ہیں۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ گو یہ حکم ایک حد تک اب بھی باقی ہے مگر اس کا صحیح اطلاق اس وقت تھا جبکہ کفار کا غلبہ تھا، راستے محفوظ نہ تھے اور امن و امان قائم نہ ہوا تھا۔ ہاں مصلحت و ضرورت کے وقت اب بھی جماعت کی صورت نہ ہونے میں تنہا سفر جائز ہے، اس پر پردہ نشین خاتون والی حدیث دلالت کرتی ہے جو غالباً عدی بن حاتمؓ سے مروی ہے کہ اسے راستے میں کسی کا خوف اللہ کے سوا نہ ہوگا۔ بعض دفعہ شرعی مصلحت سے تنہا سفر ہی مناسب و اولیٰ ہوتا ہے مثلاً جاسوس بھیجنا اور دشمن کی اطلاعات حاصل کرنے کا خفیہ انتظام کرنا وغیرہ۔ حضورؐ نے خود کئی مرتبہ اکیلے آدمی بھیجے مثلاً جنگ احزاب میں حذیفہؓ کو، اسی جنگ میں نعیم بن مسعودؓ کو بھیجا اور دیگر مواقع پر عبداللہ بن اُنیسؓ کو خوات بن جبیرؓ کو، عمرو بن امیہؓ ضمری کو سالم بن عمیرؓ کو اور بسیسہؓ کو مختلف جگہوں میں کئی مواقع پر روانہ فرمایا تھا۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ گو آج کل بھی جماعت کا سفر ہی اولیٰ ہے مگر اب سواریوں کی سہولتیں، سرعت رفتار پیام رسانی کی جدید سہولتیں وغیرہ موجود ہیں اور سفر جنگلوں بیابانوں میں نہیں رہا، گاڑی اور بس وغیرہ میں بہت سے لوگ سفر کرتے ہیں لہذا یہ حکم صرف استحباب پر مبنی سمجھا جانا اولیٰ و انسب ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ٦٦ فِي الْقَوْمِ يُسَافِرُونَ يُؤَمِّرُونَ أَحَدَهُمْ

باب لوگ سفر کریں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

۲۶۰۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرِ بْنِ بَرِّيٍّ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَرَجَ ثَلٰثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ۔

ابوسعید خدری رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور ؐ نے فرمایا: جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں (یہ حکم نظم وضبط قائم رکھنے، فرائض شرعیہ کی ادائیگی، اور اختلافات کو مٹانے کی غرض سے ہے تاکہ سفر اطمینان وسکون سے جاری رہے اور کوئی الجھن پیش نہ آئے)

۲۶۰۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ ثَلٰثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ قَالَ نَافِعٌ فَقُلْنَا لِأَبِي سَلَمَةَ فَأَنْتَ أَمِيرُنَا۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر مقرر کرلیں۔ نافع نے کہا کہ ہم نے ابوسلمہ سے کہا: تو ہمارا امیر ہے (ابوسلمہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کا صاحبزادہ تھا اور نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کا آزاد کردہ غلام)

باب ٦٧ فِي الْمُصْحَفِ يُسَافَرُ بِهِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

مصحف قرآنی کو دشمن کی سرزمین میں لے جانے کا باب۔

۲۶۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ إِلٰى أَرْضِ الْعَدُوِّ قَالَ مَالِكٌ أُرَاهُ مَخَافَةَ أَنْ يَّنَالَهُ الْعَدُوُّ۔

عبداللہ بن عمر رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو دشمن کی سرزمین میں لے جانے سے منع فرمایا

مالک نے کہا میرے خیال میں اس خوف سے کہ وہ دشمن کے ہاتھ پڑ جائے گا (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد، مؤطا، نسائی)

شرح: آخری فقرہ حضورؐ ہی کا کلام ہے گو بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ امام مالک کا قول ہے، یعنی مالک نے نہی کی علت بیان کی ہے۔ مسلم کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرفوع فقرہ ہے۔ مالک کے کئی شاگرد اسے مرفوع روایت کرتے ہیں۔ شاید امام مالک کو پہلے جزم و یقین تھا کہ یہ مرفوع ہے اور بعد میں شک ہوگیا لہٰذا اپنی تفسیر کے طور پر بیان کیا۔ حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ چھوٹے لشکروں میں یا تنہا سفر میں مصحف کو دار الکفر میں لے جانا مکروہ ہے۔ بڑے لشکر میں اختلاف ہے، مالکؒ نے کراہت کو مطلق رکھا۔ ابو حنیفہؒ نے چھوٹے بڑے لشکر میں فرق کیا اور شافعیؒ نے خوف و عدم خوف پر حکم کو معلق کیا۔ اسی بنا پر کافر کے ہاتھ مصحف کی بیع بھی مکروہ ہے مبادا وہ اس کی توہین کرے۔ آج کل بے شمار کفار و مشرکین کے پاس قرآن کے نسخے موجود ہیں، لیکن اگر اہانت کا خوف ہو تو پھر بھی ہم ان کے ہاتھ میں نہ دیں گے، کہیں اور سے حاصل کر لیں تو ان کی مرضی۔ بہت سے غیر مسلم مطابع اور ادارے قرآن، تفسیر قرآن، حدیث، شرح حدیث، مختلف زبانوں میں قرآن و حدیث و فقہ کے تراجم و شروح شائع کرتے اور فروخت کرتے ہیں مگر جس شخص سے توہین کا خوف ہے ہم بہرحال اسے نہ دیں گے۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ فِي مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْجُيُوشِ وَالرُّفَقَاءِ وَالسَّرَايَا

لشکروں، چھوٹے لشکروں اور مسافروں کی جماعتوں میں مستحب تعداد کا باب۔

۲۶۱۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ اَبُوْخَيْثَمَةَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ نَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ وَخَيْرُ السَّرَايَا اَرْبَعُمِائَةٍ وَخَيْرُ الْجُيُوْشِ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ وَلَنْ يُغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے۔ اور تعداد کی کمی کے سبب سے بارہ ہزار کا لشکر کبھی مغلوب نہ ہوگا (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، حاکم۔ ترمذی نے اسے حسن اور حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے)

شرح: اربعۃ سے صرف چار کا عدد مراد نہیں بلکہ تین سے زائد مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تین شخص واقعی جماعت ہیں مگر چار اس سے بھی بہتر ہیں۔ انسانی حاجات و ضروریات اور باہمی تعاون کے لیے کم از کم یہ عدد ہونا لازم ہے جیسا کہ امام غزالی نے اس کی حکمت بیان کی ہے۔ چار میں سے اگر خدا نخواستہ بیمار ہو جائے تو اگر وہ ایک کو وصی بنائے گا تو باقی دو اس کے شاہد بن سکیں گے، اس سے کم تعداد میں یہ ممکن نہیں ہے۔

بارہ ہزار کا لشکر اس وقت میں ایک بڑا لشکر ہوتا تھا۔ اس تعداد میں کمی کی نفی مراد ہے نہ یادتی نہیں بس آجکل

جبکہ قوموں اور ملکوں کے لشکروں کی تعداد لاکھوں کروڑوں تک پہنچتی ہے ان کی نفی نہیں ہوئی۔ اتنا بڑا لشکر محض قلت تعداد کے باعث شکست خوردہ نہ ہوگا، کسی اور سبب سے شکست کھائے تو دوسری بات ہے۔ مثلاً جنگ حنین میں یہی تعداد تھی مگر اس میں دو ہزار تازہ نو مسلم تھے اور کئی لوگ محض مال غنیمت کی خاطر گئے تھے۔ انہی کی غلطی اور بھاگڑ سے پریشانی ہوئی تھی۔ ابوداؤد نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اسے جریر بن حازم کے سوا کسی نے مسند نہیں بیان کیا۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن غریب کہا ہے۔ اور یہ کہ اس کا راوی زہری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے۔ مگر اسے بالجزم مرسل صرف ابوداؤد نے کہا ہے۔ اس کا مطلب شاید یہ ہے کہ لیث عن عقیل عن الزہری کی مرسل روایت حبان بن علی کی روایت سے صحیح تر ہے۔

باب ۶۹ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ

قتال سے قبل مشرکوں کو دعوت اسلام دینے کا باب۔

۲۶۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى سَرِيَّةٍ أَوْ جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا وَقَالَ إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ اُدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ وَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ فَإِنْ أَبَوْا وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ

مَا يَحْكُمُ اللّٰهُ فِيهِمْ وَلٰكِنْ أَنْزِلُوهُمْ عَلٰى حُكْمِكُمْ ثُمَّ اقْضُوا فِيهِمْ بَعْدُ مَا شِئْتُمْ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عَلْقَمَةُ فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ فَقَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هُوَ ابْنُ هَيْصَمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ ۔

بریدہؓ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو چھوٹے یا بڑے لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرماتے تو اُسے خوف خدا کی، اس کی اپنی جان کے بارے میں وصیت فرماتے اور مسلم ساتھیوں کے بارے میں بھلائی کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ: جب تو مشرکوں میں سے اپنے دشمن کے آمنے سامنے ہو تو انہیں ان تین باتوں میں سے ایک کو ماننے کی دعوت دینا اور وہ جو بھی مان لیں اُسے قبول کر لینا اور ان سے ہاتھ روک لیں۔ پہلے تو انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ مان لیں تو ان سے قبول کر لینا اور ہاتھ روک لینا۔ پھر انہیں دارالکفر سے دارالمہاجرین میں چلے آنے کی دعوت دینا اور بتانا کہ اگر وہ یہ مان لیں گے تو ان کے حقوق و فرائض مہاجرین جیسے ہوں گے۔ اگر وہ ہجرت سے انکار کریں اور دارالکفر کو ہی اختیار کریں تو انہیں بتانا کہ وہ صحرائی اور بدوی مسلمانوں جیسے ہوں گے اُن پر اللہ کے احکام جاری ہوں گے جیسے کہ اور ایمانداروں پر جاری ہوتے ہیں، مگر فیٔ اور غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا الّا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد کریں۔ پھر اگر وہ اس سے انکار کر دیں (یعنی اسلام اور ہجرت سے) تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی طرف بلاؤ، اگر وہ مان لیں تو ان سے قبول کرنا اور ہاتھ روک لینا۔ اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو پھر اللہ سے مدد مانگنا اور ان سے قتال کرنا۔ اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے اللہ کے حکم پر اُترنے کا وعدہ کریں تو انہیں اسکی اجازت مت دینا کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ کا ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا، بلکہ ان کو اپنے حکم اور فیصلے پر اتارو پھر جو چاہو ان میں فیصلہ کرو۔ سفیان نے کہا اور علقمہ نے کہا میں نے یہ حدیث مقاتل بن حیان کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا کہ مجھ سے مسلم بن ہیصم نے نعمانؓ بن مقرن کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سلیمان بن بریدہ کی حدیث کی مانند حدیث بیان کی (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ) اور مقاتل بن حبان کی حدیث ابن ماجہ نے زیر نظر حدیث کے بعد بیان کی ہے)

شرح: اسلام اور ہجرت کا مطالبہ ایک چیز ہے، اس کے بعد دوسری چیز جزیہ اور تیسری قتال ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کئی احکام ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ قتال سے قبل مشرکوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور ظاہر حدیث یہی ہے کہ دعوت سے قبل قتال نہ کیا جائے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ مالک بن انس نے کہا کہ مشرکوں کو دعوت اسلام یا اطلاع سے قبل ان پر حملہ نہ کیا جائے۔ حسن بصری نے کہا کہ جب مشرکوں کو دعوت اسلام پہلے مل چکی ہو تو قبل از دعوت قتال جائز ہے۔ ثوری اور حنفیہ کی رائے بھی یہی ہے اور شافعی، احمد، اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ شافعیؒ نے اس پر ابن الحقیق کے قتل سے استدلال کیا ہے۔

جو کافر و مشرک دور دراز ملک کے باشندے ہوں اور انہیں دعوتِ اسلام نہ پہنچی ہو تو ان پر دعوتِ اسلام سے قبل حملہ جائز نہیں۔ اگر دعوت سے قبل ان میں سے کسی کو قتل کر دیا گیا تو اس میں کفارہ اور دیت واجب ہے، مگر اس میں اختلاف ہے کہ دیت واجب ہے یا نہیں۔ مہاجرین کے حقوق و فرائض کے متعلق جو کچھ حضورؐ نے فرمایا ہے، سو مہاجرین مختلف قبائل کے لوگ تھے جنہوں نے دین کی خاطر وطن اور گھر بار چھوڑے تھے اور مدینہ کو وطن بنا لیا تھا ان میں سے اکثر بے یار و مددگار تھے، ان کی کوئی منقولہ وغیر منقولہ جائداد نہ تھی لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مال فئے میں سے زندگی بھر خرچ کرتے رہے لیکن صحرائی اور بدوی لوگوں کا اس میں کوئی حصہ اُن کے سوائے نہ تھا جو قتال کرتے۔ وہ جنگ کے اختتام پر اپنا حصہ لے کر واپس چلے جاتے تھے۔ مہاجرین پر بوقتِ جہاد نفیر لبیک کہنا فرض تھا مگر اعراب جو آتے وہ مالِ غنیمت میں سے حصہ پاتے تھے، جو نہ آتے تھے انہیں حصہ نہ ملتا تھا اس میں سے صرف وہ صورت مستثنیٰ ہے جبکہ جہاد فرض عین ہو جاتا۔ مثلاً جنگ تبوک میں۔ ظاہر حدیث سے ہر مشرک سے قبول جزیہ کا جواز نکلتا ہے۔ خواہ وہ کتابی ہوں، مجوسی ہوں، آتش پرست ہوں بت پرست ہوں، کواکب پرست ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہی اوزاعیؒ کا مذہب ہے اور مالکؒ کا قول بھی اس کے قریب قریب ہے۔ اور ایک روایت مالکؒ سے یہ بھی ہے کہ مرتد کے سوا ہر ایک سے جزیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اہل کتاب سے، عرب ہوں یا عجم اور مجوسیوں سے جزیہ قبول کیا جائے گا نہ کہ مشرکوں سے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا ہر غیر عربی مشرک سے جزیہ قبول کیا جا سکتا ہے مگر کسی عربی سے نہیں خطابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی غیر عربی سے لڑنا یا ان کی طرف لشکر روانہ کرنا ثابت نہیں ہوا اور آپ کی عام جنگیں عربوں سے ہوئیں۔ اسی طرح آپ کے بھیجے ہوئے لشکر اور مہمات سب عربوں کے خلاف تھیں لہذا اس حدیث کا خطاب صرف عربوں کی طرف ہے (مگر یہ چیز قابلِ تحقیق رہ جائے گی کہ جنگ تبوک میں رُومی اگر مقابلے پر آتے تو آیا وہ سب کے سب عرب تھے یا عجم یا مخلوط؟)

مولاناؒ نے فتاویٰ عالمگیریہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ غنیمت اس مال کا نام جو کفار سے بزورِ شمشیر چھینا جائے اور فئ وہ مال ہے جو حرب و ضرب کے بغیر ہمارے قبضے میں آ جائے جیسے مالِ خراج اور جزیہ۔ پس مالِ غنیمت میں خمس بیت المال کا ہے اور فئ میں نہیں۔ اور جو کچھ مشرکوں سے بطورِ ہدیہ یا سرقہ یا دست بدست چھین کر حاصل ہو یا ہبہ ہو اس میں بھی خمس نہیں کیونکہ وہ غنیمت نہیں ہوتا بلکہ صرف اسی کا ہے جو لے لے۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ چیز تو بظاہر نص قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ غنیمت و انفال کی آیتیں صراحۃً بتاتی ہیں کہ مالِ غنیمت کے پانچ حصے ہوں گے ⅘ مجاہدوں کا اور ⅕ بیت المال کا۔ پھر یہ خمس بھی پانچ حصوں پر تقسیم ہو گا: فقیر، مسکین، مسافر جن میں شامل ہیں۔ اسی طرح انفال کی آیت صراحۃً بتاتی ہے کہ خمس پانچ قسم کے لوگوں پر تقسیم ہو گا جن میں یتامیٰ اور مساکین شامل ہیں، اور اعراب ان میں سے کسی میں داخل نہیں ہوتے تو پھر انہیں غنیمت اور فئ کا حصہ کیسے مل سکتا ہے؟ لیکن فتاویٰ عالمگیریہ میں بیت المال کے مصارف میں جن تین اصناف کو شمار کیا گیا ہے یعنی: یتامیٰ، مساکین اور مسافر، ان میں شہریوں اور دیہاتیوں حضر اور بدو میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محصورین کو اللہ کے فیصلے پر اتارنے کے بجائے اپنے فیصلے پر اتارنے کا حکم دیا ہے اور علت اس کی یہ بیان فرمائی ہے کہ تمہیں نہیں معلوم اللہ کا فیصلہ ان میں کیا ہو گا۔ لہذا یہ فیصلہ کرو کہ تم میرے

فیصلے پر ہتھیار رکھو۔ علامہ قاری نے فرمایا ہے کہ اس میں یہ دلیل مل سکتی ہے کہ ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا بلکہ برحق صرف ایک ہوگا یعنی وہی جو نفس الامر میں درحقیقت اللہ کے حکم کے موافق ہوگا۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اختلافی مسائل میں جہاں متعدد مذاہب و اقوال ہوتے ہیں، یہ سارے متعارض و متخالف اقوال تو برحق نہیں ہو سکتے۔ مگر جن لوگوں نے کہا کہ ہر مجتہد مُصیب (برحق) ہے وہ حدیث کے ان الفاظ کا کہ: تم نہیں جانتے کہ اللہ ان میں کیا فیصلہ کرے گا، یہ مطلب لیتے ہیں کہ کیا پتہ اللہ کا حکم اس بارے میں مجھ پہ بصورت وحی تمہارے فیصلے کے خلاف آجائے۔

۲۶۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُغْزُوا بِسْمِ اللهِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَقَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ اُغْزُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا۔

بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نام سے جہاد کرو اور اللہ کی راہ میں لڑو، اور ان سے لڑو جو اللہ سے کفر کرتے ہیں، جہاد کرو اور غدر مت کرو (بدعہدی مت کرو) اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور مُثلہ (اعضاء کاٹنا) مت کرو اور بچوں کو مت قتل کرو۔ (یہ حدیث گزشتہ حدیث کا ہی ایک حصہ ہے) بعض دفعہ راوی بیان میں کمی کر دیتے ہیں۔ مُثلہ کا معنیٰ ہے: ناک، کان، ہونٹ اور آلۂ تناسل کاٹ دینا عربوں میں بُرا رواج تھا جسے اسلام نے بند کیا۔ شہدائے احد کا کفار نے مُثلہ کیا تھا)

۲۶۱۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْفِزْرِ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْطَلِقُوا بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغُلُّوا وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ.

مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے رسول ﷺ کے طریقے پر۔ کسی بہت بوڑھے کو، بچے کو، نابالغ کو، عورت کو قتل مت کرنا۔ اور مالِ غنیمت میں سے چوری مت کرنا اور سارا مالِ غنیمت ایک جگہ جمع کرنا۔ اپنے خیالات و احوال کو درست رکھنا اور احسان کرنا کیونکہ اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے: (آیت ۱۹۵ سورۂ البقرہ)

شرح: شیخ فانی سے مراد وہ بوڑھا ہے جو قتال میں کسی کام کا نہ ہو۔ مثلاً نہ لڑ سکے، نہ شور مچا سکے، نہ حیلے کر سکے اور

اہل الرائے والتدبیر نہ ہو۔ اگر وہ ان میں سے کوئی کام کرے گا تو محارب ہے لہٰذا اس کا قتل جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲۰ سالہ بوڑھے دُرید بن صمہ کو قتل کروایا تھا کیونکہ وہ میدان میں قتال کے گر بتا رہا تھا اور اسی کی خاطر اُسے چارپائی پر ڈال کر لایا گیا تھا۔ یہی حال نابالغ لڑکے اور عورت کا بھی ہے۔ بعض اور دلائل شرع کی بنا پر خالص مذہبی طبقہ کے لوگ جو جنگ سے بالکل الگ تھلگ ہوں مثلاً راہب اور عابد اور عبادت گاہوں میں رہنے والے بھی قتل سے مستثنیٰ ہیں مگر شرط وہی ہے جو اوپر گزری۔ خطابی نے کہا ہے کہ عورت اور بچے کو قیدی بنانے کے بعد قتل کرنا ناجائز ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے مال غنیمت میں داخل ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ لڑنے والوں سے بالکل متمیز ہوں تب بھی قتل نہ کئے جائیں گے۔ مگر جب لڑنے والوں میں ملے جلے ہوں اور ان کا قتل ناگزیر ہو جائے تو پھر انہیں بچایا نہیں جا سکتا۔ اکثر فقہاء کا مذہب یہی ہے کہ غیر مقاتل عورت کا قتل جائز نہیں مگر مقاتل کا جائز ہے۔ شافعی رح نے کہا کہ لڑنے والے نابالغ لڑکے کو قتل کیا جائے گا، اوزاعی اور احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ راہبوں کا قتل مالک اور حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے مگر شافعی رح نے کہا کہ اگر جزیہ نہ دیں یا اسلام نہ لائیں تو قتل کئے جائیں۔ حنفیہ کے نزدیک دائم المرض، لُولھا اور معذور بھی قتل نہیں کیا جا سکتا مگر شافعی کے نزدیک کیا جا سکتا ہے۔

بَابٌ فِي الْحَرْقِ فِي بِلَادِ الْعَدُوِّ

دشمن کے شہروں کو جلانے کا باب۔

۲۶۱۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخِيلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے کھجوروں کا باغ بُویرہ جلا دیا تھا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، تم نے جو کھجوریں کاٹ دیں یا چھوڑ دیں الخ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور دارمی)

شرح: بنی نضیر نے (یہود) عہد شکنی کر کے دشمن کی مدد کی تھی لہٰذا انہیں یہ سزا ملی کہ محاصرہ کیا گیا اور ان کی کھجوریں جلا ئی گئیں، بعد میں خود ان کی پیش کش پر انہیں مدینہ سے منقولہ جائداد لے کر نکل جانے کی اجازت دی گئی اور وہ مقام خیبر میں جا بسے۔ کھجوریں جلانے کے اس فعل کی مختلف وجوہات بتائی گئی ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ باغ ان کی طرف جانے میں حائل تھا لہٰذا بطور جنگی تدبیر سے جلایا گیا اور کچھ درخت کاٹے گئے، بلا ضرورت ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۂ رسول نے اس سے اپنے لشکروں کو منع کیا تھا۔ یہ اوزاعی کا قول ہے۔ مگر اُس نے دار الکفر میں آگ لگانے، درخت کاٹنے اور فصل جلانے کو جائز رکھا ہے۔ مالک، اسحاق اور حنفیہ کا قول بھی یہی ہے۔ احمد بن حنبل نے شدید ضرورت کے سوا تخریب و تحریق کو جائز نہیں رکھا یعنی نہ دار الاسلام میں نہ دار الکفر اور دار الحرب میں،

شافعی نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کی ممانعت کا باعث یہ تھا کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالقطع معلوم تھا کہ یہ علاقے فتح ہوں گے اور مسلمان ان پر حکومت کریں گے لہٰذا ان کی تخریب سے منع فرما دیا۔ یہ بُویرہ وہی مقام ہے جس کے متعلق حسانؓ نے کہا تھا: وَھَانَ عَلٰی سَرَاۃِ بَنِیْ لُؤَیٍّ حَرِیْقٌ بِالْبُوَیْرَۃِ مُسْتَطِیْرٌ:
"بنی لؤی کے سرداروں پر مقام بویرہ میں پھیلی ہوئی آگ بہت آسان گزری" یعنی قریش مکہ یہودیوں کی مدد کے وعدوں کے باوجود ان کے لیے کچھ نہ کر سکے اور ان کے کھجوروں کے باغ جل گئے۔ یہودی ایک عہد شکن، سازشی اور خبیث دشمن قوم ہوتے ہوئے بھی اسی واقعہ پر معترض تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری جو سورہ الحشر میں پانچویں آیت ہے۔

۲۶۱۶۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنِ ابْنِ مُبَارَكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ وَحَدَّثَنِي أُسَامَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَغِرْ عَلَى أُبْنَى صَبَاحًا وَحَرِّقْ۔

اُسامہؓ نے عروہ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (اسامہؓ کو) حکم دیا تھا کہ علی الصباح اُبنیٰ کے مقام پر غارت ڈال اور آگ لگا (ابن ماجہ) اُبنیٰ فلسطین کے علاقے میں رملہ اور عسقلان کے درمیان ایک مقام تھا جسے آج کل یُبنیٰ کہا جاتا ہے۔ احمد کی روایت کے مطابق یہ وہی مہم تھی جسے حضورؐ کی وفات کے بعد ابوبکرؓ صدیق نے روانہ کیا تھا۔

۲۶۱۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو الْغَزِّيُّ سَمِعْتُ أَبَا مُسْهِرٍ قِيلَ لَهُ أُبْنَى قَالَ نَحْنُ أَعْلَمُ هِيَ يُبْنَا فِلَسْطِينَ۔

ابو مسہر کو اُبنیٰ کے متعلق کہا گیا تو اس نے کہا کہ ہم اسے خوب جانتے ہیں یہ فلسطین میں یُبنیٰ ہے (ابو مسہر شام کا رہنے والا تھا اس لیے اس نے یہ کہا)

بَابٌ فِي بَعْثِ الْعُيُونِ

جاسوس بھیجنے کا باب

۲۶۱۸۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَعَثَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُسَيْسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيرُ أَبِي سُفْيَانَ۔

انس رضؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بُسَیسہ رضؓ کو جاسوس بنا کر بھیجا تاکہ وہ ابوسفیان کے قافلے کی خبر لائے (مسلم) صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ جاسوس واپس آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اکیلے بات چیت کی اور حضورؐ نے اُسی وقت کوچ کا حکم دے دیا کہ جس کی سواری موجود ہے وہ فوراً چل پڑے الخ بہت سے فوجی اور سیاسی معاملات ایسے ہیں جو جاسوسوں کی خبر کے محتاج ہوتے ہیں۔ حضورؐ کا نظام جاسوسی بھی بڑا منضبط اور مکمل تھا۔

بَابٌ فِي ابْنِ السَّبِيلِ يَأْكُلُ مِنَ التَّمْرِ وَيَشْرَبُ مِنَ اللَّبَنِ إِذَا مَرَّ بِهِ

باب۔ مسافر کو پھل کھانے اور دُودھ پینے کی اجازت ہے۔

۲۶۱۹۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ الرَّقَّامُ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ عَلَى مَاشِيَةٍ فَإِنْ كَانَ فِيهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ فَإِنْ أَذِنَ لَهُ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا فَإِنْ أَجَابَهُ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِلَّا فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ۔

سمرہ بن جندب رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی ریوڑ پر پہنچے تو اگر چرواہا یا مالک وہاں ہو تو اس سے اجازت لے، اگر وہ اجازت دے تو دُودھ دوہ لے اور پی لے اور اگر وہ وہاں نہ ہو تو تین بار آواز دے، اگر وہ بول پڑے تو اس سے اجازت لے ورنہ دودھ نکال لے اور پی لے مگر اپنے ساتھ نہ لے جائے (ترمذی نے اسے روایت کر کے حسن صحیح غریب کہا ہے۔ علی بن المدینی نے کہا کہ حسن بصری کا سماع سمرہ رضؓ سے صحیح ہے)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس حدیث کا حکم اس مضطر آدمی کے لیے ہے جسے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ ملے اور بھوک سے جان کا خوف ہو۔ اور اس صورت میں اکثر فقہاء کے نزدیک قیمت ادا کرنی واجب ہوگی (جب بھی قدرت ملے) کیونکہ حضورؐ کا ارشاد ہے: کسی مسلم کا مال اس کی خوشی اور رضا کے بغیر حلال نہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ حاجت کے وقت حضورؐ کی خصوصی اجازت ہے لہذا قیمت واجب نہیں۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ اس چیز کا مدار عادت عرف پر ہے۔ جس شہر یا علاقے کے لوگ مسافر کے لیے پھل کھانے اور دودھ پی لینے میں حرج نہ جانتے ہوں (جیسا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے ا ھ) تو وہاں بلا قیمت کھا پی لینا جائز ہے ورنہ قیمت واجب ہوگی۔

۲۶۲۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ نَا أَبِي نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ

عَنْ عَبَّادِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ أَصَابَتْنِي سَنَةٌ فَدَخَلْتُ حَائِطًا مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ فَفَرَكْتُ سُنْبُلًا فَأَكَلْتُ وَحَمَلْتُ فِي ثَوْبِي فَجَاءَ صَاحِبُهُ فَضَرَبَنِي وَأَخَذَ ثَوْبِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا عَلَّمْتَ إِذْ كَانَ جَاهِلًا وَلَا أَطْعَمْتَ إِذْ كَانَ جَائِعًا أَوْ قَالَ سَاغِبًا وَأَمَرَهُ فَرَدَّ عَلَيَّ ثَوْبِي وَأَعْطَانِي وَسْقًا أَوْ نِصْفَ وَسْقٍ مِنْ طَعَامٍ.

عباد بن شرحبیلؓ نے کہا کہ مجھے بھوک اور قحط نے آلیا پس میں مدینہ کے ایک باغ میں داخل ہوا، پس میں نے ایک گچھا جھاڑا اس میں سے کچھ کھایا اور کچھ اپنے کپڑے میں اٹھالیا۔ باغ کا مالک آیا تو اس نے مجھے پیٹا اور میرا کپڑا چھین لیا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپؐ نے فرمایا: جب وہ نادان تھا تو تُو نے اسے نہ سکھایا اور جب وہ بھوکا تھا تو تُو نے اُسے نہ کھلایا۔ اور حضورؐ نے اسے حکم دیا تو اس نے میرا کپڑا واپس کر دیا اور مجھے ایک وسق یا نصف وسق طعام دیا (نسائی اور ابن ماجہ)

شرح: اس حدیث سے بظاہر یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک یا نصف وسق کھانا دینے والا وہ باغ کا مالک تھا، مگر نسائی کی روایت اور اُسد الغابہ میں ابن الاثیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ طعام دینے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ یعنی بیت المال سے دلوایا یا کسی اور شخص کو یا خود اس صاحب معاملہ کو حکم فرمایا۔

۲۶۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ شُرَحْبِيلَ رَجُلًا مِنَّا مِنْ بَنِي غُبَرَ بِمَعْنَاهُ.

ابو بشر نے کہا کہ میں نے عباد بن شرحبیلؓ سے سُنا جو ہم میں سے بنی غُبَر کا تھا اُسی حدیث کے معنی میں۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ يَأْكُلُ مِمَّا سَقَطَ

گرا ہوا پھل کھانے کا باب۔

۲۶۲۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ وَهَذَا لَفْظُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ مُعْتَمِرِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي حَكَمٍ الْغِفَارِيَّ يَقُولُ حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي عَنْ عَمِّ أَبِي رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا أَرْمِي نَخْلَ الْأَنْصَارِ فَأُتِيَ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا غُلَامُ لِمَ تَرْمِي النَّخْلَ قَالَ آكُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ النَّخْلَ

وَكُلْ مَا يَسْقُطُ فِي أَسْفَلِهَا ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَشْبِعْ بَطْنَهُ.

ابورافع بن عمرو غفاری کے چچا سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک لڑکا تھا جو انصار کی کھجوروں پر پتھر وغیرہ پھینکتا تھا پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا: اے لڑکے! تو کھجوروں پر کیوں ڈھیلے مارتا ہے؟ میں نے کہا کہ میں پھل کھاتا ہوں، فرمایا کہ کھجور پر پتھر مت پھینکا کر اور اس کے نیچے جو پھل گرا پڑا ہو اسے کھا لیا کر۔ پھر حضورؐ نے اس کا سر چھوا اور کہا: اے اللہ اس کے پیٹ کو سیر فرما۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: ترمذی کی روایت میں نافع بن عمرو غفاری ہے۔ مسند احمد میں بھی ابوداؤد کی طرح عم ابی رافع بن عمرو آیا ہے۔ اسی طرح ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ اسد الغابہ میں ابن الاثیر نے روایت بیان کی ہے جس میں رافع بن عمرو الغفاریؓ ہے اور یہی الحکم بن عمرو الغفاری کا بھائی تھا۔

بَابٌ ۷۳ فِيمَنْ قَالَ لَا يَحْلِبُ

بے اجازت جانور نہ دوہنے کا باب۔

۲۶۲۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرَبَتُهُ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ فَيُنْتَثَلَ طَعَامُهُ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَتَهُمْ فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ.

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی کسی کے مویشی کو بلا اجازت نہ دوہے کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ کوئی اس کے سامان کی کوٹھڑی میں جائے اور اس کا خزانہ توڑ کر کھانے پینے کی اشیاء اڑا لے؟ ان لوگوں کے لیے ان کے جانوروں کے تھن ہی خزانہ بن گئے ہیں جس میں ان کا کھانا (دودھ) ہوتا ہے۔ پس کوئی کسی کا جانور بلا اجازت نہ دوہے۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، موطا)

شرح: دودھ والے جانوروں کے تھنوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے مالکوں کے لیے خزانہ بنایا ہے جس میں ان کا کھانا جمع رہتا ہے، جیسے کہ کسی گھر کھانے پینے کی چیزوں کا خاص مقام (سامان اور کھانے پینے کا کمرہ) ہو پس جس طرح اس کے گھر میں داخل ہو کر سامان نکال لینا جائز نہیں اسی طرح اس کے جانور کو دوہ لینا بھی بلا اجازت جائز نہیں۔ اس تشبیہ سے معلوم ہوا کہ ایک نظیر کا دوسری پر قیاس کر کے دونوں کا ایک حکم قرار دینا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

بَابٌ ۷۴ فِي الطَّاعَةِ

اطاعت کا باب۔

۲۶۲۴۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَجَّاجٌ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَيْسِ ابْنِ عَدِيٍّ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ أَخْبَرَنِيهِ يَعْلَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

حجاج نے کہا کہ ابن جریج نے کہا "اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ؐ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکام کی اطاعت کرو" (اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ) عبداللہ بن قیس بن عدی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے لشکر میں بھیجا۔ یہ مجھے یعلیٰ نے سعید بن جبیر سے اُس نے ابن عباس رضؓ سے بتایا ہے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر طبری، مسند احمد)

شرح، بقول ابن عباس رضؓ یہ آیت عبداللہ بن قیس رضؓ کے واقعہ میں اتری تھی (آیت ۵۹، النساء) یہ مشہور صحابی عبداللہ بن حذافہ سہمی ہیں۔ بخاری میں بقول ابن الجوزی کسی راوی کے تصرف کے باعث ان کی نسبت انصاری ہوئی ہے۔ واقعہ ابھی آتا ہے۔

۲۶۲۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ أَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيُطِيعُوا فَأَجَّجَ نَارًا وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَقْتَحِمُوا فِيهَا فَأَبَى قَوْمٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالُوا إِنَّمَا فَرَرْنَا مِنَ النَّارِ وَأَرَادَ قَوْمٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوا فِيهَا لَمْ يَزَالُوا فِيهَا وَقَالَ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.

حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر ایک آدمی کو امیر بنایا اور ان کو اس کی بات سننے اور ماننے کا حکم دیا۔ پس اُس نے آگ بھڑکائی اور انہیں حکم دیا کہ اس میں گھس جائیں، پس کچھ لوگوں نے اس میں داخل ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم آگ سے ہی تو بھاگے تھے (یعنی اسلام لائے) اور کچھ لوگوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کر لیا۔ پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اگر وہ اس آگ میں داخل ہوتے تو پھر ہمیشہ اُسی میں رہتے۔ اور فرمایا: اللہ کی نافرمانی کسی کی کوئی اطاعت نہیں، اطاعت تو صرف نیکی میں ہے۔ (بخاری میں تین بار، مسلم، نسائی، مسند احمد)

شرح، علامہ منذری نے فرمایا کہ یہ شخص عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی القرشی تھا، اس کی کنیت ابوحذافہ ہے

اور پہلی حدیث میں بھی یہی مذکور ہے، اس میں یہ دادا کی طرف منسوب ہوا۔ قدیم الاسلام اور مہاجر حبشہ تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور قاصد کسریٰ فارس کے پاس بھیجا تھا۔ مصر کی فتح میں موجود تھا اور وہیں فوت ہوا۔ یہ خلافت عثمان رض کا واقعہ ہے۔ حافظ ابن القیم رح نے لکھا ہے کہ یہ شخص مزاح کر رہا تھا اور مزاح میں مصروف تھا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اہل لشکر سے کسی بات پر غضبناک ہو کر اس نے واقعی یہ حکم دیا تھا۔

خطابی رح نے کہا کہ اس حدیث سے اطاعت کا ضابطہ یہ معلوم ہوا کہ حکام کی اطاعت صرف معروف یعنی نیکی میں ہے۔ معصیت میں کوئی اطاعت نہیں۔ جب کسی اور کا حکم ماننے سے خدا اور رسول ص کا حکم ٹوٹے تو صرف خدا و رسول کی اطاعت فرض ہے اور دوسروں کی معصیت۔

بخاری میں ہے کہ حضور ص نے فرمایا، اگر وہ اس آگ میں چلے جاتے تو قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اس حدیث سے خودکشی کی حرمت کا بھی واضح ثبوت ملا۔ جان اللہ کی ہے، وہی لے سکتا ہے یا اس کے حکم پر اسی کی خاطر دی جاسکتی ہے۔

۲۶۲۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔

عبداللہ بن عمر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: مسلم مرد کو سننا اور ماننا واجب ہے اس کی پسند میں بھی اور ناپسند میں بھی، جب تک کہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ پس جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ ماننا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۲۶۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ مِنْ رَهْطِهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَسَلَحْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ سَيْفًا فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ لَوْ رَأَيْتَ مَا لَامَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعَجَزْتُمْ إِذْ بَعَثْتُ رَجُلًا مِنْكُمْ فَلَمْ يَمْضِ لِأَمْرِي أَنْ تَجْعَلُوا مَكَانَهُ مَنْ يَمْضِي لِأَمْرِي۔

بشر بن عاصم کے قبیلے کے آدمی عقبہ رض بن مالک سے روایت ہے کہ اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا پس میں نے ان میں سے ایک آدمی کو تلوار دی۔ پس جب وہ (عقبہ رض) واپس آیا تو کہا: اگر تو دیکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو ملامت فرمائی (تو تو جانتا کہ یہ ایک بڑی کوتاہی تھی!) حضور ص نے فرمایا: کیا تم عاجز تھے کہ جب میں نے تم میں سے ایک مرد کو امیر بنایا اور وہ میرے حکم پر نہ چلا تو اس کی جگہ پر تم کسی ایسے کو

امیر بناتے جو میرا حکم پورا کرتا؟ (مسند احمد)

شرح: حافظ ابن حجر کا قول مولانا نے نقل فرمایا ہے کہ یہ دو واقعات تھے۔ ایک تو ابوداؤد اور مسند احمد میں مروی ہے جسے بشر بن عاصم نے عقبہ بن مالکؓ سے روایت کیا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو نسائی، بغوی اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس کا راوی بھی بشر بن عاصم عن عقبہ بن مالکؓ ہے، اس میں ایک ایسے شخص کا قتل مذکور ہے جس نے مسلم ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ پہلے قصے کا تعلق امیر کے عزل کے ساتھ ہے جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پورا نہ کرے۔ دوسرے کا تعلق قتل مومن سے ہے۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ مِنْ انْضِمَامِ الْعَسْكَرِ

لشکر کے باہم مل کر اور کھل کر رہنے کا باب۔

۲۶۲۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ وَيَزِيدُ بْنُ قُبَيْسٍ مِنْ أَهْلِ جَبَلَةَ سَاحِلِ حِمْصَ وَهٰذَا لَفْظُ يَزِيدَ قَالَا نَا الْوَلِيدُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَلَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ مُسْلِمَ بْنَ مِشْكَمٍ أَبَا عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ حَدَّثَنَا أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ قَالَ كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا قَالَ عَمْرٌو كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا تَفَرَّقُوا فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ إِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ حَتّٰى يُقَالَ لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ۔

ابو ثعلبہؓ خشنی نے کہا کہ لوگ جب کسی جگہ منزل کرتے، دوسرے راوی عمرو کے لفظ یہ ہیں کہ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی منزل پر اترتے تو لوگ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا شیطان کو بھاتا ہے (جبکہ اجتماع رحمٰن کو پسند ہے) پھر اس کے بعد آپؐ جب بھی کسی منزل پر اترتے تو لوگ باہم مل جاتے حتیٰ کہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ان پر کوئی کپڑا پھیلایا جاتا تو سب کو پورا آ جاتا (مسند احمد اور نسائی) لشکر کے دور دور تک بکھرے ہوئے ہونے کی صورت میں کئی انتظامی الجھنوں کا خدشہ تھا، نیز دشمن کو موقع مل سکتا تھا کہ کوئی شرارت کرے۔

۲۶۲۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْخَثْعَمِيِّ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُجَاهِدٍ اللَّخْمِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ

أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ۔

معاذ بن انس رض جہنی نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں فلاں جنگوں میں شرکت کی، پس لوگوں نے منزلوں کو تنگ کر دیا اور راستہ روک دیا۔ پس نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کرنے والا بھیجا جو لوگوں میں پکارتا تھا کہ جس نے منزل تنگ کی اور راستہ روک دیا اُس کا کوئی جہاد نہیں ہے۔ یہ صورت بھی لوگوں کے لیے باعثِ مشقت تھی کہ زود گاہ کو نہایت تنگ کر دیا جائے اور راستے بند ہو جائیں، یعنی پہلی صورت اگر افراط تھی تو یہ تفریط۔ لہٰذا اس سے بھی منع فرما دیا گیا، تاکہ لوگوں کو آسانی سے حاجات کے لیے آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے میں سہولت رہے۔

۲۶۳۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ نَا بَقِيَّةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ۔

دوسرے طریق سے وہی اوپر کی حدیث۔ معاذ رض نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا الخ

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ

دشمن سے جنگ کی تمنا کی کراہیت کا باب۔

۲۶۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى نَا أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى حِينَ خَرَجَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ مُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔

عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے عمر بن عبیداللہ کو لکھا جبکہ مؤخر الذکر خارجیوں کی جنگ کے لیے نکلا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ایک جنگ میں دشمن سے لڑے تو فرمایا تھا کہ اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت طلب کرو، پھر جب تم دشمنوں سے بھڑو تو صبر کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر دعاء فرمائی: اے اللہ کتاب کو اتارنے والے، بادل کو چلانے والے اور لشکروں کو شکست دینے والے! انہیں شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

شرح: ظلال السیوف کا معنی ہے: دشمن کا اتنا قریب کہ گویا اس کی تلوار تم پر سایہ کر رہی ہو۔

بَابُ مَا يُدْعَى عِنْدَ اللِّقَاءِ

دشمن سے مقابلے کے وقت کی دعاء کا باب۔

۲۶۳۲۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنِي أَبِي نَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَالَ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَضُدِي وَنَصِيرِي بِكَ أَحُولُ وَبِكَ أَصُولُ وَبِكَ أُقَاتِلُ۔

انس بن مالکؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قتال کرتے تو یوں دعاء فرماتے تھے: اے اللہ تو ہی میرا بازو (قوت بازو) اور مددگار ہے، میں تیرے فضل و رحمت سے ہی چلتا پھرتا اور تدبیر کرتا ہوں اور تیرے باعث ہی حملہ کرتا ہوں اور تیری رحمت و قوت سے ہی قتال کرتا ہوں (ترمذی اور نسائی)

شرح: اَحُولُ کا معنی اَحْتَالُ (تدبیر کرتا ہوں)، بھی کیا گیا ہے۔ حول کا معنی کرنا اور ہٹانا بھی ہے، یعنی میں دشمن کو تیری طاقت سے ہی دفع کر سکتا ہوں۔ لاحول ولا قوۃ الخ میں پہلا معنی مراد ہے، یعنی مکروہات سے بچنے کی طاقت، حیلہ اور تدبیر و قوت۔

یہ عنوان اوپر بھی گزر چکا ہے اور اس سلسلے میں کچھ گفتگو بھی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس باب سے یہ ثابت کرنا مدنظر تھا کہ جس مشرک قوم کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اسے اسلام کی دعوت اور جزیہ کی پیش کش کئے بغیر قتال شروع کرنا جائز نہیں۔ اس باب میں یہ چیز مدنظر ہے کہ جن لوگوں کو اسلامی دعوت مل چکی ہو اس پر بے خبری کی حالت میں غارت ڈالنا جائز ہے۔

بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ

مشرکوں کو دعوت اسلام دینا

۲۶۳۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَا ابْنُ

عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنْ دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الْقِتَالِ فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ وَقَدْ أَغَارَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقٰى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ سَبٰى سَبْيَهُمْ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ حَدَّثَنِي بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ وَكَانَ فِي ذٰلِكَ الْجَيْشِ۔

ابن عون نے کہا کہ میں نے نافع کو خط لکھ کر یہ مسئلہ پوچھا کہ قتال کے وقت مشرکوں کو اسلامی دعوت دینا کیسا ہے؟ پس اس نے مجھے جواب لکھا کہ دعوت کا وجوب اسلام کی ابتداء میں تھا۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر غارت ڈالی اور وہ اس اچانک حملے سے بے خبر تھے، اور ان کے جانوروں کو پانی کے پاس پانی پلایا جارہا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں لڑنے والوں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا اور حضرت جویریہ بنت الحارثؓ کو حضورؐ نے اسی دن حاصل کیا تھا مجھے یہ بات عبداللہ بن عمرؓ نے بتائی اور وہ اُس لشکر میں شامل تھے (بخاری، مسلم، مسند احمد) جویریہؓ بنت الحارث کو اس کا باپ بعد میں کسی بھی قیمت اور فدیئے پر لینے آیا تھا مگر اس نے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ جویریہؓ کو حضورؐ نے امہات المؤمنین میں شامل فرمالیا تھا اور اس رشتے کو دیکھ کر سب اہل اسلام نے ان لوگوں کے قیدی فوراً رہا کر دیئے تھے۔ جویریہؓ کو اسی بناء پر اپنی قوم کے لیے بہت مبارک خاتون کہا جاتا تھا۔ یہ تفاصیل مسلم کی روایات میں اور نوویؒ کی شرح مسلم میں موجود ہیں۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث عظیم ہے۔ اسے ابن عون نے نافع سے روایت کیا اور اس میں اور کوئی شریک نہیں ہوا۔

۲۶۳۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا حَمَّادٌ أَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغِيرُ عِنْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَكَانَ يَتَسَمَّعُ فَإِذَا سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ۔

انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے وقت غارت ڈالا کرتے تھے، اور اس سے پہلے کان لگا کر سنتے تھے پس جب اذان سنتے تو حملے سے رُک جاتے ورنہ حملہ کر دیتے تھے (مسلم۔ ترمذی، دارمی) اذان کی آواز آنے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں اہل اسلام کی ایک تعداد موجود ہے، اور غارت کے وقت چونکہ اپنے پرائے کا امتیاز نہیں ہو سکتا لہذا حملہ ملتوی کر دیا جاتا۔

۲۶۳۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا سُفْيٰنُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ نَوْفَلِ ابْنِ

مُسَاحِقٍ عَنِ ابْنِ عِصَامٍ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَقَالَ إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوا أَحَدًا۔

ابن عصام مزنی نے اپنے باپ سے روایت کی اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا تو فرمایا: جب تم کوئی مسجد دیکھو یا کسی اذان دینے والے کی آواز سنو تو کسی کو قتل نہ کرنا (ترمذی اور نسائی)

شرح: مولانا نے فرمایا کہ ابن المدینی نے اس سند کو مجہول کہا ہے۔ ابن عصام کا کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا، حافظ ابن عبدالبر نے عصام کے حالات میں لکھا ہے کہ اس کے باپ کا نام عبدالرحمن تھا۔ ابن سعد نے اس کا نام عبداللہ بتایا ہے، اور یہی درست ہے ابن شاہین نے اس حدیث کی روایت میں لکھا ہے عن عبدالملک بن نوفل عن عصام بن عبداللہ المزنی عن ابیہ۔ سو معلوم ہوا کہ کسی راوی نے عصام بن عبداللہ کے بجائے ابن عصام کہہ دیا ہے۔

امام خطابی نے اس باب کی احادیث پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان سے یہ پتہ چلا کہ قتال میں اسلامی شعار کا اظہار اور غارت کے وقت اذان کی آواز کا آنا ایسی چیز ہے جس سے لوگوں کی خونریزی سے ہاتھ روک لینا چاہیے۔ طمانیت اور سلامتیٔ احوال میں تو [illegible] کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے مگر حرب و ضرب میں نہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلامی دعوت پیش کئے بغیر جب مصلحت یہی ہو، تو غارت ڈالنا، شب خون مارنا اور اچانک حملہ کرنا جائز ہے۔ اس سے قبل اس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ بنی مصطلق پر حضورؐ کا اچانک حملہ کرنا، اسامہؓ کو اُبنی پر اچانک حملے کا حکم دینا اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں مشرکوں پر حملہ کرنا جیسا کہ سلمہ بن اکوعؓ کی روایت میں گزرا، یہ سب اس کے بین دلائل ہیں۔

بَابُ الْمَكْرِ فِي الْحَرْبِ۔

جنگ میں خفیہ تدبیر کا باب۔

۲۶۳۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔

عمرو نے جابرؓ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑائی فریب ہے۔ (بخاری، مسلم)

شرح: علامہ خطابی نے فرمایا کہ توریہ کا معنیٰ ہے کہ آدمی دل کی بات کو واضح الفاظ میں نہ بتائیے بلکہ ایسے الفاظ بولے کہ دوسرے اس سے کچھ اور سمجھ جائیں (یہ کذب صریح نہیں ہوتا اور بوقتِ حاجت دینی جائز ہے) الحرب خدعۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ دیگر امور میں مکر و فریب ناجائز ہے مگر جنگ (جیسی غیر معمولی حالت میں) میں جائز ہے۔ خدعہ کے لفظ کی تین روایتیں ہیں: خَدْعَۃ، خُدْعَۃ اور خُدَعَۃ ان میں سے صحیح تر خَدْعَۃ ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت ہے۔ اور خَدْعَۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ: ایک مرتبہ دھوکہ جائز ہے۔ اور خُدْعَۃ اسم ہے جیسے لُعْبَۃ۔ اور خُدَعَۃ کا معنیٰ ہے کہ جنگ مردوں کو دھوکہ دیتی ہے، یعنی خود جنگ ایک ایسی چیز ہے جسے دھوکا اور فریب کا نام دیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نعیم بن مسعودؓ کو جنگ احزاب میں مشرکوں اور یہودیوں میں تفریق و نفاق ڈالنے کی غرض سے بات چیت کی اجازت دی تھی۔ جنگ غیر معمولی حالت کا نام ہے لہذا اس پر معمولی حالات کے احکام کا انطباق نہیں ہو سکتا۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر صریح کذب بھی جائز ہے مگر توریہ و تعریض پھر بھی بہر صورت اولی ہے۔

۲۶۳۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ نَا أَبُو ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى غَيْرَهَا وَكَانَ يَقُولُ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔

کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو ازراہ توریہ کچھ اور ظاہر کرتے اور کہتے تھے کہ: لڑائی دھوکا بازی ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ اس سند میں معمر کے سوا کسی اور نے الحرب خدعۃ کی روایت نہیں کی۔ اور یہ الفاظ عمرو بن دینار عن جابرؓ کی حدیث میں اور معمر عن ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہؓ کی حدیث میں آئے ہیں۔ (کعب بن مالکؓ کی مطول حدیث بخاری میں موجود ہے اور اس میں یہ لفظ مروی نہیں ہیں۔

بَابٌ فِي الْبَيَاتِ

شب خون مارنے کا باب!

۲۶۳۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ وَأَبُو عَامِرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ نَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَّرَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ فَغَزَوْنَا نَاسًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَبَيَّتْنَاهُمْ فَقَتَلْنَاهُمْ وَكَانَ شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ أَمِتْ أَمِتْ قَالَ سَلَمَةُ فَقَتَلْتُ بِيَدِي تِلْكَ اللَّيْلَةَ سَبْعَةَ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

سلمہ بن اکوع نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ابوبکرؓ کو امیر بنایا پس ہم نے کچھ مشرک لوگوں سے جنگ کی، ان پر شب خون مارا اور انہیں قتل کرتے رہے۔ اور ہمارا شعار اس رات کو امت امت تھا۔ سلمہؓ نے کہا کہ میں نے اس رات کو مشرکوں کے سات گھرانے قتل کئے تھے (ابن ماجہ، مسند احمد، دارمی، نسائی۔ اور اوپر حدیث ۲۱۹۶ سنن ابی داؤد میں بھی سلمہؓ سے گزری)

بَابٌ ۸۱ فِي لُزُومِ السَّاقَةِ

ساقہ کو لازم رکھنے کا باب۔

۲۶۳۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُمْ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ فَيُزْجِي الضَّعِيفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُو لَهُمْ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے کوچ کے وقت پیچھے رہ جاتے تھے، پس کمزوروں کو آگے چلاتے اور اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے (ساقہ جمع ہے سائق کی، لفظی معنیٰ ہے چلانے اور ہانکنے والا۔ ساقہ لشکر کا وہ حصہ ہے جو گرے پڑے سامان، سواریوں اور ضعفاء کو اہل لشکر کے بعد لے کر آتا ہے اور پیچھے سے لشکر کی حفاظت بھی کرتا ہے مبادا دشمن عقب سے حملہ کر دے۔ اس حدیث سے حضور کا خود — کبھی کبھی — ساقہ میں ہونا ثابت ہوا۔

بَابٌ ۸۲ عَلَى مَا يُقَاتَلُ الْمُشْرِكُونَ

باب۔ مشرکوں سے کس بات پر قتال کیا جائے گا؟

۲۶۴۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوهَا مَنَعُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں۔ پس جب انہوں نے یہ کہہ دیا تو مجھ سے انہوں نے اپنے خون اور مال بچا لیے مگر ان کے حق کے ساتھ، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: قتال کا مطلب کسی کو زبردستی کلمہ پڑھانا نہیں ہے۔ لا اکراہ فی الدین کی رو سے دین پر جبر جائز نہیں۔ اور پھر قتال کے دو پہلو بھی ہیں جو پچھلی حدیثوں میں گزرے۔ ایک اسلام دوسرا جزیہ۔ جہاد و قتال کی کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر اس کی فرضیت نہیں ہوتی اور بعض احوال میں جواز ہی نہیں ہوتا۔ پس اس حدیث میں ان سب میں سے ایک غائت بیان فرمائی گئی ہے، اور یہ کہ کلمہ پڑھنے والوں کی جان و مال محفوظ ہے، ہاں ان میں جو اسلام کے حق ہیں وہ واجب

رہیں گے مثلاً زکوٰۃ، فرائض، حدود، نفقات وغیرہا۔ اور صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے والوں پر اسلامی احکام جاری ہوں گے اور انہیں مسلم ہی سمجھا جائے گا۔ ان کا حساب اللہ پر ہے، اگر اندر سے منافق ہوئے تو اُخروی عذاب وعقاب ہے۔ اس حدیث میں جزیہ کا ذکر نہیں آیا کیونکہ بقول مولانا اس میں الناس سے مراد اہل عرب ہیں جن سے اسلام یا قتال کے سوا کچھ قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کی بہت سی مصلحتیں ہیں جن کے بیان کا یہ محل نہیں۔ ایک یہ ہے کہ عرب مرکزِ اسلام ہے۔ کوئی طاقت اپنے مرکز میں اہل مرکز کی مخالفت کی روادار نہیں ہوتی مغربی عیسائیت کمیونزم اور ہندو مت وغیرہ نے کائنات میں جو فساد کئے ہیں اور اب بھی کئے جارہے ہیں ان پر ذرہ ذرہ گواہ ہے۔

۲۶۴۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيُّ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا وَأَنْ يَأْكُلُوا ذَبِيحَتَنَا وَأَنْ يُصَلُّوا صَلَاتَنَا فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ۔

انس رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں کے ساتھ قتال کرنے کا حکم ملا ہے جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، اور وہ ہمارے قبلہ کا رُخ کریں (نماز پڑھیں) اور ہمارا ذبیحہ کھائیں اور ہماری نماز پڑھیں۔ پس جب انہوں نے ایسا کر لیا تو ان کے خون اور مال ہم پر حرام ہو گئے، مگر ان کے حقوق باقی ہیں۔ اُن کے وہی حق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور ان کے وہی حق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں (بخاری تعلیقاً، اور نسائی)

شرح: استقبالِ قبلہ، ہمارا ذبیحہ کھانا، ہماری نماز پڑھنا یہ مسلمانوں کی علامات کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ اور مرتد کا یہ حکم نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس زندیق اور ملحدین کا بھی یہ حکم نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا حکم ہے جو کفر سے نکل کر اسلام میں آ جائیں اور شعائرِ اسلام کو اختیار کر لیں۔

۲۶۴۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ الْمُشْرِكِينَ بِمَعْنَاهُ۔

ایک اور طریق سے انس رضؓ بن مالک کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو مشرکوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے الخ۔

۲۶۴۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا نَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ نَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى الْحُرَقَاتِ فَنَذِرُوا بِنَا فَهَرَبُوا فَأَدْرَكْنَا رَجُلًا فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَضَرَبْنَاهُ حَتّٰى قَتَلْنَاهُ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ لَكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا قَالَهَا مَخَافَةَ السِّلَاحِ قَالَ أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ قَالَهَا أَمْ لَا مَنْ لَكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتّٰى وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أُسْلِمْ إِلَّا يَوْمَئِذٍ۔

اُسامہ بن زیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بصورتِ سریۂ الحرقات کی طرف بھیجا۔ انہیں ہمارا پتہ چل گیا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم نے انہیں جا لیا، پس ہم نے ایک آدمی کو پایا، جب ہم اس پر چھا گئے تو اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیا، مگر ہم نے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا۔ پس میں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپؐ نے فرمایا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے تجھے قیامت میں کون بچائے گا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ اس نے ہتھیاروں کے خوف سے کہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: سو کیا تو نے اس کا دل چیر کر نہ دیکھ لیا تاکہ تو یہ بات جان لیتا (کہ وہ یہ خوف یہ کہہ رہا تھا) کہ اس نے یہ بات خوف سے کہی تھی یا نہیں؟ تجھے قیامت کے دن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے کون بچانے والا ہوگا؟ پس آپ برابر یہ فرماتے رہے حتی کہ میں نے پسند کیا کہ اُسی دن اسلام قبول کیا ہوتا (تاکہ یہ جرم سرزد نہ ہوتا)! (بخاری، مسلم)

شرح: کافر جب کلمۂ اسلام پڑھ لے تو اس سے ہاتھ روک لینا واجب ہے چاہے قابو میں آکر ایسا کرے یا اس سے قبل اور دل چیر کر دیکھنے کا جو فرمایا سو اس کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کا حکم ظاہر پر چلتا ہے اور باطن اللہ کے سپرد ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود اُسامہؓ پر دیت واجب نہ کی گئی کیونکہ دراصل کفار کے خون مُباح ہیں اور وہ اُسامہؓ کے نزدیک دل سے مسلمان نہ ہوا تھا محض قتل سے بچنے کا حیلہ کرتا تھا۔ چونکہ اُسامہؓ نے اُسے مباح الدم کافر جان کر مارا لہٰذا اس پر کوئی دیت واجب نہ ہوئی کیونکہ اصل میں وہ اُس کے قتال پر مامور تھا اور یہ اس کی اجتہادی خطا تھی جو معاف ہے۔ علامہ خطابی نے بحث کے آخر میں فرمایا ہے کہ ممکن ہے اُسامہؓ نے یہ تاویل کی ہو کہ معذب قوموں پر جب تعذیب کا فیصلہ ہوگیا تو ایمان نفع مند نہ ہوا: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا (غافر ۸۵) اور فرعون غرق ہو رہا تھا تو اظہارِ ایمان اُسے فائدہ نہ دے سکا: آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ مگر میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تاویل درست نہیں۔ فرعون کا ایمان تو حالتِ غرغرہ میں تھا جو معتبر نہیں ہوتا۔ اور معذب قوموں کے لیے ایمان کی مہلت ختم ہو چکی تھی لہٰذا ان کا ایمان معتبر نہ ہوا۔ مگر جس کافر کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے کے بعد مار ڈالا گیا وہ ان دونوں صورتوں میں داخل نہ تھا۔ اُسامہؓ کا یہ قول کہ "حتی کہ میں نے پسند کیا کہ اُسی دن اسلام لایا

ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کو دیکھ کر ایک عارضی شدید احساس کی بناء پر تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے معاذاللہ پہلی زندگی میں کافر ہونا پسند کیا تھا۔ نیز یہ چیز بھی شاید مدنظر تھی کہ اسلام پہلی غلطیوں کو ڈھا دیتا ہے لہذا شدت احساس کے باعث یہ سوچا، ورنہ اسامہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تھا۔

۲۶۴۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَطَعَ يَدِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ۔

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ اس نے (خود مقداد رضی اللہ عنہ نے) کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو فرمائیے کہ اگر میں کفار میں سے کسی مرد سے مقابلہ کروں اور وہ تلوار سے میرے ایک ہاتھ کو مارے (کاٹ دے) پھر وہ مجھ سے ایک درخت کی اوٹ میں پناہ لے اور کہے: میں اللہ کے لیے مسلم ہوا۔ تو کیا یا رسول اللہ یہ کلمہ کہنے کے بعد میں اسے قتل کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل نہ کر۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے میرا ہاتھ قطع کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل مت کر، اگر تو پھر بھی اسے قتل کر دے گا تو وہ تیرے اس مقام پر ہوگا جس پر تو اس کے قتل سے پہلے تھا (اسلام) اور تو اس کے اس درجے میں ہوگا جو یہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ اب تو تجھے مسئلہ اچھی طرح معلوم ہو چکا لہذا تیرا یہ فعل قتل مسلم شمار ہوگا اور یہ کفر کا فعل ہوگا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت و صراحت سے پہلے کا تھا۔ علامہ خطابی نے کہا کہ خوارج اور دوسرے بعض لوگ جو کبائر تکفیر کے قائل ہیں انہوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس صورت میں قاتل کافر ہوگا، یہ ایک فاسد تاویل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقتول کا خون مباح سمجھنے کے باعث قاتل کو مباح الدم ہونا اور چیز ہے اور مسلم کا قصاص وغیرہ میں مباح الدم ہونا اس کے کفر وارتداد کا حکم نہیں دیتا۔

بَابٌ ۸۳ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ مَنِ اعْتَصَمَ بِالسُّجُودِ

اس شخص کے قتل کی ممانعت کا باب جو سجدے میں پناہ لے۔

۲۶۴۵۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلٰى خَثْعَمَ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالسُّجُودِ فَأَسْرَعَ فِيهِمُ الْقَتْلَ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ قَالَ لَا تَرَايَا نَارَاهُمَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ وَهُشَيْمٌ وَخَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ وَجَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا جَرِيرًا۔

جریر بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ خثعم کی طرف بھیجا۔ پس ان میں سے بعض نے سجدہ کر کے پناہ لی مگر انہیں جلدی قتل کر دیا گیا۔ جریرؓ نے کہا کہ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان کے لیے نصف دیت کا حکم دیا اور فرمایا: میں ہر اس مسلم سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان مقیم رہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ یہ کیوں؟ فرمایا ان دونوں قسم کے لوگوں کی آگ میں امتیاز نہیں ہوتا (ترمذی، نسائی) ابو داؤد نے کہا کہ ہشیم، معمر، خالد واسطی اور کئی لوگوں کی روایت میں جریرؓ کا ذکر نہیں۔

شرح: خطابی نے کہا کہ ان کے لیے نصف دیت کا حکم اس بناء پر تھا کہ ان کا حکم اس شخص جیسا تھا جو اپنی جنایت کے باعث ہلاک ہو جائے اور اس میں دوسرے کی جنائت کا بھی دخل ہو، پس اس کے اپنے نفس کی جنائت کے باعث دیت کا نصف جاتا رہا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ ان لوگوں نے کفار کے درمیان اقامت رکھی اور اپنے خلاف یہ تہمت لگائی کہ یہ بھی غیر مسلم ہیں۔ سجدہ چونکہ غیر اللہ کو بھی ہوتا ہے، مثلاً بتوں کو، سرداروں کو، بادشاہوں کو وغیرہ وغیرہ لہذا اس سے ان کا اسلام واضح نہ ہو سکا اور قاتلوں کو معذور سمجھا گیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ غیر مسلموں کے پاس اگر کوئی مسلم قیدی بھی ہو تو بھاگ کر چھٹکارا پا سکتا ہے، اگر کفار نے اسے قسم بھی دلوا رکھی ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اضطراری قسم ہے، اور قسم اگر مجبوراً کھائی تھی تو اس کا کفارہ بھی کوئی نہیں۔ بہر صورت اس شخص کا فرض ہے کہ رہائی کا ہر ممکن حیلہ کرے۔

لا تَرَايَا نَارَاهُمَا کے کئی معنے ہیں۔ ایک یہ کہ ان دونوں کا حکم ایک ہے۔ دوسرا یہ کہ جب اللہ تعالے دار الاسلام اور دار الکفر میں امتیاز پیدا کر دے تو مسلم کو دار الکفر یا دار الحرب میں جائز نہیں۔ مسلم اور غیر مسلم آبادی میں فرق ہونا چاہیئے تاکہ دونوں کی آگ اور اس کا دھواں واضح طور پر نظر آئے نہ یہ کہ مسلم ان میں رہ کر ان کی آگ کا جلنا دیکھا کرے۔ نار کا معنٰی علامت بھی ہے اس صورت میں معنٰی یہ ہے کہ مسلم کو کافر سے مشابہت نہ رکھنی چاہیئے، ان جیسی چال ڈھال، رفتار و گفتار، نشست و برخاست اختیار نہ کرے بلکہ ممتاز رہے۔

باب ۸۴ فِي التَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ

معرکۂ جنگ سے منہ پھیرنے کا باب۔

۲۶۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَتْ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حِينَ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ ثُمَّ إِنَّهُ جَاءَ تَخْفِيفٌ فَقَالَ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ قَرَأَ أَبُو تَوْبَةَ إِلَى قَوْلِهِ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ قَالَ فَلَمَّا خَفَّفَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خَفَّفَ عَنْهُمْ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی: اگر تم میں سے بیس صابر ہوں تو دو سو پہ غالب آئیں گے۔ الانفال ۶۵۔ تو یہ حکم مسلمانوں پر شاق گزرا کہ دس کے مقابلے سے ایک فرار نہ کرے۔ پھر تخفیف آگئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب اللہ نے تمہارے لیے تخفیف کر دی ہے۔ ابو توبہ راوی نے يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ تک آیت پڑھی الانفال ۶۶۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے تعداد میں تخفیف کی (دو کے مقابلے میں ایک فرار نہ کرے) تو اس تخفیف کے مطابق ان کے صبر میں بھی کمی فرما دی (بخاری، ابن جریر طبری) مطلب یہ کہ دگنی تعداد کے مقابلے سے فرار کرنا تو ناجائز ہے لیکن اگر کسی میں صبر و ثبات کی کیفیت اب بھی زیادہ ہو تو اتنی ہی زیادہ تعداد کے مقابلے کے لیے تیار ہو سکے گا۔ دورِ اول کی جنگوں میں اس کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔

۲۶۴۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ مِنْ سَرَايَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً فَكُنْتُ فِيمَنْ حَاصَ فَلَمَّا بَرَزْنَا قُلْنَا كَيْفَ نَصْنَعُ وَقَدْ فَرَرْنَا مِنَ الزَّحْفِ وَبُؤْنَا بِالْغَضَبِ فَقُلْنَا نَدْخُلُ الْمَدِينَةَ فَنَتَثَبَّتُ فِيهَا لِنَذْهَبَ وَلَا يَرَانَا أَحَدٌ قَالَ فَدَخَلْنَا فَقُلْنَا لَوْ عَرَضْنَا أَنْفُسَنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ كَانَتْ لَنَا تَوْبَةٌ أَقَمْنَا وَإِنْ كَانَ غَيْرُ ذَلِكَ ذَهَبْنَا قَالَ فَجَلَسْنَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا

إِلَيْهِ فَقُلْنَا نَحْنُ الْفَرَّارُونَ فَأَقْبَلَ إِلَيْنَا فَقَالَ لَا بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ قَالَ فَدَنَوْنَا فَقَبَّلْنَا يَدَهُ فَقَالَ أَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ ۔

عبداللہ بن عمرؓ نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو حدیث سنائی کہ وہ (عبداللہ بن عمرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریوں میں سے ایک سریہ میں تھے۔ عبداللہؓ نے کہا کہ لوگ یک لخت پیچھے ہٹے اور میں بھی ان پیچھے ہٹنے والوں میں تھا۔ پھر جب ہم فارغ ہوئے اور مدینہ کو واپس ہوئے تو ہم نے کہا کہ ہم کیا کریں حالانکہ ہم معرکے سے فرار کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر واپس ہوئے ہیں! پھر ہم نے کہا کہ مدینہ چل کر چھپ رہتے ہیں، ہمیں اس طرح جانا چاہیئے (بوقتِ شب) کہ کوئی ہمیں نہ دیکھے۔ عبداللہؓ نے کہا کہ پھر مدینہ میں داخل ہوئے تو کہا کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہو جائیں تو اگر ہمارے لیے توبہ ہے (توبہ قبول ہوسکتی ہے) تو وہاں ٹھہریں گے اور اگر دوسری بات ہوئی تو کہیں اور چلے جائیں گے۔ عبداللہؓ نے کہا پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشی کے لیے نمازِ فجر سے پہلے بیٹھ گئے۔ پس جب آپ مسجد سے نکلے تو ہم نے کہا کہ (دوسری روایت کے مطابق حضورؐ کے سوال پر کہا) ہم لوگ فراری ہیں۔ پس حضورؐ نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا نہیں بلکہ تم پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو۔ پس ہم نے آپ کا ہاتھ چوما تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کی پشت پر ہوں۔ یعنی ان کی پناہ گاہ ہوں (مطلب یہ کہ تمہارے دل میں جو شبہ ہے کہ تمہارا پیچھے ہٹنا فرار تھا ایسی بات نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرار کرنے والوں سے استثناء فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ جنگی چال کے لیے پیچھے ہٹیں یا کسی پناہ گاہ میں جا کر تیاری کے بعد دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ غضبِ الٰہی کے مستوجب نہیں ہوں گے۔ حضورؐ نے یہ یا تو اس لیے فرمایا کہ اس دن دشمن کی بے پناہ تعداد کے باعث ان حضرات کے لیے فرار جائز تھا، یا اس لیے کہ وہ نادم اور پشیمان اور تائب تھے لہٰذا ان کی دلدہی فرمادی۔ یہ حدیث مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے)

۲۶۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ الْمِصْرِيُّ نَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ نَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ نَزَلَتْ فِي يَوْمِ بَدْرٍ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ ۔

ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت جنگِ بدر کے بارے میں اتری تھی: "اور جو کوئی اس دن اپنی پشت پھیرے گا" الانفال۔ ۱۶۔ (نسائی) اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوائے دو استثنائی صورتوں کے میدانِ جنگ سے فرار جائز نہیں۔ دونوں صورتوں کا ذکر اوپر آچکا یعنی جنگی چال اور کرّ و فرّ کے لیے پیچھے ہٹنا یا کسی مجبوری کے باعث پناہ گاہ میں جا کر از سرِ نو تیاری کرنا۔ یہ آیت جیسا کہ ابن جریر طبری کی تحقیق ہے نازل تو اہلِ بدر کے بارے میں ہوئی تھی (یعنی شانِ نزول اس کا یہ تھا) اور حکم اس کا عام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْكُفْرِ

باب قیدی کے متعلق جسے کفر پر مجبور کیا جائے

۲۶۴۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ وَخَالِدٌ عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا فَجَلَسَ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ فَقَالَ قَدْ كَانَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُؤْتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ فِرْقَتَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ عَظْمِهِ مِنْ لَحْمٍ وَعَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَحَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَعْجَلُونَ۔

خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے درانحالیکہ آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کا تکیہ بنائے ہوئے تھے۔ پس ہم نے آپ سے شکایت کی اور کہا: آپ ہمارے لیے اللہ کی مدد کیوں نہیں مانگتے؟ آپ ہمارے لیے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ پس آپ بیٹھ گئے اس حالت میں کہ چہرہ مبارک سرخ تھا۔ پس فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کا یہ حال تھا کہ مرد کو پکڑا جاتا پھر اس کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پہ رکھا (چلایا) جاتا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔ یہ عذاب اسے اپنے دین سے نہ پھیرتا تھا۔ اور لوہے کی کنگھیاں ان کے جسم پہ پھیری جاتی تھیں اور ہڈیوں سے ورے گوشت اور پٹھے کٹ جاتے تھے، یہ چیز اسے اپنے دین سے نہ پھیرتی تھی۔ واللہ اس کام کو اللہ تعالیٰ بالضرور پورا کرے گا حتیٰ کہ سوار صنعا اور حضرموت کے درمیان چلے گا، وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے گا، نہ اپنی بھیڑ بکریوں پہ اسے بھیڑیئے کا خوف ہوگا، لیکن تم جلدی مچاتے ہو (بخاری، نسائی)

شرح: سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں میں یہاں پر اس کی سند درج ہے جس کا مناسب محل کتاب کی ابتدا میں ہے مگر ہم اسے درج کرتے ہیں: أَخْبَرَنَا الْإِمَامُ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْخَطِيبُ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا الْإِمَامُ الْقَاضِي أَبُو عُمَرَ وَالْقَاسِمُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْهَاشِمِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَمْرٍو اللُّؤْلُؤِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ الْأَشْعَثُ السِّجِسْتَانِيُّ فِي الْمُحَرَّمِ سَنَةَ خَمْسٍ وَسَبْعِينَ وَمِائَتَيْنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى قَالَ۔ خباب بن الارت قدیم الایمان مہاجرین اولین میں سے تھے۔ انہیں زمانۂ جاہلیت میں اغوا کر کے بیچ دیا گیا۔ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ انہیں اسلام کی خاطر شدید مصائب

میں سے گزرنا پڑا تھا۔ ایک بار کوئلے دہکا کر ان کے عریاں جسم کو پشت کے بل ان پر ڈال دیا گیا تھا اور کوئلے ان کی چربی، خون اور گوشت پگھلنے کے باعث بجھ گئے تھے، ان کے جسم پر اس تعذیب کے بڑے بڑے گہرے سفید نشان تھے۔ اس حدیث کے الفاظ کا تعلق مکی زندگی کے مصائب و تکالیف کے ساتھ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے لیے لوگوں نے کس قدر قربانیاں دی تھیں۔ صنعاء دو ہیں، ایک یمن کا دارالخلافہ اور دوسرا دمشق کے قریب ایک قصبہ۔ حضرموت کا دوسرا نام الاحقاف ہے جہاں حضرت ہود مبعوث ہوئے تھے۔ یہ عدن کے مشرق میں ساحلِ سمندر کے قریب واقع ہے۔ اس میں اور صنعائے یمن میں ۲۷ فرسنگ کا فاصلہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ساتھیوں نے اسلام کی خاطر بڑے بڑے مصائب برداشت کئے تھے ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائیوں میں بالخصوص نمازِ تہجد میں ان کی خلاصی اور اسلام کی سربلندی کے لیے دعائیں کرتے ہوں، مگر اس موقع پر آپ نے ان کی تربیت کی خاطر پہلی امتوں کے کچھ مصائب اور صبر و ثبات بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا۔ تقدیرِ الٰہی یوں ہی ہے: اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ ان لوگوں کو ایمانداروں کے قافلے کا مقدمۃ الجیش ہونے کا فخر حاصل تھا لہٰذا انہیں صبر و ثبات کا پیکر بننا لازم تھا۔ چنانچہ یہ مخلص مضبوط جماعت جو مکہ میں تیار ہوئی اس نے دنیا کا سب سے عظیم انقلاب برپا کیا تھا۔

ابن بطال نے کہا ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے تو گو رخصت دی گئی ہے کہ زبان سے کلمۂ کفر کہہ کر چھٹکارا پائے، اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ۔ مگر عزیمت یہی ہے کہ قتل تک کو بھی قبول کرے مگر کلمۂ کفر نہ بولے۔ کفر سے ہلکی چیزیں مثلاً خنزیر کا گوشت کھانا، شراب پینا وغیرہ، تو اس کے لیے یہ فعل اولیٰ ہوگا۔ بعض مالکیہ کا قول ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا کیونکہ اس کی حالت مضطر جیسی ہے جس کی جان مثلاً مردار کھائے بغیر نہ بچتی ہو۔ حنفیہ کا مذہب اس میں یہ ہے کہ مردار یا خنزیر کھانے یا شراب پینے پر مجبور کئے جانے والے کو اگر صرف حبس و ضرب تک محدود رکھا جائے تو افضل یہ ہے کہ وہ انہیں استعمال نہ کرے۔ اگر موت یا قطعِ اعضاء کا خوف ہو تو اسے کھا لینے کی رخصت ہے۔ کیونکہ یہ چیز اضطراری ضرورت کے لیے مباح کی گئی ہیں۔ اگر وہ نہ کھائے حتیٰ کہ وہ اسے مار ڈالیں یا اعضاء توڑ دیں تو نہ کھانے پر اسے گناہ ہوگا کیونکہ اس طرح گویا وہ دشمن کو اپنی جان کی ہلاکت پر مدد دے رہا ہوگا اسی طرح شدید بھوک میں جس سے موت کا اندیشہ ہو اگر بقدرِ حاجت (یعنی جس سے جان بچ جائے) نہ کھائے گا تو گناہ گار ہوگا۔ ہاں اگر کسی کو کفر پر یا سبِ رسول پر مجبور کیا جائے اور جان کا اندیشہ ہو تو تعریض و توریہ کے طور پر اسے اجازت ہے مگر دوسری صورت افضل ہے، اگر دشمن کی بات نہ مانے اور جان ہار دے تو اجر و ثواب ملے گا۔ اگر کسی کو اس بات پر قتل کا خوف ہے کہ اسے مسلم کے مال کو تلف کرنے پر آمادہ کیا جا رہا ہے تو اس کے لیے رخصت ہے مگر نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اگر کسی کو قتل کرنے پر اسے مجبور کیا جائے تو اسے قتل نہ کرے بلکہ خود قتل ہو جائے، کیونکہ قتلِ مسلم کسی صورت میں جائز نہیں۔

بَابٌ ۱۰۸ فِیْ حُکْمِ الْجَاسُوْسِ اِذَا کَانَ مُسْلِمًا

مسلم جاسوس کے حکم کا باب۔

۲۶۵۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو حَدَّثَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ وَكَانَ كَاتِبًا لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَتَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا هَلُمِّي الْكِتَابَ قَالَتْ مَا عِنْدِي مِنْ كِتَابٍ فَقُلْتُ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ قَالَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا هُوَ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هَذَا يَا حَاطِبُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ فَإِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَإِنَّ قُرَيْشًا لَهُمْ بِهَا قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ أَنْ أَتَّخِذَ فِيهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي بِهَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا كَانَ بِي كُفْرٌ وَلَا ارْتِدَادٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔

حضرت علیؓ کے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع نے کہا کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا اور فرمایا۔ تم جاؤ حتی کہ تم روضہ خاخ میں پہنچو تو وہاں ایک مسافر عورت جا رہی ہے، اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے لو۔ پس ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے گئے حتی کہ روضہ پر پہنچے اور ہم نے اس عورت کو دیکھا۔ ہم نے کہا کہ وہ خط لاؤ۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں، میں نے کہا کہ یا تو خط نکال دے یا ہم تیرے کپڑے اتار دیں گے۔ پس اس نے وہ خط اپنے جوڑے سے باہر نکالا۔ ہم وہ خط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حاطبؓ بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے بعض مشرکوں کی طرف تھا۔ اس میں اس نے انہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خبریں بتائی تھیں۔ پس حضورؐ نے فرمایا اے حاطب یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھ پر جلدی نہ فرمائیے کیونکہ میں ایک ایسا آدمی تھا جو قریش کے ساتھ ملا ہوا تھا مگر ان میں سے نہیں تھا۔ اور قریش کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں جن کے باعث وہ مکہ میں ان کے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں۔ مجھے جب یہ چیز حاصل نہ تھی تو میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان کروں تاکہ اس کے سبب وہ مکہ میں میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ واللہ اے اللہ کے رسولؐ میں کافر و مرتد نہیں ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ بولا ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اس منافق کی گردن اڑانے دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بدر میں حاضر تھا اور تجھے کیا پتہ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانکا اور فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

(بخاری، مسلم، ترمذی، دارمی، مسند احمد، نسائی۔ اور ابوداؤد میں کتاب السنۃ میں پھر آئے گی)

شرح: اس حدیث میں یہ فقہی حکم ہے کہ تاویل کے ساتھ کسی ناجائز کو حلال کرنے والا جان بوجھ کر حرام کو حلال سمجھنے والے کی مانند نہیں ہے۔ اور اس میں یہ حکم بھی ہے کہ جب کوئی شخص تاویل سے حرام کا ارتکاب کرے، جبکہ تاویل کی اس میں گنجائش بھی ہو۔ تو عذر پیش کرنے میں اس کا قول قابل قبول ہوگا اگرچہ غلبۂ ظن اس کے خلاف ہو، حاطبؓ کی بات کو اس لیے مان لیا گیا کہ اس کی گنجائش موجود تھی۔ حالانکہ گنجائش اس بات کی بھی تھی جو حضرت عمرؓ نے کہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی بات کا احتمال نہیں مانا اور حاطبؓ کا دعویٰ قبول فرما لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلم جب جاسوسی کرے تو اسے قتل نہیں کیا جاتا۔ اس کی سزا میں البتہ اختلاف ہے۔ حنفیہ نے اس قسم کی صورت میں لمبی قید اور عقوبت تجویز کی ہے۔ اوزاعی نے کہا کہ مسلم جاسوس کو تو شدید عبرتناک سزا دی جائے اور ذمی جاسوس کا عہد ذمہ ٹوٹ گیا۔ مالکؒ نے کہا کہ میں نے اس میں کچھ نہیں سنا اور میرے نزدیک یہ مسئلہ امام کی رائے پر موقوف ہے۔ شافعیؒ نے کہا کہ اگر یہ کام جہالت سے ہو جیسا کہ حاطبؓ کے معاملے میں ہوا، اور اس پر کوئی تہمت نہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس سے درگزر کیا جائے۔ یہ تب ہے جبکہ یہ فعل کسی صاحب عزت و اکرام سے سرزد ہو۔ اگر کرنے والا کوئی اور ہو تو امام اسے تعزیر کر سکتا ہے۔ (خطابی)

خطابی یہ بھی کہتے ہیں کہ حسب ضرورت شرعیہ مثلاً حد یا اثبات شہادت وغیرہ کے باب میں عورت کا پردہ دیکھنا جائز ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مجتہد کسی مسلمان کی تکفیر و تفسیق بطور تاویل کرے گا تو اس پر کوئی سزا عائد نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاطبؓ کو سچا قرار دے کر اس کا عذر قبول فرما چکے تھے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے اسے منافق کہہ کر اس کے قتل کی اجازت مانگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حضرت عمرؓ کو بھی کچھ نہ فرمایا کیونکہ دین کے ظاہری احکام میں عمرؓ کے قول سے کوئی تعرض نہ آتا تھا۔ کام تو دراصل یہ منافقوں والا ہی تھا کیونکہ منافق وہی ہے جو نصرت دین کا اظہار کرے اور بباطن کفار کی مدد کرے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ گمان اصحاب بدر میں سے ہونے کے باعث معاف فرما دیا ہے لہٰذا وہ منافق نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ میں یہ گفتگو ہوئی ہے کہ آیا اس سے گزشتہ گناہوں کی معافی مراد ہے یا آئندہ کی؟ اگر گزشتہ گناہوں کی معافی مراد ہے تو پھر یہ کیسے فرمایا: جو چاہو کرو؟ اگر آئندہ گناہوں کی معافی مراد ہے تو اسے بصیغۂ ماضی بیان کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ واقعہ جنگ بدر کے چھ سال بعد پیش آیا تھا اور حضورؐ نے اللہ تعالیٰ

کے اس وعدے سے حاطب رضؓ کے مغفور ہونے کا استدلال فرمایا، اس سے پتہ چلا کہ آئندہ گناہوں کی معافی مراد ہے۔ اور یہ ان حضرات کی تشریف و تکریم اور اعزاز و اکرام تھا۔ اس قسم کی بات اسی سے کہی جاتی ہے جس پر اعتماد ہو۔ رہی حاطبؓ کی غلطی، سو یہ ایک اجتہادی غلطی تھی جس کا عذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا تھا، اس وعدے کا مطلب یہ نہ تھا کہ ان میں سے کسی سے کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اب ایک واقعہ تو یہ ہمارے سامنے ہے۔ قدامہ بن مظعونؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شراب پی تھی۔ مسطح بن اثاثہ نے اہل افک کے ساتھ مل کر ام المؤمنین رضؓ کے متعلق سنگین باتیں کہی تھیں۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ وعدہ امور آخرت کے متعلق ہے نہ کہ دنیوی احکام مثلاً حدود و کفارات اور حقوق کے بارے ہیں۔ حاطبؓ بن ابی بلتعہ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا مکتوب گرامی دیکر مقوقس حاکم مصر کے پاس ۶ھ میں بھیجا تھا۔ مقوقس کے اس سوال پر کہ اگر تمہارا ساتھی نبی ہے تو اس نے ان لوگوں پر کیوں بد دعا نہ کی جنہوں نے انہیں تکالیف پہنچائیں اور وطن سے نکالا تھا حاطبؓ نے جواب دیا۔ کہ عیسیٰؑ ان یہودیوں پر کیوں بد دعا نہ کی ؟ جو ان کے قتل کے درپے ہوئے اور اپنے زعم میں مار ہی ڈالا تھا ؟ مقوقس نے کہا تو ایک دانا شخص ہے اور دانا شخص کا ایلچی۔ مقوقس ایمان نہ لایا مگر حضورؐ کو تحفے اور خیر سگالی کے جذبات بھیجے۔ حضرت ماریہؓ قبطیہ اور سیرینؓ اور ایک اور لونڈی ان تحفوں میں شامل تھیں۔

۲۶۵۱۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ انْطَلَقَ حَاطِبٌ فَكَتَبَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ أَنَّ مُحَمَّدًا قَدْ سَارَ إِلَيْكُمْ وَقَالَ فِيهِ قَالَتْ مَا مَعِي مِنْ كِتَابٍ فَانْتَحَيْنَاهَا فَمَا وَجَدْنَا مَعَهَا كِتَابًا فَقَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ لَأَقْتُلَنَّكِ أَوْ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ ۔

حضرت علیؓ کی یہی روایت دوسرے طریق سے۔ اس میں علیؓ کا قول ہے کہ حاطبؓ نے اہل مکہ کو لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بس اپنے اوپر حملہ ہونے ہی سمجھ لو۔ اور یہ بھی ہے کہ یا اس عورت نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں تو ہم نے اس کی اونٹنی بٹھا دی اور اس کے پاس کوئی خط نہ پایا۔ پس علیؓ نے کہا: اس اللہ کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے، میں تجھے قتل کر دوں گا ورنہ خط نکال دے الخ۔

شرح: دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس مہم پر جانے والے چار آدمی تھے، کہیں صرف دو کا ذکر ہوا اور کہیں زیادہ کا۔ بخاری نے کتاب المغازی میں ابو مرثدؓ غنوی کا ذکر بھی کیا ہے۔ مکہ کے جن رؤساء کو خط لکھا گیا تھا ان کے نام یہ ہیں: سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل۔ بعد میں یہ تینوں رضی اللہ عنہم کے زمرے میں شامل ہوئے

بَابٌ ۱۰۰ فِي الْجَاسُوسِ الذِّمِّيِّ

ذمی جاسوس کا باب۔

۲۶۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ عَنْ فُرَاتِ بْنِ حَيَّانَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِهِ وَكَانَ عَيْنًا لِأَبِي سُفْيَانَ وَكَانَ حَلِيفًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَمَرَّ بِحَلْقَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ إِنِّي مُسْلِمٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ يَقُولُ إِنِّي مُسْلِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْكُمْ رِجَالًا نَكِلُهُمْ إِلَى إِيمَانِهِمْ مِنْهُمْ فُرَاتُ بْنُ حَيَّانَ۔

فرات بن حیانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے (فراتؓ کے) قتل کا حکم دیا تھا اور وہ ابوسفیان کا جاسوس تھا اور ایک انصاری کا حلیف تھا۔ پس وہ انصار کے ایک حلقے پر گزرا اور بولا: میں مسلم ہوں، پس انصار میں سے ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ وہ کہتا ہے کہ میں مسلم ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا: تم میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنہیں ہم ان کے ایمان کے سپرد کرتے ہیں، ان میں سے ایک فرات بن حیان بھی ہے (منذری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا ایک راوی ابوہمام الدلال ناقابل احتجاج ہے۔ فراتؓ بن حیان کا حال اسلام لانے کے بعد بہت اچھا ہو گیا تھا۔ اس باب کے عنوان میں یہ اشکال ہے کہ اس شخص کو جبکہ یہ قبل از اسلام مشرک اور جاسوس تھا۔ ابوداؤد نے ذمی کیسے سمجھ لیا ہے؟ بہرصورت یہ حدیث باب سے غیر متعلق ہے)

بَابٌ ۱۱ فِي الْجَاسُوسِ الْمُسْتَأْمِنِ

مستامن جاسوس کا باب

۲۶۵۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ ثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنِ ابْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ ثُمَّ انْسَلَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطْلُبُوهُ فَاقْتُلُوهُ قَالَ فَسَبَقْتُهُمْ إِلَيْهِ فَقَتَلْتُهُ وَأَخَذْتُ سَلَبَهُ فَنَفَّلَنِي إِيَّاهُ۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ آپ کے پاس مشرکوں کا ایک جاسوس آیا پس وہ آپ کے اصحاب کے پاس بیٹھا پھر کھسک گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تلاش کرو اور قتل کر دو۔ سلمہ نے کہا کہ میں سب سے پہلے اس تک پہنچا اور اسے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھے ہی عطا فرمادیا۔ (بخاری، ابن ماجہ اور نسائی) بخاری نے کتاب الجہاد میں اس حدیث کو جس باب میں بیان کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ شخص حربی کافر تھا نہ کہ مستأمن مگر ابوداؤد کے عنوانِ باب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُسے مستأمن ٹھہراتے ہیں، معلوم نہیں کیسے؟ اگلی حدیث میں تفصیل آتی ہے۔

۲۶۵۴۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ اَنَّ هَاشِمَ بْنَ الْقَاسِمِ وَ هِشَامًا حَدَّثَاهُمْ قَالَا ثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ ثَنِيْ اِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ ثَنِيْ اَبِيْ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ قَالَ فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَتَضَحّٰى وَعَامَّتُنَا مُشَاةٌ وَفِيْنَا ضَعْفَةٌ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ اَحْمَرَ فَانْتَزَعَ طَلَقًا مِنْ حَقْوِ الْبَعِيْرِ فَقَيَّدَ بِهٖ جَمَلَهٗ ثُمَّ جَاءَ يَتَغَدّٰى مَعَ الْقَوْمِ فَلَمَّا رَاٰى ضَعْفَتَهُمْ وَرِقَّةَ ظَهْرِهِمْ خَرَجَ يَعْدُوْ اِلٰى جَمَلِهٖ فَاَطْلَقَهٗ ثُمَّ اَنَاخَهٗ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُهٗ وَاتَّبَعَهٗ رَجُلٌ مِنْ اَسْلَمَ عَلٰى نَاقَةٍ وَرْقَاءَ هِيَ اَمْثَلُ ظَهْرِ الْقَوْمِ قَالَ فَخَرَجْتُ اَعْدُوْ فَاَدْرَكْتُهٗ وَرَاْسُ النَّاقَةِ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ وَكُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ النَّاقَةِ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتّٰى كُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتّٰى اَخَذْتُ بِخِطَامِ الْجَمَلِ فَاَنَخْتُهٗ فَلَمَّا وَضَعَ رُكْبَتَهٗ بِالْاَرْضِ اخْتَرَطْتُ سَيْفِيْ فَاَضْرِبُ رَاْسَهٗ فَنَدَرَ فَجِئْتُ بِرَاحِلَتِهٖ وَمَا عَلَيْهَا اَقُوْدُهَا فَاسْتَقْبَلَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ مُقْبِلًا فَقَالَ مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ فَقَالُوْا سَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ فَقَالَ لَهٗ سَلَبُهٗ اَجْمَعُ قَالَ هَارُوْنُ هٰذَا لَفْظُ هَاشِمٍ۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوازن کی لڑائی (جنگ حنین؟) میں شامل تھا سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس اثناء میں کہ ہم دن کا کھانا کھا رہے تھے اور ہم میں سے عام لوگ پیدل تھے۔ اور ہم میں کچھ کمزور لوگ بھی موجود

تھے کہ اچانک ایک مرد ایک سُرخ اونٹ پر آیا، پس اس نے ایک رسّی اونٹ کے تھیلے سے نکالی اور اس کے ساتھ اپنا اونٹ باندھ دیا، پھر آکر لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ پس جب اُس نے لوگوں میں سے کمزوروں کو دیکھا اور ان کی سواریوں کی کمی کو دیکھا، نکل کر اپنے اونٹ کی جانب بھاگنے لگا۔ پس اس نے اپنا اونٹ کھولا پھر اسے بٹھا دیا۔ اس پر بیٹھ گیا اور اُسے بھگا کر نکل گیا۔ قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی ایک خاکستری رنگ کی اونٹنی پر جو اس وقت قوم کی بہترین سواری تھی، اس کے پیچھے لگا۔ اور میں دوڑتا ہوا نکلا اور اس شخص کو جا لیا اور اونٹنی کا سَر اونٹ کے سُرین کے پاس تھا۔ پھر میں آگے بڑھا حتیٰ کہ میں اونٹ کے سُرین کے پاس جا پہنچا۔ پھر میں آگے بڑھا حتیٰ کہ میں نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور اُسے بٹھا دیا۔ جب اُس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا، میں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اس کے سر پہ دے ماری پس اس کا سر کٹ کر گر گیا۔ میں اُس کی سواری اور سامان کو آگے سے پکڑ کر لے آیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ مجھے اپنی طرف آتے ہوئے ملے پس آپؐ نے پوچھا کہ اُس مرد کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سلمہؓ بن اکوع نے۔ حضورؐ نے فرمایا: اُس کا سارا لوٹ کا مال سلمہؓ کا ہے۔ ہارون راوی نے کہا کہ یہ ہاشم کے الفاظ ہیں (مسلم کتاب الجہاد)

شرح: اس حدیث سے حربی جاسوس کے قتل کا حکم معلوم ہوا اور سب مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ نووی ؒ نے کہا ہے کہ جہاں تک معاہد اور ذمّی جاسوس کا سوال ہے مالک اور اوزاعی کے قول کے مطابق ان کا عہد اور عقدِ ذمّہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اس کا قتل بھی جائز ہے اور حسبِ مصلحت غلام بنانا بھی جمہور علماء کے نزدیک اس سے اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، شافعیہ نے کہا کہ اگر عہد میں یہ شرط بھی تھی کہ جاسوسی نہ کرے گا تو اس کا عہد ٹوٹ گیا۔ مسلم جاسوس کے متعلق شافعی، اوزاعی، ابوحنیفہ، بعض مالکیہ اور جماہیر علماء کا یہ قول ہے کہ امام جو سزا چاہے اُسے دے مثلاً مار پیٹ اور حبس وغیرہ۔ مگر اس کا قتل جائز نہیں۔ مالک نے اس مسئلہ کو امام کے اجتہاد پر چھوڑا ہے مگر تفصیل نہیں بتائی اور اصحاب مالک نے کہا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ توبہ کی صورت میں اس کے ترک میں اختلاف ہوا ہے۔ ابن الماجشون نے کہا ہے کہ اگر اس کی جاسوسی معروف ہو چکی ہو تو اسے قتل کیا جائے ورنہ تعزیر کی جائے، کچھ کلام اوپر گزر چکا ہے۔

بَابٌ فِي أَيِّ وَقْتٍ يُسْتَحَبُّ اللِّقَاءُ

کس وقت دشمن کا مقابلہ مستحب ہے؟

۲۶۵۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ثَنَا حَمَّادٌ قَالَ أَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ النُّعْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ۔

نعمان بن مقرنؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہا، جب آپ دن کے پہلے پہر میں قتال نہ کرتے تو زوالِ آفتاب تک قتال کو مؤخر فرماتے اور اس وقت ہوائیں چلتی ہیں اور مدد نازل ہوتی ہے (بخاری، ترمذی، نسائی،) بخاری باب الجزیہ میں یہ لفظ ہیں: حتی کہ ارواح چلیں اور نمازوں کا وقت آ جائے۔

شرح: بخاری کے لفظ ارواح سے مراد بھی ریاح ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہوائیں عموماً پچھلے پہر چلتی ہیں اور ان سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور ہتھیار ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ چار نمازوں کے اوقات زوالِ شمس کے بعد ہیں اور یہ اوقات قبولیتِ دعا کے ہیں۔ ترمذی کی ایک منقطع روایت میں ہے کہ اس وقت مسلمان اپنے لشکروں کے لیے فتح کی دعا مانگتے ہیں۔

بَابٌ ۱۱۲ فِيمَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الصَّمْتِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

مقابلے کے وقت خاموشی کا حکم

۲۶۵۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ثَنَا هِشَامٌ ح وَثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ثَنَا هِشَامٌ ثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُونَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ

قیس بن عباد (تابعی) نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب قتال کے وقت آواز کو ناپسند کرتے تھے۔ (بخاری، نسائی)

شرح: شعار اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ پچھلے کئی احادیث میں گزرا۔ آواز سے مراد یہاں شور و شغب اور چیخ و پکار ہے۔ شاید اس کی ممانعت اظہارِ فخر و ریا کے سبب ہوئی یا شاید اُسے بزدلی اور کمزوری کی علامت سمجھا گیا۔ خاموشی میں صبر و ثبات اور دل کا سکون و اطمینان پایا جاتا ہے۔ یا ایک دوسرے کو آوازیں دے کر بلانا مراد ہے کہ اس سے توجہ ہٹتی اور اسلحہ کے نشانے سے چوک جانے کا احتمال ہے۔ یہ حدیث مرفوع نہیں مگر اس کے حکم میں ہے۔

۲۶۵۷ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ ثَنِي مَطَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔

ابو موسیٰ اشعریؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسی حدیث کی مانند روایت کی۔ (مولانا نے فرمایا کہ سنن ابی داؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں مجھے یہ حدیث اس سند کے ساتھ نہیں ملی۔ ہاں البتہ ابو موسیٰ اشعریؓ سے یہ روایت ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر نکیر فرمائی جو بلندی پر چڑھتے اور اس سے اُترتے وقت بآوازِ بلند تکبیر

کہتے تھے اور فرمایا: اے لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ جس کو تم پکارتے ہو وہ بہرہ یا غائب نہیں ہے۔ وہ سننے والا اور قریب ہے)

بَابٌ ۱۱۳ فِي الرَّجُلِ يَتَرَجَّلُ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب اس آدمی کا جو مقابلے کے وقت پیدل ہو جائے

۲۶۵۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ ثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَانْكَشَفُوا نَزَلَ عَنْ بَغْلَتِهِ فَتَرَجَّلَ۔

براءؓ نے کہا کہ جنگ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکوں کے سامنے ہوئے تو وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خچر سے اتر کر پیدل ہو گئے۔ (بخاری، نسائی)

شرح: حنین ذوالمجاز کے پہلو میں طائف کے قریب مکہ سے ۱۲ میل دور (عرفات کی طرف سے) واقع ہے۔ ۶ شوال ۸ھ کو فتح مکہ کے بعد وہاں مشہور جنگ ہوئی تھی۔ مشرکین پہلے پہل جم کر لڑے اور مکین گاہ سے نکل کر اچانک حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں میں بھگدڑ مچی کیونکہ یہ حملہ نہائت اچانک اور غیر متوقع تھا۔ مکہ کے ۲ ہزار نو مسلم جو فوج کے آگے تھے پلٹ پڑے اور لشکر میں گڑبڑ پیدا ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خچر پر سوار تھے پھر اس سے نیچے اتر کر آگے بڑھے چلے گئے۔ مسلمانوں نے پاؤں جما لیے اور کفار کو زبردست شکست ہوگئی پیدل ہونے میں ایک تو اظہار شجاعت تھا، دوسرے مسلمانوں کو تسلی کا پیغام اور تیسرے ہوازن کی تیر اندازی سے خچر کو بچانا مطلب تھا مبادا وہ پلٹ پڑے۔

بَابٌ ۱۱۴ فِي الْخُيَلَاءِ فِي الْحَرْبِ

(جنگ میں فخر کا اظہار جائز ہونے کا باب)

۲۶۵۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا ثَنَا أَبَانُ قَالَ ثَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ وَأَمَّا الَّتِي يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ وَإِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ وَمِنْهَا

مَا يُحِبُّ اللّٰهُ فَأَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ وَأَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْبَغْيِ قَالَ مُوسٰى وَالْفَخْرِ۔

جابر بن عتیک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیرت بعض دفعہ وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور وہ بعض جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ پس وہ غیرت جس کو اللہ عزّ وجل پسند کرتا ہے وہ تہمت کے مقام میں غیرت ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ تہمت اور رشک کے مقام کے بغیر ہے اور فخر اور تکبر میں سے بعض اللہ کو ناپسند ہے اور بعض پسند پس جس تکبر کو اللہ عز وجل پسند کرتا ہے وہ تکبر ہے جو میدان جنگ میں ہے اور وہ فخر جو صدقہ دیتے وقت ہو اور جس تکبر کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے تو وہ دوسروں پر ظلم و زیادتی میں فخر و تکبر ہے۔ موسیٰ نے فخر کا لفظ بھی بولا (نسائی)

شرح: غیرت کا معنی مولانا نے لکھا ہے: محبوب میں کسی کی شراکت کو ناپسند کرنا۔ تہمت میں غیرت کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اپنی بیوی، لونڈی یا محارم پر تہمت آئے تو انسان کا دل جوش مارتا ہے اور وہ اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ محض بد ظنی کی بنا پر ایسا ہو تو وہ ممنوع ہے لیکن اگر کوئی سبب موجود ہو تو پسندیدہ ہے۔ قتال کے وقت اظہار تکبر یہ ہے کہ معرکہ جنگ میں نشاط قلب، سکون دل اور اطمینان سے داخل ہو، اس میں جلادت و شجاعت اور تبختر کا اظہار کرے، اٹھلا کر اور اکڑ کر چلے تاکہ دشمنانِ دین پر رعب اور ہیبت طاری ہو، اس کے برعکس اگر ضعفا پر زیادتی کر کے اظہار فخر و غرور کرے گا تو وہ کمینگی اور بد طینتی ہے۔ اسی طرح نسب، مال و دولت، حسن و جمال پر غرور کرنا بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ ان میں سے بعض چیزیں عارضی ہیں اور بعض فطری و من جانب اللہ۔ لہٰذا ان پر اظہار تکبر بھڑ دلی اور کم ظرفی کی علامت ہے۔ صدقہ میں اختیال کا مطلب خطابی نے یہ لکھا ہے کہ سخاوت کا جذبہ اس پر آمادہ کرے، دل کی آمادگی سے دے، احسان نہ جتائے اور کسی کو ذلیل نہ سمجھے۔

بَابٌ ۱۱۵ فِي الرَّجُلِ يُسْتَأْسَرُ

کفار کے ہاتھوں قید ہو جانے والے کا باب

۲۶۶۰۔ حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ قَالَ أَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ فَنَفَرُوا لَهُمْ هُذَيْلٌ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ لَجَأُوا إِلٰى قَرْدَدٍ فَقَالُوا لَهُمُ انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا

فَقَالَ عَاصِمٌ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ فِیْ ذِمَّةِ كَافِرٍ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا فِیْ سَبْعَةِ نَفَرٍ وَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَزَيْدُ ابْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اُصْحِبُكُمْ اِنَّ لِیْ بِهٰؤُلَاءِ لَاُسْوَةً فَجَرُّوْهُ فَاَبٰی اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَقَتَلُوْهُ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ اَسِيْرًا حَتّٰی اَجْمَعُوْا قَتْلَهٗ فَاسْتَعَارَ مُوْسٰی يَسْتَحِدُّ بِهَا فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهٖ لِيَقْتُلُوْهُ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ دَعُوْنِیْ اَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسَبُوْا مَا بِیْ جَزَعًا لَزِدْتُ۔

ابوہریرہ رضؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو جاسوس بنا کر بھیجا اور ان پہ عاصمؓ بن ثابت کو امیر بنایا۔ پس قبیلۂ ہذیل ان کی خاطر اپنے لوگوں کو جمع کر کے نکلا، یہ تقریباً ایک سو تیر انداز تھے۔ پس جب عاصمؓ کو ان کا پتہ چلا تو وہ ایک بلند ٹیلے پہ پناہ گیر ہوئے۔ ہذیل نے ان سے کہا کہ نیچے اتر آؤ، ہمارے مطیع ہو جاؤ اور تمہارے لیے عہد و پیمان ہے کہ تم میں سے ہم کسی کو قتل نہ کریں گے عاصمؓ نے کہا کہ میں تو کسی کافر کی ذمہ داری پہ نہیں اترتا، پس ہذیل نے ان پہ تیر اندازی کی اور عاصمؓ سمیت سات آدمی قتل کر دیئے اور تین آدمی ان کی طرف عہد و پیمان پہ نیچے اتر آئے، ان میں خبیبؓ اور زید بن دثنہ اور ایک اور مرد تھا۔ جب ہذیل نے ان پہ قابو پا لیا تو انہوں نے اپنی کمانوں کے تانت کھولے اور انہیں ان سے باندھ دیا۔ تیسرا آدمی بولا (عبداللہ بن طارق) یہ پہلی عہد شکنی ہے، واللہ میں تمہارے ساتھ نہ رہوں گا، میرے لیے ان (شہید ہونے والوں) میں نمونہ ہے پس کافروں نے اسے گھسیٹا پھر قتل کر دیا۔ پس خبیبؓ قید میں (مکہ میں) رہا حتیٰ کہ مشرکوں نے اس کے قتل کا عزم کر لیا۔ پس اس نے استرا مانگا کہ اس سے صفائی کرے۔ پس جب وہ اس کو لیکر نکلے تاکہ قتل کریں، خبیبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ پھر بولا: واللہ اگر تمہیں یہ خیال نہ ہوتا کہ میں گھبرا گیا ہوں تو زیادہ نماز پڑھ لیتا (بخاری، نسائی)

شرح: ان دس اصحاب میں سے چھ کے نام ابن اسحاق نے یہ گنوائے ہیں: عاصم بن ثابتؓ، مرثد بن ابی مرثد، خبیبؓ بن عدی، زیدؓ بن دثنہ، عبداللہؓ بن طارق، خالدؓ بن بکیر، باقی چار کے نام ابن سعد نے یہ بتائے ہیں: معتبؓ بن عبید (عبداللہ مذکور کا خیفی بھائی) موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اس کا نام معتب بن عوف لکھا ہے۔ باقی تین کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ یہ سریۂ رجیع کہلاتا ہے جو غزوۂ بنی لحیان کا سبب بنا تھا۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آٹھ حضرات کے قتل کے بعد ہذیل نے خبیبؓ اور زیدؓ کو مکہ سے جا کر بیچ ڈالا۔ خبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا لہٰذا اس کا بدلہ لینے کے لیے اس کے بیٹوں نے خبیبؓ کو خرید لیا۔ خبیبؓ کے قتل کو باحرمت

مہینوں کے باعث ملتوی کیا گیا تھا، ان کے گزرنے کے بعد اسے حدِ حرم سے باہر تنعیم میں لے گئے اور وہاں شہید کر ڈالا۔ جبرئیلؑ نے اس واقعہ کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی۔ اس حدیث سے فقہاء نے بوقت مجبوری قید ہونے کی اجازت نکالی ہے گو مقابلہ کر کے قتل ہو جانا افضل لکھا ہے۔

۲۶۶۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ نَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔

اوپر کی حدیث کی روایت دوسری سند کے ساتھ۔

بَابٌ ۱۱۶ فِي الْكُمَنَاءِ

کمین گاہ میں چھپنے والوں کا باب

۲۶۶۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا زُهَيْرٌ قَالَ ثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرُّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَقَالَ إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مِنْ مَكَانِكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ قَالَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ قَالَ فَأَنَا وَاللّٰهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يُشْتَدِدْنَ عَلَى الْجَبَلِ فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيمَةَ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا وَاللّٰهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ فَأَتَوْهُمْ فَصُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ۔

ابواسحاق نے براءؓ کو حدیث سناتے سنا۔ اس نے کہا کہ جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں پر عبداللہ بن جبیرؓ کو امیر مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اُچک اور نوچ رہے ہیں تب بھی اپنی اس جگہ سے نہ ہٹنا حتیٰ کہ میں تمہیں پیغام بھیجوں۔ اور اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہم نے اس مشرک قوم کو شکست دے دی ہے اور انہیں لتاڑ دیا ہے تو پھر بھی تم وہیں رہنا جب تک کہ میں تمہیں پیغام نہ بھیجوں۔ براءؓ نے کہا پس اللہ نے انہیں

(مشرکوں کو) شکست دے دی، براء نے کہ واللہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کی آڑ لے کر اوپر جا رہی ہیں پس عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے کہا: اے لوگو! مالِ غنیمت! اے لوگو مالِ غنیمت، تمہارے ساتھی غالب آگئے اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا: کیا تم بھول گئے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: واللہ ہم لوگوں میں جائیں گے اور اپنا حصہ حاصل کریں گے۔ پس وہ ان میں آگئے تو ان کے منہ پھیر دیئے گئے اور وہ شکست کھا کر بھاگے (بخاری، نسائی)

شرح: کمناء کمین کی جمع ہے اور اس کا مصدر کمون ہے جو بروز کی ضد ہے۔ معنیٰ اس کا ہے چھپنا، دشمن کی گھات میں بیٹھنا۔ یہ پچاس تیرانداز اُحد کے درے پہ کھڑے کئے گئے تھے تاکہ دشمن اُدھر سے نہ آسکے اور ان کے نیچے اتر آنے کے بعد دشمن نے اس کمزوری کو استعمال کر کے مسلم فوج کا نقصان کیا تھا۔ جنگ احد میں پہلے کفار کو شکست ہو گئی تھی۔ پھر ان تیراندازوں کی غلطی سے مسلم فوج کی فتح شکست میں بدل گئی تھی مگر کفار نے بھی اسے اپنی فتح نہ سمجھا تھا ورنہ وہ یوں دُم دبا کر میدان نہ چھوڑ جاتے۔ اگر انہیں فتح کا یقین ہوتا تو شہر میں داخل ہوتے اور وہ سب کچھ کرتے جس کی اُن خبیثوں سے امید ہو سکتی ہے۔ حافظ ابن القیم نے خطاءً یہ لکھ دیا کہ یہ پچاس آدمی گھوڑ سوار تھے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مغازیٔ موسیٰ بن عقبہ کے مطابق مسلم فوج میں ایک گھوڑا بھی نہ تھا، واقدی نے لکھا ہے کہ دو گھوڑے تھے، ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرا ابو بردہؓ کا۔ مشرک عورتیں فوج کے ساتھ حوصلہ بڑھانے اور انہیں لڑائی پہ اکسانے کے لیے آئی تھیں مثلاً ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم بنت الحارث۔ حارث بن ہشام کی بیوی فاطمہ بنت الولید۔ صفوان بن امیہ کی بیوی برزہ بنت مسعود ثقفیہ، عمرو بن العاص کی بیوی ریطہ بنت شیبہ سہمیہ، طلحہ جحبی کی بیوی سلافہ بنت سعد، مصعبؓ بن عمر کی والدہ خناس بنت مالک، یہ کل پندرہ عورتیں تھیں۔ جب کفار کا لشکر دونوں طرف سے حملہ آور ہوا تو مسلمانوں کی صفیں لوٹ چکی تھیں اور وہ اس فوری حملے کے لیے بالکل تیار نہ تھے چنانچہ بھگدڑ مچ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ۱۲۔ اصحاب رہ گئے باقی جہاں تھے وہیں گھر گئے اور بعض میدان سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔

بَابٌ فِي الصُّفُوفِ

صف بندی کرنے کا باب

۲۶۶۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ ثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اصْطَفَفْنَا يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْثَبُوكُمْ يَعْنِي غَشُوكُمْ فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ۔

ابو اسیدؓ مالک بن ربیعہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ ہم نے جنگِ بدر میں صفیں باندھیں، جب کافر تم پر آ پڑیں تو تم ان پر تیر اندازی کرو اور اپنے تیر بچا کر رکھو (مبادا ضائع ہوں) (بخاری کتاب الجہاد) یعنی تیر نشانے پر لگاؤ، قریب سے مارو اور انہیں سنبھال کر رکھو۔

بَابٌ ۱۱۸ فِي سَلِّ السُّيُوفِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

مقابلے کے وقت تلواریں کھینچنے کا باب

۲۶۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى قَالَ ثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَجِيحٍ وَلَيْسَ بِالْمَلْطِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ وَلَا تَسُلُّوا السُّيُوفَ حَتّٰى يَغْشَوْكُمْ۔

ابو اسیدؓ ساعدی نے کہا کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مشرک تمہارے قریب آئیں تو ان پر تیر پھینکو اور جب تک وہ تم پر چھا نہ جائیں تلواریں مت کھینچو (تیر اندازی کے لیے کچھ فاصلہ درکار ہوتا تھا اور بالکل دست بدست جنگ میں تلواریں ہی کام آ سکتی تھیں۔

بَابٌ ۱۱۹ فِي الْمُبَارَزَةِ

مد مقابل طلبی کا باب

۲۶۶۵۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ ثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ تَقَدَّمَ يَعْنِي عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوهُ فَنَادٰى مَنْ يُبَارِزُ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيكُمْ إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ يَا حَمْزَةُ قُمْ يَا عَلِيُّ قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنَ الْحَارِثِ فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلٰى عُتْبَةَ وَأَقْبَلْتُ إِلٰى شَيْبَةَ وَاخْتَلَفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيدِ ضَرْبَتَانِ فَأَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيدِ فَقَتَلْنَاهُ وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عتبہ بن ربیعہ آگے بڑھا اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور بھائی ولید بن عتبہ اور

شیبہ بن ربیعہ) آئے۔ پس اس نے پکار کر کہا: کون مقابلہ کرے گا؟ پس ان کے سامنے کچھ انصاری جوان گئے (عبداللہ بن رواحہ، عوفؓ بن عفرا، اور معوذؓ بن عفرا) عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے اسے بتایا تو وہ بولا: ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں، ہم تو اپنے چچازادوں (قریش) کو چاہتے ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھ اے عبیدہ بن الحارث، پس حمزہؓ عتبہ کے سامنے ہوئے اور میں شیبہ کے سامنے۔ اور عبیدہؓ اور ولید کے درمیان دو تلوار کی ضربوں کا مقابلہ ہوا اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے مقابل کو گرا دیا۔ پھر ہم ولید کی طرف گئے اور اسے قتل کر دیا اور عبیدہ کو اٹھا لائے۔

شرح: یہ جنگ بدر کا واقعہ ہے۔ حضورؐ نے دشمن کے غرور کا علاج اپنے گھر کے لوگوں کے ذریعہ سے کیا مبادا کوئی یہ کہے کہ دوسروں کو لڑاتے ہیں اور اپنوں کو بچاتے ہیں۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں فقہی مسئلہ یہ ہے کہ کفار کے جہاد میں اکاُد کا مقابلہ مباح ہے۔ عربوں میں اصل جنگ سے پہلے مشہور جنگجو اکا دکا مقابلے کرتے تھے اور جب کوئی فریق اپنی کمزوری محسوس کرتا تو عام حملہ شروع کرتا تھا۔ خطابی لکھتے ہیں کہ امیر جنگ جب اس کی اجازت دے تو مجھے اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔ امام کی اجازت کے بغیر اسے سفیان ثوری، احمد اور اسحاق نے مکروہ کہا ہے۔ اور اوزاعی سے بھی ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اذن اور بلا اذن دونوں کا ثبوت ہے۔ علیؓ، حمزہؓ اور عبیدہؓ تو حضورؐ کے اذن سے نکلے مگر انصار کا اذن سے نکلنا ثابت نہیں ہوا، ہاں حضورؐ نے ان کو منع بھی نہ فرمایا تھا۔ اور اس حدیث سے مبارزین کی ایک دوسرے کی اعانت بھی ثابت ہوتی ہے۔

بَابٌ ۱۳ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُثْلَةِ

مثلہ کی ممانعت کا باب

۲۶۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَا ثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا مُغِيرَةُ عَنْ شِبَاكٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هُنَيِّ بْنِ نُوَيْرَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعَفُّ النَّاسِ قِتْلَةً أَهْلُ الْإِيمَانِ۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتل میں سب سے زیادہ عفیف لوگ اہل ایمان ہیں (ابن ماجہ اور مسند احمد)

شرح: مُثلہ کا معنی ہے اعضائے جسم کو کاٹنا، چہرہ بگاڑنا۔ زمانۂ جاہلیت میں جوش انتقام کے باعث اس کا رواج تھا۔ اسلام نے اس کی ممانعت کی ہے اور انسان تو انسان ہے، جانور کے مثلہ کی بھی اجازت نہیں دی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان فرض کیا ہے۔ پس قتل بھی کرو تو اچھے طریقے سے اور ذبح بھی کرو تو اچھے طریقے سے اور ذبح سے پہلے چھری کو خوب تیز کر لو۔ عفت کا معنی ہے اللہ کے محارم سے باز رہنا، پس مثلہ جو حرام ہے کوئی مسلم اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ وہ لڑے گا تو اللہ کی خاطر، قتل کرے گا تو حق کی خاطر اور مثلہ و تعذیب سے باز رہے گا۔

۲۶۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ ثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْهَيَّاجِ بْنِ عِمْرَانَ أَنَّ عِمْرَانَ أَبَقَ لَهُ غُلَامٌ فَجَعَلَ لِلّٰهِ عَلَيْهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ لَيَقْطَعَنَّ يَدَهُ فَأَرْسَلَنِي لِأَسْأَلَ لَهُ فَأَتَيْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ فَأَتَيْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ۔

ہیاج بن عمران سے روایت ہے کہ عمران کا ایک غلام بھاگ گیا (یہ عمران بن فضیل بصری ہے) پس اس نے نذر مانی کہ اگر وہ قابو میں آگیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دے گا۔ پس اس نے مجھے مسئلہ پوچھنے کو بھیجا تو میں سمرہ بن جندب کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کی ترغیب دیتے اور مُثلہ سے منع فرماتے تھے پھر میں عمران بن حصین کے پاس گیا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کی ترغیب دیتے اور مُثلہ سے منع فرماتے تھے۔

شرح: محض آتشِ انتقام کو بجھانے کے لیے مُثلہ جائز نہیں ہے۔ اگر کافروں نے ایسا کیا ہو تو قصاص کی خاطر جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُرَنیین کے ساتھ وہی کچھ کیا تھا جو انہوں نے آپ کے چرواہوں سے کیا تھا اگر میدانِ جنگ میں حرب وضرب کے دوران میں کسی کے اعضاء کٹ جائیں، آنکھ پھوٹ جائے، کان اڑ جائے وغیرہ تو اس میں حرج نہیں۔ دشمن کو قابو میں لے آنے کے بعد اس کا مُثلہ نہیں کریں گے۔ اسی طرح مسلمانوں میں باہم جو قصاص ہوگا وہ بھی مُثلہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم عُرَنیین کے قصہ سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ بہرصورت حُرمت کا حکم مقدم سمجھا جائے گا۔

بَابٌ ۱۲۱ فِي قَتْلِ النِّسَاءِ

عورتوں کے قتل کا باب

۲۶۶۸۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ وَقُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ قَالَا ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوے میں ایک مقتول عورت پائی گئی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل پر نکیر فرمائی (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد)

شرح: اس مسئلے پر اس سے قبل ایک مقام پر گفتگو گزر چکی ہے۔ الدر المختار میں ہے کہ عورت، غیر مکلف، شیخ فانی، نابینا لولا لنگڑا، راہب، مجنون اور اہل کلیسا کو قتل نہ کیا جائے جبکہ یہ لوگ دوسروں سے نہ ملیں اور دوسروں کو جنگ پر نہ اکسائیں، ان کی کوئی تدبیر، حیلہ اور مکروفریب نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمہ کے قتل کا حکم دیا تھا جو ایک ثابت شدہ امر ہے حالانکہ اس کی عمر اس وقت ایک سو بیس برس یا اس سے زیادہ تھی اور نابینا ہو چکا تھا۔ وجہ یہ کہ اسے ہوازن کے لشکر میں جنگی مشوروں کے لیے لایا گیا تھا۔ گزشتہ تمام فریقوں میں سے اگر کوئی قتال میں حصہ لے تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے لیکن بچہ اور مجنون کسی حال میں نہیں مارا جائے گا۔ عورت اگر ملکہ ہے یا بچہ اگر بادشاہ ہے تو انہیں بھی قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان کے قتل میں کفار کی شان وشوکت کی شکست ہے۔

۲۶۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ ثَنَا عُمَرُ بْنُ الْمُرَقَّعِ بْنِ صَيْفِيِّ بْنِ رَبَاحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّهِ رَبَاحِ بْنِ رَبِيعٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ عَلَى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ انْظُرْ عَلَى مَا اجْتَمَعَ هَؤُلَاءِ فَجَاءَ فَقَالَ عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيلٍ فَقَالَ مَا كَانَتْ هَذِهِ لِتُقَاتِلَ قَالَ وَعَلَى الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ قُلْ لِخَالِدٍ لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا۔

رباح بن ربیعؓ نے کہا کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے لوگوں کو کسی چیز پر اکٹھے ہوتے دیکھا پس ایک آدمی کو بھیج کر حکم دیا کہ دیکھو یہ لوگ کس چیز پر جمع ہیں۔ اس نے واپس آکر بتایا کہ ایک عورت پر جمع ہیں جو مقتول ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو قتال کرنے والی نہ تھی، اور مقدمۃ الجیش پر خالد بن الولید تھے۔ پس آپؐ نے ایک آدمی بھیجا کہ خالدؓ سے کہو۔ کسی عورت یا غلام (لونڈی غلام یا ذاتی نوکر، خدمتگار) کو قتل مت کر (ابن ماجہ، نسائی)

شرح: رباح اور ریاح دونوں طرح سے آیا ہے۔ خطابی نے کہا کہ حضورؐ نے جو عورت کے قتل کی ممانعت کی علت اس کے عدم قتال کو قرار دیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ قتال کرے تو قتل کی جا سکتی ہے۔ عسیف کا معنی مزدور اور خدمتگار ہے۔ یہ غزوہ شائد فتح مکہ جس میں خالد بن الولید مقدمۃ الجیش پر سالار تھے۔ اجیر اور خدمتگار کی علامت شاید یہ ہوگی کہ وہ غیر مسلح ہوگا۔

۲۶۷۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ ثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ ثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ ثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوْا شُیُوْخَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاسْتَبْقُوْا شَرْخَھُمْ۔

سمرہ بن جندبؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کے بوڑھوں کو قتل کرو اور نوجوانوں کو زندہ رہنے دو (ترمذی نے اس کی روایت کر کے کہا: حسن صحیح غریب)

شرح: خطابی نے کہا کہ شرخ شارخ کی جمع ہے جس کا معنی ہے نو عمر، مراد بچے اور نابالغ ہیں، اور اس کے مقابلے میں شیوخ سے مراد بڑی عمر کے لوگ ہیں نہ کہ شیخ فانی، پہلے گزرا ہے کہ شیخ فانی بھی اگر جنگی مشورہ میں شریک ہو، صاحب تدبیر ہو تو اس کا قتل جائز ہے۔

۲۶۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَمْ تُقْتَلْ مِنْ نِسَائِھِمْ تَعْنِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ اِلَّا امْرَأَۃٌ اِنَّھَا لَعِنْدِیْ تُحَدِّثُ تَضْحَکُ ظَھْرًا وَبَطْنًا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْتُلُ رِجَالَھُمْ بِالسُّوْقِ اِذْ ھَتَفَ ھَاتِفٌ بِاسْمِھَا اَیْنَ فُلَانَۃُ قَالَتْ اَنَا قُلْتُ وَمَا شَأْنُکِ قَالَتْ حَدَثٌ اَحْدَثْتُہٗ قَالَتْ فَانْطَلَقَ بِھَا فَضُرِبَتْ عُنُقُھَا قَالَتْ فَمَا اَنْسٰی عَجَبًا مِنْھَا اَنَّھَا تَضْحَکُ ظَھْرًا وَبَطْنًا وَقَدْ عَلِمَتْ اَنَّھَا تُقْتَلُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بنی قریظہ کی عورتوں میں سے صرف ایک قتل کی گئی۔ وہ میرے پاس تھی اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوئی جاتی تھی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں ان کے مردوں کو قتل کرا رہے تھے۔ اچانک ایک پکارنے والے نے اس کا نام پکارا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ وہ کہنے لگی: میں ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ وہ یوں کہ میں نے ایک جرم کیا تھا۔ پس اُسے لے جایا گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس کی یہ عجیب بات نہیں بھولتی کہ وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوئی جاتی تھی حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ قتل کر دی جانے والی ہے۔

شرح: بقول خطابی اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تھی۔ یہی حنفیہ کا قول ہے کہ کسی نبی کو گالی دینے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ اس کی حد ہے جس سے مفر نہیں یا اسے مرتد کی مانند توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ الدر المختار میں ہے کہ ہر مرتد کی توبہ قبول کی جا سکتی ہے سوائے اس کے جو کسی نبی کو گالی دے۔ اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلقاً قبول نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر وہ کسی نبی سے بغض رکھے اور اس کا ثبوت مل جائے میں عرض کرتا ہوں کہ اس مسئلے پر شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے ایک کتاب لاجواب بنام: الصارم المسلول علی شاتم الرسولؐ لکھی ہے۔ اس میں مسئلے کے ہر پہلو پر مفصل، مدلل بحث کی ہے۔ خطابی نے امام مالک کی بھی یہی رائے لکھی ہے

اور لکھا ہے کہ اہلِ اندلس کا عمل اسی پر تھا کیونکہ وہاں کے لوگوں کی غالب اکثریت مالکی تھا۔ بقول واقدی یہ عورت خلاد رضؓ بن سوید کی قاتل بھی تھی۔

۲۶۷۲۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اَنَّهُ سَاَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُبَيَّتُونَ فَيُصَابُ مِنْ ذَرَارِيِّهِمْ وَنِسَائِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ مِنْهُمْ وَكَانَ عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ يَقُولُ هُمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ قَالَ الزُّهْرِيُّ ثُمَّ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ۔

ابن عباس رضؓ نے صعب بن جثامہ رضؓ سے روایت کی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی کسی آبادی کے متعلق سوال کیا۔ کہ اگران پر شب خون مارا جائے اور ان کے بچے اور عورتیں قتل کی جائیں تو کیا حکم ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ انہی میں سے ہیں۔ عمرو بن دینار کہتا تھا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد میں سے ہیں (یعنی سب کا حکم ایک ہے) زہری نے کہا کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا تھا (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: زہری کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کے قتل کے جواز کا حکم منسوخ ہے۔ لیکن بات یہ نہیں ہے سوال کا منشاء یہ تھا کہ شب خون میں عورتوں کو بچوں کو بچانا اور امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے اور یہ چیز تو اب بھی باقی ہے پس بلاقصد اگر وہ قتل ہو جائیں تو جائز ہے اور بالقصد ان کا قتل جائز نہیں ہے۔ خطابی کی گفتگو سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے زہری کے قول سے اتفاق نہیں کیا۔

بَابٌ ۱۲۲ فِي كَرَاهِيَةِ حَرْقِ الْعَدُوِّ بِالنَّارِ

دشمن کو آگ سے جلانے کی کراہیت کا باب

۲۶۷۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ ثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ قَالَ ثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَمْزَةَ الْاَسْلَمِيُّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّرَهُ عَلٰى سَرِيَّةٍ قَالَ فَخَرَجْتُ فِيهَا وَقَالَ اِنْ وَجَدْتُّمْ فُلَانًا فَاحْرِقُوهُ بِالنَّارِ فَوَلَّيْتُ فَنَادَانِي فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ اِنْ وَجَدْتُّمْ فُلَانًا فَاقْتُلُوهُ وَلَا تُحْرِقُوهُ فَاِنَّهُ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ۔

حمزہ اسلمیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (حمزہؓ کو) ایک سریہ پر امیر بنایا۔ حمزہؓ نے کہا کہ پھر میں اس کی طرف گیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اگر تم فلاں کو پاؤ تو اُسے آگ سے جلادو، پس جب میں مڑ کر جانے لگا تو حضورؐ نے مجھے آواز دی اور میں پلٹ کر خدمت میں حاضر ہوا، تو فرمایا کہ اگر تم فلاں کو پاؤ تو اُسے قتل کر دو اور اسے مت جلاؤ کیونکہ آگ کا عذاب صرف آگ کا رب ہی دے سکتا ہے۔

شرح: مولانا نے شوکانی کے حوالے سے فرمایا کہ آگ سے جلانے کے متعلق سلف میں اختلاف ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہما نے اسے مطلقاً مکروہ کہا ہے خواہ کفر کے باعث ہو خواہ قصاص میں یا مقابلے کی حالت میں۔ اور اسے علیؓ اور خالدؓ وغیرہما نے جائز رکھا ہے۔ مہلب نے کہا کہ یہ نہی تحریم کے طور پر نہیں بلکہ تواضع کے طور پر ہے۔ اور صحابہؓ کا فعل جلانے کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائی تھیں اور صحابہؓ کی موجودگی میں حضرت ابو بکرؓ نے آگ لگائی تھی اور خالد بن ولیدؓ نے بعض مرتدین کو جلایا تھا اور اسی طرح حضرت علیؓ نے بھی (عبداللہ بن سبا یہودی رافضی کے ٹولے کو) جلایا تھا۔ اور اس حدیث کو بخاری نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اگر تم فلاں فلاں کو پاؤ تو آگ سے جلا دینا (یہ حدیث اس کے بعد آتی ہے) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ اگر تم ہبار بن اسود کو اور اس شخص کو جس نے حضرت زینبؓ کو بحالتِ حمل اونٹ سے گرادیا تھا، پاؤ تو دونوں کو آگ سے جلا دینا۔ یہ واقعہ حضرت زینبؓ کی ہجرت کے موقع پر پیش آیا تھا جنہیں ابوالعاصؓ حسبِ وعدہ سوار کر کے مدینہ سے جا رہا تھا۔ ہبار کا نام اس لیے لیا کہ اصل باعث اس فعل کا وہی تھا بعد میں ہبارؓ مسلمان ہوا، لشکر اسے نہ پاسکا مگر اسلام نے اسے پالیا۔ وہ ہجرت کر کے خود مدینہ آحاضر ہوا تھا۔ اس کے ساتھی کا نام ابن السکن نے نافع بن عبد قیس لکھا ہے۔ یہ شاید حالتِ کفر میں مرا کیونکہ صحابہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

خطابی نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ کافر کو جلانے کی ممانعت تب ہے جبکہ وہ گرفتار ہو کر قابو میں آچکا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ جنگ میں ضرورت کے موقع پر آگ لگانے کی اجازت دی ہے۔ اُسامہؓ کو اُبنیٰ نامی بستی کو جلانے کا حکم ملا تھا (حدیث ۲۶۱۶) قلعوں پر آگ برسانے کی اجازت سفیان ثوری اور شافعی سے ثابت ہے، مگر یہ شدید ضرورت پر منحصر ہے۔ مگر میں عرض کرتا ہوں کہ آج کل کی جدید ہوائی اور زمینی جنگ کا مدار ہی زیادہ تر آگ برسانے، گولے پھینکنے اور آبادیوں کو برباد کرنے پر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک مسلمان حسب ضرورت ایسا نہ کریں گے کفار کا مقابلہ کیسے ممکن ہوگا؟

۲۶۷۴۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ وَقُتَيْبَةُ أَنَّ اللَّيْثَ ابْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَذَكَرَ مَعْنَاهُ۔

ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا تو فرمایا: اگر تم فلاں اور فلاں کو پاؤ آلخ (بخاری، ترمذی، اوپر اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

۲۶۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ غَيْرُ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ قُلْنَا نَحْنُ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، حضورؐ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک چڑیا کو اس کے دو چوزوں کے سمیت دیکھا۔ پس ہم نے اُس کے چوزے پکڑ لیے۔ پس وہ چڑیا آئی اور ان پر اپنے پروں کو پھیلانے لگی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: کس نے اس کو اس کے بچوں کو دکھ پہنچایا ہے؟ اس کے بچوں کو اسے واپس کر دو۔ اور آپ نے پھر ایک چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ فرمایا اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم نے جلایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ مناسب نہیں کہ آگ کے رب کے سوا کوئی اور آگ کا عذاب دے (منذری نے کہا ہے کہ بخاری اور ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن کا سماع اپنے باپ عبداللہ بن مسعودؓ سے تسلیم کیا ہے اور ترمذی نے عبدالرحمٰن عن ابیہ کی حدیث کی تصحیح کی ہے)

شرح: خطابی نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ اس سے زنبور (بھڑ) کا چھتا جلانے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ رہا چیونٹی کا معاملہ، سو اس کا ضرر تو کم ہے کیونکہ جلائے بغیر اس سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک نبی نے چیونٹیوں کی بستی پر گزر کیا اور ایک چیونٹی نے اس کے پاؤں پر کاٹا تو اس نے اس بستی کو جلوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی فرمایا تو نے ایک چیونٹی کو کیوں نہ جلایا؟ یعنی ایک گناہ پر ساری بستی کو کیوں آگ دلوا دی؟

بَابُ ۱۲۲ الرَّجُلِ يُكْرِي دَابَّتَهُ عَلَى النِّصْفِ أَوِ السَّهْمِ

اس شخص کا باب جو اپنا جانور نصف پر یا غنیمت کے حصے پر کرائے پر دے۔

۲۶۷۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو النَّضْرِ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ يَحْيَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ نَادَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَخَرَجْتُ إِلَى أَهْلِي فَأَقْبَلْتُ وَقَدْ خَرَجَ أَوَّلُ صَحَابَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَفِقْتُ فِي الْمَدِينَةِ أُنَادِي أَلَا مَنْ يَحْمِلُ رَجُلًا لَهُ سَهْمُهُ فَنَادَى شَيْخٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لَنَا سَهْمُهُ عَلَى أَنْ نَحْمِلَهُ عُقْبَةً وَطَعَامُهُ مَعَنَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَسِرْ عَلَى بَرَكَةِ اللهِ تَعَالَى قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ خَيْرِ صَاحِبٍ حَتَّى أَفَاءَ اللهُ عَلَيْنَا فَأَصَابَنِي قَلَائِصُ فَسُقْتُهُنَّ حَتَّى أَتَيْتُهُ فَخَرَجَ فَقَعَدَ عَلَى حَقِيبَةٍ مِنْ حَقَائِبِ إِبِلِهِ ثُمَّ قَالَ سُقْهُنَّ مُدْبِرَاتٍ ثُمَّ قَالَ سُقْهُنَّ مُقْبِلَاتٍ فَقَالَ مَا أَرَى قَلَائِصَكَ إِلَّا كِرَامًا قَالَ إِنَّمَا هِيَ غَنِيمَتُكَ الَّتِي شَرَطْتُ لَكَ قَالَ خُذْ قَلَائِصَكَ يَا ابْنَ أَخِي فَغَيْرَ سَهْمِكَ أَرَدْنَا۔

واثلہ رضی اللہ عنہ ابن اسقع نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی منادی کرائی تو میں اپنے گھر گیا۔ پھر میں جب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پہلی جماعت مدینہ سے نکل چکی تھی۔ پس میں نے مدینہ میں منادی شروع کی: کیا کوئی ہے جو ایک آدمی کو اس کے مالِ غنیمت کے حصے پر سواری دے؟ ایک انصاری بوڑھے نے پکار کر کہا: ہاں! اُس کا حصہ ہمارا ہے اس شرط پر کہ ہم اس کے ساتھ باری سے سوار ہوں گے اور اُس کا کھانا ہمارے ساتھ ہوگا، ہاں تو اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو۔ واثلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بہترین ساتھی کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مالِ فئی دیا اور مجھے کچھ جوان اونٹنیاں ملیں۔ میں انہیں ہانک کر اس انصاری کے پاس پہنچا تو وہ باہر نکلا تو اپنی ایک اونٹنی کے کجاوے کے پیچھے بیٹھا اور مجھ سے کہا کہ انہیں چلاؤ کہ میں ان کی پشت دیکھوں۔ پھر کہا کہ انہیں میری طرف منہ کر کے لاؤ۔ پھر بولا: میں دیکھتا ہوں کہ تیری اونٹنیاں بہت اچھی ہیں۔ واثلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بولا، یہ تیرا مالِ غنیمت ہے جس کی میں نے تجھ سے شرط کی تھی۔ وہ بولا: اے بھتیجے تو اپنی اونٹنیاں لے لے، ہم نے تو تیرے حصے کے علاوہ کسی اور چیز (اجر و ثواب) کا ارادہ کیا تھا۔

شرح: یہاں ایک اشکال ہے کہ جنگ تبوک میں تو قتال نہیں ہوا تھا، پس واثلہ رضی اللہ عنہ کو یہ مالِ غنیمت کہاں سے مل گیا؟ اس کا جواب آسان ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل کے بادشاہ اُکیدر کی طرف خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور خالد رضی اللہ عنہ نے اسے گرفتار کر لیا تھا۔ پھر اسے اس شرط پر رہا کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ دومۃ الجندل کو فتح کرا دے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زندہ لے جایا جائے گا۔ اکیدر نے یہ معاہدہ کر لیا مگر اس کے بھائی مصاد نے قلعہ سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ اکیدر نے کہا کہ اس سے بھی کوئی معاہدہ کر لو اور اسے بھی زندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانے کی شرط کر لو۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے اور دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑوں، چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں سے مصالحت ہو گئی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر کو چھوڑ دیا اور اس نے قلعے کا دروازہ کھلوا دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ قلعہ میں داخل ہو گئے اور اکیدر اور اس کے بھائی کی جان بخشی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت

لے گئے جبکہ حضورؐ تبوک سے مدینہ واپس پہنچ گئے تھے۔ جب خالدؓ ان دونوں بھائیوں کو لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ جزیئے پر مصالحت کر لی اور انہیں رہا کر دیا اور انہیں امان نامہ لکھوا دیا۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ خالدؓ پہلے ہی گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ پر معاہدہ کر چکے تھے تو اس کا کیا ہوا؟ حضورؐ کا لشکر تو اس جنگ میں تیس ہزار تھا، پھر واثلہؓ کو یہ اونٹنیاں کیسے مل گئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جزیئے کا معاہدہ تو آئندہ کے لیے ہوا تھا۔ جو کچھ خالدؓ نے اُکیدر سے حاصل کیا تھا وہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو دے دیا گیا تھا۔ حدیث میں اس بات کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ کرایہ پر لڑنا اور مالِ غنیمت کا حصہ اور کے لیے مقرر کر دینا (سواری وغیرہ کی شرط پر) جائز ہے کیونکہ اس کی ممانعت اس سے پہلے گذر چکی ہے اور یہاں یہ نہیں ہے کہ حضورؐ کو بھی اس معاملے یا معاہدے کی خبر مل گئی تھی اور آپؐ نے اسے جائز رکھا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ امام ابو داؤد نے اس واقعہ سے کرائے پر جہاد کرنے کی دلیل نکالی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی اجارہ نہ تھا مگر نیکی کے بدلے نیکی کا وعدہ تھا۔ کیونکہ اجارے کی صحت تو معقود علیہ کی تعیین پر اور اُجرت وغیرہ کے تقرر پر ہوتی ہے اور وہ یہاں معدوم تھی۔ انصاری نے اپنی سواری پر واثلہؓ کو باری کے ساتھ بٹھایا تھا جو عقدِ اجارہ کی نفی کرتا ہے۔

بَابٌ ۱۲۴ فِي الْأَسِيرِ يُوثَقُ

قیدی کو باندھنے کا باب

۲۶۷۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ ثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَقَدْ عَجِبَ رَبُّنَا تَعَالٰى مِنْ قَوْمٍ يُقَادُونَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي السَّلَاسِلِ۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا تھا کہ: ایک قوم سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا جو زنجیروں میں باندھ کر جنت کی طرف لے جائے جاتے تھے (بخاری کتاب الجہاد) یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظیم ہے کہ لوگوں کو زنجیروں میں باندھ کر قیدیوں کی صورت میں لایا جائے۔ وہ دارالاسلام میں داخل کئے جائیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو پھیر کر اسلام کی توفیق عطا فرما دے اور اس سبب سے جنت میں داخل ہو جائیں۔ گویا بطور محاورہ و استعارہ فرمایا گیا کہ بالفاظِ دیگر انہیں قیدی بنا کر جنت میں پہنچا دیا گیا۔ ہر شخص جس کو پہلے نیکی پر مجبور کیا جائے اور پھر اسے شرحِ صدر حاصل ہو جائے اور برضا و رغبت نیکی کو ادا کرنے لگے اس کا یہی حکم ہے۔ مہلب نے کہا کہ اس حدیث میں جنت سے مراد اسلام ہے کیونکہ وہ دخولِ جنت اور حصولِ نجات کا سبب ہے۔ بخاری میں ابو ہریرہؓ کا قول مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کا مطلب یہ ہے کہ: تم انسانوں کے لیے سب انسانوں سے بہتر ہو، ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاتے ہو حتی کہ وہ (برضا و رغبت) اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اس سلسلے میں ثمامہؓ بن اثال کا واقعہ صحاح میں مشہور ہے کہ اسے لا کر مسجد میں ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ حضورؐ روزانہ اس کا حال دریافت فرماتے اور وہ روزانہ ہی ایک متکبرانہ جواب دیتا رہا۔ آخر حضورؐ نے اسے رہا کر دیا۔ وہ

باہر نہا دھو کر پھر کلمہ پڑھتا ہوا مسجد میں داخل ہوا تھا۔ دراصل یہ لوگ جب اسلامی معاشرے کے احوال مسلمانوں کے اخلاق، بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وسلوک کو دیکھتے تو اسلام ان کے دلوں میں گھر کر جاتا تھا۔

۲۶۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِی الْحَجَّاجِ اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ يَعْقُوبَ ابْنِ عُتْبَةَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ مَكِيْثٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ غَالِبٍ اللَّيْثِيَّ فِي سَرِيَّةٍ وَكُنْتُ فِيْهِمْ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَشُنُّوا الْغَارَةَ عَلٰى بَنِي الْمُلَوَّحِ بِالْكَدِيْدِ فَخَرَجْنَا حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْكَدِيْدِ لَقِيْنَا الْحَارِثَ بْنَ الْبَرْصَاءِ اللَّيْثِيَّ فَاَخَذْنَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا جِئْتُ اُرِيْدُ الْاِسْلَامَ وَاِنَّمَا خَرَجْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اِنْ تَكُنْ مُسْلِمًا لَمْ يَضُرَّكَ رِبَاطُنَا يَوْمًا وَلَيْلَةً وَاِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذٰلِكَ نَسْتَوْثِقْ مِنْكَ فَشَدَدْنَاهُ وَثَاقًا۔

جندب بن مکیث نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن غالب لیثی کو ایک سریہ میں بھیجا اور میں اہل لشکر میں سے تھا پس آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ کدید کے مقام قبیلۂ بنی ملوح پہ غارت ڈالیں۔ ہم نکلے حتی کہ جب ہم کدید میں پہنچے تو ہمیں حارث بن برصا لیثی ملا، پس ہم نے اسے پکڑ لیا تو وہ بولا کہ میں تو اسلام لانے جا رہا ہوں اور میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا ہے۔ ہم نے کہا کہ اگر تو مسلم ہے تو ایک شب و روز ہمیں تیرا باندھ رکھنا تیرے لیے مضر نہیں ہوگا۔ اور اگر تو اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو ہم تیرے بارے میں پر یقین ہو جائیں گے۔ پس ہم نے اسے کس کر باندھ لیا (مسند احمد)

شرح: منذری نے لکھا ہے کہ صحیح نام غالب بن عبداللہ ہے مگر اسد الغابہ میں ابن الاثیر نے اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کا نام عبداللہ بن غالب لکھا ہے۔ یہ سریہ ۷ھ یا ۸ھ میں بھیجا گیا تھا۔ جندب بن مکیث صحابی ہیں اور دادا کی طرف منسوب ہیں، اصل میں جندب بن عبداللہ بن مکیث ہیں۔

۲۶۷۹۔ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ وَقُتَيْبَةُ قَالَ قُتَيْبَةُ ثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ سَيِّدُ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَأَعَادَ مِثْلَ هٰذَا الْكَلَامِ فَتَرَكَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَذَكَرَ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ قَالَ عِيْسٰى أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ وَقَالَ ذَا ذِمٍّ.

سعید بن ابی سعیدؒ نے ابوہریرہؓ کو کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف گھوڑ سواروں کا ایک رسالہ بھیجا۔ وہ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثالؓ کو لے کر آئے جو اہل یمامہ کا سردار تھا۔ پس اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا: اے ثمامہ! تیرے پاس (تیرے دل میں) کیا ہے؟ اُس نے کہا: اے محمد! میرے پاس خیر ہے اگر تو قتل کرے تو ایک قیمتی خون والے کو قتل کرے گا (جس کا بدلہ لیا جائے گا) اور اگر تو احسان کر دے تو ایک شکر گزار پر احسان کرے گا اور تو اگر مال چاہتا ہے تو جو مانگو ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا، حتی کہ جب دوسرا دن ہوا تو پھر اس سے فرمایا اے ثمامہ! تیرے پاس کیا ہے! ثمامہ نے اپنا پہلا قول دہرا دیا تو حضورؐ نے اسے پھر چھوڑا اور تیسرے دن پھر اسی قسم کی بات چیت ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو۔ پس وہ مسجد کے قریب کھجوروں کے ایک جھنڈ میں گیا اور اس میں غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور توحید و رسالت کی شہادت کا اعلان کیا۔ اور قتیبہ نے آخر تک حدیث بیان کی۔ عیسٰی بن حماد راوی نے أَخْبَرَنَا کا لفظ بولا (جبکہ قتیبہ نے حدثنا کہا تھا۔ اور اس نے ذَا دَمٍ کے بجائے ذَا ذِمٍّ کہا (یعنی ذمہ داری والا شخص) بخاری، مسلم، نسائی۔

شرح: حدیث کے آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ مختصر آئی ہے ورنہ اس کے بعد بھی کچھ مضمون باقی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ثمامہ مکہ پہنچا وہاں اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا اور کفار نے جب کہا کہ تم مسلمان ہو کر یوں بے کھٹکے کعبہ کا طواف کرتے ہو تو ثمامہ نے کہا تھا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ ہو گا یمن سے تمہیں غلے کا ایک دانہ بھی نہیں آنے دوں گا۔ چنانچہ وطن جا کر اس نے یہ پابندی لگا دی اور کفارِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کرائی۔ رحمتِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلّہ دوبارہ کھلوا دیا۔ یہ نیکی خون کے پیاسے دشمنوں کے ساتھ تھی۔

۲۶۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ قَالَ ثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ

عَنِ ابْنِ إِسْحٰقَ قَالَ ثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ قُدِمَ بِالْأُسَارٰى حِيْنَ قُدِمَ بِهِمْ وَسَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ عِنْدَ آلِ عَفْرَاءَ فِي مُنَاخِهِمْ عَلٰى عَوْفٍ وَمُعَوِّذٍ ابْنَيْ عَفْرَاءَ قَالَ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهِنَّ الْحِجَابُ قَالَ تَقُوْلُ سَوْدَةُ وَاللّٰهِ إِنِّي لَعِنْدَهُمْ إِذْ أُتِيْتُ فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ الْأُسَارٰى قَدْ أُتِيَ بِهِمْ فَرَجَعْتُ إِلٰى بَيْتِي وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ وَإِذَا أَبُوْ يَزِيْدَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي نَاحِيَةِ الْحُجْرَةِ مَجْمُوْعَةٌ يَدَاهُ إِلٰى عُنُقِهِ بِحَبْلٍ ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَهُمَا قَتَلَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَكَانَا انْتَدَبَا لَهُ وَلَمْ يَعْرِفَاهُ وَقُتِلَا يَوْمَ بَدْرٍ۔

یحیٰی بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن سعد بن زُرارہ نے کہا کہ کچھ قیدی لائے گئے (یعنی بدر کے ستر کافر قیدی) اور سودہؓ بنت زمعہ، ام المؤمنین آلِ عفراء کے پاس ان کے ڈیرے میں عوف اور معوذ، عفراء کے بیٹوں کے پاس تھیں یحیٰی نے کہا کہ یہ واقعہ پردے کا حکم آنے سے پہلے کا ہے۔ یحیٰی نے کہا کہ سودہؓ کہتی تھیں: جب یہ قیدی لائے گئے تو اس وقت میں عفراء کے خاندان والوں میں تھی۔ پس میں اپنے گھر واپس آئی اور وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ابویزید سہیل بن عمرو کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ پھر راوی نے ساری حدیث بیان کی۔ ابوداؤد نے کہا کہ عوفؓ اور معوذؓ نے ابوجہل کو قتل کیا تھا حالانکہ وہ پہلے سے اسے نہیں پہچانتے تھے مگر اس کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے اور یہ دونوں بھی جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے (المستدرک للحاکم)

شرح: مولاناؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند سے پتہ چلا کہ یحیٰی بن عبد اللہ ام المؤمنین سودہؓ سے روایت کرتا ہے نہ کہ اپنے دادا عبد الرحمن سے۔ مگر اس حدیث کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے اور اس امر میں اختلاف ہے کہ عبد الرحمن صحابی تھے یا نہیں۔ اگر حاکم کی روایات کا لحاظ کیا جائے تو عبد الرحمن کے صحابی نہ ہونے کی صورت میں یہ روایت مرسل ہوگی۔ ابوداؤد کے سیاق سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یحیٰی کو ام المؤمنین سودہؓ سے سماع حاصل ہے یا نہیں، دوسری صورت میں بھی ظاہر ہے کہ اس سیاق کی رو سے یہ حدیث مرسل ماننی پڑے گی۔ ابونعیم نے صرف اس حدیث کی بناء پر عبد الرحمن بن سعد کو صحابی کہا ہے۔ بعض روایات میں یہاں پر سعد بن زرارہ کے بجائے اسعدؓ بن زرارہ کا نام آتا ہے۔ بہرحال اس روایت کے متصل ہونے میں گڑبڑ ہے۔

مولاناؒ نے فرمایا، ابوداؤد نے ابوجہل کے قاتلوں کا نام عوفؓ اور معوذؓ بتایا ہے حالانکہ قاتلوں کے نام معاذؓ اور معوذؓ ہیں۔ اور بعض روایات میں معاذؓ بن عمرو بن الجموح کا نام آتا ہے۔ عوف کا ذکر ابوداؤد اور ابن سعد کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔ ابن سعد نے بھی کہا ہے کہ عوف نے جب ابوجہل کو زخمی کیا تو اس نے پلٹ کر تلوار سے عوف کو قتل کر دیا

مگراس نے عوف بن الحارث کہا ہے اور بتایا ہے کہ عوفؓ معاذؓ اور معوذؓ تینوں بھائی حارث کے بیٹے تھے۔ حارث کے بعد ان کی ماں عفراءؓ نے بکیر بن یالیل لیثی سے نکاح کیا تھا اور اس سے چار بیٹے: ایاسؓ، عاقلؓ، خالدؓ اور عامرؓ پیدا ہوئے تھے۔ یہ ساتوں بھائی جنگ بدر میں شریک تھے، لیکن حسب روایتِ بخاری ابوجہل کے تین قاتل تھے: معاذؓ، معوذؓ (دونوں حارث کے بیٹے اور عفراءؓ کے بھی) اور معاذؓ بن عمرو بن جموع۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابٌ ۱۲۵ فِي الْأَسِيرِ يُنَالُ مِنْهُ وَيُضْرَبُ وَيُقَرَّرُ

قیدی کی مارپیٹ اور اسے اعتراف کرانے کا باب

۲۶۸۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَدَبَ أَصْحَابَهُ فَانْطَلَقُوا إِلَى بَدْرٍ فَإِذَا هُمْ بِرَوَايَا قُرَيْشٍ فِيهَا عَبْدٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ فَأَخَذَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ أَيْنَ أَبُو سُفْيَانَ فَيَقُولُ وَاللّٰهِ مَا لِي بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ عِلْمٌ وَلٰكِنْ هٰذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ جَاءَتْ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ وَعُتْبَةُ وَشَيْبَةُ ابْنَا رَبِيعَةَ وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ فَإِذَا قَالَ لَهُمْ ذٰلِكَ ضَرَبُوهُ فَيَقُولُ دَعُونِي دَعُونِي أُخْبِرْكُمْ فَإِذَا تَرَكُوهُ قَالَ وَاللّٰهِ مَا لِي بِأَبِي سُفْيَانَ مِنْ عِلْمٍ وَلٰكِنْ هٰذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ وَعُتْبَةُ وَشَيْبَةُ ابْنَا رَبِيعَةَ وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ قَدْ أَقْبَلُوا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَسْمَعُ ذٰلِكَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ لَتَضْرِبُونَهُ إِذَا صَدَقَكُمْ وَتَدَعُونَهُ إِذَا كَذَبَكُمْ هٰذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ لِتَمْنَعَ أَبَا سُفْيَانَ قَالَ أَنَسٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا جَاوَزَ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخِذَ بِأَرْجُلِهِمْ فَسُحِبُوا فَأُلْقُوا فِي قَلِيبِ بَدْرٍ۔

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تو وہ بدر کی طرف چلے۔ انہوں نے اچانک قریش کے پانی ڈھونے والے اونٹوں کو دیکھا، ان میں بنی حجاج کا ایک کالا غلام تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اُسے پکڑ لیا اور اس سے پوچھنے لگے: ابوسفیان کہاں ہے؟ وہ کہتا واللہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں لیکن یہ قریش آئے ہیں ان میں ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب وہ یہ کہتا تو وہ اسے مارتے، پھر وہ کہتا مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں بتاتا ہوں۔ جب اسے چھوڑتے تو کہتا واللہ مجھے ابوسفیان کا کوئی علم نہیں ہے۔ مگر یہ قریش کے لوگ آئے ہیں ان میں ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف ہیں۔ اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ جب آپ نے نماز ختم کی اور فرمایا: اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب وہ تم سے سچ کہتا ہے تو تم اسے پیٹتے ہو اور جب جھوٹ بولتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو۔ واقعی یہ قریش ابوسفیان کی حفاظت کے لیے آئے ہیں۔ انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل فلاں کے گرنے کی جگہ یہ ہے اور آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا اور یہ کل فلاں کی قتل گاہ ہے اور آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا۔ اور کل فلاں کی قتل گاہ یہ ہوگی، اور آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا۔ انسؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جو میری جان کا مالک ہے ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمین پر ہاتھ رکھنے کی جگہ سے ادھر اُدھر نہ مرا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق حکم دیا، ان کی ٹانگیں پکڑی گئیں اور انہیں گھسیٹا گیا اور بدر کے سادہ کنوئیں میں ڈال دیا گیا (مسلم نے اس سے لمبی حدیث کتاب الجہاد میں درج کی ہے)

شرح: قلیب کا اصل معنیٰ ہے وہ گڑھا جس میں سے مٹی نکال کر کچا کنواں بنا دیا گیا ہو اور اسے پختہ نہ بنایا گیا ہو۔ بدر کا کنواں ایسا ہی تھا۔ روایا، راویۃ کی جمع ہے جس کا معنیٰ بڑے بڑے مٹکے اور مشکیں ہیں، پھر اس اونٹ کو راویۃ کہا جانے لگا جس پر یہ چیزیں لاد کر پانی ڈھوتے تھے۔ انسؓ جنگ بدر میں شامل نہ تھے لہٰذا یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے جو بالاتفاق مقبول ہیں۔

باب ۱۲۶ فِی الْاَسِیْرِ یُکْرَہُ عَلَی الْاِسْلَامِ

قیدی کو اسلام پر مجبور کرنے کا باب

۲۶۸۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِیٍّ الْمُقَدَّمِیُّ قَالَ ثَنَا اَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ یَعْنِی السِّجِسْتَانِیَّ ح وَثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ وَھٰذَا لَفْظُہٗ ح وَثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ ثَنَا وَھْبُ بْنُ جَرِیْرٍ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَتِ الْمَرْاَۃُ تَکُوْنُ مِقْلَاۃً فَتَجْعَلُ عَلٰی نَفْسِھَا اِنْ عَاشَ لَھَا وَلَدٌ اَنْ تُھَوِّدَہٗ فَلَمَّا اُجْلِیَتْ بَنُو النَّضِیْرِ کَانَ فِیْھِمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَقَالُوْا لَا نَدَعُ اَبْنَاءَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ

مِنَ الْغَيِّ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْمِقْلَاةُ الَّتِي لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ جب کسی عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا تو اپنے اوپر یہ نذر واجب کرتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہ گیا تو اسے یہودی بنائے گی۔ پس جب بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے کچھ بیٹے تھے، انصار نے کہا کہ ہم اپنے بیٹوں کو نہیں چھوڑتے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت آتاری: دین میں کوئی جبر نہیں، ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ مقلاۃ وہ عورت ہے جس کی اولاد زندہ نہ رہے (نسائی)

شرح: گویا دنیا کی خبیث ترین قوم ہونے کے باوجود مشرکوں پہ یہود کا یہ رعب ضرور تھا کہ عورتیں اولاد کو زندہ رکھنے کی آرزو میں یہ نذر مانتی تھیں۔ یہ جہالت ہمیشہ رہی ہے اور آج بھی ہے۔ عورتیں بعض بت کدوں، خانقاہوں، امام باڑوں سے جلتا ہوا دیا گھر تک لاتی ہیں تا کہ گھر کا دیا جل جائے۔ یعنی بچہ ہو جائے مگر قدرت خداوندی دیکھو کہ ہونا پھر بھی نہیں۔ ہر زمانے میں مشرکوں نے اپنے وہم و گمان کے بے شمار گل کھلائے ہیں۔ خود ساختہ بتوں سے، خود تراشیدہ مورتیوں سے، جانوروں سے، سانڈھوں سے، درختوں سے، شیاطین سے، فرضی دیوی دیوتاؤں سے، فرضی یا اصلی اماموں سے اولاد طلب کی ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس آیت کے نزول (البقرہ ۲۵۶) کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اختیار دیا ہے، اگر وہ تمہیں اختیار کریں تو وہ تم میں سے ہوں گے ورنہ یہودیوں میں سے، ابن جریر طبری نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ان لوگوں کو یہود کے ساتھ جلاوطن کیا گیا۔ اس واقعہ میں کئی عبرتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہودی اور صلیبی عیسائی ہمیشہ اسلام کے بزور شمشیر پھیلائے جانے کا شور مچاتے رہے ہیں۔ یہ موقع ایسا تھا کہ انصار مدینہ اپنی اولاد کو یہود کے ساتھ جانے سے روک سکتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا کیونکہ دین میں جبر جائز نہیں۔ دوسری عبرت یہ کہ بچوں کو جس قوم کی تعلیم گاہوں میں پڑھایا جائے وہی رنگ آئندہ نسل پر چڑھ جاتا ہے۔

بَابُ ۱۲۷ فِي الْأَسِيرِ يُقْتَلُ وَلَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ

اسلام پیش کئے جانے سے پہلے قیدی قتل کرنے کا باب

۲۶۸۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ زَعَمَ السُّدِّيُّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي النَّاسَ إِلَّا أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَسَمَّاهُمْ وَابْنُ أَبِي سَرْحٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ وَأَمَّا ابْنُ أَبِي سَرْحٍ فَإِنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْبَيْعَةِ جَاءَ بِهِ حَتَّى

أَوْقَفَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلَّ ذَلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدَيَّ عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ فَقَالُوا مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي نَفْسِكَ أَلَا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ قَالَ أَبُو دَاوُد كَانَ عَبْدُ اللَّهِ أَخَا عُثْمَانَ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَكَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ أَخَا عُثْمَانَ لِأُمِّهِ وَضَرَبَهُ عُثْمَانُ الْحَدَّ إِذْ شَرِبَ الْخَمْرَ.

سعدؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی اور سعدؓ نے ان کے نام لیے۔ ان میں سے ابن ابی سرح بھی تھا (جو فتح مکہ سے قبل اسلام لا کر مرتد ہو چکا تھا اور بعد میں پھر مسلمان ہوا) پس راوی نے حدیث کا ذکر کیا۔ سعدؓ نے کہا کہ ابن ابی سرح نے عثمانؓ بن عفان کے پاس چھپ کر جان بچائی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو عثمانؓ اسے لے کر آئے اور کہا: اے نبی اللہ عبداللہ سے بیعت لیجئے۔ پس حضورؐ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور تین بار اس کی طرف دیکھا، ہر بار انکار فرمایا۔ تین مرتبہ کے بعد بیعت کر لی۔ پھر اپنے اصحاب کی طرف منہ کیا اور فرمایا: کیا تم میں کوئی بھلا مرد نہ تھا جو اس کی طرف اٹھتا جب کہ وہ دیکھ رہا تھا کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ روکا تھا، پس وہ اسے قتل کر دیتا؟ پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ کے جی میں کیا تھا آپ نے ہماری طرف آنکھ کا اشارہ کیوں نہ فرمایا؟ حضورؐ نے فرمایا: کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کار ہو (نسائی) ابو داؤد نے کہا کہ عبداللہ بن ابی السرح حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا اور ولید بن عقبہ حضرت عثمان کا اخیافی بھائی تھا اور عثمانؓ نے اسے شراب خوری پہ حد لگائی تھی۔

شرح حدیث کی سند میں اسباط بن نصر ہمدانی متکلم فیہ ہے، عامۃ محدثین نے اس پہ بھروسہ نہیں کیا اور شدید تنقید کی ہے، دوسرا راوی سُدّی ہے جس کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ ہے اس پہ بھی محدثین نے کڑی تنقید کی ہے۔ یحییٰ بن معین نے ضعیف، جوزجانی نے کذاب و شتّام تک کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول مکہ سے قبل اعلان کرا دیا تھا کہ: جو ہتھیار رکھ دے اُسے امان ہے۔ جو ابو سفیانؓ کے گھر میں چلا جائے اسے امان ہے، جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے امان ہے، جو مسجد حرام میں آ جائے اسے امان ہے مگر ان لوگوں کو امان نہیں: (۱) عبداللہ بن سعد بن ابی السرح جسے عثمانؓ نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور وہ اسلام لے آیا (۲) ابن خطل جسے ابو برزہ نے قتل کیا (۳) عکرمہ بن ابی جہل جو مکہ سے بھاگ گیا، اس کی بیوی اس کے پیچھے جا کر اسے ساتھ لائی اور وہ اسلام لے آیا (۴) حویرث

بن نقید جسے حضرت علیؓ نے قتل کیا (۵) مقیس بن صبابہ جسے عتبہؓ لیثی نے قتل کیا (۶) ہبار بن الاسود جس نے حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ کو بوقتِ ہجرت اونٹ سے ایک پتھر پہ گرایا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا، یہ بھی اسلام لے آیا تھا۔ (۷) کعب بن زہیر، یہ بھی اسلام لے آیا تھا (۸) وحشی بن حرب، جو اسلام لے آیا تھا (۹) صفوان بن امیہ جو جدّہ بھاگ گیا تھا اور عمیر بن وہب جمحی نے اس کے لیے پروانۂ امان حاصل کیا تھا، حضورؐ نے اپنا عمامہ یا چادر بطور علامت عطا فرمائی تھی۔ عمیرؓ اسے واپس لایا، صفوان نے دو ماہ کی مہلت مانگی اور حضورؐ نے چار ماہ کی مہلت عطا فرمائی۔ جنگ حنین کے بعد یہ بھی مسلمان ہو گیا تھا (۱۰) حارث بن طلاطلہ جسے علی بن ابی طالبؓ نے قتل کیا تھا (۱۱) عبداللہ بن زبعری جو شاعر تھا حضورؐ کی ہجو کہتا تھا نجران جا بسا تھا، پھر حاضر خدمت ہوا اور اسلام لے آیا۔

جن چار عورتوں کا خون ہدر قرار دیا گیا تھا وہ یہ تھیں (۱) ہند بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی۔ بھیس بدل کر عورتوں کے مجمعے میں آئی اور کوہِ صفا پر حضورؐ سے بیعت کر لی (۲) قریبہ (۳) فرتنی۔ یہ دونوں ابن خطل کی گانے والی لونڈیاں تھیں، قریبہ قتل ہوئی اور فرتنی اسلام لے آئی (۴) بنی خطل کی ایک اور لونڈی جو قتل کی گئی تھی ان کے علاوہ (۵) بنی عبدالمطلب کی ایک اور لونڈی قتل ہوئی تھی۔ (۶) ام سعد بھی قتل کی گئی۔ ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے یہ تعداد اور تفصیل اہلِ سیر نے لکھی ہے۔ اس حدیث کے راوی نے تعداد کم بتائی ہے۔

۲۶۸۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ أَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ يَرْبُوعٍ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ ثَنِي جَدِّي عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ أَرْبَعَةٌ لَا أُؤَمِّنُهُمْ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَمٍ فَسَمَّاهُمْ قَالَ وَقَيْنَتَيْنِ كَانَتَا لِمَقِيسٍ فَقُتِلَتْ إِحْدَاهُمَا وَأُفْلِتَتِ الْأُخْرَى فَأَسْلَمَتْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ أَفْهَمْ إِسْنَادَهُ مِنِ ابْنِ الْعَلَاءِ كَمَا أُحِبُّ۔

سعید بن یربوع مخزومی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: میں چار شخصوں کو حل و حرم میں کہیں پناہ نہیں دیتا، پھر راوی نے ان کے نام لیے۔ کہا: اور دو گانے والیاں تھیں جو مقیس کی تھیں، ایک قتل کی گئی اور دوسری بچ نکلی پھر اسلام لے آئی۔ ابوداؤد نے کہا کہ میں نے اس حدیث کی سند کو حسبِ دلخواہ ابن العلاء سے نہیں سمجھا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ یہ دو گائنیں ابوداؤد کے بقول مقیس بن صبابہ کی تھیں مگر اہلِ سیر نے بتایا ہے کہ ابن خطل کی تھیں، ممکن ہے دونوں ان کی ملک میں شامل ہوں۔

۲۶۸۵۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ مِغْفَرٌ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوهُ قَالَ

اَبُوْدَاوُدَ اِسْمُ ابْنِ خَطَلٍ عَبْدُ اللّٰهِ وَكَانَ اَبُوْبَرْزَةَ الْاَسْلَمِيُّ قَتَلَهُ

انس بن مالکؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود تھا۔ جب آپ نے اسے اتارا تو ایک مرد نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں میں لپٹا ہوا ہے، حضورؐ نے فرمایا: اسے قتل کردو۔ ابوداؤد نے کہا کہ ابن خطل کا نام عبداللہ تھا اور ابو برزہؓ اسلمی نے اسے قتل کیا تھا (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اپنی جان کا خوف رکھنے والے کے لیے دخول مکہ کے وقت ترک احرام جائز ہے، اور یہ کہ کوئی صاحب حاجت جب حج یا عمرہ کے ارادے سے حرم میں داخل نہ ہو تو اس پر احرام واجب نہیں۔ ابن خطل کو ایک انصاری کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طرف روانہ فرمایا تھا اور انصاری کو اس کا امیر بنایا تھا۔ راستے میں وہ انصاری پر کود پڑا، اس کا مال واسباب سمیٹا اور بھاگ نکلا۔ اسے امان نہ دینے اور قتل کرنے کا یہ سبب تھا۔ اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی واجب حکم کو قائم کرنے سے حرم کا داخلہ روک نہیں سکتا۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ حد حرم کے اندر قتل و قتال صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گھڑی میں حلال کیا گیا تھا جیسا کہ صحاح میں موجود ہے اور پھر اس کی حرمت ہمیشہ کے لیے قائم ہو گئی تھی۔ اور یہ گھڑی مسند احمد کی حدیث کے مطابق یوم الفتح کی صبح سے لے کر عصر تک تھی۔

بَابٌ ۱۲۸ فِي قَتْلِ الْاَسِيْرِ صَبْرًا

قیدی کو باندھ کر قتل کرنے کا باب

۲۶۸۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الرَّقِّيُّ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِي اُنَيْسَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرَادَ الضَّحَّاكُ ابْنُ قَيْسٍ اَنْ يَّسْتَعْمِلَ مَسْرُوْقًا فَقَالَ لَهُ عُمَارَةُ بْنُ عُقْبَةَ اَتَسْتَعْمِلُ رَجُلًا مِنْ بَقَايَا قَتَلَةِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ مَسْرُوْقٌ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَكَانَ فِي اَنْفُسِنَا مَوْثُوْقَ الْحَدِيْثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ قَتْلَ اَبِيْكَ قَالَ مَنْ لِلصِّبْيَةِ قَالَ النَّارُ فَقَالَ قَدْ رَضِيْتُ لَكَ مَا رَضِيَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابراہیم نخعی نے کہا کہ ضحاکؓ بن قیس نے مسروق کو عامل بنانا چاہا تو عمارہ بن عقبہ نے اس سے کہا: کیا تو اس شخص کو

عامل بنا تا ہے جو قاتلین عثمانؓ کا بقیہ ہے؟ تو مسروق نے اس سے کہا کہ: عبداللہ بن مسعود نے ہم سے حدیث بیان کی اور وہ ہمارے نزدیک حدیث میں معتمد اور معتبر تھا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تیرے باپ کے قتل کا ارادہ کیا (یعنی عقبہ بن ابی معیط) تو اس نے کہا کہ: میرے بچوں کے لیے کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: آگ۔ پس میں تیرے لیے اسی چیز کو پسند کرتا ہوں جسے تیرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔

شرح: عقبہ بن ابی معیط کو جنگ بدر سے واپسی پر راستے میں قتل کروا دیا گیا تھا۔ یہ شخص اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں بڑا شدید تھا اسی نے حالت سجدہ میں عین مسجد حرام میں حضورؐ کی گردن پر اوجھڑی ڈالی تھی۔ یہ جو فرمایا کہ: آگ۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کی پرورش کرنے والی اور کفیل آگ ہے۔ شارح طیبی نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں: ایک یہ کہ آگ سے مراد ضائع ہونا ہے، یعنی تیری اولاد کا کفیل کوئی نہیں ہوگا۔ دوسری یہ کہ یہ جواب اسلوب حکیم کے طور پر تھا کہ تو تو جا جہنم میں اور تیری اولاد کی کفالت اللہ کے ذمہ ہوگی۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ مجھے اس عمارہ بن عقبہ کے احوال نہیں مل سکے۔

۱۲۹ بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ بِالنَّبْلِ

تیروں کے ساتھ قیدی کو قتل کرنے کا باب

۲۶۸۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنِ ابْنِ تِعْلَى قَالَ غَزَوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَأُتِيَ بِأَرْبَعَةِ أَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُتِلُوا صَبْرًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ بِالنَّبْلِ صَبْرًا فَبَلَغَ ذٰلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَأَعْتَقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ -

ابن تعلی نے کہا کہ ہم نے عبدالرحمن بن خالد بن الولید کے ساتھ جہاد کیا، پس دشمنوں میں سے چار کافروں کو لایا گیا، عبدالرحمن کے حکم سے انہیں باندھ کر قتل کیا گیا (ابن تعلی کا نام عبید الطائی فلسطینی تھا۔ اعلاج علج کی جمع ہے جس کا معنی ہے بھاری بھر کم مضبوط شخص، اور مراد اس سے کفار عجم ہیں) ابوداؤد نے کہا کہ سعید عن ابن وہب کے علاوہ اوروں نے ہم سے کہا کہ اس حدیث میں: بالنبل صبرا کا لفظ ہے۔ پس یہ خبر ابوایوب انصاریؓ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرماتے سنا تھا، پس اس خدا کی قسم جس کے

ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ایک مرغی بھی ہو تو میں اُسے باندھ کر نہ ماروں گا۔ پس عبدالرحمٰن بن خالد کو یہ خبر پہنچی تو اس نے چار غلام آزاد کئے۔

شرح: مولانا نے فرمایا ہے کہ مسند احمد میں ابوایوبؓ کی یہ حدیث تین طرق سے آئی ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوداؤد کی اس حدیث کی سند میں انقطاع اُوپر قیدی کو باندھ کر مارنے کا جواز ثابت ہو چکا ہے۔ شاید ابن خطل کو تو قصاص میں مارا گیا۔ عقبہ بن ابی معیط کو حضورؐ کی شدید اذیت کے باعث اس طرح قتل کیا گیا۔ مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حتی الوسع قتل صبر سے گریز کیا جائے۔

باب ۱۳۰ فِی الْمَنِّ عَلَی الْأَسِیرِ بِغَیْرِ فِدَاءٍ

فدیئے کے بغیر قیدی پر احسان کرنے کا باب

۲۶۸۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا حَمَّادٌ قَالَ أَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ ثَمَانِينَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ مِنْ جِبَالِ التَّنْعِيمِ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ لِيَقْتُلُوهُمْ فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَمًا فَأَعْتَقَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔

انسؓ سے روایت ہے کہ اسی آدمی مکّہ کے باشندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ کے اصحاب پر تنعیم کے پہاڑوں سے نیچے اترے تاکہ نمازِ فجر کے وقت انہیں قتل کر دیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بطور قیدی انہیں پکڑ لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رہا کر دیا تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری: اور وہی وہ اللہ ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ان سے روکے مکہ کے اندر آلخ (مسلم، ترمذی، مسند احمد)

شرح: یہ زمانۂ حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ تنعیم مکہ کے قریب وہ مقام ہے جہاں سے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں، عوام اُسے عمرہ کہتے ہیں۔ یہ مکہ سے تین چار میل دور واقع ہے۔ یہ بیت اللہ کا قریب ترین مقام ہے جو حل میں واقع ہے، یہیں سے کفار بُرے ارادے سے نیچے اُترے اور گرفتار ہوئے تھے۔ سَلَم کا معنیٰ قیدی ہے۔ یہ آیت سورۂ الفتح کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی وجوہ سے ان لوگوں پر قابو پا لینے کے باوجود انہیں آزاد کر دیا تھا۔ پہلی یہ کہ آپ عمرہ کرنے تشریف لائے تھے اور احرام میں تھے۔ دوسری یہ کہ اس طرح حرم کے اندر اور قریب خونریزی کا خطرہ تھا۔ تیسری یہ کہ صلح کی گفتگو چل رہی تھی جو اس سے متاثر ہو جاتی اور آپؐ بہر حال صلح چاہتے تھے۔

❊❊❊❊

۲۶۸۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَاَطْلَقْتُهُمْ لَهٗ۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا، پھر وہ مجھ سے ان پلیدوں کے بارے میں بات کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں رہا کر دیتا (بخاری، مسلم)

شرح: مطعم بن عدی گو ایمان نہ لایا تھا مگر وہ ایک شریف انسان تھا۔ بنی ہاشم کے قطع تعلق کے بارے میں جو تحریر لکھی گئی تھی یہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے اس کے خلاف احتجاج کیا تھا اور جب حضورؐ طائف سے واپس تشریف لائے ہیں تو اسی نے حضورؐ کو اپنی ہمسائیگی (جوار، پناہ) میں داخل مکہ کیا تھا۔ حضورؐ نے یہ بات جبیرؓ بن مطعم کی دلداری کے لیے اور اسے ترغیب اسلام کی خاطر فرمائی تھی نیز مطعم کے اس حسن سلوک کا بدلہ چکانا بھی مدِ نظر ہوگا۔ اس سے پتہ چلا کہ قیدیوں کو کسی شرعی مصلحت سے بلا فدیہ چھوڑ دینا جائز ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت پر مجاہدین کا ملک اس کی تقسیم کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے۔ مالکیہ اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ صرف غنیمت حاصل ہو جانے سے ہی مجاہدین کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔ قتال کرنے والے قیدی کے متعلق سلف میں اختلاف ہے کہ آیا امام کو اس کی رہائی، قتل یا غلام بنانے یا فدیہ میں اختیار ہے یا نہیں۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ امام اس میں مختار ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک قیدی کا قتل مکروہ ہے۔ پس یا اس پر احسان کر کے رہا کیا جائے یا تاوان جنگ لیا جائے اور یہی قول عطاء کا ہے۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہیں اصطخر کے بڑے رئیس کو قتل کرنے کو کہا گیا جو قیدی تھا انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور یہ آیت پڑھی: فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً مجاہد اور ابن سیرین سے بھی قیدی کے قتل کی کراہت منقول ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ امام کو قیدی کے قتل کرنے اور غلام بنانے کا اختیار ہے اور اس پر احسان کر کے چھوڑنا جائز نہیں نہ اس کا فدیہ لینا جائز ہے۔ پھر تمام فقہائے امصار اس پر متفق ہو گئے کہ قیدی کا قتل جائز ہے، اس میں ہمیں ان کا کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔ اختلاف صرف فدیہ لینے نہ لینے میں ہے۔

فدیئے میں ہمارے فقہائے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ (ظاہر روایت کے مطابق) قیدی کو مال لے کر نہ چھوڑا جائے اور اہل حرب میں سے بچے کو فروخت نہ کیا جائے گا اور نہ انہیں مسلمان قیدیوں کے تبادلے میں رہا کیا جائے گا۔ ابو یوسف اور محمد بن الحسن نے کہا کہ مسلمانوں کا مشرک قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہی قول ثوری، اوزاعی، مالک، شافعی اور احمد کا ہے۔ مگر عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ فدیہ جائز ٹھہرانے والوں کی دلیل یہ آیت ہے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً۔ آیت کا ظاہر قیدیوں کا تبادلہ مال سے اور قیدیوں سے جائز ٹھہراتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کا فدیہ وصول فرمایا تھا۔ اور عمرانؓ بن حصین کی حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ

ثقیف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخصوں کو قیدی بنا لیا تھا اور اصحاب رسولؐ نے بنی عامر بن صعصعہ کے ایک شخص کو قید کر لیا تھا۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ مجھے کس جرم میں باندھا گیا ہے، تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تیرے حلیف ثقیف کے جرم میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آدمی دے کر دونوں مسلمانوں کو رہا کرایا تھا۔ لیکن کسی مسلمان کو دے کر مسلمانوں کو آج کل رہا کرانا جائز نہ ہوگا کیونکہ کسی مسلمان کو حربی کافروں کے یوں سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط کی تھی کہ اہل مکہ میں سے جو مسلم ہو کر مدینہ آئے گا اُسے واپس کر دیا جائے گا، لیکن اب یہ منسوخ ہو چکا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے درمیان اقامت رکھنے سے منع فرما دیا ہے اور آپؐ کا فرمان ہے، میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہے۔ اور ایک بار فرمایا کہ جو مشرکوں کے اندر مقیم ہوا اس کی ذمہ داری ختم ہو گئی۔ اور سورۂ محمد کی جس آیت میں صرف احسان کر کے یا فدیہ لے کر قیدی چھوڑنے کا ذکر ہے اور جو جنگِ بدر کے قیدیوں کے متعلق مروی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ منسوخ ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ "مشرکوں کو جہاں پاؤ مار ڈالو"۔ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ "اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ان کی ہر گھات میں بیٹھو"۔ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ "پھر اگر وہ کفر سے توبہ کر لیں اور مسلم ہو کر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو"۔

سدی اور ابن جریج سے یہی مروی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ الخ۔ "ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے ․․․․ حتیٰ کہ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا نہ کریں"۔ پس ان دونوں آیتوں میں یہ مضمون ہے کہ کافروں سے قتال فرض ہے حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں یا ذلیل ہو کر جزیہ ادا کریں۔ اور مال کے ساتھ فدیہ لینا یا بلا فدیہ قیدی چھوڑ دینا ان کے منافی ہے۔ اور اہل تفسیر اور آثار کے ناقل اس باب میں مختلف نہیں ہوئے کہ سورۂ برأۃ سورۂ محمدؐ کے بعد اُتری تھی۔ پس واجب ہوا کہ اس میں بیان ہونے والا حکم ناسخ ہو اس حکم کے لیے جو سورۂ محمد میں فدا، مال وغیرہ کا تھا۔ اور انہوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے: فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ۔ اور یہ حکم اخذ و ضرب کے بعد ہوتا ہے کیونکہ گردنوں کے اوپر تلوار کی ضرب لگانے کا معنیٰ یہ ہے کہ انہیں جوڑ سے الگ کیا جائے اور قتال کی حالت میں اس کی قدرت نہیں ہوتی۔ اس کی قدرت تو قید کرنے اور پکڑنے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ جہاں تک عورتوں اور بچوں کا سوال ہے وہ چاہے عربوں کی ہوں یا غیر عربوں کی، انہیں بہرحال غلام بنایا جائے گا۔ عرب مشرکوں اور مرتدوں کے مردوں کو غلام نہیں بنایا جا سکتا بلکہ احناف کے نزدیک وہ یا تو مسلمان ہو جائیں یا انہیں قتل کیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا تھا حالانکہ وہ عرب تھے۔ اس طرح صحابہؓ نے ان عربوں کی عورتوں کو قیدی بنایا تھا جو مرتد تھے۔ اور قیدیوں کو ذمی بنا کر از روئے احسان چھوڑنا جائز ہے۔ اور امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ قیدی کو بلا عقدِ ذمہ چھوڑ دے، نہ اسے قتل کرے اور نہ لوگوں میں تقسیم کرے۔ اگر کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ میں سے زبیر بن باطا پر احسان کر کے اسے رہا کر دیا تھا اور اس طرح اہل خیبر پر احسان فرمایا تھا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کو بلا جزیہ چھوڑنا ثابت نہیں ہے۔ اہل خیبر اہلِ کتاب تھے حضورؐ نے ان پر احسان کر کے انہیں مسلمانوں کا کسان اور کاشتکار بنا لیا تھا اور جزیہ کے معنیٰ میں تھا نہ کہ بلا جزیہ۔

بَابٌ (۱۳۱) فِي فِدَاءِ الْأَسِيرِ بِالْمَالِ

مال کا فدیہ لے کر قیدی چھوڑنے کا باب

۲۶۹۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ ثَنَا أَبُو نُوحٍ قَالَ أَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ ثَنَا سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ قَالَ ثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ ثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ فَأَخَذَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفِدَاءَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ إِلَى قَوْلِهِ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ مِنَ الْفِدَاءِ ثُمَّ أَحَلَّ لَهُمُ الْغَنَائِمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُسْأَلُ عَنِ اسْمِ أَبِي نُوحٍ فَقَالَ أَيَّ شَيْءٍ تَصْنَعُ بِاسْمِهِ اسْمُهُ شَنِيعٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ اسْمُهُ قُرَادٌ وَالصَّحِيحُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَزْوَانَ -

ابن عباس ؓ نے کہا کہ مجھ سے عمر بن ؓ الخطاب نے بیان کیا، کہا کہ جب بدر کی جنگ ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لیا اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری، کسی نبی کیلئے زیبا نہیں کہ اس کے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں خونریزی کرے ...... تو تمہیں اس فدیہ لینے کے بدلے میں بڑی سزا ملتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا (مسلم) ابوداؤد نے کہا کہ میں نے سُنا کہ احمد بن حنبل کو ابونوح (راوی حدیث شیخ احمد بن حنبل) کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: تم اس کے نام کو کیا کرو گے اس کا نام برا ہے۔ ابوداؤد نے کہا، ابونوح کا نام قراد تھا اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام عبدالرحمٰن بن غزوان تھا۔

شرح: منّ و فداء اور قتل کے مسئلے پر اوپر گفتگو ہو گئی ہے۔ خطابی نے ان تین احادیث: ۲۶۸۹، ۲۶۹۰ اور ۲۶۸۸ سے استدلال کیا ہے کہ امام قیدیوں کا جو چاہے فیصلہ کرے اسے اختیار ہے اور یہی شافعی، اوزاعی، احمد اور ثوری کا مذہب ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق فیصلے کی اللہ تعالیٰ نے توثیق تو فرما دی مگر ساتھ ہی یہ عتاب بھی نازل فرما دیا کہ بہتر فیصلہ یہ ہوتا کہ یہ سب قتل کر دیئے جاتے۔ تفاصیل کا موقع تفسیر ہے۔ اور پھر انہی رہا شدہ قیدیوں کی تعداد کے مطابق اگلے سال ستر مسلمان جنگ احد میں شہید ہوئے۔ ان حالات میں ان آیات کی روشنی کے ماتحت جنگ بدر کے فدیئے کو ہمیشہ کے لیے اخذِ فدیہ کی دلیل بنانا شاید درست نہ ہو۔ اور واقعات کی اس رفتار کے پیش نظر حنفیہ و مالکیہ کے دلائل زیادہ قوی معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں صرف ایک اشکال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا تھا تو فدیہ لینے پر عتاب کیوں نازل ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق ؓ روتے کیوں رہے؟ اور حضور ؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ اگر ان پر عذاب آتا تو عمر ؓ کے سوا کوئی نہ بچتا؟ اس اشکال کا جواب مولانا ؒ نے یہ دیا ہے کہ عتاب ترک اولیٰ پہ نازل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اختیار اس لیے دیا تھا کہ لوگ اپنے اجتہاد سے اس صورت کو اختیار کریں جو بحالتِ موجودہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ تر ہو، اور جب انہوں نے فدیئے کو اختیار کر لیا تو عتاب نازل ہوا کہ یہ بات تمہارے درجے سے فروتر تھی کہ اولیٰ کو ترک

کر کے ادنیٰ کو اختیار کرتے۔ اور اس جواب سے بھی بہتر جواب یہ ہے کہ بعض اصحاب کے دل میں دنیوی مال کی طرف جھکاؤ اور "عرض الدنیا" کی رغبت پیدا ہو گئی تھی لہذا عتاب کے الفاظ گو عام ہیں مگر مخاطب دراصل وہی تھے جیسا کہ فرمایا ہے: تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ۔ زاد المعاد میں حافظ ابن القیمؒ نے کہا ہے کہ لوگوں نے اس امر پہ گفتگو کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ بہتر تھی جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ قرینِ صواب تھی کیونکہ فیصلہ بہرحال اسی پہ ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ابوبکرؓ کو ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ سے تشبیہ دی اور عمرؓ کو نوحؑ اور موسیٰؑ سے۔ پہلے دونوں پیغمبروں پہ رحمت و رافت کا اور دوسرے دو پہ جلال و غضب الٰہی کا غلبہ تھا۔ ابن القیم کی رائے میں ابوبکرؓ کی رائے صواب تر تھی کیونکہ اس کے نتائج بہت اچھے اور دُور رس ثابت ہوئے تھے۔ اور عتاب کا نزول اور حضورؐ کا گریہ ان لوگوں کے باعث تھا جن کے دل میں بعض دنیوی اغراض کا خیال تھا کیونکہ ایسے مواقع پہ جب سزا ملے تو وہ قومی سزا ہوتی ہے جیسے جنگ احد میں اور جنگ حنین میں پیش آیا تھا۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ حافظ ابن القیم کی رائے بڑی وقیع ہے مگر اس مسئلے پہ گفتگو کی گنجائش ہوتے ہوئے بھی مجال نہیں۔ پاسِ ادب مانع ہے۔

غنائم پہلی امتوں پہ حرام تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ رحمت اس امت کے لیے انہیں حلال ٹھہرایا ہے، اور یہ چیز خصائص نبوی میں سے ہے۔

۲۶۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْعَيْشِيُّ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ فِدَاءَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعَمِائَةٍ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت (مشرکین) کا فدیہ جنگ بدر میں چار سو درہم مقرر فرمایا (نسائی)

شرح: سیرت حلبیہ میں ہے کہ ان قیدیوں کا فدیہ ان کے احوال کے مطابق تھا، کسی کا چار ہزار، کسی کا تین ہزار، کسی کا دو ہزار، کسی کا ایک ہزار۔ اور جو مفلس تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کا فدیہ مدینہ کے دس ان پڑھ لڑکوں کی تعلیم تھا ــــ جامع البیان طبری میں ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق عباسؓ کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا مقرر ہوا تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا۔ اور اس کا بدل چھ دینار ہوتے تھے۔ مطلب ابن ابی وداعہ سے اس کے باپ کا فدیہ چار ہزار درہم لیا گیا تھا بس ابن عباسؓ کے اس قول کا کہ، چار سو درہم مقرر ہوا تھا، یہ مطلب ہے کہ کئی لوگوں کا فدیہ اتنا تھا۔

۲۶۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا بَعَثَ أَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أُسَرَائِهِمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ

وَبَعَثَتْ فِيهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى أَبِي الْعَاصِ قَالَتْ فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيدَةً وَقَالَ إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا فَقَالُوا نَعَمْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ عَلَيْهِ أَوْ وَعَدَهُ أَنْ يُخَلِّيَ سَبِيلَ زَيْنَبَ إِلَيْهِ وَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَرَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ كُونَا بِبَطْنِ يَأْجَجَ حَتَّى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتَّى تَأْتِيَا بِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو زینبؓ (بنت رسول اللہ) نے اپنے خاوند ابوالعاص کے فدیئے میں مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو خدیجہؓ نے انہیں بوقت نکاح بطور جہیز دیا تھا۔ عائشہؓ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپؐ پر شدید رقت طاری ہوگئی اور فرمایا: اگر تمہاری رائے ہو تو اُس کا قیدی چھوڑ دو اور اس کا مال بھی واپس کر دو۔ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا اور فرمایا: تم دونوں بطن یأجج میں رہنا حتیٰ کہ تمہارے پاس سے زینبؓ گزرے تو اس کے ساتھ ہو لینا اور اسے مدینہ لے آنا۔ (یأجج کا مقام مکہ سے آٹھ میل پر تھا۔ ابھی تک چونکہ کفار و مشرکین کے ساتھ بیاہ شادی کے تعلقات ختم نہیں کئے گئے تھے لہٰذا حضورؐ نے ابوالعاص سے طلاق کا مطالبہ نہیں کیا، ابوالعاصؓ بعد میں اسلام لے آئے تھے اور حضورؐ ان کے ایفائے عہد اور حسنِ سلوک کا برملا اظہار فرماتے تھے جیسا کہ ابواب الطلاق میں گزرا۔ کفارِ مکہ نے ابوالعاص سے کہا تھا کہ زینبؓ کو طلاق دے دے جیسا کہ ابولہب کے بیٹوں نے بناتِ رسول اللہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو (قبل از رخصتی) طلاق دی تھی۔ اس سے ان کا مقصود محض حضورؐ کی ایذا رسانی تھا۔ قریش نے ابوالعاص سے کہا تھا کہ تم طلاق دے دو اور جس عورت سے چاہو تمہارا نکاح کر دیں گے۔ مگر ابوالعاص نے انکار کیا اور کہا: واللہ اپنے رفیقِ حیات کو میں جدا نہیں کرونگا اور مجھے اس کی بجائے کوئی اور عورت پسند نہیں ہے۔ حضورؐ نے اس پر اس کا شکریہ ادا فرمایا تھا اور اچھے الفاظ میں اس کا ذکر کیا تھا۔ ابوالعاص نے وعدے کے مطابق زینبؓ کو مدینہ روانہ کیا تھا مگر ہبار بن اسود اور ایک اور شقی نے اس محترمہ کو اونٹ سے گرا دیا تھا۔

۲۶۹۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ ثَنَا عَمِّي يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَذَكَرَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ وَاَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَيَّ اَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا اِمَّا السَّبْيَ وَاِمَّا الْمَالَ فَقَالُوْا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ جَاءُوْا تَائِبِيْنَ وَاِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَكُوْنَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ لَهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاءُكُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ وَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاءُهُمْ فَاَخْبَرُوْا اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا ۔

عروہ بن زبیر نے کہا کہ مروان اور مسور بن مخرمہ نے اسے بتایا کہ جب قبیلۂ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ سے ان کے اس سوال پر کہ ان کے مال انہیں واپس کر دیں، یہ فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں تم دیکھتے ہو اور مجھے سب سے اچھی بات وہ لگتی ہے جو سب سے سچی ہو، پس تم یا قیدی پسند کر لو یا مال۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی پسند کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کے بعد فرمایا: اما بعد تمہارے یہ بھائی تائب ہو کر آئے ہیں اور میری یہ رائے ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دوں، پس جو شخص خوش دلی سے یہ کرنا چاہے وہ کرے، اور جو چاہے کہ اس کا حصہ باقی رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی مال فئ دے تو پہلے مال سے اُسے دیا جائے گا۔ سو وہ ایسا کرے۔ پس لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ہم خوش دلی سے انہیں یہ دیتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں معلوم نہیں تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کسی نے نہیں دی، پس تم واپس جاؤ حتیٰ کہ تمہارے عریف (نمائندے) تمہارا معاملہ ہم تک پہنچائیں۔ پس ان کے نمائندوں نے اُن سے بات چیت کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس پر خوش ہیں اور انہوں نے اجازت دے دی ہے (بخاری و نسائی)

شرح: حافظ ابن حجر نے مغازئ موسیٰ بن عقبہ کے اس واقعہ کی کچھ تفصیل لکھی ہے: پھر شوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جعرانہ تشریف لائے جہاں پر ہوازن کے قیدی تھے اور ہوازن کا وفد اسلام لا کر آیا، اس وفد میں انکے لو اشراف تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر کے بیعت کی اور پھر حضورؐ سے کہا: یا رسول اللہ آپؐ نے جو لوگ قید کئے ہیں ان میں مائیں بہنیں، پھوپھیاں اور خالائیں ہیں اور وہ قوموں کی ذلتوں کا باعث ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: میں تمہارے لیے لوگوں سے طلب کروں گا اور تقسیم واقع ہو چکی ہے۔ ان دو چیزوں میں سے تمہیں زیادہ پسند کیا ہے، قیدی یا مال؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں حسب اور مال میں اختیار دیا ہے، پس ہمیں حسب زیادہ پسند ہے اور ہم کسی بکری یا اونٹ کی بات نہیں کرتے۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ: جو حصہ بنی ہاشم کا ہے وہ تمہارا ہوا اور میں تمہاری

خاطر مسلمانوں سے بات کروں گا، تم بھی بات کرو اور اپنا اسلام ظاہر کرو۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو وہ اٹھے اور ان کے خطیبوں نے بات کی، انہوں نے مقصد کو خوب واضح کیا اور مسلمانوں کو ترغیب دی کہ ان کے قیدی واپس کر دیں۔ پھر ان کے فارغ ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور سفارش فرمائی اور مسلمانوں کو اس کی ترغیب دی اور فرمایا کہ میں نے بنی ہاشم کا حصہ واپس کر دیا ہے۔ پھر مہاجرین نے اپنا حصہ واپس کیا، انصار نے بھی یہی اعلان کیا۔ صرف اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حصوں سے آئندہ مال غنیمت میں سے چھ گنا عنائت کرنے کا وعدہ فرمایا اور معاملہ طے ہو گیا۔

۲۶۹۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا عَلَيْهِمْ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ فَمَنْ أَمْسَكَ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَإِنَّ لَهُ بِهِ عَلَيْنَا سِتَّ فَرَائِضَ مِنْ أَوَّلِ شَيْءٍ يُفِيئُهُ اللّٰهُ عَلَيْنَا ثُمَّ دَنَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعِيرٍ فَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ شَيْءٌ وَلَا هٰذَا وَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ إِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ فَأَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ فَقَامَ رَجُلٌ فِي يَدِهِ كُبَّةٌ مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ أَخَذْتُ هٰذِهِ لِأُصْلِحَ بِهَا بَرْذَعَةً فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ فَقَالَ أَمَّا إِذَا بَلَغَتْ مَا أَرَى فَلَا أَرَبَ لِي فِيهَا وَنَبَذَهَا۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کے متعلق روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی عورتیں اور بچے واپس کر دو۔ اور جسے اس غنیمت میں سے کچھ مل گیا تھا تو اس کے لیے ہمارے ذمہ چھ گنا ہو گا پہلی غنیمت میں سے جو اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کرے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے قریب گئے اور اس کی کوہان سے ایک بال لیا پھر فرمایا: اے لوگو! اس فئی میں سے میرا کچھ حصہ نہیں اور نہ یہ، اور آپ نے دو انگلیاں اٹھائیں، خمس کے سوا، اور خمس بھی تمہیں کو واپس دی جاتی ہے، پس تم سوئی دھاگا تک واپس ادا کر دو۔ پس ایک آدمی اٹھا جس کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا، اور بولا کہ میں نے یہ بال لئے تھے تاکہ ان کے ساتھ اپنی سواری کا ایک تنگ ٹھیک کروں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرا اور عبدالمطلب کی اولاد کا ہے وہ تیرا ہے۔ وہ کہنے لگا: جب آپ یہاں تک پہنچ گئے ہیں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں اور اسے پھینک دیا (مسند احمد، نسائی)

شرح: اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے ہوازن کے مال غنیمت میں سے خمس کے سوا کچھ نہ لیا تھا، ورنہ آپ کو تین حق حاصل تھے: ایک صفی، یعنی کوئی پسندیدہ چیز چن لینا، دوسرا مجاہدین کے حصے کی مانند ایک حصہ اور تیسرا خمس۔ مال غنیمت میں سے قبل از تقسیم کچھ لے لینا غلول ہے جس کی سزا کتاب وسنت میں شدید وارد ہوئی ہے۔ حضورؐ کے خطاب کا مطلب یہ تھا کہ جب میں نے حق کے باوجود سوائے خمس کے اس میں سے کچھ نہیں لیا تو دوسرے ناحق کیوں لیں؟ خطابی نے کہا ہے کہ غنیمت اور فئی میں سے ۱/۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا۔ آپ اسے اہل وعیال پر خرچ کرتے اور جو بچ رہتا اسے دینی مصالح اور مسلمانوں کی ضروریات میں صرف فرماتے تھے۔ اور اس حدیث میں یہ جو فرمایا ہے کہ وَالخُمُس مردود علیکم، اس سے بعض اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپؐ کی وفات کے بعد ساقط ہے، اور اسے ان باقی لوگوں پر خرچ کیا جائے گا جو آیت میں مذکور ہیں۔ اور اسی طرح ذی القربیٰ کا حصہ بھی۔ یہ حنفیہ کی رائے ہے۔ اور ان میں سے بعض نے کہا کہ خمس میں سے حضورؐ کا حصہ اور ذی القربیٰ کا حصہ خلیفۂ وقت کی صوابدید پر ہوگا، وہ اسے ان مصارف میں خرچ کرے گا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کرتے تھے۔ شافعیؒ نے کہا کہ اسے دین کی ہر خدمت اور اہل اسلام کی ہر مصلحت پر صرف کیا جائے مثلاً قلعے بنانا، اسلحہ اور کارخانے لگانا وغیرہ۔

بَاب ۱۳۲ فِي الْإِمَامِ يُقِيمُ عِنْدَ الظُّهُورِ عَلَى الْعَدُوِّ بِعَرْصَتِهِمْ

باب۔ امام غلبے کے بعد دشمن کے علاقے میں ٹھہرا رہے

۲۶۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ ح وَثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا رَوْحٌ قَالَا ثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَلَبَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثًا قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى إِذَا غَلَبَ قَوْمًا أَحَبَّ أَنْ يُقِيْمَ بِعَرْصَتِهِمْ ثَلٰثًا قَالَ أَبُوْدَاوُدَ كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ يَطْعَنُ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ قَدِيْمِ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ لِأَنَّهُ تَغَيَّرَ سَنَةَ خَمْسٍ وَأَرْبَعِيْنَ وَلَمْ يُخْرِجْ هٰذَا الْحَدِيْثَ إِلَّا بِآخِرِهِ قَالَ أَبُوْدَاوُدَ يُقَالُ إِنَّ وَكِيْعًا حَمَلَ عَنْهُ فِي تَغَيُّرِهِ۔

ابو طلحہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر فتح پاتے تو تین دن بعد ان میں ٹھہرے رہتے تھے۔

ابن المثنیٰ کے لفظ یہ ہیں: جب کسی قوم پر غالب آتے تو ان کے بعد ان میں تین دن ٹھہرنا پسند کرتے تھے (بخاری، ترمذی)

دارمی، نسائی، مسند احمد) ابوداؤد نے کہا کہ یحیٰی بن سعید (القطان) اس حدیث پر طعن کرتا تھا کیونکہ یہ سعید کی قدیم حدیثوں میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ۱۴۵ھ میں متغیر ہوگیا تھا اور یہ حدیث اس کی آخری عمر کی ہے۔

شرح: سعید سے مراد ابن ابی عروبہ ہے جو عمر کے پچھلے حصے میں گڑبڑ کے باعث ناقابل احتجاج ہوگیا تھا۔ مگر اس حدیث کی روایت بخاری اور نسائی وغیرہ نے بھی کی ہے اور ان کے نزدیک ابوداؤد کا اعتراض غلط ہے۔ اس عبارت کے بعد بعض نسخوں میں یہ عبارت بھی ہے کہ: ابوداؤد نے کہا کہ کہا جاتا ہے وکیع نے سعید سے اس کے تغیر کے زمانے میں حدیث پڑھی ہے۔ مگر اس سند میں سعید سے روایت کرنے والے معاذ بن معاذ اور روح ہیں لہذا یہ لائق اعتبار ہے فتح کے بعد دشمن کے علاقے میں یا میدانِ قتال میں تین دن ٹھہرنے کی مصلحت یہ بھی تھی کہ شہداء کو دفن کیا جائے، زخمیوں کا علاج ہو اور تھکن دور کی جا سکے، اور یہ تھی کہ اس مفتوحہ علاقے کا انتظام درست کیا جائے۔ بعض دفعہ ٹھہرنے کی علت ہیبت اور رعب بھی ہو سکتی ہے کہ مبادا دشمن پھر سر اٹھانے کی کوشش کرے۔

باب ۱۳۳ فِي التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ

قیدیوں میں جدائی کا باب

۲۶۹۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ ثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَوَلَدِهَا فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ وَرَدَّ الْبَيْعَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَمَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا قُتِلَ بِالْجَمَاجِمِ وَالْجَمَاجِمُ سَنَةَ ثَلٰثٍ وَثَمَانِينَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْحَرَّةُ سَنَةَ ثَلٰثٍ وَسِتِّينَ وَقُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ سَنَةَ ثَلٰثٍ وَسَبْعِينَ۔

علی رض سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی اور اس کے بچے میں تفریق کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور بیع کو رد کر دیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ میمون نے علی رض کو نہیں پایا، وہ جماجم میں ۸۳ھ میں قتل ہوا تھا (پس سند منقطع ہے)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس مسئلے میں اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں کہ چھوٹے بچے اور اس کی ماں میں تفریق ناجائز ہے اختلاف صرف اس عمر میں ہے جس تفریق کا عمل ناجائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس کی حد بلوغ ہے۔ شافعی کے نزدیک سات آٹھ سال، اور اوزاعی کے نزدیک جب ماں سے مستغنی ہو جائے تو حدِ صغر سے خارج ہے، مالک نے کہا: جب اس کے پچھلے دانت نکل آئیں۔ امام احمد نے کسی عمر یا حال میں تفریق جائز نہیں رکھی۔ خطابی نے کہا کہ شاید احمد کے نزدیک تفریق کا

معنیٰ قطع رحم ہے کیونکہ صلۂ رحم تو صغیر و کبیر سب میں واجب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک دو بھائیوں کو جدا کرنا جبکہ ان میں سے ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہو، جائز نہیں، بصورتِ دیگر جائز ہے۔ شافعی کے نزدیک محارم میں تفریق جائز ہے صرف اولاد اور ماں میں جائز نہیں۔ تمام علماء کے نزدیک لونڈی اور اس کے چھوٹے بچے کو جدا کرنا جائز نہیں چاہے کسی حال میں ہو۔ ہاں! آزادی میں تفریق جائز ہے کیونکہ عتق کفالت ونگرانی سے مانع نہیں۔ اگر تفریق پر بیع واقع ہو جائے تو ابوحنیفہ نے بیع کو نافذ مگر مکروہ کہا ہے۔ شافعی کا غالب مذہب یہ ہے کہ بیع مردود ہے اور ابویوسف کا قول بھی یہی ہے۔ ان حضرات کا استدلال اس حدیث زیرِ نظر سے ہے مگر اس کی سند منقطع ہے۔

اس کے بعد ابوداؤد نے کہا: کہ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں ہوا اور ابن زبیرؓ کا قتل ۷۳ھ میں ہوا تھا۔ یہ ذکر حدیث سے یا باب سے متعلق نہیں ہے بس یونہی استطراداً آگیا ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ میمون کے دیر جماجم میں قتل ہونے سے سند کے انقطاع پر دلیل صحیح نہیں، کیونکہ علیؓ کی شہادت ۴۰ھ میں ہوئی تھی اور میمون اس واقعہ سے سات یا آٹھ سال قبل پیدا ہو گیا تھا لہٰذا سماع ممکن ہے۔

بَابٌ ۱۳۲ الرُّخْصَةِ فِي الْمُدْرِكِينَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمْ

بالغوں میں تفریق کی رخصت کا باب

۲۶۹۷۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ ثَنَا عِكْرِمَةُ قَالَ ثَنِي إِيَاسُ ابْنُ سَلَمَةَ قَالَ ثَنِي أَبِي قَالَ خَرَجْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَّرَهُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَزَوْنَا فَزَارَةَ فَشَنَنَّا الْغَارَةَ ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى عُنُقٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِ الذُّرِّيَّةُ وَالنِّسَاءُ فَرَمَيْتُ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ فَقَامُوا فَجِئْتُ بِهِمْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فِيهِمُ امْرَأَةٌ مِنْ فَزَارَةَ عَلَيْهَا قِشْعٌ مِنْ أَدَمٍ مَعَهَا بِنْتٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ فَنَفَّلَنِي أَبُو بَكْرٍ بِنْتَهَا فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي يَا سَلَمَةُ هَبْ لِي الْمَرْأَةَ فَقُلْتُ وَاللهِ لَقَدْ أَعْجَبَتْنِي وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا فَسَكَتَ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ لِي يَا سَلَمَةُ بِنْتِي هَبْ لِي الْمَرْأَةَ لِلّٰهِ أَبُوكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا وَهِيَ لَكَ فَبَعَثَ بِهَا إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ

وَفِيْ اَيْدِيْهِمْ اُسَرٰى فَفَدَاهُمْ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ۔

سلمہؓ بن اکوع نے کہا کہ ہم ابوبکرؓ کے ساتھ جہاد کو نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہم پر امیر بنایا۔ پس ہم نے فزارہ سے جنگ کی اور اس پر غارت ڈالی۔ پھر میں نے لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جس میں عورتیں اور بچے تھے پس میں نے تیر پھینکا تو وہ ان کے اور پہاڑ کے درمیان گرا، پس وہ اٹھے تو میں انہیں حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے آیا۔ ان میں فزارہ کی ایک عورت تھی جس پر چمڑے کی چادر تھی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھی۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ لڑکی مجھے بطور انعام دے دی۔ پس میں مدینہ میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور فرمایا: اے سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کر دو۔ میں نے کہا: واللہ مجھے بہت پسند ہے اور میں نے اس کا پردہ تک نہیں کھولا پس حضورؐ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اگلے دن بازار میں پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور فرمایا: اے سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کر دو، اللہ تیرے باپ کو اجر دے۔ پس میں نے کہا: یا رسول اللہ، واللہ میں نے اس کا پردہ نہیں کھولا اور وہ میں آپ کو دیتا ہوں۔ پس حضورؐ نے وہ عورت مکہ والوں کی طرف بھیجی جن کے ہاتھوں میں مسلمان قیدی تھے، حضورؐ نے اُن سے اس کا تبادلہ کیا (مسلم کتاب الجہاد)

شرح: بقول خطابی اس حدیث میں بالغوں کے درمیان تفریق کے جواز کی دلیل ہے اور احمد بن حنبل کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ سلمہؓ کا متعدد بار یہ کہنا کہ میں نے اس کا کپڑا انہیں کھولا اور حضورؐ کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت مشرک لونڈیوں سے وطی جائز تھی اور یہ واقعہ حدیبیہ سے پہلے کا ہے۔ اور اگر یہ عورت کفر میں نہ رہتی تو قیدیوں کے تبادلے میں اسے مکہ بھیجنا جائز نہ ہوتا کہ وہاں کے لوگ اس وقت کافر تھے۔

بَاب ۱۳۵ فِي الْمَالِ يُصِيْبُهُ الْعَدُوُّ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ يُدْرِكُهُ صَاحِبُهُ فِي الْغَنِيْمَةِ

باب: مسلمانوں کا جو مال دشمن لوٹ لیں پھر وہ مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ میں آجائے

۲۶۹۸۔ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ سُهَيْلٍ ثَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ غُلَامًا لِابْنِ عُمَرَ اَبَقَ اِلَى الْعَدُوِّ فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ عُمَرَ وَلَمْ يُقْسَمْ۔

نافع نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ ابن عمرؓ کا ایک غلام دشمن کی طرف بھاگ گیا پھر مسلمان اس پر غالب آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ابن عمرؓ کو واپس کر دیا اور ابھی وہ تقسیم نہ ہوا تھا۔ (ابو داؤد نے کہا کہ یہ غلام ابن عمرؓ کو خالدؓ بن ولید نے واپس کیا تھا۔)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرک مسلمانوں کے مال کے مالک نہیں ہو سکتے اور جب بھی وہ واپس آئے گا مالک کا ہو گا۔ اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ شافعیؒ نے کہا کہ قبل از تقسیم یا بعد از تقسیم وہ بہر حال مسلمان کا مال ہے۔ اوزاعی

اور ثوری نے کہا کہ قبل از تقسیم مسلم مالک کا ہے بعد از تقسیم نہیں۔ اور یہی قول ابوحنیفہ کا ہے مگر انہوں نے غلام میں اور مال میں تفریق کی ہے۔ غلام میں ان کا قول شافعی کی مانند اور مال میں اوزاعی کی مانند ہے۔

۲۶۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْنَى قَالَا ثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهَا الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِأَرْضِ الرُّومِ وَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ ان کا (خود ابن عمرؓ کا) ایک گھوڑا جاتا رہا اور اسے دشمن نے پکڑ لیا، پھر مسلمان مشرکوں پر غالب آ گئے تو وہ گھوڑا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں واپس دیا گیا۔ اور ان کا ایک دشمن بھاگ گیا اور سرزمین روم میں چلا گیا، پھر مسلمان رومیوں پر غالب آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خالدؓ بن الولید نے وہ غلام ابن عمرؓ کو واپس کیا (بخاری، ابن ماجہ)

بَابُ ۱۳۶ فِي عَبِيدِ الْمُشْرِكِينَ يَلْحَقُونَ بِالْمُسْلِمِينَ فَيُسْلِمُونَ۔

باب مشرکوں کے غلام اگر مسلمانوں سے آ ملیں اور اسلام لے آئیں

۲۷۰۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَ ثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ خَرَجَ عُبْدَانٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ مَوَالِيهِمْ فَقَالُوا يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا خَرَجُوا إِلَيْكَ رَغْبَةً فِي دِينِكَ وَإِنَّمَا خَرَجُوا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ فَقَالَ نَاسٌ صَدَقُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رُدَّهُمْ إِلَيْهِمْ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا أُرَاكُمْ تَنْتَهُونَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ حَتَّى يَبْعَثَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ

عَلٰى هٰذَا وَأَبٰى أَنْ يَرُدَّهُمْ وَقَالَ هُمْ عُتَقَاءُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: حدیبیہ کے دن مشرکوں کے کچھ غلام صلح سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ ان کے مالکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا، اے محمدؐ! واللہ یہ غلام آپ کے دین میں رغبت کے باعث نہیں آئے بلکہ صرف غلامی سے بھاگ کر نکلے ہیں۔ پس کچھ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ انہوں نے سچ کہا، انہیں واپس فرما دیجئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے اور فرمایا: اے قریش کی جماعت میں تمہیں باز آتے نہیں دیکھتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگوں کو بھیجے جو اس چیز پر تمہاری گردنیں کاٹیں۔ اور حضورؐ نے انہیں واپس کرنے سے انکار فرمایا: وہ اللہ عزوجل کے لیے آزاد ہیں (ترمذی ابواب المناقب)

شرح: خطابی نے کہا کہ یہ حدیث اس مسئلہ میں اصل ہے کہ دار الکفر سے اسلام لا کر نکل آنے والوں کو (اگر وہ پہلے غلام تھے) مسلم شمار کیا جائے گا اور ان کی پہلی حالت کالعدم ہوگی۔ ہاں اگر ایک آقا اپنے غلام سمیت آ جائے اور دونوں مسلم ہو جائیں تو وہ حسب سابق آقا و غلام ہوں گے کیونکہ بوقت خروج ان کی یہی حیثیت تھی۔ بھاگ کر آنے والے غلاموں کی یہ حالت شمار نہ ہوگی۔ اگر حالت اس کے برعکس ہو مثلاً دار الکفر میں ایک غلام آقا بن بیٹھا اور اس نے اپنے آقا کو غلام بنا لیا پھر دونوں مسلم ہو کر ادھر آ گئے تو دار الاسلام میں آ کر دونوں کی یہی حالت برقرار رہے گی۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ اس مسئلے میں حنفیہ کا مذہب اس حدیث کے عین مطابق ہے۔ یہ غلام کفار سے جب بھاگ آئے دار الکفر سے نکل کر امام تک آ پہنچے تو انہیں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی غلامی سے نجات دے دی، اب وہ آزاد ہیں۔ اہل سیر نے یہ واقعہ غزوۂ طائف کا بیان کیا ہے۔ ابو بکرہؓ جو حارث بن کلدہ کے غلام تھے اس غزوہ میں ایک مشک کے ذریعے سے قلعہ سے اتر آئے تھے اور اسی بنا پر انہیں ابو بکرہؓ کہا جانے لگا۔ اسی طرح وردانؓ جو عبد اللہ بن ربیعہ ثقفی کا غلام تھا، منبعثؓ جو عثمان بن عامر کا غلام تھا، ازرق جو کلدہ کا غلام تھا، یحنسؓ نبال جو یسار بن مالک کا غلام تھا، ابراہیمؓ بن جابر جو خرشہ ثقفی کا غلام تھا، یسار جو عثمان بن عبد اللہ کا غلام تھا اور نافعؓ جو عثمان مذکور کا غلام تھا، ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو کسی مسلمان کے سپرد کر دیا تھا تاکہ اس کی کفالت کرے اور اسلام کی تعلیم دے۔ چنانچہ ابو بکرہؓ عمرو بن سعید بن العاص کے ہاں رہے تھے۔ ثقیف جب مسلمان ہوئے تو ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، اس پر حضورؐ نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ لوگ ہیں۔ مسند احمد اور مسند اسحاق بن راہویہ اور ابن ابی شیبہ میں اور معجم طبرانی میں دو غلاموں کا واقعہ لکھا ہے۔ مصنف عبد الرزاق میں ابو بکرہؓ کے ساتھ تئیس غلاموں کا آنا مذکور ہے۔ مراسیل ابی داؤد میں بھی کچھ غلاموں کا غزوۂ طائف میں مسلم ہو کر آنا اور آزادی پانا مذکور ہے بیہقی نے ایک مرسل حدیث میں طائف کے غلاموں کا آنا بیان کیا ہے۔

زیر نظر حدیث ابو داؤد، ترمذی اور مستدرک میں بھی ہے اور حیرانی کی بات ہے کہ اس میں یہ واقعہ حدیبیہ کا بتایا گیا ہے حالانکہ اہل سیر متفق ہیں کہ یہ واقعہ غزوۂ طائف کا ہے۔ یہ کسی راوی کی غلطی سے ہوا ہے۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ کچھ لوگوں نے کفار کے قول کی تصدیق کی تھی۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ صحابہؓ کبار سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ایسا کہیں اور پھر اس میں حضورؐ کا خطاب قریش سے بتایا گیا ہے نہ کہ اپنے اہل قافلہ سے۔ اور انہیں شدید عذاب کی وعید سنائی گئی

ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ خطاب مسلمانوں سے نہ تھا۔

باب ۱۳۷ فِی اِبَاحَۃِ الطَّعَامِ فِی اَرْضِ الْعَدُوِّ

دشمن کی سرزمین میں طعام کے مباح ہونے کا باب

۲۷۰۱۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ الزُّبَيْرِيُّ ثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ جَيْشًا غَنِمُوْا فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَعَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک لشکر نے کچھ کھانا اور شہد بطور مالِ غنیمت پایا، پس ان سے خمس نہ لیا گیا۔

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں ہیں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں جانتا کہ کھانے پینے کی تھوڑی سی اشیاء جو بقدرِ ضرورت ہوں ان کا خمس نہیں لیا جاتا۔ انہیں حاصل کرنے والا جب تک دار الحرب میں رہے استعمال کر سکتا ہے۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی وجہ سے آیت انفال سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور صفی بھی مستثنیٰ ہے۔ اور اکثر علماء نے طعام کی مانند جانوروں کا چارہ بھی رخصت میں داخل کیا ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ اگر کوئی ضرورت سے زائد کھائے تو اس کی قیمت مالِ غنیمت میں داخل کر دے۔ اسی طرح مشروبات اور دوائیں جو خوراک کے ضمن میں نہیں آئیں، یا شکاری جانوروں کو کھلایا جانے والا گوشت، ان کی قیمت بھی ادا کرنی پڑے گی کیونکہ ان چیزوں کی حیثیت مملوکہ اشیاء کی طرح نہیں بلکہ بطور حاجت ہے۔

۲۷۰۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِيْلَ وَالْقَعْنَبِيُّ قَالَا ثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ دُلِّيَ جِرَابٌ مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَالْتَزَمْتُهُ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَا اُعْطِیْ مِنْ هٰذَا اَحَدًا الْيَوْمَ شَيْئًا قَالَ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ اِلَيَّ۔

عبداللہ بن مغفلؓ نے کہا کہ جنگِ خیبر میں چربی کی ایک تھیلی نیچے لٹکائی گئی ہیں اس کی طرف آیا اور اس سے چمٹ گیا پھر میں نے کہا کہ: آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا۔ پھر میں پیچھے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف مسکرا رہے تھے۔ (بخاری، مسلم، نسائی، دارمی، مسند احمد)

شرح: اس حدیث کا مضمون (نہ کہ قصہ) پچھلی حدیث سے ملتا جلتا ہے۔ دار الحرب میں مجاہدین کو روزمرہ کے کھانے

پینے اور استعمال کی چیزوں کی اجازت ہے۔ ان کا ذخیرہ نہ کیا جائے، انہیں دارالاسلام میں نہ لایا جائے۔ ابو الولید طیالسی کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے چربی کی تھیلی کے متعلق عبد اللہ بن مغفل سے فرمایا تھا کہ "یہ تیری ہے"۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کی حلال چیزوں کا استعمال جائز ہے۔ چربی کا استعمال اسلام نے روا رکھا ہے گو یہود کے لیے حرام تھی معلوم نہیں کہ یہ کسی نے کیوں پھینک دی تھی۔ شاید بطور استہزاء یا بیکار جان کر پھینکی ہو گی۔

بَابٌ ۱۲۸ فِي النَّهْيِ عَنِ النُّهْبَى إِذَا كَانَ فِي الطَّعَامِ قِلَّةٌ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

دشمن کی سرزمین میں جبکہ طعام کی قلت ہو تو لوٹ مار کی ممانعت کا باب

۲۷۰۳ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي لَبِيدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ بِكَابُلَ فَأَصَابَ النَّاسَ غَنِيمَةٌ فَانْتَهَبُوهَا فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النُّهْبَى فَرَدُّوا مَا أَخَذُوا فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ۔

ابو لبید نے کہا کہ ہم سرزمین کابل میں عبد الرحمنؓ بن سمرہ کے ساتھ تھے۔ پس لوگوں کو کچھ غنیمت ملی اور انہوں نے اسے لوٹ کھسوٹ لیا۔ پس عبد الرحمن نے اٹھ کر خطبہ دیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹ کھسوٹ سے منع کرتے سُنا تھا۔ لوگوں نے جو کچھ لیا تھا اسے واپس کر دیا تو عبد الرحمنؓ نے اسے ان میں تقسیم کر دیا۔

شرح: ترجمۃ الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو داؤد کے نزدیک لوگوں کی لوٹ کھسوٹ کا باعث غالباً یہ ہو گا کہ چیزیں کھانے پینے کی تھیں اور سامان رسد کی قلت کے باعث ہر شخص کچھ نہ کچھ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اگر قلت نہ ہوتی تو وہ اس پر یوں ٹوٹ نہ پڑتے۔ لیکن حدیث کے الفاظ سے یہ مطلب واضح نہیں ہے۔ پھر اس میں غنیمت کا لفظ ہے اور مالِ غنیمت کو قبل از تقسیم چھیڑنا ویسے ہی ممنوع تھا۔ خطابی نے مالِ غنیمت ہی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ غنیمت میں مجاہدین کے حصے مقرر ہیں، سوار کے دو اور پیدل کا ایک۔ لوٹ مار کا مدار چونکہ حصّے پر نہیں بلکہ ذاتی قوت پر ہوتا ہے لہٰذا بعض بلا استحقاق زیادہ لے گئے ہوں گے اور بعض کو حصے سے کم ملا ہو گا اس لیے سارا مال جمع کر کے از سر نو تقسیم کیا گیا۔ مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ اگر اس غنیمت سے مراد مالِ غنیمت ہے تو قبل از تقسیم اس پر قبضہ کسی کے لیے جائز نہ تھا لہٰذا اس کی لوٹ کھسوٹ کو کالعدم ٹھہرایا گیا۔ اس سے مراد اگر اشیائے خورد و نوش ہیں تو بعض کو حصہ کم ملا ہو گا اور بعض زیادہ لے گئے ہوں گے اس لیے اسے باضابطہ تقسیم کیا گیا۔ گویا مولاناؒ اس کی دونوں شقوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ کابل پر مختلف ادوار گزر چکے ہیں۔ آج کل یہ افغانستان کا دار السلطنت ہے اور اس پر روس کا قبضہ ہے۔ دن رات روسی ایجنٹوں اور مقامی مسلمانوں کے درمیان جنگ جاری ہے۔

۲۷۰۴ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيُّ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ مُجَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قُلْتُ هَلْ كُنْتُمْ تُخَمِّسُوْنَ يَعْنِي الطَّعَامَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ فَيَاْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَكْفِيْهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ۔

ابو مجالد نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے پوچھا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں طعام کا خمس نکالتے تھے؟ تو عبداللہ نے کہا کہ جنگ خیبر میں ہمیں طعام ملا۔ پس آدمی آتا اور اس میں سے اپنی کفائت کی مقدار پر لے لیتا پھر چلا جاتا تھا (یعنی وہ روزمرہ کے کھانے کی چیزیں تھیں مثلاً پھل یا غلہ وغیرہ لہذا انہیں بطور مال غنیمت تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ حسب ضرورت ہر ایک پر مباح کر دیا گیا اور لوگ ان میں سے اپنی ضرورت و کفائت کے مطابق لے جاتے تھے۔ اگر کوئی ذخیرہ کرنے کی چیز ہوتی یا مقدار میں بہت زیادہ ہوتی تو اسے خمس نکال کر تقسیم کیا جاتا)

۲۷۰۵۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ ثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي ابْنَ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَصَابَ النَّاسَ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ وَجَهْدٌ فَاَصَابُوْا غَنَمًا فَانْتَهَبُوْهَا فَاِنَّ قُدُوْرَنَا لَتَغْلِيْ اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ عَلٰى قَوْسِهٖ فَاَكْفَاَ قُدُوْرَنَا بِقَوْسِهٖ ثُمَّ جَعَلَ يُرَمِّلُ اللَّحْمَ بِالتُّرَابِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِاَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ اَوْ اِنَّ الْمَيْتَةَ لَيْسَتْ بِاَحَلَّ مِنَ النُّهْبَةِ الشَّكُّ مِنْ هَنَّادٍ۔

عاصم ابن کلیب نے ایک انصاری مرد سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں گئے، پس لوگوں کو شدید ضرورت اور تکلیف پہنچی اور انہیں بھیڑ بکریاں ملیں تو وہ انہوں نے لوٹ لیں۔ پس ہماری ہنڈیاں اُبل رہی تھیں کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان کے سہارے پر چلتے ہوئے تشریف لائے اور آپ نے اپنی کمان کے ساتھ ہماری ہنڈیاں الٹ دیں حتیٰ کہ گوشت مٹی سے آلودہ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لوٹ کھسوٹ مردار سے زیادہ حلال نہیں یا یہ فرمایا کہ مردار لوٹ کھسوٹ سے زیادہ حلال نہیں شک ہناد راوی کا ہے۔

شرح: اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ لوگوں کو شدید حاجت تھی اور ضرورت کے وقت دار الحرب میں کفار کا مال حسب حاجت لے کر کھا لینا جائز تھا جیسا کہ اوپر گزر چکا، تو پھر حضورؐ نے ان پر یہ سختی کیوں فرمائی؟ اس کا جواب علامہ قاری اور قاضی شوکانی نے یہ دیا ہے کہ ضرورت مند تو سب تھے اور لے لیا تھا صرف چند لوگوں نے، لہذا حضور نے از راہ عتاب

ہنڈیاں الٹ دی تھیں۔ شوکانی تو یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف شوربا بہایا گیا تھا اور گوشت بچ رہا تھا۔ اس کی یہ تاویل بھی ہوسکتی ہے کہ مالِ غنیمت کا تھا لہٰذا اسے حسب ضابطہ تقسیم ہونا چاہیے تھا، لوگوں نے چونکہ تقسیم سے پہلے ہی جانور ذبح کر کے پکانا شروع کر دیئے تھے اس لیے یہ عتاب نازل ہوا۔ ورنہ اگر لوگ باقاعدہ تقسیم کرا لیتے یا قبل از تقسیم ہی اپنی حاجت کے مطابق استعمال کی اجازت حضورؐ سے لے لیتے تو اتنی شدت کی نوبت نہ آتی۔ اوپر یہ بحث گزر چکی ہے کہ روزمرہ استعمال کی چیزیں اور طعام وغیرہ اگر امام کی اجازت سے حسب ضرورت لے لیا جائے اور دوسروں کی حق تلفی نہ ہو تو جائز ہے۔

بَابٌ ۱۳۹ فِي حَمْلِ الطَّعَامِ مِنْ أَرْضِ الْعَدُوِّ

دشمن کی سرزمین سے طعام کو اٹھائے جانے کا باب

۲۷۰۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ ثَنَا عَبْدُ اللهِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ حَرْشَفٍ الْأَزْدِيَّ حَدَّثَهُ عَنِ الْقَاسِمِ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا نَأْكُلُ الْجُزُرَ فِي الْغَزْوِ وَلَا نَقْسِمُهُ حَتّٰى إِنْ كُنَّا لَنَرْجِعُ إِلٰى رِحَالِنَا وَأَخْرِجَتُنَا مِنْهُ مَمْلُوَّةٌ۔

القاسم مولائے عبدالرحمٰن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم لوگ جنگلوں میں اونٹ کا گوشت کھاتے تھے اور اسے تقسیم نہ کرتے تھے، حتیٰ کہ ہم جب اپنے ڈیروں کی طرف واپس آتے تو ہماری خرجیاں اُس سے پُر ہوتیں۔

شرح: امام ابو داؤد نے اس حدیث کے الفاظ سے یہ مطلب نکالا ہے کہ وہ لوگ دارالحرب سے گوشت دارالاسلام میں لے جاتے تھے مگر یہ مطلب واضح معلوم نہیں ہوتا۔ یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ جنگلی کارروائیوں کے سلسلے میں لوگ جب لشکر کی فرودگاہوں سے دُور اِدھر اُدھر جاتے تھے تو وہاں پر دارالحرب کے اونٹ ذبح کر کے کھاتے اور باقی گوشت اپنی خرجیوں میں بھر کر فرودگاہوں میں واپس آتے تھے یعنی یہ ساری کارروائی دارالحرب میں ہوتی تھی۔ اس تاویل کی صورت میں تو جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ لیکن اگر دارالحرب میں طعام حاصل کر کے استعمال کیا جائے اور اس کا کچھ حصہ خرجیوں میں بھر کر دارالاسلام کو لایا جائے تو یہ بات فقہی اختلافات کا موضوع بنے گی۔ علامہ خطابی نے اس پر لکھا ہے کہ دارالحرب سے جو کھانے کی چیز دارالاسلام میں لائی جائے اسے ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور شافعی (ایک قول میں) کے نزدیک امام کو واپس کرنا واجب ہے۔ مگر شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ شخص جب دارالحرب میں اس کا مالک ہوچکا تھا تو دارالاسلام میں لا کر اس کی ملکیت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ یہی اوزاعی کا قول ہے مگر اس نے کہا کہ وہ شخص اس چیز کو فروخت نہیں کر سکتا اگر ایسا کرے گا تو قیمت کو مالِ غنیمت میں دینا لازم ہے۔ مالک بن انس اور احمد نے کم مقدار کی چیزوں کے گھر لے آنے کی رخصت دی ہے مثلاً گوشت، روٹی، پھل، سبزی وغیرہ۔

بَابٌ ۱۴۲ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ إِذَا فَضَلَ عَنِ النَّاسِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

دار الحرب میں لوگوں سے بچے ہوئے طعام کی بیع کا باب

۲۷۰۷. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ حَمْزَةَ ثَنَا أَبُو عَبْدِ الْعَزِيزِ شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْأُرْدُنِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ قَالَ رَابَطْنَا مَدِينَةَ قِنَّسْرِينَ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ فَلَمَّا فَتَحَهَا أَصَابَ فِيهَا غَنَمًا وَبَقَرًا فَقَسَمَ فِينَا طَائِفَةً مِنْهَا وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ فَلَقِيتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مُعَاذٌ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَأَصَبْنَا فِيهَا غَنَمًا فَقَسَمَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ۔

عبدالرحمٰن بن غنم نے کہا کہ ہم قنسرین شہر میں شرحبیل رضؓ بن سمط کے ساتھ دشمن کے مقابل پڑے تھے۔ جب اس نے یہ شہر فتح کر لیا تو بہت سی گائے بھینس اور بھیڑ بکریاں بطور غنیمت حاصل کیں۔ پس اس نے ہم میں کچھ حصہ تقسیم کیا اور باقی مال غنیمت میں جمع کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ پھر میں معاذ بن جبل سے ملا اور اسے یہ واقعہ سنایا۔ پس معاذ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر خیبر میں جہاد کیا اور ہمیں وہاں مال غنیمت ملا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ہمیں بانٹ دیا اور باقی مالِ غنیمت میں رکھ لیا (ترجمۃ الباب میں بیع کا ذکر ہے مگر حدیث اس سے ساکت ہے۔ ابو داؤدؒ نے یہ استدلال اس طرح کیا کہ جب مجاہدین میں کچھ مال غنیمت بانٹ دیا گیا تو ان کی ملک ہو گیا۔ اب وہ اس کی بیع بھی کر سکتے ہیں۔ اور کچھ حصہ بقدرِ ضرورت بانٹ کر باقی مالِ غنیمت میں محفوظ کر لینے کا راز یہ ہے کہ بقولِ صاحب الدر المختار دار الحرب میں مال غنیمت کی تقسیم نہیں کی جاتی، ہاں امام اپنے اجتہاد سے بوقتِ ضرورت حسب حاجت مجاہدین میں کچھ تقسیم کر سکتا ہے۔ گھاس چارہ اور طعام اور کھانے پینے کی عارضی اشیاء مباح ہیں اور ان کی خرید و فروخت حاجت کے لیے جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور تموّل کے لیے ان کا جمع کرنا جائز نہیں جب تک کہ امام کی طرف سے اجازت نہ ہو یا جب تک کہ مالِ غنیمت کی تقسیم باقاعدہ منعقد نہ ہو جائے۔ خطابی نے لکھا ہے کہ کھانے پینے کے لیے بقدر حاجت مجاہدین کو دے دینا اور باقی کو شرعی حصوں پر تقسیم کرنا جائز ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے پہلے خمس نکالا جاتا ہے اور پھر اسے شرعی حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ لیکن ضرورت جب داعی ہو تو اہل لشکر کو کھانے کے لیے اور جانوروں کو چارے کے طور پر بقدر کفائت دینا جائز ہے۔ اتنا استثناء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان و عمل کے ساتھ تم لوگوں کا باقی مالِ غنیمت میں جمع ہوا تاکہ اس میں سے خمس نکال کر باقی کو مجاہدین کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے)

بَابٌ ١٤١ فِي الرَّجُلِ يَنْتَفِعُ مِنَ الْغَنِيمَةِ بِشَيْءٍ

اس شخص کا باب جو مالِ غنیمت میں سے کسی چیز سے نفع اٹھائے

٢٧٠٨۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ قَالَا ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ مَوْلَى تُجِيبَ عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ۔

رُویفع بن ثابت انصاری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے مسلمانوں کے مالِ فئ میں سے کسی جانور کی سواری جائز نہیں کہ جب اُسے کمزور کر دے تو پھر مالِ غنیمت میں واپس لوٹا دے، اور جو شخص اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے مسلمانوں کے مالِ فئ میں سے کوئی کپڑا پہننا جائز نہیں کہ جب اُسے پرانا کر دے تو غنیمت میں واپس لوٹا دے۔

شرح: معالم السنن میں ہے کہ دشمن کے ہتھیاروں اور جانوروں کا استعمال حالتِ جنگ میں ضرورت کے سبب سے جائز ہے۔ اس میں مجھے اہلِ علم میں سے کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ان چیزوں کو مالِ غنیمت میں داخل کیا جائے گا۔ دوسری اشیاء مثلاً کپڑے وغیرہ کا استعمال سخت ضرورت (مثلاً سردی گرمی سے حفاظت اور سرحد پر قیام کے لیے قوت بہم پہنچانا) کے علاوہ جائز نہیں۔ اوزاعی نے حالتِ اضطرار کی شرط لگائی ہے پس حدیث میں جو ممانعت ہے وہ بلا ضرورت استعمال کی ہے۔

بَابٌ ١٤٢ فِي الرُّخْصَةِ فِي السِّلَاحِ يُقَاتَلُ بِهِ فِي الْمَعْرَكَةِ

ہتھیار کے استعمال کی رخصت کا باب جس سے میدانِ جنگ میں لڑے۔

٢٧٠٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ ابْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيَّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيِّ قَالَ ثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ عَنْ

اَبِيهِ قَالَ مَرَرْتُ فَإِذَا أَبُو جَهْلٍ صَرِيعٌ قَدْ ضُرِبَتْ رِجْلُهُ فَقُلْتُ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ يَا أَبَا جَهْلٍ قَدْ أَخْزَى اللّٰهُ الْآخِرَ قَالَ وَلَا أَهَابُهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبْعَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ فَضَرَبْتُهُ بِسَيْفٍ غَيْرِ طَائِلٍ فَلَمْ يُغْنِ شَيْئًا حَتّٰى سَقَطَ سَيْفُهُ مِنْ يَدِهِ فَضَرَبْتُهُ بِهِ حَتّٰى بَرَدَ۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: میں میدان (بدر) میں گزرا تو اچانک میں نے ابوجہل کو گرا ہوا دیکھا اس کا پاؤں اڑا دیا گیا تھا۔ پس میں نے کہا: اے دشمنِ خدا، اے ابوجہل، اللہ نے بدکار کو ذلیل کر دیا ہے، عبداللہؓ نے کہا کہ اس وقت مجھے اس کی ہیبت نہ تھی۔ پس ابوجہل نے کہا: اس سے زیادہ تو کچھ نہیں ہوا کہ ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے۔ پس میں نے اسے تلوار ماری مگر بے سود۔ اس کی تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو میں نے اسی کے ساتھ اسے چوٹ لگائی حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا (نسائی مختصراً)

شرح: اس واقعہ سے ابوداؤدؒ نے میدانِ جنگ میں دشمن کے ہتھیار کو استعمال کرنے کا ثبوت نکالا ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کو خود اس کی تلوار کے ساتھ قتل کیا تھا اور یہ واقعہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل پیش آیا تھا۔ اس حدیث کی سند میں ابواسحاق سبیعی متکلم فیہ راوی ہے اور بقولِ منذری ابوعبیدہ کا سماع اپنے والد عبداللہ بن مسعود سے ثابت نہیں ہے۔ اس سے قبل کتاب الصلاۃ میں یہ بحث گزر چکی ہے کہ اس سماع میں محدثین کا اختلاف ہے۔ یہ واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ (ابوجہل کی تلوار کے ذکر کے بغیر) صحاح میں وارد ہے۔

بَابٌ ۱۴۳ فِي تَعْظِيمِ الْغُلُولِ۔

مالِ غنیمت کی چوری کے معاملے کی شدت کا باب

۲۷۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ وَبِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَاهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُودَ لَا تُسَاوِي دِرْهَمَيْنِ۔

زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص جنگ خیبر میں

وفات پا گیا تو لوگوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو حضورؐ نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ پس اس سبب سے لوگوں کے چہروں کا رنگ بدل گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی نے خدا کی راہ میں حاصل ہونے والے مال سے چوری کی تھی۔ پس ہم نے اس کا سامان ٹٹولا تو ہم نے یہودیوں کے موتیوں میں سے ایک موتی پایا جو دو درہم کے مساوی بھی نہ تھا (ابن ماجہ کتاب الجہاد)

شرح: اہل مدینہ کے پاس اس قسم کے موتی نہ تھے لہٰذا اس موتی کو یہود کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس شخص کی نماز جنازہ ناجائز نہ تھی ورنہ حضورؐ دوسروں کو پڑھنے کا حکم نہ دیتے، بلکہ عبرت دلانے کے لیے ایسا کیا گیا تاکہ لوگ اس معاملے کی سنگینی کا احساس کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام یا مقتدا کو اس قسم کے واقعات میں عبرت کے لیے نماز نہ پڑھنی چاہیے

۲۷۱۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدَّيْلِيِّ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا وَرِقًا إِلَّا الثِّيَابَ وَالْمَتَاعَ وَالْأَمْوَالَ قَالَ فَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ وَادِي الْقُرَى وَقَدْ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِوَادِي الْقُرَى فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعُوا بِذَلِكَ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ قَالَ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ۔

ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہم لوگ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تو ہمیں سونا یا چاندی کی صورت میں مال غنیمت نہ ملا، بلکہ کپڑوں، سامان اور مال جانوروں کی شکل میں۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی القریٰ کی طرف توجہ فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعم نامی ایک کالا غلام بطور ہدیہ ملا تھا حتیٰ کہ جب لوگ وادی القریٰ میں پہنچے تو مدعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان سواری پر سے اتار رہا تھا کہ ایک تیر آیا اور اُسے قتل کر دیا۔ پس لوگوں نے کہا اسے جنت مبارک ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، مجھے اللہ کی قسم جس کے

ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو چادر اس نے جنگ خیبر میں مال غنیمت سے چرائی تھی، مال غنیمت کی تقسیم سے قبل، اس پر آگ بن کر بھڑکتی ہے۔ پس جب لوگوں نے یہ سُنا تو ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تسمہ یا دو تسمے لایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ کا تسمہ یا دو تسمے ہیں (بخاری، مسلم، نسائی، مؤطا)

شرح: مولانا نے مسند احمد وغیرہ کے حوالے سے اسی قصے سے ملتا جلتا واقعہ کرکرہ نامی ایک شخص کا بیان کیا یہ دونوں واقعات الگ الگ دو شخصوں کے ہیں مدعم نامی غلام رفاعہ بن زید نے حضورؐ کو بطور ہدیہ دیا تھا اور کرکرہ نامی یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی الحنفی نے بھیجا تھا۔ پہلے کا قصہ وادی القریٰ میں پیش آیا تھا اور وہ ایک نامعلوم تیر سے ہلاک ہوا تھا۔

بَابٌ ۱۴۴ فِي الْغُلُولِ إِذَا كَانَ يَسِيرًا يَتْرُكُهُ الْإِمَامُ وَلَا يُحَرِّقُ رَحْلَهُ۔

معمولی غلول کا باب جبکہ امام اسے ترک کر دے اور اس کا ڈیرہ نہ جلائے۔

۱۲۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنَا إِسْحٰقُ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَوْذَبٍ قَالَ ثَنِي عَامِرٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ غَنِيمَةً أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ فَيَجِيئُونَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيُخَمِّسُهُ وَيُقَسِّمُهُ فَجَاءَ رَجُلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ بِزِمَامٍ مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا فِيمَا كُنَّا أَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِيمَةِ فَقَالَ أَسَمِعْتَ بِلَالًا يُنَادِي ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَجِيئَ بِهِ فَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ كُنْ أَنْتَ تَجِيئُ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَنْ أَقْبَلَهُ عَنْكَ۔

عبداللہؓ بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مال غنیمت پاتے تو بلالؓ کو منادی کرنے کا حکم دیتے پس لوگ اپنی غنیمت لاتے پس حضورؐ ان کا خمس نکال کر تقسیم فرماتے تھے، پس ایک آدمی اس کے بعد بالوں کی بنی ہوئی ایک مہار لایا پس بولا۔ یا رسول اللہ یہ اُس مال غنیمت میں سے ہے جو ہمیں ملا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: کیا تو نے بلالؓ کو منادی کرتے سُنا تھا؟ یہ تین بار فرمایا۔ اس نے کہا کہ ہاں! حضورؐ نے فرمایا پھر تجھے کس چیز نے اس کے لانے سے روکا تھا؟ اس شخص نے عذر پیش کیا تو فرمایا: تو رہ، تو اسے قیامت کے دن لائے گا تو بھی میں اسے ہرگز قبول نہ کروں گا۔

شرح: مولانا نے فرمایا کہ یہ بھی غلول کے بارے میں تشدید و تغلیظ کے باب سے ہے۔ امت اس پر متفق ہے کہ غلول حرام ہے، کبیرہ گناہ ہے، کم ہو یا زیادہ ہو۔ اگر یہ کہو کہ جب وہ شخص نادم و تائب ہو گیا تھا اور پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بالوں کی زمام کو رد کر دیا تھا تو اب وہ شخص اسے کیا کرے تا؟ جواب یہ ہے کہ علامہ شوکانی نے کہا ہے کہ بقول ثوری، اوزاعی، لیث اور مالک وہ شخص اس کا خمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کر دیتا اور باقی کا

صدقہ کر دیتا۔ شافعی کا قول یہ تھا کہ اگر وہ شخص اس کا مالک ہو چکا تھا تو اس پر صدقہ واجب نہ تھا اور اگر وہ مالک نہ تھا تو دوسرے کے ملک سے صدقہ کیونکر آتا؟ واجب یہ ہے کہ ضائع اور بیکار اموال کی مانند اسے امام کے سامنے پیش کر دیا جاتا۔ اس مسئلہ میں حنفیہ کا قول یہ ہے کہ السیر الکبیر کے مطابق اس قسم کے معاملے میں امام کو اختیار ہے کہ اُس شخص سے قبول نہ کرے اور وہ چیز اسی کے پاس رہنے دے حتیٰ کہ وہ مستحق کو اس کا حق پہنچائے۔ اور یا پھر اس سے لے لے اور اس کا خمس بیت المال میں داخل کرے، باقی وہ شخص بطور لقطہ محفوظ رکھے یا مساکین کو دے دے یا بیت المال میں میں داخل کر دے۔ اگر غلول کرنے والا تائب ہو جائے اور چرائی ہوئی چیز کو امام کے پاس نہ لائے تو اُسے صدقہ کر دے یا بطور لقطہ محفوظ رکھے اور اس کا حکم اس پر نافذ کرے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ اس تمام تفصیل کے باوجود حضور کے رد کرنے کے بعد اس مال کی حیثیت واضح نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابٌ ۱۲۵ فِی عُقُوبَةِ الْغَالِ

مال غنیمت سے چوری کرنے والے کی عقوبت کا باب

۲۷۱۳۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ النُّفَيْلِيُّ الْأَنْدَرَاوَرْدِيُّ عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَصَالِحٌ هَذَا أَبُو وَاقِدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ مَسْلَمَةَ أَرْضَ الرُّومِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ غَلَّ فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ وَاضْرِبُوهُ قَالَ فَوَجَدْنَا فِي مَتَاعِهِ مُصْحَفًا فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ بِعْهُ وَتَصَدَّقْ بِثَمَنِهِ۔

ابو واقد صالح نے کہا کہ میں مسلمہ کے ساتھ سرزمین روم میں داخل ہوا پس ایک شخص کو لایا گیا جس نے مال غنیمت میں سے چوری کی تھی، پس مسلمہ نے اس کے متعلق سالم سے پوچھا تو اس نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا وہ حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت کرتا تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حضورؐ نے فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو پاؤ جس نے مال غنیمت سے چوری کی ہو تو اس کا سامان جلا دو اور اُسے پیٹو۔ ابو واقد نے کہا کہ ہم نے اس کے سامان میں ایک مصحف پایا تو مسلمہ نے اس کے متعلق سالم سے پوچھا، اس نے کہا کہ اسے بیچ دو اور اس کی قیمت صدقہ کر دو (ترمذی نے اسے روایت کر کے حدیث غریب کہا)

شرح: خطابی نے کہا کہ ایسے شخص کی بدنی سزا کا جہاں تک تعلق ہے اس کے متعلق مجھے اہل علم کا کوئی اختلاف معلوم نہیں۔ اختلاف صرف مالی سزا میں ہے۔ حسن بصری نے کہا کہ حیوان اور مصحف کے علاوہ اس کا تمام سامان جلا دیا جائے

اوزاعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے انہوں نے کہا کہ جو چیز اس نے چرائی ہو اسے نہ جلایا جائے کیونکہ وہ مجاہدین کا حق ہے، اگر وہ اسے ضائع کر چکا ہو تو اس کی قیمت کا ضامن ہے۔ اوزاعی نے اس کا وہ تمام سامان جلانے کا فتویٰ دیا ہے جسے اس نے میدان جنگ میں استعمال کیا تھا، حتیٰ کہ زین اور پالان بھی، مگر سواری نہیں۔ نہ اس کا سفر خرچ، ہتھیار اور بدن کے کپڑے جلائے جائیں۔ شافعیؒ نے ایسے آدمی کو صرف بدنی سزا کا فتویٰ دیا ہے اور کسی چیز کو جلانے کا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حدود بدن پر رکھی ہیں مال پر نہیں اور یہی مالک کا اور میرے خیال میں حنفیہ کا قول ہے، ان کے نزدیک حدیث میں زجر و توبیخ مراد ہے نہ کہ سچ مچ سامان جلانا۔

اس حدیث کے راوی صالح ابو واقد کو ابن معین اور علی بن المدینی نے ضعیف کہا ہے اور بخاری نے منکر الحدیث ٹھہرایا ہے اور اس کی روایت پر اس کا کوئی متابع نہیں۔ محفوظ یہ ہے کہ یہ سالم کا قول ہے حدیث مرفوع نہیں۔ اس حدیث کے ضعف کی دلیل یہ ہے کہ حضور کے وقت میں منافقین کی وجہ سے غلول ہوتا رہا ہے مگر احادیث و سیر و مغازی میں ہر چھوٹی بڑی چیز مروی ہوئی پر غلول پر کسی کا سامان جلایا جانا ثابت نہیں ہوا۔ اگر سامان جلانے کو لازم مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک حدیث شاذ کے باعث ہم نے ایک حد ثابت کی اور یہ خلاف اصول ہے۔ حدود تو جو ثابت شدہ ہیں وہ بھی شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں چہ جائیکہ غیر ثابت۔

۲۷۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ مَحْبُوْبُ ابْنُ مُوْسَى الْاَنْطَاكِيُّ قَالَ اَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ الْوَلِيْدِ ابْنِ هِشَامٍ وَمَعَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَغَلَّ رَجُلٌ مَتَاعًا فَاَمَرَ الْوَلِيْدُ بِمَتَاعِهٖ فَاُحْرِقَ وَطِيْفَ بِهٖ وَلَمْ يُعْطِهٖ سَهْمَهٗ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰذَا اَصَحُّ الْحَدِيْثَيْنِ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّ الْوَلِيْدَ ابْنَ هِشَامٍ اَحْرَقَ رَحْلَ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ قَدْ غَلَّ وَضَرَبَهٗ۔

صالح بن محمد (بن زائدہ۔ وہی ابو واقد مذکور) نے کہا کہ ہم نے ولید بن ہشام کے ساتھ جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سالم بن عبداللہ بن عمر اور عمر بن عبدالعزیز بھی تھے۔ پھر ایک آدمی نے مال غنیمت میں چوری کی اور ولید نے اس کا سامان جلانے کا حکم دیا تو اسے جلا یا گیا اور اُسے پھرایا گیا اور اُس کا حصہ (غنیمت میں سے) اسے نہ دیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ ان دو حدیثوں میں سے یہ صحیح تر ہے جسے کئی لوگوں نے روایت کیا ہے کہ ولید بن ہشام نے زیاد بن سعد کا ڈیرہ جلا دیا تھا اور اس نے غلول کیا تھا اور ولید نے اسے پیٹا تھا۔ (پس یہ محض ایک تعزیر تھی جو موقوف ہے اور مرفوع نہیں)

۲۷۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ ثَنَا مُوْسَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ ثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ حَرَّقُوْا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوْهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ

وَزَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ عَنِ الْوَلِيدِ وَلَمْ اَسْمَعْهُ مِنْهُ وَمَنَعُوهُ سَهْمَهُ قَالَ اَبُودَاوُدَ ثَنَا بِهِ الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ ابْنُ نَجْدَةَ قَالَا ثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ قَوْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ مَنَعَ سَهْمَهُ۔

عبداللہ بن عمرو العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے غلول کرنے والے کا سامان جلا دیا اور اسے پیٹا۔ ابو داؤد نے کہا کہ اس حدیث میں علی بن بحر نے ولید سے یہ اضافہ کیا کہ: اور اس کا حصہ روک لیا۔ اور میں نے یہ اس سے نہیں سنا۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث ہمیں ولید بن عتبہ اور عبدالوہاب بن نجدہ نے ولید سے اس نے زہیر بن محمد سے اس نے عمرو بن شعیب سے اس کا قول روایت کی ہے اور اس کی سند میں زہیر بن محمد مجہول ہے۔ اس کا موقوف ہونا راجح ہے۔

بَابُ ١٤٦ النَّهْيِ عَنِ السَّتْرِ عَلَى مَنْ غَلَّ

غلول کرنے والے کی پردہ پوشی کی ممانعت کا باب۔

٢٧١٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى اَبُودَاوُدَ ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ ثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ اَمَّا بَعْدُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَتَمَ غَالًّا فَاِنَّهُ مِثْلُهُ۔

سمرہ بن جندب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جس نے غلول کرنے والے کو چھپایا وہ اسی کی مثل ہے (یہ اس حدیث کا حصہ ہے جو اس سند سے باب اتخاذ المساجد میں گزری ہے۔ اس میں بقول امام ذہبی (المیزان) مسجد بنانے کا، بیع کے لیے تیار کی ہوئی چیز کی زکوۃ نکالنے کا اور یہ مضمون ہے جو اس وقت پیش نظر ہے۔ سنن ابی داؤد میں اسی سند کے ساتھ چھ احادیث آئی ہیں اور ہر حال میں یہ سند تاریک ہے کوئی حکم ثابت نہیں کر سکتی۔

بَابُ ١٤٧ فِي السَّلَبِ يُعْطَى الْقَاتِلُ

مقتول کا سامان قاتل کو دیئے جانے کا باب

٢٧١٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ

سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَامِ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ قَالَ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ فَاسْتَدَرْتُ لَهُ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ فَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ لَهُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللَّهِ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ قَالَ فَقُمْتُ ثُمَّ قُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ الثَّانِيَةَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ قَالَ فَقُمْتُ ثُمَّ قُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ الثَّالِثَةَ فَقُمْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ صَدَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَلَبُ ذَلِكَ الْقَتِيلِ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ لَاهَا اللَّهِ إِذًا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطِهِ إِيَّاهُ فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ فَأَعْطَانِيهِ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ فَإِنَّهُ أَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

ابو قتادہؓ نے کہا کہ ہم لوگ جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں میں کچھ بھگدڑ مچی۔ میں نے ایک مشرک کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر غالب آیا ہوا ہے۔ ابو قتادہؓ نے کہا کہ میں گھوم کر اس کے پیچھے سے آیا اور اس کے کندھے اور گردن کے درمیانی جوڑ پر تلوار ماری۔ وہ میری طرف مڑا اور اس نے مجھے اتنے زور سے دبایا کہ میں نے اس سے موت کی ہوا پائی (یعنی اس کا بھینچنا نہایت شدید تھا) پھر اسے موت نے آلیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میں عمر بن الخطابؓ سے ملا اور ان سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ

یہ اللہ کا حکم ہے۔ پھر لوگ واپس مڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس پر اس کی گواہی ہو تو اس مقتول کا ساز و سامان اُس کا ہے۔ ابو قتادہؓ نے کہا کہ میں اٹھا اور کہا: کون میری گواہی دیتا ہے؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر حضورؐ نے دوبارہ یہی فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا اُس کا سامان قاتل کا ہے بشرطیکہ اس پہ گواہی موجود ہو۔ ابو قتادہؓ نے کہا کہ میں پھر اٹھا اور کہا: میری گواہی کون دیتا ہے؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر آپؐ نے تیسری مرتبہ وہی فرمایا تو میں اٹھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو قتادہؓ کیا بات ہے؟ ابو قتادہؓ نے کہا کہ میں نے حضورؐ کو سارا واقعہ سُنا دیا۔ لوگوں میں سے ایک آدمی بولا: یا رسول اللہ یہ سچ کہتا ہے اور اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے اسے میرے لیے راضی کر دیجئے۔ پس ابو بکر صدیقؓ نے کہا: نہیں واللہ تب یوں نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے قتال کرے اور اس کے مقتول کا سامان تجھے دے دیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا، تو وہ سامان ابو قتادہؓ کو دیدے ابو قتادہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا، تو وہ سامان ابو قتادہؓ کو دیدے۔ ابو قتادہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سامان مجھے دلوایا، پس میں نے زرہ فروخت کی اور اس کے ساتھ میں نے بنی سلمہ میں ایک باغ خریدا، وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں حاصل کیا (بخاری، مسلم، موطا اور ترمذی)

شرح: معالم السنن میں خطابی نے کہا ہے کہ ابو ثور اور محدثین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مقتول کا سامان (سلب) قاتل کے لیے ہے خواہ وہ اسے مقابلے میں قتل کرے یا بھاگتے ہوئے کو، اس سے آمنا سامنا (مبارزت) ہوا یا نہ ہوا ہو، امام اس کا اعلان کرے یا نہ کرے، جنگ بالفعل شروع ہو یا نہ ہو۔ شافعی نے کہا کہ قاتل کو مقتول کا سامان تب ملے گا جبکہ جنگ ہو رہی اور مشرک سامنا کر رہا ہو کیونکہ یہ ایک انعام ہے جو اس قاتل کی بہادری کی بناء پر اسے دیا جاتا ہے۔ خواہ انفرادی مقابلہ پکار کر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ احمد نے کہا کہ مقتول کا سلب قاتل کو صرف مبارزت کے وقت ملتا ہے جبکہ قاتل مد مقابل کو مار ڈالے، اور یہ صرف امام کے اذن سے ہے اور اس کا تعلق امام کے اجتہاد سے ہے کوئی عام شرعی حکم نہیں ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ قاتل نے کسی کو قتل کر دیا تو اس کا ساز و سامان مالِ غنیمت ہے۔ ابو یوسف نے کہا کہ اگر امام نے یہ اعلان کیا ہو کہ مقتول کا سامان قاتل کا ہے تو وہ سامان دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ امام یہ اعلان بھی کر سکتا ہے کہ قیدی کا سامان قید کرنے والے کا ہے۔

سلب میں اوزاعی کے نزدیک سواری کا جانور، ہتھیار اور پٹکا وغیرہ یعنی وہ چیزیں شامل ہیں جنہیں وہ جنگ میں استعمال کر رہا تھا۔ دوسری چیزیں اگر مقتول کے پاس ہوں گی تو وہ مالِ غنیمت ہے۔ شافعی نے تاج، کنگن، زیور، نقدی اور سونے چاندی کے متعلق امام کے اجتہاد پہ فیصلہ چھوڑا ہے۔ اوزاعی نے مشرک مقتول کی لاش کو بالکل عریاں کر دینا جائز کہا ہے اور ثوری نے اسے مکروہ جانا ہے۔

حضرت عمرؓ فاروق کا یہ قول کہ یہ اللہ کا امر ہے، اس لیے تھا کہ بعض لوگوں نے کثرتِ تعداد پہ ناز کیا تھا۔ بھاگنے والے فتح مکہ کے نومسلم تھے جو یک لخت تیروں کی بارش سے گھبرا کر پلٹ پڑے اور لشکر کو پریشان کر دیا تھا۔ حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آواز دی تھی تو لوگوں نے صف بندی کر لی تھی۔ نفل و سلب کے متعلق مولاناؒ نے بدایۃ المجتہد سے چار مسائل نقل کئے ہیں: (۱) نفل اس خمس میں سے ہوتا ہے

جو بیت المال کا حق ہے۔ امام شافعی نے کہا کہ نفل خمس الخمس میں سے ہوتا ہے جو صرف امام کا حق ہے۔ احمد اور عبید نے کہا کہ نفل سارے مالِ غنیمت میں سے ہے۔ اور بعض علماء نے سارے مالِ غنیمت کو نفل قرار دینا تک جائز کہا ہے۔ اختلاف کا باعث یہ ہے کہ آیا مالِ غنیمت میں وارد شدہ دو آیتوں میں تعارض ہے؟ یعنی وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْئٍ الخ اور: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ الخ پس جن کے نزدیک وَاعْلَمُوْا والی آیت دوسری آیت کی ناسخ ہے ان کے نزدیک نفل صرف خمس الخمس میں سے ہوتا ہے۔ اور جن کے نزدیک ان آیتوں میں تعارض نہیں بلکہ دونوں کا تعلق امام کے اختیار سے ہے پس امام جس کو غنیمت میں سے جتنا چاہے دیدے۔ (۲) دوسرا مسئلہ نفل کی مقدار کا ہے۔ پس جن لوگوں نے سورۃ الانفال کی آیت کو محکم وغیر منسوخ کہا ان کے نزدیک امام مالِ غنیمت میں سے جتنی مقدار چاہے کسی کو بطور انعام دے سکتا ہے اور جنہوں نے کہا کہ اس آیت میں تخصیص ہو گئی ہے ان کے نزدیک $\frac{1}{4}$ یا $\frac{1}{3}$ سے زیادہ نہیں دے سکتا (۳) کیا جنگ سے پہلے انعام کا وعدہ جائز ہے یا نہیں؟ مالک اور ایک جماعت کے نزدیک یہ جائز نہیں کیونکہ قتال تو فی سبیل اللہ کیا جاتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو۔ اگر امام قبل از جنگ انعام کے وعدے کرے گا تو خوف ہے کہ لوگ ناحق خون بہانے لگیں اور جہاد و قتال میں خلوص نہ رہے جمہور کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ حبیب بن مسلمہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی ابتداء و انتہا میں $\frac{1}{3}$ کا وعدہ فرمایا کرتے تھے (۴) یہ کہ مقتول کا سلب آیا قاتل کے لیے واجب ہے یا نہیں۔ مالک کے نزدیک قاتل کو کو مقتول کے سلب کا حق صرف امام کی تنفیل سے ہوگا جو اس کے اجتہاد پہ موقوف ہے اور وہ بعد از جنگ ہے۔ یہی ابو حنیفہ اور ثوری کا قول ہے۔ شافعی، احمد اور ابو ثور، اسحاق اور سلف کی ایک جماعت کے نزدیک مقتول کا سلب قاتل کے لیے واجب ہے، امام کہے یا نہ کہے۔ ان میں سے بعض نے اسے غیر مشروط قرار دیا ہے اور بعض کے نزدیک یہ صرف اسی صورت میں ہوگا۔ جبکہ دشمن کو آمنے سامنے بحالتِ مقابلہ قتل کرے، وہ بھاگ نہ رہا ہو۔ اور یہ شافعی کا قول ہے۔

بعض علماء کے نزدیک مقتول کا سلب قاتل کو تب ملتا ہے جبکہ یہ قتل عمومی جنگ سے پہلے ہو (یعنی اکّا دکّا مقابلے میں) یا معرکۂ جنگ کے بعد۔ لیکن اگر وہ اسے جنگ کی حالت میں قتل کرے تو اس کے لیے کوئی سلب نہیں اور یہ اوزاعی کا قول ہے۔ اور بعض علماء نے کہا کہ اگر امام سلب کو کثیر جانے تو اس کا خمس نکال سکتا ہے۔ اور ان کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ حنین کے دن جنگ کا معرکہ سرد ہو جانے کے بعد فرمایا تھا کہ: جس نے کسی کو قتل کیا ہو اس کا سلب اُسی کا ہے، اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ نے یہ بطورِ نفل فرمایا ہو یا بطور استحقاق۔ مالک کے نزدیک نفل کی جہت قوی ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ چیز جنگِ حنین کے سوا کسی اور موقع پہ ثابت نہیں ہوئی۔ اور اگر اسے استحقاق پہ محمول کیا جائے تو آیتِ غنیمت اس کی معارض ہے۔ وجہ یہ ہے کہ: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْئٍ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ $\frac{4}{5}$ حصہ مجاہدین پہ تقسیم ہوگا اور $\frac{1}{5}$ بیت المال میں بطورِ خمس جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب آیتِ مواریث میں یہ فرما دیا کہ $\frac{1}{3}$ ماں کا ہے تو معلوم ہوا کہ باقی $\frac{2}{3}$ باپ کا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگِ حنین اور بدر میں محفوظ ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سلب کا خمس نکالتے تھے۔ اور ابو داؤد نے عوف بن اشجعی

اور خالد بن الولید سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کا فیصلہ قاتل کے حق میں فرمایا تھا۔
ابن ابی شیبہ نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ براءؓ بن عازب نے جنگِ دارہ میں ایک مرزبان (عجمی رئیس نمبردار) پر حملہ کیا اور اس کی زین کے قربوس پر نیزہ مارا وہ قتل ہوگیا، تو اس کا سلب تیس ہزار کی قیمت کا بنا تو حضرت عمر بن الخطاب نے ابو طلحہؓ سے کہا کہ: ہم سلب میں سے خمس نہ نکالتے تھے اور براءؓ کا سلب بہت زیادہ مالیت کا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میں اس کا خمس نکلواؤں۔ انسؓ کے بقول یہ پہلا سلب تھا جس کا تاریخ اسلام میں خمس نکالا گیا۔ اور جن لوگوں نے سلبِ قلیل اور کثیر میں فرق کیا ہے ان کی دلیل یہی ہے۔ اور بعض کے نزدیک مقتول کی ہر چیز سلب میں داخل ہے اور بعض نے اس میں سے سونا چاندی مستثنیٰ کیا ہے۔

شرح السیر الکبیر میں ہے کہ فقہاء کے نزدیک انفال کا لفظ اس چیز پر بولا جاتا ہے جسے امام بعض مجاہدین کے لیے خاص کر دے۔ امام کا یہ فعل تنفیل کہلاتا ہے اور اس مال کو نفل کہتے ہیں۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ لوگوں کو جنگ پر ابھارنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ امام اس آیت کی رو سے جنگ پر ابھارنے پر مامور ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ۔ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپؐ کے ہر قائم مقام کے لیے ہے۔ شجاع لوگ جان کی بازی اس وقت لگاتے ہیں جبکہ ان کے لیے کوئی انعام مخصوص کیا جائے۔ اور ہمارے نزدیک امام کی تنفیل کے بغیر قاتل سلب کا حقدار نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عین میدانِ جنگ میں تھا، آپؐ نے مدینہ منورہ میں اصحاب کو یہ فرما کر تحریض نہیں فرمائی تھی۔ اگر بغیر تنفیل امام کے ہر قاتل مقتول کے سامان کا حقدار ہو جاتا تو اس کی ضرورت نہ تھی کہ یہ اعلان میدان میں کیا جاتا۔ امام مالکؒ نے کہا ہے کہ یہ ارشاد حضورؐ نے صرف میدانِ حنین میں فرمایا تھا جبکہ بظاہر شکست ہو رہی تھی اور اصحاب کو جنگ پر ابھارنے کی شدید ضرورت تھی۔ محمد بن ابراہیم تیمی نے حنین کے علاوہ بدر کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بدر میں بھی تحریض کی ضرورت نہایت سخت تھی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ کوئی عام شرعی ضابطہ نہ تھا، ایک وقتی ضرورت کے لیے ایسا فرمایا گیا۔ اس کی تائید عبد اللہؓ بن شقیق کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ حضورؐ جب وادی القریٰ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ایک آدمی آیا اور اس نے مالِ غنیمت کے متعلق پوچھا تو آپ نے اس کا وہی عام ضابطہ بیان فرمایا کہ مجاہدین کے لیے ۴/۵ حصے اور بیت المال کا ۱/۵ اس نے پوچھا کہ جو مالِ غنیمت ایک شخص حاصل کرے تو اس کا کیا حکم ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم تیر اندازی کرتے ہو تو اپنے کسی مسلم بھائی سے زیادہ کے حقدار نہیں بن جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تنفیل کے بغیر قاتل اپنے مقتول کے سلب کا حقدار نہیں ہوتا۔ اس قول پر عراق اور حجاز کے علماء متفق ہیں اور ان کے نزدیک غنیمت جمع ہو جانے کے بعد تنفیل نہیں ہوتی۔ شامی فقہاء نے اسے جائز رکھا ہے۔ اور جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا تنفیل تو جنگ پر تحریض کے لیے ہے اور جنگ کے بعد اس کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔
احادیث میں ثابت ہے کہ مالِ غنیمت سے ایک زمام، یا بالوں کا ایک گچھا تک جب لوگوں نے مانگا تو حضورؐ نے نہ دیا بلکہ سختی سے ڈانٹ دیا۔ اگر کسی روایت میں یہ آیا ہے کہ غنیمت جمع ہو جانے کے بعد آپؐ نے کسی کو کچھ دیا تو وہ خمس میں سے تھا یا صفی میں سے جس کا حق آپؐ کو حاصل تھا۔ یا پھر یہ مال فیئ میں سے تھا جو لڑے بھڑے بغیر حاصل ہوا۔ ابن عباسؓ اور حبیب بن مسلمہ نفل کو مالِ غنیمت شمار کرتے اور اس کے خمس کے قائل ہوئے ہیں۔ خالد بنؓ ولید اور عوف بن مالک کے فعل کی تاویل بھی یہی ہے کہ انہوں نے سلب کا حکم بطورِ تنفیل دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

٢٧١٨۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِي يَوْمَ حُنَيْنٍ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِينَ رَجُلًا وَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ وَلَقِيَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ وَمَعَهَا خَنْجَرٌ فَقَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا مَعَكِ قَالَتْ أَرَدْتُ وَاللهِ إِنْ دَنَا مِنِّي بَعْضُهُمْ أَبْعَجُ بِهِ بَطْنَهُ فَأَخْبَرَ بِذٰلِكَ أَبُو طَلْحَةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَرَدْنَا بِهٰذَا الْخَنْجَرَ فَكَانَ سِلَاحُ الْعَجَمِ يَوْمَئِذٍ الْخَنَاجِرَ۔

انس بن مالکؓ نے کہا کہ جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کا سامان اسی کا ہے۔ پس ابوطلحہؓ نے اس دن بیس آدمی قتل کئے اور ان کا سلب حاصل کر لیا۔ ابو طلحہؓ ام سلیمؓ (اپنی بیوی) سے ملے اور اس کے پاس ایک خنجر تھا۔ ابوطلحہؓ نے کہا: اے ام سلیمؓ! یہ تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا کہ واللہ میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر انہیں میں سے کوئی میرے قریب آیا تو اس کے ساتھ اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔ پس ابوطلحہؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی (مسلم) ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ خنجر سے ہماری مراد یہی معروف خنجر ہے اور ان دنوں عجمیوں کا ہتھیار خنجر ہوتا تھا۔

بَابٌ ١٤٨ فِي الْإِمَامِ يَمْنَعُ الْقَاتِلَ السَّلَبَ إِنْ رَأَى وَالْفَرَسُ وَالسِّلَاحُ مِنَ السَّلَبِ

(امام کے قاتل کو سلب نہ دینے کا باب) یعنی اگر اس کی رائے ہو تو نہ دے، اور گھوڑا اور ہتھیار سلب میں سے ہیں۔

٢٧١٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ ثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ثَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ وَرَافَقَنِي مَدَدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُ سَيْفِهِ فَنَحَرَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جَزُورًا فَسَأَلَهُ الْمَدَدِيُّ طَائِفَةً مِنْ جِلْدِهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَاتَّخَذَهُ كَهَيْأَةِ الدَّرَقِ وَمَضَيْنَا فَلَقِيْنَا جُمُوعَ الرُّومِ وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ لَهُ أَشْقَرَ عَلَيْهِ سَرْجٌ مُذَهَّبٌ

وَسِلَاحٌ مُذَهَّبٌ فَجَعَلَ الرُّومِيُّ يَفْرِي بِالْمُسْلِمِينَ فَقَعَدَ لَهُ الْمَدَدِيُّ خَلْفَ صَخْرَةٍ
فَمَرَّ بِهِ الرُّومِيُّ فَعَرْقَبَ فَرَسَهُ فَخَرَّ وَعَلَاهُ فَقَتَلَهُ وَ جَازَ فَرَسَهُ وَسِلَاحَهُ فَلَمَّا
فَتَحَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُسْلِمِينَ بَعَثَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَأَخَذَ مِنَ السَّلَبِ
قَالَ عَوْفٌ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَضٰى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ قُلْتُ لَتَرُدَّنَّهُ إِلَيْهِ أَوْ لَأُعَرِّفَنَّكَهَا
عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبٰى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ عَوْفٌ فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ
رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّةَ الْمَدَدِيِّ وَمَا فَعَلَ
خَالِدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا خَالِدُ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ
قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَكْثَرْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا خَالِدُ رُدَّ
عَلَيْهِ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ قَالَ عَوْفٌ فَقُلْتُ لَهُ دُونَكَ يَا خَالِدُ أَلَمْ أَفِ لَكَ
فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قَالَ أَخْبَرْتُهُ قَالَ فَغَضِبَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا خَالِدُ لَا تَرُدَّ عَلَيْهِ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ
لِي أُمَرَائِي لَكُمْ صَفْوَةُ أَمْرِهِمْ وَعَلَيْهِمْ كَدَرُهُ۔

عوفؓ بن مالک اشجعی نے کہا کہ میں زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ غزوۂ موتہ میں گیا اور میرے ساتھ ایک مدد کرنے والا بھی تھا جو یمنی تھا اور اس کے پاس تلوار کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک مسلمان نے اونٹ ذبح کیا تو اُس مددی نے اس کی کھال کا کچھ حصہ اس سے مانگ کر اس کی ایک ڈھال سی بنالی۔ پس ہم گئے اور رومیوں کے لشکروں سے مقابلہ کیا۔ ان میں ایک آدمی تھا جو ایک سُرخ گھوڑے پر سوار تھا جس سونے کی جڑاؤ زین تھی اور سونے کے جڑاؤ ہتھیار تھے۔ پس وہ رومی مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچانے لگا تو وہ مددی اس کے لیے ایک چٹان کے پیچھے بیٹھ گیا، پس وہ رومی وہاں سے گزرا تو اس نے اس رومی کے گھوڑے کا سُم کاٹ دیا، وہ گھوڑے سے گرا تو یہ اس پر چڑھ گیا، اسے قتل کر ڈالا اور اس کا گھوڑا اور ہتھیار سنبھال لیے پھر جب اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح دی تو خالدؓ بن الولید نے اس مددی کو بلایا اور اس سے سلب کا کچھ حصہ (شاید لے) لے لیا۔ عوفؓ نے کہا کہ میں خالدؓ کے پاس گیا اور کہا: اے خالد کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کا فیصلہ قاتل کے لیے فرمایا تھا؟ اُس نے کہا ٹھیک ہے لیکن میں نے اسے کثیر سمجھا ہے۔ میں نے کہا کہ یا تو آپ یہ اُسے واپس

کریں ورنہ پھر میں آپ کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاؤں گا۔ پس خالدؓ نے وہ سامان واپس دینے سے انکار کیا عوفؓ نے کہا کہ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے تو میں نے مددی کا حصہ اور خالدؓ کا فعل حضورؐ کو بتا دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خالد تم نے جو کچھ کیا اس پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ خالدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اسے زیادہ سمجھا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خالدؓ تم نے جو کچھ اس سے لیا واپس کر دو۔ عوفؓ نے کہا کہ میں نے اس سے کہا: یہ لو خالدؓ! کیا میں نے تم سے وعدہ وفائی نہیں کی؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ میں نے آپ کو واقعہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو گئے اور فرمایا: اے خالد! اسے کچھ واپس مت دو کیا تم میرے امراء کو میری خاطر چھوڑو گے نہیں؟ کہ تم کو ان سے خالص معاملات ملیں اور ان کے ذمہ گدلا پن آئے؟ (مسلم)

شرح: غزوۂ موتہ ۸ھ میں ہوا تھا۔ اس جنگ میں یکے بعد دیگرے حضورؐ کی پیش گوئی کے مطابق آپؐ کے مقرر کردہ تینوں امراء: زید بن حارثہؓ، جعفر بن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ شہادت پا گئے تھے۔ پھر مسلمانوں نے بالاتفاق خالدؓ کو امیر بنایا اور اس نے بڑی ہوشیاری سے جنگی چال چل کر لشکر کو پیچھے ہٹا لیا اور رومی فوج بھی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خالدؓ نے اس مجاہد سے سارا مال لے لیا تھا مگر مسند احمد کی روایت ابوداؤد کی مانند ہے کہ بعض لے لیا تھا بعض اسی کے پاس رہنے دیا تھا۔ سلب پر اوپر بحث گزر چکی ہے، اس حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ مقتول کا سلب بالضرور قاتل کو دیا جانا چاہیئے کیونکہ حضورؐ نے خالدؓ کے فعل کی تائید فرمادی خطابی کا یہ قول اس حدیث کا جواب نہیں ہو سکتا کہ حضورؐ نے یہ اس لیے فرمایا تھا تاکہ لوگ امراء پر دلیر نہ ہو جائیں اور نظم و ضبط خراب ہو۔ اگر یہ کوئی عام شرعی ضابطہ ہوتا تو حضورؐ خالدؓ سے ضرور سلب اس مجاہد کو دلواتے۔

۲۷۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ ثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ سَأَلْتُ ثَوْرًا عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ نَحْوَهُ۔

اوپر کی حدیث کی ایک سند۔

باب ۱۴۹ فِي السَّلَبِ لَا يُخَمَّسُ

سلب سے خمس نہ نکالنے کا باب

۲۷۲۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالسَّلَبِ

لِلْقَاتِلِ وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ اشجعی اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کا فیصلہ قاتل کے لیے اور سلب سے خمس نہ نکلوایا۔ (مسند احمد)

شرح: اس حدیث کا دوسرا جملہ مسند احمد میں مروی ہے مگر پہلا نہیں۔ البدائع میں ہے کہ نفل سے خمس نہیں لیا جاتا کیونکہ خمس کا تعلق اس مال غنیمت کے ساتھ ہے جو مشترک ہے اور نفل کو امام نے ایک یا چند اشخاص کے ساتھ مخصوص کر دیا ہوتا ہے اور ان کی ملکیت میں چلا جاتا ہے۔

بَابٌ مَنْ أَجَازَ عَلَى جَرِيحٍ مُثْخَنٍ يُنَفَّلُ مِنْ سَلَبِهِ

باب شدید زخمی کو جس نے ختم کر دیا اسے اس کے سلب سے نفل دیا جائے

۲۷۲۲۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ ثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَفَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ أَبِي جَهْلٍ كَانَ قَتَلَهُ۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جنگ میں ابوجہل کی تلوار عطا کی، راوی نے کہا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو قتل کیا تھا (منذری نے کہا کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ عبد اللہ سے ثابت نہیں ہے اور پہ گزر چکا ہے کہ ابوجہل کے قاتل عفراء کے بیٹے تھے، عبد اللہ رضی اللہ عنہ صرف اس کا سر کاٹ کر لائے تھے۔ بخاری میں تو یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء کی تلواروں پہ لگا ہوا خون دیکھ کر فرمایا تھا کہ تم دونوں اس کے قاتل ہو (اوپر گزر چکا ہے کہ قاتل دراصل معاذ بن عفراء اور معوذ بن عفراء تھے) پھر آپ نے سلب معاذ بن عمرو بن الجموح کو عطا فرما دیا تھا۔ اب اس روایت میں یہ اشکال ہے کہ جب سلب کا فیصلہ انصاری کے حق میں صادر ہو چکا تھا تو تلوار عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو کیسے عنائت فرمائی گئی؟ اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو منذری نے دیا کہ یہ حدیث منقطع ہے ابو عبیدہ کا سماع اپنے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہوا۔ دوسرا جواب وہ ہے جو حافظ زیلعی نے دیا کہ اگر سلب کا قاتل کو دیا جانا کوئی عام شرعی ضابطہ ہوتا تو حضور حسب روایت بخاری ابوجہل کا سلب دو قاتلوں میں سے ایک کو نہ دیتے۔ پس سلب کا معاملہ امام کی رائے پہ منحصر ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر اس حدیث کی رو سے تلوار عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو اس میں کوئی قباحت و اشکال نہیں کیونکہ عبد اللہ نے بھی آخر ابوجہل کا سر قلم کیا تھا۔ بیہقی کا موقف اس مسئلہ میں یہ ہے کہ، قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ کے مطابق جنگ بدر کا مال غنیمت حضور کی صوابدید پہ تھا، چنانچہ آپ نے بعض ایسے لوگوں کو بھی حصہ دیا تھا جو جنگ میں شامل نہ تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس امر کا احتمال بھی موجود ہے کہ ابوجہل کی تلوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلوں کی رضا سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بخشی تھی۔

بَابٌ فِي مَنْ جَاءَ بَعْدَ الْغَنِيمَةِ لَا سَهْمَ لَهُ

باب ۔ جو غنیمت کے بعد آئے اس کا کوئی حصہ نہیں

۲۷۲۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ ثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عَنْبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَانَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قِبَلَ نَجْدٍ فَقَدِمَ أَبَانُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَصْحَابُهُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ أَنْ فَتَحَهَا وَإِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لِيفٌ فَقَالَ أَبَانُ اقْسِمْ لَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَا تَقْسِمْ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبَانُ أَنْتَ بِهَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ عَلَيْنَا مِنْ رَأْسِ ضَالٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْلِسْ يَا أَبَانُ وَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حدیث سناتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید بن العاص کو مدینہ سے نجد کی طرف ایک لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔ پس ابان بن سعید اور ان کے ساتھی فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے گھوڑوں کے تنگ کھجور کی چھال کے تھے (یعنی اس قدر تنگ دستی تھی)، پس ابان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ہمیں بھی کچھ حصہ عنایت فرمائیے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ انہیں کچھ نہ دیجئے۔ پس ابان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے وَبر (بلی جیسا ایک چھوٹا سا جانور) تو جو ہم پر ایک پہاڑ سے اتر کر آیا ہے، تو یہ بات کہتا ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابان رضی اللہ عنہ بیٹھ جاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حصہ نہیں دیا۔ (بخاری تعلیقاً، باب غزوۃ خیبر)

شرح: مال غنیمت کو جب دارالاسلام میں لا کر محفوظ کر لیں، یا جب دارالحرب میں مجاہدین پر تقسیم کر دیں تو بعد میں آنے والوں کا جو جنگ میں شامل نہ ہوں، اس میں حق نہیں ہے۔ مال غنیمت میں تو حق مجاہدین کا ہی ہے۔ اس مسئلہ کی بعض ضمنی تفاصیل میں اختلاف ہوا ہے۔

۲۷۲۴۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى الْبَلْخِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ نَا الزُّهْرِيُّ وَسَأَلَهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ فَحَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَنْبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ الْقُرَشِيَّ يُحَدِّثُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِیْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِخَیْبَرَ حِیْنَ اُفْتُتِحَهَا فَسَأَلْتُهُ اَنْ یُسْهِمَ لِیْ فَتَكَلَّمَ بَعْضُ وُلْدِ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ فَقَالَ لَا تُسْهِمْ لَهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقُلْتُ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ یَا عَجَبًا لِوَبْرٍ قَدْ تَدَلّٰی عَلَیْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَالٍ یُعَیِّرُنِیْ بِقَتْلِ اِمْرِءٍ مُّسْلِمٍ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی یَدَیَّ وَلَمْ یُهِنِّیْ عَلٰی یَدَیْهِ۔

ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں مدینہ میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام خیبر میں تھے جبکہ آنحضور نے اسے ختم فرمایا۔ پس میں نے آپ سے سوال کیا کہ مجھے بھی حصہ عنایت فرمائیں تو سعید بن العاص کی اولاد میں سے کسی نے بات کی اور کہا کہ یا رسول اللہ اسے حصہ نہ دیجئے۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ پس سعید بنؓ العاص نے کہا: حیرت ہے اس وبر پر جو ہم پر کسی پہاڑ کی طرف سے لٹک کر اُتر آیا ہے یہ مجھے ایک مسلم کے قتل پر عار دلاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں شہادت سے نوازا تھا اور اس کے ہاتھوں سے میری توہین نہ کرائی تھی (بخاری)

شرح: منذری نے خطیب سے نقل کیا ہے کہ یہ بات کہنے والا سعید بن العاص نہیں بلکہ ابن سعید بن العاص تھا جس کا نام ابانؓ تھا۔ اس حدیث کے بعد ابوداؤد کا یہ کلام حمصی نسخے میں آیا ہے: ابوداؤد نے کہا کہ یہ لوگ دس کے قریب تھے جن میں سے چھ قتل ہوئے اور باقی واپس آ گئے تھے۔ سعید بن العاص کے دو بیٹے خالدؓ اور عمروؓ قدیم الایمان اور حبشہ کے مہاجر تھے۔ ابان بن سعید حالت شرک میں جنگ بدر میں شامل ہوا تھا، اس کے دو بھائی عاص اور عبیدہ مشرک قتل ہوئے تھے اور وہ بچ کر مکہ واپس آ گیا تھا۔ ابانؓ جنگ خیبر کے زمانے میں اسلام لایا تھا۔ ابن قوقل کا نام نعمانؓ تھا۔ ان دونوں حدیثوں میں سے ایک کی روایت یا تو مقلوب ہے اور یا اس سے بہتر تاویل یہ ہے کہ ابوہریرہؓ اور ابانؓ ہر دو نے حصہ مانگا تھا مگر دونوں نے ایک دوسرے کی مخالفت کی تھی۔ ابانؓ اور ان کے ساتھی فتح خیبر کے بعد پہنچے تھے۔ خیبر اس وقت دار الاسلام بن چکا تھا اور مال غنیمت جب دار الاسلام میں آ چکے تو بعد میں آنے والوں کو حصہ نہیں ملتا۔ ان کے برخلاف ابوموسیٰؓ اشعری اور حبشہ سے آنے والے مہاجرین اصحاب السفینہ کو جو کچھ دیا گیا وہ خمس میں سے تھا، اگر غنیمت میں سے ہوگا تو مجاہدین کی رضامندی سے دیا گیا ہوگا۔

۲۷۲۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَیْدٌ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ افْتَتَحَ خَیْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْ قَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَلَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَیْبَرَ مِنْهَا شَیْئًا اِلَّا مَنْ شَهِدَ مَعَهُ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِیْنَتِنَا جَعْفَرٌ وَاَصْحَابُهُ فَاَسْهَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ۔

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ ہم لوگ یمن سے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت پہنچے جبکہ آپ نے خیبر فتح کیا تھا پس آپ نے ہمیں حصہ دیا، یا یہ کہا کہ ہمیں اس میں سے عطا فرمایا۔ اور جنگ خیبر میں شرکت نہ کرنے والے کسی اور کو کچھ نہ دیا تھا سوائے ان کے جو ہمارے جہاز والے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے یعنی جعفرؓ اور ان کے ساتھی پس حضورؐ نے انہیں بھی مجاہدین کے ساتھ حصہ دیا تھا (بخاری، ترمذی اور مسلم)

شرح: خطابی نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے ان لوگوں کو حضورؐ نے انہیں خمس میں سے دیا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے ابو موسیٰؓ اور ان کے اصحاب کو اہل حدیبیہ کے اذن سے عطا فرمایا تھا اور اہل حدیبیہ کے سب کے سب جنگ خیبر میں حاضر تھے۔ پچھلی حدیث میں گزرا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اباںؓ اور ان کے ساتھیوں کو اور ابو ہریرہؓ کو کوئی حصہ نہیں دیا تھا اور اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ابو موسیٰؓ اور اصحاب سفینہ کو حصہ دیا تھا۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جن میں کچھ نہیں دیا گیا انہوں نے مال غنیمت میں سے حصہ مانگا تھا جو مجاہدین کا حق تھا۔ اور جنہیں دیا گیا انہیں خمس میں سے دیا گیا تھا تو جیسا کہ خطابی نے تصریح کی ہے مجاہدین کی رضا سے دیا گیا ہوگا یا یہ لوگ خیبر کی مکمل فتح سے پہلے پہنچ گئے ہوں گے جبکہ ابھی وہ علاقہ دار الاسلام نہیں بنا تھا۔

۲۷۲۶۔ حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ قَالَ نَا أَبُو إِسْحَقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ كُلَيْبِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ هَانِئِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ إِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِي حَاجَةِ اللَّهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ وَإِنِّي أُبَايِعُ لَهُ فَضَرَبَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ وَلَمْ يَضْرِبْ لِأَحَدٍ غَابَ غَيْرَهُ۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے دن کھڑے ہوئے اور فرمایا: عثمان اللہ اور اس کے رسولؐ کی حاجت میں گیا ہوا ہے اور میں اس کی طرف سے خود بیعت کرتا ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کا حصہ نکالا اور اس کے علاوہ کسی اور کا حصہ نہ نکالا جو بدر میں حاضر نہ تھا۔

شرح: جناب عثمانؓ مدینہ میں اپنی زوجہ محترمہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری اور خدمت میں مصروف تھے۔ دراصل تو یہ خود عثمانؓ کی ایک شرعی ضرورت تھی مگر حضورؐ نے اسے "حاجۃ اللہ و حاجۃ رسولہ" فرما کر عثمانؓ کی تشریف و اعزاز فرمایا ہے۔ پس حاجۃ اللہ سے مراد تو اللہ کی رضا، اور اس کے دین کا ایک حکم ہے اور حاجت رسولؐ سے مراد حضورؐ کی خدمت ہے جو آپ کی بیٹی کی خدمت کی صورت میں تھی۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہر وہ شخص جسے امام مسلمانوں کے ضروری کاموں میں سے کسی کام میں بھیجے اور اس مصروفیت کے باعث معرکۂ قتال میں حاضر نہ ہو سکے، یا کسی جنگی خدمت پر مامور کرے تو اسے بھی ان لوگوں میں شمار کیا جائے گا جو میدان میں حاضر ہوں۔ امام طحاوی نے یہ بھی کہا کہ جہاں تک اباںؓ اور ان کے ساتھیوں کا تعلق ہے انہیں غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف اس وقت روانہ فرمایا

تھا جبکہ ابھی آپ کی تیاری خیبر کے لیے نہ ہوئی تھی۔ ان لوگوں کے روانہ ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے۔ پس ان لوگوں کی غیر حاضری ایک اور جہاد میں مصروفیت کے باعث تھی اور جس کام میں گئے تھے اس کا تعلق غزوۂ خیبر سے نہ تھا۔ اس حدیث میں راوی کا یہ بیان کہ بدر سے غائب ہونے والوں میں سے عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو حصہ نہ دیا گیا، یہ بیہقی کے اس بیان کے خلاف ہے (معرفت) کہ کتاب اللہ کی نص کے مطابق بدر کا مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابدید پر تھا اور آپ نے ایک جماعت کو جو حاضر نہ تھی، حصہ عطا فرمایا تھا۔ شرح السیر الکبیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر کے مال غنیمت سے حصہ دیا تھا۔ طلحہ بن عبید اللہ اور سعید رضی اللہ عنہ بن زید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قافلۂ تجارت کی خبریں معلوم کرنے کے لیے روانہ فرمایا تھا، انہیں بھی بدر کی غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ پانچ انصار کو بھی حصہ دیا تھا جن میں منافقین مدینہ کی بعض خبریں ملنے کے باعث حضور نے مدینہ واپس بھیجا تھا۔ پس اس بناء پر کہا جائے گا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حصے کا علم ہوا تھا۔

بَابٌ ۱۵۲ فِي الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ يُحْذَيَانِ مِنَ الْغَنِيمَةِ

(عورت اور غلام کا باب جنہیں مال غنیمت میں سے کچھ دیا جائے گا)

اسے رضخ کہا جاتا ہے اور یہ مال غنیمت میں سے خمس نکالنے سے پہلے دیا جاتا ہے۔ حنفیہ، شافعی اور احمد کا یہی قول ہے۔ شافعی اور احمد کے دوسرے قول کے مطابق یہ ⅘ میں سے یعنی اخراج خمس کے بعد۔ شافعی کے ایک قول میں یہ رضخ خمس الخمس میں سے ہوتا ہے اور مالک کے نزدیک خمس ہی میں سے۔

۲۷۲۷۔ حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ نَا أَبُو إِسْحَقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ كَتَبَ نَجْدَةُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا أَشْيَاءَ وَعَنِ الْمَمْلُوكِ أَلَهُ فِي الْفَيْءِ شَيْءٌ وَعَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَخْرُجْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ لَهُنَّ نَصِيبٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْلَا أَنْ يَأْتِيَ أُحْمُوقَةً مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ أَمَّا الْمَمْلُوكُ فَكَانَ يُحْذَى وَأَمَّا النِّسَاءُ فَكُنَّ يُدَاوِينَ الْجَرْحَى وَيَسْقِينَ الْمَاءَ

یزید بن ہرمز نے کہا کہ نجدہ خارجی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھ کر فلاں فلاں چیزیں پوچھیں اور یزید نے ان کا ذکر کیا، اور غلام کے متعلق پوچھا کہ کیا مال فیٔ (یعنی غنیمت) میں اُس کا کچھ حصہ ہے۔ اور عورتوں کے متعلق پوچھا کیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جنگ میں جاتی تھیں؟ اور کیا ان کا غنیمت میں کوئی حصہ ہے؟ پس ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر اسکے حماقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں اسے جواب نہ دیتا۔ جہاں تک غلام کا تعلق ہے اُسے تو کچھ حصہ عطا کیا جاتا تھا اور جہاں تک خواتین کا سوال ہے وہ زخمیوں کا علاج کرتیں اور پانی پلاتی تھیں۔

شرح: نجدہ بن عامر حروری ایک خارجی سردار تھا جس کی طرف خوارج کا فرقہ نجدات منسوب ہے۔ اس کے خارجی اور بدعتی ہونے کی بنا پر ابن عباسؓ جواب دینا ناپسند کرتے تھے مگر جواب اس لیے دیا کہ وہ جنگوں میں مصروف رہتے تھے اور خدشہ تھا کہ غیر اسلامی طریقے پر مالِ غنیمت کو تقسیم کریں گے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ نے اس خیال سے جواب لکھا تھا کہ علم کو چھپانے کی وعید میں نہ آئیں۔ غلام اور بچہ جب قتال کریں تو مالِ غنیمت میں سے حصہ پائیں گے۔ عورتوں کے متعلق مسلم کی روایت میں ہے کہ انہیں بھی کچھ بطور انعام اور حق الخدمت مالِ غنیمت میں سے دیا جاتا تھا مگر ان کا حصہ مقرر نہ تھا۔ یہ لوگ چونکہ اصل قتال سے عاجز ہیں لہذا وہ جو کام سرانجام دیتے ہیں اس کی اہمیت کے پیشِ نظر انہیں کچھ عطا کیا جاتا تھا، ہاں! غلام چونکہ قتال کی حقیقت پر قادر ہے لہذا اسے کچھ اس وقت دیا جائے گا۔ یا مثلاً لشکر کی رہنمائی کرے گا یا وہ کام جو امام اس کے سپرد کرے انجام دے گا۔

۲۷۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ نَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَهْبِيَّ قَالَ نَا ابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَالزُّهْرِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ كَتَبَ نَجْدَةُ الْحَرُورِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَشْهَدْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَأَنَا كَتَبْتُ كِتَابَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى نَجْدَةَ قَدْ كُنَّ يَحْضُرْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَنْ يُضْرَبَ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَلَا وَقَدْ كَانَ يُرْضَخُ لَهُنَّ۔

اوپر کی روایت ایک اور سند کے ساتھ۔ نجدہ حروری (خارجی) نے ابن عباسؓ کو خط لکھ کر پوچھا کہ کیا عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں جاتی تھیں اور کیا ان کے لیے کوئی حصہ مقرر کیا جاتا تھا؟ یزید بن ہرمز نے کہا کہ نجدہ کو ابن عباسؓ نے جواب مجھ سے لکھوایا تھا کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں جاتی تھیں مگر ان کا حصہ مقرر نہیں کیا جاتا تھا اور انہیں کچھ بطور رضخ (انعام) دیا جاتا تھا (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: حضرت علیؓ کے لشکر سے نکل کر کچھ لوگ۔ واقعہ تحکیم کے بعد۔ کوفہ سے دو میل دور حروراء نامی ایک گاؤں میں جا کر جمع ہو گئے تھے، ان کا مؤقف یہ تھا کہ علیؓ نے اپنی خلافت و اقامت کی نفی کر دی ہے لہذا وہ کفر کا ارتکاب کر چکے ہیں، اس سے تائب ہوں تو ہم ان کا ساتھ دیں گے ورنہ نہیں۔ حروراء ان کی پہلی اجتماع گاہ تھی جس کی طرف یہ اور بعد میں آنے والے سب خارجی منسوب ہو گئے۔ ابن عباسؓ کا خط یزید بن ہرمز نے لکھا تھا کیونکہ ابن عباسؓ اس وقت نابینا ہو چکے تھے۔ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ خواتین جب میدانِ جنگ میں حاضر ہوں تو ان کے لیے مالِ غنیمت میں سے مجاہدین جیسا حصہ مقرر نہیں کیا جاتا۔ بقول ترمذی اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے اور یہی سفیان ثوری اور شافعی کا قول ہے۔ بعض کے نزدیک عورت اور بچے کو حصہ مقرر کر کے دیا جائے گا (یعنی دیگر مجاہدین کی مانند) یہ اوزاعی کا قول ہے۔ شوکانی نے کہا کہ شاید اوزاعی کا قول حشرج بن زیاد کی روایت کردہ حدیث پر مبنی ہے مگر وہ ضعیف روایت ہے

لہذا دلیل نہیں بن سکتی۔ البحر میں ائمہ اہل بیت، حنفیہ اور شافعیہ کا یہی مذہب لکھا ہے کہ عورتوں، بچوں اور ذمیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا۔ مالک کے نزدیک غلام کو کچھ نہیں ملتا۔ حسن بن صالح کے نزدیک غلام کا حصہ بھی آزاد کی مانند ہے۔ زہری نے کہا کہ ذمّی کو حصہ ملے گا مگر عورتوں اور بچوں کو نہیں۔ انہیں کچھ بطورِ عطاء دے دیا جائے گا۔

۲۷۲۹۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ قَالَا أَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ نَا رَافِعُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَشْرَجُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ أَبِيهِ أَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَادِسَ سِتِّ نِسْوَةٍ فَبَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ إِلَيْنَا فَجِئْنَا فَرَأَيْنَا فِيهِ الْغَضَبَ فَقَالَ مَعَ مَنْ خَرَجْتُنَّ وَبِإِذْنِ مَنْ خَرَجْتُنَّ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ خَرَجْنَا نَغْزِلُ الشَّعَرَ وَنُعِينُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَعَنَا دَوَاءٌ لِلْجَرْحَى وَنُنَاوِلُ السِّهَامَ وَنَسْقِي السَّوِيقَ فَقَالَ قُمْنَ حَتَّى إِذَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ أَسْهَمَ لَنَا كَمَا أَسْهَمَ لِلرِّجَالِ قَالَ فَقُلْتُ لَهَا يَا جَدَّةُ مَا كَانَ ذٰلِكَ قَالَتْ تَمْرًا۔

حشرج بن زیاد نے اپنی دادی سے روایت کی کہ وہ غزوۂ خیبر میں پانچ دیگر خواتین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی۔ پس آپؐ نے ہمیں بلا بھیجا، ہم آئیں تو آپؐ کو غضب ناک دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم کس کے ساتھ آئی ہو؟ پس ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم اس لئے آئی ہیں کہ اللہ کی راہ میں اون بٹیں گی اور اللہ کی راہ میں اس کے ساتھ مدد دیں گی اور ہمارے پاس زخمیوں کے لیے دوا ہے، اور ہم تیر پکڑائیں گی اور ستو پلائیں گی۔ پس حضورؐ نے فرمایا ٹھہرو۔ حتی کہ جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کرا دیا تو ہمیں بھی اسی قدر حصہ دیا جتنا کہ مردوں کو دیا تھا۔ حشرج نے کہا کہ میں نے پوچھا: اے دادی وہ حصہ کیا تھا تو اس نے کہا کھجور (نسائی)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ اوزاعی نے شاید اس روایت کی بناء پر عورتوں کو مال غنیمت میں سے حصہ دینے کا مذہب اختیار کیا ہے مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریب البلوغ بچہ جب قتال کرے تو اسے حصہ دیا جاتا ہے اور یہی مسئلہ عورت کا بھی ہے جبکہ وہ قتال ہی حصہ سے اور اس حدیث کا راوی حشرج ایک مرد مجہول ہے۔ دراصل اسھم کے لفظ سے غلط فہمی ہوئی ہے اور اس کا معنیٰ اعطیٰ کیا جائے تو اس میں کسی کو کلام نہیں ہے۔

۲۷۳۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ قَالَ شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِي فَقُلِّدْتُ سَيْفًا فَإِذَا أَنَا أَجُرُّهُ فَأُخْبِرَ

أَنِّي مَمْلُوكٌ فَأَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ۔

عمیرؓ مولائے ابی اللحم نے بیان کیا کہ میں اپنے آقاؤں سمیت جنگ خیبر میں حاضر ہوا۔ پس انہوں نے میرے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تلوار دے جانے کا حکم دیا پس میں اسے گھسیٹنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ میں غلام ہوں تو حضورؐ نے مجھے کچھ گھریلو سامان عطاء فرمایا۔ (ترمذی، مسند احمد، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، ترمذی نے اسے حسن صحیح اور حاکم نے صحیح کہا) ابوداؤد نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُسے حصہ نہ دیا گیا تھا۔ ابوداؤد نے کہا: اور ابوعبید نے کہا ہے کہ آبی اللحم نے اپنے اوپر گوشت حرام کر رکھا تھا اس لیے اس کا نام پڑا۔

۲۷۳۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ أَمِيحُ أَصْحَابِي الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ۔

جابرؓ نے کہا کہ میں جنگ بدر میں اپنے ساتھیوں کے لیے پانی کے ڈول بھرتا تھا (جب پانی تھوڑا ہوتا تو ایک آدمی نیچے اتر کر ڈول بھرتا اور ایک اوپر سے کھینچتا تھا) مگر اس سے ابوداؤد کی کیا مراد ہے؟ شاید یہ کہ جو بچہ قتال میں حصہ نہ لیتا اور دوسرے کچھ کام کرتے اُسے غنیمت میں سے کچھ بطورِ عطاء مل جاتا تھا۔

بَابٌ فِي الْمُشْرِكِ يُسْهَمُ لَهُ

باب: کیا مشرک کو حصہ دیا جا سکتا ہے؟

۲۷۳۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَا نَا يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ عَنِ الْفُضَيْلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ يَحْيَى إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ لَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَاتِلُ مَعَهُ فَقَالَ ارْجِعْ ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَا إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مشرکوں میں سے ایک آدمی قتال کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ کر ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو واپس ہو جا کیونکہ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد میں مشرک سے مدد حاصل کرنا جائز نہیں، جب مدد نہ لی جائے گی تو اس کے حصے کا سوال بھی خارج از بحث ہے۔ دوسری روایات میں اس شخص کا کئی بار حضورؐ کے پاس آنا اور بار بار مدد کی

پیشکش کرنا اور آپ کا ہر بار اسے رد کرنا مروی ہے۔ حضورؐ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا تھا کہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول
پر ایمان رکھتا ہے؟ آخری بار جب وہ مقام بیداء میں حاضر ہوا اور حضورؐ نے سوال کیا کہ کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ پر
ایمان لاتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں! آپؐ نے فرمایا اب چلو۔ شوکانی نے کہا ہے مشرکوں سے مدد کے جائز نہ ہونے کا
قول ایک جماعت کا ہے جن میں شافعی بھی شامل ہیں۔ البحر میں ائمہ عزت اور حنفیہ سے منقول ہے کہ کفار سے
مدد لینا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے امام کے اوامر و نواہی پر مستقیم ہوں۔ اور انہوں نے اس مسلک
کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس استعانت سے استدلال کیا ہے جو جنگ حنین میں آپؐ نے صفوان بن امیہؓ سے لی
تھی۔ فساق اور منافق سے استعانت بالاتفاق جائز ہے۔ منافق حضورؐ کے لشکروں میں شامل رہا کرتے تھے۔ قزمان
نے جنگ احد میں جبکہ وہ مشرک تھا، مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو کر تین مشرک قتل کئے تھے جو مشرکوں کے علم بردار
تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر بنی خزاعہ مشرکوں کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے۔

بَابٌ ۱۵۲ فِي سُهْمَانِ الْخَيْلِ

گھوڑوں کے حصوں کا باب

۲۷۳۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ سَهْمًا لَهُ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے ٹھہرائے
تھے ایک حصہ اس کا اور دو اس کے گھوڑے کے (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد)

شرح: خطابی نے کہا کہ یہ حدیث عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر کے طریق سے مروی ہے اور اس میں ہے کہ:
سوار کے لیے دو حصے اور پیدل کے لیے ایک حصہ۔ اور عبید اللہ عبد اللہ سے زیادہ حافظ اور اثبت ہے، اس پر
محدثین کا اتفاق ہے۔ امام ابو حنیفہ کا استدلال اسی حدیث سے ہے کہ فارس کے دو حصے اور راجل کا ایک۔ خطابی کا
بیان ہے کہ ابو یوسف اور محمد بن الحسن اس مسئلے میں جمہور کے ساتھ ہیں جو فارس (گھوڑ سوار) کے تین حصے قرار دیتے
ہیں اور پیدل کا ایک حصہ۔

مولانا نے فرمایا کہ لڑنے والا یا پیدل ہوگا یا سوار۔ پیدل کا بالاتفاق ایک حصہ ہے۔ اور گھوڑ سوار کے لیے ابو حنیفہ
اور زفر کے نزدیک دو حصے ہیں اور ابو یوسف و محمد بن الحسن کے نزدیک تین حصے ایک مرد کا دو گھوڑے کے۔
یہی قول شافعی، مالک، احمد اور اسحاق کا ہے۔ اور اس عباسؓ، مجاہد، ابن سیرین، عمر بن عبد العزیز، اوزاعی، ثوری، ابو عبید
ابن جریر طبری اور دوسروں کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ اور زفر کا قول صحابہ میں سے عمر فاروقؓ، علی بن ابی طالب

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے ثابت شدہ قول وہی جمہور کا ہے۔ جمہور کا استدلال اس حدیث سے اور اسی معنی کی دوسری روایات سے ہے۔ ابو حنیفہ کا استدلال مجمع بن جاریہ انصاری کی حدیث سے ہے جو آگے آتی ہے۔ ابو حنیفہ کا جواب حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ہے کہ اس میں بتایا گیا کہ یہ کب کا واقعہ ہے۔ آیا جنگ خیبر سے پہلے کا یا اس کے بعد کا۔ اگر یہ خیبر سے پہلے کا ہے تو اس میں نسخ کا احتمال ہے کیونکہ مجمع بن جاریہ انصاری کی حدیث کا تعلق جنگ خیبر کے ساتھ ہے۔ نیز اس یہ احتمال بھی ہے کہ اس وقت مال غنیمت کی تقسیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صواب دید پر مبنی ہو۔ اور پھر اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ سوار کو ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نفل دیا ہو۔ ان احتمالات کی موجودگی میں اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

بخاری نے یہ حدیث صحیح میں دو جگہ بیان کی ہے۔ کتاب الجہاد میں کسی خاص جنگ کا ذکر نہیں اور کتاب المغازی میں جنگ خیبر کا ذکر موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا"، گھوڑے کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ، لِلْفَرَسِ سے مراد یہاں لِلْفَرَسِ مَعَ صَاحِبِهِ ہے یعنی گھوڑا سوار سمیت۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس کا مقابلہ لِلرَّاجِلِ سَهْمًا سے کیا گیا ہے یعنی پیدل کا ایک حصہ۔ پس مطلب یوں بنے گا کہ سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ۔ یہ کہنا بھی قرین قیاس ہے کہ عربی زبان میں الف کو اکثر حذف کر دیتے ہیں پس اصل عبارت یوں ہے: لِلْفَرَسِ (لِلْفَارِسِ) سَهْمَانِ۔ اور چونکہ راوی نے لِلْفَرَسِ سَهْمَانِ کا مطلب یہ سمجھا کہ دو حصے گھوڑے کے ہیں تو اس نے کہا کہ سوار سمیت اس کے تین حصے ہوئے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے کہ لِلرَّجُلِ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ۔ یہ تفسیر نافع کی ہے جیسا کہ بخاری نے کتاب المغازی میں صراحت کی ہے۔ نافع نے اس تفسیر کو اپنے فہم کے مطابق مختلف الفاظ سے ادا کیا ہے۔ ابو داؤد کے الفاظ تو سامنے ہیں، ابن ماجہ میں ہے لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ

پس حسب بیان بخاری یہ روایات بالمعنی ہیں۔ مسلم کے الفاظ ہیں: قَسَمَ فِي النَّفْلِ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا۔ پھر ایک اور حدیث میں ہے۔ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا۔

حافظ زیلعی نے کہا ہے کہ دار قطنی نے المؤتلف والمختلف میں اپنی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: يُقَسِّمُ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا ان روایات میں لِلْفَارِسِ کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ سوار کو اس کے گھوڑے سمیت دو حصے ملے۔ عبید اللہ بن عمر کے شاگردوں میں اس روایت میں اختلاف ہو گیا ہے بخاری میں ابو اسامہ اور زائدہ نے ترمذی اور مسلم میں سلیم بن اخضر نے، مسلم میں عبد اللہ بن نمیر نے لِلْفَرَسِ کا لفظ روایت کیا۔ اور ابو اسامہ، ابن نمیر، ابن المبارک، ابن وہب اور حماد بن سلمہ نے مصنف ابن ابی شیبہ میں لِلْفَارِسِ کا لفظ روایت کیا۔ اور ابن ابی مریم، خالد بن عبد الرحمٰن نے عبد اللہ بن عمر العمری سے شک کے ساتھ روایت کی کہ آیا یہ لفظ لِلْفَارِسِ ہے یا لِلْفَرَسِ کا لفظ درست مانا جائے، یعنی سوار اور گھوڑے دونوں کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح الفرس کا لفظ جہاں ہے اس کا معنیٰ ہے گھوڑے کا حصہ اس کے سوار سمیت دگنا ہے۔

اس بحث سے ثابت ہو گیا کہ ابو حنیفہ کا دامن اس مسئلے میں دلائل حدیث سے پر ہے۔ پس شوکانی صاحب نے

جوابو حنیفہ کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ انہوں نے: حجت ضعیفہ اور شبہۂ ساقط کو سنت صحیحہ مشہورہ کے مقابلے میں نصب کیا ہے" یہ محض ایک سوء ادب یا تعصب تو ہو سکتا ہے کوئی عالمانہ و عادلانہ کلام نہیں ہے۔ یہ الفاظ لکھتے ہوئے ہمیں خود افسوس ہوتا ہے مگر شوکانی جیسے وسیع النظر شخص سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ یہ دھاندلی کرے گا۔ فالی اللہ المشتکیٰ وعلیہ التکلان۔

۲۷۳۴۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ نَا الْمَسْعُوْدِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْعَمْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَمَعَنَا فَرَسٌ فَاَعْطٰى كُلَّ اِنْسَانٍ مِنَّا سَهْمًا وَاَعْطَى الْفَرَسَ سَهْمَيْنِ۔

ابو عمرہ نے اپنے باپ سے روایت کی، اس نے کہا کہ ہم لوگ چار آدمی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمارے ساتھ ایک گھوڑا تھا۔ پس آپ نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک حصہ دیا اور گھوڑے کو دو حصے دیئے (گفتگو آگے ہے)۔

۲۷۳۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا اُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ نَا مَسْعُوْدِيٌّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اٰلِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ عَمْرَةَ بِمَعْنَاهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ ثَلٰثَةَ نَفَرٍ زَادَ فَكَانَ لِلْفَارِسِ ثَلٰثَةُ اَسْهُمٍ۔

اوپر کی حدیث کی ایک اور روایت۔ اس میں ہے کہ ہم تین آدمی تھے اور یہ اضافہ کیا کہ سوار کے تین حصے تھے (اسی حدیث کے راوی مسعودی پر کلام ہوا ہے۔ حافظ زیلعی اور شوکانی نے یہی کہا ہے)

بَابٌ ۱۵۵ فِيْ مَنْ اَسْهَمَ لَهٗ سَهْمٌ۔

باب۔ جن کے نزدیک گھوڑے کا بھی ایک حصہ ہے

۲۷۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى نَا مُجَمِّعُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ مُجَمِّعِ بْنِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَعْقُوْبَ بْنَ الْمُجَمِّعِ يَذْكُرُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَمِّهٖ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ وَكَانَ اَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِيْنَ قَرَؤُا الْقُرْاٰنَ قَالَ شَهِدْنَا الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا عَنْهَا اِذَا النَّاسُ يَهُزُّوْنَ الْاَبَاعِرَ

فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ مَا لِلنَّاسِ قَالُوا أُوحِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْنَا مَعَ النَّاسِ نُوجِفُ فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى رَاحِلَتِهِ عِنْدَ كُرَاعِ الْغَمِيمِ فَلَمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَرَأَ عَلَيْهِمْ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَتْحٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّهُ لَفَتْحٌ فَقُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا۔

مجمع بن جاریہ انصاری جو ان قراء میں سے تھا جنہوں نے قرآن پڑھا تھا، نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں موجود تھے۔ جب ہم وہاں سے واپس ہوئے تو کچھ لوگ اونٹوں کو تیز چلانے لگے۔ پس لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ جواب ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہے پس ہم لوگوں کے ساتھ سواریوں کو تیز بھگاتے ہوئے گئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کراع الغمیم کے پاس اپنی سواری پر کھڑے ہوئے تھے۔ پس جب لوگ وہاں جمع ہو گئے تو آپ نے ان پر "انا فتحنا لک فتحاً مبینا" یعنی سورۂ فتح پڑھی پس ایک شخص بولا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا: جس ذات کے قبضے میں محمد کی جان ہے اس کی قسم یہ ضرور فتح ہے۔ پھر خیبر کے اموال اہل حدیبیہ پر تقسیم کئے گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھارہ حصوں پر تقسیم فرمایا اور لشکر پندرہ سو کا تھا جن میں تین صد گھوڑ سوار تھے۔ پس آپ نے سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ۔ ابو داؤد نے کہا کہ ابو معاویہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے اور عمل اس پر ہے اور مجمع کی حدیث میں وہم ہے کہ اس نے کہا تین صد سوار تھے حالانکہ دو صد تھے۔

شرح: کراع الغمیم مکہ اور مدینہ کے درمیان عسفان سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک وادی کا نام تھا۔ جس شخص نے یہ پوچھا تھا کہ: یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ وہ عمرؓ بن الخطاب تھے جن پر فطری شدت دینی کے باعث صلح حدیبیہ میں بظاہر دب کر صلح کرنے کے سبب سے بہت اثر تھا۔ حضورؐ نے زوردار لفظوں میں فرمایا کہ یہ فتح ہے۔ صلح حدیبیہ میں پہلی مرتبہ کفار نے مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کو تسلیم کیا تھا ورنہ ان کا غرور اہل اسلام کو خاطر میں لانے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ صلح حدیبیہ اشاعت اسلام، فتح خیبر اور فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اس صلح کے بعد کفار قریش کا زور ٹوٹ گیا اور پھر ان کی اپنی عہد شکنی کے باعث فتح مکہ کی راہ ہموار ہوئی۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اسے فتح عظیم قرار دیا۔ اموال خیبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل ۳۶ حصوں پر تقسیم فرمایا۔ اٹھارہ حصے اپنے لیے اپنی ازواج مکرمات کے لیے اور روزانہ پیش آنے والی حاجات وضروریات کے لیے رکھے اور اٹھارہ

حصے مہاجرین میں تقسیم فرمائے اصحاب حدیبیہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بخاری میں براء کی روایت میں چودہ سو، جابرؓ کی حدیث میں پندرہ سو، عبداللہؓ بن ابی اوفی کی روایت میں تیرہ سو وارد ہے مولاناؒ نے فرمایا کہ ان میں سے جابرؓ کی روایت تحقیق سے اقرب ہے کیونکہ اس میں یہ بھی ہے کہ اسی تعداد نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے مجمع بن جاریہ انصاری کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ ابوداؤد کے قول میں اس حدیث کی تضعیف پائی جاتی ہے حالانکہ انہوں نے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ابن القطان کے نزدیک اس حدیث کی علت کا باعث راوی یعقوب بن مجمع کی جہالت ہے۔ مگر حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ یعقوب سے اس کے بیٹے مجمع نے، اس کے بھتیجے ابراہیم بن اسماعیل نے اور عبدالعزیز بن عبید بن صہیب نے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے یعقوب کو ثقات میں شمار کیا ہے، پس نہ صرف جہالت رفع ہوئی بلکہ ثقاہت بھی ثابت ہوگئی۔ پھر امام شافعی نے مجمع بن یعقوب پر تنقید کی ہے کہ وہ غیر معروف ہے (الخلاصہ) حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس سے یونس بن محمد مؤدب نے، یحییٰ بن حبان نے، اسماعیل بن ابی اویس نے، قعنبی نے، قتیبہ نے، محمد بن عیسیٰ طباع نے اور کئی اور لوگوں نے روایت کی ہے۔ پس جس شخص سے روایت کرنے والے اتنے لوگ ہوں وہ مجہول کیسے ہوا؟ ابن معین اور نسائی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، ابن سعد نے اسے ثقہ کہا ہے ابن القطان نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔

الجوہر النقی میں ہے کہ مجمع بن جاریہ کی حدیث کو حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے کہا ہے کہ یہ ایک حدیث کبیر صحیح الاسناد ہے۔ اور مجمع بن یعقوب معروف ہے۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ مجمع میں کوئی خرابی نہیں۔ ابن معین نے بھی کہا ہے کہ: لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ۔ اور یہ اس کی طرف سے توثیق کے لفظ ہیں۔ حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ کیا یہ مقام افسوس نہیں کہ اس صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے علامہ شوکانی جیسے آدمی نے امام ابو حنیفہ پر تنقید کے شوق میں وہ الفاظ بولے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

باب ١٥٦ فِي النَّفَلِ

یہ باب نفل کے بارے میں ہے

٢٧٣٧ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ قَالَ أَنَا خَالِدٌ عَنْ دَاوُدَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا فَلَهُ مِنَ النَّفَلِ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَتَقَدَّمَ الْفِتْيَانُ وَلَزِمَ الْمَشْيَخَةُ الرَّايَاتِ فَلَمْ يَبْرَحُوهَا فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ قَالَتِ الْمَشْيَخَةُ كُنَّا رِدْءًا لَكُمْ لَوِ انْهَزَمْتُمْ فِئْتُمْ إِلَيْنَا فَلَا تَذْهَبُونَ بِالْمَغْنَمِ وَنَبْقَى فَأَبَى الْفِتْيَانُ فَقَالُوا

جَعَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ إِلَىٰ قَوْلِهِ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ يَقُولُ فَكَانَ ذٰلِكَ خَيْرًا لَهُمْ فَكَذٰلِكَ أَيْضًا فَأَطِيعُونِي فَإِنِّي أَعْلَمُ بِعَاقِبَةِ هٰذَا مِنْكُمْ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں فرمایا: جو فلاں فلاں کام کرے گا اس کو اتنا اتنا نفل ملے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جوان تو آگے بڑھے اور بوڑھوں نے جھنڈے سنبھال لیے اور انہی کے پاس رہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے فتح دی تو بوڑھوں نے کہا: ہم تمہاری پشت پناہ تھے اگر تم پیچھے ہٹتے تو ہماری طرف آتے، پس یہ نہیں ہو سکتا کہ تم مال غنیمت لے جاؤ اور ہم یونہی رہ جائیں۔ مگر جوانوں نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت ہمارے لیے ٹھہرائی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں کہو کہ انفال اللہ اور رسول کے لیے ہیں" اس آیت تک" جیسا کہ تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ باہر نکالا، حالانکہ بعض ایماندار اسے ناپسند کرتے تھے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح گھروں سے نکلنا تمہارے حق میں بہتر تھا اسی طرح اب تم میری اطاعت کرو کیونکہ میں اس کے انجام کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ (نسائی)

شرح: نفل سے مراد غنیمت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فضل و احسان ہے۔ پچھلی قوموں پر یہ حلال نہ تھی، بالخصوص اسی امت کے لیے حلال کی گئی ہے۔ اس باب میں غنیمت کے بعض وہ احکام آئے ہیں جو کہ پچھلے ابواب میں نہیں آئے۔ یا پھر یہاں پر نفل سے مراد وہ خاص چیزیں ہیں جن کے دینے کا امام اس لیے وعدہ کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو جنگ پر ابھارے۔ اور کذا و کذا سے مراد یہ ہے کہ مثلاً: جو شخص کسی کو قتل کرے گا اس کا سامان اس قاتل کا ہے۔ سورۂ الانفال کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مال غنیمت کا معاملہ اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کرو اور خدا کا خوف کرتے ہوئے آپس میں جھگڑا مت کرو۔ اس آیت سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ جنگ بدر کی غنیمت بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صواب دید پر منحصر تھی، جہاں چاہیں اور جتنا چاہیں خرچ کر دیں۔ لیکن دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں اختلاف سے ممانعت کر کے لوگوں کی توجہ بعض ضروری امور کی طرف مبذول کی گئی ہے اور غنیمت کا حکم آگے، وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ الخ میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور نے اسی پر عمل درآمد فرمایا تھا۔

۲۷۳۸۔ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ نَا هُشَيْمٌ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا وَمَنْ أَسَرَ أَسِيرًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَتَمُّ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن فرمایا: جو شخص کسی مقتول کو قتل کرے تو اسے فلاں اور فلاں چیز ملے گی اور جو کسی قیدی کو قید کرے اسے فلاں فلاں چیز ملے گی الخ اور اوپر والی خالد کی حدیث اتم ہے۔

شرح: مولاناؒ نے السیر الکبیر سے نقل فرمایا ہے کہ موسیٰ بن سعد بن زید نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کرنے والے نے جنگ بدر کے دن اعلان کیا کہ جو شخص کسی مقتول کو قتل کرے گا تو اس کا سلب اُسی کے لیے ہوگا اور جو کسی کو قید کرے گا وہ اُسی کا قیدی ہو گا۔ پھر آپؐ نے ملعون ابوجہل کے قیدی کو اس کا سلب عطا فرمایا اور جو کچھ لوگوں نے نقال کے بغیر لیا اُسے برابر برابر تقسیم فرمایا۔ اور روایات اس پر متفق ہیں کہ حضورؐ نے اس دن مقتولوں کے قاتلوں کو ان کا سلب عنایت فرمایا تھا۔ علیؓ نے الولید بن عتبہ کا سلب لیا۔ حمزہ نے عتبہ کا سلب لیا اور عبیدہؓ بن الحارث نے شیبہ کا سلب لیا جو عبیدہؓ کے وارثوں کو دیا گیا کیونکہ عبیدہؓ زخمی ہو چکا تھا اور مدینہ پہنچنے سے قبل ذات اجدال کے مقام پر وفات پا گیا تھا۔

۲۷۳۹۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ قَالَ نَا دَاوٗدُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ بِاِسْنَادِهٖ قَالَ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّوَآءِ وَحَدِيْثُ خَالِدٍ اَتَمُّ۔

ایک اور سند سے وہی حدیث، اس میں راوی نے کہا کہ مال غنیمت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوی طور پر تقسیم فرمایا تھا اور خالد کی حدیث اتم ہے۔ (اوپر کی حدیث کی شرح دیکھئے۔ مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ بدر میں تھے، جب مال غنیمت کی تقسیم پر ان میں اختلاف ہوا تو ان کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ شکست خوردہ کفار کے تعاقب میں گیا ہوا تھا جو انہیں مارتا اور قتل کرتا تھا۔ ایک گروہ مال غنیمت جمع کر رہا تھا اور تیسرے گروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر رکھا تھا مبادا دشمن آپ کو کوئی نقصان پہنچائے۔ جب رات آئی اور سب لوگ جمع ہوئے تو مال غنیمت جمع کرنے والوں نے کہا کہ یہ مال ہم نے سمیٹا اور جمع کیا ہے لہٰذا یہ ہمارا حصہ ہے اور کا نہیں۔ جو لوگ دشمن کے پیچھے گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ اس میں تمہارا حق ہم سے زیادہ نہیں ہے ہم نے دشمن کو اس سے دور اور بھگایا ہے۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی وہ بولے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا ہے اور دشمن سے آپ کو محفوظ رکھا ہے اس لیے اس مصروفیت کے باعث کسی اور کام میں حصہ نہیں لے سکے۔ اس اختلاف کے بعد آیت: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ الخ نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کو ان سب فریقوں پر برابر تقسیم فرمایا۔ پس بعض احادیث کے اختصار سے جو غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے وہ دور ہو گئی)

۲۷۴۰۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُصْعَبٍ

ابْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ جِئْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ بِسَیْفٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَفٰی صَدْرِی الْیَوْمَ مِنَ الْعَدُوِّ فَهَبْ لِیْ هٰذَا السَّیْفَ قَالَ اِنَّ هٰذَا السَّیْفَ لَیْسَ لِیْ وَلَا لَكَ فَذَهَبْتُ وَاَنَا اَقُوْلُ یُعْطَاهُ الْیَوْمَ مَنْ لَمْ یُبْلِ بَلَائِیْ فَبَیْنَا اَنَا اِذْ جَاءَنِی الرَّسُوْلُ فَقَالَ اَجِبْ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ نَزَلَ فِیَّ شَیْءٌ بِكَلَامِیْ فَجِئْتُ فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ سَاَلْتَنِیْ هٰذَا السَّیْفَ وَلَیْسَ هُوَ لِیْ وَلَا لَكَ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَهٗ لِیْ فَهُوَ لَكَ ثُمَّ قَرَاَ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ قِرَاءَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ یَسْئَلُوْنَكَ النَّفْلَ۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تلوار لایا اور کہا: یا رسول اللہ آج اللہ تعالیٰ نے دشمن کی طرف سے میرا سینہ ٹھنڈا کر دیا ہے پس آپ یہ تلوار مجھے بخش دیں۔ حضورؐ نے فرمایا: یہ تلوار نہ میری ہے نہ تیری۔ پس میں چلا گیا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ تلوار آج اس شخص کو مل جائے گی جس نے میرے جیسا کارنامہ نہیں دکھایا۔ میں ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ قاصد میرے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل۔ میں نے سوچا کہ شاید میری بات کی وجہ سے میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے۔ پس جب میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے مجھ سے یہ تلوار اس وقت مانگی تھی جبکہ نہ یہ میری تھی نہ تیری، اور اللہ تعالیٰ نے اب اس کا اختیار مجھے دے دیا ہے پس یہ تجھے دیتا ہوں۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "لوگ تجھ سے مالِ غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو کہ مالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہیں الخ ابوداؤد نے کہا کہ ابن مسعودؓ کی قرأت ہے: یَسْئَلُوْنَكَ النَّفْلَ (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: مولاناؒ نے فرمایا کہ حسب بیان ابن جریر طبری ابن مسعود کی قرأت یوں ہے: یَسْئَلُوْنَكَ الْاَنْفَالَ، یعنی عام قرأت اور ابن مسعودؓ کی قرأت میں یہ فرق ہے کہ ابن مسعودؓ نے عَنْ کا لفظ نہیں بولا۔ دونوں قرأتوں میں معنیٰ کا جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ جمہور قرأت کے مطابق معنیٰ یہ ہے کہ "لوگ آپؐ سے مالِ غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں کہ کہ غنیمت کس کس کو ملے گی" اور ابن مسعودؓ کی قرأت پر معنیٰ یہ ہے کہ: لوگ آپؐ سے مالِ غنیمت طلب کرتے ہیں"، یعنی جس طرح سعدؓ نے تلوار مانگی تھی اسی طرح اور لوگ بھی مالِ غنیمت طلب کرتے ہیں۔ یہ حدیث مسلم نے اپنی صحیح میں درج کی ہے مگر اس میں ایک الجھن ہے: مصعب نے کہا کہ میرے باپ (سعدؓ) نے خمس میں سے تلوار طلب کی۔ مشکل یہ ہے کہ اس دن تو خمس کا حکم ابھی آیا ہی نہ تھا، خمس کا حکم بعد میں اترا ہے۔ اور خمس کے حکم کی آیت یہ ہے: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ الخ اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت اس پہلی آیت کی ناسخ ہے۔ اور اس میں ایک

اور الجھن بھی ہے جو اس پہلی الجھن سے شدید تر ہے وہ یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی اعلان کرا چکے تھے کہ: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ۔ اور سعدؓ بن ابی وقاص نے سعید بن العاص کو قتل کیا تھا اور اس کی تلوار لی تھی لہذا وہی اس تلوار کے زیادہ مستحق تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلوار پہلے ہی مرحلے میں سعدؓ کو کیوں نہ دیدی؟ درانحالیکہ آپ نے ابو جہل کے قاتلوں کو اس کا سلب عنایت فرمایا تھا اور عبداللہؓ بن مسعود کو اس کی تلوار عطا فرمائی تھی۔ پھر یہ الجھن بھی ہے کہ جب مال غنیمت کا حکم ابھی نازل ہی نہ ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے فرمایا تھا کہ قاتل کو مقتول کا سامان ملے گا؟ درانحالیکہ مقتول کا سلب بھی مال غنیمت کا حصہ ہے؟ اور جب ابھی تک حضورؐ پر اس بارے میں اللہ کا حکم اترا ہی نہ تھا تو آپ نے پیشگی اس کا یہ فیصلہ کیسے فرما دیا تھا؟

مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ غنیمت پہلی امتوں پر حرام تھی اور اسے آگ کے حوالے کیا جاتا تھا، یا یہ کہ آسمانی آگ اسے کھا جاتی تھی۔ اور یہی اس کی قبولیت کی علامت تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال تھا کہ اس امت کے لیے آسان احکام اتارے گئے ہیں لہذا عنقریب مال غنیمت کی حلت کا حکم آنے والا ہے اور اس آیت میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے کہ: پس تو اللہ کی راہ میں قتال کر، تجھ پر صرف اپنی جان کی ذمہ داری ہے۔ اور ایمانداروں کو قتال پر ابھار۔ اور اسی ایک آیت میں ہے: اے نبی! ایمانداروں کو قتال پر آمادہ کر۔ پس ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمانداروں کو یہ کہہ کر اشتعال دلایا کہ: جو کسی مقتول کو قتل کرے گا اُسے اس کا سلب ملے گا، یعنی عنقریب اس بارے میں اللہ کا حکم نازل ہوا چاہتا ہے۔ یوں آپ حکم خداوندی کا انتظار فرماتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص نے تلوار اس وقت مانگی تھی جبکہ غنیمت کا حکم ابھی نہیں اترا تھا، پہلے حضورؐ نے وہ تلوار نہ دی اور حکم آگیا تو ان کے حوالے کر دی۔ جیساکہ سورۃ الانفال کی پہلی آیت میں انفال کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر چھوڑ دیا گیا تھا اور اسی طرح حضورؐ نے دوسرے مقتولوں کے قاتلوں کو بھی ان کا سلب عطا فرمایا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابٌ فِي النَّفْلِ لِلسَّرِيَّةِ تَخْرُجُ مِنَ الْعَسْكَرِ

لشکر میں سے جو چھوٹی فوج نکلے اس کے نفل کا باب

۲۷۴۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ نَا ابْنُ مُسْلِمٍ وَنَا مُوسَى ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْطَاكِيُّ قَالَ نَا مُبَشِّرٌ وَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ حَدَّثَهُمُ الْمَعْنٰى كُلُّهُمْ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَيْشٍ قِبَلَ نَجْدٍ وَانْبَعَثَ سَرِيَّةٌ مِنَ الْجَيْشِ فَكَانَ سُهْمَانُ الْجَيْشِ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا اثْنَيْ عَشَرَ

بَعِيرًا وَنُفِّلَ أَهْلُ السَّرِيَّةِ بَعِيرًا بَعِيرًا فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ ۔

ابن عمرؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں نجد کی طرف بھیجا اور اس لشکر میں سے ایک چھوٹی فوج نکلی۔ پس لشکر کے حصے بارہ بارہ اونٹ تھے اور چھوٹے لشکر والوں کو ایک ایک اونٹ مزید ملا، پس ان کا حصہ تیرہ تیرہ اونٹ ہو گیا۔

شرح: بعض دفعہ بڑی فوج میں سے کسی ہنگامی ضرورت کے لیے چھوٹا لشکر نکال کر کس طرف بھیجا جاتا ہے۔ بڑی فوج اس کا مرکز رہتی ہے اور یہ چھوٹا لشکر اپنا فریضہ انجام دے کر پھر اسی میں آ ملتا ہے۔ یہاں پر اسی صورت کا ذکر ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس صورت میں چھوٹے لشکر والے جو مالِ غنیمت لائیں وہ تمام لشکر کو ملے گی کیونکہ اس بڑے لشکر کی پشت پناہی اور مرکزیت کے بل پر انہوں نے یہ کارروائی کی ہوتی ہے۔ اب رہا یہ نفل جس کا ذکر اسی حدیث میں ہے، اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ کہاں سے ادا کیا جائے گا۔ ابن المسیب نے کہا ہے کہ نفل خمس میں سے دیا گیا۔ یعنی خمس میں سے جو حصہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یعنی $\frac{1}{25}$ اس میں سے یہ نکالا گیا تھا۔ یہی ابو عبید اور شافعی کا مذہب ہے۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی ضروریات اور دینی مصلحتوں کی خاطر یہ حصہ جمع رکھا کرتے تھے۔ امام شافعی نے کہا کہ جب دشمن کی تعداد زیادہ اور اس کی قوت و شوکت شدید اور اس کے مقابلے میں مسلمان تعداد اور ساز و سامان وغیرہا میں کم ہوں تو امام انہیں حوصلہ افزائی کے لیے سنت کے اتباع میں نفل دے گا۔ ابو عبیدہ کے نزدیک خمس امام کے سپرد ہے اگر چاہے تو دے اور چاہے تو نہ دے۔ حضورؐ کا اپنا ارشاد ہے: تمہارے مالِ غنیمت میں سے میرا حصہ صرف $\frac{1}{5}$ ہے اور وہ خمس بھی تم پر ہی لوٹا دیا جاتا ہے۔ دوسرے علماء کے نزدیک نفل سارے مالِ غنیمت میں سے دیا جاتا تھا۔ خطابی نے کہا ہے کہ عام روایات اسی پر دلالت کرتی ہیں۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ کسی بڑے لشکر میں سے ایک سو اور پانچ سو کے درمیان جو چھوٹا لشکر نکلتا تھا اسے منسر کہتے تھے۔ جب تعداد آٹھ سو سے بڑھ جائے تو اسے جیش کہتے تھے اور ان دونوں کے مابین ہبطہ کہلاتا تھا۔ چار ہزار سے جب تعداد بڑھ جاتی تو اسے جحفل کہتے تھے۔ جحفل سے جب لشکر کی تعداد زیادہ ہو تو اسے جرّار اور اس سے عظیم تر لشکر کو خمیس کہتے تھے۔ ایک لشکر سے نکال کر جب کسی چھوٹے ٹکڑے کو بھیجتے تو اسے بعث کہتے تھے۔ دس سے لے کر چالیس تک عفیرہ، چالیس ہو تا تو عصبہ، تین سو ہو تا تو مقنب، اس سے زائد کو جمرہ کہتے تھے۔ ابن عمرؓ جس ٹکڑے کا ذکر کرتے ہیں اس کا امیر ابو قتادہؓ تھا اور یہ ۱۵ آدمی تھے۔ انہیں سرزمین نجد میں خضرہ نامی علاقے میں بھیجا گیا تھا اور شب خون مارنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کارروائی میں دو سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں ہاتھ آئی تھیں اور دشمن کے بہت سے لوگ قتل ہوئے تھے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا مالِ غنیمت کی تقسیم اور تنفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی یا امیرِ سریہ نے۔ ابن اسحاق کی روایت میں واضح طور پر موجود ہے کہ تنفیل تو امیر نے کی تھی اور مالِ غنیمت کی تقسیم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ مسلم کی روایت کے مطابق یہ ساری کارروائی امیرِ سریہ نے کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توثیق فرمائی تھی

حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ سارے لشکر کی تعداد ۴ ہزار تھی اور سریہ جو غنیمت لایا تھا وہ دو سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں نہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ سارے لشکر کو بارہ بارہ اونٹ اور سریہ والوں کو تیرہ تیرہ مل گئے جو یہ تو ایک ان ہونی بات ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ بہت سا مال غنیمت اصل لشکر نے حاصل کیا تھا اور اس میں اس چھوٹے لشکر کا بھی کچھ حصہ ملا یا گیا ہو گا۔ اس تاویل کی ضرورت اس وقت ہے جبکہ اس روایت کو کوئی مقام دیا جائے اور اسے محفوظ سمجھا جائے ورنہ معتبر کثیر صحیح روایات کے مطابق یہ تعداد جو بتائی گئی ہے صرف سریہ کے مال غنیمت اور نفل کی ہے۔

۲۷۴۲۔ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ قَالَ الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قُلْتُ وَكَذَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَا يَعْدِلُ مَنْ سَمَّيْتَ بِمَالِكٍ هَكَذَا أَوْ نَحْوَهُ يَعْنِي مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ۔

ابن المبارک کو ولید بن مسلم نے یہ حدیث سنائی اور اس کی دوسری سند بھی بتائی تو اس نے کہا کہ مالک بن انسؓ عن نافع کی روایت کے ساتھ نہ شعیب بن ابی حمزہ کی روایت مقابلہ کرتی ہے نہ ابن ابی فروہ کی (اور مالک کی روایت میں فقط یہ ذکر ہے کہ سریہ والوں میں سے ہر ایک کو یہ تعداد ملی جس کا ذکر اوپر گزرا۔ لیث اور عبید اللہ کی روایات بھی مالک کی روایت کی تائید کرتی ہیں اور طبقات ابن سعد سے پتہ چلتا ہے کہ سریہ والے ۲ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں مال غنیمت لائے تھے اور حساب کے وقت دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر شمار کیا گیا تھا۔

۲۷۴۳۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ نَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَقَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى نَجْدٍ فَخَرَجْتُ مَعَهَا فَأَصَبْنَا نَعَمًا كَثِيرًا فَنَفَّلَنَا أَمِيرُنَا بَعِيرًا بَعِيرًا لِكُلِّ إِنْسَانٍ ثُمَّ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَ بَيْنَنَا غَنِيمَتَنَا فَأَصَابَ كُلَّ رَجُلٍ مِنَّا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا بَعْدَ الْخُمُسِ وَمَا حَاسَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي أَعْطَانَا صَاحِبُنَا وَلَا عَابَ عَلَيْهِ مَا صَنَعَ فَكَانَ لِكُلِّ مِنَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا بِنَفْلِهِ۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ نجد کے علاقے میں بھیجا اور میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ ہمیں بہت سے جانور ملے اور ہمارے امیر نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک ایک اونٹ بطور نفل دیا۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ہماری غنیمت ہم پر تقسیم فرمائی تو خمس نکالنے کے

بعد ہم سے میں ہر شخص کو بارہ اونٹ ملے اور ہمارے امیر نے ہمیں جو کچھ دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمارا محاسبہ نہیں فرمایا اور نہ اس کے فعل پر نکیر فرمائی۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اس کے نفل سمیت تیرہ اونٹ حاصل ہوئے تھے۔

شرح: اس حدیث سے پتہ چلا کہ نفل میں جو ایک ایک اونٹ ملا تھا وہ خمس نکالنے سے قبل تھا۔ نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر کے فعل کی تصویب فرمائی۔ اس تفضیل سے کوئی دلیل مانع نہ تھی۔

۲۷۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح وَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَا نَا اللَّيْثُ الْمَعْنٰى عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيهَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوا إِبِلًا كَثِيرَةً فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا زَادَ ابْنُ مَوْهَبٍ فَلَمْ يُغَيِّرْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ نجد کے علاقے میں بھیجا جس میں عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ پس انہیں بہت سے اونٹ بطور غنیمت ملے اور ان کا حصہ بارہ بارہ اونٹ تھا اور ایک ایک اونٹ انہیں بطور نفل ملا تھا۔ ابن موہب راوی نے یہ اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلے کو تبدیل نہ فرمایا (بخاری، مؤطا)

۲۷۴۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَبَلَغَتْ سُهْمَانُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَنَفَّلَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا بَعِيرًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ نَافِعٍ مِثْلَ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَرَوَاهُ أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عبداللہ (بن عمرؓ) نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریئے میں روانہ فرمایا، پس ہمارا حصہ بارہ بارہ اونٹ بنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایک اونٹ بطور نفل بخشا۔ ابو داؤد نے کہا کہ برد بن سنان نے بھی اسی طرح اس کو نافع سے عبیداللہ کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔ اسے ایوب نے بھی نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مگر اس میں کہا ہے کہ: ہمیں ایک ایک اونٹ بطور نفل دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا (اصل حدیث مسلم نے بھی بیان کی ہے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر سریہ کے فعل کی توثیق

و تقریر فرمادی تو یوں کہنا بالکل درست ہوا کہ یہ نفل رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے دیا تھا۔

۲۷۴۶. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ جَدِّي ح وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُجَيْنٌ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً النَّفْلَ سِوَى قِسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ وَالْخُمُسُ وَاجِبٌ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض بھیجے جانے والے سریوں کو نفل عطا فرماتے تھے اور یہ نفل انہی کے لیے خاص ہوتا تھا اور عام لشکر کی تقسیم کے علاوہ ہوتا تھا۔ اور خمس اس سب میں واجب تھا۔

شرح: مولانا نے فرمایا کہ بخاری کی روایت میں یہ آخری جملہ مذکور نہیں ہے اور بظاہر یہ ابن عمرؓ کا قول ہے۔ امیر لشکر قید لگا سکتا ہے کہ مجاہدوں کو قبل از خمس یا بعد از خمس یہ نفل بحساب فی کس ملے گا۔ یا فلاں کارنامہ انجام دینے والے کو یہ ملے گا۔

۲۷۴۷. حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ نَا حُيَيٌّ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي ثَلٰثِمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ فَانْقَلَبُوْا حِيْنَ انْقَلَبُوْا وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ بِجَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوْا۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر میں ۳۱۵ آدمی لے کر نکلے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ یہ پیدل ہیں انہیں سوار فرما، اے اللہ یہ عریاں ہیں انہیں کپڑے پہنا، اے اللہ یہ بھوکے ہیں انہیں سیر فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنگ بدر میں فتح بخشی اور جب وہ لوگ واپس لوٹے تو ہر ایک کے پاس ایک یا دو اونٹ تھے، اور انہوں نے کپڑے پہنے اور سیر ہوئے۔

شرح: منذری نے کہا ہے کہ بدر ایک کنویں کا نام تھا جو مالک کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ جنگ بدر ۲ ہجری میں ۱۷ رمضان کے دن بروز جمعہ واقع ہوئی تھی۔ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کی تعداد کے موافق ۳۱۴ تھی۔ مسند بزار میں ابوموسیٰؓ کی حدیث میں اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۷ آئی ہے۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں جو مسند احمد، مسند بزار اور طبرانی میں ہے، یہ تعداد ۳۱۳ ہے، اور اہل مغازی کے نزدیک یہی روایت مشہور تر ہے۔ ابن اسحاق نے ۳۱۴ بھی تعداد بتائی ہے۔ طبرانی اور بیہقی نے ابوایوب انصاریؓ کی روایت درج کی ہے جس کے مطابق ان کی تعداد ۳۱۴ تھی۔ پھر حضورؐ نے ایک دفعہ مزید گنتی کرائی تو ایک اور آدمی آ کر ملا جو کمزور اونٹ پر چلا آتا تھا تو اب تعداد ۳۱۵ ہو گئی۔ ابوداؤد کے علاوہ بیہقی کی روایت میں بھی ۳۱۵ ہی تعداد آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد میں آنے والا شخص شمار نہیں کئے گئے۔ جس روایت میں ۳۱۹ کا عدد آیا ہے، سو یہ احتمال موجود ہے کہ ان چھوٹوں کو بھی شمار کر لیا گیا ہے جن میں جنگ سے قبل لشکر سے خارج کیا گیا تھا مثلاً: براءؓ، ابن عمرؓ اور انسؓ، جابرؓ بن عبداللہؓ۔ ان میں سے قتال صرف ۳۰۵ یا ۳۰۶ نے کیا تھا۔ اور اس کی بناء پر ابن عباسؓ کی ایک حدیث میں اہل بدر کی تعداد ۳۰۶ آئی ہے اور اسی بناء پر ابن سعد نے ۳۰۵ کا عدد بتایا ہے۔ اور اس تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو شامل نہیں کیا گیا۔ اور آٹھ اشخاص اور بھی تھے جنہیں بدری شمار کیا گیا مگر وہ میدان جنگ میں حاضر نہ تھے۔ ان میں ایک تو عثمانؓ بن عفان تھے جو اپنی زوجۂ محترمہ رقیہ بنت رسولؐ کی تیمارداری میں مصروف تھے اور وہ ان دنوں مرض الوفات میں مبتلاء تھیں۔ طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید کو حضورؐ نے قافلۂ قریش کی ٹوہ میں بھیجا تھا لہٰذا وہ بھی میدان میں موجود نہ تھے۔ ابولبابہؓ کو حضورؐ نے مقام روحاء سے مدینہ اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا۔ عاصمؓ بن عدی کو حضورؐ نے عالیہ پر امیر مقرر فرمایا تھا (بیرونی آبادی)۔ حارثہ بن حاطبؓ کو بنی عمرو بن عوف پر امیر مقرر فرمایا تھا۔ حارث بن صمہ جو مقام روحاء میں گر کر زخمی ہوئے اور حضورؐ نے انہیں واپس بھیجا تھا اور خواتؓ بن جبیر۔ ان کا ذکر ابن سعد نے کیا ہے اور دیگر اہل مغازی نے سعد بن مالکؓ ساعدی کا ذکر بھی کیا ہے جنہوں نے راستے میں وفات پائی تھی۔ سعد بن عبادہؓ کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ جنگ میں شامل ہوئے یا کسی ضرورت کی بناء پر انہیں واپس کیا گیا تھا (مسلم میں ان کا ذکر آیا ہے) اور صبیح مولائے اصیحہ کے بارے میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضورؐ بن ابی طالب کا حصہ بھی بدر کی غنیمت میں لگایا گیا تھا (فتح الباری)۔ مگر جعفر تو اس وقت حبشہ میں تھے اور ۷ھ میں واپس آئے تھے! اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ بظاہر کوئی مطابقت نظر نہیں آتی مگر یہ کہ یوں کہا جائے: یہ مختصر لشکر محض قافلۂ قریش کی خاطر نکلا تھا جو بچ کر نکل گیا اور اتفاقاً لشکر قریش کے ساتھ جنگ ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست دی اور مال غنیمت اہل بدر پر تقسیم فرمایا گیا۔ مدینہ جو اسلام کی لشکر گاہ تھی وہاں کے کسی آدمی کو کچھ نہیں دیا گیا سوائے ان چند اشخاص کے جنہیں خاص خاص کاموں پر مامور فرمایا گیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابٌ ١٥٨ فِي مَنْ قَالَ الْخُمُسُ قَبْلَ النَّفَلِ

کیا خمس نفل سے پہلے نکالا جائے گا؟

۲۷۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ الشَّامِيِّ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جَارِيَةَ التَّمِيمِيِّ عَنْ حَبِيبِ ابْنِ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَفِّلُ الثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ۔

حبیب بن مسلمہؓ فہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس نکالنے کے بعد تیسرا حصہ نفل کے طور پر دیتے تھے (ابن ماجہ کتاب الجہاد)

شرح: حبیبؓ بن مسلمہ فہری کی صحابیت میں اختلاف ہوا ہے۔ بخاری نے اسے صحابی قرار دیا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کسی سریہ سے فرماتے: تمہیں خمس کے بعد ⅓ تو بطور نفل ملے گا اور باقی کا حصہ سارے مجاہدین سمیت دیا جائے گا۔

۲۷۴۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنِ ابْنِ جَارِيَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ إِذَا قَفَلَ۔

حبیب بن مسلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس کے بعد چوتھا حصہ اور خمس کے بعد تیسرا حصہ بطور نفل دیتے تھے جبکہ واپس لوٹتے۔ (شرعی ضرورت اور جہاد پر تحریض کے لیے ثلث یا ربع یا اس سے کم و بیش بطور نفل دینا جائز ہے۔ حنفیہ نے صرف یہ کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ امام پہلے سے اعلان کر دے۔

۲۷۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيَّانِ الْمَعْنَى قَالَا نَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَهْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ مَكْحُولًا يَقُولُ كُنْتُ عَبْدًا بِمِصْرَ لِامْرَأَةٍ مِنْ بَنِي هُذَيْلٍ فَأَعْتَقَتْنِي فَمَا خَرَجْتُ مِنْ مِصْرَ وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِجَازَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى ثُمَّ أَتَيْتُ الْعِرَاقَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى ثُمَّ أَتَيْتُ الشَّامَ فَغَرْبَلْتُهَا

كُلَّ ذٰلِكَ اَسْأَلُ عَنِ النَّفْلِ فَلَمْ اَجِدْ اَحَدًا يُخْبِرُنِي فِيهِ بِشَيْءٍ حَتّٰى لَقِيتُ شَيْخًا يُقَالُ لَهُ زِيَادُ بْنُ جَارِيَةَ التَّمِيمِيُّ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ سَمِعْتَ فِي النَّفْلِ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ حَبِيبَ بْنَ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيَّ يَقُولُ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْاَةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ ۔

ابو وہب نے مکحول سے یہ کہتے سُنا کہ: میں بنی ہذیل کی ایک عورت کا مصر میں غلام تھا، پس اس نے مجھے آزاد کر دیا۔ میں مصر سے اس وقت تک نہ نکلا جب تک کہ وہاں کے تمام علم کو محفوظ نہ کر لیا۔ پھر میں حجاز میں آیا تو وہاں سے اس وقت تک نہ نکلا جب تک کہ اپنی دانست میں وہاں کے تمام علم کو محفوظ نہ کر لیا۔ پھر میں عراق میں گیا اور اس وقت وہاں سے نہ نکلا جب تک کہ اپنی دانست میں وہاں کا تمام علم جمع نہ کر لیا۔ پھر میں شام میں گیا اور اسے بلطایا، ہر طرف نفل کے متعلق پوچھتا رہا لیکن میں نے کوئی شخص نہ پایا جو مجھے اس کے بارے میں بتاتا۔ حتیٰ کہ میں ایک بوڑھے سے ملا جس کا نام زیاد بن جاریہ تمیمی تھا۔ پس میں نے اُس سے کہا کہ کیا تو نے نفل کے میں کچھ سُنا ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے حبیبؓ بن مسلمہ فہری کو یہ کہتے سُنا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ آپ نے ابتداء میں ۱/۴ اور واپسی پر ۱/۳ نفل دیا (ابن ماجہ

شرح: خطابی نے اس فرق کی علت یہ بتائی ہے کہ جب مجاہدین میدان جنگ میں جائیں تو قوی، تر و تازہ، شاداب اور مضبوط ہوتے ہیں مگر واپسی کے وقت تھکے ماندے، بعض زخمی اور مصیبت زدہ ہوتے ہیں۔ یہ خطابی کی روایت ابن المنذر سے ہے اور خطابی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قفول سے مراد وطن کو واپسی ہے۔ مگر حدیث کا معنیٰ یہ نہیں ہے۔ بداءت سے مراد یہ ہے کہ جب مرکزی لشکر کے کوئی ٹکڑا یا سریۂ جدا ہو کر دشمن کے کسی حصے پر حملہ آور ہو اور اُسے نقصان پہنچائے، پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے امام ۱/۴ حصہ بطور نفل عطا کرے، اور باقی میں وہ تمام لشکر کے ساتھ شریک ہوں گے۔ اور قفول کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ دشمن پر حملہ کر کے سریۂ واپس آجائے اور پھر دوبارہ باذنِ امام اس کام کے لیے جائے تو امام اب کی بار ۱/۳ مقرر کرے گا کیوں کہ یہ حملہ پہلے کی نسبت مشکل تر اور شدید تر ہوگا اور اس میں نقصان کا خدشہ پہلے کی نسبت زیادہ ہوگا۔ مکحول نے نفل کے متعلق جو اتنی چھان بین کی تو اس کا مطلب یہ نظر آتا ہے کہ اُسے نفل کے بعض دفعہ ۱/۴ اور بعض دفعہ ۱/۳ ہونے کے متعلق اشکال تھا جسے اس حدیث نے حل کیا۔

بَابٌ ۱۵۹ فِي السَّرِيَّةِ تَرُدُّ عَلٰى اَهْلِ الْعَسْكَرِ

باب سریۂ کے متعلق کہ وہ اہل لشکر پر مال غنیمت لوٹائے گا۔

۲۷۵۱۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ نَا ابْنُ اَبِی عَدِیٍّ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ بِبَعْضِ هٰذَا ح نَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِیْ هُشَیْمٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَأُ دِمَاؤُهُمْ یَسْعٰی بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَیُجِیْرُ عَلَیْهِمْ اَقْصَاهُمْ وَهُمْ یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاهُمْ یَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلٰی مُضْعِفِهِمْ وَمُتَسَرِّعُهُمْ عَلٰی قَاعِدِهِمْ لَا یُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِکَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِیْ عَهْدِہٖ وَلَمْ یَذْکُرِ ابْنُ اِسْحٰقَ الْقَوَدَ وَالتَّکَافُؤَ:

عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے خون کے برابر ہیں، ان کی ذمہ داری کے لیے قریب والا آدمی بھی کوشش کرتا ہے اور دور والا بھی کسی دشمن کو پناہ دے سکتا ہے۔ اور وہ اپنے سواسب کے خلاف ایک ہاتھ ہیں۔ ان میں سے قوی ضعیف پر لوٹائے گا اور سریہ میں نکلنے والا پیچھے رہنے والے پر مال غنیمت لوٹائے گا۔ اور کسی مومن کو کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا اور کسی عہد والے کو اس کے عہد میں نہ مارا جائے گا اور ابن اسحاق نے تکافو اور قود کا ذکر نہیں کیا (ابن ماجہ)

شرح: قصاص اور دیتوں میں سب مسلمانوں کے خون مساوی ہیں، کوئی شریف کسی وضیع پر فضیلت نہیں رکھتا۔ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اس بات پر راضی نہ ہوتے کہ ان کا خون دوسروں کے برابر ہے بعض لوگ اپنے ایک آدمی کے عوض دوسروں کے دو یا زیادہ آدمی قتل کرتے تھے۔ گویا "شاہی خون" عام خون کے برابر نہ تھا۔ اسلام نے اس جاہلی رسم کا قلع قمع کیا اور انسانوں کو بحیثیت انسان، مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان دیت اور قصاص میں اور دیگر اسلامی احکام میں برابر قرار دیا فضیلت کے دیگر اسباب ہوسکتے ہیں مگر ان کا تعلق رنگ، خون، نسب، برادری اور قبیلے سے نہیں ہوتا۔ اور فرمایا کہ یسعیٰ بذمتہم ادناہم: یعنی ایک آدمی بھی جہاں کہیں ہوگا وہ دوسرے سب مسلمانوں کی ذمہ داری کو پورا کرنے اور ان کے عہد اور قول وقرار کو نبھانے کی سعی کرے گا۔ مولانا نے فرمایا کہ کہ ادناہم کا معنیٰ اقلہم ہے، یعنی ایک آدمی خطابی نے اس کا معنیٰ یہ بتایا ہے کہ غلام اور وہ لوگ جو ضعفاء میں سے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ وہ جہاد وقتال نہیں کرتے مثلاً عورتیں اور ضعیف لوگ، جب کسی کافر کو پناہ دے دیں تو ان کی پناہ کو جائز سمجھا جائے گا۔

وَیُجِیْرُ عَلَیْهِمْ اَقْصَاهُمْ: یعنی مرتبہ کے لحاظ سے جو لوگ کم رتبہ ہوں مثلاً وہ غلام جسے آقا نے قتال کی اجازت دی ہے، ایسے لوگ اگر کسی کو پناہ دیں تو ان کی پناہ جائز ہے۔ البدائع میں ہے کہ امان کی شرط یہ ہے کہ دینے والا عاقل ہو، بالغ ہو پس عامۂ علماء کے نزدیک مجنون اور بچے کی پناہ جائز نہیں۔ امام محمد نے جس طرح پچھلے جملے میں ادناہم سے مراد غلام لیا ہے اسی طرح یہاں کہا ہے کہ امان کے لیے بلوغ شرط نہیں۔ پس وہ قریب البلوغ بچہ جو اسلام کو سمجھتا اور اس کے احکام سے واقف ہے اگر کسی کو امان دیدے تو اس کی امان جائز ہے۔ عورت کی پناہ بھی جائز ہے۔

فتح مکہ کے دن حضورؐ نے ام ہانیؓ کی امان کو جائز قرار دیا تھا۔ امان کی شرائط میں سے اسلام بھی ہے پس پناہ صرف مسلم دیگا کافر گو مسلمان کے ساتھ قتال میں شامل ہو کسی کو امان نہیں دے سکتا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ بقولِ حافظ ابن حجرؒ اوزاعی نے ذمی کی پناہ کو جبکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ قتال میں شامل ہو، جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ امام اسے جائز ٹھہرائے۔ ورنہ جس کافر کو اس نے پناہ دی تھی اُسے اس کے ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے گا۔ اور امان کی شرائط میں حریت داخل نہیں ہے پس جس غلام کو قتال کی اجازت دی گئی ہو اگر وہ کسی کو امان دے تو اس کی امان بالاجماع جائز ہوگی۔ جہاں تک اس غلام کا تعلق ہے جسے قتال سے روکا گیا ہو، امام محمد اور شافعی کے نزدیک اس کی امان جائز ہے مگر ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں۔ محمد اور شافعی کی دلیل یہی حدیث ہے کہ یَسْعٰی بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَيُجِيْرُ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ، اور ذمہ سے مراد یہاں عہد اور امان ہے (یعنی امان بھی عہد کی ایک قسم ہے۔ اور مسلم غلام چونکہ مسلمانوں میں سے ادنیٰ ہے لہذا یہ حدیث اسے مشتمل ہے۔ ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ حدیث مجور غلام کو شامل نہیں (مجور یعنی جس پر قتال نہ کرنے کی پابندی ہو) کیونکہ ادنیٰ کا لفظ یا تو دنائت سے مشتق ہے یعنی خساست (گھٹیا پن) اور یا دنو سے بمعنی قرب۔ پہلا تو مراد نہیں ہے کیونکہ حدیث سب مسلمانوں کو شامل ہے، حضورؐ نے فرمایا۔ اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ لہذا اسلام کے ہوتے ہوئے کوئی خساست نہیں ہو سکتی۔ اور قرب کا معنیٰ لیا جائے تو عبدِ مجور اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ قتال کی صف میں نہیں ہوتا جو کافروں سے اقرب ہوتا۔ مولاناؒ فرماتے ہیں کہ بقولِ حافظ ابن حجر (فتح الباری) جمہور نے غلام کی امان کو جائز قرار دیا ہے، خواہ وہ قتال کرے یا نہ کرے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ حدیث کے یہ جملے بظاہر ایک ہی معنیٰ رکھتے ہیں، ان میں مجھے کوئی فرق معلوم نہیں ہو سکا، یعنی يَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَيُجِيْرُ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ پہلے جملے کا تعلق اس صورت سے ہے کہ جب مسلمانوں نے کوئی عہد و پیمان کیا ہو کسی کو امان دی ہو، کسی کے ساتھ عقدِ ذمہ یا معاہدۂ صلح کیا ہو تو وہ سب پہ نافذ ہو جائے گا۔ دوسرا جملہ یہ بتاتا ہے کہ اگر کوئی دُور دراز کا رہنے والا یا غلام بھی کسی کو امان دیدے تو سب پر اس کی پابندی واجب ہوگی۔ یعنی پہلے جملے میں دوسروں کے عہد و امان کو نافذ فرمایا گیا اور دوسرے جملے میں خود اس شخص کی امان کو جائز قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب علامہ خطابی نے اَقْصَاهُمْ سے مراد اَبْعَدُهُمْ وَطْنًا وَدَارًا لیا ہے۔ یعنی وہ شخص جو دور دراز کے مقامات کا رہنے والا ہو۔ خطابی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عقد اور ذمہ بعض کفار کے لیے ہو نہ کہ عام طور پہ سب کے لیے، کیونکہ اُسے یہ جائز نہیں ہے کہ تمام کفار کے لیے عقدِ امان اور عقدِ ذمہ باندھے اس کا تعلق صرف امام (اقتدارِ اعلیٰ) کے ساتھ ہے، وہی کفار کی جماعت کے ساتھ، یا کسی قوم کے ساتھ، یا کسی ملک کے ساتھ اس قسم کے معاہدے کر سکتا ہے۔ اگر یہ معاہدے بھی ہمہ شما کو دے دیئے جائیں تو نظم و ضبط بکھر جائے گا اور جہاد کا ابطال لازم آئے گا۔

وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ کلمہ توحید نے سب اہلِ اسلام کو متحد کر دیا ہے۔ وہ غیروں کے خلاف ایک مُٹھی کی مانند ہیں۔ جب انہیں ایک دوسرے کی مدد کے لیے پکارا جائے تو سننا اور چلے آنا واجب ہے۔ ایک دوسرے کی مدد کرنا لازم ہے ایک کی تکلیف میں ہاتھ بٹانا سب پہ فرض ہے۔ یرد مشد هم علی مضعفهم: ان میں سے طاقت ور کمزور کی مدد کرے گا، سفر و حضر میں اس کا ساتھ دے گا۔ میدانِ جنگ میں جو مالِ غنیمت جمع ہوگا اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ طاقتور کون تھا جس نے زیادہ جمع کیا۔ بلکہ وہ برابر سرابر تقسیم ہوگا۔ اس طرح بڑے لشکر سے نکل کر

جانے والا چھوٹا لشکر (سریہ) جو فوائد وفتوحات اور مال غنیمت حاصل کرے گا وہ سب کی طرف سے اور سب کے لئے ہونگی (قاعدہم) سے مراد وہ بڑا لشکر ہے جو دار الحرب میں پڑا ہوا اور سریہ وہ ٹکڑا اور حصہ ہے جو اس میں سے نکل کر کاروائی کے لیے ادہر ادہر جائے۔

اس حدیث کا لفظ: لایقتل مؤمن بکافر ان فقہاء کی دلیل ہے جو ذمی کے قاتل مسلم سے قصاص کے قائل ہیں۔ حنفیہ قصاص ودیت وغیرہا کے عمومی احکام مثلاً۔ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی۔ یعنی ذمی کافر کے بدلے مسلم قاتل سے قصاص لیا جائے گا (مسئلے کی تفاصیل آگے آئیگی) ولا ذو عهد فی عهده کسی عہدوالے کو جب تک کہ وہ عہد پہ قائم رہے، قتل نہ کیا جائے گا۔ اس کی جان محترم ہے ابن اسحاق کی روایت میں قصاص کا اور تمام مسلمانوں کے خون کے برابر ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۲۷۵۲. حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ نَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنِي إِيَاسُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَغَارَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُيَيْنَةَ عَلٰى إِبِلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ رَاعِيَهَا وَخَرَجَ يَطْرُدُهَا هُوَ وَأُنَاسٌ مَعَهُ فِي خَيْلٍ فَجَعَلْتُ وَجْهِي قِبَلَ الْمَدِينَةِ ثُمَّ نَادَيْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَا صَبَاحَاهُ ثُمَّ اتَّبَعْتُ الْقَوْمَ فَجَعَلْتُ أَرْمِي وَأَعْقِرُهُمْ فَإِذَا رَجَعَ إِلَيَّ فَارِسٌ جَلَسْتُ فِي أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى مَا خَلَقَ اللهُ شَيْئًا مِنْ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا جَعَلْتُهُ وَرَاءَ ظَهْرِي وَحَتّٰى أَلْقَوْا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ رُمْحًا وَثَلَاثِينَ بُرْدَةً يَسْتَخِفُّونَ مِنْهَا ثُمَّ أَتَاهُمْ عُيَيْنَةُ مَدَدًا فَقَالَ لِيَقُمْ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْكُمْ فَقَامَ إِلَيَّ أَرْبَعَةٌ مِنْهُمْ وَصَعِدُوا الْجَبَلَ فَلَمَّا أَسْمَعْتُهُمْ قُلْتُ أَتَعْرِفُونِي قَالُوا وَمَنْ أَنْتَ قُلْتُ أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالَّذِي كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ لَا يَطْلُبُنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ فَيُدْرِكُنِي وَلَا أَطْلُبُهُ فَيَفُوتُنِي فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰى نَظَرْتُ إِلٰى فَوَارِسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُونَ الشَّجَرَ أَوَّلُهُمُ الْأَخْرَمُ الْأَسَدِيُّ فَيَلْحَقُ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُيَيْنَةَ وَيَعْطِفُ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ فَعَقَرَ الْأَخْرَمُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَطَعَنَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهُ فَتَحَوَّلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

عَلٰى فَرَسِ الْاَخْرَمِ فَيَلْحَقُ اَبُوْ قَتَادَةَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ فَعَقَرَ بِاَبِيْ قَتَادَةَ وَقَتَلَهُ اَبُوْ قَتَادَةَ فَتَحَوَّلَ اَبُوْ قَتَادَةَ عَلٰى فَرَسِ الْاَخْرَمِ ثُمَّ جِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِيْ حَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ ذُوْ قَرَدٍ فَاِذَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَمْسِمِائَةٍ فَاَعْطَانِيْ سَهْمَ الْفَارِسِ وَالرَّاجِلِ۔

سلمہ بن اکوع نے کہا کہ عبدالرحمن بن عیینہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پہ غارت ڈالی، ان کے چرواہے کو قتل کر دیا اور وہ خود اور کچھ اور لوگ جو اس کے ساتھ تھے اور اونٹوں پر سوار تھے، ان اونٹوں کو ہانک کر لے نکلا۔ پس میں نے مدینہ کی طرف منہ کیا اور تین بار بآواز بلند پکار کر کہا: یا صباحاہ (ہم پر غارت پڑ گئی ہے!) پھر میں ان لوگوں کے پیچھے ہولیا اور ان پر تیر پھینکنے اور انہیں زخمی کرنے لگا پس ان میں سے کوئی گھوڑ سوار میری طرف رُخ کرتا تو میں کسی درخت کے نیچے بیٹھ جاتا (اور بیٹھ کر تیر اندازی کرتا جو اور بھی مؤثر اور پختہ ہوتی ہے) حتیٰ کہ جس قدر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں تھیں ان سب کو میں نے اپنی پشت کے پیچھے چھوڑ دیا۔ (یعنی دشمن سے وہ تمام چھڑا لیں اور انہیں پچھلی طرف روانہ کر دیا) اور حتیٰ کہ ان ڈاکوؤں نے تیس نیزے اور تیس چادریں اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے نیچے پھینک دیں۔ پھر عیینہ بن حصن فزاری ان کی مدد کو آ پہنچا اور کہا تم میں سے کچھ لوگ اس شخص (سلمہؓ) کی طرف اٹھیں پس ان میں سے چار میرے لیے اٹھے اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ پس جب میں نے انہیں آواز سنائی تو کہا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں ابن الاکوع ہوں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کرنے والے رب کی قسم کہ اگر تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے گا تو ایسا نہیں کر سکے گا اور اگر کسی کو میں پکڑنا چاہوں گا تو وہ جا نہ سکے گا (سلمہ بن اکوع نہائت تیر پھینکنے والے تھے!) پھر اُسی وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہ سواروں کو دیکھا جو درختوں کے اندر داخل ہو رہے تھے ان میں سے پہلا اخرم اسدی تھا جو عبدالرحمن بن عیینہ سے جا بھڑا۔ عبدالرحمن اس کی طرف مڑا اور دونوں نے ایک دوسرے کو نیزہ مارا پس اخرمؓ نے عبدالرحمن کو زخمی کر دیا مگر اُس نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر عبدالرحمن اخرمؓ کے گھوڑے پر ہو بیٹھا۔ پھر ابو قتادہؓ عبدالرحمن سے آ ملا اور دونوں نے ایک دوسرے کو نیزہ مارا جس سے ابو قتادہؓ کا گھوڑا زخمی ہو گیا مگر عبدالرحمن قتل ہو گیا۔ پھر ابو قتادہؓ نے اخرمؓ کے گھوڑے کو اپنے گھوڑے سے بدل لیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ اس چشمے پر تھے جس سے میں نے دشمنوں کو (تیر اندازی کر کے) ہٹایا تھا۔ اس کا نام ذو قرد تھا، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ صد آدمیوں کے ساتھ موجود تھے۔ پس آپ نے مجھے سوار اور پیدل ہر دو کا حصہ عطا فرمایا (مسلم میں یہ حدیث زیادہ مفصل ہے۔ بخاری نے بھی اسے روایت کیا)

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے حضورؐ نے سلمہؓ کو پیدل کا حصہ دیا ہو گا کیونکہ وہ اس دن پیدل تھے مگر چونکہ ان کا کارنامہ بہت بڑا تھا لہذا کچھ بطور نفل بھی عطا کیا ہو گا۔ مولانا نے فرمایا کہ گھوڑ سوار کا حصہ سلمہؓ کو خمس سے یا خمس الخمس سے دیا گیا ہو گا اور پیدل کا حصہ حسب ضابطہ مال غنیمت میں سے دیا گیا ہو گا۔ اس غزوہ کا نام

غزوۂ ذات القرد ہے۔ یہ جگہ مدینہ سے ایک دن کے سفر پر تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس کا وقوع کب ہوا تھا۔ بخاری نے غزوۂ خیبر سے تین دن قبل بتایا ہے۔ اور اس کی دلیل خود سلمہؓ کا قول ہے کہ جب ہم لوگ مدینہ واپس آ گئے تو تین دن کے بعد غزوۂ خیبر کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ لیکن اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ۶ھ میں حدیبیہ سے قبل پیش آیا تھا جیسا کہ قرطبی نے صراحت کی ہے۔ پس اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ سلمہؓ کی روایت میں جو یہ الفاظ آئے ہیں کہ کسی راوی کے وہم کے سبب سے آئے ہیں۔ حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ صحیح بخاری کی روایت اہل سیر کی روایت سے صحیح تر ہے۔ اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس شیر دار اونٹنیاں تھیں جو جنگل میں چرتی تھیں ان پر عیینہ بن حصن الفزاری نے چالیس سواروں سمیت حملہ کیا اور چرواہے کو قتل کر کے اونٹنیاں ہانک کر لے گئے چرواہے کا نام ابن ابی ذر تھا اور اس کے ساتھ اس کی ماں بھی تھی جسے انہوں نے قید کر لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو پانچ سو یا سات سو آدمیوں کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے۔ علم بردار لشکر مقداد بن عمروؓ تھا۔

بَابُ ۱۶۰ النَّفْلِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمِنْ أَوَّلِ مَغْنَمٍ

سونے چاندی میں سے نفل کا باب اور مالِ غنیمت سے قبل جو حاصل ہو

مالِ غنیمت میں نقدی، سونا چاندی، ہیرے جواہرات، سازوسامان، اسلحہ، جانور وغیرہ جو کچھ حاصل ہوا سے پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے اور اس میں سے نفل بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ میں اوزاعی کا اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے یہی ہے جو بیان ہوئی۔ اسی طرح اصل لڑائی سے قبل جو کچھ ملے گا اس میں سے بھی نفل نکالا جا سکتا ہے مگر اوزاعی نے اس سے انکار کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ شاید ابوداؤد کا اپنا مذہب وہی ہے جو اوزاعی کا ہے۔

۲۷۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنَا أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِي الْجُوَيْرِيَةِ الْجَرْمِيِّ قَالَ أَصَبْتُ بِأَرْضِ الرُّومِ جَرَّةً حَمْرَاءَ فِيهَا دَنَانِيرُ فِي إِمْرَةِ مُعَاوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ مَعْنُ بْنُ يَزِيدَ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَعْطَانِي مِنْهَا مِثْلَ مَا أَعْطَى رَجُلًا مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا نَفْلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ لَأَعْطَيْتُكَ ثُمَّ أَخَذَ يَعْرِضُ عَلَيَّ مِنْ نَصِيبِهِ فَأَبَيْتُ۔

ابوالجویریۃ الجرمی کا بیان ہے کہ مجھے سرزمینِ روم میں ایک سرخ مٹکا ملا جس میں دینار تھے۔ یہ واقعہ معاویہؓ کی امارت کے زمانے کا ہے اور ہم پر بنی سلیم کا ایک شخص امیر تھا جس کا نام معن بن یزید تھا۔ پس میں وہ مٹکا اس کے پاس

لایا تو اُس نے اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے بھی اسی قدر حصہ دیا جتنا کہ کسی اور آدمی کو ملا۔ پھر اس نے کہا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سُنا ہوتا کہ: نفل صرف خمس نکالنے کے بعد ہوتا ہے۔ تو میں تجھے عطا کرتا پھر وہ اپنا حصہ مجھ پر پیش کرنے لگا مگر میں نے انکار کیا (مسند احمد)

۲۷۵۴۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ۔

اوپر کی روایت کی ایک دوسری سند۔

شرح: احمد کی روایت میں ہے کہ جب معنؓ نے اپنا حصہ مجھے پیش کیا تو میں نے کہا کہ میں اس کا تجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ اس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ معنؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے باعث ابوالجویریہؒ کو کوئی نفل عطا نہ کیا۔ اس کا باعث یہی تھا کہ نفل مجاہدین کے ۴/۵ میں سے ہوتا ہے۔ یہ مال جو ابوالجویریہ نے پایا تھا شائد مالِ فئی میں شمار کیا گیا لہٰذا امیر الجیش نے اس میں سے پانے والے کو نفل نہیں دیا۔ حنفیہ کے نقطۂ نظر سے حدیث کے الفاظ یوں ہونے چاہئیں تھے: لَا نَفَلَ بَعْدَ الْخُمُسِ۔ یعنی جب مالِ غنیمت کو سمیٹ کر جمع کر لیا گیا۔ یا دار اسلام میں لے آیا گیا تو اب اس میں خمس بھی واجب ہے اور ۴/۵ مجاہدین کا ہے، لہٰذا اس میں سے کسی کو بطور نفل کچھ نہیں دیا جا سکتا۔ اس مضمون پر اس سے قبل کافی بحث ہو چکی ہے۔

بَابٌ ۱۶۱ فِي الْإِمَامِ يَسْتَأْثِرُ بِشَيْءٍ مِنَ الْفَيْءِ لِنَفْسِهِ

کیا امام فئی میں سے کچھ اپنے لئے مخصوص کر سکتا ہے؟ اس کا باب

۲۷۵۵۔ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ قَالَ نَا الْوَلِيدُ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ الْأَسْوَدَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَبَسَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَعِيرٍ مِنَ الْمَغْنَمِ فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيرِ ثُمَّ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هَذَا إِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ فِيكُمْ۔

عمرو بن عبسہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ سامنے غنیمت کا ایک اونٹ تھا جب سلام کہا تو اونٹ کے پہلو سے ایک بال پکڑا اور فرمایا: تمہارے مالِ غنیمت میں سے میرے لیے اس قدر بھی حلال نہیں سوائے خمس کے، اور خمس بھی تمہیں کو واپس کر دی جاتی ہے (ابن ماجہ و نسائی عن عبادہؓ)

شرح: اس قسم کی ایک حدیث اوپر عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت سے گزر چکی ہے۔ اور اس پر وہاں کچھ گفتگو ہوئی تھی۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اس حدیث میں دراصل راوی نے اختصار کیا ہے۔ اس کے بعض الفاظ یہاں حذف

ہو گئے ہیں۔ مسند احمد میں مقدام بن کرب کی روایت ہے کہ وہ ایک بار عبادہ بن الصامت اور ابو الدرداء کے ساتھ بیٹھا تھا اور حارث بن معاویہ کندی بھی موجود تھا پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ذکر کیا ابو الدرداء نے عبادہ سے کہا کہ فلاں فلاں جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے خمس کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ پھر عبادہ نے یہ واقعہ سنایا کہ نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا ایک بال دو پوروں میں پکڑ کر فرمایا کہ: یہ تمہارے مال غنیمت میں سے ہے۔ میرا حصہ اس میں تمہارا جیسا ہے اور پھر خمس ہے جو تم ہی کو لوٹا دیا جاتا ہے الخ پس اس مفصل حدیث نے بتا دیا کہ خمس الخمس کے علاوہ حضور کا حصہ ہر مجاہد کے برابر بھی ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں احادیث سے ثابت ہے کہ بعض دفعہ حضور نے صفی بھی حاصل کی ہے، یعنی قبل از تقسیم کوئی چیز پسند کر کے نکال لینا۔ خمس میں بھی زیادہ تر حصہ دوسروں کا تھا۔

بَابٌ ۱۶۲ فِي الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

وفائے عہد کا باب

۲۷۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا، پھر کہا جائے گا: یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی ہے (بخاری نے اسے چار مرتبہ روایت کیا ہے، مسلم، ابن ماجہ، ترمذی)

شرح: جھنڈا نصب کرنے سے غرض تشہیر، رسوائی اور بدنامی ہو گی۔ یعنی بد عہدی اتنا بڑا جرم ہے جس کی سزا قیامت کے دن سب لوگوں کے سامنے علی رؤوس الاشہاد دی جائے گی اور بد عہد کو برسر عام ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا۔

بَابٌ ۱۶۳ فِي الْإِمَامِ يُسْتَجَنُّ بِهِ فِي الْعُهُوْدِ

عہود میں امام کی پناہ لینے کا باب

۲۷۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ بِهٖ۔

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک امام ایک ڈھال ہے جس کے سہارے پر قتال کیا جاتا ہے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح : بقولِ خطابی اس کا معنیٰ یہ ہے کہ امام (مقتدرِ اعلیٰ) کی حیثیت مسلم جماعت میں ایک مرکز کی ہے۔ وہی مسلمانوں اور کفار کے درمیان صلح کا عہد کرتا ہے، وہی جنگ و جدل کا اعلان کرتا ہے، وہی عقدِ ذمہ باندھتا ہے، وہی مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں اصل مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ پس جب وہ صلح و صفائی کا عہد باندھے تو سب پر اس کی پابندی واجب ہو جاتی ہے۔ جُنّۃ ڈھال کو کہتے ہیں جو بچاؤ کے کام آتی ہے اور دشمن کے وار کو اس پر روکا جاتا ہے۔ پس وہ حفاظت و عصمت کا سبب ہے۔ امام کے سوا امان، معاہدہ صلح، اعلانِ جنگ وغیرہ اجتماعی کام کسی اور کے ذمہ نہیں ہیں افراد اور آحاد کے بارے میں سب مسلمانوں کی امان کا احترام کیا جاتا ہے مگر اجتماعی فیصلے کرنا صرف امام (اقتدارِ اعلیٰ مثلاً خلیفہ، سلطان، بادشاہ) کے ذمہ ہے۔ اوپر کچھ گفتگو اس پر ہو چکی ہے۔

۲۷۵۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي رَافِعٍ اَنَّ اَبَا رَافِعٍ اَخْبَرَهُ قَالَ بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْاِسْلَامُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي وَاللّٰهِ لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي لَا اَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰكِنِ ارْجِعْ فَاِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْاٰنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ قَالَ بُكَيْرٌ وَاَخْبَرَنِي اَنَّ اَبَا رَافِعٍ كَانَ قِبْطِيًّا قَالَ اَبُو دَاوُدَ هٰذَا كَانَ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ وَالْيَوْمَ لَا يَصْلُحُ ۔

ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریش نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ پس جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ، واللہ میں کبھی کفار کے پاس واپس نہ جاؤں گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عہد کو نہیں توڑتا اور قاصدوں کو نہیں روکتا، لیکن تو واپس چلا جا بس جو کچھ اب تیرے دل میں ہے، وہاں بھی یہی ہو تو پھر واپس آجا۔ ابورافع نے کہا کہ میں واپس چلا گیا پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا اور اسلام لے آیا (یعنی اسلام کو ظاہر کر دیا۔) بکیر نے کہا کہ حسن بن علی بن ابی رافع نے مجھے بتایا کہ ابورافع قبطی تھے ابوداؤد نے کہا کہ یہ حکم اس زمانے میں تھا، آجکل یہ درست نہیں ہے۔ (مسند احمد، نسائی)

شرح : ابورافع رضی اللہ عنہ کا اسلام جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ابورافع رضی اللہ عنہ کو قریش نے کسی مقصد کے لیے جنگِ بدر سے قبل بھیجا ہو گا۔ عہد سے مراد اس حدیث میں مسلّمہ بین الاقوامی اور بین المملکتی قاعدہ ہے کہ قاصد محفوظ ہوگے اور انہیں عزت و احترام سے صحیح و سلامت واپس کیا جائے گا۔ کہاں ہیں وہ آبرو باختہ فریبی اور کذاب لوگ جو اسلام پر بزورِ شمشیر پھیلائے جانے کا الزام دھرتے ہیں؟ وہ آئیں اور عظمت و رفعت اور احترامِ آدمیت و احترامِ قانون کی

یہ مثال دیکھیں ابو رافع عباس بن عبدالمطلب کا قبطی غلام تھا اور آزاد ہو چکا تھا۔
ابو داؤد کے قول کا کیا مطلب ہے؟ بظاہر اس کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ جب قاصد مسلمان ہو جائے تو آجکل اسے واپس نہ بھیجیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ابو رافع کے مسلم ہو کر واپس آجانے کا یقین تھا لہٰذا آپ نے اسے واپس کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اگر آپ اسے روک لیتے تو اس میں بہت سے مفاسد تھے اور یہ مسئلہ آپ کے اور اسلام کے خلاف ایک مستقل مخالفانہ تشدد و اشاعت کا سبب بنتا۔ حافظ ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد پیش آیا تھا۔ اور اس وقت مسلمان ان لوگوں کو واپس بھیجنے کے پابند تھے جو مسلمان ہو کر آجائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ابن تیمیہ جیسے شخص سے یہ بات عجیب ہے۔ اہل سیر متفق ہیں کہ ابو رافعؓ کا اسلام جنگ بدر سے پہلے کا ہے اور ابو رافع جنگ احد اور بعد کے غزووں میں شامل ہوا تھا۔

باب ۱۶۴ فِي الْإِمَامِ يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ عَهْدٌ فَيَسِيرُ نَحْوَهُ۔

(باب جب امام اور دشمن کے درمیان عہد ہو تو دشمن کی طرف کوچ کرے،

تاکہ عہد کی مدت ختم ہو جانے کے بعد حملہ کر دے، یہ عبارت بذل المجہود کے حاشیے پر لکھی ہوئی ہے)

۲۷۵۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْفَيْضِ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ رَجُلٍ مِنْ حِمْيَرَ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ فَنَظَرُوا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ۔

سلیم بن عامر حمیری نے کہا کہ معاویہؓ اور اہل روم کے درمیان عہد تھا اور وہ ان کے علاقوں کی طرف جاتا تھا تاکہ جب عہد ختم ہو جائے تو حملہ آور ہو جائے۔ پس ایک آدمی گھوڑے پر یا غیر عربی گھوڑے (برذون) پر سوار ہو کر آیا اور وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ وفا کرو، بدعہدی مت کرو۔ پس لوگوں نے غور سے دیکھا تو وہ عمروؓ بن عبسہ تھا۔ امیر معاویہؓ نے اُسے بلا بھیجا اور اس سے سوال کیا۔ تو اس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا کہ جس کے درمیان اور کسی اور قوم کے درمیان عہد ہو تو وہ کوئی گرہ نہ باندھے اور نہ کھولے حتی کہ اس کی مدت تمام ہو جائے، یا

پھر ان دشمنوں کے طرف ان کا عہد بر سر عام پھینک دے۔ پس یہ سُن کر معاویہؓ واپس ہو گئے۔ ترمذی نے روایت کر کے اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی)

شرح: حدیث کا مطلب بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ دھوکا فریب بصورت بدعہدی دشمن کے ساتھ بھی جائز نہیں۔ عہد ہو تو دل سے ہو اور فریقین کو معلوم ہو۔ عہد ٹوٹ جائے تو بر سر عام ٹوٹے اور کسی کو اس کے متعلق غلط فہمی نہ رہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ینبذ الیھم علی سواء کا معنیٰ یہ ہے کہ دشمن کو بتا دے کہ میں تم سے بر سر جنگ ہوں اور میرا تمہارا اب کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ پس اس بارے میں فریقین کو کوئی الجھن یا غلط فہمی نہ رہے اور جو کچھ ہو کھلے بندوں ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ دشمن کے ساتھ ہمارا عہد کوئی ایسا عہد نہیں جس کی بہر صورت پابندی واجب ہو۔ بلکہ دشمن کو بتا کر کسی وقت بھی وہ عہد ختم کیا جا سکتا ہے۔ عمرو بن عبسہ نے معاویہؓ کا دشمن کے علاقے کے قریب چلے جانا جبکہ دشمن یہ سمجھتا تھا کہ ہم بر سر عہد ہیں، ناجائز سمجھا کہ اس میں اس حدیث کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے اَوْ یَنْبِذَ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَاءٍ۔ ورنہ بظاہر تو معاویہؓ کے فعل میں کوئی بدعہدی نہ تھی۔ دشمن عہد ختم ہونے کے بعد جتنی مدت میں حملے کے متوقع ہو سکتے تھے، معاویہؓ کا اس فاصلے کو کم کر دینا گویا عمرو بن عبسہ کو خلاف شرع معلوم ہوا۔ معاویہؓ کی سعادت مندی اور خلوص اس سے ظاہر ہوا کہ حدیث سُن کر واپس مڑ گئے اور حملے کا ارادہ ترک کر دیا، ورنہ وہ اس سلسلے میں کئی عذر بھی بیان کر سکتے تھے۔

بَابٌ ۱۶۵ فِي الْوَفَاءِ لِلْمُعَاهِدِ وَحُرْمَةِ ذِمَّتِهِ

معاہدے کے ساتھ وفاداری کا باب اور اس کی ذمہ داری کی حرمت

۲۷۶۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ نَا وَكِيعٌ عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

ابو بکرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے معاہد کو بلا سبب شرعی قتل کر دیا، اللہ نے اس پر جنت کو حرام کیا ہے (نسائی)

شرح: خواہ اس معاہد کا عہد مؤقت ہو خواہ غیر مؤقت، بہر حال معاہد کو جب بلا حقیقت شرعیہ مارا گیا تو یہ ایک بڑا سنگین معاملہ ہے۔ اس سے اسلام کے خلاف دشمنوں کو پروپیگنڈا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس فعل کی سزا تو عدم دخولِ جنت ہی ہے مگر وہاں فیصلہ تمام افعال و اعمال کی جمع و تفریق سے ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابٌ ۱۶۶ فِي الرُّسُلِ

قاصدوں کا باب

۲۷۶۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ نَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ عَنْ

مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ كَانَ مُسَيْلَمَةُ كَتَبَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَشْجَعَ يُقَالُ لَهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيهِ نُعَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُمَا حِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلَمَةَ مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا قَالَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَالَ أَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا۔

نعیم بن مسعودؓ اشجعی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا جبکہ آپ نے مسیلمہ کا خط پڑھوایا، فرمایا: تم دونوں (قاصد) کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو اُس نے کہا۔ حضورؐ نے فرمایا: واللہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے میں بالضرور تمہاری گردنیں اڑا دیتا (مسند احمد)

شرح: یہ مسیلمہ کذّاب، بنی حنیفہ (یمامہ) کے جھوٹے نبی کے قاصد تھے۔ مسند احمد میں مفرد کا صیغہ ہے۔ مسیلمہ شعبدہ باز تھا جس نے ایک خلق کو گمراہ کر کے پیچھے لگا لیا تھا۔ ابوبکرؓ صدیق کی خلافت میں اس کا قصہ پاک ہوا تھا، شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اپنی مصنف میں جو حدیث روایت کی ہے اس میں ان دو قاصدوں کا نام ابن النواحہ اور ابن اثال آیا ہے۔ قاصد گو کلمۂ کفر کہیں انہیں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ قدیم سے یہی قانون بین الممالک چلا آیا ہے۔

۲۷۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ فَقَالَ مَا بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ حِنَةٌ وَإِنِّي مَرَرْتُ بِمَسْجِدٍ لِبَنِي حَنِيفَةَ فَإِذَا هُمْ يُؤْمِنُونَ بِمُسَيْلَمَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَجِيءَ بِهِمْ فَاسْتَتَابَهُمْ غَيْرَ ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَالَ لَهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ فَأَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُولٍ فَأَمَرَ قَرَظَةَ بْنَ كَعْبٍ فَضَرَبَ عُنُقَهُ فِي السُّوقِ ثُمَّ قَالَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَتِيلًا بِالسُّوقِ۔

حارثہ بن مضرب سے روایت ہے کہ وہ عبداللہ (بن مسعود) کے پاس آیا اور کہا، مجھ میں اور کسی عربی میں کوئی دشمنی یا بغض نہیں ہے۔ اور میں بنی حنیفہ کی ایک مسجد میں سے گزرا ہوں تو دیکھا ہے کہ وہ مسیلمہ (کذاب) پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس عبداللہ نے انہیں بلا بھیجا تو انہیں لایا گیا، پس ان سے توبہ کا مطالبہ کیا، مگر ابن النواحہ سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا اور

اس سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو تجھ سے فرماتے سنا تھا کہ اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا اور آج تو ایلچی نہیں ہے۔ پس عبداللہ نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا تو اس نے ابن النواحہ کی گردن بازار میں اڑا دی۔ پھر کہا کہ جو شخص ابن النواحہ مقتول دیکھنا چاہے وہ بازار میں دیکھ لے (نسائی)

شرح: ابن مسعودؓ نے ابن النواحہ سے توبہ نہیں کرائی کیونکہ حضورؐ کا وہ قول انہیں یاد تھا جس کا انہوں نے ذکر کیا۔ اور اس قول کو ابن مسعودؓ نے حکم تصور کیا۔ یہ رکاوٹ صرف اس کے قاصد ہونے کی تھی، جب یہ رکاوٹ دور ہو گئی تو اصلی حکم قتل واپس لوٹ آیا۔ امام مالکؒ کے نزدیک زندیق کا قتل بغیر مطالبہ کئے جائز ہے اس روایت میں ان کے لیے دلیل موجود ہے۔ یہ لوگ کوفہ میں تھے جو دار الاسلام تھا اور اس کی کسی مسجد میں ان کے لیے اظہار کفر ممکن نہ تھا۔ وہ دراصل اعلان تو اسلام کا کرتے تھے اور دل میں ایمان مسیلمہ پر رکھتے تھے۔ حارثہ کو پتہ چل گیا تو اس نے حضرت عبداللہؓ کو معاملے کی اطلاع دی جو حاکم تھے۔ انہوں نے کچھ لوگوں سے توبہ کرائی اور توبہ کے باعث ان کا خون معاف کر دیا۔ شاید ان کے قلوب میں مسیلمہ کے متعلق کوئی شبہ تھا جس کے دور ہونے پر انہوں نے اسلام کی طرف رجوع کیا ابن النواحہ کا معاملہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک دوسروں کے برخلاف تھا۔ وہ مسیلمہ کے مذہب کا داعی تھا اور حضورؐ کے پاس بطور قاصد بھی آچکا تھا۔ خطابی نے لکھا ہے کہ قرامطہ اور باطنیہ کا حکم بھی علماء کے نزدیک یہی ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں قادیانی کذاب کی امت کا بھی بالکل یہی حکم ہے۔

سنن ابی داؤد کے حمصی نسخے میں: فَاسْتَتَابَهُمْ غیر ابن النواحة کے لفظ ہیں مگر بذل المجہود کے نسخے میں ہے فَاسْتَتَابَهُمْ فَتَابُوا غیر ابن النواحة: پس عبداللہؓ نے ان سے توبہ کرائی اور ابن النواحہ کے علاوہ سب نے توبہ کر لی پس اس نسخے کی صورت میں وہ اشکال پیدا نہیں ہوتا کہ عبداللہؓ نے ابن النواحہ کو توبہ کرائے بغیر کیوں مار ڈالا تھا۔ قرظہ بن کعب بھی صحابیؓ تھے جیسا کہ بخاری نے صراحت کی ہے۔

بَابٌ ۱۶۷ فِي أَمَانِ الْمَرْأَةِ

عورت کی امان کا باب

۲۷۶۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهَا أَجَارَتْ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ قَالَ فَقَالَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ وَآمَنَّا مَنْ آمَنْتِ۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ مجھ سے امّ ہانیؓ نے بیان کیا کہ اس نے فتح مکہ کے دن ایک مشرک کو پناہ دی تھی پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو حضورؐ نے فرمایا: جسے تو نے پناہ دی اُسے ہم نے پناہ دی اور جسے تو نے امان دی اسے ہم نے امان دی (بخاری نے اس کو چار جگہ روایت کیا، مسلم، موطا، ترمذی، نسائی، دارمی، مسند احمد،

(ابو داؤد فی کتاب الصلوٰۃ)

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا۔ ورنہ امان عام اور صلح کی موجودگی میں کسی کو امان دینے نہ دینے کا سوال نہ تھا۔ بخاری میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اس مشرک کو قتل کرنا چاہتے تھے اور ام ہانی رضی اللہ عنہا کی شکایت پر حضور نے اس کی امان کو نافذ فرمایا۔ عامۂ اہل علم کے نزدیک عورت کی امان جائز ہے اور یہی قول غلام کے متعلق ہے۔ حنفیہ نے غلام میں صرف یہ کہا ہے کہ وہ قتال کرنے والا ماذون غلام ہو تو اس کی امان جائز و نافذ ہے۔ بچے کی امان نافذ نہیں کیونکہ وہ مرفوع القلم ہے (خطابی)

۲۷۶۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ لَتُجِيرُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فَيَجُوزُ۔

عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ عورت پناہ دیتی تھی تو یہ بات جائز ہو جاتی تھی (نسائی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایسا ہوتا تھا جیسا کہ اوپر کی حدیث سے ثابت ہے)

بَابٌ ۱۶۸ فِي صُلْحِ الْعَدُوِّ

دشمن سے صلح کا باب

۲۷۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشَرَ مِائَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ قَالَ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يَهْبِطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ خَلَأَتِ الْقَصْوَى مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَأَتْ وَمَا ذَلِكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَسْأَلُونِي الْيَوْمَ خُطَّةً يُعَظِّمُونَ بِهَا حُرُمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ فَجَاءَهُ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ ثُمَّ أَتَاهُ يَعْنِي عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ

فجعل يكلم النبي صلى الله عليه وسلم فكلما كلمه أخذ بلحيته والمغيرة بن
شعبة قائم على النبي صلى الله عليه وسلم ومعه السيف وعليه المغفر فضرب
يده بنعل السيف وقال أخر يدك عن لحيته فرفع عروة رأسه فقال من هذا
قالوا المغيرة بن شعبة قال أي غدر أولست أسعى في غدرتك وكان المغيرة
صحب قوما في الجاهلية فقتلهم وأخذ أموالهم ثم جاء فأسلم فقال النبي
صلى الله عليه وسلم أما الإسلام فقد قبلنا وأما المال فإنه مال غدر
لا حاجة لنا فيه فذكر الحديث فقال النبي صلى الله عليه وسلم اكتب
هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله وقص الخبر فقال سهيل وعلى أنه لا يأتيك
منا رجل وإن كان على دينك إلا رددته إلينا فلما فرغ من قضية الكتاب
قال النبي صلى الله عليه وسلم لأصحابه قوموا فانحروا ثم احلقوا ثم جاء
نسوة مؤمنات مهاجرات الآية فنهاهم الله أن يردوهن وأمرهم أن يردوا
الصداق ثم رجع إلى المدينة فجاءه أبو بصير رجل من قريش يعني فأرسلوا
في طلبه فدفعه إلى الرجلين فخرجا به حتى إذا بلغا ذا الحليفة نزلوا يأكلون
من تمر لهم فقال أبو بصير لأحد الرجلين والله إني لأرى سيفك هذا يا فلان
جيدا فاستله الآخر فقال أجل قد جربت به فقال أبو بصير أرني أنظر إليه
فأمكنه منه فضربه حتى برد وفر الآخر حتى أتى المدينة فدخل المسجد
يعدو فقال النبي صلى الله عليه وسلم لقد رأى هذا ذعرا فقال قتل والله
صاحبي وإني لمقتول فجاء أبو بصير فقال قد أوفى الله ذمتك فقد رددتني
إليهم ثم نجاني الله منهم فقال النبي صلى الله عليه وسلم ويل أمه مسعر

حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ اَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهُ سَيَرُدُّهُ اِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتٰى سِيْفَ الْبَحْرِ وَيَنْفَلِتُ اَبُوْ جَنْدَلٍ فَلَحِقَ بِاَبِىْ بَصِيْرٍ حَتّٰى اِجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ ۔

مسورؓ بن مخرمہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴، ۱۵ سو صحابہ کے ساتھ حدیبیہ کے زمانے میں تشریف لے گئے حتیٰ کہ جب لوگ ذوالحلیفہ میں تھے تو آپ نے ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالا اور اسے زخمی کر کے نشان لگایا اور عمرہ کا احرام باندھا، اور راوی نے حدیث ساری بیان کی۔ کہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے حتیٰ کہ جب اس گھاٹی پر پہنچے جس سے نیچے اتر کر مکہ کو جاتے ہیں تو آپ کی سواری نیچے بیٹھ گئی۔ پس لوگوں نے کہا: حَل حَل (اُٹھ اُٹھ)، قصواء (حضورؐ کی اونٹنی) اَڑ گئی ہے (دو مرتبہ یہ کہا) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نہیں رُکی اور نہ یہ اُس کی عادت تھی، بلکہ اُسے اُسی نے روک دیا جس نے ہاتھی کو روکا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ نے روکا ہے)، پھر فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آج کے دن وہ مجھ سے کسی ایسی بات کا مطالبہ نہ کریں گے جس کے ساتھ کہ وہ اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کریں گے مگر میں ان کی وہ بات تسلیم کر لوں گا۔ پھر آپؐ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ کود کر اُٹھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ بدل دیا حتیٰ کہ حدیبیہ کے آخر میں ایک چشمے پر اترے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ پس حضورؐ کے پاس بُدیل بن ورقاء خزاعی آیا پھر عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے لگا، جب کبھی بات کرتا تو حضورؐ کی داڑھی پکڑ لیتا اور مغیرہؓ بن شعبہ ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود پہنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا، پس اس نے تلوار کے دستے کے ساتھ عروہ بن مسعود کے ہاتھ پر چوٹ لگائی اور کہا: اپنا ہاتھ حضورؐ کی ڈاڑھی سے پیچھے ہٹا لے۔ پس عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا، مغیرہؓ بن شعبہ ہے۔ اس پر وہ بولا: اے غدّار کیا میں تیری بدعہدی میں اب تک سعی نہیں کر رہا ہوں؟ اور مغیرہؓ نے زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگوں کا ساتھ دیا تھا، پھر انہیں قتل کر دیا اور ان کے مال لے لیے اور آکر مسلم ہو گیا تھا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: تیرے اسلام کو تو ہم قبول کرتے ہیں مگر یہ مال غدر کا ہے ہمیں اس کی حاجت نہیں۔ پھر راوی نے حدیث کا ذکر کیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اور پھر راوی نے اس خبر کو بیان کیا۔ پس سہیل بولا: اور اس شرط پر کہ ہم میں سے تمہارے پاس جو کوئی آئے اگرچہ وہ تمہارے دین پر ہو، پس اسے واپس کرنا ہوگا۔ پس جب معاہدے کے لکھنے کے معاملے سے فارغ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو اور ہدی کو نحر کرو پھر سر منڈاؤ، پھر کچھ مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں، جیسا کہ سورۂ ممتحنہ کی آیت میں ہے، پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انہیں واپس کرنے سے روک دیا اور حکم دیا کہ ان کا مہر واپس کر دیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو ایک قریشی مرد ابو بصیرؓ آپ کے پاس آیا اور قریش نے اسے واپس کرنے کے لیے آدمی بھیجے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان دو آدمیوں کے ہاتھ واپس کر دیا۔ وہ اسے ساتھ لے کر ذوالحلیفہ پہنچے تو سواریوں سے اتر کر کھجوریں کھانے لگے۔ پس ابو بصیرؓ نے ان میں ایک آدمی سے کہا: اے فلاں واللہ میں دیکھتا ہوں کہ تیری یہ تلوار اچھی ہے۔ پس اُس شخص نے اسے نیام سے نکالا اور کہا: ہاں میں نے اسے آزمایا ہے۔ پس ابو بصیرؓ نے کہا: مجھے دکھاؤ میں ذرا اسے دیکھوں۔ پس اس نے وہ تلوار اسے پکڑائی تو ابو بصیر نے اسے ماری حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور دوسرا بھاگ کر

مدینہ جا پہنچا اور دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے کوئی خوفناک چیز دیکھی ہے۔ پس اس نے کہا: واللہ اس نے میرا ساتھی قتل کر دیا ہے اور مجھے بھی ضرور قتل کر دے گا۔ پھر ابو بصیرؓ آیا اور بولا: اللہ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی ہے کہ آپ نے مجھے ان کی طرف واپس بھیج دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دے دی ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی ماں کا بھلا ہو یہ تو جنگ کی چنگاری ہے اگر اس کا کوئی مددگار ہو۔ پس جب ابو بصیرؓ نے یہ سُنا تو جان لیا کہ حضورؐ اسے پھر کافروں کی طرف واپس بھیج دیں گے، پس وہ باہر نکلا حتیٰ کہ ساحل سمندر جا پہنچا اور ابو جندل بھی نکل بھاگا اور ابو بصیرؓ سے جا ملا حتیٰ کہ ان میں سے ایک جماعت بہم ہو گئی۔
(بخاری، مسلم، نسائی، مطوّل و مختصر ہر دو طرح سے)

شرح: معالم السنن میں خطابی نے اس حدیث پر ایک طویل تعلیق لکھی ہے جسے یہاں درج کرنا خالی از فائدہ نہیں خطابی نے کہا کہ ابوداؤد نے اس حدیث کو اتنا مختصر کر دیا ہے کہ اس کے بہت سے فوائد جاتے رہے ہیں لہذا میں اس حدیث کو اور اس واقعہ کو کما حقہٗ بیان کرتا ہوں اور اس میں جو سُنن اور فوائد و معانی ہیں ان میں درست طور پہ بیان کروں گا تاکہ اس کا علم اور نفع عام ہو سکے۔ پھر خطابی نے اپنی عبدالرزاق کی سند کے ساتھ مسورؓ بن مخرمہ اور مروان بن الحکم سے یہ حدیث روایت کی، وہ دونوں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پندرہ سو اصحاب سمیت حدیبیہ کے زمانے میں تشریف لے گئے حتیٰ کہ جب لوگ ذوالحلیفہ میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی میں قلاوے ڈلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشطاط نامی حوض پر عسفان کے قریب پہنچے تو آپ کا خزاعی جاسوس آیا اور بتایا کہ کعب بن لُوی اور عامر بن لُوی کے قبائل نے آپ کی خاطر مکہ کے باہر کے لوگ جمع کئے ہیں اور بڑا مجمع اکٹھا کیا ہے، وہ آپ سے لڑیں گے اور بیت اللہ سے آپ کو روکیں گے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے مشورہ دو۔ کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ قریش کے ان مددگاروں کی اولاد کی طرف ہم جائیں اور انہیں پکڑ لیں۔ پس اگر وہ ان کی مدد سے بیٹھے رہیں گے تو غم و غصے کا شکار رہیں گے اور اگر وہ بچ جائیں گے تو یہ ایک فریق ہو گا جسے اللہ قطع کر دے گا۔ یا کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم بیت اللہ کا ارادہ کریں پس جو ہمیں اس سے روکے ہم اس سے قتال کریں؟ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ہم عمرہ ادا کرنے آئے ہیں کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے، لیکن جو ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گا ہم اس سے قتال کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس پھر چلو۔

اس موقع پر معمر نے زہری کا قول نقل کیا کہ ابوہریرہؓ کے بقول: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلے حتیٰ کہ جب اس گھاٹی پر پہنچے جس سے نیچے اتر کر آگے مکہ کی حد آتی ہے وہاں آپ کی سواری بیٹھ گئی۔ لوگوں نے کہا: حَلْ حَلْ (اٹھانے اور زجر کا لفظ ہے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قصواء نے ضد نہیں کی اور نہ یہ اس کی عادت ہے، بلکہ اسے اُسی ذات نے روک دیا ہے، جس نے ہاتھی کو روکا تھا (تشبیہ فقط رُکنے میں ہے کسی اور چیز میں نہیں) پھر فرمایا: جس ذات کے ہاتھ میں میری جان ہے اُس کی قسم! وہ لوگ جو کچھ بھی مجھ سے مانگیں گے جس میں وہ اللہ کی حُرمتوں کا احترام کریں گے میں وہ انہیں دیدوں گا پھر آپؐ نے اسے ڈانٹا تو وہ کُود کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضورؐ نے راستہ بدل کر حدیبیہ کے مقام پر ایک تھوڑے سے پانی والے جوہڑ پہ نزول فرمایا، لوگ اس پانی چلّوؤں سے سینچ رہے تھے اور تھوڑی دیر میں ختم بھی کر ڈالا۔ پس رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی گئی۔ پس آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور انہیں حکم دیا کہ اسے اس چشمے میں ڈال دیں۔ سو واللہ وہ چشمہ انہیں سیر کر کے جوش مارتا رہا حتیٰ کہ لوگ وہاں سے واپس چلے آئے۔

لوگ اس حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کے کچھ لوگوں سمیت آیا، اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے خیر خواہ تھے۔ اس نے کہا کہ میں نے کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی کے قبائل قریش کو حدیبیہ کے چشموں کے سامنے تیار کھڑے پایا ہے۔ ان کے ساتھ شیر دار بچہ والی اونٹنیاں بھی ہیں اور وہ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ سے روکیں گے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں۔ قریش کو جنگ نے تھکایا اور نقصان پہنچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان سے طویل مدت کا معاہدہ کر لیتا ہوں۔ وہ پیچھے ہٹ جائیں اور میں جانوں اور لوگ جانیں پس اگر میں غالب آجاؤں تو وہ بھی لوگوں کی مانند اسلام میں داخل ہوجائیں ورنہ انہیں اختیار ہے۔ انکار کی صورت میں اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اپنے امر پر ان سے قتال کروں گا حتیٰ کہ میری گردن کٹ جائے یا اللہ تعالیٰ اپنا امر نافذ فرما دے۔ بدیل بن ورقاء نے کہا کہ میں آپ کی بات ابھی انہیں پہنچائے دیتا ہوں۔

پس بدیل قریش کے پاس پہنچا۔ اور راوی نے حدیث بیان کی حتیٰ کہ اس نے عروہ بن مسعود کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا بیان کیا۔ کہا کہ پھر عروہ بن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے کہا کہ: واللہ میں ایسے چہرے اور غیر ذمہ دار لوگ دیکھ رہا ہوں جو تجھے چھوڑ کر بھاگ جانے کے زیادہ لائق ہیں۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو لات کی شرمگاہ میں گھس جا، یا اسے چوس! کیا ہم اسے چھوڑ دیں گے اور بھاگ جائیں گے؟ عروہ بن مسعود نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابوبکرؓ ہیں پس عروہ بن مسعود نے کہا کہ واللہ اگر تیرا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا میں نے ابھی تک بدلہ نہیں دیا، تو میں تجھے جواب دیتا۔ راوی نے کہا کہ عروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگا۔ جب بھی آپ سے بات کرتا آپکی ڈاڑھی مبارک پکڑ لیتا اور مغیرہؓ بن شعبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی کھڑا تھا، اس کے پاس تلوار تھی اور اس کے سر پہ خود تھا۔ پس جب بھی عروہ اپنا ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کی طرف بڑھاتا تو مغیرہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پہ مارتا اور کہتا۔ اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی سے ہٹائے۔ پس عروہ نے سر اٹھایا اور کہا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا مغیرہؓ بن شعبہ ہے۔ پس عروہؓ نے کہا: اے غدار! کیا میں تیری بدعہدی کے لیے اب تک بھاگ دوڑ نہیں کر رہا ہوں! اور مغیرہؓ نے زمانہ جاہلیت میں ایک قوم سے دوستی کی تھی، پھر انہیں قتل کر دیا تھا اور ان کے مال لے کر آ مسلمان ہوا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: میں اسلام کو تو قبول کرتا ہوں مگر مال سے میرا کوئی تعلق نہیں پھر عروہ اپنی آنکھوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھنے لگا۔ راوی نے کہا: خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کھنکار نہ پھینکا مگر وہ ان میں سے کسی کے ہاتھ پہ پڑا اور اس نے وہ اپنے منہ پہ اور جسم پہ مل لیا: اور جب حضورؐ انہیں حکم دیتے تو وہ فوراً اسے ماننے کو تیار ہو جاتے اور جب آپ وضو کرتے تو قریب تھا کہ آپ کے وضو کے پانی پہ لڑ پڑیں اور جب آپ بات کرتے تو وہ اپنی آوازیں پست کر دیتے اور تعظیم کے باعث وہ تیز نگاہ سے حضورؐ کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔

راوی نے کہا کہ پھر عروہ اپنے لوگوں میں واپس گیا اور کہا: اے میری قوم! اور عروہ نے قصہ بیان کیا حتیٰ کہ ان سے کہا کہ اس نے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی کی بات تمہارے سامنے پیش کی ہے پس تم اُسے اس سے قبول کر لو۔ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارا معاملہ آسان کر دیا ہے۔ پس سہیل بن عمرو نے کہا: لاؤ میں اپنے اور تمہارے درمیان ایک دستاویز لکھوں پس کاتب کو بلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ سہیل بولا کہ میں نہیں جانتا کہ الرحمٰن کیا ہے لیکن تو لکھ، بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ جیسا کہ تو (زمانۂ جاہلیت میں) لکھا کرتا تھا۔ پس مسلمانوں نے کہا: واللہ ہم تو صرف بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ہی لکھیں گے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکھ: بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ نے کیا (صلی اللہ علیہ وسلم) پس سہیل بولا: واللہ اگر ہمیں معلوم ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے تو ہم تجھے بیت اللہ سے نہ روکتے۔ لیکن تو لکھ محمد بن عبداللہ۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم ہمیں بیت اللہ تک جانے دو تاکہ ہم اس کا طواف کریں۔ پس سہیل نے کہا: واللہ عرب یہ گفتگو نہ کریں گے کہ ہمیں گلے سے دبوچا گیا، لیکن تو آئندہ سال آکر طواف کر لینا۔ پس کاتب نے یہ لکھ لیا۔ سہیل نے کہا کہ: ہماری طرف سے اگر کوئی مرد تیرے پاس آئے اگرچہ وہ تیرے دین پر ہو، تو اُسے واپس لوٹا دے گا۔ پس مسلمان بول پڑے کہ: سبحان اللہ! جو مسلمان ہو کر آئے اُسے مشرکوں کی طرف کیونکر واپس کیا جائے گا۔ اسی اثناء میں ابو جندل رضی اللہ عنہ سہیل بن عمرو اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آپہنچا۔ وہ مکہ کی نچلی طرف سے نکلا تھا حتیٰ کہ اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔ پس سہیل بولا: یہ معاہدہ پورا کرنے کا پہلا موقع ہے کہ آپ اُسے واپس کریں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے ابھی معاہدہ لکھا نہیں ہے۔ سہیل نے کہا کہ تب میں آپ سے کبھی کسی معاملے پر مصالحت نہ کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میری خاطر چھوڑ دو۔ سہیل نے کہا: میں اُسے آپ کے لیے نہیں چھوڑتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا: ہاں ہاں ایسا کرو۔ اُس نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ مکرز نے کہا کہ: ہاں ہم نے اسے آپ کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔ پس ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: مسلمانوں کی جماعت مجھے مشرکوں کی طرف واپس بھیجا جا رہا ہے حالانکہ میں مسلم ہو کر آگیا ہوں، کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا کیا حال ہوا ہے؟ اور اُسے اللہ کی خاطر شدید عذاب دیا گیا تھا۔ پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ اسلام لا کر مجھے کبھی اتنی الجھن نہیں ہوئی تھی جتنی اس دن ہوئی، پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپؐ سے کہا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا کہ: پھر ہم اپنے دین میں یہ ذلت کیوں قبول کریں؟ حضورؐ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرنے والا ہے میں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں یہ نہ فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ میں جا کر طواف کریں گے؟ حضورؐ نے فرمایا کیوں نہیں، کیا میں نے تجھے یہ بتایا تھا کہ تو اسی سال وہاں جائے گا؟ میں نے کہا کہ نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ تو کعبہ میں ضرور جائے گا اور اس کا طواف کرے گا،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اُسے بھی وہی باتیں کہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ چکا تھا۔ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اے مرد! وہ اللہ کا رسول ہے اور اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ اس کی مدد کرنے والا ہے پس تو موت تک اُس کی رکاب کو پکڑے رکھ کیونکہ واللہ وہ بالضرور حق پر ہے۔ اور راوی نے حدیث بیان کی

حتیٰ کہ کہا: پس جب معاہدے کے لکھنے کے قضیئے سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو، نحر کرو اور سر منڈواؤ۔ پس واللہ ان میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ حتیٰ کہ آپؐ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ جب اس پر بھی کوئی نہ اٹھا تو آپ اُٹھے اور حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے اور یہ سب کچھ بیان کر دیا جو لوگوں سے آپ کو پیش آیا تھا پس ام سلمہؓ نے کہا اے نبیّ اللہ کیا آپ کو یہ پسند ہے؟ آپؐ باہر نکلیں، پھر کسی سے کلام نہ کریں حتیٰ کہ اپنے اونٹ ذبح کر دیں اور سر مونڈھنے والے کو بلا کر سر منڈوا دیں۔ پس حضورؐ اٹھے اور باہر نکل کر ایسا ہی کیا۔ قربانی کے جانور ذبح کر دیئے اور سر مونڈھنے والے کو بلایا۔ پھر جب انہوں نے یہ دیکھا، وہ اٹھے اور نحر کیا اور ایک دوسرے کے سر مونڈھنے لگے حتیٰ کہ خدشہ تھا کہ ایک دوسرے کو گھونٹ کر ماردیں گے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مؤمن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آئیں الخ (الممتحنہ: ۱۰) حتیٰ کہ یہاں تک فرمایا: کافر عورتوں کی عصمتوں کو مت روکو۔ پس اُس دن حضرت عمرؓ نے دو مشرک عورتوں کو طلاق دی (چھوڑ دیا) پس ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابی سفیان نے نکاح کیا اور دوسری کے ساتھ صفوان بن امیہ نے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو آپؐ کے پاس ابو بصیرؓ آیا، جو ایک قریشی مرد تھا اور وہ مسلم تھا۔ مشرکوں نے اس کی طلب میں دو آدمی بھیجے پس انہوں نے حضورؐ کو وہ عہد یاد دلایا جو دونوں فریقوں کے درمیان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے سپرد کر دیا اور وہ اسے لے کر مدینہ سے نکلے حتیٰ کہ ذوالحلیفہ پہنچ گئے اور اُتر کر اپنی کھجور کھانے لگے۔ ابو بصیرؓ نے ان میں سے ایک کی تلوار لی اور اُسے مار کر ٹھنڈا کر دیا۔ دوسرا بھاگ کر مدینہ پہنچا حتیٰ کہ دوڑ کر مسجد میں جا داخل ہوا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ کر فرمایا: اس شخص نے خوفناک چیز دیکھی ہے۔ پس جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو بولا: واللہ میرا ساتھی قتل کیا گیا اور میں بھی قتل ہونے والا ہوں۔ پھر ابو بصیرؓ آیا اور بولا: اے اللہ کے نبی، واللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ آپؐ نے مجھے ان کی طرف واپس کر دیا تھا پھر اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی ماں کا بھلا ہو، یہ جنگ بھڑکانے والا ہے اگر اس کا کوئی ساتھی ہو۔ جب ابو بصیرؓ نے یہ سُنا تو جان لیا کہ آپؐ اسے ان کی طرف واپس بھیجنے والے ہیں۔ پس وہ نکل بھاگا حتیٰ کہ ساحل سمندر پر پہنچ گیا پھر قریش میں سے جو کوئی اسلام لاتا سیدھا ابو بصیرؓ سے جا ملتا، حتیٰ کہ ان کی ایک جماعت بہم پہنچ گئی۔ راوی نے کہا کہ واللہ وہ قریش کے شام کو جانے والے جس قافلے کے متعلق سُنتے تو اُسے روک لیتے، مردوں کو قتل کر دیتے اور مال لے لیتے۔ اور قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا واسطہ دے کر اور رشتے کا واسطہ دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ان لوگوں کو مدینہ بُلا لیں، انہیں امن حاصل رہے گا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بُلا بھیجا اور اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری: اور وہ اللہ ہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک رکھے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے۔ ... حتیٰ کہ یہ فرمایا: جاہلیت کا تعصّب" (الفتح ۲۴) اور ان کا تعصب یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی تسلیم نہ کیا اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا لکھنا برداشت نہ کیا اور حضورؐ کے درمیان اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔

علامہ خطابی کا بیان ہے کہ اس حدیث میں بہت سی سنن و آداب اور بہت سے فقہی احکام ہیں۔ بعض اہل علم نے

اس پر کلام کیا ہے اور ان کی تفسیر کی ہے مگر بعض کو ترک کر دیا ہے۔ ہم اپنے علم کے مطابق انہیں بیان کرتے ہیں: اس میں ایک حکم یہ ہے کہ اہلِ مدینہ میں سے جو حج اور عمرہ کو جائیں ان کی میقاتِ احرام ذوالحلیفہ ہے۔ پھر حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالنا مسنون ہے۔ اور اشعار بھی مسنون ہے، یعنی قربانی کے جانور کو زخمی کر کے نشان لگانا۔ پھر اس حدیث میں نظامِ جاسوسی کی ضرورت و اہمیت کا بیان بھی ہے تاکہ دشمن کی نقل و حرکت معلوم ہوتی رہے۔ بنی خزاعہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کی حلف چلی آتی تھی اور ان پر حضورؐ کو اعتماد تھا۔ جو جاسوس آپ نے بھیجا تھا وہ اس وقت تک کافر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر اگر قابلِ اعتماد ہو تو اس سے یہ کام لیا جا سکتا ہے اور اس کی بات پر اعتماد بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہیں سے غیر مسلم ڈاکٹر کے قول پر اعتماد کا مسئلہ بھی طے ہو جاتا ہے۔ احابیش کا جو لفظ وارد ہے اس سے مراد تارہ کے کچھ قبائل تھے جو قریش کے ساتھ لڑنے کے لیے بنی لیث کے طرفدار بن گئے تھے تحبّش کا معنیٰ تجمّع: جمع ہونا، اجتماع کرنا۔ اس حدیث میں حضورؐ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: اَشِیْرُوْا عَلَیَّ "مجھے مشورہ دو"۔ اس سے مشورے کی اہمیت اور ضرورت کا پتہ چلتا ہے۔ حضورؐ صاحبِ وحی رسول تھے پھر بھی جن امور میں وحی نہ اُترتی ہو ان میں مشورہ فرماتے تھے، ابوہریرہؓ کا قول اسی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر حضورؐ نے جو رائے لوگوں کے سامنے مشورے کے لیے پیش کی تھی اس میں یہ دلیل ہے کہ مشرکوں کی اولاد کو قیدی بنانا جائز ہے۔ پھر حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو ہمیں بیت اللہ سے روکے گا ہم اس کے ساتھ قتال کریں گے، اس سے پتہ چلا کہ گو مصلحتاً اُس موقع پر قتال نہیں کیا گیا لیکن محرم اس شخص سے قتال کر سکتا ہے جو اُسے کعبہ جانے سے مانع ہو۔ دراصل یہ حالات و واقعات پر موقوف ہے، حضورؐ نے مشورے میں تو اس چیز کو رکھا تھا مگر کسی کے ساتھ قتال ہوا نہیں، بلکہ اس کے برخلاف بظاہر بہت دب کر صلح کر لی گئی تھی۔

قصواء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام تھا، اس کا کان ایک طرف سے کچھ کٹا ہوا تھا اس لیے یہ نام پڑا۔

حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ میں تشبیہ فقط روکے جانے میں ہے اور شاید ذہن میں یہ بات بھی ہو کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو روکا نہ جاتا اور وہ مکہ میں داخل ہوتے تو قریش کی ضد اور تعصب و عداوت تو سب کو معلوم ہے ممکن ہے قتال تک نوبت پہنچتی اور حرم میں خون بہایا جاتا لہٰذا ان مصالح کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حدِ حرم سے باہر ہی روک دیا۔ اللہ عالم الغیب کو یہ بھی معلوم تھا کہ کفارِ قریش آئندہ اسلام لانے والے ہیں لہٰذا انہیں باقی رہنے دینا ہی مصلحتِ الٰہی ہوئی۔ دخولِ مکہ میں یہ خدشہ قوی تھا کہ قریش سے تصادم کی نوبت آئے اور خون خرابہ ہو۔ حضورؐ نے جو یہ فرمایا تھا کہ تعظیمِ حرماتِ اللہ کے لیے جو شرط بھی قریش منوائیں گے میں مان لوں گا، اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ حدِ حرم میں خون خرابہ نہ ہو۔ اور آپؐ نے اس قول کو پوری طرح نبھایا اور ہر شرط مان لی جو بظاہر اہلِ اسلام کے خلاف تھی۔

ابوبکر صدیقؓ کا قول: اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ بظاہر تو ایک فحش کلمہ ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک محاورہ تھا جو زمانۂ جاہلیت میں بھی معروف تھا۔ علاوہ ازیں لات تو بت کا نام تھا اور مشرک جانتے تھے کہ وہ ایک فرضی خدا ہے اور اس کے اعضاء بھی فرضی ہیں۔ عروہ بن مسعود کا حضورؐ کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگانا عادتِ عرب کے مطابق تھا۔ ہمارے ہاں بھی "ڈاڑھی کو ہاتھ لگانا" منت و سماجت اور اصرار و الحاح کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ پھر مغیرہؓ بن شعبہ کا اس خوف و خطر کے مقام پر حضورؐ کے پاس ننگی تلوار لے کر کھڑے رہنا ایسے مواقع پر اس فعل کے جواز پر دلالت

کرتا ہے، کیونکہ اس میں تکبر و نخوت اور غرور کا شائبہ نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کے پیش نظر کہ صلح بہر صورت ہو جائے بظاہر ایسے مطالبات بھی تسلیم کر لیے تھے جو عام احوال میں باعث اہانت ہی سمجھے جائیں گے۔

دینی امور میں حضرت عمرؓ کا تعصب اور ان کے مزاج کی فطری شدت مشہور ہے، اس موقع پر ان کی پریشانی قابل فہم ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کا جواب واضح کرتا ہے کہ ابوبکرؓ امور رسالت کو جاننے میں سب اصحاب سے بڑھ کر تھے۔

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ حدیبیہ میں جو مسجد بنی ہوئی ہے یہ بالکل اس درخت کی جگہ پر ہے جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی۔ اور بیعت رضوان کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد عثمانؓ کے متعلق ایک غلط افواہ کی شہرت تھی۔ حضورؐ نے ام سلمہؓ سے مشورہ کیا اور انہی کے مشورے پر عمل بھی کیا اس سے ثابت ہوا کہ ہؤا کہ بعض اہم معاملات میں عورتوں سے مشورہ لینا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ صحابہؓ کا توقف اس سبب سے تھا کہ یہ سب کچھ ان کی توقع کے خلاف ہو رہا تھا۔ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ بات وہ نہیں جو وہ سمجھتے ہیں کہ شاید وحی آجائے اور حضورؐ کے پہلے حکم میں ترمیم ہو جائے، تو انہوں نے فوراً امتثال امر کیا۔ ابو بصیرؓ اور اس کے ساتھیوں کا ساحل سمندر پر جا کر ڈیرہ لگا دینا یہ بتاتا ہے کہ وہ مقام تاحال دارالاسلام نہ تھا لہٰذا معاہدے میں شامل نہیں تھا عورتوں کا واپس نہ کیا جانا اس امر کی دلیل تھی کہ واپسی کے معاہدے میں وہ داخل نہ تھیں۔

سورۂ ممتحنہ کی آیات میں کافر عورتوں اور مومن مردوں اور اسی طرح مومن عورتوں اور کافر مردوں کے بعض احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان احکام سے مومنوں اور کافروں میں نکاح حرام نہ ہوا تھا اسی لئے علماء کا خیال ہے کہ اس سورت کے یہ احکام آج کل کے لیے نہیں ہیں کیونکہ اب تو جڑ سے مومن اور کافر کا نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر کوئی کافر عورت مومن ہو کر دارالاسلام میں آجائے تو اس کا حق مہر اس کے کافر (پہلے) خاوند کو اب ادا نہیں کیا جائے گا کفار سے معاہدہ امن کی مدت کس قدر ہو؟ علماء نے کہا ہے کہ اس کی مدت زیادہ سے زیادہ دس سال ہو سکتی ہے جو صلح حدیبیہ میں مقرر ہوئی تھی۔ بعض نے کہا کہ چار سال سے زیادہ کی مدت کا معاہدہ جائز نہیں اور بعض نے تین سال کی مدت بتائی ہے کیونکہ صلح حدیبیہ کے قائم رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت اتنی ہی تھی۔ پھر مشرکین نے عہد توڑا اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا۔ عہد شکنی کا باعث یہ ہوا کہ مشرکین کے حلفاء بنی بکر نے اہل اسلام کے حلفاء خزاعہ پر حملہ کیا اور مشرکین نے چھپ کر ان کی مدد کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیرہؓ بن شعبہ سے وہ مال نہ قبول کیا جو انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں اس کے مالکوں کو قتل کر کے حاصل کیا تھا۔ خطابی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے اور بقول مولانا حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ امن کی حالت میں کفار کا مال از راہ غدر لینا جائز نہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مال کا حصول جبکہ اصل میں حرام ہو تو وہ مال بھی حرام ہوتا ہے۔ کفار کے اموال اگرچہ مباح الاصل اور غیر محترم ہیں مگر بذریعہ غدر ان کا حصول ناجائز ہے۔

۲۷۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ إِسْحَاقَ

عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُمُ اصْطَلَحُوا عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ يَأْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ وَعَلَى أَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوفَةً وَأَنَّهُ لَا إِسْلَالَ وَلَا إِغْلَالَ۔

مسورؓ بن مخرمہ اور مروان بن الحکم سے روایت ہے کہ مسلمانوں کا کفار سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ دس سال تک کے لیے جنگ بند رہے گی اور لوگوں کو امن وامان رہے گا اور یہ کہ ہمارے (فریقین کے) درمیان دل کی آمادگی اور خلوص سے صلح رہے گی اور سرقہ وخیانت نہ ہوگی۔

۲۷۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ مَالَ مَكْحُولٌ وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَمِلْتُ مَعَهُمْ فَحَدَّثَنَا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ قَالَ جُبَيْرٌ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْبَرٍ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَاهُ فَسَأَلَهُ جُبَيْرٌ عَنِ الْهُدْنَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا وَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ۔

حسان بن عطیہ، مکحول اور ابن ابی زکریا، خالد بن معدان کے ہاں گئے، حسان نے کہا کہ خالد نے ہمیں جبیر بن نفیر کے متعلق حدیث سنائی کہ جبیر نے کہا، چلو ذی مخبرؓ کے پاس چلیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھا اور نجاشی کا بھتیجا تھا، پس جبیر نے اس سے صلح حدیبیہ کے متعلق سوال کیا تو ذو مخبرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: عنقریب تم رومیوں کے ساتھ امن وامان کی صلح کرو گے اور تم اور وہ مل کر ایک دشمن سے جنگ کرو گے جو تم سے پرے ہوگا (ابن ماجہ) یہ حدیث سُنن میں بھی کتاب الملاحم میں عنقریب آئے گی مفصل گفتگو انشاء اللہ تعالیٰ وہاں ہوگی۔

بَابٌ ۱۶۹ فِي الْعَدُوِّ يُؤْتَى عَلَى غِرَّةٍ وَيُتَشَبَّهُ بِهِمْ

باب۔ دشمن کے پاس دھوکے سے جا کر اسے قتل کرنا اور مسلمان کا کافروں کی مانند بننا

۲۷۶۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ أَذَى

اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ ابْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا الصَّدَقَةَ وَقَدْ عَنَّانَا قَالَ وَأَيْضًا لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ اتَّبَعْنَاهُ فَنَحْنُ نَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ إِلٰى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ أَمْرُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ قَالَ أَيَّ شَيْءٍ تَرْهَنُونِي قَالَ وَمَا تُرِيدُ مِنَّا فَقَالَ نِسَاءَكُمْ قَالُوا سُبْحَانَ اللّٰهِ أَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا فَيَكُونُ ذٰلِكَ عَارًا عَلَيْنَا قَالَ فَتَرْهَنُونِي أَوْلَادَكُمْ قَالُوا سُبْحَانَ اللّٰهِ يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا فَيُقَالُ رُهِنْتَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ قَالُوا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ يُرِيدُ السِّلَاحَ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا أَتَاهُ نَادَاهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُتَطَيِّبٌ يَنْضَحُ رَأْسُهُ فَلَمَّا أَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ وَقَدْ كَانَ جَاءَ مَعَهُ بِنَفَرٍ ثَلَاثَةٍ أَوْ أَرْبَعَةٍ فَذَكَرُوا لَهُ قَالَ عِنْدِي فُلَانَةُ وَهِيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ النَّاسِ قَالَ تَأْذَنُ لِي فَأَشُمَّ قَالَ نَعَمْ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ فَشَمَّهُ قَالَ أَعُودُ قَالَ نَعَمْ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَضَرَبُوهُ حَتّٰى قَتَلُوهُ۔

جابرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو کعب بن اشرف (یہودی) کا قصہ چکائے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو دُکھ دیا ہے۔ پس محمد بن مسلمہؓ اٹھا اور کہا: یارسول اللہ میں ہوں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ فرمایا کہ ہاں۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ مجھے کچھ باتیں کہنے کی اجازت دیجئے (جن کے ساتھ اُسے فریب دیا جا سکے)۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں! پس ابن مسلمہؓ اس کے پاس گیا اور کہا: اس آدمی نے ہم سے صدقہ طلب کیا ہے اور ہمیں تھکا دیا ہے۔ اس نے کہا تم اس سے اور بھی ملول ہو گے۔ ابن مسلمہؓ نے کہا کہ ہم اس کا ساتھ دے چکے ہیں اور اسے چھوڑنا ناپسند کرتے ہیں حتی کہ اس کے معاملے کا انجام دیکھ لیں کہ کیا ہوتا ہے، اور ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں ایک یا دو وسق غلہ اُدھار دے دو۔ اس نے کہا کہ تم میرے پاس کیا چیز رہن رکھو گے؟ ابن مسلمہؓ نے پوچھا کہ تم کیا لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: تمہاری عورتیں۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ۔ تو سب عربوں سے زیادہ خوبصورت ہے اگر ہم اپنی عورتوں کو تیرے پاس رہن رکھ دیں تو یہ ہم پہ ایک عار ہوگی۔ اس نے کہا کہ پھر تم اپنی اولاد میرے پاس رہن رکھ دو۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! اس طرح تو ہمارے بیٹوں کو گالی دی جایا کرے گی اور کہا جائیگا

کہ تو ایک یا دو وسق کے عوض رہن رکھا گیا تھا۔ ابن مسلمہؓ نے کہا کہ ہم تمہیں ہتھیار بطور رہن دیتے ہیں۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ پھر جب ابن مسلمہؓ رات کو آیا تو کعب کو آواز دی۔ کعب اس کی طرف نکلا اور اس نے خوشبو لگا رکھی تھی اور اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ جب وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور ابن مسلمہؓ اپنے ساتھ تین یا چار آدمی اور بھی لایا تھا۔ لوگوں نے اس سے خوشبو کا ذکر کیا تو کعب بولا: میری بیوی فلاں عورت ہے اور سب لوگوں کی عورتوں سے زیادہ خوشبو کو پسند اور استعمال کرتی ہے۔ ابن مسلمہؓ نے کہا کہ تم مجھے سونگھنے کی اجازت دو، اس نے کہا ہاں۔ پس ابن مسلمہؓ نے اس کے سر پہ ہاتھ ڈالا اور اُسے سونگھا۔ پھر کہا کہ دوبارہ سونگھ لوں؟ اس نے کہا ہاں۔ پس اس نے اس کے سر پہ ہاتھ ڈالا، جب اسے قابو میں کر لیا تو کہا: جانے نہ پائے، پس انہوں نے اُسے تلوار ماری حتیٰ کہ قتل کر ڈالا (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: کعب بن اشرف یہودی دراصل عربی تھا، اس کا تعلق بنی نبہان سے تھا جو بنی طے سے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کے باپ نے ایک قتل کیا اور مدینہ میں آکر بنی نضیر کا حلیف ہو گیا۔ انہی میں سے عقیلہ بنت ابی الحقیق سے شادی کی اور اس میں سے کعب پیدا ہوا۔ کعب لمبا تڑنگا بڑے پیٹ والا شخص تھا اور اس کا سر بڑا تھا۔ واقعہ بدر کے بعد مکہ گیا، ابن وداعہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔ کعب شاعر تھا اور شعروں میں مسلم خواتین کا ذکر کیا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہتا اور کفار قریش کو آپ کے خلاف اشتعال دلاتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ کر کے دعوت رچائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض اصحاب بھی اس کی دعوت پر شامل تھے۔ بروقت بذریعۂ وحی آپؐ کو پتہ چل گیا تو وہاں تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے بعد ہی آپؐ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ محمدؓ بن مسلمہ اپنے ساتھ ابو نائلہؓ، عبادؓ بن بشر، ابو عبسؓ بن جبر اور حارثؓ بن معاذ کو بھی لے کر گئے تھے۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۳ھ کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرعی مصالح کی بناء پر شدید قسم کے اعداء کو اس طرح ٹھکانے لگانا جائز ہے۔ رہ گئے وہ کلمات جو محمد بن مسلمہؓ نے استعمال کئے تھے، سو ان کی حیثیت تعریض اور توریہ کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینی مقصد کی خاطر اس کی اجازت دے دی تھی۔ اس طرح جنگ خندق میں نعیم بن مسعودؓ کو بھی ان کلمات کی اجازت دی تھی۔ اپنی یا کسی کی جان کی حفاظت، دینی اغراض اور کسی شر کو دُور کرنے کی غرض سے ایسے کلمات کا استعمال جائز رکھا گیا ہے۔ علامہ خطابی نے اس کی مثال غارت گری اور شب خون سے دی ہے کہ بوقتِ ضرورت وہ بھی جائز رکھا گیا ہے۔ کعب بن اشرف شاتم رسولؐ تھا جس کا قتل بہر حال جائز تھا ورنہ عام حالات میں کسی کو دھوکے سے قتل کرنا حرام ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

۲۷۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَزَابَةَ نَا اِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُوْرٍ نَا اَسْبَاطُ الْهَمْدَانِيُّ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ۔

ابوہریرہؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ایمان نے اچانک دھوکے سے قتل

کرنے کو روک دیا ہے. کوئی ایمان دار اچانک دھوکے سے قتل نہیں کرتا۔

شرح: فتک کا معنیٰ ہے کسی ایسے شخص کو اچانک دھوکے سے قتل کر دینا جسے امان حاصل تھی۔ مگر کعب بن اشرف کو امان حاصل نہ تھی کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر، اہل اسلام کی ہجو کہہ کر اور مسلم خواتین کا برسرِعام اپنے شعروں میں ذکر کرکے معاہدہ توڑ دیا تھا اور امان سے محروم تھا یہودیوں نے پروپیگنڈا کیا ہے کہ کعب بن الاشرف کا قتل غدر کی تعریف میں آتا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ یہی وہ شخص تھا جو قریش مکہ کو اسلام اور اہل اسلام کے خلاف بھڑکانے کے لیے مکہ پہنچا تھا۔ وہ میثاق مدینہ کی رُو سے پابند تھا کہ ایسا نہ کرے مگر اس نے برسرِعام عہد شکنی کی۔ وہ شاتم رسولؐ ہونے کے باعث قتل کا مستحق تھا، اس کا خون حلال تھا اور اس کا عہد ٹوٹ چکا تھا۔ فتک کا لفظی معنیٰ ہے کسی پر اچانک اس کی غفلت کی حالت میں حملہ کرکے اسے مار ڈالنا۔ غیلہ کا معنیٰ ہے کسی کو فریب سے مخفی جگہ لے جاکر قتل کرنا۔

بَابٌ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ فِي الْمَسِيرِ

سفر میں ہر بلندی پہ تکبیر کا باب

۲۷۷۰۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ وَيَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ سے یا حج یا عمرہ سے واپس آتے تو زمین کی ہر بلند جگہ پہ تین بار تکبیر کہتے تھے۔ اور کہتے تھے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اس کی ہے اور تعریف اُسی کی ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ ہم واپس آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت گزار ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اُس نے اکیلے ہی سب لشکروں کو شکست دے دی (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: مختلف مادی و غیر مادی لشکر اسلام کے مقابلے میں آتے رہے۔ خاص طور پہ جنگ احزاب میں بارہ ہزار

کی تعداد میں مشرکین مکہ اور ان کے بہت سے ساتھی ہجوم کر کے مدینہ پر چڑھ آئے۔ مدینہ کا محاصرہ کر لیا، ایک ماہ کے قریب مدینہ کے گرد پڑے رہے مگر آخر کار ایک تیز آندھی کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑے ہوئے اور میدان چھوڑ گئے ان کے علاوہ یہودیوں کے لشکر تھے، منافقوں کے لشکر تھے۔ شیاطین الانس کے علاوہ شیاطین الجن کے لشکر تھے، ان سب لشکروں کو خدائے واحد نے شکست دی اور اسلام کا بول بالا کیا، سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ: اے ایمان والوں اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تمہارے پاس لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور کئی لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہ دیکھا۔

بَابٌ فِي الْإِذْنِ فِي الْقُفُولِ بَعْدَ النَّهْيِ

نہی کے بعد واپسی کے اذن کا باب

۱۷۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ الْآيَةَ نَسَخَتْهَا الَّتِي فِي النُّورِ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ اس آیت کو جو سورۂ توبہ میں (نمبر ۴۴) ہے سورۂ نور کی آیت نمبر ۶۲ نے منسوخ کیا ہے پہلی یہ ہے، جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ تجھ سے اذن نہیں مانگتے۔ اور دوسری آیت یہ ہے: یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول پر ایمان لائے ..... غفور رحیم تک۔

شرح: سلف کے کلام میں نسخ کا لفظ وضاحت، قید اٹھانے، قید بڑھانے۔ مطلق کو مقید کرنے، مقید کی قید اٹھانے وغیرہ سب معنوں پر بولا جاتا ہے، لہذا نسخ سے ہر جگہ یہی نہ سمجھنا چاہیئے کہ حکم کو اٹھانا مراد ہے مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ ان آیات کی تاویل میں اختلاف ہے، عکرمہ اور حسن بصری نے کہا ہے کہ سورۂ توبہ کی آیتوں میں میدان جنگ سے واپسی ممنوع تھی۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور سورۂ نور کی آیت میں اس کی اجازت دیدی گئی۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ یہاں کوئی نسخ واقع نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں یہ خبر دی ہے کہ ایماندار جہاد فی سبیل اللہ سے پیچھے نہیں رہتے اور جھوٹے عذر بنا کر جان نہیں بچاتے۔ منافق جھوٹے حیلے بہانے بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگوں میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ پس سورۂ توبہ کی آیتوں میں کسی واقعی عذر کی بنا پر اجازت مانگنے سے ممانعت نہیں ہے۔ اور اسی مضمون پر سورۂ نور کی آیت دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کو جب کوئی ایسی ضرورت آپڑتی ہے جو ناگزیر ہے تو اجازت لیے بغیر نہیں جاتے اور بلاضرورت اجازت نہیں مانگتے۔ پس جب وہ کسی ضروری کام میں اجازت مانگیں تو یارسول اللہ آپ ان میں سے جسے چاہیں

اجازت دے دیں اور ان کے لیے استغفار کریں۔

بَابٌ ۱۷۲ فِي بَعْثَةِ الْبُشَرَاءِ

بشارت دینے والوں کو بھیجنے کا باب

۲۷۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ ابْنُ نَافِعٍ نَا عِيسَى عَنْ إِسْمَعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ۔

جریرؓ (بن عبداللہ بجلی) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کیا تو مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں پہنچائے گا؟ پس جریرؓ وہاں گیا اور اسے جلا ڈالا پھر احمس کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بشارت دینے کو بھیجا جسے ابوارطاۃ کہتے تھے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: ذوالخلصہ دوس کے علاقے میں ایک بُت کدہ تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ بُت کدے کا نہیں خود اُس بُت کا نام تھا جو اس بُت کدے میں گڑا ہوا تھا۔ ابوارطاۃ کا نام حصینؓ بن ربیعہ ہے اور یہ بھی صحابی تھا۔ احمس حضرت جریرؓ بن عبداللہ کے قبیلے کا نام تھا جو بجیلہ نامی قبیلے کا ایک ٹکڑا تھا۔ فتح مکہ کے بعد اہل عرب کے وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو جریرؓ بن عبداللہ بھی حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے ذوالخلصہ سے راحت پہنچاؤ۔ جریرؓ اپنے قبیلۂ احمس میں پہنچے اور انہیں ساتھ لے کر اس بت خانے کی طرف بڑھے۔ قبیلۂ خثعم آڑے آیا تو جریرؓ نے ان سے جنگ کی اور ان کے دو سو جنگی مرد قتل کر ڈالے، ان پہ فتح پائی اور انہیں شکست دے کر ذوالخلصہ کو ڈھانے، برباد کرنے اور جلانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ بت خانہ مکہ سے چار مراحل پہ واقع تھا المبرد نے کہا ہے کہ وہاں پر آج عبلات نامی شہر کی جامع مسجد ہے۔ ذوالخلصہ سفید سنگِ مرمر کا بنا ہوا بت تھا، اس کے اوپر ایک تاج سا منقش کیا گیا تھا۔

بَابٌ ۱۷۳ فِي إِعْطَاءِ الْبَشِيرِ

خوشخبری دینے والے کو کچھ عطا کرنے کا باب

۲۷۷۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ وَقَصَّ ابْنُ السَّرْحِ الْحَدِيثَ

قَالَ وَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلٰثَةَ حَتّٰى إِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ ثُمَّ صَلَّيْتُ الصُّبْحَ صَبَاحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَسَمِعْتُ صَارِخًا يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِرْ فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّانِي۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے، دو رکعت نماز پڑھ کر لوگوں کی ملاقات کے لیے تشریف فرما ہوتے، اور ابن السرح راوی نے یہ حدیث (توبہ والی) بیان کی، کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں (کعب بن مالک، مرارہ رضی اللہ عنہ بن ربیع، ہلال رضی اللہ عنہ بن امیہ) سے بات چیت کرنے سے سب مسلمانوں کو روک دیا تھا حتیٰ کہ جب مجھ پر یہ تکلیف طویل ہوگئی تو میں نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھاندی اور وہ میرا چچا زاد تھا۔ پس میں نے اسے سلام کہا مگر واللہ اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔ پھر پچاسویں دن کی صبح کو میں نے اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھی تو میں نے ایک چلانے والے کی آواز سنی: اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ خوش ہو جا۔ پھر جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی بشارت دینے والی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار دیئے اور اس شخص کو پہنا دیئے پھر میں گیا حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ پس طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ بھاگتا ہوا میری طرف اٹھ کر بڑھا حتیٰ کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: جنگ تبوک میں بلا عذر شرعی شامل نہ ہونے والے کئی لوگ تھے اور ان کے مختلف احوال کے پیش نظر سب کے ساتھ معاملہ کیا گیا۔ یہ تین حضرات وہ ہیں جن کا ذکر سورۂ توبہ میں: وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا میں موجود ہے۔ بخاری اور مسلم کی طویل روایات جو اس سلسلے میں ہیں نہایت عبرت آموز ہیں۔ ابو داؤد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ خوش خبری دینے والے کو خوش ہو کر کچھ عطا کیا جائے۔ رواج یہ تھا کہ اسے جسم کے کپڑے اتار کر دے دیتے تھے۔

بَابٌ ۱۷۴ فِي سُجُودِ الشُّكْرِ

سجدۂ شکر کا باب

۲۷۷۴۔ حَدَّثَنَا مُخَلَّدُ بْنُ خَالِدٍ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ بَكَّارِ بْنِ

عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا جَاءَهُ اَمْرُ سُرُوْرٍ اَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلّٰهِ۔

ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوشی کی بات معلوم ہوتی یا آپ کو اس کی خوشخبری دی جاتی تو آپ سجدے میں گر جاتے تھے (ترمذی، ابن ماجہ) منذری نے کہا ہے کہ براء بن عازبؓ اور کعب بن مالکؓ سے صحیح سندوں کے ساتھ بشارت پہ سجدہ ثابت ہوا ہے۔ مسند احمد میں ابوبکرہؓ کی حدیث ہے کہ حضورؐ حضرت عائشہؓ کی گود میں آرام فرما تھے کہ کسی لشکر کی فتح کی خوش خبری آئی۔ حضورؐ فوراً سر بسجود ہو گئے۔ مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ دُرِّ مختار میں ہے: سجدۂ شکر مستحب ہے اور اسی پہ فتویٰ ہے۔ شامی نے کہا کہ یہ اس شخص کے لیے ہے جس پر کوئی واضح نعمتِ خداوندی ہوئی، یا اللہ تعالیٰ نے اسے مال یا اولاد سے نوازا یا اس سے کوئی تکلیف دور ہوئی، پس اس قسم کے کاموں میں سجدۂ شکر مستحب ہے۔ یہ سجدہ قبلہ رُخ ہونا چاہیئے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور تکبیر کہہ کر سجدہ کرے پھر سر اُٹھا لے جیسا کہ سجدۂ تلاوت ہے۔ یہ سجدہ واجب نہیں ہے اسی لیے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ سجدہ واجب ہوتا تو ہر گھڑی، ہر ساعت، ہر وقت پہ واجب ہوتا کیونکہ ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں انسانوں پر نو بنو ہوتی رہتی ہیں۔ یہ انعامات متواتر ہیں، اگر یہ سجدہ واجب کیا جاتا تو اس میں تکلیفِ مالایُطاق ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سجدہ واجب نہیں ہے اور فتح مکہ کے دن حضورؐ نے کعبۃ اللہ کے اندر نمازِ شکرانہ ادا کی تھی، پس شکر تام یہی ہے کہ نماز ادا کریں۔ یہ سجدہ واجب تو بے شک نہیں اور نہ اس کے وجوب کی کوئی دلیل موجود ہے، لیکن امام محمدؒ نے اسے مستحب قرار دیا ہے اور دلیل میں ان روایات کا حوالہ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی مواقع پر اور حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ سے بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن ابوجہل کا کٹا ہوا سر دیکھا تو فوراً سجدے میں گر گئے تھے۔

بَابٌ۔ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ

۲۷۷۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَهُوَ يَحْيَى بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِنْ عَزْوَرَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ

خَرَّ سَاجِدًا ذَكَرَهُ اَحْمَدُ ثَلَاثًا قَالَ اِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِي فَاَعْطَانِي ثُلُثَ اُمَّتِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا شُكْرًا لِرَبِّي ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِاُمَّتِي فَاَعْطَانِي ثُلُثَ اُمَّتِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِاُمَّتِي فَاَعْطَانِي الثُّلُثَ الْاٰخِرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اَشْعَثُ بْنُ اِسْحٰقَ اَسْقَطَهُ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حِيْنَ حَدَّثَنَا بِهٖ فَحَدَّثَنِي بِهٖ عَنْهُ مُوْسَى بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم لوگ مکہ سے حضورؐ کے ساتھ مدینہ کے ارادے کے ساتھ نکلے پس جب ہم عزوراء کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے اتر پڑے، پھر ایک گھڑی تک ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ میں گر گئے اور کافی دیر تک پڑے رہے پھر اٹھے اور ہاتھ اٹھائے اور ایک گھڑی تک اللہ تعالیٰ سے دعا کی، پھر سجدے میں گر گئے اور کافی دیر پڑے رہے۔ پھر اٹھے اور اپنے ہاتھ اٹھائے اور ایک گھڑی تک دعا فرمائی) پھر سجدے میں گر گئے، احمد نے تین بار اس کا ذکر کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اپنی امت کے لیے شفاعت کی تو اللہ نے مجھے میری امت کا تیسرا حصہ عطا فرمایا۔ پھر میں اپنے رب کے لیے سجدے میں گر گیا۔ پھر اپنا سر اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا تو اللہ تعالےٰ نے میری امت کا تیسرا حصہ عنایت فرما دیا۔ پھر میں اپنے رب کے لیے سجدے میں گر گیا تاکہ شکر یہ ادا کروں، پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنی امت کے لیے سوال کیا پس اس نے مجھے آخری تیسرا حصہ بھی عطا فرما دیا، پس میں اپنے رب کے لیے سجدہ میں گر گیا۔ ابو داؤد نے کہا کہ احمد بن صالح نے جب یہ حدیث ہمیں سُنائی تو اشعث بن اسحاق کو ساقط کر دیا، پھر موسیٰ بن سہل الرملی نے مجھے یہ حدیث اس کے واسطے سے سُنائی۔

شرح: اس حدیث میں حضورؐ کے متعدد بار سجدۂ شکر ادا کرنے کا ذکر موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رُخ ہو کر طویل سجدہ کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ جبرئیلؑ نے آکر مجھے بشارت دی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے فرمایا: جو تجھ پر صلوٰۃ بھیجے میں اس پر صلاۃ بھیجوں گا اور جو تجھ پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ پس میں شکر کے لیے سجدے میں گر پڑا۔ مسند سعید بن منصور میں ہے کہ جب مسیلمہ کذاب کے قتل کی خبر ملی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب ذوالثدیہ کے قتل کی خبر ملی تو اسے مقتولوں میں دیکھ کر علی رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے تھے۔ عزوراء یا عَزْوَرُ جحفہ نامی بستی کی ایک گھاٹی کا نام ہے جس پر سے مدینہ سے مکہ کو راستہ جاتا ہے۔ اس کا نام عزاز، عزوراء اور عزازہ بھی آیا ہے۔ اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول کسی وحی کے باعث تھا جو امر یا نہی میں آپؐ پر نازل ہوئی تھی۔ اس حدیث میں امت کے تین حصوں کا ذکر ہے: (۱) سابقون (۲) مقتصدون (۳) الظالمون لانفسہم۔ پہلا فریق تو بفضلِ خدا جنتی ہے ہی۔ درمیان والے بھی جن سے کچھ کوتاہیاں ہوگی ہیں، جنتی ہیں۔ تیسرا فریق رحمتِ خداوندی سے جنت میں جائے گا گناہوں کی سزا پا کر اور اس کے بغیر ہی جیسا خداوند

تعالیٰ موافقِ مصلحت سمجھے گا۔

بَابٌ ۱۷۵ فِي الطُّرُوقِ

رات کو گھر آنے کا باب

۲۷۷۶۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ طُرُوقًا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی رات کے وقت بلا اطلاع گھر آجائے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)۔

شرح: اس نہی کی علت یہ ہے کہ لمبی مدت کی غیر حاضری کے بعد آدمی جب اچانک گھر آجائے گا اور گھر والوں کو اپنے استقبال کے لیے تیار نہ پائے گا تو اس کے دل میں نفرت وکراہیت کے جذبات پیدا ہوں گے جس سے معاشرت میں خرابی واقع ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہ ایک بار اچانک گھر پہنچے تو ایک عورت کو اپنی بیوی کی کنگھی میں مصروف پایا۔ انہوں نے اسے مرد سمجھا اور تلوار سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ پتہ چلا کہ یہ ایک عورت ہے جو ان کی بیوی کو کنگھی کر رہی تھی۔ انہوں نے یہ واقعہ حضورؐ سے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ سب لوگوں کو اچانک بوقت شب گھر جانے سے منع فرما دیا۔ اگر پہلے سے اطلاع دے دی گئی ہو یا کسی اور معتبر ذریعے سے گھر والوں کو خاوند کی آمد کا علم ہو تو ظاہر ہے کہ اس وقت آنے میں حرج نہ ہوگا۔

۲۷۷۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ اللَّيْلِ۔

جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اپنے گھر میں سفر سے آکر داخل ہونے کا بہترین وقت رات کا پہلا حصہ (ابتداء) ہے۔ (گویا یہ ابتداءِ لیل کا وقت ہے اور پہلی حدیث میں اس کے بعد کا وقت مذکور ہے۔ یا یہ وہ صورت ہے کہ گھر آنے کی اطلاع دی جا چکی ہو۔ یا یوں کہئے کہ نہی تنزیہ کے لیے ہے اور اس حدیث میں جو فرمایا ہے وہ بیانِ جواز کے لیے ہے)

۲۷۷۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا هُشَيْمٌ أَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا ذَهَبْنَا

لِنَدْخُلَ قَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَلطَّرْقُ بَعْدَ الْعِشَاءِ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ لَا بَاْسَ۔

جابرؓ بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پھر جب ہم نے گھروں میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو تاکہ ہم رات کو گھر والوں کے پاس جائیں تاکہ بکھرے بالوں والی کنگھی کرے اور غائب خاوند والی صفائی کرے۔ ابوداؤد نے کہا کہ زہری کا قول ہے کہ طرق عشاء کے بعد ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ مغرب کے بعد کوئی حرج نہیں ہے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: استحداد کا لفظی معنی ہے لوہا یعنی لوہا استعمال کرنا۔ مراد اس سے ہے مردوں کا اُسترہ استعمال کرنا اور موئے زیر ناف کو صاف کرنا۔ عورت کے لیے یہ لفظ محض صفائی کے معنی میں آئے گا، یعنی جس طرح ان کے نزدیک صفائی کا طریقہ ہوتا ہے وہ اختیار کرنا۔

بَابٌ ۱۷۶ فِي التَّلَقِّيْ

آنے والوں کو باہر جا کر ملنے کا باب

۲۷۷۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ فَلَقِيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ۔

سائب بن یزیدؓ نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کو لینے کے لیے شہر سے باہر نکلے اور میں بھی ثنیۃ الوداع پر بچوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا (بخاری، ترمذی)

ثنیۃ الوداع مدینہ کی ایک بلند گھاٹی تھی جس پر آنے والوں کا استقبال کرتے تھے اور جانے والوں کو رخصت کرتے تھے۔ یہ نام قدیم زمانے سے چلا آتا تھا اور معلوم ہوا کہ یہ رسم بھی قدیم سے جاری تھی۔

بَابٌ ۱۷۷ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ اِنْفَادِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ اِذَا قَفَلَ

غزوہ سے واپسی پر سفر خرچ کو ختم کر دینے کے استحباب کا باب

۲۷۸۰۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ نَا حَمَّادٌ اَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ فَتًى مِنْ اَسْلَمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْجِهَادَ وَلَيْسَ لِيْ مَالٌ اَتَجَهَّزُ بِهٖ قَالَ اذْهَبْ اِلٰى فُلَانٍ الْاَنْصَارِيِّ فَاِنَّهٗ قَدْ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ فَقُلْ

لَهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ اِدْفَعْ اِلَيَّ مَا تَجَهَّزْتَ بِهٖ فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ يَا فُلَانَةُ اِدْفَعِيْ اِلَيْهِ مَا جَهَّزْتِنِيْ بِهٖ وَلَا تَحْبِسِيْ مِنْهُ شَيْئًا فَوَاللّٰهِ لَا تَحْبِسِيْنَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيْهِ۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: یا رسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور میرے پاس مال نہیں جس سے تیاری کر سکوں۔ حضورؐ نے فرمایا: فلاں انصاری کے پاس جاؤ کیونکہ اس نے تیاری کر لی تھی مگر پھر بیمار پڑ گیا تھا، پس اس سے کہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اور اسے یہ کہو کہ تو نے جو تیاری کی تھی وہ میرے سپرد کر دو۔ پس وہ اس کے پاس آیا اور وہ پیغام اسے کہہ سنایا۔ پس اس نے اپنی عورت سے کہا اے فلاں عورت تو نے جو تیاری میرے لیے کی تھی وہ سب اسے دے ڈال اور اس میں کچھ بچا کر نہ رکھ کیونکہ واللہ تو جو کچھ اس میں سے بچا کر رکھے گی اس میں کوئی برکت نہ ہوگی (کتاب الامارہ صحیح مسلم)

شرح: برکت اس لیے نہ ہوگی کہ وہ یہ سب کچھ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا ارادہ کر چکا تھا اور مرض کی وجہ سے جا نہ سکا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم جب ملا تو اس نے جان لیا کہ جو کچھ خدا کے نام کا ہے وہ اسی مقصد میں خرچ ہونا چاہیئے ورنہ برکت بالکل نہ ہوگی۔ اُس شخص نے گو نذر نہ کی تھی مگر مستحب تو یہی تھا کہ وہ یہ سارا مال فی سبیل اللہ خرچ کر دے، نذر کی صورت میں تو واجب ہو جاتا مگر اب مستحب تھا۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ جب انسان کسی مال کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا ارادہ کر لے اور اس جہت میں خرچ نہ کر سکے تو دوسری نیکی میں خرچ کر دیں مستحب ہے اور ابو داؤدؒ نے یہیں سے اشارہ نکال لیا کہ جب کسی شخص نے سفر خرچ تو تیار کیا ہو جہاد کی خاطر مگر مرض کے باعث جا نہ سکے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اسے کسی اور نیکی میں خرچ کر ڈالے اور کچھ بچا کر نہ رکھے، بلکہ اگر وہ جہاد میں چلا بھی گیا ہو تو جتنا زادِ راہ بچ گیا ہو اُسے کسی اور نیکی میں خرچ کر دینا مستحب ہے۔

بَابٌ ۱۷۸ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ مِنَ السَّفَرِ

سفر سے واپسی کے وقت نماز کا باب

۲۷۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ وَعَمِّهٖ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِمَا كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ

مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا قَالَ الْحَسَنُ فِي الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ ۔

کعب بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لائے تو دن کے وقت آتے الحسن راوی نے کہا کہ بوقت چاشت، پس جب سفر سے واپس آتے تو مسجد میں آتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور مسجد میں بیٹھ جاتے (بخاری، مسلم نسائی) یہ کعبؓ بن مالک کی اسی طویل حدیث کا حصہ ہے جس میں کعبؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں کی توبہ کی قبولیت کا ذکر ہے۔ اوپر نمبر ۲۷۷۳ میں بھی اس حدیث کا ایک حصہ گزرا ہے۔ طویل حدیث صحیحین میں ہے۔ جن دو رکعتوں کا اس حدیث میں ذکر ہے یہ تحیۃ المسجد کی ہیں اور حنفیہ کے نزدیک یہ مستحب ہیں۔ بعض روایات میں سفر کا ارادہ کرتے وقت بھی گھر میں دو رکعت نفل پڑھ کر سفر شروع کرنا مستحب آیا ہے جیساکہ ابن عابد بن شافی نے طبرانی کی حدیث سے نقل کیا ہے۔

۲۷۸۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الطُّوْسِيُّ نَا يَعْقُوْبُ نَا اَبِيْ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَقْبَلَ مِنْ حَجَّتِهٖ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَاَنَاخَ عَلٰى بَابِ مَسْجِدِهٖ ثُمَّ دَخَلَهٗ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى بَيْتِهٖ قَالَ نَافِعٌ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ كَذٰلِكَ يَصْنَعُ ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے حج سے واپس تشریف لائے تو مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنی مسجد کے دروازے پر اونٹنی بٹھائی، پھر مسجد میں داخل ہوئے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ نافع نے کہا کہ ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے (سفر کی سنن میں یہ بھی داخل ہے کہ واپسی پر سیدھا مسجد میں جاکر تحیۃ المسجد پڑھیں اور پھر کوئی اور کام کریں۔

بَابٌ ۱۷۹ فِيْ كِرَاءِ الْمُقَاسِمِ

تقسیم کرنے والے کی اجرت کا باب

۲۷۸۳۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيْسِيُّ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ نَا الزَّمْعِيُّ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُرَاقَةَ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْقُسَامَةَ قَالَ فَقُلْنَا وَمَا الْقُسَامَةُ قَالَ الشَّيْءُ يَكُوْنُ بَيْنَ النَّاسِ

فَيَنْتَقِصُ مِنْهُ ۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: خبردار تقسیم میں کمی کرنے سے بچو۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے پوچھا یہ قسامۃ کیا چیز ہے۔ (جس سے منع فرمایا گیا؟) فرمایا کہ لوگوں کے اندر کوئی چیز ہو اور (وہ اسے تقسیم کرے) اس میں سے کچھ کم کر ڈالے۔ (خطابی نے کہا ہے کہ قُسامت (قاف کے ضمہ کے ساتھ) وہ مزدوری ہے جسے تقسیم کرنے والا لیتا ہے۔ اگر مقرر شدہ ہو یا جن کا معاملہ ہے ان کی اجازت سے لے تو حرام نہیں، اس حدیث کا مفاد فقط یہ ہے کہ جو شخص تقسیم کنندہ بنے، یا عریف ہو، یا نمبردار ہو، اور تقسیم کرتے وقت کوئی چیز بطور چُنگی نکال کر باہر رکھ لے اور اسے اپنا حق تصور کرے تو یہ اُجرت یا یہ فعل یا ہر دو حرام ہیں۔ اگلی حدیث بھی پیش نظر رکھیے)

۲۷۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الْقَعْنَبِيُّ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ شَرِيْكٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ نَمِرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ الرَّجُلُ يَكُوْنُ عَلَى الْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ فَيَاْخُذُ مِنْ حَظِّ هٰذَا وَحَظِّ هٰذَا ۔

عطاء بن یسار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (مرسلاً) اسی طرح روایت کی ہے۔ عطاء نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو لوگوں کی جماعتوں پر سردار یا عریف یا منتظم ہو، پس کچھ اس کے حصے میں سے پہلے کچھ اس کے حصے میں سے نکال لے (گویا صحیح معنے میں بندر بانٹ کرے کہ کبھی اس بلی کے پنیر کا ٹکڑا کچھ کاٹ لے اور جب دوسرا بڑھ جائے تو اُدھر سے کاٹ لے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

بَابٌ ۱۸۰ فِي التِّجَارَةِ فِي الْغَزْوِ

غزوہ میں تجارت کا باب

۲۷۸۵۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلْمَانَ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ قَالَ فَلَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ اَخْرَجُوْا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْيِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ غَنَائِمَهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهُ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ هٰذَا الْوَادِيْ قَالَ وَيْحَكَ وَمَا رَبِحْتَ قَالَ مَا زِلْتُ اَبِيْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰى

رَبِحْتُ ثَلَاثَمِائَةِ أُوقِيَّةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ قَالَ مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ۔

عبید اللہ بن سلمان نے کہا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے بتایا اس نے کہا: کہ جب ہم نے خیبر فتح کیا تو لوگوں نے سامان اور قیدی وغیرہ جو مالِ غنیمت ملا تھا اسے نکالا اور آپس میں مالِ غنیمت کی خرید و فروخت کرنے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو ایک شخص آیا اور کہا: یا رسول اللہ میں نے آج اتنا نفع کمایا ہے کہ اس وادی والوں میں سے کسی نے نہیں کمایا۔ حضورؐ نے فرمایا: ارے تیرا بھلا ہو تو نے کیا نفع کمایا ہے؟ اس نے کہا کہ میں برابر خرید و فروخت کرتا رہا ہوں حتیٰ کہ تین سو اُوقیہ نفع حاصل کیا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے اس سے بہتر نفع پانے والا آدمی بتاتا ہوں۔ اُس نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کیا نفع ہے، ارشاد فرمایا: نماز کے بعد دو رکعتیں۔

شرح: مالِ غنیمت جب تک کسی کی ملک نہ ہو جائے، اس کے حصے میں نہ آجائے اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔ خیبر جب فتح ہو چکا تو وہ دار الاسلام بن گیا حضورؐ نے ان کی غنیمت ان پر تقسیم فرما دی اور انہوں نے تجارت شروع کر دی۔ مگر احکام اُخروی کے لحاظ سے دو رکعت نماز ہر چیز سے بہتر ہے۔

بَابٌ ۱۸۱ فِي حَمْلِ السِّلَاحِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

ہتھیاروں کو دشمن کی سرزمین میں لے جانے کا باب

۲۷۸۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ نَا أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ ذِي الْجَوْشَنِ رَجُلٍ مِنَ الضِّبَابِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ فَرَغَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ بِابْنِ فَرَسٍ لِي يُقَالُ لَهَا الْقَرْحَاءُ فَقُلْتُ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ جِئْتُكَ بِابْنِ الْقَرْحَاءِ لِتَتَّخِذَهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ فَإِنْ شِئْتَ أَنْ أُقِيضَكَ بِهِ الْمُخْتَارَةَ مِنْ دُرُوعِ بَدْرٍ فَعَلْتُ قُلْتُ مَا كُنْتُ أُقِيضُهُ الْيَوْمَ بِغُرَّةٍ قَالَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ۔

ضباب کے ایک شخص ذی الجوشن کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل بدر سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے پاس اپنا ایک گھوڑے کا بچہ لے کر آیا جسے (گھوڑے کو) قرحاء کہا جاتا تھا۔ پس میں نے کہا: اے محمدؐ! میں تمہارے پاس قرحاء کا بیٹا لایا ہوں تاکہ آپ اسے لے لیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر تو چاہے

کہ میں بدر کی منتخب زرہوں میں سے اس کے عوض میں تجھے دوں تو میں ایسا کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں تو آج اسے کسی جان: غلام، لونڈی یا گھوڑے وغیرہ کے عوض تبدیل کرنے کو تیار نہیں ہوں (چہ جائے کہ زرہوں کے عوض) حضور نے فرمایا کہ پھر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے (مسند احمد)

شرح: خطابی نے معالم السنن میں کہا ہے کہ ذی الجوشن کا یہ لقب اس لیے ہوا کہ اُس کا سینہ اُبھرا ہوا تھا۔ اس کی کنیت ابو شمر تھی۔ مسند میں ہے کہ گفتگو کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الجوشن کو اسلام کی دعوت دی مگر اس نے عذر پیش کیا اور کہا کہ آپ کی قوم آپ کے سخت خلاف ہے، ہاں اگر آپ کعبہ پہ غالب آ جائیں اور مکہ کو فتح کر لیں تو ممکن ہے میں یہ دعوت مان لوں۔ پھر آپ نے فرمایا: اسے بلال! اس آدمی کا تھیلا لو اور مدینہ کی بہترین کھجور (عجوہ) کا زاد راہ اسے دیدو۔ جب میں پشت پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص بنی عامر کے بہترین شہ سواروں میں سے ہے۔ ذی الجوشن نے کہا کہ میں اپنے اہل و عیال سمیت غور (پست علاقہ) میں تھا کہ ایک شتر سوار آیا۔ میں نے پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا واللہ محمدؐ کعبہ پہ غالب آ گیا ہے۔ میں نے کہا: میری ماں مجھے روئے، اگر میں اُس دن مسلم ہو جاتا تو آج اگر محمدؐ سے حیرہ بھی طلب کرتا تو وہ مجھے دے دیتا۔

شرح باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ ذی الجوشن اس وقت کافر تھا۔ حضورؐ اس کے بہترین گھوڑے کے عوض میں اسے جنگ بدر کی غنیمت میں سے زرہیں دینے پر آمادہ تھے جو وہ دار الحرب میں لے جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے ہاتھ ہتھیار بیچنا یا دار الحرب میں ہتھیار لے جانا جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک کسی مسلم کے لیے جائز نہیں کہ دار الحرب میں ہتھیار یا کوئی اور چیز لے جائے جسے جنگ میں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہو، اس میں ان کی شان و شوکت اور قوت کو بڑھانا ہے حالانکہ اہل اسلام کو یہ حکم ہے کہ ان کی طاقت کو گھٹائیں اور ہر ممکن طریقے سے ان کی قوت توڑیں۔ اس حدیث میں انقطاع اور ارسال کا احتمال موجود ہے بخاری اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ ذی الجوشن سے ابو اسحاق کی روایت مرسل ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ابو اسحاق کا سماع ذی الجوشن سے ثابت نہیں، ہاں اس کے بیٹے شمر سے ثابت ہے۔ ذو الجوشن کا نام اوس، یا شرحبیل یا عثمان تھا۔ ابو شمر اس کی کنیت تھی۔ ذی الجوشن اسے اس لیے کہا گیا کہ فارس کے بادشاہ کسریٰ نے اُسے جوشن (ایک جنگی لباس) پہنایا تھا۔

بَابٌ ۱۸۲ فِي الْإِقَامَةِ بِأَرْضِ الشِّرْكِ

مشرکوں کی سرزمین میں اقامت کا باب

۲۷۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ سَمُرَةَ جُنْدُبٍ أَمَّا بَعْدُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ

مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ

سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مشرکوں کے ساتھ جمع ہو اوران کے ساتھ رہائش اختیار کرے تو وہ اُس کی مانند ہے۔

شرح: ظاہری معنی تو حدیث کا سامنے ہے کہ جو شخص دارالحرب میں رہے گا وہ مشرک ہی سمجھا جائے گا۔ جب بھی مسلمانوں اور مشرکوں میں جنگ ہوگی تو اس کا پتہ نہ چل سکے گا کہ یہ کافر ہے یا مشرک ہے۔ اس طرح جو شخص اہل کفر کی شکل وشباہت لباس، رفتار وگفتار اور ہیئت وعادت اختیار کرے تو وہ کافر ہی سمجھا جائے گا۔ اس کی معرفت مشکل ہو جائے گی۔ کوئی نہ کوئی چیز تو ایسی ہونی ضروری ہے جس سے اہل اسلام اور اہل شرک وکفر میں امتیاز ہو سکے۔ اہل اسلام کا عادات و خصائل، زبان وبیان شکل وصورت اور ہیئت ورسوم میں اہل کفر سے الگ تھلگ رہنا مقاصدِ شرع میں سے ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

آخر كِتَابِ الْجِهَادِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أَوَّلُ كِتَابِ الضَّحَايَا

(الاضاحی اس میں ۱۲ باب اور ۵۶ حدیثیں ہیں۔)

بَابٌ فِي إِيجَابِ الْأَضَاحِيِّ

باب قربانیوں کے واجب کرنے میں جو احکام آئے ہیں۔

۲۷۸۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَزِيدُ ح وَحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ نَا بِشْرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ عَامِرٍ أَبِي رَمْلَةَ قَالَ أَنْبَأَنَا مِخْنَفُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ وَنَحْنُ وُقُوفٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً أَتَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ هٰذِهِ الَّتِي يَقُولُ النَّاسُ الرَّجَبِيَّةَ۔

مخنف رضی اللہ عنہ بن سلیم نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ عرفات میں وقوف کر رہے تھے۔ حضور ؐ نے فرمایا: اے لوگو! ہر سال میں ہر گھر والوں پر اُضحیہ اور عتیرہ ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ عتیرہ کیا ہے؟ جس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ رجبیہ ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: اہل جاہلیت کا جو عتیرہ تھا کہ جانور کو بُت کے نام پر قربان کرتے تھے اور بت کے سر پر اس کا خون ڈالتے تھے، اس کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ حدیث صحیح میں ہے: لَا فَرَعَ وَلَا عَتِیْرَةَ۔ وہ عتیرہ صراحتہً شرک تھا۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو عتیرہ ثابت ہے یہ ماہِ رجب میں اللہ کی راہ میں قربان کیا جانے والا جانور ہے جہاں تک قربانی کا سوال ہے، اکثر اہل علم کے نزدیک وہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ امام ابو حنیفہ ؒ کے نزدیک قربانی واجب ہے اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی مسلک ہے۔ محمد بن الحسن نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ قربانی مالداروں پر واجب ہے ہر ایک پر نہیں۔

اس حدیث کا راوی عامر ابی رملہ مجہول ہے۔ عبدالحق نے کہا کہ یہ ایک ضعیف حدیث ہے۔ آئندہ حدیثوں میں صاف طور پر فرع اور عتیرہ کی نفی یعنی ممانعت موجود ہے۔ امام شافعی اور بیہقی وغیرہما نے کہا ہے کہ یہ احادیث استحباب پر دلالت کرتی ہیں اور منع کی احادیث عدمِ وجوب پر۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث آئندہ احادیث کے سبب سے منسوخ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ جماہیر علماء کا یہی خیال ہے لیکن جزم و یقین کے ساتھ نسخ کا حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک یہ نہ ثابت ہو جائے کہ منع کی احادیث متأخر ہیں۔

قربانی کی دو قسمیں ہیں: واجب اور نفل، واجب کی پھر کئی اقسام ہیں (۱) وہ جو غنی اور فقیر دونوں پر واجب ہے (۲) وہ جو فقیر پر واجب ہے غنی پر نہیں (۳) وہ جو غنی پر واجب ہے فقیر پر نہیں۔ پہلی قسم نذر کی قربانی ہے جس میں غنی اور فقیر وغیرہ سب شامل ہیں۔ دوسری قسم یعنی جو فقیر پر واجب ہے غنی پر نہیں، سو وہ قربانی ہے جو کسی ایسے شخص نے خریدی ہو جو خود فقیر تھا مگر اس نے قربانی کی نیت سے جو جانور خریدا وہ اُسی کو قربان کرے گا۔ غنی پر کسی چیز کے خریدنے سے اُسی کی قربانی واجب نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو ہر وقت جب چاہے جو چاہے خرید سکتا ہے۔ جو قربانی صرف غنی پر واجب ہے فقیر پر نہیں یہ عیدِ قربان کی قربانی ہے جسے سنتِ خلیل ؑ کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔ یہ نذر یا خریدنے سے واجب نہیں بلکہ سُنتِ خلیل کے طور پر مالداروں پر واجب ہے۔ یہ ابو حنیفہ ؒ، محمد بن الحسن ؒ، زفر بن الہذیل اور حسن بن زیاد کا مذہب ہے۔ ابو یوسف ؒ ایک روایت کے مطابق ان حضرات کے ساتھ ہیں اور ایک روایت ان سے عدمِ وجوب کی ہے۔ اور یہی مذہب شافعی ؒ کا ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا ہے: ثَلَاثٌ كُتِبَتْ عَلَيَّ وَلَمْ تُكْتَبْ عَلَيْكُمْ اَلْوِتْرُ وَالضُّحٰى وَالْاُضْحِيَّةُ "تین چیزیں مجھ پر واجب ہیں تم پر نہیں، وتر، نمازِ چاشت اور قربانی" اور ایک روایت میں ہے کہ "تین چیزیں مجھ پر واجب ہیں اور تم پر سنت"۔ اور ظاہر میں سنت اور واجب میں عرفاً فرق ہوتا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بعض دفعہ ایک سال اور بعض دفعہ دو سال قربانی نہ دیتے تھے۔ اور ابو مسعود انصاری سے روایت ہے کہ میرے سامنے سے ایک ہزار بھیڑ بکریاں گزرتی ہیں مگر میں ان میں سے ایک کی قربانی بھی نہیں کرتا، اس خوف سے کہ میرا ہمسایہ اسے واجب نہ سمجھ لے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ: نمازِ عید

پڑھ اور قربانی کر اور مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے یعنی عمل کے اعتبار سے۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قربانی واجب ہوئی تو امت پر بھی واجب ہے کیونکہ آپؐ امت کے لیے پیشوا اور اُسوا ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہ حدیث بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ضَحُّوْا فَاِنَّهَا سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ۔ اس حدیث میں قربانی کا حکم ہے اور مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ پھٹکے۔ اس حدیث کی وعید بتاتی ہے کہ قربانی واجب ہے کیونکہ وعید واجب کے ترک پر ہی ہوتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس نے نماز سے قبل قربانی کی وہ اپنی قربانی دوبارہ کرے اور جس نے ذبح نہیں کی وہ بعد صلوٰۃ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔ اس حدیث میں قربانی کو ذبح کرنے کا حکم ہے اور یہ کہ اُسے اس کے مسنون و مقرر وقت پر ذبح کیا جائے۔ اور یہ وجوب کی دلیل ہے۔ اور حدیث میں جو یہ ہے کہ قربانی ہم پر مکتوب نہیں، یہ درست ہے کہ مکتوب (فریضہ) نہیں، اور فرض اور واجب کے درمیان اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ اور یہ فرمایا کہ: هِيَ لَكُمْ سُنَّةٌ، اس سے وجوب کی نفی نہیں ہوئی کیونکہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کسی سال یا دو سال تک قربانی نہ دینے کا جہاں تک سوال ہے، سو اس کا باعث یہ ہے کہ دورِ خلافت میں ان کی گزران تنگ رہی ہے لہٰذا اس وقت قربانی واجب نہ ہوتی تھی۔ ابو مسعودؓ انصاری کا قول کتاب و سنت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو کہ مجھ پر بہت سا قرض ہونے کے باعث قربانی واجب نہیں۔ اور دارقطنی کی وہ حدیث ضعیف ہے جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تین چیزیں مجھ پر فرض اور تم پر نفل ہیں۔ اس کا راوی جابر جعفی مشہور کذاب ہے۔

۲۷۸۹ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ عَنْ عِيْسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ بِيَوْمِ الْاَضْحٰى عِيْدًا جَعَلَهُ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالَ الرَّجُلُ اَرَاَيْتَ اِنْ لَمْ اَجِدْ اِلَّا مَنِيْحَةً اُنْثٰى اَفَاُضَحِّيْ بِهَا قَالَ لَا وَلٰكِنْ تَاْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَاَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ فَتِلْكَ تَمَامُ اُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یوم اضحیٰ کے عید بنانے کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالےٰ نے اسے اس امت کے لیے عید ٹھہرایا ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ یہ تو بتائیے کہ اگر مجھے صرف مؤنث ہدیہ دینے کا جانور ملے تو کیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ فرمایا نہیں، بلکہ تو اپنے سر کے بال کٹوائے اور ناخن کٹوائے

اور مونچھ کٹوائے اور موئے زیر ناف کو صاف کر دے پس خدا کے نزدیک یہ تیری قربانی کا تمام ہے۔ (نسائی) جن چیزوں کا یہاں ذکر آیا ہے یہ مستحب ہیں۔

شرح: منیحہ وہ دودھ والا جانور ہے جسے بطور تبرع کسی کو دودھ پینے کے لیے دے دیا جائے۔ سوال کرنے والے کی غرض شاید یہ تھی کہ اگر اور جانور نہ ملے تو اس منیحہ کو ہی ذبح کر ڈالوں۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ قربانی ہر ہر فرد پر واجب نہیں بلکہ اس کے وجوب کے کچھ شرائط ہیں۔

بَابُ الْأُضْحِيَّةِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی طرف سے قربانی کا باب

۲۷۹۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ مَا هٰذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ

حنش نے کہا کہ میں نے علی رض کو دیکھا کہ انہوں نے دو مینڈھے قربان کئے۔ پس میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو علی رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں اس لیے میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں (ترمذی) حنش متکلم فیہ ہے۔ میت کی طرف سے قربانی جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِهِ فِي الْعَشْرِ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ

باب عشرۂ ذی الحجہ میں جو قربانی کا ارادہ کرے اس کے بال کاٹنے نہ کاٹنے کا حکم

۲۷۹۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اللَّيْثِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس ذبح کرنے کو قربانی ہے پس جب ذی الحجہ کا چاند چڑھے تو وہ قربانی دینے تک اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے (مسلم، ترمذی، نسائی) ابوداؤد نے کہا کہ حدیث کا راوی عمرو بن مسلم بن اکیمہ لیثی جندعی ہے۔ اور اس کے نام میں اختلاف ہوا ہے۔

شرح: اس حدیث کے ظاہر پر سعید بن المسیب کے علاوہ احمد، اسحاق اور ربیعہ الرائی کا عمل ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے اسے مستحب قرار دیا ہے اور حنفیہ نے بھی اس معاملے میں رخصت دی ہے خطابی نے کہا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں اس عمل کے استحباب کی دلیل ہے، انہوں نے کہا ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے قلادہ اپنے ہاتھ سے بٹے اور انہیں پہنائے، پھر آپ نے انہیں مکہ کو بھیج دیا تو جب تک ہدی کا نحر نہ ہوگا آپ پر کوئی حلال چیز حرام نہ ہوئی۔ اور اس مسئلہ پر تو علماء کا اجماع ہے کہ اس شخص پر لباس اور خوشبو حرام نہیں ہو جاتی جیسی کہ محرم پر ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم ندب و استحباب کے لیے ہے نہ کہ حتم و ایجاب کے لیے (خطابی)

ابوداؤد نے کہا راویوں کا اختلاف ہے بعض نے عمر اور اکثر عمرو کہا۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الضَّحَايَا

کون سی قربانیاں مستحب ہیں اس کا باب

۲۷۹۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهِ فَضَحَّى بِهِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلْتُ فَأَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ فَذَبَحَهُ وَقَالَ بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحَّى بِهِ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کا حکم دیا جس کے پاؤں سیاہ تھے، آنکھیں سیاہ تھیں اور پیٹ سیاہ تھا۔ پس اسے لایا گیا اور حضورؐ نے اسے قربان کیا۔ فرمایا اے عائشہؓ چھری لاؤ، پھر فرمایا کہ اسے ایک پتھر پر تیز کرو۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ پس آپؐ نے چھری پکڑی اور مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور اسے ذبح کیا اور کہا: اللہ کے نام سے، اے اللہ محمدؐ سے اور محمدؐ کے گھر والوں سے اور محمدؐ کی

امت سے قبول فرما، پھر اُسے ذبح کر دیا (مسلم)

شرح: ایک ہی قربانی کے ثواب میں بہت سے لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر قربانی واجب ہو تو ایک گھر کے سربراہ کی طرف سے دی گئی قربانی اس کے سب گھر والوں کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔ اگلی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دو مینڈھے تھے۔ ایک کو آپؐ نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے اور دوسرے کو امت کی طرف سے قربان فرمایا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ساری امت پر اب قربانی واجب نہ رہی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ثواب میں سب شامل ہو گئے۔ یہ بحث الگ ہے کہ آیا حضورؐ پر اُس وقت قربانی واجب تھی یا نہیں؟

۲۷۹۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ نَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ۔

انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ نحر کئے جبکہ وہ کھڑے تھے اور مدینہ میں دو سینگوں والے سیاہ و سفید مینڈھے قربان کئے (بخاری) پہلا واقعہ غالباً مکہ کا ہے۔ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا اور دوسرے جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا مسنون ہے۔ اس کی بعض تفاصیل کتاب الحج میں گزر گئی ہیں۔

۲۷۹۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ يَذْبَحُ وَيُكَبِّرُ وَيُسَمِّي وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا۔

انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگ دار سیاہ و سفید مینڈھے قربان کئے۔ آپؐ ذبح کر رہے تھے تکبیر کہتے اور اللہ کا نام لیتے تھے (یعنی بسم اللہ واللہ اکبر) اور اپنا پاؤں ان کے منہ کی ایک طرف پر رکھتے تھے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۲۷۹۵۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ قَالَ نَا عِيسَى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجُوئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلٰوتِي وَ

نُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ۔

جابرؓ بن عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید قربان کے دن دو سینگوں والے سیاہ وسفید خصی مینڈھے ذبح کئے۔ پس انہیں قبلہ رُخ لٹایا تو کہا: میں نے اپنا رُخ اس ذات کی طرف کیا ہے جو کائنات کا خالق ہے، میں ابراہیم موحد کی ملت پہ ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اس بات کا حکم ملا ہے اور میں مسلم لوگوں میں سے ہوں۔ اے اللہ یہ تیری طرف سے اور تیرے ہی لیے محمدؐ کی طرف سے اور ان کی اُمت کی طرف سے ہے۔ اللہ کے نام پر اور اللہ سب سے بڑا ہے، پھر آپ نے انہیں ذبح فرمایا (ابن ماجہ اور ترمذی)

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ خصی ہونا قربانی میں عیب نہیں ہے کیونکہ اس سے گوشت زیادہ پاک وصاف ہو جاتا ہے، جانور موٹا تازہ ہوتا ہے اور گوشت سے بد بو نہیں آتی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خصی ہونا عیب ہے۔ مگر اس عیب سے قربانی کے کسی عضو میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا لہٰذا اسے عیب شمار نہیں کیا گیا۔

۲۷۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ قَالَ نَا حَفْصٌ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِكَبْشٍ اَقْرَنَ فَحِيْلٍ يَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ وَيَاْكُلُ فِيْ سَوَادٍ وَيَمْشِيْ فِيْ سَوَادٍ۔

جعفر نے اپنے باپ (محمد الباقر) سے اور اس نے ابوسعیدؓ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینگوں والے مینڈھے کو جو خصی نہ ہوتا قربان کرتے تھے۔ اس کی آنکھیں (یعنی ان کا ماحول) سیاہ اور منہ سیاہ اور پاؤں سیاہ ہوتے تھے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے خصی اور غیر خصی دونوں طرح کے جانور قربان کئے ہیں۔

بَابٌ مَا يَجُوْزُ مِنَ السِّنِّ فِي الضَّحَايَا

قربانیوں کی جائز عمروں کا باب

۲۷۹۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ اَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعٰوِيَةَ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يَّعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّاْنِ۔

جابرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف وہ جانور ذبح کرو جو مُسنّہ (ثنی یا دوندا) ہو، لیکن اگر بھیڑ یا دُنبہ مُسنّہ نہ ملے تو جذعہ ذبح کر دو (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: اونٹ کا مُسنّہ وہ ہے جو پانچ سال مکمل کر کے چھٹے میں داخل ہو گیا ہو، گائے بھینس میں سے جو دو سال پورے کر کے تیسرے میں داخل ہو چکا ہو اور بھیڑ بکری میں سے ایک سال مکمل کر کے دوسرے میں قدم رکھ چکا ہو۔ قربانی صرف اونٹ، گائے بھینس، بھیڑ بکری کی جائز ہے۔ بھینس بھی گائے کی ایک قسم ہے۔ جذعہ صرف ضأن (بھیڑ دُنبہ مینڈھا) میں سے جائز ہے اور وہ چھ ماہ مکمل کر کے ساتویں مہینے میں داخل ہو گیا ہو، بکری سے جذعہ بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ جذعہ بھی وہ جائز ہے جو خاصا موٹا تازہ ہو اور بظاہر ایک سال کا لگے۔ نووی نے کہا کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ضأن میں سے بہرحال جذعہ جائز ہے۔ اس سے بڑی عمر کا مل جائے تب بھی جذعہ جائز ہے۔ ہاں! مستحب یہ ہے کہ ضأن بھی یک سالہ ہو۔ ابن عمرؓ اور زہری نے صرف اس صورت میں جذعہ کو جائز رکھا ہے کہ اس سے بڑی عمر کا نہ ملے۔ لیکن جمہور کے نزدیک حدیث میں قید اتفاقی ہے، یعنی بہرصورت اس عمر کا دُنبہ جائز ہے۔

۲۷۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طُعْمَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِهِ ضَحَايَا فَأَعْطَانِي عَتُودًا جَذَعًا قَالَ فَرَجَعْتُ بِهِ إِلَيْهِ فَقُلْتُ إِنَّهُ جَذَعٌ فَقَالَ ضَحِّ بِهِ فَضَحَّيْتُ بِهِ۔

زید بن خالدؓ جہنی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے۔ پھر مجھے ایک چھوٹی بکری عطا فرمائی جو شش ماہہ تھی، پس میں اسے لے کر آپؐ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یہ تو جذع ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تو اسے قربان کر دے۔ پس میں نے اسے قربان کیا (بخاری، مسلم، ترمذی ابن ماجہ، مسند احمد میں یہ قصہ عقبہؓ بن عامر جہنی سے منقول ہے بیہقی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: تیرے بعد اس میں کسی کے لیے رخصت نہ ہو گی۔)

شرح: عتود ایک سالہ بکری کو کہتے ہیں جو چر چگ کر کافی موٹی تازی ہو چکی ہو۔ غالباً یہ چھوٹی نسل کی بکری ہو گی جیسے کہ ہمارے ملک میں آج کل بہت چھوٹی نسل کی چھوٹے قد کی بکریاں پالنے کا رواج ہے۔ ابن بطال نے کہا ہے کہ عتود پنج ماہہ بکری ہوتی ہے۔ جمہور کے نزدیک جذع (جذعہ نہیں) یک سالہ بکری ہے۔ لوگوں نے اس کی عمر میں اختلاف کیا ہے مثلاً: شش ماہہ، ہشت ماہہ، دہ ماہہ، وکیع نے شش ماہہ یا ہفت ماہہ کہا ہے۔ غرض بکری کی جذع کی عمر میں بہت اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ بکری کا جذع یک سالہ ہوتا ہے۔ پس اگر اس کی عمر کم تھی تو بروایت بیہقی یہ اس کے لیے مخصوص تھی۔ واللہ اعلم۔

۲۷۹۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ مُجَاشِعٌ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ فَعَزَّتِ الْغَنَمُ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَذَعَ يُوْفِيْ مِمَّا يُوْفِيْ مِنْهُ الثَّنِيُّ۔

کلیب نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک آدمی کے ساتھ تھے جسے مجاشع رضؓ کہا جاتا تھا، وہ قبیلۂ بنی سُلیم میں سے تھا۔ پس بھیڑ بکریوں کی قلت ہو گئی تو اس نے پکار کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جذع قربانی میں ثنی (دو ندی) کی مانند کفایت کرتا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ وہ شخص مجاشع رضؓ بن مسعود تھا (ابن ماجہ، نسائی) بظاہر یہ جذع ضأن (بھیڑ دنبہ مینڈھا) کی نسل سے تھا جیسا کہ اوپر حدیث نمبر ۲۷۹۷ میں گزر چکا ہے۔ مسند احمد میں یہ قصہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانۂ خلافت کا بتایا گیا ہے۔ لشکر کا سپہ سالار مجاشع رضؓ بن مسعود تھا اور لشکر نے توّج نامی شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

۲۸۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ قَالَ نَا مَنْصُوْرٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَامَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ عَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ فَاَكَلْتُ وَاَطْعَمْتُ اَهْلِيْ وَجِيْرَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ اِنَّ عِنْدِيْ عَنَاقًا جَذَعَةً وَهِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَهَلْ تُجْزِئُ عَنِّيْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تُجْزِئَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ۔

براءؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یوم النحر میں نماز کے بعد خطبہ دیا تو فرمایا: جو ہماری نماز پڑھے اور ہماری مانند قربانی دے (یعنی از نماز عید) تو اس نے قربانی کا صحیح طریقہ پالیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کی تو یہ گوشت کھانے کے لیے بھیڑ بکری ہوئی۔ پس ابو بردہ بن نیار اٹھا اور کہا یا رسول اللہ میں نے نماز کے لیے نکلنے سے قبل قربانی دی تھی اور میں نے جانا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے اس لیے میں نے جلدی کی اور خود بھی کھایا اور اپنے اہل و عیال اور ہمسایوں کو بھی کھلایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو گوشت کی بکری تھی۔

دنبہ کہ قربانی کی، پس اس نے کہا کہ میرے پاس ایک سال سے کم کی بکری ہے اور وہ گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے۔ سو کیا میری طرف سے وہ کافی ہے؟ فرمایا ہاں! لیکن تیرے بعد کسی اور کی طرف سے ہرگز کافی نہ ہوگی (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی)

شرح: خطابی نے معالم السنن میں کہا ہے کہ اس حدیث کی رُو سے یک سالہ بکری سے کم عمر کی کسی کی طرف سے جائز نہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایک سالہ بکری جائز ہے۔ اور اکثر اہل علم نے کہا کہ بھیڑ دُنبہ ایک سال سے کم عمر کا جائز ہے لیکن بعض نے اس میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ جسم و جان کا بڑا ہو۔ زہری کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اس نے کہا بھیڑ، دُنبہ، چھترا بھی ایک سال سے کم کا جائز نہیں، جیسا کہ اونٹ، گائے بھینس وغیرہ میں حال ہے کہ مقررہ عمر (ثنی، دو ندا) سے کم جائز نہیں ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازِ عید سے پہلے قربانی کو ذبح کرنا جائز نہیں۔ اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ امام کے نماز پڑھ لینے سے قبل قربانی ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض نے نماز پڑھ کر واپس آ جانے کی اور بعض نے امام کے نحر یا ذبح کی شرط لگائی ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ طلوعِ شمس سے قبل جائز نہیں۔

البدائع میں ہے کہ قربانی کا وقت یوم النحر کے پہلے دن طلوعِ فجر ثانی کے بعد ہے لیکن شہریوں کے لیے ایک شرط زائد ہے اور وہ یہ کہ نمازِ عید کے بعد ہو اس سے پہلے نہ ہو اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ اور چونکہ شہر کے باہر والوں کے لیے نمازِ عید نہیں لہٰذا ان کے حق میں یہ ترتیب ثابت نہیں ہے۔ اگر امام نمازِ عید کو مؤخر کر دے (شہریوں کے لیے) تو بھی نصف النہار تک کسی کے لیے قربانی کا ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر امام جان بوجھ کر نمازِ عید مؤخر کرے یا ترک کر دے تو لوگوں کے لیے زوالِ شمس پہ قربانی کا وقت شروع ہو جائے گا۔

۲۸۰۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا خَالِدٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ ضَحّٰى خَالٌ لِي يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْزِ فَقَالَ اذْبَحْهَا وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ۔

براءؓ بن عازب نے کہا کہ میرے ایک ماموں نے جسے ابو بردہؓ کہا جاتا تھا، نماز سے قبل قربانی کو ذبح کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیری قربانی فقط گوشت خوری کا سامان ہے۔ وہ بولا کہ یا رسول اللہ میرے پاس ایک پلی ہوئی شش ماہہ بکری ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تو اسے ذبح کر دے لیکن تیرے علاوہ کسی اور کے لیے روا نہیں (کیونکہ وہ ایک مرتبہ تو غلطی سے بے وقت ذبح کر ہی چکا تھا لہٰذا بطور خصوصیت کم عمر کا جانور اس کے لیے روا رکھا گیا۔ ابو بردہؓ کا نام ہانی بن نیار تھا۔ یہ جو فرمایا کہ وہ بکری فقط گوشت کھانے کی چیز ہے اس کا سبب ظاہر ہے کہ وہ قربانی تو ہوئی نہیں اور اب صرف اس کا گوشت عام جانوروں کی مانند کھایا گیا ہوگا)

شرح: بقولِ مولانا حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کم عمر کی بکری کا جواز صرف ابو بردہؓ

کی خصوصیت تھا، مگر بعض دوسری احادیث میں اس کی نظیر دوسروں کے لیے بھی ثابت ہے۔ عقبہ بن عامر کی حدیث میں بھی اسی قسم کے الفاظ ہیں (مسند احمد) زید بن خالد جہنی کے لیے بھی حضورؐ نے کم عمر کے جانور میں اجازت دی تھی گو خصوصیت کے الفاظ وہاں نہیں آئے۔ اب یہ ہر ایک کی خصوصیت کیسے ہو سکتی ہے؟ مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ یہ الفاظ رخصت کے تھے اور احادیث میں چار یا پانچ اصحاب کے لیے اس قسم کی رخصت ثابت ہے۔ ہاں! صحیحین کی حدیث میں تخصیص کے الفاظ صرف ابوبردہؓ کے لیے آئے ہیں اور بیہقی میں عقبہ بن عامر کے لیے۔ زیدؓ بن خالد کے لئے صرف رخصت تھی، اسی طرح عویمر بن اشقر کو بھی حضورؐ نے دوسری قربانی کا حکم دیا تھا۔ حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ ایک شش ماہہ بکری قربانی کے لیے دی تھی اور اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ کسی اور کے لیے نفی فرمائی تھی۔ حق بات یہ ہے کہ ابتداء میں تو کئی لوگوں کو رخصت دی گئی تھی مگر جب احکام شرع مرتب و منظم ہو چکے تو صرف دو اشخاص کو بطور خصوصیت اجازت دی گئی اور دوسروں سے یہ اجازت منسوخ کر دی گئی، یہ دو حضرات ابوبردہؓ اور عقبہ بن عامر تھے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الضَّحَايَا

مکروہ قربانیوں کا باب

۲۸۰۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزَ قَالَ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ مَا لَا يَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ فَقَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصَابِعِي أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهِ وَأَنَامِلِي أَقْصَرُ مِنْ أَنَامِلِهِ فَقَالَ أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا وَالْكَبِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي قَالَ قُلْتُ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ فَقَالَ مَا كَرِهْتَ فَدَعْهُ وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلَى أَحَدٍ۔

عبید بن فیروز نے کہا کہ میں نے براء بن عازب سے پوچھا کہ کون سی قربانیاں ناجائز ہیں تو اس نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے، اور میری انگلیاں آپ کی انگلیوں سے چھوٹی اور میری پوریں آپ کی پوروں سے چھوٹی ہیں، پس حضورؐ نے فرمایا: قربانیوں میں چار جانور جائز نہیں: (۱) کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو۔ (۲) مریض جانور جس کا مرض واضح ہو (۳) لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن واضح ہو (۴) اور بوڑھا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا تک نہیں رہا۔ عبید راوی نے کہا کہ میں نے براء سے کہا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اس کی عمر میں کوئی نقص ہو۔ پس براءؓ نے کہا: جو تجھے ناپسند ہو اسے چھوڑ دے اور اسے کسی اور پر حرام مت ٹھہرا۔ ابوداؤد نے کہا کہ حدیث کے

لفظ: لَا تُنقی کا معنیٰ یہ ہے کہ اس میں گودا نہ ہو (ترمذی، نسائی، مؤطا)

شرح: اس حدیث سے پتہ چلا کہ قربانی کے جانور میں اگر کوئی معمولی نقص ہو تو وہ معاف ہے، کیونکہ حضورؐ کا ارشاد یہ ہے کہ جس کا کانا پن، لنگڑا پن اور مرض بالکل واضح اور ظاہر ہو وہ جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر یہ نقائص واضح اور ظاہر نہ ہوں تو قربانی ہو جائے گی۔ اسی طرح بہت ہی بوڑھا جانور جس کی ہڈیاں تک خشک ہو چکی ہوں جائز نہیں، مگر اس سے کم اگر عمر میں زائد ہو تو حرج نہیں۔ دین کا معاملہ دراصل آسانی پر مبنی ہے۔ جانور کی بیماری واضح ہو اس سے مراد وہ جانور ہے جس نے چرنا اور کھانا پینا چھوڑ دیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کی قربانی کا مطلب سوائے اپنے آپ کو فریب دینے کے اور کچھ نہیں۔ عُبید راوی کے سوال کا منشا یہ تھا کہ میں احتیاطاً کسی جانور کو قربان نہیں کرنا چاہتا مبادا اس میں کوئی خرابی ہو۔ براءؓ نے جو جواب دیا وہ دین کی رُوح کے عین مطابق ہے کہ دین کا معاملہ وہم و گمان پر مبنی نہیں۔ اور اگر کوئی شخص ایک جانور کو پسند نہیں کرتا اور اس جانور کی قربانی جائز بھی ہے تو کسی سبب سے ناپسند کرنے والے کا یہ حق نہیں کہ دوسروں پر بھی اس کا دروازہ بند کر دے۔

۲۸۰۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ نَا عِيسَى الْمَعْنَى عَنْ ثَوْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حُمَيْدٍ الرُّعَيْنِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي يَزِيدُ ذُو مِصْرَ قَالَ أَتَيْتُ عُتْبَةَ بْنَ عَبْدٍ السُّلَمِيَّ فَقُلْتُ يَا أَبَا الْوَلِيدِ إِنِّي خَرَجْتُ أَلْتَمِسُ الضَّحَايَا فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا يُعْجِبُنِي غَيْرَ ثَرْمَاءَ فَكَرِهْتُهَا فَمَا تَقُولُ فَقَالَ أَفَلَا جِئْتَنِي بِهَا قُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ تَجُوزُ عَنْكَ وَلَا تَجُوزُ عَنِّي قَالَ نَعَمْ إِنَّكَ تَشُكُّ وَلَا أَشُكُّ إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُصْفَرَّةِ وَالْمُسْتَأْصَلَةِ وَالْبَخْقَاءِ وَالْمُشَيَّعَةِ وَالْكَسْرَاءِ فَالْمُصْفَرَّةُ الَّتِي تُسْتَأْصَلُ أُذُنُهَا حَتَّى يَبْدُوَ صِمَاخُهَا وَالْمُسْتَأْصَلَةُ الَّتِي يُسْتَأْصَلُ قَرْنُهَا مِنْ أَصْلِهِ وَالْبَخْقَاءُ الَّتِي تُبْخَقُ عَيْنُهَا وَالْمُشَيَّعَةُ الَّتِي لَا تَتْبَعُ الْغَنَمَ عَجَفًا وَضَعْفًا وَالْكَسْرَاءُ الْكَسِيرَةُ۔

یزید ذو مصر (مقرائی) نے کہا کہ میں عتبہ بن عبد السلمی کے پاس گیا اور اس سے کہا: اے ابوالولید! میں قربانیوں کی تلاش میں نکلا ہوں اور کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو مجھے پسند ہو سوائے ایک جانور کے جس کے دانت گر چکے تھے، مگر میں نے اسے ناپسند کیا۔ عُتبہؓ نے کہا کہ تو اُسے میرے پاس کیوں نہ لے آیا؟ میں نے کہا: سبحان اللہ! تیری طرف سے تو جائز ہے اور میری طرف سے جائز نہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں! تو شک کرتا ہے اور میں شک نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف مُصفرہ سے منع فرمایا تھا اور مستاصلہ سے اور بخقا اور مشیعہ اور کسراء سے منع فرمایا تھا۔

پس مسفرہ وہ ہے جس کا کان جڑ سے کٹ جائے حتیٰ کہ اس کا سوراخ واضح ہو جائے۔ مستاصلہ وہ ہے جس کا سینگ جڑ سے اکھڑ جائے۔ بخقاء وہ ہے جس کی آنکھ جاتی رہے۔ مشیعہ وہ ہے جو ضعف کے باعث اور دُبلے پن کے سبب سے دوسری بھیڑ بکریوں کے ساتھ باہر نہ جا سکے۔ اور کسیرا کا معنیٰ ہے جس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو اور یہ تفسیر مصنف کی طرف سے معلوم ہوتی ہے گو اس کی صراحت نہیں کی گئی، اور یہ بالکل واضح ہے لہٰذا مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۸۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ نُعْمَانَ وَكَانَ رَجُلَ صِدْقٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ وَلَا نُضَحِّيَ بِعَوْرَاءَ وَلَا مُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا خَرْقَاءَ وَلَا شَرْقَاءَ قَالَ زُهَيْرٌ فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحٰقَ أَذَكَرَ عَضْبَاءَ قَالَ لَا قُلْتُ فَمَا الْمُقَابَلَةُ قَالَ يُقْطَعُ طَرَفُ الْأُذُنِ فَقُلْتُ فَمَا الْمُدَابَرَةُ قَالَ يُقْطَعُ مِنْ مُؤَخَّرِ الْأُذُنِ قُلْتُ فَمَا الشَّرْقَاءُ قَالَ تُشَقُّ الْأُذُنُ قُلْتُ فَمَا الْخَرْقَاءُ قَالَ تُخْرَقُ أُذُنُهَا لِلسِّمَةِ۔

حضرت علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کے) آنکھ اور کان کو غور سے دیکھیں اور کانے جانور کی قربانی نہ کریں، نہ اس کی جس کا کان آگے سے کاٹ کر لٹکتا چھوڑ دیا گیا ہو اور نہ اس کی جس کا کان پیچھے سے کاٹ کر لٹکتا چھوڑ دیا گیا ہو، نہ وہ جس کے کان میں گول چھید ہو اور نہ وہ جس کا کان لمبائی کے رُخ کاٹا گیا ہو۔ زہیر راوی نے کہا کہ میں نے ابو اسحاق سے کہا کیا تیرے استاد نے عضباء کا ذکر کیا تھا (یعنی جس کا سینگ کٹا ہوا ہو) اس نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ مقابلہ کیا ہے اس نے کہا جس کے کان کی ایک طرف کاٹ دی جائے۔ میں نے کہا کہ مدابرہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جس کے کان کا پچھلا حصہ کاٹا جائے۔ میں نے کہا کہ شرقاء کیا ہے؟ اس نے کہا جس کا کان چھیدا جائے۔ میں نے کہا کہ خرقاء کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جس کا کان بطور علامت پھاڑ دیا گیا ہو۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد)

شرح: امام ابو سلیمان خطابی نے کہا ہے کہ احادیث میں جو عیوب بیان ہوئے ہیں ان کی مقداروں میں علماء کا اختلاف ہے، یعنی یہ عیب کس قدر ہوں تو معاف ہیں اور اس قدر معاف نہیں، امام مالک نے کہا کہ جب کان کا قطع اور شق تھوڑا سا ہو تو کوئی حرج نہیں مگر زیادہ ہو تو جائز نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک کان یا دُم یا آنکھ سے اگر نصف سے زاید قائم ہے تو قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ جب عیب ⅓ یا اس سے کم ہو تو قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور میں اختلاف ہے۔ مالک، شافعی اور حنفیہ کے نزدیک اوپر کا سینگ اتر گیا ہو یا ٹوٹ گیا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم نخعی نے کہا کہ اندرونی سینگ اگر درست ہے تو کوئی حرج نہیں۔

شرقاء وہ جانور ہے جس کے کان میں لمبائی کے رخ پر چھید ہو یا لمبائی کے رخ پر اس کا کان کاٹ دیا گیا ہو۔ خرقاء وہ جانور ہے جس کا کان چوڑائی کے رخ پر کاٹا گیا ہو۔ مظہرؒ نے کہا ہے کہ جس بکری کا کچھ کان کاٹ دیا جائے شافعیؒ کے نزدیک اس کی قربانی جائز نہیں اور ابوحنیفہؒ کے نزدیک نصف سے کم میں حرج نہیں۔ اور ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کی قربانی جائز ہے۔ امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ کے قول سے احادیث جمع ہو جاتی ہیں۔ ابن کلیب کی روایت میں ہے کہ علیؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عضباء القرن والاذن سے منع فرمایا۔ قتادہ نے سعید بن المسیب سے اس کی تفسیر پوچھی تو اس نے کہا کہ عضباء الاذن وہ ہے جس کا نصف یا اس سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو۔ حاصل مذہب یہ ہے کہ سارا کان کٹا ہوا ہو یا اس کا اکثر حصہ یا نصف حصہ تو وہ قربانی میں جائز نہیں۔ اور جس جانور کا کان خلقت کے اعتبار سے ہی نہ ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دم، ناک اور سرین کا بھی وہی حکم ہے جو کان کا گزرا۔ وہ جانور بھی جائز نہیں جس کے تھن سوکھ گئے ہوں اور نہ وہ جس کی ایک آنکھ ختم ہو گئی ہو، اور نہ وہ بڑھیا اور کمزور جس کی ہڈیوں کا گودا ختم ہو چکا ہو۔ نہ وہ لنگڑا جانور جائز ہے جو خود چل کر قربان گاہ تک نہ جا سکے نہ وہ بیمار جانور جائز ہے جس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہو۔ نہ وہ جس کے دانت نہ ہوں اور وہ کچھ کھا نہ سکے اور نہ گندگی خور جانور۔ جس جانور کا کان چرا ہوا ہو یا کٹ کر لٹک گیا ہو وہ جائز ہے۔ اس حدیث کی نہی تنزیہہ پر محمول ہے اور اس کے علاوہ اس حدیث کی علت یہ ہے کہ یہ حضرت علیؓ پر موقوف ہے جیسا کہ دارقطنی وغیرہ نے کہا ہے اور انہوں نے ترمذی کی تصحیح کی پرواہ نہیں کی۔ ابن جماعہ نے کہا ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک شرقاء اور خرقاء کی قربانی جائز ہے یعنی وہ جس کا کان طول کے رخ پر کٹا ہو یا جس کے کان میں چھید ہو۔

۲۸۰۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جُرَيِّ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُضَحَّى بِعَضْبَاءِ الْأُذُنِ وَالْقَرْنِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ جُرَيٌّ سَدُوسِيٌّ بَصْرِيٌّ لَمْ يُحَدِّثْ عَنْهُ إِلَّا قَتَادَةُ

جُرَیّ بن کلیب نے علیؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کان اور سینگ کی عضباء کی قربانی سے منع فرمایا۔ ابوداؤد نے کہا کہ جُرَیّ سدوسی بصری ہے اور اس سے قتادہ کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔ (نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

شرح: منذری نے کہا کہ ترمذی کی اس حدیث کی تصحیح میں کلام ہے۔ جُرَیّ بن کلیب جو اس کا راوی ہے، ابو حاتم رازی سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ وہ ایک بوڑھا ہے جس کی حدیث پر اعتماد نہیں۔ ترمذی نے ہی حضرت علیؓ سے ایک حدیث کی روایت کی ہے کہ ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کی قربانی میں کوئی حرج نہیں۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ سینگ میں کوئی نقص نہیں، ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کی قربانی جائز ہے خواہ اس کا سارا سینگ ٹوٹ جائے اور خون بہنے لگے۔

مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ جُرَیّ بن کلیب خارجیوں کے فرقے ازارقہ سے تعلق رکھتا تھا، ابن المدینی نے اسے مجہول

کہا ہے۔ بعض محدثین نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔

۲۸۰۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ يَعْنِيْ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مَا الْاَعْضَبُ قَالَ النِّصْفُ فَمَا فَوْقَهٗ۔

قتادہ رح نے کہا کہ میں نے سعید بن المسیب سے کہا کہ اعضب (عضباء) کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جس کا نصف یا اس سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو۔

بَابُ الْبَقَرِ وَالْجَزُوْرِ عَنْ كَمْ تُجْزِئُ

باب۔ گائے یا اونٹ کتنے آدمیوں کی طرف سے کافی ہے

۲۸۰۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَتَمَتَّعُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُوْرَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيْهَا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حج میں تمتع کرتے تھے تو گائے کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے کرتے تھے اور اونٹ کو سات کی طرف سے ذبح کرتے تھے، ہم اس میں شریک ہو جاتے تھے (مسلم، مؤطا، ترمذی، نسائی، دارمی)

۲۸۰۸۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ اَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ۔

جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گائے سات کی طرف سے اور اونٹ سات کی طرف سے ہے (نسائی)

شرح: اونٹ اور گائے کا سات بھیڑ بکری کے برابر ہونا جمہور کا قول ہے۔ طحاوی اور ابن رشید نے بقول شوکانی اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے مگر حسب بیان ترمذی اس میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ اسحاق بن راہویہ، سعید بن المسیب اور ابن خزیمہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور اونٹ کا صرف سات کی طرف سے جائز ہونا حدیث میں اس طرح سے وارد ہے کہ جو اونٹ نہ پائے وہ سات بھیڑ بکریاں خریدے۔ اگر اونٹ دس کے برابر ہوتا تو حضور دس کا حکم دیتے۔ اس باب کی حدیث کا ظاہر بتاتا ہے کہ ہدی میں اشتراک جائز ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ انہوں نے فرض اور نفل یا بعض کی طرف سے فرض اور

بعض کی طرف سے نفل کا بھی فرق نہیں کیا۔ ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ سب شرکاء کی نیت خالص قربانی کی ہو۔ داؤد ظاہری اور بعض مالکیہ کا قول یہ ہے کہ نفل ہدی میں اشتراک جائز ہے واجب میں نہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہم ایک بار سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عید الاضحی آگئی پس ہم نے گائے سات کی طرف سے اور اونٹ دس کی طرف سے ذبح کیا۔ پس یہ حدیث اونٹ میں دس کے اشتراک کا جواز بتاتی ہے لیکن اس کے برخلاف جابرؓ کی روایت ہے (یہی جو اس وقت زیر نظر ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ اور گائے میں سات کی شراکت کا حکم دیا تھا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں بر قانی کی روایت درج کی ہے جو شرط صحیحین پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اونٹ اور گائے میں سات سات کی شرکت کا حکم دیا تھا مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج اور عمرہ میں تھے اور ہر اونٹ یا گائے میں سات آدمی شریک ہوئے تھے۔ البدائع میں ہے کہ اونٹ میں اور گائے میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی شامل ہو سکتے ہیں، کم کی حد نہیں۔ عامۂ علماء کا یہی مذہب ہے۔ مالک نے کہا کہ ایک ہی گھر کے آدمی سات سے زائد ہوں تو بھی جائز ہے مگر دو گھروں کے آدمی سات سے زائد بلکہ کم بھی نہیں ہو سکتے۔ عامۂ علماء کا قول ہی صحیح ہے کیونکہ اونٹ اور گائے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سات کی طرف سے جائز ہے حدیث میں ایک گھر یا دو گھروں کا کوئی فرق نہیں بتایا گیا۔ بعض لوگوں نے اونٹ اور گائے میں فرق کیا ہے اور قیاس بھی چاہتا ہے کہ اونٹ اور گائے میں فرق کیا جائے کیونکہ اونٹ جسم و جان میں اور قیمت میں گائے سے زائد ہوتا ہے، مگر اختلاف روایات کے وقت احتیاط کو اخذ کرنا ہی اولیٰ ہوتا ہے اور جو قیاس نص کے مقابلے میں ہو وہ درست نہیں، علاوہ ازیں خود یہ اشتراک بھی تو خلاف قیاس ہے۔

۲۸۰۹۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔

جابر بن عبداللہ نے کہا کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ سات کی طرف سے اور گائے سات کی طرف سے ذبح کی (حدیث نمبر ۲۸۰۷ سے لے کر اس حدیث تک کا مضمون یہی ہے کہ اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں)

بَابٌ فِي الشَّاةِ يُضَحَّى بِهَا عَنْ جَمَاعَةٍ

بھیڑ بکری کو ایک جماعت کی طرف سے ذبح کرنے کا باب

۲۸۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ عَنْ

عَمْرٍو عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَضْحٰى فِي الْمُصَلّٰى فَلَمَّا قَضٰى خُطْبَتَهٗ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهٖ وَاُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ۔

جابر بن عبداللہؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید الاضحیٰ میں عید گاہ میں موجود تھا پس جب آپ نے خطبہ ختم کیا تو اپنے منبر سے نیچے اُترے اور ایک مینڈھا لایا گیا جسے آپ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور کہا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے ان کی طرف سے جو قربانی نہ دے سکیں سکے۔ (ترمذی نے اسے روایت کر کے حدیث غریب کہا ہے کیونکہ مطلب بن عبداللہ بن حنطب کا سماع جابرؓ سے ثابت نہیں ہوا)

شرح: اس سے قبل یہ حدیث صلوٰۃ العید میں گزر گئی ہے اس میں صرف نزل کا لفظ ہے جبکہ اس موجودہ حدیث میں منبر سے اترنے کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی جگہ پہ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ ابو سعیدؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جس میں صراحۃً منبر ہونے کی نفی آئی ہے کیونکہ اس میں علی الارض کا لفظ ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اگر اس حدیث جابرؓ کو محفوظ قرار دیں تو ماننا پڑے گا کہ احیاناً حضورؐ نے عید گاہ میں منبر کا استعمال بھی فرمایا تھا۔

اس حدیث میں جو سب کی طرف سے قربانی کا ذکر ہے اس سے مراد ثواب میں شراکت ہے۔ ورنہ عام دلائلِ حدیث سے ایک شخص کی طرف سے صرف ایک قربانی جائز ہے۔ چاہیئے تو اونٹ اور گائے میں بھی یہی تھا مگر ہم نے احادیث کی بناء پر ان دو جانوروں میں ایک سے زیادہ کی شراکت معلوم کی ہے۔ بھیڑ بکری میں معاملہ وہی اصل قیاس پہ رہے گا کہ ایک کی طرف سے ایک جانور کا ہی خون بہایا جائے گا۔ اگر کہا جائے کہ حضورؐ نے ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور ایک امت کی طرف سے قربان کیا تھا۔ اگر یہ جائز نہ تھا تو آپ نے کس طرح کیا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ حضورؐ نے اُمت کی طرف سے قربانی کر دی ہے اور اب ان سب کی طرف سے ادا ہو چکی ہے، بلکہ اس سے مراد ثواب ہے کہ امت ثواب میں حضورؐ کے ساتھ شامل ہے۔ اور اس کی دلیل یہ جابرؓ کی حدیث بھی ہے جس میں اپنی اور امت کی طرف سے ایک ہی جانور کے قربان کرنے کا ذکر آیا ہے، پس اس سے مراد صرف ثواب میں شرکت ہے نہ کہ نُسک و تعبد میں۔

بَابٌ الْاِمَامِ يَذْبَحُ بِالْمُصَلّٰى

امام کے عید گاہ میں قربانی کرنے کا باب

۲۸۱۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ اَنَّ اَبَا اُسَامَةَ حَدَّثَهُمْ عَنْ اُسَامَةَ

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْبَحُ اُضْحِيَتَهُ بِالْمُصَلّٰى وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کو عیدگاہ میں ذبح فرماتے تھے۔ اور ابن عمرؓ ایسا ہی کرتے تھے (بخاری، نسائی، ابن ماجہ) منذری نے لکھا بقول مہلب حضورؐ نے یہ اس لیے کیا تھا کہ لوگ آپؐ کی اقتدا کریں صفت ذبح کو دیکھ لیں اور یقین ہو جائے کہ امام قربانی کر چکا ہے اب لوگوں کو بھی کرنی چاہیئے۔ شوکانی کے بقول اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ حاجت مند لوگ بآسانی گوشت حاصل کر سکیں۔

بَابُ حَبْسِ لُحُوْمِ الْاَضَاحِیْ

قربانیوں کے گوشت کو جمع رکھنے کا باب

۲۸۱۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ دَفَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْاَضْحٰى فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادَّخِرُوا الثُّلُثَ وَتَصَدَّقُوْا بِمَا بَقِيَ قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَقَدْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَفِعُوْنَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَيَجْمِلُوْنَ مِنْهَا الْوَدَكَ وَيَتَّخِذُوْنَ مِنْهَا الْاَسْقِيَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ اَوْ كَمَا قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ نَهَيْتَ عَنْ اِمْسَاكِ لُحُوْمِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلٰثٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ اَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِيْ دَفَّتْ عَلَيْكُمْ فَكُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَادَّخِرُوْا ۔

عمرہ بنت عبدالرحمن نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ کو فرماتے سنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ لوگ عید الاضحیٰ کے موقع پر صحرا سے آئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تین دن تک ذخیرہ کر سکتے ہو باقی صدقہ کر دو۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ! لوگ اپنی قربانیوں سے نفع حاصل کرتے تھے اور ان کی چربی کو پگھلا لیتے تھے اور ان کی کھالوں کی مشکیں وغیرہ بناتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بات کیا ہے؟ یا جیسا کہ آپؐ نے فرمایا۔ لوگوں نے کہا

: یا رسول اللہ آپ نے تین دن سے زیادہ کے لیے قربانیوں کے گوشت کو روکنے سے منع فرمایا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں ان اچانک آجانے والوں کی وجہ سے منع کیا تھا پس تم کھاؤ اور صدقہ کرو اور جمع بھی کرو (مسلم۔ نسائی)

شرح: معالم السنن میں خطابی نے کہا ہے کہ دف کا معنیٰ ہے تیز چلنا۔ "دافۃ" کا معنیٰ ہے جماعت۔ یہ صحرائی لوگ قحط زدہ تھے اور بھوک پیاس کی مصیبت سے تنگ آکر شہر میں چلے آئے تھے۔ ان کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال لوگوں کو گوشت کا ذخیرہ کرنے سے روک دیا تھا تاکہ لوگ ان کے ساتھ مواسات اور ہمدردی سے پیش آئیں۔ جب یہ عُذر نہ رہا تو آپ نے حسب معمول لوگوں کو گوشت زیادہ دیر تک رکھ لینے کی اجازت دے دی۔

شوکانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں وضاحت و صراحت کے ساتھ پہلے حکم کے نسخ کا ثبوت موجود ہے۔ جماہیر علماء صحابہ، تابعین، اور اتباع تابعین کا یہی مذہب ہے۔ نووی نے حضرت علیؓ اور ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ حرمت کا حکم تا حال باقی ہے منسوخ نہیں ہوا، محدث حازمی نے الاعتبار میں یہ قول علیؓ، زبیرؓ اور عبداللہ بن واقد بن عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے۔ اور شاید انہیں نسخ نہیں پہنچا۔ اور اصول کا قاعدہ یہ ہے کہ جنہیں نسخ کا علم ہے ان کا علم ان پر حجت ہے انہیں حجت نہیں جنہیں علم نہیں تین دن کے بعد تک ذخیرہ کرنے اور کھانے کے جواز پر ان مانعین کے زمانے کے بعد اجماع ہو چکا ہے۔ اور کُلُوا وَتَصَدَّقُوا امر کے صیغوں سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے۔ اور اس کی تائید قرآن کی آیت: فَكُلُوا مِنْهَا (الحج) نے بھی کی ہے۔ اسی لیے نوویؒ نے بعض سلف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قربانی میں سے کھانا واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ امر ندب واباحت کے لیے ہے۔ کیونکہ جو امر تحریم کے لیے آئے اس کا مفاد اباحت ہوتا ہے جیسا کہ اصول میں مسلم ہے۔ اور اس حدیث میں صدقے کا حکم بھی ہے جس سے شوافع نے استدلال کیا ہے کہ قربانی کے گوشت میں سے کچھ صدقہ کرنا واجب ہے۔

البدائع میں ہے کہ قربانی ذبح کر دینے کے بعد قربانی کرنے والے کو اس میں سے کچھ کھانا مستحب ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَكُلُوا مِنْهَا۔ اور چونکہ قربانی کرنے والا بھی ان دنوں میں اور لوگوں کی مانند اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے لہٰذا وہ بھی اللہ کے دسترخوان سے کھائے گا۔ ذبح کئے جانے والے جانوروں کی تین اقسام ہیں: (۱) جس میں بالاجماع دینے والے کو کھانا جائز ہے۔ یہ ہر قسم کی قربانی کا گوشت ہے نفل ہو یا فرض یا نذر کے سبب واجب۔ (۲) جس میں سے بالاجماع قربانی دینے والے کو کھانا جائز نہیں۔ یہ دم احصار ہے اور جنایت کے باعث کفارات کا دم، یعنی حالتِ احرام میں مثلاً سلے ہوئے کپڑے پہن لینا اور سر منڈھوا دینا اور وقوف عرفہ کے بعد جماع کر لینا اور ذبح کرنے کی نذر کا جانور (۳) تمتع اور قران کا جانور جو حنفیہ کے نزدیک کھایا جاتا ہے اور شافعی کے نزدیک قربانی کرنے والا نہ کھائے۔ پھر یاد رہے کہ ہر جانور جس کا گوشت خود قربانی کرنے والے کے لیے کھانا جائز ہے، اسے ذبح کرنے کے بعد صدقہ کرنا واجب نہیں، کیونکہ اگر صدقہ کرنا واجب ہوتا تو اس میں خود کھانا جائز نہ ہوتا۔ اور ہر وہ جانور جس میں سے قربانی کرنے والے کو کھانا جائز نہیں اسے ذبح کرنے کے صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور اگر ذبح کے بعد گوشت ضائع ہو جائے تو دونوں اقسام میں اس پر کوئی ضمان نہ آئے گی۔

اور اپنی قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ

اور افضل یہ ہے کہ ⅓ کا صدقہ کرے، ⅓ اقارب و جیران اور دوستوں کو دے اور ⅓ خود کھلائے یا ذخیرہ کر کے رکھے۔ کتاب و سنت کے دلائل کے مجموعے سے واضح ہو گیا کہ مستحب یہی ہے جو ہم نے بیان کیا، لیکن اگر وہ سارا صدقہ کر دے یا سارا بانٹ دے یا سارا خود رکھ لے تو بھی جائز ہے۔ گو افضل پہلی یا دوسری صورت ہی ہے۔

۲۸۱۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ لُحُومِهَا أَنْ تَأْكُلُوهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لِكَيْ تَسَعَكُمْ جَاءَ اللَّهُ بِالسَّعَةِ فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا أَلَا وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

نبیشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زائد تک کھانے سے منع کیا تھا تاکہ سب لوگوں کو مل سکے۔ اب اللہ تعالیٰ نے وسعت پیدا کر دی ہے، پس کھاؤ اور جمع کرو اور اجر و ثواب کے لیے خرچ کرو اور سن لو کہ یہ دن کھانے پینے اور اللہ عزوجل کو یاد کرنے کے ہیں (نسائی نے پوری حدیث کی، ابن ماجہ نے کچھ حصہ اور مسلم نے کچھ حصہ روایت کیا)

بَابٌ فِي الرِّفْقِ بِالذَّبِيحَةِ

ذبیحہ کے ساتھ نرمی کرنے کا باب

۲۸۱۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ خَصْلَتَانِ سَمِعْتُهُمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان فرض کیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو۔ اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور ذبح بظاہر بے رحمی کے کام ہیں مگر ضرورت ان کی پیش آ ہی جاتی ہے۔ میدان جنگ میں کافروں کو قتل کرنا پڑتا ہے اور حدود و قصاص میں بعض دفعہ مسلمانوں کو بھی، پس قتل میں بے رحمی مثلاً مثلہ وغیرہ جائز نہیں، نہ لاشوں سے انتقام لینا روا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے، بعض حلال جانوروں کو کھانے کی ضرورت سے ذبح کرنا پڑتا ہے

مگر اس میں بھی رحم اور شفقت تو مدنظر رکھا گیا ہے۔

۲۸۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَرَأَى فِتْيَانًا أَوْ غِلْمَانًا قَدْ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا فَقَالَ أَنَسٌ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ۔

ہشام بن زید نے کہا کہ میں انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حکم بن ایوب کے پاس گیا۔ پس انس رضی اللہ عنہ نے کچھ جوانوں کو یا لڑکوں کو دیکھا کہ انہوں نے ایک مرغی کو ہدف بنا رکھا تھا اور اس پر تیر پھینکتے تھے۔ پس انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا تھا (بخاری، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: صبر کا اصلی معنیٰ ہے: روکنا، بند کرنا۔ اور یہیں سے یہ محاورہ نکلا کہ فلاں نے فلاں شخص کو جبراً قتل کیا، یعنی قہراً اور موت پہ روک کر اور باندھ کر مارا۔ اس سے ممانعت کا باعث یہ ہے کہ اس میں جانور کی تعذیب ہے۔ ضرورت کے موقع پر، ذبح کرنے میں کم سے کم تکلیف دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام ابوبکر الجصاص رازی نے احکام القرآن میں کہا ہے کہ ہڈی، دانت اور ناخن کے ساتھ ذبح کرنے کی ممانعت میں کئی احادیث و آثار آئے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک سینگ کا اور کھلی کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کوئی آدمی اپنے ناخن یا اپنے دانت سے جانور ذبح کرے تو وہ مردار ہے جس کا کھانا جائز نہیں۔ السیر الصغیر میں ہے کہ جس نے اپنے ناخن یا دانت سے ذبح کیا وہ قاتل ہوا نہ کہ ذابح۔ رازی فرماتے ہیں کہ جس دانت اور ناخن سے ذبیحہ حرام ہے وہ وہ ہیں جو انسان کے جسم کے ساتھ ہوں۔ اس کا باعث یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔ اور وہ انسان کے زندہ ناخنوں کے ساتھ ذبح کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے گلا گھونٹنا قرار دیا ہے۔ جب ناخن اور دانت جسم سے جدا ہوں اور رگیں کاٹ کر الگ کر دیں تو کوئی حرج نہیں۔ حنفی فقہاء نے انہیں مکروہ اس لیے کہا ہے کہ وہ کند چھری کی مانند ہوتے ہیں اور یہی حال سینگ کا بھی ہے۔ ان میں کراہت ان کے کند ہونے کی بنا پر ہے اگر یہ علت نہ رہے تو کوئی حرج نہیں۔

باب ۱۲ فِي الْمُسَافِرِ يُضَحِّي

مسافر کے قربانی دینے کا باب

۲۸۱۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ ضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا ثَوْبَانُ أَصْلِحْ لَنَا لَحْمَ هَذِهِ الشَّاةِ قَالَ

فَمَا زِلْتُ اُطْعِمُهُ مِنْهَا حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ۔

ثوبان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور قربان کیا پھر فرمایا: اے ثوبان ہمارے لیے اس بکری کا گوشت درست کر۔ ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں برابر آپ کو اس کا گوشت کھلاتا رہا حتی کہ ہم مدینہ پہنچے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: یہ حجۃ الوداع کا قصہ ہے۔ مسافر پر قربانی واجب نہیں خواہ حاجی ہو یا غیر حاجی۔ پس یہ قربانی حضورؐ کی طرف سے نفلی تھی۔

بَابٌ ۱۳ فِيْ ذَبَائِحِ اَهْلِ الْكِتَابِ

اہل کتاب کے ذبیحوں کا باب

۲۸۱۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَنُسِخَ اُسْتُثْنِيَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۃ الانعام آیت ۱۱۸-۱۲۱ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اسے کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ۔ پس یہ آیت منسوخ ہوئی اور اس میں سے یہ استثناء کیا گیا کہ: اہل کتاب کا کھانا تم پر اور تمہارا کھانا اہل کتاب پر حلال ہے۔ المائدہ آیت ۵۔ اس آیت میں طعام سے مراد ذبائح ہیں۔

شرح: علامہ ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر جامع البیان میں کہا ہے کہ اس آیت میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا اس کے حکم میں سے کچھ منسوخ ہے یا نہیں۔ بعض کے نزدیک یہ محکم ہے اس میں کچھ بھی منسوخ نہیں ہوا۔ یہ عامۃ اہل علم کا قول ہے اور حسن بصری اور عکرمہ سے مروی ہے کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۱۸-۱۲۱ منسوخ ہے اور اس میں سے اہل کتاب کا ذبیحہ سورۃ المائدہ آیت ۵ کی رُو سے مستثنیٰ ہے۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک درست بات یہ ہے کہ یہ آیت اُس حکم میں محکم ہے جس کے بارے میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس میں سے کوئی حصہ یا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ اہل کتاب کا طعام حلال اور ان کا ذبیحہ پاک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آیت: وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ میں داخل نہیں ہے وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی رو سے ہم پر مُردار اور بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام کیا ہے اہل کتاب چونکہ ایک دین کے پیرو ہیں، توحید کے قائل ہیں، ذبائح کو اپنے ادیان کے مطابق ذبح کرتے ہیں۔ ہاں! جو لوگ غیر اللہ کے نام پر ذبح کریں یا عمداً اللہ کا نام لینا چھوڑ دیں تو ان کا ذبیحہ حرام ہے یہ بات تو مسلّم ہے کہ جانور فی نفسہ حلال ہونا چاہیئے اور اسے مشرکوں کی مانند گلا گھونٹ کر یا یک لخت کاٹ کر نہ مارا گیا ہو بلکہ مقامِ ذبح پر چھری چلا کر ذبح کیا گیا ہو۔ ورنہ کوئی اللہ کا نام

ے کر بھی اگر مثلاً گلا گھونٹ دے تو وہ جانور مذبوح نہ ہو گا بلکہ مُردار ہو گا۔

۲۸۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَنَا إِسْرَائِيلُ ثَنَا سِمَاكٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ يَقُولُونَ مَا ذَبَحَ اللَّهُ فَلَا تَأْكُلُوهُ وَمَا ذَبَحْتُمْ أَنْتُمْ فَكُلُوهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں روایت ہے کہ: بے شک شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں، مطلب یہ کہ وہ ان سے کہتے ہیں کہ (ذبح کا مطلب تو یہ ہوا کہ) جو اللہ نے ذبح کیا (مارا) اسے تو مت کھاؤ اور جسے تم نے خود ذبح کیا ہو اُسے کھاؤ۔ پس (اس کے جواب میں) اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری: جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اُسے مت کھاؤ (ابن ماجہ)

شرح: یعنی مشرکوں نے مُردار کھانے کی یہ دلیل تراشی کہ وہ اللہ کا مارا ہوا ہے، جب انسان کا مارا ہوا حلال ہے تو اللہ کا مارا ہوا حلال کیوں نہیں؟ حالانکہ مارتا تو دونوں صورتوں میں اللہ ہی ہے مگر ایک صورت میں وہ جانور اللہ کے حکم کے مطابق اس کے نام پہ ذبح کئے بغیر طبعی موت مرتا ہے اور دوسری صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کا نام لیکر خون بہایا جاتا اور اس کی جان لی جاتی ہے، پس حلّت وحرمت کا فیصلہ تسمیہ اور غیر تسمیہ کے باعث ہوا ہے جبکہ وہ جانور فی نفسہٖ شرعاً حلال ہو۔ یہ تو تذکیۂ اختیاری ہوا۔ ایک تذکیۂ اضطراری بھی ہے، مثلاً جس وقت احکام کے مطابق ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو کہیں پہ زخم لگا کر خون بہا دیا جائے اور اللہ کا نام لیا جائے تو اضطرار کے باعث وہ جانور حلال ہو جائے گا (جیسے شکار کی صورت میں ہوتا ہے یا جیسے کسی جانور کے کنویں وغیرہ میں گر جانے کی صورت میں ہوتا ہے۔

۲۸۱۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَتِ الْيَهُودُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا أَنَأْكُلُ مِمَّا قَتَلْنَا وَلَا نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلَ اللَّهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا تو کھاوے اس جانور سے جو ہم نے قتل کیا اور نہ کھائے اس سے جو اللہ نے مارا ہے کہنے کیا نقل کیا ہوا اُسے نہ کھائیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری جس پر اللہ کا نام مذکور نہ ہوا ہو۔ اُسے مت کھاؤ۔ (ترمذی نے اُسے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح، مطلب یہ ہے کہ مردار اور حلال میں فرق اللہ کے حکم کے مطابق اس کا نام لے کر ذبح کرنے کا ہے۔ جو جانور طبعی

موت مرے یا مشرکوں نے ذبح کیا ہو یا بت پرستوں، مجوسیوں، ہندوؤں، مرتدوں وغیرہم نے اپنے طریقے کے مطابق ذبح کیا یا مارا ہو یا اس کا جھٹکا کیا ہو، اس پر چونکہ اللہ کا نام اس کے حکم کے مطابق نہیں لیا گیا اس لئے حرام ہے۔ لیکن ذبیحہ پر حقیقۃً یا حکماً اللہ کا نام لیا گیا ہے اس لیے حلال ہے۔

بَابٌ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ

بدوؤں کے مقابلۃً جانوروں کو مار ڈالنے کا باب

زمانۂ جاہلیت میں یہ بھی ایک فخر و ریاکاری کے اظہار کا طریقہ تھا کہ نام نہاد سخی دو سخا میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اونٹوں کو ہلاک کرتے تھے حتیٰ کہ ان میں سے ایک عاجز آ جاتا تو دوسرا جیت جاتا تھا۔ اس شہرت و نمائش کو اسلام نے قطعی طور پر بند کر دیا ہے۔

۲۸۲۰۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ غُنْدَرٌ أَوْقَفَهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ اسْمُ أَبِي رَيْحَانَةَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَطَرٍ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدوؤں کے مقابلۃً جانور مارنے سے منع فرمایا۔ ابوداؤد نے کہا کہ غندر (محمد بن جعفر) نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کیا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ ابوریحانہ راوی حدیث کا نام عبداللہ بن مطر ہے۔

شرح: معالم السنن میں خطابی نے کہا ہے کہ بادشاہوں یا رؤساء کی آمد پر جو مقابلۃً فخر و ریا اور ان بادشاہوں کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر ان کے سامنے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جانور ذبح کرنے کا رواج ہے یہ بھی منافرت اور ریا و سمعہ کے باعث اسی ضمن میں آتا ہے اس گوشت کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔

بَابٌ الذَّبِيحَةِ بِالْمَرْوَةِ

تیز پتھر سے ذبح کرنے کا باب

۲۸۲۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا

مُدًى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرِنْ أَوْ أَعْجِلْ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا مَا لَمْ يَكُنْ سِنٌّ أَوْ ظُفُرٌ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ وَتَقَدَّمَ بِهِ سَرَعَانٌ مِنَ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوا فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ النَّاسِ فَنَصَبُوا قُدُورًا فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ وَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هَذَا فَافْعَلُوا بِهِ مِثْلَ هَذَا.

رافع بن خدیجؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ہم کل کو دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں تو ہم جانوروں کو تیز پتھروں سے اور ڈنڈوں کے ٹکڑوں سے ذبح کر لیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیز اور جلدی چلا کر جو چیز خون بہا دے اور اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھا لو۔ جب تک کہ وہ دانت یا ناخن نہ ہو (یعنی جسم پہ زندہ دانت یا ناخن نہ ہو) اور میں تمہیں اس کے متعلق بتاتا ہوں۔ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔ تیز رو لوگ تیزی سے آگے بڑھ گئے اور انہوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے لوگوں میں آ رہے تھے۔ پس پہلے جانے والوں نے ہنڈیاں چڑھا دیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور حکم دیا کہ ہنڈیاں الٹ دی جائیں پس ایسا ہی کیا گیا۔ پھر حضورؐ نے مالِ غنیمت کو ان میں حسب ضابطہ تقسیم فرمایا اور ایک اونٹ کو دس بھیڑ بکریوں کے برابر قرار دیا۔ اور لوگوں کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا اور ان کے پاس گھوڑے نہ تھے سو ایک آدمی نے اس پہ تیر چلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان جانوروں میں سے اس طرح جنگلی ہو کر بھاگ جاتے ہیں جیسے کہ وحشی جانور بھاگتے ہیں، پس ان میں سے جو یہ کام کرے اس کے ساتھ یہ سلوک کرو (بخاری نے کم و بیش نو جگہ اسے روایت کیا، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد۔

شرح: اَرِن کا لفظ بقولِ خطابی دراصل اِئرَن ہے۔ جس کا معنیٰ ہے: ہاتھ کو ہلکا اور تیز چلا۔ مطلب یہ کہ جب چھری وغیرہ کے علاوہ کسی اور چیز سے ذبح کریں تو خطرہ ہوتا ہے کہ جانور گلا گھٹ کر نہ مر جائے۔ لہٰذا حکم دیا گیا کہ رگیں کاٹنے اور خون بہانے میں جلدی کرو۔ البدائع میں ہے کہ آلۂ ذبح کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو قطع کرے اور دوسرا وہ جو توڑ دے۔ قطع کرنے والے

آرے کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تیز اور دوسرا کند۔ تیز آرے سے ذبح کرنا جائز ہے چاہے لوہے کا ہو یا کسی اور چیز کا۔ لوہے کے علاوہ کسی اور آرے سے ذبح کرنے میں عدیؓ بن حاتم کی حدیث ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ اگر کوئی شکار کو پائے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا تیز پتھر سے یا ڈنڈے ٹکڑے سے ذبح کرے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز سے چاہو خون بہا دو اور اللہ کا نام اس پر لو۔ کند آلہ اگر رگیں اور کھال کاٹ سکے تو اس سے ذبح کرنا جائز ہے کیونکہ ذبح کا معنیٰ اس سے حاصل ہو جاتا ہے، مگر وہ مکروہ اس لیے ہے کہ اس میں جانور کو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ اس سبب سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری تیز کرنے اور ذبیحہ کو جلدی ذبح کر کے راحت پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح جب کوئی شخص اس ناخن یا دانت سے ذبح کرے جو جسم سے الگ ہو تو جائز ہے، مگر شافعیؒ نے اس زیر نظر حدیث کے باعث ناجائز کہا ہے۔ استدلال یہ ہے کہ اباحت سے استثناء کا منشاء حرمت ہوتی ہے اور اس حدیث سے ان دونوں کو اباحت سے مستثنیٰ کیا ہے۔ لیکن جب ان سے رگیں کٹ جائیں گی تو ذبح کا منشاء پورا ہو جائے گا جیسا کہ تیز پتھر سے یا سرکنڈے وغیرہ کے چھلکے سے ذبح کرنا۔ اور حدیث میں وہ ناخن یا وہ دانت مراد ہے جو انسان کے ساتھ قائم ہو۔ حبشی لوگ ان سے اس لیے ذبح کرتے تھے کہ جلادت وشقاوت کا اظہار کریں اور یہ چیز اسی ناخن یا دانت سے ہوتی ہے جو جسم کے ساتھ قائم ہو۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں قرض اور جز کا لفظ آیا ہے جو صرف اس ناخن اور دانت سے ہو سکتا ہے جو جسم کے ساتھ قائم ہو۔ اور وہ آلہ جو قطع نہیں کرتا بلکہ پھاڑ کر جدا کرتا ہے وہ یہی ناخن اور دانت ہے جو جسم کے ساتھ قائم ہو۔ اور ان کے ساتھ ذبح کرنا بالاجماع ناجائز ہے اور جو ان سے ذبح کریگا اس کا ذبیحہ مردار ہو گا۔ جب جسم پر قائم دانت یا ناخن کے ساتھ ذبح کیا جائے گا تو ذبح کرنے والا مذبوح کو دبوچیگا اور اس پر زور لگائے گا جس سے اس کا گلا گھُٹ جائے گا۔

اس حدیث میں بیان شدہ واقعہ کا تعلق ۸ھ میں طائف سے واپسی کے وقت کے ساتھ ہے جیسا کہ نوویؒ نے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کا بیان ہے اس واقعہ میں دو چیزوں میں اختلاف ہوا ہے: ایک تو یہ کہ ہنڈیاں الٹ دینے کا سبب کیا تھا؟ دوسرا یہ کہ آیا گوشت ضائع کیا گیا یا نہیں؟ پہلی چیز کے متعلق قاضی عیاضؒ کا بیان ہے کہ اس وقت لوگ دارالاسلام میں آپہنچے تھے جہاں پر مشترک مالِ غنیمت میں سے تقسیم کے بغیر کھانا پینا اور استعمال کرنا ناجائز تھا۔ یہ اس وقت تک جائز تھا جب تک کہ لشکر دارالحرب میں رہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ باقاعدہ مالِ غنیمت نہ ہو بلکہ لوٹ کھسوٹ کا مال ہو جسے انہوں نے بے اعتدالی سے حاصل کر لیا تھا۔ اس پر ابو داؤد کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جو عاصم بن کلیب نے بیان کی ہے کہ حضورؐ نے گوشت کو مٹی میں ملا دیا اور فرمایا لوٹ کھسوٹ کا مال مردار کی طرح حرام ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ یہ سلوک لوگوں کی جلد بازی کے سبب سے کیا گیا۔

جہاں تک دوسری چیز کا سوال ہے، اس کے متعلق نوویؒ نے کہا ہے کہ ہنڈیوں کو الٹ دینے کا مقصد شوربا ضائع کرنا تھا تاکہ انہیں سزا دی جائے۔ غالب گمان یہی ہے کہ گوشت کو جمع کر کے مالِ غنیمت میں تقسیم کے لیے ملا یا گیا ہو گا۔ جہاں تک ایک اونٹ کو دس بھیڑ بکریوں کے برابر ٹھہرانے کا سوال ہے، یہ قیمت کے لحاظ سے تھا کہ اس وقت ایک اونٹ کی قیمت دس بکریوں کے برابر تھی۔ جہاں تک بھاگنے والے اونٹ کا تعلق ہے، اگر وہ قابو میں آجاتا تو اس کا ذبح اضطراری نہ رہتا بلکہ اختیاری ہوتا، یعنی اسے باقاعدہ ذبح کرنا پڑتا۔ اگر وہ قابو میں نہ آیا اور تیر سے قتل ہو گیا بشرطیکہ

خون بہ گیا، تو حلال ہو گیا۔

۲۸۲۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ ابْنَ زِيَادٍ وَحَمَّادًا الْمَعْنَى وَاحِدٌ حَدَّثَاهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ أَوْ صَفْوَانَ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ أَصَدْتُ أَرْنَبَيْنِ فَذَبَحْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي بِأَكْلِهِمَا۔

محمد بن صفوان بن محمد نے کہا کہ میں نے دو خرگوش شکار کئے اور انہیں ایک پتلے تیز پتھر سے ذبح کیا پھر میں نے ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے مجھے ان کے کھانے کا حکم دیا۔ (نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد کی حدیث میں محمد بن صفوان کا لفظ شک کے بغیر ہے اور بقول مولانا یہی درست ہے۔ یہ انصاری صحابی تھے بنی مالک بن اوس میں سے۔

۲۸۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ كَانَ يَرْعَى لِقْحَةً بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ أُحُدٍ فَأَخَذَهَا الْمَوْتُ وَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا يَنْحَرُهَا بِهِ فَأَخَذَ وَتِدًا فَوَجَأَ بِهِ فِي لَبَّتِهَا حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهَا ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا۔

عطاء بن یسار نے بنی حارثہ کے ایک مرد سے روایت کی کہ وہ اُحد پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں ایک شیر دار اونٹنی چرا تا تھا، پس اسے موت نے آلیا اور اس مرد نے اُسے نحر کرنے کے لیے کوئی چیز نہ پائی، پس اس نے ایک کھونٹی لی اور اسے اس کی جائے ذبح میں چبھو یا حتیٰ کہ اس کا خون بہ گیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی تو آپ نے اُسے اس کے کھانے کا حکم دیا۔

۲۸۲۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُرَيِّ بْنِ قَطَرِيٍّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ أَنَّ أَحَدَنَا أَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهُ سِكِّينٌ أَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا فَقَالَ أَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ۔

عدی بن حاتم نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کسی کو شکار ملے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا وہ پتھر کے ساتھ اور ڈنڈے کے ٹکڑے کے ساتھ ذبح کرے؟ آپ نے فرمایا: جس چیز سے چاہو خون بہا دو اور اللہ کا نام لو۔ (نسائی، ابن ماجہ)

باب ۱۶ مَا جَاءَ فِيْ ذَبِيْحَةِ الْمُتَرَدِّيَةِ

اوپر سے نیچے گرنے والے جانور کے ذبیحہ کا باب

۲۸۲۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْعُشَرَاءِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَا تَكُوْنُ الذَّكٰوةُ إِلَّا مِنَ اللَّبَّةِ أَوِ الْحَلْقِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ طَعَنْتَ فِيْ فَخِذِهَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ قَالَ أَبُوْ دَاؤُدَ لَا يَصْلُحُ هٰذَا إِلَّا فِي الْمُتَرَدِّيَةِ وَالْمُتَوَحِّشِ۔

ابوالعشراء نے اپنے باپ (اُسامہ بن مالکؓ) سے روایت کی کہ اس نے کہا یا رسول اللہ کیا ذبح صرف لبہ یا حلق میں ہوتا ہے؟ کہا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا: اگر تو اس کی ران میں نیزہ مار دے تو تیرے لیے کافی ہے۔
ابو داؤد نے کہا کہ ابوالعشراء کا نام عطارد بن بکر ہے اور کہا گیا ہے: ابن قہطم۔ اور کہا گیا ہے: عطارد بن مالک بن قہطم
ابو داؤد نے کہا کہ یہ صرف اس جانور میں درست ہے جو اوپر سے نیچے گرے اور وحشی ہو کر بھاگ نکلے (ترمذی، نسائی)
شرح: ابوالعشراء کے باپ کا نام تہذیب التہذیب کے مبہمات میں اُسامہ بن مالک بن قہطم آیا ہے۔ لبہ وہ جگہ ہے جہاں پر اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے۔ مسند میں: فی الحلق اَوِ اللبۃ کا لفظ ہے اور یہ لفظ یا تو راوی کا شک ہے یا دو مختلف قسم کے جانوروں کے لحاظ سے ہے کیونکہ نحر لبہ میں اور ذبح حلق میں ہوتا ہے۔ ابو داؤد کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ذکاۃ کی دو قسمیں ہیں: اختیاری اور اضطراری۔ اختیاری ان جانوروں میں ہے جو مذکیّ کے قابو میں ہوں لیکن جو اس کے قابو سے باہر ہوں ان کی ذکات اضطراری ہے اور وہ یہ ہے کہ جسم کے کسی حصے پر تیز دھار آلے وغیرہ سے زخم کر کے خون بہا دیا جائے۔ بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر قسم کے جانور کے لیے یہ ذکات کافی ہے کہ اس کے سُرین کو زخمی کر کے خون بہا دیا جائے، لیکن یہ بہت سی احادیث صحیحہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے اس لیے ابو داؤد کو اس وضاحت کی ضرورت پیش آئی اور اس لیے انہوں نے یہ حدیث اس باب میں درج کی۔
مولانا نے فرمایا کہ ذکات اضطراری صحیح ہے بشرطیکہ جانور کی موت کا سبب وہی ہو نہ کہ کوئی اور چیز۔ اگر کوئی دوسرا سبب غالب موجود ہو مثلاً پانی میں گرنا جہاں پر کہ موت کا سبب غرق ہے اور پہاڑ وغیرہ سے نیچے گرنا کہ اس میں موت کا ظاہر سبب وہ چوٹ ہے جو گرنے کے سبب سے آئی ہو۔ پس اس صورت میں سُرین میں زخم لگانا کافی نہ ہوگا کیونکہ موت کا دوسرا غالب سبب موجود ہے۔ اس قسم کی صورت میں سرین پر زخم لگانا کافی نہیں جب تک کہ ظن غالب یہ نہ ہو

کہ موت کا غالب سبب یہ زخم ہے جس کی وجہ سے جانور کا خون بہایا گیا ہے۔
علامہ خطابی نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ غیر مقدور علیہ جانور کی ذکات ہے۔ مقدور علیہ کی ذکات جائے ذبح میں ہوتی ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے کیونکہ اس کا راوی مجہول ہے ابوالعشراء دارمی کے باپ کا علم نہیں کہ وہ کون تھا؟ اور حماد بن سلمہ کے علاوہ ابوالعشراء سے کسی نے روایت نہیں کی۔
عام اہل علم کے نزدیک ذکات اضطراری کی صورت میں زخم کہیں بھی لگ جائے حلال ہے مگر مالک نے کہا ہے کہ ذکات اضطراری کوئی چیز نہیں، صرف اس صورت میں جانور حلال ہو گا کہ اس کی جائے ذبح کو کاٹا جائے اور ان کے ہاں وحشی ہو جانے کے باعث جانوروں کے ذبح و نحر کا حکم نہیں بدلتا۔

بَابٌ فِي الْمُبَالَغَةِ فِي الذَّبْحِ

ذبح میں مبالغہ کرنے کا باب

۲۸۲۶۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَالْحَسَنُ بْنُ عِيسَى مَوْلَى ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ زَادَ ابْنُ عِيسَى وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرِيطَةِ الشَّيْطَانِ زَادَ ابْنُ عِيسَى فِي حَدِيثِهِ وَهِيَ الَّتِي تُذْبَحُ فَيُقْطَعُ الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَى الْأَوْدَاجُ ثُمَّ تُتْرَكُ حَتَّى تَمُوتَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریطۂ شیطان سے منع فرمایا: ابن عیسیٰ نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ یہ وہ جانور ہے جو ذبح تو کیا جائے مگر اس کی صرف کھال کاٹ دی جائے اور رگیں نہ کاٹی جائیں پھر اسے چھوڑ دیا جائے حتی کہ وہ خود مر جائے۔
شرح: بقول خطابی اسے شریطۂ شیطان اس لیے کہا گیا کہ یہ ایک شیطانی فعل ہے اور لوگوں کو ایسا کرنے پر شیطان ہی اکساتا ہے۔ شریطہ کا لفظ شرط سے نکلا ہے جس کا معنی ہے کھال کو پھاڑنا۔ اب جو شخص صرف اس پر اکتفا کرے اور حکم شرع کے مطابق جائے ذبح کو نہ کاٹے تو یہی کہیں گے کہ اس نے ایک شیطانی فعل کیا ہے۔ علامہ شوکانی نے کہا ہے کہ یہ تفسیر حدیث کا حصہ نہیں ہے بلکہ ایک راوی حسن ابن عیسیٰ کا قول ہے۔ حدیث "منع فرمایا" کے لفظ پر ختم ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَكَاةِ الْجَنِينِ

پیٹ کے بچے کی ذکات کا باب

۲۸۲۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَنِينِ فَقَالَ كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ وَقَالَ مُسَدَّدٌ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ نَنْحَرُ النَّاقَةَ وَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِي بَطْنِهَا الْجَنِينَ أَنُلْقِيهِ أَمْ نَأْكُلُهُ قَالَ كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ۔

ابو سعیدؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیٹ کے بچے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کو کھالو۔ مسدد کی حدیث میں ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم اونٹنی کو نحر کرتے اور گائے بکری کو ذبح کرتے ہیں اور اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں، کیا ہم اُسے پھینک دیں یا کھالیں؟ آپؐ نے فرمایا: اگر چاہو تو اسے کھالو کیونکہ اس کی ماں کی ذکات اس کی ذکات بھی ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: اکثر علماء کا یہی مذہب ہے مگر ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ماں کے پیٹ سے زندہ نکلنے والا بچہ جب حسب ضابطہ ذبح کریں تو حلال ہے ورنہ نہیں۔ خطابی نے کہا ہے کہ یہ صرف ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ صحابہ، تابعین وغیرہم کا قول یہ نہیں ہے اور خود ابو حنیفہ کے اصحاب کا مذہب اس مسئلے میں استاد کے خلاف ہے، شوکانی نے کہا ہے کہ حدیث ابی سعید کو دار قطنی اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن عبدالحق نے اس کی تضعیف کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی تمام سندیں غیر معتبر ہیں۔ بعض میں مجالد بھی ہے۔ شوکانی کہتے ہیں کہ مجالد صرف اسی طریق میں ہے جو ابو داؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور مسند احمد میں یہ ایسی سند سے آئی ہے کہ اس میں کوئی ضعیف راوی نہیں۔ اس کے طرق بہت سے ہیں لہذا کم از کم یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ حاکم کے بیان کردہ طریق میں عطیہ ہے جو ضعیف ہے۔ ابن حبان اور ابن دقیق العید نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ترمذی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے۔ ترمذی نے کہا کہ اس باب میں علیؓ، ابن مسعودؓ، ابو ایوبؓ، براءؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، کعب بن مالکؓ سے مروی ہے۔ حافظ نے تلخیص میں ان پر جابرؓ، ابو امامہؓ، ابو الدرداءؓ اور ابو ہریرہؓ کا اضافہ کیا۔

علیؓ کی حدیث دار قطنی نے روایت کی ہے اور اس کی سند میں حارث اعور اور موسیٰ بن عمر کوفی دونوں ضعیف ہیں ابن مسعودؓ کی حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں احمد بن الحجاج ضعیف ہے۔ ابو ایوبؓ کی حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے مگر محمد بن عبدالرحمان ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ براءؓ کی حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ابن عمرؓ کی حدیث کو حاکم اور طبرانی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن حسن واسطی ضعیف ہے اور بعض طرق میں محمد بن اسحاق عنعنہ سے روایت کرتا ہے۔ اور بعض طرق میں محمد بن عصام ہے جو ضعیف ہے۔ مؤطا میں یہ حدیث موقوف ہے اور اس کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے۔

ابن عباسؓ کی حدیث دار قطنی نے روایت کی ہے اور اس کی سند میں موسیٰ بن عثمان عبدلی مجہول ہے کعبؓ بن

مالک کی حدیث معجم طبرانی کبیر میں ہے جس کی سند میں اسماعیل بن مسلم ضعیف ہے۔ جابرؓ کی حدیث کو ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں عبداللہ بن ابی الزناد اور القدح عن ابی الزبیر آیا ہے۔ قداح ضعیف ہے اور اس کے اور طرق بھی ہیں۔ ابوامامہؓ اور ابوالدرداء کی حدیثوں کو طبرانی نے راشد بن سعد کے طریق سے بیان کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس روایت کے طرق میں سے ہر طریق میں ضعیف یا مجہول راوی موجود ہے۔

امام سرخسی نے مبسوط میں کہا ہے کہ جائز رکھنے والوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا اور کہا گیا ہے کہ فرش سے مراد جنین ہیں اور حمولہ سے بڑے بڑے جانور۔ اور مشہور ہے کہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: پیٹ کے بچے کی ذکات اس کی ماں کی ذکات ہے۔ یعنی ماں کی ذکات پیٹ کے بچے کی ذکات کی نائب ہے۔ اور جانوروں کی ذکاتِ اضطراری سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنین کی ذکات اس کی ماں کے نحر یا ذبح کے ساتھ ہونی چاہیئے کیونکہ جب تک وہ پیٹ میں ہے اس کے ذبح کی کوئی صورت نہیں، اور جب اسے باہر نکالیں گے تو وہ مرچکا ہوگا۔ پیٹ کا بچہ ماں کی حیات سے زندہ ہے، اُسی کے سانس سے سانس لیتا ہے اور جب ماں ذبح ہو جائے گی تو بچہ بھی ساتھ ہی ذبح شدہ سمجھا جائے گا۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حاملہ جانور کا ذبح کرنا شرعاً جائز قرار دیا گیا ہے، سو اگر ماں کی ذکات بچے کی ذکات نہ ہو تو ایک حیوان کا بلا وجہ تلف لازم آئے گا۔

امام سرخسیؒ فرمایا کہ اس مسئلے میں ابوحنیفہؒ کی دلیل قرآن کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرام جانوروں کی فہرست میں منخنقۃ کا ذکر بھی فرمایا ہے، یہ وہ جانور ہے جس کا گلا گھٹ جائے اور اسی سبب سے اس کی موت واقع ہوجائے پس پیٹ کا بچہ اگر ماں کے ذبح کے وقت زندہ تھا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ گلا گھٹ کر مرجائے گا جو اس آیت کی رُو سے ناجائز ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدیؓ بن حاتم سے فرمایا تھا کہ جب تیرا تیر کھایا ہوا جانور پانی میں گر کر مرجائے تو اسے مت کھا، کیونکہ یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اس کی موت کا سبب آیا تیرا تیر ہے یا پانی میں غرق ہونا۔ پس زندگی ختم ہونے کے سبب میں شک کے باعث حضورؐ نے اس جانور کا کھانا منع فرمادیا۔ اور یہ چیز جنین میں موجود ہے کیونکہ اس کی موت کا سبب معلوم نہیں کہ آیا اس کی ماں کا ذبح ہونا تھا یا کہ دم گھٹ جانا۔ پس اگر وہ زندہ نکل آئے تو اس کی ذکات بھی اُسی طرح ہوگی جس طرح اور جانوروں۔ مثلاً اس کی ماں۔ کی ہوتی ہے۔ ابراہیم نخعی نے اس حدیث میں یہ علت بتائی کہ ایک جان کی ذکات دو جانوں کی ذکات نہیں ہوسکتی، ہر ایک کی جان الگ ہے، جنین گو ماں کے پیٹ میں ہے مگر جان ہونے کے لحاظ سے ایک مستقل الگ جان ہے جس ماں کے ذبح ہونے کے باوجود اس کی زندگی متوقع ہے اور وہ زندہ باہر آسکتا ہے۔ پس جب وہ الگ جان ہے تو اس کی ذکاۃ بھی الگ مستقل ہوگی نہ کہ ماں کے تابع۔ اور ذکوۃ الجنین ذکاۃ امہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جنین کی ذکات بھی اُسی طرح ہے جیسے اس کی ماں کی ذکاۃ۔ اور خطابی نے اس کی مثال ایک شاعر کے قول سے دی ہے: فَعَيْنَاكِ عَيْنَاهَا وَجِيْدُكِ جِيْدُهَا "پس تیری آنکھیں اس کی آنکھیں اور تیری گردن ہے" یعنی تیری آنکھیں اور گردن اُس کی مانند ہے۔ کیونکہ کسی کی آنکھیں یا گردن یا کوئی اور عضو صرف اسی کا ہوسکتا ہے نہ کہ کسی دوسرے کا، ہاں تشبیہ دے سکتے ہیں کہ "تیری آنکھیں گویا اس کی آنکھیں ہیں"۔ اور یہ کہنا کہ جنین کی غذا ماں کی غذا ہے، سو اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے پیٹ میں غذا کے بغیر

زندہ رہ سکتا ہے یا جس طرح چاہے اُسے غذا پہنچا سکتا ہے۔ اور ماں کے پیٹ سے نکل کر بھی تو وہ کچھ عرصے تک ماں کے دودھ کی غذا حاصل کرتا ہے حالانکہ اب اس کی جان ہر لحاظ سے ماں سے الگ ہو چکی ہے اور اب اگر ماں کو ذبح کریں تو کسی کے نزدیک بھی ماں کی ذکات بچے کی ذکات نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بچہ زندہ نکل آیا مگر باہر آتے ہی مرگیا تو مجوزین کے نزدیک بھی حرام ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ" ماں کی ذکات ہر لحاظ سے اور ہر صورت میں بچے کی ذکاۃ نہیں ہے" پھر یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ ذبح و نحر (ذکات) سے مقصد کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ مقصد یہ ہے کہ خون بہا دیا جائے تاکہ پاک اور ناپاک کو جدا کر دیا جائے۔ اور ماں کے ذبح کرنے سے جنین میں یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ پس اس حدیث میں جنین کی ذکات کی نیابت مراد نہیں ہے کہ ماں اس کی ذکات کی نائب ہوتی ہے، بلکہ تشبیہ مراد ہے، یعنی جنین کی ذکات بھی اُسی طرح ہے جیسے کہ ماں کی ذکات ہوتی ہے۔ اور اس حدیث کی روایت نصب سے بھی ہوئی ہے یعنی: ذَكٰوةُ الْجَنِيْنِ ذَكٰوةَ اُمِّهٖ، یہ روایت بالکل تشبیہ پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔ یعنی بادل کی مانند چلتی ہے۔ حدیث کی دوسری روایت جس میں ذَكٰوةُ اُمِّهٖ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جنین کی ذکات اس کی ماں کی ذکات کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے۔ پس اس روایت نے جنین کی حلّت کا حکم دیا اور پہلی نے حرمت کا۔ اور اصول کا قاعدہ مسلّم ہے کہ حلت و حرمت جمع ہوں تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث اس قصے سمیت صحیح ہونا مشکل ہے۔ اگر صحیح فرض کریں تو اُن کے اس قول کا مطلب کہ یہ اُس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب مرجانے والا، جیسے کہ فرمایا: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ اور حضورؐ نے جو کھانے کا حکم دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ذبح کر کے کھاؤ اور اس قول کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ جنین کے کھانے میں طبعًا کراہت ہوتی ہے!)

اگر جنین زندہ نکل آئے تو بالاتفاق اسے ذبح کر کے ہی کھایا جا سکے گا، اگر وہ زندہ نکل کر مرگیا تو بالاتفاق حرام ہوا۔ یہ بھی دلیل اس بات کی ہے کہ اس کی ماں کا ذبح ہونا اس کا ذبح ہونا نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بچہ نامکمل خلقت کا نکلے تو بھی بالاتفاق حرام ہوگا کیونکہ وہ دراصل مضغہ ہے نہ کہ نفس۔ اس مسئلے میں زفرؒ اور حسن بن زیاد کا قول ابوحنیفہؒ جیسا ہے اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا قول شافعیؒ جیسا۔ ابوحنیفہ کی دلیل اس مسئلہ میں یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام فرمایا ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔ اور پیٹ سے نکلنے والا بچہ صراحۃً مردار ہے۔ اگر کوئی کہے کہ مردار ہونے کے لیے پہلے زندگی شرط ہے جو جنین کے بارے میں ضروری نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے میّت کا لفظ ان پر بھی بولا ہے جن میں پہلے حیات نہ تھی مثلاً۔ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ۔ اگر اس دلیل کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی احتمال تو اس بات کا ہے کہ جنین میں زندگی تھی اور ماں کے ذبح ہو جانے کے بعد زائل ہوگئی۔ اور اس بات کا بھی کہ زندگی سرے سے تھی ہی نہیں، تو بہر صورت تقاضائے احتیاط یہی ہے کہ اسے نہ کھایا جائے۔

یہ تمام بحث امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے نقطۂ نگاہ سے ہے ورنہ صاحبین تو اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کیساتھ ہیں۔

۲۸۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ

إِبْرَاهِيمُ قَالَ نَا عَتَّابُ ابْنُ بَشِيرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْقَدَّاحُ الْمَكِّيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا پیٹ کے بچے کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔"

باب ١٩ اللَّحْمِ لَا يُدْرَى أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا

اس گوشت کا باب جس پر اللہ کا نام لیے جانے یا نہ لیے جانیکا علم نہ ہو

٢٨٢٩۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ وَمُحَاضِرٌ الْمَعْنَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَلَمْ يَذْكُرَا عَنْ حَمَّادٍ وَمَالِكٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ قَوْمًا حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ يَأْتُونَنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا أَمْ لَمْ يَذْكُرُوا أَنَأْكُلُ مِنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا اللهَ وَكُلُوا۔

عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ اصحاب نے کہا یا رسول اللہ کچھ نومسلم لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ انہوں نے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تھا یا نہیں، کیا ہم اسے کھا لیا کریں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کا نام لو اور کھاؤ (بخاری، موطا، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: جب گوشت لانے والے مسلم تھے گو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ تو ان سے یہ توقع نہ تھی کہ خدانخواستہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہوں گے یا عمدًا تسمیہ کو ترک کرتے ہوں گے، صرف اس وسوسے اور شک و شبہ کی بناء پر تو حلت وحرمت کے فیصلے نہیں ہوتے۔ مسلم کا لایا ہوا گوشت فی الاصل حلال سمجھا جانا چاہیئے، ہاں وسوسہ

دور کرنے کو فرمایا کہ "تم اللہ کا نام لے لیا کرو اور کھاؤ" مومن اگرچہ جاہل ہو احکام شرع میں اس پر اعتماد ہی کرنا ہوگا اور حسن ظن رکھنا ہوگا کہ اس نے ضرور خدا کے نام پر ہی ذبح کیا ہوگا۔

اگر کسی نے عمداً یا سہواً ذبح کرتے وقت تسمیہ کو ترک کر دیا ہو تو اس ذبیحہ کی حلت وحرمت میں اختلاف ہے شافعیؒ نے تسمیہ کو مستحب بتایا ہے اور جب وہ واجب نہیں ہے تو ذابح اگر مسلم ہو تو عمداً یا سہواً ترک کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ذبیحہ حلال ہے۔ مالکؒ اور احمدؒ کا قول بھی یہی ہے۔ ثوریؒ، حنفیہ، اسحاقؒ کا قول یہ ہے کہ اگر عمداً ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہے اگر سہواً ترک کرے تو حلال ہے۔ ابو ثور، داؤد ظاہری، ابن سیرینؒ اور شعبی نے کہا کہ جو تسمیہ کو ترک کردے خواہ عمداً خواہ سہواً، اس کا ذبیحہ حرام ہے (خطابی)

بَابٌ فِي الْعَتِيرَةِ

یہ باب عتیرہ میں ہے

۲۸۳۰. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ الْمَعْنَى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ قَالَ قَالَ نُبَيْشَةُ نَادَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُنَّا نَعْتِرُ عَتِيرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فِي رَجَبٍ فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ اذْبَحُوا لِلَّهِ فِي أَيِّ شَهْرٍ كَانَ وَبَرُّوا اللَّهَ وَأَطْعِمُوا قَالَ إِنَّا كُنَّا نُفْرِعُ فَرَعًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تَغْذُوهُ مَاشِيَتُكَ حَتَّى إِذَا اسْتَحْمَلَ قَالَ نَصْرٌ اسْتَحْمَلَ لِلْحَجِيجِ ذَبَحْتَهُ فَتَصَدَّقْتَ بِلَحْمِهِ قَالَ خَالِدٌ أَحْسَبُهُ قَالَ عَلَى ابْنِ السَّبِيلِ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ قَالَ خَالِدٌ قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ كَمِ السَّائِمَةُ قَالَ مِائَةٌ

نبیشہؓ نے کہا کہ ایک آدمی نے پکار کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم زمانۂ جاہلیت میں ماہ رجب میں ایک ذبیحہ ذبح کیا کرتے تھے، اس کے متعلق حضورؐ کیا حکم دیتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: اللہ کے لیے ذبح کرو اور جس ماہ میں بھی چاہو کرو اور نیکی اللہ کی خاطر کرو اور کھلاؤ۔ نبیشہؓ نے کہا کہ وہ شخص بولا: ہم زمانۂ جاہلیت میں ایک فرع بھی کیا کرتے تھے اس میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا ہر چرنے والے جانور کی ایک فرع ہے جسے تو غذا دے گا، وہ تیرا مویشی ہوگا حتی کہ جب وہ بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائے، نصر راوی نے استحمل کے بجائے استجمل کا لفظ بولا، یعنی وہ حاجیوں کی سواری کے لائق اونٹ بن جائے تو تو اسے ذبح کرے اور

اس کے گوشت کو صدقہ کر دے۔ خالد راوی نے کہا کہ میرے خیال میں میرے استاد نے یہ لفظ بھی بولا تھا: مسافروں پر۔ کیونکہ یہ بہتر ہے۔ خالد نے کہا کہ میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: کتنے مویشیوں پر فرع ہے؟ اس نے کہا: سو پر!
(نسائی، ابن ماجہ)

(شرح: فرع اور عتیرہ زمانۂ جاہلیت کی رسمیں ہیں اس بنا پر حدیث صحیح میں وارد ہے: لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ "کوئی فرع ہے نہ کوئی عتیرہ"۔ اس حدیث میں جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام پر ذبح کرنے اور کھلانے کے لیے رجب یا کوئی اور مہینہ مخصوص نہیں ہے۔ اللہ کے لیے اسی کے نام پر ذبح کر کے جب چاہو کھلا دو۔ معلوم ہوا کہ اس جاہلی عتیرہ کا اس میں بھی رد ہو گیا۔ رہا فرع تو زمانہ جاہلیت میں ایک خاص مقدار اور تعداد کے جانور (مثلاً یک صد) جمع ہونے پر ایک کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ حضورؐ نے اس کی بھی یہ اصلاح فرمائی کہ اللہ کے نام پر کوئی جانور دینے یا اس کا گوشت بطور صدقہ کھلانے میں حرج نہیں ہے۔ یعنی رسوم جاہلیت کو تو رد کر دیا گیا مگر اصل صدقہ اور خیرات کو جائز بتایا گیا ہے۔)

۲۸۳۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی فرع نہیں اور کوئی عتیرہ نہیں (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) یعنی زمانۂ جاہلیت میں ان کا جو مطلب لیا جاتا تھا وہ باطل ہے۔

۲۸۳۲۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ الْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ فَيَذْبَحُونَهُ۔

سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ فرع سب سے پہلا جانور ہوتا جو ان کے ہاں پیدا ہوتا تو وہ اسے ذبح کر ڈالتے تھے۔

۲۸۳۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُلِّ خَمْسِينَ شَاةً شَاةٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْفَرَعُ أَوَّلُ مَا تُنْتِجُ الْإِبِلُ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ ثُمَّ يَأْكُلُونَهُ وَيُلْقُونَ جِلْدَهُ عَلَى الشَّجَرِ وَالْعَتِيرَةُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَجَبٍ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر پچاس بھیڑ بکریوں میں سے ایک بکری دینے کا حکم دیا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ بعض اہل علم کا قول ہے کہ فرع زمانۂ جاہلیت میں ان کے جانوروں کا پہلا بچہ ہوتا تھا جسے وہ اپنے بتوں (طواغیت، جھوٹے خداؤں) کے لیے ذبح کرتے تھے، گوشت خود کھاتے اور کھال کسی درخت پر ڈال دیتے تھے اور عتیرہ رجب کے مہینے کے پہلے عشرہ میں ہوتا تھا۔

شرح: مولانا نے فرمایا کہ اس باب میں وارد احادیث میں اختلاف ہے۔ مخنف بن سُلیم اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث تو فرع کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ ابورزین عقیلی کی حدیث سے صرف اجازت ثابت ہوتی ہے اسی طرح حارث بن عمروؓ کی حدیث اور نبیشہؓ ہذلی کی حدیث سے بھی اجازت کا ثبوت ہوتا ہے۔ مگر ان کے برخلاف ابوہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی احادیث سے حرمت و ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ پس اس امر میں اختلاف ہوا کہ ان کو جمع کیوں کر کیا جائے۔ یہ بات ایک جماعت نے کہی ہے جس میں بیہقی اور شافعی بھی ہیں۔ ان کے نزدیک لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ کا معنی یہ ہے کہ نہ تو فرع واجب ہے نہ عتیرہ۔ اس طریقے سے احادیث کو جمع کرنا ناگزیر ہے کیونکہ تاریخ کا علم نہیں ہے جس کی بناء پر نسخ کا حکم دیا جا سکے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک یہ احادیث جو جواز پر دلالت کرتی ہیں منسوخ ہیں۔ قاضی عیاض کا دعویٰ ہے کہ یہی جماہیر علماء کا مذہب ہے اور محدث حازمی نے اس پر جزم و یقین کا اظہار کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ بعض مجوزین کا یہ کہنا کہ لافرع ولاعتیرہ کا مسند احمد کے یہ الفاظ کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا ہے، صراحۃً اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ فرع اور عتیرہ ممنوع اور حرام ہیں لہٰذا ندب و استحباب کا استدلال باطل ہو گیا۔ ابن المنذر نے کہا ہے کہ فرع اور عتیرہ کا زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا اور بعض لوگ اسلام لانے کے بعد بھی ان میں کرتے رہے مگر پہلے اذن تھا اور پھر ممانعت ہو گئی پس ممانعت اذن کے بعد تھی تو یہی نسخ ہے کسی نے اس کے خلاف نقل نہیں کیا کہ پہلے حرمت تھی اور پھر اجازت آئی، لہٰذا شوکانی کا یہ قول درست نہیں ہے کہ نسخ کا ثبوت نہیں ملا۔

بَابٌ ۲۱ فِي الْعَقِيقَةِ

عقیقہ کا باب

۲۸۳۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ مَيْسَرَةَ عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ قَالَ أَبُودَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ قَالَ مُكَافِئَتَانِ مُسْتَوِيَتَانِ أَوْمُتَقَارِبَتَانِ۔

ام کرزؓ کعبیہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: لڑکے کی طرف سے دو ہم عمر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ ابوداؤد نے کہا کہ میں نے احمد سے سنا، اس نے کہا: مُکافئتان کا معنی ہے برابر یا

قریب قریب۔

شرح: خطابی نے کہا کہ مکافئتان کا معنیٰ ہے: وہ بکریاں ان۔ انوروں کی ہم عمر ہوں جو قربانیوں میں ذبح ہوتے ہیں۔ یعنی یہ نہ ہو کہ ایک تو یک سالہ ہو مگر دوسری اس سے چھوٹی ہو۔ اکثر اہل علم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے کا ترک جائز نہیں۔ اختلاف مذکر و مؤنث بچوں میں مساوات یا عدم مساوات میں ہے۔ احمد بن حنبل، شافعی اور اسحاق نے ظاہر حدیث کے مطابق لڑکے کے لیے دو بکریوں اور لڑکی کے لیے ایک بکری کا حکم دیا ہے۔ حسن اور قتادہ کے نزدیک لڑکی کا عقیقہ نہیں ہوتا۔ امام مالک نے کہا کہ لڑکا ہو یا لڑکی، دونوں کی طرف سے ایک بکری کافی ہے۔ حنفیہ نے عقیقہ کو سنت غیر مؤکدہ کہا ہے جو درجۂ استحباب میں ہے۔

محدث علی القاری نے کہا کہ عق کا معنیٰ ہے شق، پھاڑنا، اور اسی سے عقیقہ کا لفظ نکلا ہے۔ دراصل یہ لفظ مولود کے بالوں کے لیے آیا ہے کیونکہ ساتویں دن یہ بال دور کئے جاتے ہیں اور وہ بکری جو ذبح کی جائے اس کا نام بھی عقیقہ رکھ دیا گیا۔ علامہ شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے ہاں عقیقہ مستحب ہے اور اس میں مذکر و مؤنث کا فرق نہیں ہے۔

۲۸۳۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ كُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلَى مَكِنَاتِهَا قَالَتْ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ لَا يَضُرُّكُمْ أَذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا۔

ام کرز نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ: پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو اور یہ بھی فرماتے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی سے ایک بکری، مذکر ہوں یا مؤنث ہوں کوئی فرق نہیں

شرح: زمانۂ جاہلیت میں پرندوں کے زجر اور عیافت کا طریقہ بہت معروف و مقبول تھا۔ جب کوئی آدمی سفر وغیرہ پہ جاتا تو پرندے کو اس کے گھونسلے یا درخت پر سے اڑاتا، اگر وہ دائیں طرف کو اڑ جاتا تو مطلب برکت خیریت کا لیتا ورنہ اس کے برعکس۔ اس حدیث میں انہیں اس سے منع فرمایا گیا۔ پرندے میں اس لحاظ سے کوئی نفع و ضرر نہیں کہ وہ دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے کی طرف کو اڑ کر انسان کی قسمت کا فیصلہ کرے یا اس کے ارادے کو مبارک یا منحوس بتائے۔ حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے کہ رات کو گھونسلوں وغیرہ میں بسیرا لینے والے پرندوں کا شکار نہ کیا جائے

۲۸۳۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ سِبَاعِ ابْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ كُرْزٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مِثْلَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا هُوَ الْحَدِيثُ وَحَدِيثُ سُفْيَانَ وَهْمٌ۔

ام کرز رضی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لڑکے کی طرف سے دو ہم عمر بکریاں اور لڑکی سے ایک بکری۔ ابوداؤد نے کہا کہ حدیث کے الفاظ دراصل یہ تھے اور سفیان کی حدیث وہم ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ابوداؤد کا مطلب یہ ہے کہ اوپر کی حدیث: ۲۸۳۵ میں سفیان نے عن عبید اللہ بن ابی یزید عن ابیہ کہا ہے مگر یہ عن ابیہ کا لفظ وہم ہے اور حماد نے یہ لفظ نہیں بولا۔

۲۸۳۷۔ حَدَّثَنَا حفصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُدَمّٰى فَكَانَ قَتَادَةُ إِذَا سُئِلَ عَنِ الدَّمِ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ قَالَ إِذَا ذَبَحْتَ الْعَقِيقَةَ أَخَذْتَ مِنْهَا صُوفَةً وَاسْتَقْبَلْتَ بِهِ أَوْدَاجَهَا ثُمَّ تُوضَعُ عَلٰى يَافُوخِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَسِيلَ عَلٰى رَأْسِهِ مِثْلَ الْخَيْطِ ثُمَّ يُغْسَلُ رَأْسُهُ بَعْدُ وَيُحْلَقُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا وَهْمٌ مِنْ هَمَّامٍ وَيُدَمّٰى وَإِنَّمَا قَالُوا يُسَمّٰى فَقَالَ هَمَّامٌ يُدَمّٰى قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَيْسَ يُؤْخَذُ بِهٰذَا۔

سمرہ رضی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر لڑکا اپنے عقیقہ میں بندھا ہوا ہے جو اس کی طرف ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اس کا سر منڈوایا جائے اور اسے خون آلود کیا جائے۔ قتادہ رض سے جب پوچھا جاتا کہ ذبیحہ کے خون کو کیا کیا جائے تو وہ کہتا کہ جب تو عقیقہ ذبح کرے تو اس کا ایک بال لے اور اسے ذبیحہ کی رگوں پر رکھے پھر اُسے بچے کی سر کی چوٹی پر رکھا جائے حتیٰ کہ وہ دھاگے کی مانند اس کے سر پر بہ جائے پھر اس کے بعد اس کا سر دھویا جائے اور منڈوایا جائے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ ہمام کا وہم ہے کہ اُس نے یُدمّٰی کہا جبکہ دوسرے راویوں نے یسمّٰی کہا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ (یسمّٰی کا معنی ہے "اس کا نام رکھا جائے")

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ حدیث کا لفظ: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ۔ کا تعلق بقول امام احمد شفاعت سے ہے، یعنی جو بچہ بچپن میں مر جائے اور اس کے والدین نے اس کا عقیقہ نہ کیا ہو تو وہ ان کی شفاعت نہ کرے گا۔ رہینۃ

میں تا مبالغہ کے لیے ہے جیسے عَلاّمَۃٌ اور فلانٌ کَرِیْمَۃُ قَوْمِہٖ۔ رہینۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کے سر پر تکلیف دہ بال ہیں یعنی جو رحم میں اُگ گئے تھے۔ انہیں اتار دیا جائے۔ بچے کے سر کو خون آلود کرنا زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم تھی لہذا علماء نے اسے مکروہ سمجھا ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد نے کہا کہ روایت کا لفظ یُسمّٰی تھا جسے حماد نے یُدَمّٰی بنا ڈالا۔

۲۸۳۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَۃَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ غُلَامٍ رَہِیْنَۃٌ بِعَقِیْقَتِہٖ تُذْبَحُ عَنْہُ یَوْمَ سَابِعِہٖ وَیُحْلَقُ وَیُسَمّٰی قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ یُسَمّٰی اَصَحُّ کَذَا قَالَ سَلَّامُ بْنُ اَبِیْ مُطِیْعٍ عَنْ قَتَادَۃَ وَاِیَاسُ بْنُ دِغْفَلٍ وَاَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ۔

سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر لڑکا اپنے عقیقہ کا مرہون ہے جو ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اور اس کا سر منڈوایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یُسمّٰی صحیح تر ہے۔ اسی طرح سلام بن ابی مطیع نے قتادہ سے روایت کر کے کہا اور ایاس بن دغفل اور اشعث نے حسن سے روایت کی (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) خطابی نے کہا ہے کہ حسن کا سماع سمرہؓ سے بخاری کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے جس کا اس نے حوالہ دیا ہے اور وہ یہی عقیقہ کی روایت ہے۔

شرح: حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ متعدد احادیث سے بچے کے سر کو جانور کے خون سے آلودہ کرنے کا نسخ اور اس کا زمانۂ جاہلیت کی عادت ہونا ثابت ہے۔ ابن حبان نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے زمانۂ جاہلیت کی رسم کے بجائے بچے کا سر منڈھوا کر اس پر خوشبو (خلوق) ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ ابوالشیخ نے اس میں اضافہ کیا ہے جس سے صراحۃً بچے کے سر کو خون آلود کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ ابن ماجہ کی ایک مرسل حدیث سے بھی ممانعت ملتی ہے۔

۲۸۳۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ہِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ حَفْصَۃَ بِنْتِ سِیْرِیْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَۃٌ فَاَہْرِیْقُوْا عَنْہُ دَمًا وَاَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی۔

سلمان بن عامرؓ ضبی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے پس اس کی طرف سے ایک جانور کا خون بہاؤ اور اس کے اذیت ناک بال دور کرو (بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد)

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سر کے بالوں کو باعث اذیت قرار دے کر ان کے اتارنے کا حکم دیا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اس اذیت کے اوپر خون کی اذیت تشہیر نے کا حکم دیتے؟ حالانکہ بال ایک ہلکی اذیت ہے اور سر کو خون آلود کرنا اور نجس کرنا اس سے بڑی اذیت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تسمی کی روایت درست ہے اور یُدَمّی کی غلط ہے۔

۲۸۴۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِمَاطَةُ الْاَذٰى حَلْقُ الرَّاْسِ۔

حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے: اذیت دور کرنے کا معنیٰ سر مونڈھنا ہے۔

۲۸۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَبْشًا كَبْشًا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھا بطور عقیقہ دیا (نسائی، لیکن اس میں دو دو مینڈھوں کا ذکر ہے)

شرح: ابو الشیخ کی روایت میں بھی دو دو مینڈھے آئے ہیں۔ پس مستحب دو ہوئے اور جائز ایک۔ کیونکہ عدد مطلوب نہیں ہے۔

۲۸۴۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ يَعْنِى ابْنَ عَمْرٍو عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ اُرَاهُ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ فَقَالَ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوْقَ كَاَنَّهُ كَرِهَ الْاِسْمَ وَقَالَ مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَسُئِلَ عَنِ الْفَرَعِ قَالَ وَالْفَرَعُ حَقٌّ وَاِنْ تَتْرُكُوْهُ حَتّٰى يَكُوْنَ بَكْرًا شُغْزُبًّا ابْنَ مَخَاضٍ اَوِ ابْنَ لَبُوْنٍ فَتُعْطِيَهُ اَرْمَلَةً اَوْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ

تَذْبَحَهُ فَيُلْزَقَ لَحْمُهُ بِوَبَرِهِ وَتُكْفِئُ إِنَاءَكَ وَتُوَلِّهُ نَاقَتَكَ ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عقوق کو نا پسند کرتا ہے، گویا کہ آپؐ نے یہ نام پسند نہیں فرمایا۔ اور فرمایا کہ جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے جانور قربان کرنا چاہے تو پس لڑکے کی طرف سے دو ہم عمر قربانی کے جانور کی مانند بکریاں دے۔ اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ اور حضورؐ سے فرع کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ فرع برحق ہے۔ اور اگر تم اسے چھوڑ دو حتی کہ وہ مضبوط گٹھا ہوا جانور بن جائے ایک سالہ یا دو سالہ جوان اونٹ ہو جائے اور تو اُسے کسی بیوہ کو دے ڈالے یا اُسے اللہ کی راہ میں کسی کو سوار کر دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اُسے ذبح کرو اور اس کے گوشت کو اُس کی اون سے آلودہ کرو اور اپنا دودھ کا برتن اُلٹ دو اور اپنی اونٹنی کو پریشان کرو (نسائی)

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اہل لغت میں عقیقہ کے اشتقاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ نام ان بالوں کا ہے جنہیں مونڈھا جاتا ہے، پھر بکری کو مجازی طور پر عقیقہ کہہ دیا گیا۔ اور حضورؐ نے اس نام کو ناپسند فرمایا ہے لہٰذا اسے نسیکہ یا ذبیحہ کہنا بہتر ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ سے جو عقیقہ کے خلاف روایت آئی ہے اس کا راز یہی ہے۔ اور انہوں نے زمانۂ جاہلیت کے عقیقہ کا رد کیا ہے یعنی بچے کے سر کو خون آلود کرنا وغیرہ۔ خطابی نے کہا ہے کہ بکری کو عقیقہ اس لیے کہا گیا کہ یہ جانور بالوں کے منڈھوائے جانے کے باعث قربان کیا جاتا ہے۔ بعض اہل لغت کا قول ہے کہ عقیقہ خود اس بکری کا نام ہے جسے ذبح کیا جاتا ہے۔ عق کا معنی شق ہوتا ہے، چونکہ اس جانور کی رگیں کاٹی جاتی ہیں اور اس کا گوشت، ایک ایک بوٹی کر کے الگ کیا جاتا ہے لہٰذا اسے عقیقہ کہا گیا۔ حضورؐ نے جو فرمایا ہے کہ اونٹنی کا بچہ ذبح کر کے دُودھ کے برتن اُلٹ دو گے، اونٹنی کو پریشان حال کرو گے، اس کا مطلب کیا ہے؟ فرع کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم اونٹنی کا پہلا بچہ ذبح کرو گے تو نتیجہ اس کے دُودھ سے محرومی اور اونٹنی کی پریشانی ہوگا۔ لہٰذا اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے پال پوس کر نیکی کے کام میں دے دو۔ یاد رہے کہ اس کے بعد فرع کا حکم یکسر منسوخ کر دیا گیا تھا۔

۲۸۴۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ نَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَاءَ اللهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنَلْطَخُهُ بِزَعْفَرَانٍ آخِرُ الْأَضَاحِيِّ أَوَّلُ الصَّيْدِ ۔

عبداللہ بن بریدہؓ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ بریدہؓ کو کہتے سُنا کہ زمانۂ جاہلیت میں جب ہم کسی کے ہاں

لڑکا پیدا ہوتا تھا تو ایک بکری ذبح کر کے اُس کے سر کو وہ ذبیحہ کے خون سے آلودہ کر دیتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسلام کو لایا تو ہم بکری ذبح کرتے، بچے کا سر مونڈتے اور اسے زعفران سے لیتھڑ دیتے تھے۔

شرح: مسند بزار میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کی رسم یعنی سر کو خون سے آلودہ کرنا کے بجائے خوشبو لگانے کا حکم دیا تھا۔ ابن عدی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: عقیقہ میں خلوق (مجموعۂ خوشبوئیات) خون لگانے کی مانند ہے، یعنی زمانۂ جاہلیت کی رسم چھوڑ دو اور بچے کے سر کو خوشبو لگاؤ۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاہلی اسلام و رواج کو مٹانا کس قدر مشکل ہے۔ لوگ جن چیزوں کے عادی ہو جائیں وہ ان کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہیں، انہیں بھلانا اور توجہ کو دوسری طرف منعطف کرنا معنی رکھتا ہے۔

(آخر کتاب الاضاحی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اوّل کتاب الصّید

اس میں چار باب اور اٹھارہ احادیث ہیں

بَابُ اتِّخَاذِ الْكَلْبِ لِلصَّيْدِ وَغَيْرِهِ

شکار وغیرہ کے لیے کتا رکھنے کا باب

۲۸۴۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کتا رکھا اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا، سوائے جانوروں کے ریوڑ کے کتے کے یا شکاری کتے کے یا کھیتی کی حفاظت کے کتے کے (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: منذری نے کہا کہ سنت ثابتہ کے ساتھ ان تین مقاصد کے لیے کتا رکھنا مباح ثابت ہوا۔ اور اس حدیث کا معنی میرے نزدیک یہ ہے کہ تمام منافع کے لیے کتا پالنا مباح ہے، اور بوقتِ حاجت مضرتوں کو دور کرنے کی خاطر بھی کتا پالنا جائز ہے، لیکن ان احادیث میں بیان شدہ صورتوں کے علاوہ کسی اور صورت میں کتا پالے گا تو اس میں کراہت ہوگی

کیونکہ اجر کم ہوتا رہے گا۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ابن عمرؓ کھیتی والے کتے کا ذکر نہ کرتے تھے اور ان سے کہا گیا کہ ابوہریرہؓ نے تو کلب الزرع، زراعت والے کتے کا بھی ذکر کیا ہے تو ابن عمرؓ نے کہا کہ ابوہریرہؓ کی زراعت ہے۔ بعض بے توفیق لوگوں نے اس قول کا غلط مطلب بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن عمرؓ کے قول کا منشا ابوہریرہؓ پر نکیر کرنا اور چوٹ کرنا ہے، کہ چونکہ ابوہریرہؓ ایک زمیندار آدمی ہے لہٰذا اس کی حفاظت کے لیے وہ کتے کا محتاج ہے۔ مگر بات وہ نہیں ہے جو اس قائل نے کہی ہے، بلکہ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ ابوہریرہ رضی زمیندار کاشتکار آدمی تھا لہٰذا اپنی حاجت کے باعث وہ اس حدیث کو محفوظ رکھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے کا زیادہ حقدار تھا۔ گویا دوسرے لفظوں میں یہ ابوہریرہؓ کی مدح ہے کہ اُس نے یہ مسئلہ خوب یاد رکھا اور صحیح بیان کیا ہے۔ اس حدیث کے راوی صحابہؓ میں سے عبداللہ بن مغفل مزنی اور سفیان بن وہب ہیں اور انہوں نے اس میں ابوہریرہؓ کی مانند زراعت کے کتے کا ذکر کیا ہے۔

مسلم کی روایت روزانہ دو قیراط اجر کم ہونے کا ذکر ہے سو اس کا سبب یہ ہے کہ حضورؐ نے کبھی ایک قیراط کا اور کبھی دو قیراط کا ذکر فرمایا، شاید کسی کا اجر ایک قیراط اور کسی کا دو قیراط اپنے اپنے اموال کے لحاظ سے گھٹتا ہوگا۔ یا یہ کہ حضورؐ نے ایک شخص کے سامنے ایک قیراط کا ذکر فرمایا اور پھر بطور تشدید و زجر دوسرے کے سامنے دو قیراط کا ذکر فرمایا۔ یا یوں کہو کہ دو قیراط بیان کرنے والا راوی ایک زاید چیز کا ذکر کرتا ہے اور زائد چیز بتانیوالا کم بتانے والے کی نسبت قبولیت کا زیادہ مستحق ہے پس دو قیراط کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ کتا بعض دفعہ مسافروں کو کاٹتا ہے، راستہ بند کر دیتا ہے اور نقصان پہنچاتا ہے پس جس کا نقصان زیادہ ہوا اس کے مالک کا زیادہ اجر کم ہوگیا اور دوسرے کا کم۔ بعض نے کہا ہے کہ مدینہ میں کتا پالنے والے کا اجر دو قیراط گھٹتا ہے اور دوسری جگہوں میں ایک قیراط۔ ہوسکتا ہے کہ کتوں کی اقسام کے لحاظ سے اجر گھٹنے کی کمی بیشی ہوتی ہو۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ کتا چونکہ نجس جانور ہے اور اس کے منہ ڈالنے سے بعض احادیث میں سات مرتبہ برتن دھونے کا اور ایک دفعہ مٹی سے مانجھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور پالنے والا بمشکل ہی ان احکام پر عمل پیرا ہوگا لہٰذا اس کا اجر کم ہوتا رہے گا۔ اجر کم ہونے کے اسباب کئی ہیں: مہمان پر بھونکنا، سائل کو ڈرانا، مسافروں پر بعض دفعہ راستہ بند کر دینا اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ جس جگہ کتا ہو وہاں ملائکۂ رحمت نہیں آتے۔ پھر یہ برتن چاٹ جاتا ہے اور کئی پاک چیزوں کو پلید کر دیتا ہے۔

۲۸۴۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَزِيدُ قَالَ نَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا فَاقْتُلُوا مِنْهَا الْأَسْوَدَ الْبَهِيمَ۔

عبداللہ بن مغفلؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسا نہ ہوتا کہ کتے بھی امتوں میں سے ایک امت ہیں تو میں ان کے قتلِ عام کا حکم دے دیتا پس ان میں سے شدید سیاہ رنگ والے کو قتل کر دو (ترمذی، نسائی،

ابن ماجہ)

شرح: اس حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے سورۃ الانعام کی آیت ۳۸ پیش نظر رکھنی ضروری ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم "زمین میں جو بھی جانور ہے اور پروں سے اڑنے والا جو بھی پرندہ ہے یہ سب تمہاری مانند امتیں ہیں" یعنی ان جماعتوں کو بھی اللہ تعالے نے بعض مقاصد و مصالح کے لیے پیدا فرمایا ہے جس طرح کہ انسانوں کو پیدا فرمایا ہے۔ اور ان کا مٹا دینا منشائے فطرت کے خلاف لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل عام کا حکم نہیں دیا۔ ہاں نہایت کالے بھجنگے کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ بروے حدیث شیطان ہے۔

۲۸۴۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَمَرَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتَّى إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ يَعْنِي بِالْكَلْبِ فَنَقْتُلُهُ ثُمَّ نَهَانَا عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ۔

جابرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا حتی کہ عورت بھی اگر صحراء سے کتا ساتھ لاتی تو ہم اسے قتل کر دیتے تھے۔ پھر ہمیں ان کے قتل سے روک دیا اور فرمایا کہ سیاہ رنگ والوں کو مار دو۔

شرح: یعنی ہم نے مدینہ میں تو کوئی کتا نہ چھوڑا لیکن اگر کوئی بادیہ نشین عورت بھی کتا لے کر آتی تو ہم اس کے کتے کو مار ڈالتے تھے۔ بعض دفعہ کتوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور ان میں دیوانگی پھوٹ پڑتی ہے، گلی محلے میں اور راہ چلتے کتوں ہی کتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں آجکل کی حکومتیں بھی کتوں کو مروا دیتی ہیں۔ جدید تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ دیوانہ نہ بھی ہو تب بھی اس کے دانتوں اور لعاب میں دیوانگی کے اثرات ہوتے ہیں۔ امام احمد اور اسحاق نے تو کہا ہے کہ کالے کتے سے شکار کرنا بھی جائز نہیں۔ اور دیوانے کتے کے قتل پر تو سب علماء کا اجماع ہے۔ جو کتے بے ضرر ہوں ان کے قتل میں اختلاف ہے۔

بَابٌ فِي الصَّيْدِ

باب شکار کے بارے میں

۲۸۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ

إِنِّي أُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ فَتُمْسِكُ عَلَيَّ أَفَآكُلُ قَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَإِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَإِنْ قَتَلْنَ مَا لَمْ يَشْرَكْهَا كَلْبٌ لَيْسَ مِنْهَا قُلْتُ أَرْمِي بِالْمِعْرَاضِ فَأُصِيبُ أَفَآكُلُ قَالَ إِذَا رَمَيْتَ بِالْمِعْرَاضِ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَأَصَابَ فَخَرَقَ فَكُلْ وَإِنْ أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ۔

عدی بن حاتم نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ میں نے کہا کہ میں سدھائے ہوئے کتے (شکار پر) چھوڑتا ہوں اور وہ میری خاطر شکار کو روک لیتے ہیں (خود نہیں کھاتے) کیا میں اس شکار کو کھالوں؟ فرمایا جب تو سکھائے کتوں کو چھوڑے اور اللہ کا نام لے پس جس شکار کو وہ تیرے لیے روکیں اُسے کھالے۔ میں نے کہا: اگرچہ وہ مار ڈالیں؟ فرمایا: اگرچہ وہ مار ڈالیں جب تک کہ ان میں ایسا کتا شریک نہ ہو جائے جو ان میں سے نہ ہو۔ میں نے کہا کہ میں بے پھل کا تیر چلاتا ہوں اور نشانے پر جا لگتا ہے، کیا میں ایسے شکار کو کھالوں؟ فرمایا جب تو بے پھل کا تیر چلائے اور وہ شکار پر جا لگے اور اسے پھاڑ دے تو کھالے اور اگر چوڑائی کے بل لگے تو مت کھا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: معراض ایک بھاری لکڑی یا عصا ہوتا تھا جسکے ایک طرف لوہا ہوتا تھا۔ اور کبھی لوہے کے بغیر ہوتا تھا معراض اس تیر کو بھی کہتے تھے جس میں پھل اور ریش نہیں ہوتا تھا۔ اس حدیث میں ذکاۃ اضطراری کا ذکر آیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کے حلال ہونے کی کچھ شرائط ہیں:- (١) ایک یہ کہ وہ حدودِ حرم کے اندر کا شکار نہ ہو۔ گو اس کی جائے پیدائش باہر ہو اور شکار کے وقت حرم میں ہو، بہر حال وہ حرم کا شکار کہلائے گا۔ شکار کرنے والا چاہے مُحرم ہو یا نہ ہو۔ اگر جانور ایسا ہے جس کا گوشت حلال نہیں تو وہ مردار ہوگا (٢) جس جانور کے ذریعے شکار کیا گیا ہو وہ سدھائے ہوئے کتے یا باز یا شکرے ہوں۔ بعض دفعہ اور جانوروں سے بھی شکار کرتے تھے مثلاً چیتا وغیرہ۔ ان سب کی شرط تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ الخ اس آیت کریمہ میں دو شرطوں کا اعتبار کیا گیا ہے، ایک جرح دوسری تعلیم۔ جرح کا معنیٰ ہے زخمی کرنا اور تعلیم کی حد یہ ہے کہ کتا یا باز شکرہ وغیرہ شکار کو شکاری کے لیے روکے، خود نہ کھائے۔ یہ عامہ علماء کا قول ہے، امام مالکؒ نے کہا کہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ جب اسے شکار پر چھوڑیں تو جھپٹ پڑے اور جب بلائے تو واپس آجائے۔ اور یہی شافعی کے دو قولوں میں سے ایک ہے۔ پس اگر اس نے شکار کو پکڑا اور اس میں سے خود بھی کھا لیا تو حنفیہ کے نزدیک اسے کھانا درست نہیں اور ان حضرات کے نزدیک درست ہے۔ شکاری پرندوں کی تعلیم کی حد یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کے بلانے پر چلا آئے اور اس میں نہ کھانے کی شرط نہیں ہے۔ پس اگر اس نے شکار کو پکڑا اور خود کھانے لگا تو کوئی حرج نہیں۔ کتے اور باز وغیرہ میں فرق یہ ہے کہ تعلیم سے مراد یہ ہے کہ جانور اپنی عادت اور طبع کو چھوڑ دے مگر باز اور شکرے

کی طبع و فطرت میں توحش اور لوگوں سے نفرت ہے، پس اس کا انسانوں سے مانوس ہو جانا اور مالک کی آواز پر چلے آنا ہی تعلیم میں کافی ہے۔ برخلاف کتے کے، کہ وہ بالطبع انسانوں سے مانوس و مالوف ہوتا ہے پس اس کے معاملے میں صرف اسی قدر کافی نہیں جتنا کہ باز اور شکرے کے معاملے میں ہے، بلکہ اس میں کوامر زائد بھی ہونا چاہیے، اور وہ ہے شکار کے کھانے کو ترک کر دینا، دوسرا فرق یہ ہے کہ باز وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہی کھانے سے ہے برخلاف کتے کے، پس باز اگر کھالے تو تعلیم سے باہر نہ نکلے گا تیسری بات یہ ہے کہ کتا مار پیٹ کو برداشت کر سکتا ہے لہٰذا اس کی تعلیم مار پیٹ سے بھی ہو سکتی ہے کہ شکار کو خود نہ کھائے۔ باز کا یہ حال نہیں کیوں کہ اس کا جسم سزا کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور حضرت علیؓ، ابن عباسؓ اور سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب شکرہ کھالے تو تو اس کا شکار کھالے اور اگر کتا کھالے تو اسے مت کھا۔ اور تعلیم کی شرط یہ بھی کہ جب شکاری جانور کو چھوڑیں یا ڈانٹیں تو ڈانٹ ڈپٹ کو سمجھے اور قبول کرے کیونکہ جوارح کے شکار میں اصل چیز ان کا ارسال ہے تاکہ قتل اور جرح اور ان کے چھوڑنے والے کی طرف منسوب ہو مگر زجر بھی ارسال کی قائم مقام ہے پس جب وہ زجر کو قبول نہ کرے تو اس کا شکار نہ کھایا جائے گا۔ اور ان شرائط میں سے ایک ارسال کا بقاء ہے، یعنی اگر کسی نے انہیں شکار پر چھوڑا اور اس نے ایک شکار کیا پھر دوسرا پھر تیسرا اور ہر ایک کو قتل کرتا چلا گیا تو یہ سب کھا لئے جائیں گے کیونکہ ارسال باقی تھا منقطع نہیں ہوا تھا، پس دوسرا پہلے کی مانند تھا۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی نے ایک تیر کے ساتھ دو شکار کر لیے۔ پس اگر کسی نے باز یا کتا چھوڑا مگر وہ شکار پر متوجہ نہ ہوا بلکہ ادھر ادھر دوسری طرف لگ گیا اور پھر کسی اور شکار کے پیچھے گیا اور اسے مار ڈالا تو یہ شکار نہیں کھایا جائے گا کیونکہ شکاری نے اسے اس شکار پر نہ چھوڑا تھا، اور جس پر چھوڑا تھا وہ اس پر نہ گیا تھا، پس جب تک دوسرا ارسال نہ ہوتا دوسرا شکار جائز نہ ہوتا۔ اور شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ ارسال یا تیر اندازی شکار پر ہو، حتیٰ کہ اگر تیر تو چلایا شکار کے علاوہ کسی اور طرف مگر اتفاقاً اس سے شکار قتل ہو گیا۔ اور یہی حال جانور کا سمجھئے۔ تو یہ شکار چونکہ مقصود نہ تھا لہٰذا اس کا کھانا جائز نہ ہو گا۔ ایک شرط یہ ہے کہ شکاری جانور ایسا نہ ہو جس کے جسم کے کسی حصے سے انتفاع جائز نہیں مثلاً خنزیر، اس کا شکار جائز نہیں۔ خنزیر کے علاوہ ہر درندے کا شکار جائز ہے جبکہ اسے تعلیم سے سدھایا جا سکے مثلاً شیر، چیتا، ریچھ، بھیڑیا وغیرہ۔ شیر اور بھیڑیا عموماً تعلیم کو قبول نہیں کرتے اور نہ انہیں شکار میں استعمال کیا جاتا ہے اگر بالفرض یہ تعلیم کو قبول کر لیں تو ان کا شکار بھی جائز ہو گا۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ شکار کا ارسال اور تیر اندازی سے تلف ہو جانا بظاہر حلال ہونے میں مخل نہیں لیکن اگر کوئی اور سبب بھی ساتھ مل جائے جس سے یہ نہ پتہ چل سکے کہ آیا شکار کا تلف ہونا اس خارجی سبب کی وجہ سے ہے یا کسی اور سبب سے تو اس شکار کا کھانا جائز نہیں، مثلاً تیر کھا کر جانور اگر پانی میں گر کر مر گیا تو اسے نہیں کھایا جاتا، یا مثلاً اگر سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ غیر معلّم کتا بھی شامل ہو جائے تو شکار جائز نہ رہا کیونکہ یہ نہ معلوم ہو سکے گا کہ شکار کو کس نے مارا ہے۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ شکار آنکھ سے اوجھل نہ ہو جائے یا اگر ہو جائے تو اس کی تلاش جاری رہے۔ اگر تلاش ختم ہو جانے کے بعد شکار ملا ہو تو اسے کھایا نہیں جائے گا۔

یہ حدیث اس مسئلہ پر بھی دلالت کرتی ہے کہ شکاری تیر چلاتے وقت یا جانور کو چھوڑتے وقت اگر تسمیہ کو

جان بوجھ کر ترک کر دے تو وہ شکار حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کی مثال یہ ہوگی کہ بوقت ذبح کوئی عمداً بسم اللہ و اللہ اکبر کہنا ترک کر دے۔ ہاں اگر بھول کر ایسا کرے تو شکار حلال ہوگا۔ نا صاب فخزق، خزق یا فسق کا معنی ہے کہ وہ شکار کے جسم میں گھس جائے۔ پس اگر ڈنڈا یا کوئی اور بوجھل چیز شکار کو لگی اور زور سے چوٹ لگا کر اسے قتل کر دیا تو یہ شکار جائز نہ ہوگا، الّا یہ کہ اسے زندہ پائے اور ذبح کرے۔

۲۸۴۸۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ بَيَانٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ إِنَّا نَصِيدُ بِهٰذِهِ الْكِلَابِ فَقَالَ لِي إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ مَا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ وَإِنْ قَتَلْنَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ۔

عدی بن حاتم نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ: ہم ان کتوں کے ساتھ شکار کرتے ہیں۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو اپنے تعلیم یافتہ کتوں کو چھوڑے اور ان پر اللہ کا نام لے (بسم اللہ واللہ اکبر کہے) تو جس شکار کو وہ تیرے لیے روکیں اسے کھا اگرچہ وہ قتل کر دیں۔ سوائے اس صورت کے کہ کتا خود کھائے پس اگر وہ خود کھائے تو تو مت کھا کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اس نے یہ شکار اپنے لیے کیا ہوگا (بخاری، مسلم، ابن ماجہ) اور قرآن نے کہا ہے: فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ "تم وہ شکار کھاؤ جو انہوں نے تمہارے لیے روکا۔ اس مضمون پر بحث اوپر گزر چکی ہے۔

۲۸۴۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَوَجَدْتَهُ مِنَ الْغَدِ وَلَمْ تَجِدْهُ فِي مَاءٍ وَلَا فِيهِ أَثَرٌ غَيْرُ سَهْمِكَ فَكُلْ وَإِذَا اخْتَلَطَ بِكِلَابِكَ كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ لَا تَدْرِي لَعَلَّهُ قَتَلَهُ الَّذِي لَيْسَ مِنْهَا۔

عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو نے اپنا تیر پھینکا اور اللہ کا نام لیا۔ (بسم اللہ واللہ اکبر) پھر تو نے اسے آئندہ دن کو پایا اور اسے پانی میں نہیں پایا اور اس میں تیرے تیر کے علاوہ اور کوئی اثر بھی نہیں تھا تو تو اسے کھالے اور جب تیرے (تعلیم یافتہ) کتوں کے ساتھ کوئی اور کتا بھی شامل ہو گیا

جوان میں تھا تو تو اسے مت کھا، تجھے کیا معلوم شاید اس کتے نے یہ شکار مارا ہو جو تیرے کتوں میں سے نہیں تھا۔

شرح: شکار چونکہ رخصت کے معاملات میں سے ہے اور رخصتوں میں وہ شرعی شرائط ملحوظ ہوتی ہیں جن کے سبب سے رخصت دی گئی، پس جب ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو گئی تو اصلی حرمت واپس آ جائے گی کیونکہ اصل میں تو مردہ جانور ذبیحہ نہیں ہے، ضرورت کی وجہ سے اُسے مشروط طور پر حلال قرار دیا گیا ہے (خطابی) اس حدیث میں جو دو شرطیں لگائی گئی ہیں، یعنی شکار کے پانی میں نہ پائے جانے کی شرط اور اپنے تیر کے سوا کسی اور نشان کے نہ ہونے کی شرط، یہ دونوں شرطیں اس لیے ہیں کہ ان کی عدم موجودگی میں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ شکار کی موت کا باعث کیا تھا، آیا تیر تھا یا غرقابی یا کوئی اور سبب۔ ایسے شکار کے کھانے میں ایک شرط اور ہے جو حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکار کا تحفہ پیش کیا اور حضورؐ کے دریافت کرنے پر بتایا کہ: میں نے کل اس پر تیر چلایا تھا اور میں برابر اس کی تلاش میں تھا، رات آ جانے کے باعث میں نے تلاش ترک کر دی، پھر آج یہ ملا ہے اور اس میں میرے تیر کا نشان ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تیری نگاہوں سے اوجھل رہا، شاید اسے کسی درندے یا کیڑے مکوڑے نے مار ڈالا ہو۔ مجھے اس کی حاجت نہیں۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ: جو تیری نگاہوں کے سامنے رہا اُسے کھا اور جو نظروں سے اوجھل ہو گیا اسے مت کھا، کیونکہ تجھے متواتر تلاش اور طلب کو نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے باعث نظر کا قائم مقام بر بنائے ضرورت ٹھہرایا گیا ہے۔ زیر نظر حدیث اس مسئلہ میں ایک عظیم اصل پیش کرتی ہے کہ جب موت کے دو سبب پائے جائیں، اور ایک سبب حلت اور دوسرا حرمت بتاتا ہو تو شکار نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ موت اُس سبب سے واقع ہوئی ہو جو حرمت کا باعث تھا۔ اوپر ہم نے ابو سلیمان الخطابی کا جو قول درج کیا ہے وہ نہایت قیمتی ہے۔

۲۸۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ قَالَ اَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِي زَائِدَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَتْ رَمِيَّتُكَ فِي مَاءٍ فَغَرِقَتْ فَمَاتَتْ فَلَا تَاْكُلْ۔

عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تیر کھا کر تیرا شکار پانی میں گر پڑے اور غرق ہو جائے تو موت کی صورت میں اسے مت کھا (بخاری، مسلم، ترمذی)

۲۸۵۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ اَوْ بَازٍ ثُمَّ اَرْسَلْتَهُ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلَ قَالَ اِذَا قَتَلَهُ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَاِنَّمَا اَمْسَكَهُ عَلَيْكَ ۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تونے جس کتے یا باز کو تعلیم دی، پھر تونے اسے چھوڑا اور اللہ کے نام کا ذکر کیا تو جس شکار کو وہ تجھ پر روک رکھے اُسے کھالے، میں نے کہا: اگرچہ اُسے اُس نے قتل کر دیا؟ فرمایا: جب اُس نے شکار کو قتل کیا اور اس میں سے کچھ کھایا نہیں تو وہ تیرے ہی لیے روکا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ باز نے جب اس میں سے کھالیا تو کوئی حرج نہیں اور کتے نے جب کھایا تو مکروہ ہوا اور اگر اُس نے خون پیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (ترمذی مختصراً)

شرح: علامہ خطابی نے کہا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گوشت کھانے کے معاملے میں کتے اور باز کا حکم ایک ہی ہے اور یہی شافعی کا مذہب ہے۔ اور حنفیہ نے اور مزنی شافعی نے کہا ہے کہ کتے کی صورت میں تو اگر وہ کھائے تو شکار حرام ہو گیا اور باز کا یہ حکم نہیں۔ مزنی نے کہا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ باز کی تعلیم گوشت کھلانے سے ہوتی ہے مگر کتے کی تعلیم کھانے کے ترک سے ہوتی ہے۔ اور شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر کتے نے شکار میں سے کچھ کھالیا تو بھی وہ شکار حرام نہیں اور یہی مالک کا قول ہے اور میرے خیال میں ان کی دلیل ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ امام ابوداؤد نے کتے اور باز میں جو فرق بتایا ہے اس پر ہم اوپر گفتگو کر چکے ہیں۔

۲۸۵۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى قَالَ نَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَيْدِ الْكَلْبِ اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكُلْ وَاِنْ اَكَلَ مِنْهُ وَكُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ يَدُكَ ۔

ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ خشنی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے متعلق فرمایا: جب تونے اپنا کتا چھوڑا اور اللہ کا نام لیا پس تو اسے کھالے اگرچہ وہ اس میں سے کھا جائے، اور جو کچھ اس نے تیرے ہاتھ میں چھوڑ دیا اُسے کھالے

شرح: عدی رضی اللہ عنہ اور ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ انہیں یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اباحت میں اصل مانا جائے اور عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تحریم کو تنزیہ کے معنوں میں لیا جائے، یا اس کے برخلاف عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تحریم مراد لی جائے اور ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وَاِنْ اَكَلَ مِنْهُ کا تعلق زمانۂ ماضی سے قرار دیا جائے، یعنی اگرچہ وہ اس سے قبل کھا جاتا رہا ہو (اس لیے کہ آخر وہ ایک شکاری حیوان ہے) پھر بھی تم اسے چھوڑنے میں پرواہ مت کرو۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ بعض فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اگر شکاری کتا ایک مدت تک شکار کو نہ کھاتا ہو تو بعد میں کھانے لگے تو اس کا اگلا پچھلا سب شکار حرام ہوا۔ پس اس حدیث

میں حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر کتے کو پہلے شکار میں سے کھا جانے کی عادت تھی مگر اب نہیں ہے تو اب اس کے شکار کھانے میں مضائقہ نہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ اس حدیث کا راوی داؤد بن عمرو متکلم فیہ ہے، ابن حزم نے کہا ہے کہ احمد بن حنبل نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح عجلی نے بھی اسے غیر قوی کہا ہے۔ نووی رح نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ علماء نے عدی بن حاتم رض کی حدیث کو مقدم گردانا ہے کیونکہ وہ اس حدیث ابی ثعلبہ رض سے صحیح تر ہے۔ بعض نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ کتے نے شکار کو مار ڈالا اور اس سے الگ ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آیا اس میں سے کچھ کھالیا، اس صورت سے شکار میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۲۸۵۳ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ خُلَيْفٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ نَا دَاوُدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَدُنَا يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ ثُمَّ يَجِدُهُ مَيِّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ أَيَأْكُلُ قَالَ نَعَمْ إِنْ شَاءَ أَوْ قَالَ يَأْكُلُ إِنْ شَاءَ۔

عدی بن حاتم، روایت ہے کہ اس نے کہا: یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی شکار پر تیر چلاتا ہے اور دو تین دن تک اس کے پیچھے تلاش میں رہتا ہے، پھر اسے مردہ پاتا ہے اور اس کا تیر اس کے اندر ہوتا ہے، کیا وہ اسے کھائے؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں اگر چاہے تو، یا یہ فرمایا کہ: اگر چاہے تو کھالے۔

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب ایک شکاری کا تیر کسی شکار میں کھُب گیا تو وہ اس کی ملک ہوگیا، اس کا تیر اس کے قبضے کا نشان ہے۔ اگر شکاری کو اپنا شکار نہ ملا اور کسی دوسرے شخص نے اسے پایا تو وہ لُقطہ کے حکم میں ہے اور حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ شکاری کو جب اپنے تیر کے لگنے کا علم ہو اور پھر شکار کہیں دُور جا پڑے اور شکاری اُسے پالے تو وہ اُسی کے تیر کا شکار ہے اور اس کا کھانا اس پر حلال ہے۔ لیکن جب اسے یہ نہ معلوم ہو کہ اس کا تیر واقعی شکار کو لگ گیا تھا اور پھر اس نے وہ شکار پالیا اور اپنا تیر اس میں دیکھ لیا، تو اب اسے اس شکار کی موت کا سبب معلوم نہیں، ہو سکتا ہے کہ اسی کے تیر سے مرا ہو اور ہو سکتا ہے کہ اس کی موت کا باعث کوئی اور ہو۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب شکاری نے اپنے شکار کا پیچھا کرنا اور اس کی تلاش ترک کر دی اور پھر بعد میں اسے پالیا تو بھی اُسے نہ کھائے۔ علی ہذا القیاس اگر شکار تیر کھا کر زخمی ہوگیا اور لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا، امکان تھا کہ وہ زندہ مل جائے گا اور اسے باضابطہ شرعی طریقے سے ذبح کر سکیں گے، مگر شکاری نے اس کا پیچھا نہ کیا حتیٰ کہ وہ مر گیا اور بعد میں ملا تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں رہا کیونکہ وہ اس جانور کی مانند تھا جس کو ذبح کرنا قدرت میں تھا مگر نہ کیا گیا

۲۸۵۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي

السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ فَقُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي قَالَ إِذَا سَمَّيْتَ فَكُلْ وَإِلَّا فَلَا تَأْكُلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ لِنَفْسِهِ فَقَالَ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ عَلَيْهِ كَلْبًا آخَرَ فَقَالَ لَا تَأْكُلْ لِأَنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ۔

عدی بن حاتمؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب وہ اپنی دھار کے ساتھ لگے تو (شکار کو) کھالے اور جب وہ اپنی چوڑائی کے بل لگے تو مت کھا کیونکہ وہ موقوذہ (چوٹ سے مرنے والا) ہے۔ میں نے کہا کہ میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں تو فرمایا: جب تو نے تسمیہ پڑھی تھی تو کھالے ورنہ مت کھا، اور اگر وہ اس میں سے کھا جائے تو بھی مت کھا کیونکہ وہ شکار اس نے اپنے لیے کیا ہے۔ (نہ کہ تیرے لیے) پھر عدیؓ نے کہا: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں اور شکار پر ایک اور کتا پاتا ہوں۔ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: مت کھا کیونکہ تو نے تو صرف اپنے کتے پہ خدا کا نام لیا تھا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: اس حدیث میں صراحت آگئی ہے کہ اگر کوئی آدمی عمداً تسمیہ کو ترک کر دے تو شکار (اور اسی طرح ذبیحہ بھی) حرام ہو گیا۔ باقی مضامین پر اوپر کی احادیث میں گفتگو کی جا چکی ہے۔

۲۸۵۵۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قَالَ سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ يَقُولُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ قَالَ مَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلْ وَمَا أَصَدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ۔

ابو ثعلبہؓ خشنی کہتے تھے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے ایک سدھائے ہوئے اور ایک غیر سدھائے ہوئے کتے سے شکار کرتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تو نے جو شکار اپنے تعلیم یافتہ کتے سے کیا اس پر اللہ کا نام لے اور کھا۔ اور جو شکار تو نے اپنے اس کتے کے ساتھ کیا جو سدھایا ہوا نہ تھا اور تجھے اس کے ذبح کرنے کا موقع مل گیا تو اسے کھالے (بخاری، مسلم، نسائی) یعنی معلّم کتے کو جب تسمیہ کے بعد چھوڑا اور اس نے شکار کو قتل کر ڈالا تو اس کا کھانا جائز ہے، غیر معلّم کتے کی صورت میں اس کا مارا ہوا شکار جائز نہیں، ہاں اگر زندہ مل گیا

اور ذبح کر لیا تو جائز ہے۔

۲۸۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى قَالَ نَا بَقِيَّةُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ سَيْفٍ قَالَ نَا أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ كُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ وَكَلْبُكَ زَادَ عَنِ ابْنِ حَرْبٍ الْمُعَلَّمُ وَيَدُكَ فَكُلْ ذَكِيًّا وَغَيْرَ ذَكِيٍّ۔

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ تیری کمان جو شکار کرے اور تیرا کتا جو معلّم ہو جو شکار کرے اور تیرا ہاتھ جو شکار کرے (یعنی ابن حرب کی روایت میں کلبک المعلم ویدک کا لفظ ہے) تو اُسے کھالے، ذبح کرنے کا موقع ملے تو ذبح کر کے ورنہ ذبح کئے بغیر (ابن ماجہ) علامہ خطابی رحمہ اللہ نے ذکیاً کا معنیٰ یہ بتایا ہے کہ شکار کی جان نکلنے سے پہلے جب وہ ہاتھ آ جائے تو اسے باقاعدہ حلق اور لبہ میں ذبح کرنا ہوگا۔ اور غیر ذکیّ کا معنی یہ ہے کہ وہ ہاتھ میں آنے سے پہلے دم توڑ جائے تو حدیث میں بیان شدہ صورت میں اس کا کھانا جائز ہوگا کیونکہ شکار کی حلّت کی شرط موجود ہے۔ ان الفاظ کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اگر چھوڑے ہوئے جانور نے اسے زخمی کر دیا ہو اور اس کا خون بہ گیا ہو مگر ہاتھ اس وقت آیا جب جان نکل گئی تھی تو جائز ہے اور غیر ذکیّ کا معنیٰ یہ ہے کہ جسے کتے وغیرہ نے دبوچ لیا مگر زخمی نہیں کیا، تو اُسے کھانے کی شرط ظاہر ہے کہ ذبح کرنا ہی ہے۔ اوپر گزرا ہے کہ کتے نے جب شکار کو پکڑا اور اس کا گلا دبوچ کر مار دیا، زخمی نہیں کیا تو یہ شکار جائز نہیں کیونکہ حلّت کی شرط (خون بہانا) پوری نہیں ہوئی۔

۲۸۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا حَبِيبُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا يُقَالُ لَهُ أَبُو ثَعْلَبَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي كِلَابًا مُكَلَّبَةً فَأَفْتِنِي فِي صَيْدِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ لَكَ كِلَابٌ مُكَلَّبَةٌ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قَالَ ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ قَالَ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفْتِنِي فِي قَوْسِي قَالَ كُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ قَالَ ذَكِيًّا

أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ قَالَ وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنِّي قَالَ وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنْكَ مَا لَمْ يَصِلَّ أَوْ تَجِدْ فِيهِ أَثَرَ غَيْرِ سَهْمِكَ قَالَ أَفْتِنِي فِي آنِيَةِ الْمَجُوسِ إِذَا اضْطُرِرْنَا إِلَيْهَا قَالَ اغْسِلْهَا وَكُلْ فِيهَا۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحرائی جس کا نام ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ تھا، اس نے کہا: یارسول اللہ میرے پاس کچھ سدھائے کتے ہیں سو آپ مجھے ان کے شکار میں فتویٰ دیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تیرے پاس سدھائے ہوئے کتے ہیں تو جس شکار کو وہ تجھ پر روک رکھیں اسے تو کھالے، ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ذبح شدہ ہو یا غیر ذبح شدہ (ہر صورت میں فرمایا کھالے) ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اگر وہ شکار میں سے کچھ کھا جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ وہ کھا جائے (تو بھی کھالے) ابوثعلبہ نے کہا یارسول اللہ مجھے میری کمان کے بارے میں فتویٰ دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری کمان جو شکار لائے تو اُسے کھالے، زندہ ملے تو ذبح کرکے ورنہ غیر ذبح شدہ ہی کھالے۔ ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگرچہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو جائے؟ فرمایا: اگرچہ وہ تیری نگاہ سے اوجھل ہو جائے جب تک کہ اسے کسی اور کا تیر نہ لگے یا تو اس میں اپنے تیر کے علاوہ کوئی اور تیر نہ پائے۔ ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں حکم دیجیے جب کہ ہمیں مجبوراً ان کا استعمال کرنا پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں دھو ڈالو اور ان میں کھالو (نسائی)

شرح: علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کتے نے شکار کو زخمی نہیں کیا بلکہ گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو اور اس کا خون نہیں بہایا تو یہ شکار موقوذہ (چوٹ سے مرنے والا جانور) کے حکم میں ہے شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول میں اور حنفیہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شکار جائز نہیں رہا۔ مَا لَمْ يَصِلَّ کا ایک معنیٰ تو ہم نے اوپر بتایا کہ "جب تک کسی غیر کا تیر اُسے نہ پہنچا ہو"، مگر خطابی نے کہا کہ یہ لفظ مالم یَصِلّ ہے۔ صَلَّ اور اَصَلَّ کا معنیٰ ہے سڑ گیا اور بدبودار ہو گیا، یعنی اگر وہ شکار پڑا رہا اور شکاری اس کی تلاش میں رہا، جب وہ ملا تو سڑ چکا اور بدبو چھوڑ گیا تھا، اب اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کسی زہریلے جانور نے اسے کاٹ کھایا ہو اور اس کا زہر اس میں سرایت کر گیا ہو جس کے باعث وہ سڑ کر بدبودار ہو گیا۔ ہاں! بقول خطابی اگر زہریلے جانور کے کاٹنے کا احتمال نہیں تو اس سے ممانعت ندب و استحباب کے لیے ہے۔

ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ بیان کہ اگر شکاری کتا شکار میں سے کھا جائے تب بھی اس کا کھانا جائز ہے، عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کی صحیح تر احادیث کے خلاف ہے اور اس پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ مجوسیوں کے برتنوں کو دھونے کے بعد ان کا استعمال اس حدیث کی رُو سے جائز ہے۔ دوسری حدیث میں وہ برتن جن میں مشرک شراب پیتے اور خنزیر پکاتے یا کھاتے ہوں، دوسرے برتن مل جائیں تو ان کا استعمال مکروہ بتایا گیا ہے۔

٭٭٭٭٭٭٭٭

بَابٌ ۳: إِذَا قُطِعَ مِنَ الصَّيْدِ قِطْعَةٌ

اس شکار کا باب جس میں سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا ہو

۲۸۵۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ۔

ابو واقدؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندہ جانور کے جسم کا جو ٹکڑا کاٹا گیا ہو وہ مردار ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا کہ جانور کے گوشت کا اور اس کے جسم کے ساتھ متصل اعضاء کا یہی حکم ہے، اون اور بال کا یہ حکم نہیں ہے۔ اگر کسی نے شکار پر کتا چھوڑا اور اس نے اس کے جسم کی بوٹی نوچ لی قبل اس کے کہ شکار کی جان نکلے، تو یہ بوٹی مردار ہوگئی۔ اسی طرح اگر تیر چلایا جائے اور وہ جانور۔ پرندے وغیرہ کے جسم کا کوئی حصہ توڑ کر الگ کر دے اور وہ جانور ہنوز زندہ ہو تو یہ الگ شدہ حصہ مردار ہے۔ لیکن اگر جانور کے دو ٹکڑے کر ڈالے تو ان کا حکم ذبح کا ہے، وہ دونوں کھالیے جائیں گے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ جس حصے میں سر ہے اگر دوسرے سے چھوٹا ہے تو وہ مردار ہے اور اگر سر والا حصہ دوسرے کے برابر یا بڑا ہو تو دونوں حلال ہیں۔ شافعیؒ نے یہ فرق نہیں بتایا۔

ترمذی کی روایت طویل تر ہے۔ ابو واقدؓ لیثی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ اونٹوں کی کوہان اور دنبوں کی چکی کاٹ لیتے تھے، اس پر آپ نے یہ فرمایا کہ زندہ جانور کا جو اعضاء کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے، یعنی حرمت میں اس کا حکم مردار جیسا ہے۔ البدائع میں ہے کہ اس جانور کو اگر بعد میں ذبح بھی کر لیں تب بھی پہلا عضو جو کاٹا گیا تھا وہ مردار ہی رہا کیونکہ جب تک جانور کی شرعی ذکات ثابت نہ ہوگی اس کا کوئی جوڑ جو اس سے الگ کیا جائے حلال نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی جوڑ کو الگ کیا جائے اور صرف کھال کے ساتھ وہ اٹکا رہے، بعد میں وہ جانور شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے تو وہ پہلا جوڑ حرام ہے کیونکہ صرف کھال کے ساتھ اٹکا رہنا غیر معتبر ہے کیونکہ اس کا وجود و عدم برابر ہے۔ اگر کاٹا جانے والا جوڑ گوشت سمیت حیوان کے جسم کے ساتھ اٹکا رہا تو وہ زندہ جوڑ شمار ہوگا اور جب اس جانور کو ذبح کر لیں گے تو یہ بھی پاک شمار ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر کسی نے تیر یا تلوار کے ساتھ شکار کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا تو ہمارے نزدیک دونوں ٹکڑوں کا کھانا روا ہے اور یہی ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ رگیں دل سے دماغ تک متصل ہوتی ہیں اس صورت میں رگوں کا قطع پایا گیا لہٰذا وہ ذبح ہی کی مانند ہو گیا۔ اگر ایک ٹکڑا جو پچھلی جانب سے ہے نصف سے

کم ہے تو ہمارے نزدیک اس کا کھانا جائز نہیں، اگر چھوٹا ٹکڑا سر کی جانب ہے تو سارا جانور حلال ہے کیونکہ رگوں کا قطع پایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطابی کا بیان مذہب حنفیہ میں درست نہیں یا کاتب کی غلطی سے تقدیم و تاخیر کا شکار ہوا ہے۔

بَابٌ فِي اتِّبَاعِ الصَّيْدِ

شکار کا پیچھا کرنے کا باب

۲۸۵۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَرَّةً سُفْيَانُ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ أَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، اور سفیان نے ایک مرتبہ کہا کہ میرا علم اس کے سوا نہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے، حضور نے فرمایا کہ جو صحراء میں رہا وہ سخت اور کھردرا ہو گیا اور جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہو گیا اور جو حاکم کے پاس گیا وہ فتنے میں مبتلا ہو گیا (ترمذی، نسائی)

شرح: باب کے عنوان کے بقول مولانا دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ شکار پر تیر چلا کر یا شکاری کتے چھوڑ کر اسے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے جانا۔ دوسرا یہ کہ "شکار کے پیچھے یعنی اس کے خیال میں لگا رہنا اور اس کے باعث دوسرے ضروری کاموں سے غافل ہو جانا"۔ باب میں حدیثیں دونوں معنوں کی موجود ہیں۔ صحرا میں رہنے والا سخت دل اور شدید الطبع اس لیے ہو جاتا ہے کہ اسے لوگوں سے ملنے، ان سے معاملہ کرنے، ان کی مشقتیں سہنے کا موقع نہیں ملتا اور حکومت کے قوانین سے بھی وہ دور بلکہ تقریباً باہر ہی ہوتا ہے۔ ہر وقت شکار کے خیال میں لگے رہنا بھی غفلت اور سہل انگاری پیدا کرتا ہے، بعض دفعہ فرائض سے غفلت ہو جاتی ہے۔ حکومت اور حکام کا تقرب حاصل کرنے سے دل سخت ہوتا ہے اللہ پر توکل کم ہوتا ہے، مداہنت اور چشم پوشی کرنی پڑتی ہے جس کے باعث ایمان ضعیف ہو جاتا ہے، دنیا کی محبت اور مادہ پرستی پر تکیہ ہونے لگتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بہت سی احادیث اور آثار میں تقرب سلطان کی مذمت آئی ہے۔

۲۸۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ شَيْخٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى مُسَدَّدٍ قَالَ وَمَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ افْتُتِنَ وَزَادَ وَمَا

ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللهِ بُعْدًا۔

ابوہریرہؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے (مسدد کی اوپر والی حدیث کے معنی میں) حضورؐ نے فرمایا: جو حاکم یا حکومت سے چمٹا رہا وہ فتنے کا شکار ہوا۔ اور بندہ سلطان کا جس قدر قرب زیادہ کرتا ہے اللہ تعالٰے سے اُسی قدر بعید ہو جاتا ہے۔

۲۸۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَ حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَاَدْرَكْتَهٗ بَعْدَ ثَلٰثِ لَيَالٍ وَسَهْمُكَ فِيْهِ فَكُلْ مَا لَمْ يُنْتِنْ اٰخِرُ كِتَابِ الضَّحَايَا

بو ثعلبہ خشنیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، فرمایا کہ جب تو نے شکار پر تیر پھینکا پھر اسے تین دن کے بعد اُسے پایا اور تیرا تیر اُسی میں تھا تو جب تک وہ بدبودار نہ ہو جائے اسے کھالے۔

شرح: سڑی ہوئی بدبودار چیز کو حنفیہ نے حرام کہا ہے اور یہی مذہب مالکیہ کا ہے، شافعی حضرات نے اسے مکروہ تنزیہی کہا ہے۔ اس سے قبل احادیث اور ان کی شرح میں گذر چکا ہے کہ اس حدیث میں وارد شدہ شکار اس شرط کے ساتھ حلال ہے کہ شکاری اس کی طلب اور تلاش میں رہے اور اس کی موت کا باعث صرف شکاری کا تیر ہو۔ تفصیل اوپر گذر گئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

آخر کتاب الصید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَوَّلُ كِتَابِ الْوَصَايَا

اوّل کتاب الوصایا (اس میں ۱۷ باب اور ۲۳ حدیثیں ہیں)

بَابُ مَا جَاءَ فِيْمَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْوَصِيَّةِ

ان احکام کا باب جو وصیت میں آئے ہیں

۲۸۶۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصِيْ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے پاس کوئی چیز ایسی ہو جس میں وصیت ضروری ہو تو اس کا یہ حق نہیں کہ دو دن بھی اس حال میں گذارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا، دارمی، مسند احمد)

شرح: مسلم کی روایت میں ہے کہ: وہ وصیت کرنا چاہتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول سنا ہے تب سے میرا وصیت نامہ میرے پاس رہتا ہے خطابی نے کہا ہے مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ کا مطلب یہ ہے کہ احتیاط و حزم کا تقاضا یہ ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ وصیت غیر واجب ہے اور یہی عامۂ فقہاء کا قول ہے۔ بعض تابعین اور داؤد ظاہری نے وصیت کو واجب کہا ہے۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شخص کے لیے وصیت مستحب ہے جس کے پاس فاضل مال ہو جس میں وہ وصیت کرنا چاہے، یعنی وہ صدقہ و ہبہ اور صلہ میں وصیت کرنا چاہئے جہاں تک قرضوں اور مظالم کا تعلق ہے ان سے عہدہ برآ ہونا اس کا فریضہ ہے لہٰذا ان کے متعلق وصیت واجب ہے اور اولیاء پر اس کا نفاذ ضروری ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ وصیت مصدر بھی ہے اور جس مال میں یا جس مضمون کی وصیت کرنا چاہے گا اسے

بھی وصیت کہا جاتا ہے۔ وصیت کا لفظی معنیٰ ملانا ہے۔ چونکہ وصیت کرنے والا اپنی زندگی کی بعض چیزوں یا احکام و معاملات کو اس کے ذریعے سے اپنی موت کے بعد کے زمانے سے ملا دیتا ہے اس لیے اسے وصیت کہا گیا۔ اس روایت کی سند میں یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ یَعْنِیْ ابْنَ عُمَرَ کے الفاظ ہیں اور صحیح تر یہ ہے کہ یحیٰی عن عبید اللہ ہے اور نافع عن عبد اللہ بن عمر ہے۔

اس حدیث کی رُو سے ظاہر آیت قرآنی سمیت وجوب وصیت کا استدلال کیا گیا ہے۔ زہری، ابو جعفر عطاء طلحہ بن مصرف، اسحاق، داؤد، ابو عوانہ اسفرائینی، ابن جریر طبری اور حسب قول قدیم شافعی کا بھی یہی مذہب ہے حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ وصیت کا عدم وجوب اجماعی مسئلہ ہے اور اس کے خلاف قول شاذ ہے۔ اور ما حق امرئ مسلم سے مراد حزم و احتیاط ہے۔ حق کا معنیٰ ہے ثابت شدہ حکم، اور حق کی دو قسمیں ہیں: واجب اور مستحب پس اس حدیث میں وجوب کی کوئی دلیل نہیں، سوائے اس صورت کے کہ کسی کے ذمہ حقوق العباد ہوں تو ان کی ادائیگی کی وصیت واجب ہے۔ اسی طرح جس کے ذمہ حج واجب یا زکوٰۃ ہے تو بھی وصیت واجب ہے۔

۲۸۶۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّلَا بَعِیْرًا وَّلَا شَاۃً وَّلَا اَوْصٰی بِشَیْءٍ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار، درہم، اونٹ، بکری نہیں چھوڑی اور نہ کسی چیز کی وصیت فرمائی (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: اس حدیث میں وصیت کی نفی سے مراد مالی وصیت کی نفی ہے، یعنی جب حضورؐ نے کوئی مال ہی نہ چھوڑا تو وصیت کا کیا سوال تھا۔ دینی وصایا و احکام ثابت ہیں۔ مثلاً: اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، یہ آپ کی آخری وصیت تھی۔ ابن عباسؓ نے ایک اور وصیت نقل کی: اَخْرِجُوا الْیَھُوْدَ عَنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ وَاَجِیْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ اُجِیْزُھُمْ "یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو اور جس طرح میں وفود کی آؤ بھگت کرتا تھا تم بھی ویسی ہی کرنا"۔

مولاناؒ نے سیرت حلبیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ یا سات دینار تھے تو حضورؐ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اگر محمدؐ اپنے رب سے اس حال میں ملا کہ یہ مال اس کے پاس ہو تو خدا کو کیا جواب دے گا۔ پس عائشہؓ نے وہ مال صدقہ کر دیا۔ علامہ علی القاری نے کہا کہ بعض اہل سیر نے جو بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے لونڈی غلام تھے اور حضورؐ کی بیس اونٹنیاں تھیں جن کا دودھ یہ لوگ مدینہ کے نواح سے ہر رات لاتے تھے، یہ کہ آپ سات لاتے ، اور یہ کہ آپ کی سات بکریاں تھیں اور سات بھیڑیں تھیں جو سب کی سب شیر دار تھیں اور حضورؐ ان کا دودھ پیتے تھے، یہ سب روایات اس حدیث صحیح کا معارضہ نہیں کر سکتیں۔ اگر یہ روایات صحیح ہیں

تو اس سے مراد صدقہ کی اونٹنیاں ہیں جن کا دودھ اہل صفہ کے کام آتا تھا۔ جہاں تک آپ کی خیبر میں مملوکہ زمین اور فدک کا تعلق ہے سو حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں انہیں مسلمانوں پر صدقہ کر دیا تھا۔ بخاری میں ام المؤمنین جویریہؓ کے بھائی عمروؓ بن الحارث کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کے وقت کوئی دینار، درہم، غلام، لونڈی یا کوئی اور شیئ نہ چھوڑی، سوائے اپنی سفید خچر کے اور سوائے اپنے ہتھیاروں کے اور اپنی اراضی کے مگر ان چیزوں کو بھی آپ نے فی سبیل اللہ مسلمانوں پر صدقہ کر دیا تھا۔ بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: میرے وارث دینار تقسیم نہ کریں گے، اپنی بیویوں کے نفقے اور مزدوروں کی مزدوری کے بعد جو کچھ بچ رہا وہ صدقہ ہے اور اس طرح بخاری و مسلم میں ابوبکر صدیقؓ کی حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ ان احادیث سے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں اگر کوئی چیز تھی تو وہ بھی آپ کے بعد صدقہ ہے پس اس حدیث میں عائشہؓ کا قول بالکل برحق ہے۔ حضورؐ کی وصیت بھی ذاتی مال و دولت میں نہ تھی بلکہ کتاب و سنت میں، دین میں، تقویٰ اور خوف خدا میں تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا لَا يَجُوزُ لِلْمُوصِي فِي مَالِهِ

باب وصیت کرنے والا اپنے مال کے کتنے حصے میں وصیت کر سکتا ہے؟

۲۸۶۴ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَرِضَ مَرَضًا أُشْفِيَ فِيهِ فَعَادَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالشَّطْرِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ إِنَّكَ أَنْ تَتْرُكَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أُجِرْتَ فِيهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَدْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِي قَالَ إِنَّكَ إِنْ تُخَلَّفْ بَعْدِي فَتَعْمَلَ عَمَلًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ لَا تَزْدَادُ بِهِ إِلَّا رِفْعَةً وَدَرَجَةً لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ امْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ

بْنَ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ۔

عامر بن سعدؓ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ مکہ میں اس قدر بیمار ہوئے کہ بس موت کے قریب جا پہنچے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عیادت کی تو سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس بہت سا مال ہے اور میرا وارث میری بیٹی کے سوا کوئی نہیں۔ پس کیا میں اپنے مال کا دو ثلث (یعنی ⅔) صدقہ کر جاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ سعدؓ نے کہا کہ پھر نصف مال؟ فرمایا نہیں۔ سعدؓ نے کہا ایک ثلث (⅓) حضورؐ نے فرمایا: ہاں ثلث دے سکتے ہو مگر ثلث بھی زیادہ ہے تو اگر اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں دوسروں پر بوجھ بنا جائے۔ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور تو جو بھی نفقہ کرے کا اس کا تجھے اجر ملے گا، حتیٰ کہ وہ لقمہ بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ کی طرف اٹھائے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ میں اپنی ہجرت سے پیچھے رہا جاتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا: تو اگر میرے بعد زندہ رہا اور نیک عمل کئے جن کے ساتھ تو اللہ کی رضا چاہے گا تو تیری بلندی اور تیرے درجے برابر بڑھتے رہیں گے۔ شائد تو باقی رہے گا حتیٰ کہ کچھ لوگوں کو تیری وجہ سے نفع پہنچے گا اور کچھ اوروں کو نقصان پہنچے گا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: اے اللہ میری اصحاب کی ہجرت کو کامل فرما اور انہیں ان کی ایڑیوں پر پیچھے کو نہ لوٹا۔ لیکن بیچارے سعد بن خولہؓ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افسوس کرتے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گیا تھا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، الموطا)

شرح: اس حدیث میں سعد بن ابی وقاصؓ کا قصہ مذکور ہوا ہے جو مکہ میں بیمار ہو گئے تھے اور جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ ان کے وارثوں میں ذوی الفروض (جن کا حصہ شرعاً مقرر ہے) میں ایک بیٹی کے سوا کوئی نہ تھا، ورنہ ان کے عصبات و ذوی الارحام کافی تھے کیونکہ ان کی برادری وسیع تھی۔ حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ جس شخص کی موت کے بعد ایسے لوگ موجود ہوں جو سارا مال لے جا سکیں وہ تیسرے حصے کی وصیت کر سکتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا کہ تیسرا حصہ وصیت کرنے کی اجازت اس کے لیے ہے جس کے وارث سارا مال نہ لے سکیں (مگر اس کی کوئی دلیل نہیں) تیسرے حصے سے زیادہ وصیت جائز نہیں نہ وہ نافذ ہو سکتی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جس کا کوئی وارث نہ ہو وہ سارا مال جہاں چاہے خرچ کر دے اور جس مد میں چاہے اس کی وصیت کر جائے، یہی اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے۔ اس حدیث میں جو حضورؐ نے فرمایا کہ ثلث کثیر ہے، اس سے بعض اہل علم نے کہا کہ ثلث کی وصیت نہ کرے بلکہ ربع کی کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلثُّلُثُ كَثِيْرٌ۔ گو موت اپنے بس میں نہیں مگر سعد بن ابی وقاصؓ نے مکہ میں موت پسند نہ کی کیونکہ وہ اسے خدا کی خاطر چھوڑ چکے تھے۔ حضورؐ نے اس حدیث میں فرمایا تھا کہ سعدؓ دیر تک زندہ رہے گا۔ چنانچہ سعدؓ بن ابی وقاص فاتح ایران بنے، بہت سی فتوحات میں حصہ لیا، عراق میں گورنر رہے، کئی مرتدوں اور مشرکوں کو قتل کیا اور بہت سے لوگوں کو فائدے پہنچائے اسی بنا پر منذری نے کہا ہے کہ یہ حدیث معجزات و اعلام نبوت میں سے ہے۔ سعدؓ حضورؐ کے اس ارشاد کے

بعد (حجۃ الوداع میں فرمایا تھا) تقریباً ۴۵ سال تک زندہ رہے (خطابی)

حدیث کے الفاظ: وَلٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ پر ختم ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ ہے وہ راوی کا تشریحی و تفسیری کلام ہے اور یہ سعد بن ابی وقاصؓ کا مقولہ ہے۔ دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ: لیکن سعد بن خولہ بیچارہ اس سرزمین میں مرا جہاں سے ہجرت کر چکا تھا۔ سعدؓ بن خولہ کے قصے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس نے موت تک ہجرت نہ کی اور اس کی موت مکہ میں واقع ہوگئی۔ بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ سعد بن خولہؓ نے حبشہ اور مدینہ کی دونوں ہجرتیں کی تھیں اور حجۃ الوداع میں مکہ میں فوت ہوا۔ بعض نے کہا کہ وہ صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں مکہ سے گزر رہا تھا کہ وہیں فوت ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں سعدؓ بن خولہ کا اپنا کوئی قصور نہ تھا، زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ پھر بھی ہجرت گاہ میں فوت ہو جانے سے وہ کامل و اکمل ثواب حاصل نہ ہو سکا جو دوسرے مہاجرین کو ملا تھا اس لیے حضورؐ نے اس کی مکہ میں موت پر اظہار افسوس فرمایا تھا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا ہے کہ اگر کوئی مہاجر مکہ آ رہے یا وہاں پر فوت ہو جائے تو اس کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ کیونکہ فتح کے بعد مکہ دارالاسلام بن گیا تھا۔ سعدؓ کو اس خیال سے خدشہ پیدا ہوا کہ جس ملک کو خدا کے لیے چھوڑا تھا مبادا اس میں موت آ جائے تو ہجرت کے اجر و ثواب میں کمی واقع ہو جائے، سعدؓ کو اس بات کا بھی قلق تھا کہ دوسرے مہاجر حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ واپس جائیں گے مگر میں نہ جا سکا تو کیا ہوگا؟ شاید میرا اجر و ثواب حبط ہو جائے۔ اجر و ثواب میں کمی ہوئی یا نہ اتنی بات تو صاف تھی کہ مہاجرین کو مکہ میں مرنے کا شدید خوف تھا کیونکہ وہ اسے اللہ کے لیے چھوڑ چکے تھے۔ مکہ کے دارالاسلام بن چکنے کے بعد اس کی رہائش (بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا بالخصوص فتنوں کے زمانے میں) ناجائز نہ تھی ورنہ عبداللہ بن عباسؓ جیسا حبرالامۃ مکہ کی رہائش اختیار نہ کرتا۔ یاد رہے کہ ابن عباسؓ کی وفات طائف میں واقع ہوئی تھی۔ اس مسئلہ پر ہم اپنی شرح میں کہیں اوپر ذرا تفصیلی بحث کر چکے ہیں، شاید کتاب الحج میں۔

باب ۳ فِي فَضْلِ الصَّدَقَةِ فِي الصِّحَّةِ

صحت میں صدقہ دینے کی فضیلت کا باب

۲۸۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ حَرِيصٌ تَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَتَخْشَى الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلَ

حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَلِفُلَانٍ کَذَا وَقَدْ کَانَ لِفُلَانٍ۔

ابوہریرہؓ نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا وہ صدقہ جسے کرتے وقت تو تندرست ہو، مال پر حریص ہو، بقار کی امید رکھتا ہو اور فقر سے ڈرتا ہو اور تو اس وقت تک مہلت نہ دے کہ سانس حلق پر آکر اٹک جائے تو تو کہے فلاں کا اتنا اور فلاں کو اتنا اور وہ تو فلاں کا ہو ہی چکا! (بخاری، مسلم، نسائی، مسند احمد)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ تندرست آدمی اپنا مال جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے بشرطیکہ مباح میں خرچ کرے اور جس شخص کا خرچ اس پر واجب نہیں اس کے بارے میں وہ بخل بھی کر سکتا ہے کہ یہ ایک فطری چیز ہے۔ قد کان لفلان کا مطلب یہ ہے کہ اب تم کسی کو دو یا نہ دو وہ مال تو دوسروں کا ہو ہی چکا اور تمہارے تصرف کا وقت گزر گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی اس وقت میں وصیت کے ذریعے سے وارثوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو اس کی وصیت باطل ہے کیونکہ مال اب اس کا نہیں وارثوں کا ہے۔ یہ الفاظ فصاحت و بلاغت کے انتہائی مقام پر فائز ہیں اور فطرت انسانی کے عمیق مطالع اور وحی خداوندی ہر دو کا پتہ دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس موقع پر ایک عجیب بات کہی ہے کہ بعض سلف نے بعض مالداروں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اپنے اموال میں دو بار اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ جب مال ان کے قبضے میں ہوں تو بخل کرتے ہیں یعنی زندگی میں، اور جب ان کے ہاتھ سے نکل جائے تو اس میں اسراف کرتے ہیں یعنی موت کے بعد کی حالت میں غلط وصیت اور غلط بخشش کرتے ہیں۔

۲۸۶۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْکٍ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِیْلَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ یَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِیْ حَیَاتِہٖ بِدِرْھَمٍ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِمِائَۃٍ عِنْدَ مَوْتِہٖ۔

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرنا موت کے وقت سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے (اس کا سبب اوپر کی حدیث میں بیان ہو چکا ہے۔ اور اگر وصیت کے طور پر صدقہ کرے گا تو ⅓ سے زائد نافذ نہ ہو گا اور ⅓ بھی اگر وارثوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ہوا تو فعل حرام میں داخل ہے۔ اس حدیث کی عنوان باب سے یہی مناسبت ہے)

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِضْرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ

وصیت میں نقصان پہنچانے کی کراہت کا بیان!

۲۸۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُدَّانِيُّ قَالَ نَا الْأَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْأَةُ بِطَاعَةِ اللَّهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ قَالَ وَقَرَأَ عَلَيَّ أَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ هَاهُنَا مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ حَتَّى بَلَغَ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا يَعْنِي الْأَشْعَثَ بْنَ جَابِرٍ جَدُّ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ

ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کے عمل کرتے رہتے ہیں پھر انہیں موت آتی ہے تو وصیت کرنے میں وارثوں کا نقصان کر جاتے ہیں پس ان کے لیے آگ واجب ہو جاتی ہے۔ شہر بن حوشب نے کہا کہ ابوہریرہؓ نے مجھ پر: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ سے لے کر اَلْفَوْزُ الْعَظِيمُ تک آیت پڑھی سورۂ نساء ۱۱-۱۲ ترجمہ یہ ہے: وصیت کے بعد جو کی جائے یا قرض کی ادائیگی کے بعد، اس حال میں کہ وصیت سے نقصان نہ پہنچائے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ شخص یعنی اشعث بن جابر، نصر بن علی کا نانا ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي الْوَصَايَا

وصیتوں میں داخل ہونے کا باب

۲۸۶۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي فَلَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا

تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ

ابو ذرؓ نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذرؓ! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تیرے لیے بھی پسند کرتا ہوں۔ پس تو دو آدمیوں پر بھی امیر مت بننا اور کسی یتیم کے مال کا متولی مت بننا۔ ابو داؤد نے کہا کہ اس حدیث کی روایت میں اہل مصر منفرد ہیں (مسلم، نسائی)

شرح: کسی کا وصی بننا، دو آدمیوں میں امیر یا جج بننا اور یتیم کے مال کا منتظم بننا ان تمام چیزوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ یہ معاملہ بہت نازک ہے، سب لوگ کسی سے خوش نہیں ہوتے، خاص کر انتظامی معاملات میں دخل اندازی تو اکثر بدنامی، تہمت، بدظنی اور بعض دفعہ عداوت کا سبب بن جاتی ہے۔ ابوذرؓ طبعاً درویش منش آدمی تھے اور طبیعت کچھ جذباتی پائی تھی۔ یہ سبب تھا کہ حضورؐ نے انہیں خاص طور پر انتظامی جھنجھٹوں میں پڑنے سے منع فرمایا۔ ان ذمہ داریوں سے ہر ایک کو بالعموم بچنا چاہیئے، لیکن آخر کوئی نہ کوئی تو یہ کام بھی کرے گا۔ اور وہ شخص جو یہ کام کرے گا وہ عمرؓ بن الخطاب جیسا دین میں سخت، دیانت دار، بے لوث، بے لاگ، اپنے پرائے کا لحاظ نہ کرنے والا ہونا چاہیئے۔ حضورؐ نے یہ جو فرمایا کہ میں تیرے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے کرتا ہوں، تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ حضورؐ بھی دنیا کے انتظامی معاملات سے بے دخل ہونا پسند فرماتے تھے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ تیرے مقام پر اگر میں ہوتا تو یہی پسند کرتا کہ فلاں فلاں کام میں دخل نہ دوں جیسا کہ تمہیں یہ مشورہ دے رہا ہوں۔ ولایتِ عامّہ کے لیے اس کے حقائق کا علم اور تحصیل مصالح اور مفاسد سے اجتناب کی قدرت ضروری ہے، جس شخص میں یہ نہ ہو اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ اس سے الگ رہے اگر اس کی آرزو کرے گا تو منہ کی کھائے گا اور ناکام ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَسْخِ الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ

باب۔ والدین اور قرابت داروں کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا

۲۸۶۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ فَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ كَذٰلِكَ حَتّٰى نَسَخَتْهَا آيَةُ الْمِيرَاثِ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قرآن کی آیت (البقرہ ۱۸۰) میں ہے: اگر وہ مال چھوڑ جائے تو والدین اور قرابت داروں کے لیے وصیت کرے۔ پس وصیت اسی طرح رہی حتی کہ آیت المیراث نے اسے منسوخ کر دیا۔

شرح: مولانا نے فرمایا کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ والدین اور رشتہ داروں کے لیے آیا وصیت فرض تھی یا نہیں پس کچھ علماء کا خیال ہے کہ واجب نہ تھی بلکہ ندب واستحباب وارشاد کے طور پر تھی۔ اور کچھ اور علماء نے کہا ہے کہ پہلے یہ فرض تھی پھر منسوخ ہو گئی۔ وصیت کو واجب کہنے والوں میں بھی اختلاف ہوا ہے، بعض نے کہا کہ آیۃ المیراث کے باعث یہ آیت منسوخ ہوئی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ منسوخ نہیں ہوئی ابو مسلم اصفہانی کا یہی اختیار ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے۔ پھر جو لوگ اس آیت کے منسوخ ہونے کے قائل ہوئے، ان میں اس امر میں اختلاف ہے کہ اس کا ناسخ کیا ہے۔ پس بعض نے تو کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے وارثوں کو ان کے حصے اور حق دے دیے تو یہ آیت اپنے آپ منسوخ ہو گئی۔ اور بعض نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے منسوخ ہوئی ہے کہ: خبردار کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے۔ پھر ایک اختلاف اور ہوا ہے، وہ یہ کہ بعض نے کہا کہ ان لوگوں کے حق میں منسوخ ہے جو وارث ہوتے ہیں اور ان کے حق میں بھی جو وارث نہیں ہوتے۔ اکثر مفسرین اور معتبر فقہاء کا یہی قول ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں منسوخ ہے جو وارث ہیں اور ان لوگوں کے حق میں منسوخ نہیں ہے جو وارث نہیں اور یہ ابن عباس رض حسن بصری رح اور مسروق رح وغیرہ کا مذہب ہے۔ پس ان کے نزدیک وہ رشتہ دار جو وارث نہیں ہوتا اس کے حق میں یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس کے لیے وصیت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَصِيَّةِ لِلْوَارِثِ

وارث کے لیے وصیت کا باب

۲۸۷۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ قَالَ نَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔

ابو امامہ رض نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، پس وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: "ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے" یہ آیت میراث کی طرف اشارہ ہے جس میں ہر وارث کا نام اور حصہ اور مختلف صورتوں میں ان کے حصوں کی تبدیلی کا ذکر آگیا ہے۔ اس آیت کے نزول سے پہلے قرابت داروں کے لیے وصیت فرض تھی جس کا ذکر البقرہ ـ ۱۸۰ میں موجود ہے، فرمایا: تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو اگر اس نے مال چھوڑا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے۔ پھر یہ آیت آیۃ المیراث سے منسوخ ہوئی (یعنی وصیت کا وہ حکم وجوبی نہ رہا جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر میں صراحت کی ہے) اکثر اہل علم کے قول کے مطابق وارث کے لیے وصیت اس لیے باطل ہے کہ اب مال میں سب وارثوں کا حق ہے۔ اگر سب وارث بخوشی اجازت دیں تو جائز ہے، جیسا کہ ⅓ سے زائد کی وصیت جب کسی غیر وارث کے لیے ہو اور

وارث اسے جائز رکھیں تو جائز ہے، مگر بعض اہل علم کا خیال ہے کہ وارث کے لیے وصیت کسی حال میں جائز نہیں۔ اگر باقی وارث اسے جائز بھی رکھیں تب بھی باطل ہے۔ کیونکہ اس سے جو روکا گیا ہے یہ حق شرع کی بناء پر ہے، پس اگر ہم اسے جائز رکھیں گے تو گویا ہم نے ایک منسوخ حکم کو جائز رکھا جو ناجائز ہے۔ جیسے کہ قاتل کے لیے وصیت اگر وارث جائز بھی رکھیں تب بھی جائز نہیں ہوتی (خطابی)

یہاں پر ایک اشکال ہے کہ وصیت جو فرض تھی، آیت قرآنی سے ثابت ہے، لیکن وارث کے حق میں وصیت کا ناجائز ہونا حدیث سے ثابت ہوا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیت میراث نے بطور اشارۃ النص وصیت کو باطل کہا ہے کیونکہ ہر وارث کا حصہ مقرر کر دینا اس بات کی علامت ہے کہ جن کے یہ حصے ہیں ان کے لیے وصیت کا سوال نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ وراثت کا حصہ اور وصیت کا حصہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ لیکن یہ حدیث اسقدر مشہور و مستفیض ہے کہ خبر متواترہ کے حکم میں ہے اور تمام فقہائے امت نے اسے قبول کیا ہے اُدھر آیت میراث کا اشارہ اور اِدھر یہ حدیث مشہور بحکم متواترہ اور اس کے ساتھ اجماع امت شامل ہو گیا ہے تو ان تمام چیزوں کے باعث وصیت کا وجوب منسوخ ہو گیا ہے۔ اس قسم کی حدیث کے ساتھ قرآن کا نسخ جائز ہے۔ امام شافعی رح کی عبارت کچھ اس قسم کی ہے کہ صرف حدیث سے نسخ قرآن نہیں ہوا بلکہ حدیث آیت المیراث سے ہوا ہے۔

بَابُ مُخَالَطَةِ الْيَتِيمِ فِي الطَّعَامِ

یتیم کو کھانے پینے میں شامل کرنے کا باب

۲۸۷۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمٰنُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا جَرِیْرٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ وَاِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا الْاٰیَةَ انْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ یَتِیْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهٗ مِنْ طَعَامِهٖ وَشَرَابَهٗ مِنْ شَرَابِهٖ فَجَعَلَ یَفْضُلُ مِنْ طَعَامِهٖ فَیُحْبَسُ لَهٗ حَتّٰی یَاْكُلَهٗ اَوْ یَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَیْهِمْ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتَامٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهٖ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهٖ

ابن عباسؓ نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: اور یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ مگر اس طریقے سے جو احسن ہے (الانعام ۱۵۲ - الاسراء ۳۴) اور یہ آیت: بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ظلم کے ساتھ کھا جاتے ہیں الخ (النساء ۱۰) تو جن لوگوں کے پاس یتیم تھے انہوں نے جا کر ان کا کھانا اپنے کھانے سے اور ان کا پینا اپنے پینے سے الگ کر دیا۔ پس یتیموں کا کھانا بچنے لگا تو وہ انہی کے لیے روکا جاتا حتی کہ وہ خود اسے کھائیں یا خراب ہو جائے، پس یہ بات لوگوں پر سخت گزری تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا۔ پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری: اور لوگ تم سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو کہ ان کی اصلاح کرنا بہت اچھا ہے اور اگر انہیں ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں (البقرہ ۲۲۰) پس لوگوں نے اپنا کھانا یتیم کے کھانے کے ساتھ اور اس کا پینا اپنے پینے کے ساتھ ملا لیا (نسائی) مطلب یہ کہ ہر نیکی میں اصل چیز تو دل کی نیت اور خلوص ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کی نیت کو خوب جانتا ہے کہ کون یتیم کی اصلاح چاہتا ہے اور کون بگاڑ کا متمنی ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں اور بھائیوں کا کھانا پینا اور رہن سہن اکٹھا ہوا کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا لِوَلِيِّ الْيَتِيمِ أَنْ يَنَالَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ

باب یتیم کا ولی اس کے مال میں سے کتنا لے۔

۲۸۷۲۔ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ قَالَ نَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلِي يَتِيمٌ قَالَ فَكُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَلَا مُتَأَثِّلٍ۔

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے ہاں یتیم کے مال سے بغیر اسراف کے اور نہ اس خوف سے کہ یہ بڑا ہو کر اپنا مال لے لے گا اور نہ اس کے مال کو خود جمع کرے (نسائی، ابن ماجہ)

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یتیم کا متولی اس کے مال میں سے بوقت حاجت صرف اتنا لے سکتا ہے جتنا ضروری ہو۔ وہ سوال کرنے والا خود محتاج و فقیر تھا لہٰذا تین شرطوں کے ساتھ حضورؐ نے اسے کھانے کی اجازت دی (۱) یہ کہ حد سے نہ بڑھے صرف حسب حاجت کھا لے (۲) اس کے مال کو اس خوف سے ہضم کرنا شروع نہ کر دے کہ یہ بڑا ہو کر اس پر قبضہ کر لے گا لہٰذا اب موقع ہے کہ جو ہو سکے کھا جاؤ (۳) اس کے مال کا استیصال (جڑ سے مٹا دینا) مدنظر نہ ہو۔ اس کی خدمت کے موافق اور اس کے مال کی اصلاح کے نقطۂ نظر سے کچھ حاصل کر لے۔ سعید بن جبیر، عبیدہ سلمانی، مجاہد اور اوزاعی کا قول ہے کہ جو کچھ یتیم کے مال میں سے خرچ کیا اور کھایا ہو وہ

اس کے بلوغ پر واپس کرنا پڑے گا۔ دیگر علماء کا قول اس کے برعکس ہے۔ بنیاد اس مضمون کی قرآنی آیت ہے کہ
وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا
فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ یتیم کے مال کو اسراف سے مت کھاؤ اور نہ اس خوف سے کہ یہ بڑے ہو جائیں گے
(تو اپنے مال پر قبضہ کر لیں گے) اور جو غنی ہو وہ بچ کر رہے اور جو محتاج ہے وہ نیکی کے ساتھ کھائے لے

بَابُ مَا جَاءَ مَتٰى يَنْقَطِعُ الْيُتْمُ

اس بات کا باب کہ تیمی کب ختم ہو جاتی ہے

۲۸۷۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَائِنِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رُقَيْشٍ أَنَّهُ سَمِعَ شُيُوخًا مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَمِنْ خَالِهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَحْمَدَ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ۔

علی بن ابی طالب رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات یاد رکھی ہے کہ بلوغت کے بعد کوئی یتیمی نہیں اور نہ دن بھر کی خاموشی رات تک۔

شرح: شرعی قانون میں یتیم جب بالغ ہو جائے تو اپنے مال کا خود محافظ و قابض بنے گا، بیع و شراء اور دیگر تصرفات کرے گا، اپنا نکاح خود منعقد کر سکے گا، اگر عورت ہے تو اس کے اذن کے بغیر کوئی اس کا نکاح نہ کر سکے گا (بلکہ اگر انسب ہو تو وہ خود اپنا نکاح آپ کر سکتی ہے)، اہل جاہلیت میں خاموش رہنا بھی ایک عبادت تھی، اسلام نے اسے ختم کر دیا کہ یہ کوئی نیکی نہیں۔ غیر مسلموں میں اب بھی یہ ریاکاری موجود ہے۔ بعض جاہل صوفی یا ان کے جاہل مرید بھی چپ شاہ کا روزہ رکھتے ہیں حالانکہ یہ اسلامی احکام کے قطعاً خلاف ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ فِي أَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ

یتیم کا مال کھانے میں تشدید کا باب

۲۸۷۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا ھُنَّ قَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبٰوا وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات مہلک چیزوں سے بچو۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور جادو، اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور میدانِ جنگ سے فرار کرنا اور مومن پاکباز بے خبر عورتوں پہ تہمت لگانا (بخاری، مسلم، نسائی) ابوداؤد نے کہا کہ راوی ابوالغیث کا نام سالم تھا جو ابن مطیع کا آزاد کردہ غلام تھا۔

شرح: مولانا نے فرمایا کہ گناہ کبیرہ کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کبیرہ وہ ہے جس پہ حد واجب ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کتاب وسنت پہ جس کے مرتکب پہ وعید وارد ہے وہ کبیرہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ کبیرہ وہ ہے جس کے فاعل پہ لعنت یا وعید آئی ہو۔ چوتھا قول یہ ہے کہ ہر وہ گناہ جو اپنے مرتکب کے لیے باعث جہنم ہو وہ کبیرہ ہے۔ بہترین تعریف امام قرطبی نے المفہم میں کی ہے کہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پہ کتاب وسنت یا اجماع کی نص سے کبیرہ یا عظیم کا لفظ بولا گیا ہو، یا اس پہ شدید عذاب کی خبر دی گئی ہو، یا اس پہ حد واجب ہوتی ہو یا اس پہ شدید نکیر آئی ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ ابن عطاء نے اپنی حکمتوں میں کہا ہے کہ: جب فضل خداوندی ہو تو کوئی بھی کبیرہ نہیں اور جب عدلِ الٰہی سامنے ہو تو کوئی گناہ صغیرہ نہیں۔ الحلیمی نے منہاج میں کہا ہے کہ: ہر گناہ میں دو درجے ہیں: صغیرہ اور کبیرہ بعض دفعہ کسی قرینہ کے مل جانے سے صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور اسی طرح کبیرہ فاحشہ بن جاتا ہے مگر کفر باللہ کا حال یہ نہیں کیونکہ سب کبائر میں سے زیادہ فاحش ہے اور اس کی کوئی قسم صغیرہ نہیں ہے۔ اور اس کے باوجود اس کی تقسیم یوں کی جاتی ہے کہ بعض کفر فاحش ہیں اور بعض افحش۔ ناحق قتل کرنا کبیرہ ہے لیکن اپنے باپ دادا یا بیٹے پوتے یا قرابت دار کو قتل کرنا یا حرم میں قتل کرنا یا باحرمت مہینے میں قتل کرنا فاحشہ ہے، اور زنا گناہ کبیرہ ہے، لیکن اگر ہمسائے کی بیوی سے ہو یا کسی محرم کے ساتھ ہو یا ماہ رمضان میں ہو یا حرم میں، تو وہ فاحشہ ہے۔ اور شراب خوری کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر ماہ رمضان میں دن کے وقت ہو یا حرم میں ہو یا بر سرِ عام کی جائے تو وہ فاحشہ ہے، نصاب سے کم کی چوری صغیرہ ہے لیکن اگر نادار سے چرائی جائے تو کبیرہ ہے۔ سات کا عدد حد بندی کے لیے نہیں ہے بلکہ سامعین کے لحاظ سے بیان ہوا ہے۔

۲۸۷۵۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ یَعْقُوْبَ الْجُوْزَجَانِیُّ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ ھَانِیٍٔ قَالَ نَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ سِنَانٍ

نا عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ وَكَانَ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْكَبَائِرُ قَالَ هُنَّ تِسْعٌ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۔

عُبید بن عمیرؓ کے باپ نے جو صحابی تھا عبید کو بتایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ کبائر کیا ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ نو ہیں۔ پھر اوپر کی حدیث کی مانند بیان کیا اور یہ اضافہ کیا کہ: اور مسلم والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنا اور باحرمت گھر (خانۂ کعبہ) کی عزت کو حلال کرنا جو کہ تمہارا زندگی اور موت کے بعد بھی قبلہ ہے (نسائی)

شرح: خطابی نے معالم السنن میں کبائر کے متعلق لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا: ہر چیز جس سے اللہ نے منع کیا وہ کبیرہ ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ کبائر نو ہیں؟ تو فرمایا کہ نوے تک ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ سات سو کے قریب ہیں۔ ابن مسعودؓ سے اور علماء کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ سورۂ نساء کی ابتداء سے لے کر: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تک جتنی چیزوں سے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا وہ کبائر ہیں۔ اور انہیں کبائر یا اکبر الکبائر کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ کبائر بس یہی ہیں ان کے سوا اور نہیں۔

کعبۃ اللہ زندگی میں ہمارا قبلۂ نماز ہے اور مرکزِ حج وعمرہ ہے۔ موت کے بعد میت کا منہ قبلہ رُخ پھیرا جاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اب بھی اُسی رُخ پہ ہے جس پہ زندگی میں تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْكَفَنَ مَعَ جَمِيعِ الْمَالِ

اس بات کی دلیل کا باب کہ کفن سارے مال میں سے دیا جائے گا۔

۲۸۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ ۔

خبابؓ نے کہا کہ مصعبؓ بن عمیر کو جنگ احد میں شہید کیا گیا اور اس کے پاس سوائے ایک چادر کے کچھ نہ تھا۔ جب ہم اس کے ساتھ اس کا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں باہر نکل آتے تھے اور جب ہم اس کے پاؤں ڈھانکتے تھے

تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے ساتھ اس کا سر ڈھانک دو اور اس کے پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال دو (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں عنقریب کتاب الجنائز میں یہی حدیث ۳۱۵۵ عدد پر آئے گی)۔

شرح: میت کا کفن اور تجہیز و تدفین کا انتظام اس کے مال میں سے ہوگا اور وہ دین، وصیت اور میراث پر مقدم رکھا جائے گا۔ اگر اس کا سارا مال اسی میں صرف ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، اس معاملے میں میت کا حق سب پر فائق ہے۔ مصعبؓ بن عمیر سابقین اولین میں سے تھا۔ دونوں ہجرتیں کیں، مدینہ میں بحیثیت اسلام کے معلم و مبلغ اول کے بھیجا گیا۔ ناز و نعمت کا پلا ہوا خوبصورت انسان تھا مگر سب کچھ اسلام کے لیے کھپا دیا۔ جنگ احد میں علمبردار اسلام تھا رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

بَابٌ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَهَبُ الْهِبَةَ ثُمَّ يُوصَى لَهُ بِهَا أَوْ يَرِثُهَا

باب۔ کوئی آدمی ہبہ کرے پھر وہی چیز اسے وصیت یا وراثت میں مل جائے۔

۲۸۷۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِوَلِيدَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَجَعَتْ إِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ قَالَتْ وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَيُجْزِئُ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَصُومَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ وَإِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ أَفَيُجْزِئُ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَحُجَّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

بُریدہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی بطور عطیہ دی تھی اور وہ مر گئی ہے اور وہ لونڈی چھوڑ گئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: تیرا اجر واجب ہو گیا اور وہ میراث میں تیری طرف واپس آ گئی۔ وہ عورت بولی کہ وہ مر گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں کیا یہ کافی ہے یا اس کی طرف سے قضا ہو سکتی ہے کہ میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ وہ بولی کہ: اس نے حج نہیں کیا تھا کیا یہ کافی ہے یا اس کی طرف سے قضا ہو جائے گا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۱۶۵۶)

شرح: خطابی نے کہا کہ لونڈی کا عطیہ صدقہ کہلایا کیونکہ وہ ایک نیکی تھی جو صدقہ کے قائم مقام تھی۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے کسی محتاج کو صدقہ دیا اور اس کے قبضے میں چلے جانے کے بعد اس سے خرید لیا تو یہ بیع جائز ہے

اگرچہ مستحب یہی تھا کہ جب وہ اس چیز کو بطور صدقہ اپنے ملک سے نکال چکا تو اب اُسے پھر اپنے ملک میں نہ لائے اس عورت کا قول کہ: میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد کفارہ کی ادائیگی ہو جو صوم کے قائم مقام تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے صوم معروف مراد لیا ہو۔ بعض اہل علم میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے جواز کی طرف گئے ہیں، لیکن اکثر علماء کا یہ مسلک ہے کہ بدن کے عمل میں نیابت واقع نہیں ہو سکتی جیسے کہ نماز میں نیابت واقع نہیں ہو سکتی۔ رد واضح رہے کہ حج خالصۃً بدنی عمل نہیں ہے بلکہ اس میں بدنی اور مالی دونوں طرح کے اعمال جمع ہیں، اور مال کو فوقیت حاصل ہے کیونکہ حج کی استطاعت میں اسی کا لحاظ رکھا گیا ہے)

مولانا نے فرمایا ہے کہ امام احمدؒ نے میت کی طرف سے روزہ رکھنا جائز قرار دیا ہے مگر ابو حنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ سب کا مذہب یہ ہے کہ میت کی طرف سے صوم کا کفارہ ادا ہو سکتا ہے۔ میت کی طرف حج کی ادائیگی کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔

بَابُ ۱۳ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُوقِفُ الْوَقْفَ

اس شخص کا باب جو کوئی چیز وقف کرے

۲۸۷۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي بِهِ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَى وَالرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَزَادَ عَنْ بِشْرٍ وَالضَّيْفِ ثُمَّ اتَّفَقُوا لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ وَيُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ زَادَ عَنْ بِشْرٍ قَالَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے خیبر میں کچھ زمین پائی، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے ایک زمین پائی ہے جس سے نفیس تر مال میرے نزدیک مجھے کبھی نہ ملا تھا ہو آپ مجھے اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس زمین کا اصل محفوظ رکھو اور اس کے منافع کا صدقہ کر دو۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اسی طرح صدقہ کیا کہ اس کا اصل بیع نہ کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ وراثت میں

کسی کو ملے گا۔ اس کا نفع فقراء اور قرابت داروں اور غلاموں پر اور فی سبیل اللہ اور مسافروں پر وقف ہوگا۔ ابن بشر راوی نے مہمان کا اضافہ کیا پھر سب راویوں کا اتفاق ہوگیا، جو شخص اس وقف کا متولی ہوگا اس پر گناہ نہیں کہ اس میں سے معروف طریقے سے کھائے اور دوستوں کو کھلائے مگر اسے اپنے مال میں نہ ملائے (اس کا مالک نہ بنے۔ بشر راوی سے یہ اضافہ ہے کہ اس نے کہا محمد بن سیرین نے کہا: وہ مال کو جمع کرنے والا نہ ہو (بخاری، ترمذی، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد)

شرح: اس زمین کا نام ثمغ تھا اور یہ یہود بنی حارثہ کی تھی۔ اس کے قبضے میں آنے کی دو صورتوں میں سے ایک ہوئی تھی: پہلی یہ کہ خیبر کی اراضی جو مجاہدین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائی تھی اسی سے یہ حصہ ملا تھا۔ دوسری یہ کہ حضرت عمرؓ نے یہ اراضی اہل خیبر سے خریدی تھی۔ دراصل خیبر کی سرزمین کی فتح دو طرح سے ہوئی تھی: (۱) کچھ حصہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا جسے مجاہدین پر بانٹا گیا تھا اور خمس بیت المال کے قبضہ میں رہا۔ (۲) کچھ حصہ صلح سے فتح ہوا تھا اور صلح کی شرائط اس حصے کے باشندوں کے ساتھ طے کی گئی تھیں۔ پس معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو خیبر سے جو حصہ ملا تھا اس کی دو مذکورہ صورتیں تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اس وقف کی وصیت ام المؤمنین حفصہؓ کے لیے فرمائی تھی کہ میرے بعد وہ اس وقف کی منتظم ہوں گی۔ حفصہؓ کی وفات کے بعد ان کے اہل میں سے جو اہل رائے ہوں گے وہ اس کے متولی ہوں گے۔ معمر بن راشد نے اس وقف نامہ کی تحریر کا ذکر کیا ہے اور اس کی عبارت بھی نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے تو حضرت عمرؓ نے یہ وقف زبانی کیا تھا، پھر اپنے دور خلافت میں اس کی تحریر لکھوادی تھی اور کاتب مُعیقیب اور شاہد عبداللہ بن ارقمؓ تھا۔

۲۸۷۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَسَخَهَا لِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ فِي ثَمْغٍ فَقَصَّ مِنْ خَبَرِهِ نَحْوَ حَدِيثِ نَافِعٍ قَالَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا فَمَا عَفَا عَنْهُ مِنْ ثَمَرِهِ فَهُوَ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ قَالَ وَسَاقَ الْقِصَّةَ قَالَ وَإِنْ شَاءَ وَلِيُّ ثَمْغٍ اشْتَرَى مِنْ ثَمَرِهِ رَقِيقًا لِعَمَلِهِ وَكَتَبَ مُعَيْقِيبٌ وَشَهِدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَرْقَمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَثَ بِهِ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِي فِيهِ وَالْمِائَةَ سَهْمٍ الَّذِي بِخَيْبَرَ وَرَقِيقَهُ

الَّذِیْ فِیْهِ وَالْمِائَةَ الَّتِیْ اَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِیْ تَلِیْهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ ثُمَّ یَلِیْهِ ذُو الرَّاْیِ مِنْ اَهْلِهَا اَنْ لَا یُبَاعَ وَلَا یُشْتَرٰی یُنْفِقُهُ حَیْثُ رَاٰی مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ وَذِی الْقُرْبٰی وَلَا حَرَجَ عَلٰی مَنْ وَلِیَهُ اِنْ اَكَلَ اَوْ اٰكَلَ اَوِ اشْتَرٰی رَقِیْقًا مِنْهُ۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے وقف (صدقہ) کی نقل یحییٰ بن سعید راوی کو عبدالحمید بن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے لکھ کر دی، وہ یہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ دستاویز ہے جو اللہ کے بندے عمرؓ نے ثمغ کے بارے میں لکھ کر دی۔ پس نافع کی حدیث کی مانند بیان کیا اور یہ لفظ بولا: اس حال میں کہ وہ متولی مال جمع کرنے والا نہ ہو اور اس کے پھل سے جو بچے وہ سائل اور محروم کے لیے ہے۔ راوی نے یہ قصہ آگے چلایا اور کہا: اگر ثمغ کا متولی چاہے تو اس کے پھل سے کام کرنے کی خاطر غلام خریدے۔ اور معیقیب نے لکھا اور عبداللہ بن الارقم نے شہادت دی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ وصیت ہے کہ جو اللہ کے بندے عمر امیر المومنین نے کی، اگر اس پر کوئی حادثہ گزر جائے تو ثمغ اور صرمہ بن الاکوع اور وہ غلام جو اس میں ہے اور خیبر میں جو اس کے سو حصے تھے اور وہ غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وادی میں عطا فرمائے، ان سب کی متولی حفصہؓ ہوگی جب تک زندہ رہے پھر اس کے اہل میں سے اہل الرائے اس کے متولی ہوں، کہ یہ وقف نہ بیچا جائے گا اور نہ خریدا جائے گا۔ متولی اسے اپنی صواب دید کے مطابق سائل اور نادار اور رشتہ داروں (یعنی حضرت عمرؓ کی برادری کے لوگوں) پر خرچ کرے گا اور جو اس کا متولی ہوگا اس پر حرج نہیں کہ وہ خود کھائے اور وں کو کھلائے یا اس میں سے غلام خریدے۔

شرح: صرمۃ ابن الاکوع یہ شاید کھجوروں کا باغ تھا صرمہ کا معنی ٹکڑا اور چھوٹا ریوڑ بھی ہے، شاید یہ اونٹوں کا ریوڑ تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِی الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَیِّتِ

میت کی طرف سے صدقے کا باب

۲۸۸۰۔ حَدَّثَنَا الرَّبِیْعُ بْنُ سُلَیْمَانَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَیْمَانَ یَعْنِی ابْنَ بِلَالٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اُرَاهُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةِ اَشْیَاءَ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْ لَهُ

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجائے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں سے منقطع نہیں ہوتا: صدقۂ جاریہ سے، یا اس علم سے جس سے نفع اٹھایا جائے، یا نیک اولاد سے جو اس کے لیے دعا کرے (مسلم، نسائی، ترمذی)

شرح: علامہ خطابی نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ صوم و صلوٰۃ اور ان جیسی اور عبادات میں، جو خالص بدنی عبادات ہیں۔ نیابت نہیں چلتی۔ اور میت کی طرف سے حج بدل سے اگر کوئی استدلال کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حج دراصل تو حاجی کی طرف سے ہوتا ہے نہ کہ اُس کی طرف سے جس کے لیے حج کیا جا رہا ہو، ہاں اسے دعا پہنچتی ہے اور اُسے اس مال کا ثواب پہنچتا ہے جو اُس نے اس حج پر خرچ کیا یا کرایا۔

نوویؒ نے لکھا ہے کہ میت کا عمل اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے ثواب کا تجدد بھی منقطع ہو جاتا ہے سوائے ان تین چیزوں کے کیونکہ میت ان چیزوں کا کاسب تھا۔ اولاد اُس کا کسب ہے اسی طرح وہ علم جسے وہ چھوڑ گیا تعلیم یا تصنیف کے ذریعہ سے اور اسی طرح صدقۂ جاریہ یعنی وقف۔ اور دعاء کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے۔ ان دونوں مسائل پر اجماع ہے اور اس طرح میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی۔ اور حج بھی شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک میت کی طرف سے ہو جاتا ہے۔ اگر وہ فرض حج ہو تو ادائیگی فرض میں داخل ہے اور اگر نفلی حج تھا جس کی وصیت میت نے کی تھی تو یہ وصیتوں کے باب میں سے ہے۔ لیکن قرأتِ قرآن کا ثواب میت کو پہنچانا اور اس کی طرف سے نماز پڑھنا پس شافعی اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ میت کو نہیں پہنچتے۔

نوویؒ نے مقدمۂ مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور قاضی ماوردی شافعی نے جو یہ لکھا ہے کہ میت کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا تو یہ ایک باطل مذہب ہے جو کتاب وسنت کی نصوص کے خلاف ہے اور اجماع اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ جہاں تک صلوٰۃ اور صوم کا تعلق ہے تو شافعی اور جماہیر علماء کا یہ مذہب ہے کہ ان کا ثواب نہیں پہنچتا، ہاں اجب میت کے ذمہ واجب صوم ہو اور اس کا ولی اسکی طرف سے قضا کرے تو اس میں شافعی کے دو قول ہیں۔ مشہور تر یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے اور متاخرین اصحاب شافعی میں اہل تحقیق کا مذہب یہ ہے کہ وہ صحیح ہے۔ جہاں تک قراۃ قرآن کا سوال ہے۔ سو شافعی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کا کوئی ثواب نہیں پہنچتا اور بعض شافعیہ نے کہا کہ تمام عبادات مثلاً صلوٰۃ صوم اور قرأۃ وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور امام بغوی شافعی کا قول ہے کہ ہر نماز کی طرف سے کھانے کا ایک مُد دینا بعید نہیں ہے۔ اور یہ تمام مذاہب ضعیف ہیں اور ان لوگوں کی دلیل صدقہ اور حج پر قیاس کرنا ہے کیونکہ وہ تو بالا جماع پہنچتے ہیں۔

شافعیؒ اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے: لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ حنفیہ کا مذہب اس باب میں وہ ہے جو علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ حج بدل کے متعلق ہمارے علماء نے صراحت کی ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب کسی اور کو دے سکتا ہے چاہے وہ عمل صدقہ ہو، نماز ہو یا روزہ ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور ہو۔ ہدایہ میں اس طرح آیا ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے کہ افضل یہ ہے کہ جو شخص کوئی نفلی صدقہ کرے وہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کی نیت کرے کیونکہ وہ انہیں پہنچ جائے گا اور عمل کرنے والا بھی اپنے عمل کا ثواب پائے گا، اس میں کمی نہ ہوگی۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا

یہی مذہب ہے، مگر مالکؒ اور شافعیؒ نے محض بدنی عبادات کو مستثنیٰ کیا ہے جیسے صلوٰۃ اور تلاوۃ، ان کا ثواب انکے نزدیک نہیں پہنچتا بخلاف صدقہ اور حج وغیرہ کے۔ اور معتزلہ کا ان میں سے ہر ایک میں اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک سرے سے ثواب نہیں پہنچتا۔ اور البحر میں ہے کہ جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور ان کا ثواب کسی اور کو دے دیا۔ زندہ ہو یا مردہ، تو یہ جائز ہے اور اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک انہیں ثواب پہنچتا ہے۔ اور اس میں زندہ اور مردہ کا بھی فرق نہیں۔ اور فعل کے وقت بھی نیت کی جا سکتی ہے کہ اس کا ثواب کسی اور کے لیے ہے یا اپنے لیے۔ اور اپنے فعل کا جو ثواب کسی کو ملتا ہے وہ دوسروں کو دے سکتا ہے۔ اور لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباس رضؓ نے ایصالِ ثواب کے متعلق اس آیت کو منسوخ الحکم کہا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے، وَأَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد آباؤ اجداد کے اعمال کے باعث جنت میں داخل کی جائے گی۔ عکرمہ نے کہا کہ: لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ کا حکم (ایصالِ ثواب کے باب میں) ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کی شریعتوں میں تھا۔ اس شریعت میں انسان کو اپنے اعمال کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو کچھ اس کے لیے دوسروں نے کیا ہو اس کا ثواب بھی ملتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے ایک بچہ اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اس کا حج ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اور تجھے اجر ملے گا۔ اور ایک شخص نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ میری ماں مر گئی ہے اور میرے خیال میں اگر وہ بول سکتی تو صدقہ دیتی، پس اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو اُسے کوئی اجر و ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اور شیخ تقی الدین ابو العباس (ابن تیمیہؒ) کا قول ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ انسان کو صرف اس کے اپنے عمل کا نفع ملتا ہے وہ خلافِ اجماع بات کرتا ہے۔ کیونکہ ساری امت اس بات پر متفق ہو چکی ہے کہ انسان کو دوسرے کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے (یہ مضمون تو کتاب و سنت کی نصوص سے ثابت ہے) اور یہ دوسرے کے عمل سے انتفاع کا مسئلہ ہے، اور میدانِ قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پہلے تمام اہلِ موقف کے لیے پھر اہلِ جنت کے لیے دخولِ جنت کی خاطر، پھر اہلِ کبائر کے لیے جہنم سے نکالنے اور جنت میں داخل کئے جانے کے خاطر ثابت شدہ مسئلہ ہے اور یہ دوسرے کے عمل سے انتفاع ہے۔ اسی طرح ہر نبیؑ صالح کی شفاعت ہو گی اور یہ عملِ غیر سے انتفاع ہے اور نیز ملائکہ دعا کرنے اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں اور یہ عملِ غیر کی منفعت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت کے ساتھ جہنم سے ایک گروہ کو نکالے گا جس نے قطعاً کوئی عمل نہ کیا ہو گا اور یہ بھی عامل کے عمل کے علاوہ کسی اور کی سعی کا نفع ہو گا۔ مومنوں کی اولاد اپنے آباء کے اعمالِ خیر کے باعث جنت میں داخل ہو گی اور یہ بھی محض کسی اور کے عمل سے نفع اٹھانا ہو گا۔ اسی طرح مخلوق کے دیوان میں جب کوئی قاضی کسی شخص کے لیے فیصلہ کر دے تو وہ شخص بری الذمہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی عملِ غیر سے انتفاع ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ اور دعاء کا حال ہے کہ ان سے میت کو نفع ہوتا ہے اور یہ بھی غیر کے اعمال ہیں۔ اور ان کی نظائر بے شمار ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنْ مَاتَ عَنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ يُتَصَدَّقُ عَنْهُ

باب جو شخص صدقہ کی وصیت کے بغیر مر جائے اس کی طرف سے صدقہ کیا سکتا ہے

۲۸۸۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَوْلَا ذَلِكَ لَتَصَدَّقَتْ وَأَعْطَتْ أَفَيُجْزِئُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَتَصَدَّقِي عَنْهَا۔

حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں کی جان یک لخت نکل گئی تھی، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ صدقہ کرتی اور عطاء کرتی۔ سو کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کافی ہے؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! تو اس کی طرف سے صدقہ کر (نسائی، ابن ماجہ، بخاری) نسائی کی روایت میں ایک مرد کا ذکر ہے کہ اس نے یہ سوال کیا تھا۔ بخاری کی روایت میں بھی جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ایک مرد کے سوال کا ذکر ہے۔

شرح: حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ سوال کرنے والا سعد بن عبادہؓ تھا اور اس کی ماں کا نام عمرہ تھا۔ ابوداؤد کی روایت میں جو ام المؤمنین عائشہ سے ایک عورت کے سوال کا ذکر آیا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ شاید یہ غیر محفوظ ہے اس حدیث سے صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

۲۸۸۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمَّهُ تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا وَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ اس کی (میری) ماں وفات پا گئی ہے، کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے نفع ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ پھر میرا ایک باغ ہے، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ ماں کی طرف سے صدقہ میں دے دیا۔ (بخاری، نسائی، ترمذی، نسائی کی روایت میں سائل کا نام سعد بن عبادہؓ آیا ہے۔ مخرف کھجور کے باغ کو کہا جاتا ہے۔

بَابُ ۱۶ مَا جَاءَ فِي وَصِيَّةِ الْحَرْبِيِّ يُسْلِمُ وَلِيُّهُ أَيَلْزَمُهُ أَنْ يُنْفِذَهَا

باب۔ حربی کا ولی اسلام لے آئے تو کیا اس کی وصیت کو نافذ کرنا اس پہ لازم ہے؟

۲۸۸۳۔ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً أَفَأُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَلِكَ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں پس اس کے بیٹے ہشام رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کئے۔ پھر اس کے بیٹے عمرو رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پچاس غلام باپ کی طرف سے وہ آزاد کرے، تو اس نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں۔ پس عمرو بن العاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ سو غلام آزاد کئے جائیں، پچاس تو ہشام رضی اللہ عنہ نے آزاد کر دیئے ہیں اور پچاس غلام اس کے ذمہ باقی ہیں، کیا میں انہیں آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسلم ہوتا تو اس کی طرف سے تم غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو یہ چیزیں اسے پہنچ جاتیں۔

شرح: ہشام بن العاص اپنے بھائی عمرو بن العاص سے عمر میں چھوٹا تھا، قدیم الاسلام تھا، مکہ میں اسلام لایا اور حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہ صاحب فضیلت نیکو کار شخص تھا۔ اس کی کنیت ابو العاص تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مطیع رکھی تھی۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے لیے ایک شخص کا اسلام شرط ہے جسے ثواب پہنچایا جاتا ہے جس کی طرف سے نیک عمل کرنا مدنظر ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَهُ وَفَاءٌ يُسْتَنْظَرُ غُرَمَاؤُهُ وَيُرْفَقُ بِالْوَارِثِ

(باب: جو شخص مر جائے اور مقروض ہو مگر قرض ادا کر سکتا ہو، اس کے قرض خواہوں سے مہلت لینا اور وارث کی رعایت کرنا)

۲۸۸۴. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ شُعَيْبَ ابْنَ إِسْحٰقَ حَدَّثَهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبٰى فَكَلَّمَهُ جَابِرٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّذِيْ لَهُ عَلَيْهِ فَأَبٰى وَكَلَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنْظِرَهُ فَأَبٰى وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

آخِرُ كِتَابِ الْوَصَايَا

جابر بن عبداللہؓ نے وہب بن کیسان کو بتایا کہ اس کا باپ مرگیا اور اپنے ذمہ ایک یہودی کا تیس وسق قرض چھوڑ گیا۔ پس جابرؓ نے اس یہودی سے مہلت مانگی تو اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ پس جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی کہ یہودی کے پاس میری سفارش فرمائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور یہودی سے بات کی کہ اپنے قرض کے بدلے میں جابرؓ کے باغ کا پھل لے لے، یہودی نے انکار کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مہلت دینے کو کہا تو وہ اس سے بھی انکار کر گیا الخ (بخاری، نسائی، ابن ماجہ ان کتابوں میں پوری حدیث موجود ہے۔

شرح: جابرؓ کے باپ کا نام عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری خزرجی سلمی تھا۔ وہ اہل عقبہ و اہل بدر سے تھے اور جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ بخاری وغیرہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قرض خواہ بہت سے تھے، اس حدیث میں صرف ایک خبیث یہودی کا ذکر ہے۔

آخر کتاب الوصایا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَوَّلُ کِتَابِ الْفَرَائِضِ

اوّل کتاب الفرائض ۔ اس میں ۱۸ باب اور ۴۳ حدیثیں ہیں

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ

فرائض کی تعلیم کا باب

۲۸۸۵ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ التَّنُوخِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم تین ہیں اور ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے۔ آیت محکمہ یا سنت قائمہ یا فریضۂ عادلہ (ابن ماجہ)

شرح: فرائض فریضہ کی جمع ہے جیسے حدائق حدیقہ کی جمع ہے۔ فریضہ کا معنیٰ ہے مفروضہ (فرض کیا ہوا) جو فرض سے نکلا ہے۔ فرض کا معنیٰ ہے قطع کرنا۔ میراث کے مسائل کو فرائض کا نام اس لیے دیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے میراث کے حصوں میں فرمایا ہے: نَصِيبًا مَفْرُوضًا۔ یعنی مقدّر مقطوع اور معلوم۔ فریضہ ہر حصے کا نام ہے جس کے ساتھ وارثوں کے درمیان تقسیم میں عدل پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے اُسے فریضۂ عادلہ کہا گیا ہے۔ عادلہ کا معنیٰ مساویہ بھی ہے، یعنی یہ وجوب عمل میں ہر دوسرے حکم اور فریضے کے برابر ہے۔ مطلب یہ کہ اجماع اور قیاسِ شرعی سے بھی جو فرائض مسائل ثابت ہوں گے وہ عادل اور دوسرے شرعی احکام کے مساوی ہیں۔

امام ابوسلیمان الخطابی نے فرمایا اس حدیث میں آیتِ محکمہ سے مراد قرآنِ پاک کی واضح اور صریح آیات ہیں جن کا تعلق متشابہات سے نہیں بلکہ احکام یعنی اوامر و نواہی سے ہے، اور منسوخ نہ ہوں بلکہ ناسخ ہوں۔ سنّتِ قائمہ سے مراد وہ مروی سنتیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہیں۔ جہاں تک فریضۂ عادلہ کا سوال

ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں تقسیم کا عدل مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حقداروں کے جو حصے مقرر فرمائے ہیں یہ عدل پر مبنی ہیں لہذا سب فریضے عادل ہیں جن کا علم مقصودِ شرع ہے۔ دوسرا معنی اس کا ہے فرائض کے جو اوامر کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں وہ بھی انہیں کے برابر ہیں۔ گویا اس سے مراد اجماع وقیاس کے ذریعے سے جانے ہوئے احکامِ میراث ہیں۔

فرائض کے بعض مسائل میں صحابہ کا اختلاف ہوا اور انہوں نے اس میں کتاب وسنت سے استنباط و استخراج کیا اور باہم گفتگو کی جیسے کہ زوج اور ابوین کا مسئلہ۔ اس کے بعد خطابی نے اپنی سند سے روایت درج کی ہے کہ عکرمہ کے بقول ابن عباس رضی نے زید بن ثابت رض کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر عورت اپنا خاوند اور ماں باپ چھوڑ جائے تو تقسیم کیوں کر ہوگی؟ زید بن ثابت رض نے کہا کہ خاوند کو نصف اور باقی کا $\frac{1}{3}$ ماں کو اور باقی باپ کو۔ ابن عباس رض نے پوچھا کہ یہ آپ کتاب اللہ میں پاتے ہیں یا اپنی رائے سے کہتے ہیں؟ زید بن ثابت رض نے کہا کہ یہ میں اپنے اجتہاد سے کہتا ہوں اور ماں کو باپ پر فضیلت نہیں دیتا۔ خطابی رح نے کہا کہ یہ ہے تعدیل فریضہ جبکہ اس میں کوئی نص موجود نہ ہو۔ اور یہ اس طرح کہ زید رض نے اس مسئلے کو ایک دوسرے مسئلے پر قیاس کیا: وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ (جس کے وارث صرف ماں باپ ہوں تو ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ اور باقی باپ کا $\frac{2}{3}$) یہ النساء کی ۱۱ ویں آیت ہے۔ اور اس قیاس کو زید رض نے یوں نبھایا کہ خاوند کا $\frac{1}{2}$ دے کر باقی مال کو کل مال تصور کیا اور ماں کا $\frac{1}{3}$ × باپ کا $\frac{2}{3}$ مقرر کیا۔ زید رض اگر اس کے خلاف کرتے تو خاوند کو نصف دے کر باقی نصف میں سے ماں کو سارے مال کا $\frac{1}{3}$ دیتے۔ اب کل مال کا صرف $\frac{1}{6}$ بچتا جو باپ کا ہوتا۔ اور اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ماں کو باپ پر فضیلت دی گئی ہے۔ عامۃ فقہاء نے زید رض کا قول اختیار کیا ہے اور دوسری تقسیم ابن عباس رض کی ہے۔ یعنی کل مال کا نصف خاوند کا۔ کل مال کا ثلث ماں کا اور کل مال کا سُدس باپ کا زید رض کی تقسیم کو فقہاء نے فریضہ عادلہ قرار دیا ہے۔

بَابٌ فِي الْكَلَالَةِ

کلالہ کا باب

۲۸۸۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ مَرِضْتُ فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ مَاشِيَيْنِ وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ فَلَمْ أُكَلِّمْهُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي وَلِي أَخَوَاتٌ قَالَ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

جابر رض کہتے تھے کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر میری عیادت کو

آئے، میں بیہوش تھا لہذا آپؐ سے کلام نہ کرسکا، پس آپؐ نے وضوء کیا اور مجھ پر وہ پانی ڈالا۔ میں ہوش میں آگیا اور کہا یا رسول اللہ میں مال کا کیا کروں اور میری کچھ بہنیں ہیں۔ جابرؓ نے کہا کہ پھر آیۃ المیراث اتری: يَسْتَفْتُونَكَ الخ "لوگ آپؐ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے (سورۂ نساء آیت ۱۷۶)۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: جمہور کے نزدیک کلالہ وہ میت ہے جس کی کوئی اولاد یا والدین نہ ہوں۔ مراسیل ابی داؤد میں بالکل یہی الفاظ ایک مرسل حدیث کے ہیں۔ اس حدیثِ جابرؓ پر بھی ابوداؤد کا یہ عنوان: بَابٌ فِي الْكَلَالَةِ یہی بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک کلالہ کی وہی تفسیر درست ہے جو جمہور نے کی ہے اور اس بنا پر وہ جابرؓ کو کلالہ قرار دیتے ہیں کیونکہ اگر اس وقت ان کی وفات ہوتی تو نہ کوئی اولاد تھی نہ والدین، صرف بہنیں تھیں۔ اس حدیث میں تو یہ الفاظ ہیں کہ آیۃ المیراث نازل ہوئی جو یہ تھی: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔ ابن جریر طبری کی روایت میں ہے کہ: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ الخ نازل ہوئی۔ اگلی حدیث میں بھی جس آیت کے نزول کا ذکر ہے وہ آیت کلالہ ہے۔ اور وہی حدیثِ جابرؓ میں آیۃ المیراث ہے) بخاری نے صحیح میں اشارہ کیا ہے کہ جابرؓ نے جو آیتِ کلالہ کو آیۃ المیراث قرار دیا ہے دراصل ان کی مراد: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ والی آیت ہے۔ ترمذی میں بھی یہی ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ الخ۔ حافظ نے کہا ہے کہ یہ ایک پرانا اشکال ہے۔ ابن عربی نے دونوں روایتیں بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان میں تعارض ہے اور اب تک اسے دور نہیں کیا جا سکا۔ پھر ابن عربی نے آیت: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ کو ترجیح دی ہے اور يَسْتَفْتُونَكَ الخ والی روایت کو مرجوح ٹھہرایا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں کلالہ کا ذکر موجود ہے اس لیے دونوں آیتیں مراد ہیں۔ لیکن چونکہ پہلی آیتِ کلالہ میں صرف خیفی بہن بھائیوں کا ذکر ہے اور انہی کی میراث کا بیان ہے۔ ابن مسعودؓ کی قرأت اس کی تائید کرتی ہے: وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنْ أُمٍّ۔ اور اسی طرح بیہقی کی صحیح روایت کے مطابق سعد بن ابی وقاصؓ کی قرأت بھی ہے۔ پھر علی یا حقیقی بہن بھائیوں کا سوال ہوا تو دوسری آیت اتری۔ پس یہ صحیح ہے کہ یہ دونوں آیات قصۂ جابرؓ میں اتری تھیں لیکن پہلی آیت میں صرف کلالہ کا بیان ہی جابرؓ کے قصّے سے موافقت رکھتا ہے، ورنہ اس کا پہلا حصّہ سعد بن الربیعؓ کی بیٹیوں کے بارے میں اترا تھا جبکہ ان کے چچا نے ان کے باپ کی ساری میراث دبالی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو بیٹیوں کا حصہ ⅔ قرار دیا ہے۔

بَابٌ مَنْ كَانَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخَوَاتٌ

جس کی اولاد نہ ہو اور بہنیں ہوں

۲۸۸۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا هِشَامٌ يَعْنِي الدَّسْتَوَائِيَّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اشْتَكَيْتُ وَعِنْدِي سَبْعُ أَخَوَاتٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَخَ فِي وَجْهِي

فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أُوصِي لِأَخَوَاتِي بِالثُّلُثَيْنِ قَالَ أَحْسِنْ قُلْتُ الشَّطْرَ قَالَ أَحْسِنْ ثُمَّ خَرَجَ وَتَرَكَنِي فَقَالَ يَا جَابِرُ لَا أُرَاكَ مَيِّتًا مِنْ وَجَعِكَ هٰذَا وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَنْزَلَ فَبَيَّنَ الَّذِي لِأَخَوَاتِكَ فَجَعَلَ لَهُنَّ الثُّلُثَيْنِ قَالَ وَكَانَ جَابِرٌ يَقُولُ أُنْزِلَتْ فِيَّ هٰذِهِ الْآيَةُ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

جابرؓ نے کہا کہ میں بیمار ہوگیا اور میرے ساتھ بہنیں تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میرے منہ میں پھونک ماری تو مجھے افاقہ ہوا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اپنی بہنوں کے لیے ⅔ کی وصیت نہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: احسان کر۔ میں نے کہا نصف؟ فرمایا: احسان کر، پھر آپؐ تشریف لے لیے اور مجھے چھوڑ گئے فرمایا اے جابرؓ! میرا یہ خیال نہیں ہے کہ تو اپنی اس بیماری سے مرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکم اتارا ہے اور کھول کر بتا دیا ہے کہ تیری بہنوں کا حق کتنا ہے، پس اللہ نے ان کے لیے دو ثلث (⅔) مقرر فرمایا ہے۔ راوی نے کہا کہ جابرؓ کہا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے بارے میں اُتری تھی: تجھ سے فتوے پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے متعلق فتوے دیتا ہے (آیت ۱۷۵ النساء۔ نسائی)

شرح: حضورؐ کے بار بار اَحْسِن فرمانے کا مطلب غالباً یہ تھا کہ بہنوں کی اتنی تعداد ہے اور ان کا حق زیادہ ہے اور حکم ابھی اترا نہیں لہذا تو اگر وصیت کرنا چاہتا ہے تو زیادہ کی کر۔ پھر خود ہی فرما دیا کہ تو اس بیماری سے شفایاب ہو جائے گا اور تیری بہنوں کا حصہ اللہ تعالیٰ نے ⅔ مقرر فرما دیا ہے۔

۲۸۸۸۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ فِي الْكَلَالَةِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ کلالہ میں جو آخری آیت اُتری تھی وہ یہ ہے۔ یَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔ "لوگ تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تو کہہ کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے۔" (بخاری، مسلم، نسائی) کلالہ میں ایک آیت پہلے اتر چکی تھی جو آیۃ المیراث کے اندر ہے اور آخری آیت کلالہ میں یہی ہے۔ پس اس آیت کی آخریت ایک خاص سبب سے ہے یعنی کلالہ کے متعلق ہونا۔

۲۸۸۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ نَا أَبَانُ قَالَ نَا قَتَادَةُ قَالَ

حَدَّثَنِي أَبُو حَسَّانَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَرَّثَ أُخْتًا وَابْنَةً فَجَعَلَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا النِّصْفَ وَهُوَ بِالْيَمَنِ وَنَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَيٌّ

اسود بن یزید سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل کی وارث ایک بہن اور ایک بیٹی تھی۔ پس معاذ نے ان میں سے ہر ایک کے لیے نصف مقرر کیا اور وہ اس وقت یمن میں تھے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت زندہ تھے (بخاری) بیٹی کا نصف تو اس کا حصہ تھا جو از روئے قرآن تھا اور بہن کو عصبیت کا نصف ملا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ الصُّلْبِ

صلبی اولاد کی میراث کا باب

۲۸۹۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جِئْنَا امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَافِ فَجَاءَتِ الْمَرْأَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قُتِلَ مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ وَقَدِ اسْتَفَاءَ عَمُّهُمَا مَالَهُمَا وَمِيرَاثَهُمَا كُلَّهُ وَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا إِلَّا أَخَذَهُ فَمَا تَرَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَاللَّهِ لَا تُنْكَحَانِ أَبَدًا إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكَ وَقَالَ نَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمُ الْآيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوا لِيَ الْمَرْأَةَ وَصَاحِبَهَا فَقَالَ لِعَمِّهِمَا أَعْطِهِمَا الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَلَكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَخْطَأَ بِشْرٌ فِيهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ وَثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ۔

جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتی کہ مقام اسواف میں ایک انصاری عورت کے ہاں گئے پس وہ عورت اپنی دو بیٹیوں کو لائی اور بولی یا رسول اللہ یہ ثابت بن قیس کی بیٹیاں ہیں جو جنگ

اُحد میں آپ کے ساتھ تھا اور شہید ہو گیا، اور ان کے چچا نے ان کا مال ہتھیا لیا ہے اور ان کی ساری میراث لے لی ہے اور ان کے لیے کوئی مال نہیں چھوڑا مگر سب کچھ لے لیا ہے۔ پس یا رسول اللہ آپؐ کی کیا رائے ہے، واللہ جب تک ان کا مال نہ ہو گا ان کا نکاح کبھی نہ ہو سکے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس میں فیصلہ کرے گا۔ اور جابرؓ نے کہا سورۃ النساء نازل ہوئی جس میں یہ آیت ہے، اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے متعلق حکم دیتا ہے الخ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو میرے پاس بلاؤ اور اس کے ساتھی (لڑکیوں کے چچا) کو بھی۔ پس حضورؐ نے اُن کے چچا سے کہا کہ ان دونوں لڑکیوں کو ⅔ حصہ دے دو اور ان کی ماں کو ⅛ دے دو باقی تمہارا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس روایت میں بشر نے غلطی کی ہے (کہ ثابتؓ بن قیس کا نام لیا ہے) وہ دونوں سعدؓ بن الربیع کی بیٹیاں تھیں اور ثابتؓ بن قیس جنگ یمامہ میں قتل ہوا تھا (اصل حدیث کی روایت ترمذی نے کر کے اسے حسن صحیح کہا ہے اور منذری نے فقط اس کی تحسین نقل کی ہے۔ اور ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا۔ دونوں کی حدیث میں سعد بن الربیع کا نام ہے)

شرح: خطابی نے اپنی سند کے ساتھ بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں سعدؓ بن الربیع کا لفظ آیۃ المیراث میں ایک بیٹی کا حصہ نصف فرمایا ہے اور دو سے اوپر کا حصہ ⅔ یہ بات خود بخود ظاہر ہو گئی کہ دو کا حصہ بھی ⅔ ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے۔ اس مسئلہ میں صرف ابن عباسؓ کا اختلاف منقول ہے کہ انہوں نے دو بیٹیوں کا حصہ بھی نصف قرار دیا ہے۔

۲۸۹۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ وَغَيْرُهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ امْرَأَةَ سَعْدِ ابْنِ الرَّبِيعِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ سَعْدًا هَلَكَ وَتَرَكَ ابْنَتَيْنِ وَسَاقَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ۔

جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ سعد بن الربیع کی بیوی نے کہا یا رسول اللہ سعدؓ ہلاک ہو گیا ہے اور دو بیٹیاں چھوڑ گیا ہے الخ ابوداؤد نے کہا کہ یہ بیان ہی صحیح تر ہے (یعنی سعد بن الربیعؓ کی ہلاکت کا قصہ)

۲۸۹۲۔ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ قَالَ نَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ يَسْتَفْتُونَكَ فِي الْكَلَالَةِ قَالَ فَمَا الْكَلَالَةُ قَالَ تُجْزِئُكَ آيَةُ الصَّيْفِ قُلْتُ لِأَبِي إِسْحٰقَ هُوَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا وَلَا وَالِدًا قَالَ كَذٰلِكَ ظَنُّوا أَنَّهُ كَذٰلِكَ

براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! قرآن نے یہ جو کہا ہے کہ: لوگ آپ سے کلالہ کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں، سو فرمائیے کلالہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تجھے موسم گرما والی آیت کافی ہے۔ بس میں نے ابو اسحاق سے کہا۔ (یہ ابو بکر راوی کا کلام ہے) وہ وہ شخص ہے جو مر جائے اور اولاد یا ماں باپ نہ چھوڑے؟ اس نے کہا: لوگوں نے خیال کیا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے (ترمذی، مسلم، ابن ماجہ، مسلم اور ابن ماجہ میں یہ قصہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے)

شرح: خطابی نے لکھا ہے کہ یہ سوال کرنے والا شخص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ اسے حضرت عمرؓ کے فقہ و اجتہاد اور تبیین و سعی پر چھوڑ دیا کہ خود غور و فکر کر کے مسئلہ نکالیں۔ اگر سائل کوئی اور ہوتا تو حضورؐ اس کے علم و اجتہاد پر بھروسہ کر کے اسے یوں جواب نہ دیتے بلکہ اصل جواب کی وضاحت و صراحت فرما دیتے۔ اکثر صحابہ کا قول یہی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کا والد و ولد نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دو روایات ہیں۔ ایک تو وہی جو اکثر صحابہ کے مطابق ہے اور دوسری یہ کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد نہ ہو اور کہا گیا ہے کہ یہ ان کا اس سلسلے میں آخری قول ہے۔ علامہ خطابی نے اپنی سند سے ایک اثر بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ کا قول ہے، حضرت عمر بن الخطابؓ نے موت کے وقت فرمایا تھا کہ میں کلالہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ وہ وہی جو میں نے کہا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ نے کیا کہا؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: کلالہ وہ ہے جس کا کوئی ولد نہ ہو۔ اور خطابی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حسن بصری تے کہا میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کلالہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: والد اور ولد کے علاوہ دوسرے لوگ۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ۔ تو کہا کہ ابن عباس غضب ناک ہوئے اور مجھے ڈانٹا۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس معاملے میں اشکال کا باعث یہ ہے کہ آیت کے اندر جس کلالہ کا ذکر ہے وہ وہی ہے جس کی اولاد نہ ہو اور والدین کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ والد کا بیان جابرؓ کی حدیث میں آیا ہے اور یہ آیت جابرؓ ہی کے متعلق نازل ہوئی تھی اور آیت کے نزول کے وقت جابر کے نہ والدین تھے نہ اولاد تھی۔ اور والدین کا اضافہ اس قبیل سے ہے کہ یہ سنت کا اضافہ کتاب پر ہے جو از قبیل وضاحت و تبیین ہے۔

۲۸۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي قَيْسٍ الْاَوْدِيِّ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ الْاَوْدِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ وَسُلَيْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَسَاَلَهُمَا عَنِ ابْنَةٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَاُخْتٍ لِاَبٍ وَاُمٍّ فَقَالَا لِابْنَتِهِ النِّصْفُ وَلِلْاُخْتِ مِنَ الْاَبِ وَالْاُمِّ النِّصْفُ وَلَمْ يُوَرِّثَا بِنْتَ الْاِبْنِ شَيْئًا وَائْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَاِنَّهُ سَيُتَابِعُنَا فَاَتَاهُ الرَّجُلُ فَسَاَلَهُ وَاَخْبَرَهُ بِقَوْلِهِمَا فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ وَلٰكِنِّيْ سَاَقْضِيْ

فِيهَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنَتِهِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الِابْنِ سَهْمٌ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ۔

ہزیل بن شرحبیل اودی نے کہا کہ ایک شخص ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سلمان بن ربیعہ کے پاس آیا (سلمان رضی اللہ عنہ کی صحابیت میں اختلاف ہے) اور ان سے ایک بیٹی اور ایک بھتیجی اور حقیقی بہن کی میراث کا مسئلہ پوچھا۔ پس ان دونوں نے کہا کہ بیٹی کے لیے نصف اور سگی بہن کا نصف۔ اور بھتیجی کو ان دونوں نے کچھ نہ دلایا اور کہا کہ ابن مسعودؓ کے پاس جاؤ وہ بھی ہماری موافقت کریں گے۔ وہ آدمی ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور ان سے مسئلہ پوچھا اور ان دونوں کا فتویٰ بتایا ابن مسعودؓ نے کہا کہ (اگر میں ان کی موافقت کروں تو میں گمراہ ہوں گا اور ہدایت یافتہ نہ ہوں گا لیکن) میں اس مسئلہ کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق کرتا ہوں۔ اس کی بیٹی کا نصف ہے اور بھتیجی کا چھٹا حصہ ہے (بخاری) تاکہ ⅔ مکمل ہو جائے (یعنی بھتیجی کو بھی بیٹی شمار کیا گیا) اور جو باقی رہ جائے (یعنی ⅓، وہ سگی بہن کا ہوگا۔ (بخاری ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) بخاری کی حدیث میں سلمان بن ربیعہ کا ذکر نہیں ہے اور نسائی نے اسے دونوں طرح سے (یعنی سلمان کے ذکر کے ساتھ بھی اور بغیر بھی) روایت کیا ہے۔

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی رو سے بہن کو بیٹی کے ساتھ عصبہ قرار دیا گیا ہے اور صحابہ کی جماعت۔ تابعین اور عامۂ فقہائے امصار کا یہی مذہب ہے سوائے ابن عباسؓ کے۔ ابن عباسؓ کی دلیل یہ آیت ہے: اگر کوئی شخص ہلاک ہو جائے جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کا حصہ نصف ہے۔ گویا ابن عباسؓ کے نزدیک بہن کو نصف اس وقت ملتا ہے جبکہ مرنے والے کی اولاد نہ ہو۔ لیکن یہ صورت مسئلہ اور ہے کیونکہ میراث میں مختلف صورتوں میں حصے مختلف ہو جاتے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی یہی تھا کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ کے قول کا باعث کتاب اللہ کے ساتھ سنت کا وہ بیان ہے جسے ابن مسعودؓ نے روایت کیا ہے۔ ان کے نزدیک وہ آیت جس سے ابن عباسؓ نے استدلال کیا اس وَلَدٌ سے مراد نرینہ اولاد ہے۔ اور عرف میں بھی اس لفظ سے لڑکا ہی سمجھا جاتا ہے۔ عربوں کے محاورے میں بالعموم وَلَدٌ سے مراد مذکر اولاد ہوتی تھی: لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا (مریم) لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ (الممتحنہ-۳) إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن-۱۵)

بَابٌ فِي الْجَدَّةِ

دادی اور نانی کا باب

۲۸۹۴۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خَرَشَةَ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا فَقَالَ مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَارْجِعِي حَتّٰى أَسْأَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرٰى إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِيْ قُضِيَ بِهِ إِلَّا لِغَيْرِكِ وَمَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ وَلٰكِنْ هُوَ ذٰلِكَ السُّدُسُ فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيْهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا وَأَيَّتُكُمَا مَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا۔

قبیصہ بن ذؤیب نے کہا کہ (کسی شخص کی) نانی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی میراث مانگنے آئی۔ پس انہوں نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں تیرے لیے کچھ نہیں ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی مجھے تیرے لیے کچھ معلوم نہیں ہے اس لیے تو واپس چلی جا جب تک کہ میں لوگوں سے پوچھ نہ لوں۔ پس انہوں نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سدس (۱/۶) دیا تھا۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ پس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر وہی کہا جو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے یہ فیصلہ نافذ کر دیا، پھر دوسری جدہ (دادی) حضرت عمر بن الخطاب کے پاس اپنی میراث مانگنے آئی، تو انہوں نے فرمایا کہ تیرے لیے کتاب اللہ میں کچھ نہیں ہے اور جو فیصلہ پہلے ہو چکا ہے وہ تیرے علاوہ کسی اور کے لیے تھا اور میں زائد میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ حصہ وہی ۱/۶ ہے، اگر تم دونوں اس میں جمع ہو جاؤ تو تمہارے درمیان (برابر برابر) ہے اور تم میں سے جو بھی تنہا ہو گی وہ اسی کا ہے (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور یہ لفظ بولے کہ نانی یا دادی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ اور نسائی میں ہے کہ نانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔

۲۸۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِيْ رِزْمَةَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْعَتَكِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ إِذَا لَمْ تَكُنْ دُوْنَهَا أُمٌّ۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی یا نانی کے لیے چھٹا حصہ قرار دیا تھا بشرطیکہ اس کے ورے ماں نہ ہو (نسائی) یعنی مرنے والے کی ماں زندہ ہو تو نانی کا کوئی حصہ نہیں۔ یہیں سے یہ اصول نکلا ہے کہ اقرب

کی موجودگی میں ابعد کو کچھ نہیں دیا جاتا ماں کی موجودگی میں نانی اور دادی دونوں محروم ہیں +

بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ الْجَدِّ

جد کی میراث کا باب

۲۸۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ ابْنِي مَاتَ فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ قَالَ لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ فَقَالَ لَكَ سُدُسٌ آخَرُ فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ فَقَالَ إِنَّ السُّدُسَ الْآخَرَ طُعْمَةٌ قَالَ قَتَادَةُ فَلَا يَدْرُونَ مَعَ أَيِّ شَيْءٍ وَرَّثَهُ قَالَ قَتَادَةُ أَقَلُّ شَيْءٍ وَرِثَ الْجَدُّ السُّدُسُ۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا: میرا پوتا مر گیا ہے۔ اس کی میراث میں سے میرا کتنا حصہ ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ تیرے لیے چھٹا حصہ ہے۔ پھر جب وہ چلا گیا تو حضورؐ نے اسے بلایا اور فرمایا: تیرے لیے ایک چھٹا حصہ اور بھی ہے۔ پھر جب وہ چلا گیا تو اسے بلایا اور فرمایا کہ: دوسرا سدس ایک اضافہ ہے قتادہ نے کہا معلوم نہیں کس چیز کے ساتھ وارث ہوتا ہے قتادہ نے کہا کم از کم جس کا دادا ہوتا ہے چھٹا حصہ ہے

شرح: جد سے مراد دادا ہے نہ کہ نانا۔ کیونکہ نانا نہ تو اصحاب فرائض میں سے ہے نہ عصبات میں سے، ہاں! ذوی الارحام میں سے ہے۔ پہلا سدس جو اُسے دیا گیا وہ اس کا حصہ (فریضہ) تھا اور دوسرا سدس تعصیب کی بناء پر تھا۔ اور صورت مسئلہ یہ تھی کہ مرنے والے کی دو بیٹیاں اور ایک دادا تھا۔ دو بیٹیوں کو ⅔ ملا باقی رہ گیا ⅓ اس میں سے ⅙ دادے کا حصہ تھا اور باقی ⅙ عصبہ ہونے کی بناء پر اُسے ملا۔ اس روایت کے نیچے قتادہ راوی کا قول درج ہے کہ: لوگ نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کس بناء پر یہ دوسرا سدس دیا کیونکہ کم از کم جو اس کا حصہ تھا وہ تو ⅙ تھا۔ لیکن اوپر جو صورت مسئلہ درج کی گئی ہے اس سے یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔

۲۸۹۷۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ قَالَ أَيُّكُمْ يَعْلَمُ مَا وَرَّثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَدَّ قَالَ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ أَنَا وَرَّثَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّدُسَ قَالَ مَعَ مَنْ قَالَ لَا أَدْرِي قَالَ لَا دَرَيْتَ فَمَا تُغْنِي إِذًا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادا کو کتنی میراث دی؟ معقلؓ بن یسار نے کہا کہ میں جانتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے چھٹا حصّہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کس کے ساتھ؟ معقلؓ نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تجھے معلوم نہیں تو پھر تیرے علم کا فائدہ کیا ہوا؟ (ابن ماجہ، نسائی)

شرح: منذری نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے کیونکہ حسن بصری کی پیدائش ۲۱ھ کی ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳ھ کی۔ لیکن بخاری اور مسلم نے حسن کی روایت کو حضرت عمرؓ سے معتبر قرار دیا ہے اور اپنی کتابوں میں اس سند سے احادیث روایت کی ہیں۔

بَابٌ فِي مِيرَاثِ الْعَصَبَةِ

عصبہ کی میراث کا باب

۲۸۹۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ وَهٰذَا حَدِيثُ مَخْلَدٍ وَهُوَ أَشْبَعُ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمِ الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلٰى ذَكَرٍ۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال کو کتاب اللہ کے مطابق حصہ داروں پر تقسیم کرو۔ اس سے جو بچ جائے وہ اس مرد کا ہے جو میّت سے قریب تر ہو (اسی مطلب کی حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی میں بھی ہے۔ الفاظ کا کچھ اختلاف ہے)

شرح: عصبہ اُس قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا کوئی مقررہ حصّہ نہیں ہوتا۔ اگر مقررہ حصہ داروں سے کچھ بچ جائے تو اُسے ملتا ہے ورنہ نہیں۔ اولیٰ کا لفظ اس حدیث میں اقرب کے معنی میں ہے۔ مثلاً بھائی اور چچا میں سے بھائی اقرب ہے۔ چچا اور چچیرے بھائی میں سے چچا اقرب ہے۔ اس حدیث میں عصبہ کی جو تعریف آئی ہے یہ عصبہ بنفسہٖ کی ہے جو ہمیشہ مذکر ہوتا ہے۔ عصبہ بالغیر مؤنث بھی ہو سکتے ہیں جیسے بیٹی بیٹے کے ساتھ، بہنیں بھائیوں کے ساتھ۔ ایک عصبہ مع الغیر بھی ہے یعنی ہر وہ مؤنث جو کسی دوسری مؤنث کے ساتھ عصبہ بنے مثلاً بہنیں بیٹی کے ساتھ۔ حدیث میں ہے: بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔

بَابٌ فِي مِيرَاثِ ذَوِي الْأَرْحَامِ

ذوی الارحام کی میراث کا باب

۲۸۹۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي

طَلْحَةَ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي عَامِرٍ عَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيَّ وَرُبَّمَا قَالَ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُولِهِ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ أَعْقِلُ لَهُ وَأَرِثُهُ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهُ۔

مقدام رضی اللہ عنہ بن معدی کرب سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عیال اور قرض چھوڑ دے تو وہ میرے سپرد ہے، اور کبھی کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کے لیے ہے، اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے اور جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا میں وارث ہوں اور میں اس کی طرف سے ادا کرتا ہوں اور اس کی وراثت لیتا ہوں اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو وہ اس کی طرف سے ادائگی کرتا ہے اور اس کا وارث بنتا ہے (ابن ماجہ اور نسائی)

شرح: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس کا کوئی ذوی الفروض اور عصبات میں سے وارث نہ ہو اس کا وارث ذوی الارحام میں سے ہوگا اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا۔ اسی طرح اس کے اہل وعیال اور قرض کا جب کوئی اور ذمہ دار نہیں ہے تو بیت المال اس کا ذمہ دار ہے۔ حدیث سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ جب ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام وراثت پاتے ہیں۔

۲۹۰۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ فِي آخَرِينَ قَالُوا نَا حَمَّادٌ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ عَنِ الْمِقْدَامِ الْكِنْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً فَإِلَيَّ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَرِثُ مَالَهُ وَأَفُكُّ عَانَهُ وَالْخَالُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ يَرِثُ مَالَهُ وَيَفُكُّ عَانَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الضَّيْعَةُ مَعْنَاهُ عِيَالٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنْ رَاشِدٍ عَنِ ابْنِ عَائِذٍ عَنِ الْمِقْدَامِ وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَاشِدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ۔

المقدام الکندی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر مومن سے اس کی جان سے بھی قریب تر ہوں، پس جو شخص قرض یا عیال چھوڑ گیا تو وہ میری کفالت میں ہے اور جو مال چھوڑ گیا وہ اس کے وارثوں کا

ہے۔ اور جو بے وارث ہو میں اس کا وارث ہوں، اس کے مال کا وارث ہونگا اور اس کے قیدی یا ذمہ داری رہا (آزاد) کرتا ہوں اور جس کا کوئی اور وارث نہ ہو اس کا ماموں وارث ہے، اس کے مال کا وارث ہوگا اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرے گا۔ ابو داؤد نے کہا کہ زبیدی کی روایت میں عن عن ہے اور معاویہ بن صالح کی روایت میں راشد نے کہا کہ میں نے مقدام سے سنا۔ ابو داؤد نے کہا کہ ضیعہ کا معنی عیال ہے۔

شرح: مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ ذوی الارحام کی توریث میں صحابہ اور تابعین میں اور ان کے بعد فقہائے امت میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ صحابہ میں توریث ذوی الارحام کے قائل یہ ہیں: علیؓ، ابن مسعودؓ اور مشہور ترین روایت کی رُو سے ابن عباسؓ، معاذ بن جبلؓ، ابوالدرداءؓ اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور جن کے نزدیک ذوی الارحام وارث نہیں ہیں وہ زید بن ثابتؓ اور ایک روایت کی رو سے ابن عباسؓ ہیں۔ اور یہی قول حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمان رضی اللہ عنہم سے بھی نقل ہوا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ منقول ہے کہ معتضد نے ابو حازم قاضی سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ زید بن ثابتؓ کے سوا تمام اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات پر اجماع ہے کہ ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں اور ان کے اجماع کے مقابلے میں زیدؓ کے قول کا کوئی وزن نہیں۔ معتضد نے کہا کہ کیا یہ ابوبکر الصدیق اور عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے مروی نہیں ہے؟ ابو حازم نے کہا: ہرگز نہیں۔ اور جس نے ان سے یہ روایت کی ہے جھوٹ بولا ہے۔ اس پر معتضد نے حکم دے دیا کہ ذوی الارحام کا ورثہ جو بیت المال میں جمع ہے وہ حقداروں کو واپس کیا جائے۔ اور ابو حازم نے اس سلسلے میں جو کچھ کہا وہ درست ہے کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس امر میں جو مروی ہے وہ یہ ہے کہ مجھے جتنا اس امر کا افسوس ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال نہ کئے۔ ایک یہ کہ کیا خلافت صرف مہاجرین میں ہوگی تاکہ ہم اسے مضبوطی سے تھامے رہیں یا کسی اور کی ہے جس کے سپرد کر دیں۔ دوسری یہ کہ کیا انصار کا بھی امر خلافت میں کچھ حصہ ہے یا نہیں۔ تیسری بات ذوی الارحام کی توریث کے متعلق، کیونکہ میں نے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا، صرف انہیں اپنی رائے اور اجتہاد سے وارث قرار دیا ہے۔ اب اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ ابو بکر صدیقؓ کے متعلق توریث ذوی الارحام میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ درست نہیں۔ وہ توریث ذوی الارحام کے قائل تھے مگر انہیں اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔

تابعین میں توریث ذوی الارحام میں اختلاف تھا۔ اس کے قائل یہ لوگ تھے؛ قاضی شریحؒ، حسن بصری، ابن سیرینؒ، مجاہدؒ، عطاءؒ اور یہ لوگ ان کی توریث کے خلاف تھے: سعید بن المسیبؒ، سعید بن جبیرؒ۔ فقہاء میں سے جن لوگوں نے انکی توریث کا حکم دیا وہ یہ ہیں: ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمد بن الحسنؒ، زفر بن ہذیلؒ، عیسیٰ بن ابان اور اہل تنزیل یعنی علقمہؒ، شعبیؒ، مسروقؒ، نعیم بن حمادؒ، ابو نعیمؒ، ابو عبیدؒ القاسم بن سلام، شریکؒ، حسن بن زیاد، اور انہیں اہل تنزیل اس لیے کہا گیا کہ ان کے نزدیک مُدلی اور مُدلی بہ استحقاق میں دونوں برابر ہیں۔ اور عدم توریث کے قول والوں میں سفیان ثوریؒ، مالکؒ، شافعیؒ ہیں۔ اور توریث ذوی الارحام کی نفی کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیات المواریث میں ذوی الارحام کا ذکر نہیں فرمایا: وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ اور ان کی توریث کتاب اللہ پر اضافہ ہے اور یہ خبر واحد اور قیاس کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالہ اور

پھوپھی کی میراث کا سوال ہوا تو آپ پر جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ خالہ اور پھوپھی کی کوئی میراث نہیں ۔ اور مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے استخارہ کرنے کے لیے قباء کی طرف تشریف لے گئے کہ خالہ اور پھوپھی کی میراث کیا ہو تو آپ پر وحی نازل ہوئی کہ ان کی کوئی میراث نہیں۔ ابوداؤد نے مراسیل میں کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کوئی مقرر حصہ نہیں۔ اور مقرر حصہ تو عصبات کا بھی نہیں ہوتا۔ لیکن خالہ اور پھوپھی کو رشتے کی بناء پر وراثت دی جائے گی ۔

جن لوگوں نے ذوی الارحام کی توریث کا مسلک اختیار کیا ہے انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے ۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ۔ یعنی ان میں سے بعض وراثت میں دوسروں اقرب ہیں۔ گویا ذوی الارحام کے لیے ایک وصفِ عام کی بناء پر وراثت کا حق ثابت کیا گیا۔ اور وصفِ خاص اور وصفِ عام میں وراثت کے سلسلے میں کوئی منافات نہیں ہے۔ وصفِ عام کا مطلب یہ کہ "رشتہ دار" کا لفظ ایک عام اور وسیع لفظ ہے۔ پس جب ہم اس لفظ سے وراثت کو ثابت کرتے ہیں تو یہ کتاب اللہ پر کوئی اضافہ نہیں ہے ۔ اور سنن ابی داؤد کی اس زیرِ نظر حدیث میں ماموں کی وراثت کا بھی ذکر موجود ہے کہ جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث ماموں ہے۔ یعنی جب ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو ماموں کو بھی وراثت مل سکتی ہے جو ذوی الارحام میں سے ہے۔ اور جب ثابت بن الدحداحؓ فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن عاصم منقریؓ سے فرمایا کیا تم لوگ اس کا اپنے اندر کوئی رشتہ دار جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ وہ ہمارے اندر ایک مردہ کی مانند تھا اور ایک بھانجے کے سوا اس کا کوئی رشتہ دار نہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی میراث کا حکم اس کے بھانجے کے لیے دے دیا۔ اور خالہ اور پھوپھی کی وراثت کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات کے ہوتے ہوئے ان کا کوئی حصہ نہیں ہے ۔

۱۰۲۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ ابْنُ عَتِيقٍ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ نَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَجَرٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ اَفُكُّ عُنِيَّهُ وَاَرِثُ مَالَهُ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ يَفُكُّ عُنِيَّهُ وَيَرِثُ مَالَهُ ۔

مقدام رضؓ سے روایت ہے کہ اس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس کا کوئی وارث نہیں اس کا میں وارث ہوں، اس کی قید کو توڑتا ہوں اور اس کے مال کا وارث ہوتا ہوں اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو، وہ اس کے قیدی چھڑاتا ہے اور اس کے مال کا وارث ہے ۔

شرح: ابوسلیمان الخطابی نے کہا ہے کہ حدیث کا لفظ یفکُّ عانہٗ اور عنیہٗ ہم معنیٰ ہے: اس کے قیدی کو چھڑاتا ہے

اور قیدی کا معنیٰ یہاں پر یہ ہے کہ اس کی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے اور جنایات کے باعث جو بوجھ عاقلہ پر آتا ہے وہ برداشت کرتا ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں یعقل عنه کا لفظ ہے۔ اور اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے دلیل ہے جو ذوی الارحام کی وراثت کے قائل ہیں اور یہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری اور احمد بن حنبل کا مذہب ہے اور علی بن ابی طالب اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے مروی ہے۔ مالک، شافعی اور اوزاعی ذوی الارحام کی توریث کے قائل نہیں ہیں اور یہی قول زید بن ثابت کا ہے۔ ان کے نزدیک یہ صرف ماموں کو ایک انعام دیا گیا ہے حصہ کے طور پر یا وراثت کے حق کے طور پر نہیں۔ اس پر بحث پیچھے گزر گئی ہے۔

۲۹۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيَى قَالَ نَا شُعْبَةُ الْمَعْنَى ح وَنَا عُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ مُجَاهِدِ ابْنِ وَرْدَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ مَوْلًى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَتَرَكَ شَيْئًا وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا وَلَا حَمِيمًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطُوا مِيرَاثَهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ قَرْيَتِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ حَدِيثُ سُفْيَانَ أَتَمُّ وَقَالَ مُسَدَّدٌ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَهُنَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ أَرْضِهِ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَأَعْطُوهُ مِيرَاثَهُ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا اور اس نے کوئی اولاد یا قریبی رشتہ دار نہ چھوڑا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی میراث اس کے گاؤں کے کسی شخص کو دے دو۔ ابو داؤد نے کہا کہ سفیان کی حدیث اتم ہے اور مسدد نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہاں پر کوئی اس کا ہم وطن ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپؐ نے فرمایا کہ اس کی میراث اس کو دیدو۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو آزاد کرنے والے تھے اور اس وجہ سے آپؐ اس کے وارث تھے، مگر آپؐ نے احسان و مروت کی راہ سے اس کی وراثت کو حاصل نہیں فرمایا۔ اور حدیث صحیح کا لفظ صرف اتنا ہے کہ نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورِثُ "ہم نبیوں کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے"۔ اس میں لا نورث کا اضافہ غلط ہے اس کا باعث یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد کی وراثت ملی تھی۔ اور اس شخص کے گاؤں والوں پر صدقے کا حکم حضورؐ نے اس لئے دیا کہ وہ اس کے قرابت دار تھے۔ سیرت حلبیہ میں ہے کہ عبداللہ نے پانچ مرد (غلام) اور بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ چھوڑا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وراثت میں ملا۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ حضورؐ کی حیات میں جو بیٹیاں آپ کی فوت ہوئیں

آپؐ نے ان کی میراث نہیں لی، پس یہ بات کہ وارثت نہیں لی، اگر صحیح ہے تو شاید حضورؐ نے ازراہِ تعفف اسے ترک کر دیا ہو۔ علّامہ قاریؒ نے کہا کہ حضورؐ نے اپنے آزاد کردہ غلام کی میراث، اس کے کسی گاؤں والے کو ازراہِ صدقہ دی تھی، یا اس لیے کہ آپؐ اس بات سے کہیں بلند تھے کہ اس کی میراث حاصل کریں۔ یا یوں کہو کہ اُسے بیت المال میں رکھنا تھا جو مسلمانوں کی مصلحتوں کے لیے ہوتا ہے پس اس کی بستی کے کسی آدمی کو دے ڈالنے کا مطلب یہی تھا کہ بیت المال کی طرف سے کسی مسلمان کی مصلحت اور امداد میں اسے صرف کیا جائے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جس طرح انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اس طرح وہ بھی کسی کے وارث نہیں ہوتے کیونکہ ان کا مقام اس سے بلند تر ہے کہ ان معمولی دنیوی معاملات کی طرف التفات کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۹۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ الْکِنْدِیُّ قَالَ نَا الْمُحَارِبِیُّ عَنْ جِبْرِیْلَ بْنِ اَحْمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عِنْدِیْ مِیْرَاثُ رَجُلٍ مِنَ الْاَزْدِ وَلَسْتُ اَجِدُ اَزْدِیًّا اَدْفَعُہٗ اِلَیْہِ قَالَ فَاذْھَبْ فَالْتَمِسْ اَزْدِیًّا حَوْلًا قَالَ فَاَتَاہُ بَعْدَ الْحَوْلِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ اَجِدْ اَزْدِیًّا اَدْفَعُہٗ اِلَیْہِ قَالَ فَانْطَلِقْ فَانْظُرْ اَوَّلَ خُزَاعِیٍّ تَلْقَاہُ فَادْفَعْہُ اِلَیْہِ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ عَلَیَّ الرَّجُلُ فَلَمَّا جَاءَہٗ قَالَ اُنْظُرْ کُبْرَ خُزَاعَۃَ فَادْفَعْہُ اِلَیْہِ۔

بُریدہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا اور کہا کہ میرے پاس ازد کے ایک شخص کی میراث ہے اور میں کسی ازدی کو نہیں پاتا کہ وہ اس کے سپرد کروں۔ حضورؐ نے فرمایا: جا سال بھر کسی ازدی کو تلاش کر۔ بریدہؓ نے کہا کہ پھر وہ ایک سال کے بعد آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے کوئی ازدی نہیں پایا جس کو وہ مال دوں۔ حضورؐ نے فرمایا: جا جس پہلے خزاعی سے تو ملے یہ وراثت اس کے حوالے کر دے۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا آپ نے فرمایا: اس شخص کو میرے پاس واپس لاؤ۔ پس جب وہ آیا تو فرمایا کہ تو کسی بڑے خزاعی کو دیکھ اور یہ اُس کے حوالے کر دے (النسائی مسنداً و مرسلاً)

شرح: حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میراث کا کوئی وارث معلوم نہ ہونے کے باعث اس کا حکم لقطہ جیسا تھا اس لیے حضورؐ نے پہلے ایک سال کسی ازدی کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور جب وہ نہ ملا تو پھر آپؐ نے خزاعہ کے کسی بڑی عمر کے آدمی کو دینے کا حکم دیا کیونکہ وہ رشتہ میں اس کے قریب ہوتا۔ اور بیت المال چونکہ ابھی منظم نہ تھا لہٰذا آپؐ نے اسے بیت المال میں رکھنے کا حکم نہیں دیا۔ خزاعی لوگ ازد کی شاخ تھے، یمن سے نکلنے کے بعد یہ مکہ میں آ گئے اور یہاں کے لوگوں سے حلف منعقد کر لیے۔ طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ مکہ کا ہے، اس حدیث کا حدیث کا راوی بُریدہؓ بن حصیب اسلمی ہے اور اسلم خزاعہ کی شاخ تھی، یہ بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ قصہ مکہ کا ہے۔

۲۹۰۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَسْوَدَ الْعِجْلِيُّ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ جِبْرِيلَ بْنِ أَحْمَرَ أَبِي بَكْرٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيرَاثِهِ فَقَالَ الْتَمِسُوا لَهُ وَارِثًا أَوْ ذَا رَحِمٍ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ وَارِثًا وَلَا ذَا رَحِمٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطُوهُ الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ قَالَ يَحْيَى قَدْ سَمِعْتُهُ مَرَّةً يَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ انْظُرُوا أَكْبَرَ رَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ۔

بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خزاعہ کا ایک آدمی مرگیا تو اس کی میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی حضورؐ نے فرمایا اس کے لیے کوئی وارث یا ذو رحم تلاش کرو، پس لوگوں نے اس کا کوئی وارث یا ذی رحم نہ پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میراث خزاعہ کے بڑے آدمی کو دے دو۔ یحیٰی نے کہا کہ میں نے شریک کو ایک مرتبہ اس حدیث میں یہ کہتے سُنا: خزاعہ کا سب سے بڑی عمر کا آدمی دیکھو۔

شرح: اس حدیث کا راوی حسن بن اسود متکلم فیہ ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا نے نقل کیا ہے کہ عربوں میں ذوی الارحام کی میراث کا سوال خارج از بحث ہے، یہ صرف اہل عجم میں ہوتے ہیں۔ یہی خیال ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے لہٰذا اس حدیث میں جو ذا رحم کا لفظ ہے یہ شریک کا وہم ہے اور محمد بن موسٰی انصاری، عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی اور عباد بن العوام نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۲۹۰۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ نَا حَمَّادٌ أَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا إِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ أَعْتَقَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَهُ أَحَدٌ قَالُوا لَا إِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ أَعْتَقَهُ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَهُ لَهُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے ایک غلام کے جسے وہ آزاد کرچکا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کا کوئی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں سوائے ایک غلام کے جسے وہ آزاد کرچکا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی میراث اُسے دلوادی (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: جیسا کہ کتب میراث میں مفصل موجود ہے۔ مُعتِق یعنی آزاد کرنے والا اپنے آزاد شدہ کا وارث ہے نہ کہ اس کے برعکس۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ میراث جو اس آزاد شدہ غلام کو دلوائی بطورِ تصدق و تبرع تھی نہ کہ بطورِ استحقاق۔

بَابٌ مِيرَاثِ ابْنِ الْمُلَاعِنَةِ

ملاعنہ کے بیٹے کی میراث کا باب

۲۹۰۶. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ رُوبَةَ التَّغْلِبِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّصْرِيِّ عَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْأَسْقَعِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ تَحْرِزُ ثَلٰثَ مَوَارِيثَ عَتِيقَهَا وَلَقِيطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِي لَاعَنَتْ عَلَيْهِ۔

واثلہ بن اسقع نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا: عورت تین وراثتیں لیتی ہے۔ (۱) اپنے آزاد کردہ کی وراثت (۲) اپنے لقیط کی وراثت (۳) لعان کرنے والی کے بیٹے کی وراثت اس کی ماں کی ہے اور اس کے بیٹے سے مراد وہ بیٹا ہے جس پر لعان ہوا تھا (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: خطابی نے کہا کہ لقیط عامۂ فقہاء کے نزدیک آزاد ہے اور جب وہ آزاد ہے تو اس پر کسی کی ولاء نہیں، اور میراث کا حق یا نسب سے ہے یا ولاء سے اور ظاہر ہے کہ لقیط اور ملتقط (اس کو اٹھانے والے) کے درمیان ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ یہ حدیث اہل نقل کے نزدیک غیر ثابت ہے، اور جب ثابت ہی نہیں تو اس پر عمل کا سوال نہیں ہے۔ اس حدیث کا راوی عمر بن رؤبہ تغلبی حمصی متکلم فیہ ہے اور منکر روایات بیان کرتا ہے۔

۲۹۰۷. حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ وَمُوسَى بْنُ عَامِرٍ قَالَ نَا الْوَلِيدُ نَا ابْنُ جَابِرٍ نَا مَكْحُولٌ قَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَ ابْنِ الْمُلَاعِنَةِ لِأُمِّهِ وَلِوَرَثَتِهَا مِنْ بَعْدِهَا۔

مکحولؒ نے کہا (روایت مرسل ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاعنہ کے بیٹے کی میراث اس کی ماں کے لیے قرار دی اور اس کے بعد اس عورت کے وارثوں کے لیے ٹھہرائی (مطلب یہ کہ اس لڑکے کا باپ اس کے نسب کی نفی کر چکا اور اس پر فریقین میں لعان کے بعد جدائی واقع ہو چکی۔ اب اس لڑکے کا نسبی تعلق باپ سے نہ رہا لہذا ان میں وراثت نہیں چل سکتی۔ یہ لڑکا ماں کا ہے اس کی وارث ماں ہے اور ماں کا وارث یہ ہے)

۲۹۰۸. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ نَا الْوَلِيدُ أَخْبَرَنِي عِيسَى أَبُو مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند روایت کی ہے۔

بَابٌ هَلْ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ

۲۹۰۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔

اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مسلم کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور کافر مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا، دارمی، مسند احمد)

شرح: اس پر تو تمام اہل اسلام کا اجماع ہے کہ کافر مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا، رہا اس کے برعکس یعنی مسلم کا کافر کی وراثت لینا اس میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ جمہور صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے نزدیک مومن بھی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیب اور مسروق وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ مسلم کو کافر کی وراثت مل سکتی ہے۔ اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے: اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى۔ جمہور کی دلیل حدیث زیر نظر ہے اور اسلام کے اعلیٰ ہونے کا مطلب مشیت و دلائل میں اعلیٰ ہونا ہے۔ مرتد کا مسئلہ دوسرا ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مالک، شافعی اور ابن ابی لیلی کا قول ہے کہ مرتد کی میراث فئ ہے اور ان کے وارث اس کی میراث کے حقدار نہیں، یہی قول ربیعہ کا ہے۔ سفیان ثوری نے کہا کہ اس کا قدیم مال اس کے مسلم وارثوں کا ہے اور جو مال اس نے ارتداد کی حالت میں بنایا وہ مسلمانوں کے لیے فئ ہے۔ یہی مذہب ابو حنیفہ کا ہے۔ اوزاعی اور اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ اس کا سارا مال مسلمانوں کے لیے ہے (یعنی اس کے مسلم وارثوں کے لیے) یہ قول علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی حسن بصری، شعبی اور عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔

۲۹۱۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِي حَجَّتِهِ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ نَحْنُ نَازِلُونَ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي الْمُحَصَّبَ وَذَاكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ وَلَا يُؤْوُوهُمْ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالْخَيْفُ الْوَادِي۔

اُسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج (حجۃ الوداع) میں آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کل کو کہاں قیام فرما ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی فرودگاہ چھوڑی بھی ہے؟ پھر فرمایا ہم خیف بنی کنانہ میں اترنے والے ہیں جہاں پر قریش نے کفر پر قسمیں کھائیں یعنی المحصّب، اور اس کا مطلب یہ تھا کہ بنی کنانہ نے قریش کے ساتھ بنی ہاشم کے خلاف قسما قسمی کی تھی کہ ان سے نکاح نہ کریں گے اور ان سے خرید و فروخت نہ کریں گے اور انہیں پناہ نہ دیں گے۔ زہری نے کہا کہ خیف کا معنی وادی ہے (بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا کہ ابوداؤد کا اس حدیث سے استدلال یوں ہے کہ مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا، عقیل ابوطالب کی وفات کے دن تک مسلمان نہ ہوا تھا اور اس کا وارث بنا۔ اور جعفرؓ اور علیؓ دونوں مسلم تھے لہذا وارث نہ ہوئے۔ جب عقیل عبدالمطلب کی جائداد کا مالک ہو گیا تو اسے بیچ ڈالا، یہ مطلب ہے حضورؐ کے اس قول کا کہ عقیل نے ہمارے لیے کون سا گھر چھوڑا ہے۔ خیف بنی کنانہ میں قریش نے جمع ہو کر ہاشمیوں کے خلاف قسم اٹھائی تھی، کیونکہ بنی ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے یا کسی اور کو کرنے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ابوطالب کو جب اس قسما قسمی کا پتہ چلا تو وہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کو لے کر اپنی گھاٹی میں پناہ گیر ہو گئے حتیٰ کہ ان کے کفار بھی جاہلیت کی عادت کے مطابق ان کے ساتھ تھے کیونکہ نسلی محبت اور خاندانی عصبیت کا سوال پیدا ہو چکا تھا۔ قریش کی دستاویز جو کعبہ کے اندر لٹکائی گئی تھی، منصور بن عکرمہ بن ہشام نے لکھی تھی، پھر اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ یہ دستاویز انہوں نے یکم محرم سنہ نبوی کو کعبہ کے اندر لٹکائی تھی۔ دو سال تک بائیکاٹ کی کیفیت رہی پھر حضورؐ کے خبر دینے پر کہ اسے دیمک چاٹ چکی ہے اتار کر دیکھا گیا تو واقعی ایسا تھا پھر یہ قطع تعلق ختم کر دیا گیا۔

۲۹۱۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى۔

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جدا جدا ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے (ابن ماجہ، نسائی، اور ترمذی نے اسے جابرؓ سے روایت کیا ہے)

شرح: اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ کے مطابق اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اہل اسلام اور اہل کفر (خواہ کسی مذہب و ملت کے ہوں) ایک دوسرے کے وارث نہیں ہیں۔ ورنہ بظاہر تو یہ حدیث یہ چاہتی ہے کہ یہودی و نصرانی، مجوسی و نصرانی، یہودی و مجوسی وغیرہ وغیرہ بھی ایک دوسرے کے وارث نہ ہو سکیں۔ زہری، ابن ابی لیلی اور احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ ایک نسخے میں شتّٰی کے بجائے شیئًا کا لفظ ہے۔ عامۂ فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ کفر کو ایک الگ ملت اور اسلام کو دوسری الگ ملت قرار دیا جائے گا۔ اور ان میں باہم وراثت نہیں چلے گی۔

۲۹۱۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَمْرٍو الْوَاسِطِيِّ نَا عَبْدُ اللَّهِ

بْنُ بُرَيْدَةَ أَنَّ أَخَوَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ يَهُودِيٌّ وَمُسْلِمٌ فَوَرَّثَ الْمُسْلِمَ مِنْهُمَا وَقَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ أَنَّ رَجُلًا حَدَّثَهُ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ فَوَرَّثَ الْمُسْلِمَ۔

عبداللہ بن بُریدہؓ نے کہا کہ دو بھائی ـ یہودی اور مسلم ـ مقدمہ کے فریق بن کر یحییٰ بن یعمر کے سامنے پیش ہوئے پس اس نے ان میں سے مسلم کو وارث قرار دیا اور کہا کہ مجھ کو ابوالاسود نے حدیث سُنائی کہ ایک آدمی نے اُسے بتایا کہ معاذؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ: اسلام بڑھتا ہے اور کم نہیں ہوتا۔ پس اُس نے مسلم کو وارث ٹھہرایا۔

شرح: اس حدیث کی سند میں ایک مجہول راوی ہے اور ابوالاسود کے معاذ بن جبلؓ سے سماع میں کلام ہے ابوالاسود سے مراد ابوالاسود دیلی ہے۔ اس حدیث کا جو معنی معاذ بن جبل نے سمجھا وہ ان کے اجتہاد پر مبنی ہے۔ اس میں فقط اسلام کی فضیلت کا اظہار ہے، میراث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اوپر کی حدیث صریح ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ مسلم کافر کا اور اس کے برعکس وارث نہیں ہو سکتا۔

۲۹۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى ابْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ أَنَّ مُعَاذًا أُتِيَ بِمِيرَاثِ يَهُودِيٍّ وَارِثُهُ مُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابوالاسود دیلی سے مروی ہے کہ معاذؓ کے پاس یہودی کا مقدمہ لایا گیا جس کا وارث مسلم تھا الخ اوپر کی حدیث کی مانند۔ معاذ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ أَسْلَمَ عَلَى مِيرَاثٍ۔

باب اس شخص کے متعلق جو کسی میراث پر مسلم ہوا۔

یعنی اس کے اسلام لانے سے قبل جو میراث تقسیم ہو گئی تھی، جب وہ مسلم ہو گا تو کیا اب نئے سرے سے میراث کی تقسیم کی جائے گی؟۔

۲۹۱۴۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ نَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَسْمٍ قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلَى مَا قُسِمَ وَكُلُّ

قَسْمٍ اَدْرَكَهُ الْاِسْلَامُ فَاِنَّهُ عَلٰى قَسْمِ الْاِسْلَامِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر تقسیم جو زمانۂ جاہلیت میں ہو گئی وہ اسی طرح رہے گی جیسی کہ ہوئی تھی اور ہر وہ تقسیم جس کو اسلام نے پالیا تو وہ اسلامی احکام کے مطابق تقسیم ہوگی (ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے معالم السنن میں کہا ہے کہ اموال، انساب اور نکاح جو زمانۂ جاہلیت میں ہو چکے وہ اسی طریقے پر قائم رکھے جائیں گے جن پر وہ ہوئے تھے، نہ زمانۂ اسلام میں انہیں چھیڑا نہیں جائے گا اور اگر زمانۂ اسلام میں ان میں سے کوئی حکم حادث ہو تو وہ اسلامی احکام کے مطابق ہوگا۔ اور جمہور علماء کے نزدیک انتقالِ ملک کا تعلق چونکہ موت کے وقت کے ساتھ ہے لہذا یہ دیکھا جائے گا کہ مرنے والا کسی حال میں مرا تھا۔

بَابٌ[۱۲] فِي الْوَلَاءِ

یہ باب ولاء میں ہے

۲۹۱۵۔ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ مَالِكٌ عُرِضَ عَلٰى نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا فَقَالَ اَهْلُهَا نَبِيْعُكِهَا عَلٰى اَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی کو خریدنے کا ارادہ کیا تاکہ اسے آزاد کریں تو اس کے مالکوں نے کہا کہ یہ لونڈی ہم آپ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کریں گے کہ اس کی ولاء ہماری ہوگی۔ پس عائشہؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کی۔ حضورؐ نے فرمایا: یہ بات تجھے اس کے خریدنے سے نہ روکے کیونکہ ولاء اس کو ملتی ہے جو آزاد کرے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: خطابی نے کہا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ مملوک کی بیع آزادی کی شرط کے ساتھ جائز ہے۔ اور حضورؐ کا ارشاد اس لونڈی کے مالکوں کی غلط اور ناجائز شرط کو باطل کرنے کے لیے تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض دفعہ اصل بیع جائز ہوتی ہے مگر اس پر لگائی جانے والی شرطیں باطل ہوتی ہیں اور وہ شرطیں اصل بیع کے جواز پر اثرانداز نہیں ہوتیں۔ اور ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ولاء صرف اس کی ہے جو آزاد کرے۔ ولاء کا معنیٰ وہ حقوق ہیں جو آزاد کرنے والے کو غلام کی آزادی کے بعد بھی حاصل رہتے ہیں، مثلاً میراث کا حق۔ یہاں پر ایک اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں شرط لگانے کی اجازت کیسے دے دی حالانکہ وہ تقاضا عقد کے خلاف تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ شرط نہی سے پہلے کا معاملہ ہو۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ

بیع نہی کے بعد واقع ہوئی تھی تو اس کا اذن اس لیے تھا کہ اس سے ڈرایا جائے اور اسے باطل کیا جائے۔ اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا جس میں فرمایا تھا کہ: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ پس جس شخص نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے۔ کتاب اللہ سے مراد اس حدیث میں صرف قرآن نہیں، بلکہ اس سے مراد احکام الٰہیہ ہیں چاہے قرآن کی صورت میں ہوں چاہے سنتِ ثابتہ صحیحہ کی صورت میں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلے پر بڑی مفصل اور شافی بحث شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اپنی تصانیف میں کئی جگہ اور فتاویٰ میں بھی کی ہے جو لائقِ دید ہے۔

۲۹۱۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ وَوَلِيَ النِّعْمَةَ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء اُس کے لیے ہے جو قیمت ادا کرے اور آزادی کی نعمت کا متولی ہو (بخاری، ترمذی، نسائی)

شرح: قیمت کی ادائگی تو ولاء کا سبب نہیں لیکن چونکہ وہ ملک کا سبب ہے اور ملک آزادی کا سبب ہے اس لیے اس حدیث میں حضورؐ نے قیمت ادا کر کے خریدنے کا ذکر فرمایا۔ یہ کلام بریرہؓ کے قصے میں واقع ہوا تھا نعمت سے مراد عتق کی نعمت ہے۔ یعنی جو شخص آزادی جیسی نعمت کو لانے کا سبب بنا ہو ولاء اُس کا حق ہے۔ نہ اُس کا جو غلام کو فروخت کرتے وقت خریدار سے یہ شرط کرے کہ تو اگر اسے آزاد کرے تو ولاء میری ہوگی۔

۲۹۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رِيَابَ بْنَ حُذَيْفَةَ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَوَلَدَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ غِلْمَةٍ فَمَاتَتْ أُمُّهُمْ فَوَرِثُوهَا رِبَاعَهَا وَوَلَاءَ مَوَالِيهَا وَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ عَصَبَةَ بَنِيهَا فَأَخْرَجَهُمْ إِلَى الشَّامِ فَمَاتُوا فَقَدِمَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَمَاتَ مَوْلًى لَهَا وَتَرَكَ مَالًا لَهُ فَخَاصَمَهُ إِخْوَتُهَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ عُمَرُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْرَزَ الْوَلَدُ أَوِ الْوَالِدُ فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانَ قَالَ فَكَتَبَ لَهُ كِتَابًا فِيهِ شَهَادَةُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَرَجُلٍ آخَرَ فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عَبْدُ الْمَلِكِ اخْتَصَمُوا

إِلَى هِشَامِ بْنِ إِسْمٰعِيلَ أَوْ إِلَى إِسْمٰعِيلَ بْنِ هِشَامٍ فَرَفَعَهُمْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ فَقَالَ هٰذَا مِنَ الْقَضَاءِ الَّذِي مَا كُنْتُ أَرَاهُ قَالَ فَقَضٰى لَنَا بِكِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَنَحْنُ فِيهِ إِلَى السَّاعَةِ۔

عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ ریاب بن حذیفہ نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس عورت نے اس کی پشت سے تین لڑکے جنے۔ پھر ان کی ماں مرگئی اور وہ لڑکے اس کی منقولہ جائداد کے اور اس کے آزاد کردہ غلاموں کی ولاء کے وارث بنے اور عمرو بن العاص اس عورت کے بیٹوں کا عصبہ تھا۔ پس وہ انہیں شام کی طرف لے گیا اور وہ وہاں پر مر گئے۔ پس عمرو بن العاصؓ آیا اور اس عورت کا ایک آزاد کردہ غلام مرگیا اور اپنا کچھ مال چھوڑ گیا، پس اس کے بھائیوں نے عمرو بن رضؓ العاص کے خلاف حضرت عمرؓ بن الخطاب کے پاس دعویٰ دائر کیا۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو کچھ لڑکے یا باپ نے محفوظ کیا ہو وہ اس کے عصبہ کے لیے ہے چاہے جو بھی ہو۔ عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں عبدالرحمن بن عوف اور زید بن ثابتؓ کی گواہی تھی اور ایک اور آدمی کی بھی۔ پھر جب عبدالملک خلیفہ بنا تو وہ لوگ ہشام بن اسماعیل کے پاس مقدمہ لے گئے یا اسمٰعیل بن ہشام کے پاس، تو اس نے انہیں عبدالملک کی طرف بھیجا۔ پس اس نے کہا: یہ وہ فیصلہ ہے جو میری رائے کے خلاف ہے۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ پھر عبدالملک نے ہمارے لیے حضرت عمرؓ بن الخطاب کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا اور ہم اب تک اُس پر قائم ہیں (ابن ماجہ، نسائی)

شرح: مطلب یہ ہوا کہ جب باپ کا آزاد کردہ غلام یا ماں کا آزاد کردہ غلام مرجائے (اُن کی موت کے بعد) اور اُس باپ یا ماں کا بیٹا ہو تو وہ اس آزاد کردہ غلام کی ولاء کا وارث ہوگا۔ اور یہ بات عصبہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ عورتیں ولاء کی وارث نہیں ہوتیں ہاں جس کو انہوں نے آزاد کیا ہو۔ یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں مطوّل آئی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: ریاب بن حذیفہ بن سعید بن سہم نے ام وائل بنت معمر سے نکاح کیا اور اس کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے۔ پھر ان کی ماں مرگئی اور اس کے بیٹے اس کی جائداد کے اور اس کے موالی کی ولاء کے وارث ہوئے۔ عمرو بن رضؓ العاص انہیں ساتھ لے کر شام گئے تو وہ طاعون عمواس میں وفات پاگئے۔ ان کا وارث عصبہ ہونے کی وجہ سے عمروؓ بن العاص ہوئے۔ جب عمروؓ بن العاصؓ واپس ہوئے تو بنو معمر اپنی بہن کی ولاء کا مقدمہ لے کر حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان وہ فیصلہ کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا کہ: جو کچھ بیٹا یا باپ جمع کرے تو وہ اس کے عصبہ کے لیے ہے جو بھی ہو۔ عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ پھر حضرت عمرؓ نے اس کا فیصلہ ہمارے حق میں کر دیا اور ہمارے لیے ایک دستاویز لکھی جس پر عبدالرحمٰنؓ بن عوف، زید بن ثابتؓ اور ایک اور شخص کی شہادت تھی حتیٰ کہ جب عبدالملک بن مروان خلیفہ بنا تو اس عورت کا ایک آزاد کردہ غلام مرگیا اور دو ہزار دینار چھوڑ گیا۔ مجھے پتہ چلا

کہ وہ فیصلہ بدل دیا گیا ہے۔ پس بنو معمر نے پھر ہشام بن اسمٰعیل کی عدالت میں دعوٰی پیش کیا اور ہم تے عبدالملک تک معاملہ پہنچایا اور اس کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر لائے۔ اس نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اس فیصلے میں کوئی شک نہیں، اور مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ اہل مدینہ کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ انہوں نے اس فیصلے میں شک کیا ہے۔ پس عبدالملک نے اس میں ہمارے حق میں فیصلہ کیا اور اس کے بعد ہم اسی فیصلے پر رہے۔

بَابُ ۱۳ فِی الرَّجُلِ یُسْلِمُ عَلٰی یَدَیِ الرَّجُلِ

باب: ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر ایمان لائے تو؟

۲۹۱۸۔ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِیُّ وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا نَا یَحْیٰی قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ هُوَ ابْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَوْهَبٍ یُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ ذُؤَیْبٍ قَالَ هِشَامٌ عَنْ تَمِیْمٍ الدَّارِیِّ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَالَ یَزِیْدُ اِنَّ تَمِیْمًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا السُّنَّةُ فِی الرَّجُلِ یُسْلِمُ عَلٰی یَدَیِ الرَّجُلِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ هُوَ اَوْلَی النَّاسِ بِمَحْیَاهُ وَمَمَاتِهٖ۔

تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ جو شخص مسلمانوں میں سے کسی مسلم کے ہاتھ پر ایمان لائے تو اس بارے میں سُنت کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ زندگی اور موت میں اس کے سب لوگوں سے قریب تر ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: مَا السُّنَّۃُ کا مطلب ہے کہ سنت و شرع کا کیا حکم ہے؟ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کسی کے ہاتھ پر ایمان لانے کو بھی توریث کا سبب ٹھہراتے ہیں اور وہ ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب ہیں۔ مگر انہوں نے اس میں ایک شرط کا اضافہ کیا ہے، اور وہ یہ کہ: ان دونوں کے درمیان عقدِ موالات ہو جائے اگر یہ عقد نہیں ہوا تو پھر صرف کسی کے ہاتھ پہ ایمان لانے سے کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔ اسحاق بن راہویہ کا قول بھی ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے قول کی مانند ہے، مگر اس نے عقدِ موالات کی شرط نہیں لگائی۔ خطابی نے کہا کہ اس مضمون پر اس حدیث کی دلالت مبہم ہے صاف اور صریح نہیں ہے۔ اس میں تو صرف یہ فرمایا ہے کہ زندگی اور موت میں وہ اس کے قریب تر ہوگا۔ احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد میراث ہو اور یہ بھی کہ اخلاقی امور اور عام نیکی میں ایثار مراد ہے۔ اکثر فقہاء نے اسے وراثت کا سبب قرار نہیں دیا کیونکہ حضورؐ کا قول: ولاء اس کی ہے جو آزاد کرے، اس کے خلاف ہے۔ احمد بن حنبل نے تمیم داریؓ کی اس حدیث کو ضعیف ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ اس کا راوی عبدالعزیز حافظ و متقن نہیں ہے (خطابی)

مولانا نے فرمایا کہ ابوداؤد نے اپنے دو استادوں یزید بن خالد اور ہشام بن عمار میں ہونے والے اس اختلاف کا ذکر کیا ہے جو اس روایت کے بارے میں ہے۔ یزید بن خالد کی روایت مرسل نظر آتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں اس حدیث میں کئی اور وجوہ سے بھی اختلاف ہے۔ ایک اختلاف راوی عبداللہ بن موہب میں ہے کہ آیا اس کا نام ابن موہب ہے، یا ابن وہب۔ ترمذی اور حافظ ابن حجر نے عبداللہ بن موہب کو صحیح کہا ہے دوسرا یہ کہ آیا عبداللہ بن موہب اور تمیم داری میں کوئی واسطہ ہے یا نہیں۔ بعض نے تو عبداللہ بن موہب کی روایت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے بتائی ہے اور کچھ اور محدثین نے عبداللہ بن موہب اور تمیم داری کے درمیان قبیصہ بن ذویب کا واسطہ ذکر کیا ہے۔ تیسرا یہ کہ وکیع کی روایت جو مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے اور ابو نعیم کی روایت جو مسند احمد اور دارمی میں ہے اُن کی رُو سے عبداللہ بن موہب کے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے سماع کی صراحت موجود ہے مگر ترمذی نے سماع کی صراحت نہیں کی بلکہ عن عن سے روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر کے تہذیب التہذیب میں سماع کو غلط بتایا ہے کیونکہ ابن موہب کی ملاقات تمیم داری کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ بخاری نے بھی سماع کی نفی کی ہے۔

المظہر نے کہا کہ ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور ثوری کے نزدیک جو شخص کسی کے ہاتھ پر ایمان لائے وہ اس کا مولا نہیں ہو جاتا۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں احتمال ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں ہو کیونکہ اس وقت اسلام اور نصرت پر توارث چلتا تھا جو بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اور اگر اولی الناس بمحیاہ و مماتہ کا معنی یہ لیا جائے کہ زندگی میں نصرت اور موت کے بعد نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کا وہ سب سے زیادہ مستحق ہو جاتا ہے تو اس میں متنازعہ فیہ مسئلہ کی کوئی دلیل نہیں رہتی۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر اسلام لانے کے ساتھ ساتھ عقد موالات پر بھی معاہدہ ہو جائے تو اس صورت میں توریث ہو سکتی ہے بشرطیکہ کوئی قریبی زندہ نہ ہو یا نہ مل سکے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْوَلَاءِ

ولاء کو فروخت کرنے کا باب

۲۹۱۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور ہبہ سے منع فرمایا تھا (بخاری، مسلم ترمذی، موطا، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: خطابی نے ابن الاعرابی۔ محمد بن زیاد سے نقل کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ولاء کی خرید و فروخت کا رواج بھی تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ یہ مسئلہ اہل علم میں اجماعی ہے مگر میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے آزاد کردہ غلاموں کی ولاء عباس رضی اللہ عنہ یا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی تھی۔ خطابی نے کہا کہ میں نے

ابوالولید سے سُنا کہ یہ ولائے سائبہ تھی جو مختلف فیہ ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ ولا، کوئی محسوس مالی چیز نہیں جس کی بیع ہو سکے، بلکہ یہ حقوق میں سے ایک حق ہے لہٰذا اس کی بیع نہیں ہو سکتی۔

بَابٌ ۱۵ فِی الْمَوْلُودِ یَسْتَهِلُّ ثُمَّ یَمُوتُ

باب۔ اس بچے میں جو آواز نکالے اور پھر مرجائے۔

۲۹۲۰۔ حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ مُعَاذٍ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی نَا مُحَمَّدٌ یَعْنِی ابْنَ اِسْحَاقَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَیْطٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُوْدُ وُرِّثَ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا: جب مولود آواز نکالے تو اسے وارث ٹھہرایا جائے گا (استهل کا لفظی معنیٰ ہے: بلند آواز نکالی۔ کیونکہ بچہ پیدائش کے وقت بالعموم بلند آواز سے چیخ کر روتا ہے۔ ورنہ مراد یہاں اس سے ہر وہ علامت یا حرکت یا فعل ہے جس سے نومولود بچے کی حیات کا علم ہو جائے۔ بالفرض اگر وہ رویا یا چیخا نہیں بلکہ چھینک ماری ہے، ہنس دیا ہے، سانس لیا ہے یا کوئی ایسی بات کی ہے جو صرف زندہ کی شان ہے تو اسے زندہ سمجھا جائے گا، چاہے تھوڑی دیر بعد مرجائے، اور اسے وراثت ملے گی اور پھر اس کی وراثت وارثوں کو ملے گی۔ یہی مذہب سفیان ثوری، اوزاعی، شافعی، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا ہے مالک بن انس نے کہا کہ جب تک بآواز بلند رویا نہ ہو اسے میراث نہ ملے گی اور یہی روایت محمد بن سیرین، شعبی، زہری اور قتادہ سے ہے۔

بَابٌ ۱۶ نَسْخِ مِیْرَاثِ الْعَقْدِ بِمِیْرَاثِ الرَّحِمِ

باب میراث عقد کا میراث رحم یعنی رشتہ داری سے منسوخ ہونا

۲۹۲۱۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ یَزِیْدَ النَّحْوِیِّ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ کَانَ الرَّجُلُ یُحَالِفُ لَیْسَ بَیْنَهُمَا نَسَبٌ فَیَرِثُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ فَنَسَخَ ذٰلِکَ الْاَنْفَالُ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (النساء ۳۳) آدمی کسی اور شخص سے حلف کر لیتا تھا، ان میں کوئی نسبی رشتہ نہ ہوتا تھا، پس ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہو جاتا تھا پس سورۂ انفال کی آیت: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (الانفال ۷۵) سے وہ پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔

شرح: عقد سے مراد محالفہ (قسما قسمی) اور موالات ہے: مولانا فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے تو اسے منسوخ کہا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی کی یہ روایت ہے۔ اور بعض نے کہا کہ سورۂ النساء کی وہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ سورۂ انفال کی آیت نے ذوی الارحام کو مولائے موالات کی نسبت اولی قرار دیا گیا ہے پس اقرباء کی موجودگی میں تو مولائے موالات محروم ہے مگر جب قرابت دار موجود نہ ہوں تو اسے وراثت ملتی ہے۔ یہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر ایمان لائے اور اس کے ساتھ موالات کا عقد و حلف منعقد کرے تو اقرباء کی موجودگی کی صورت میں اس کی موت پر اس کی وراثت اس کو ملے گی جس کے ہاتھ پر وہ ایمان لایا تھا۔ مالک، ابن شبرمہ، ثوری، اوزاعی اور شافعی نے کہا کہ اس کی میراث بیت المال میں جائے گی پس حنفیہ نے موالات کی جو صورت بتائی ہے النساء کی آیت میں میراث کی صورت وہی ہے اور اولوا لارحام جب موجود ہوں گے تو ظاہر ہے کہ پھر میراث انہی کی ہے کیونکہ میراث کا تعلق اوّلاً و بالذات صرف نسب کے ساتھ ہے سو اس صورت میں النساء کی آیت محکم ہے اُسے منسوخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اوپر تمیم داری کی حدیث جو گزری ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۲۹۲۲۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنِيْ اِدْرِيْسُ بْنُ يَزِيْدَ نَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ قَالَ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ تُوَرِّثُ الْاَنْصَارَ دُوْنَ ذِيْ رَحِمِهٖ لِلْاُخُوَّةِ الَّتِيْ اٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ قَالَ نَسَخَتْهَا وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ مِنَ النُّصْرَةِ وَالنَّصِيْحَةِ وَالرِّفَادَةِ وَيُوْصِيْ لَهٗ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ۔

ابن عباس رضی سے اس آیت کے متعلق مروی ہے کہ: اور جن لوگوں سے تم نے پکے عقد اور حلف کئے ہوں ان کو ان کا حصہ دو۔ النساء ۳۳ ابن عباس رضی نے کہا کہ مہاجر جب مدینہ میں آئے تو اس بھائی چارے کے باعث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں منعقد کیا تھا مہاجرین و انصار ایک دوسرے کے وارث ہوتے

تھے اور رشتہ داروں کو میراث نہ ملتی تھی۔ پس جب یہ آیت اُتری: اور ہم نے ہر ایک کے لیے اس کے ترکے کے موالی بنا دیئے ہیں (النساء ۳۳) تو ابن عباسؓ نے کہا کہ اسے اس آیت نے منسوخ کیا، وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ "اور جن لوگوں کے ساتھ تمہاری قسموں کا انعقاد ہوا ہے تو انہیں ان کا حصہ دو مدد سے اور خیر خواہی سے اور ہمدردی و میزبانی سے اور اسے وصیت سے کچھ دے سکتے ہو کیونکہ میراث جاتی رہی (بخاری، نسائی)

شرح: صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب مہاجر مدینہ میں آئے تو مہاجر انصاری کا وارث ہوتا تھا، اس کا رشتہ دار وارث نہ ہوتا تھا، اس بھائی چارے کے باعث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں منعقد کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کی آبادکاری کے لیے۔ اور انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے یہ ایک عارضی انتظام تھا کہ کچھ عرصہ تک عقدِ مواخات کے ذریعے سے جن لوگوں کو بھائی بند قرار دے دیا گیا تھا ان میں ہی وراثت چلتی رہی مگر جب ضرورت نہ رہی تو اس انتظام کو ختم کر دیا گیا اور میراث تو قائم ہوئی نسبی رشتہ داروں میں لیکن ہمدردی، خیرخواہی، نیک سگالی ما مانت وغیرہ اب بھی ان بھائیوں میں قائم رہی۔

۲۹۲۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيَى الْمَعْنَى قَالَ أَحْمَدُ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ إِسْحٰقَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَى أُمِّ سَعْدٍ بِنْتِ الرَّبِيْعِ وَكَانَتْ يَتِيْمَةً فِيْ حِجْرِ أَبِيْ بَكْرٍ فَقَرَأْتُ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَقَالَتْ لَا تَقْرَأْ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّمَا نَزَلَتْ فِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَابْنِهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حِيْنَ أَبَى الْإِسْلَامَ فَحَلَفَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنْ لَا يُوَرِّثَهُ فَلَمَّا أَسْلَمَ أَمَرَهُ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْتِيَهُ نَصِيْبَهُ زَادَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ فَمَا أَسْلَمَ حَتّٰى حُمِلَ عَلَى الْإِسْلَامِ بِالسَّيْفِ۔

داؤد بن حصین نے کہا کہ میں ام سعد بنت الربیع سے قرآن پڑھا کرتا تھا اور وہ ایک یتیم لڑکی تھی جو حضرت ابوبکرؓ کے زیر کفالت تھی۔ پس میں نے پڑھا: وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ الخ "اور جن لوگوں سے تمہاری قسمیں منعقد ہوئیں" تو اس نے کہا کہ: وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ مت پڑھ۔ یہ تو ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمن میں اتری تھی جب کہ اس نے اسلام لانے سے انکار کیا اور ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ اسے وارث نہیں قرار دیں گے۔ پھر جب وہ اسلام لے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے اس کا حصہ دے دو۔ عبدالعزیز نے اتنا اضافہ کیا کہ وہ اسلام نہ لایا جب تک کہ تلوار کے ساتھ اس نے اسلام پر حملہ نہ کیا تھا۔

شرح: یعنی اسلام کے خلاف مسلح جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اور عبدالرحمنؓ فتح مکہ سے ذرا پہلے اسلام لایا تھا۔ ام سعدؓ کا

جبیرؓ بن مطعم نے کہا کہ: اسلام میں کوئی حلف نہیں اور جو حلف جاہلیت میں تھی اسلام نے اس کی مضبوطی کو اور بھی زیادہ کر دیا ہے (مسلم)

شرح: حلف سے مراد زمانۂ جاہلیت کی حلف ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی نصرت و اعانت کے لیے باہم معاہدہ کر لیتے تھے۔ اسلام کو اس حلف کے بجائے دین کی حلف دی گئی ہے کہ سب مسلم بھائی بھائی ہیں، نیکی میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور برائی میں اصلاح کرنے والے ہیں اندھا دھند مدد کرنے والے نہیں۔ حافظ ابن القیم نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں اسلامی الفت پیدا کر دی ہے، انہیں بھائی بھائی، باہم مددگار، ایک دوسرے کے دست و بازو بنا دیا ہے وہ ایک جسم کی مانند اور ایک مٹھی بن گئے ہیں۔ بس اللہ نے انہیں اسلام کی وجہ سے حلف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اسلامی اخوت کے تقاضے حلف کے تقاضوں سے شدید تر ہیں۔ پس جاہلیت میں اگر کسی حلف کا تقاضا نیک تھا وہ اسلام میں اور مضبوط ہو گیا ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ جاہلیت کی حلف غارت گری، جنگ و جدل اور قتل و غارت کی خاطر ہوتی تھی جس کی اسلام نے نفی کر دی ہے۔ جاہلیت کی حلف کی مثال بنی ہاشم کے خلاف وہ معاہدہ تھا جو خیف بنی کنانہ میں ہوا تھا۔ لیکن نیکی، خدا ترسی، مظلوم کی نصرت اور خدمت خلق پر جو حلف ہوتی تھی مثلاً حلف الفضول وہ اسلام میں پہلے سے شدید ہو گئی ہے۔ اب اسلام کی فطری تعلیم اور اخوت کے سامنے جاہلیت کی حلف کی ضرورت نہیں رہی۔

۲۹۲۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ حَالَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فِيْ دَارِنَا فَقِيْلَ لَهُ أَلَيْسَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ حَالَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فِيْ دَارِنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

عاصم احول کہتا ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ کو یہ کہتے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے مابین ہمارے گھر میں بھائی چارے کا معاہدہ کرایا تھا۔ انسؓ سے کہا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اسلام میں کوئی حلف نہیں؟ تو انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ہمارے گھر میں دو یا تین بار بھائی چارے کا حلف منعقد کیا تھا (بخاری، مسلم، مسند احمد) انسؓ کا مطلب یہ ہے کہ یہ معاہدہ جو مواخات کہلاتا ہے جاہلیت کی حلف جیسا نہیں تھا۔ اس حلف کے مقاصد شخصی و نفسانی ہوتے تھے جبکہ یہ معاہدہ دینی و اصلاحی تھا۔ پس دونوں میں عظیم فرق ہے۔

مطلب یہ تھا کہ یہ آیت وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے عبد الرحمٰن کے بارے میں اتری تھی مطلب یہ کہ اس میں عقدِ موالات وغیرہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حلف کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کے خلاف تم نے قسمیں کھائی ہیں جب وہ اسلام لاچکے ہیں تو انہیں میراث میں سے ان کا حصہ بحال کرنے کا اعلان کرو۔ پس جب یہ حضرت ابو بکرؓ کی حلف کا ذکر ہے تو وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ (از باب مفاعلہ) پڑھنا درست نہیں، بلکہ پڑھو وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ کیونکہ عقدِ حلف یہاں دونوں جانب سے نہیں ہوا تھا بلکہ صرف ابو بکرؓ نے قسم کھائی تھی۔ عَاقَدَتْ تب صحیح ہوگا جبکہ عقدِ یمین (حلف) دونوں طرف سے ہو۔ ابو داؤد نے کہا کہ جس نے عَقَدَتْ کہا اس نے اسے حلف قرار دیا اور جس نے اسے عَاقَدَتْ کہا اس نے اُسے حالف بنایا اور صحیح طلحہ کی حدیث ہے یعنی عَاقَدَتْ۔

۲۹۲۴۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ نَا عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ یَزِیْدَ النَّحْوِیِّ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا فَکَانَ الْاَعْرَابِیُّ لَا یَرِثُ الْمُهَاجِرَ وَلَا یَرِثُهُ الْمُهَاجِرُ فَنَسَخَتْهَا قَالَ وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ "اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی" (الانفال ۷۲) پس اعرابی مہاجر کا وارث نہیں ہوتا تھا اور نہ مہاجر اس کا وارث ہوتا تھا پس اسے منسوخ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رشتہ دار ایک دوسرے سے اقرب ہیں (الانفال ۷۵)

شرح: اس مضمون پر اس سے پہلے ذرا تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔ ابن عباسؓ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے وراثت کا انحصار ہجرت پر تھا مگر جب اس کی ضرورت نہ رہی تو وراثت نسب پر منحصر ہو گئی۔

بَابٌ ۱۶ فِی الْحِلْفِ

حلف کا باب

۲۹۲۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَابْنُ نُمَیْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ زَکَرِیَّا عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا حِلْفَ فِی الْاِسْلَامِ وَاَیُّمَا حِلْفٍ کَانَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ لَمْ یَزِدْهُ الْاِسْلَامُ اِلَّا شِدَّةً۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

باب۔ عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث ہے

۲۹۲۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ الدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا حَتَّى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ وَرِّثْ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَقَالَ فِيهِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَعْرَابِ

آخِرُ كِتَابِ الْفَرَائِضِ

عمر بن الخطابؓ کہا کرتے تھے: دیت عاقلہ کے لیے ہے اور عورت اپنے خاوند کی دیت کی وراثت سے کچھ نہیں پاتی۔ حتیٰ کہ ضحاکؓ بن سفیان نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی (یعنی ضحاکؓ کی) طرف لکھا تھا کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت کا وارث بناؤں۔ پس عمرؓ نے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔ احمد بن صالح نے یہ حدیث عبد الرزاق کے طریق سے بیان کی اور اس میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (ضحاکؓ بن سفیان کو) اعراب پر عامل مقرر کیا تھا۔ (اصل حدیث ترمذی، ابن ماجہ اور بقول منذری نسائی میں بھی مروی ہے۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے)

شرح معالم السنن میں خطابی نے کہا کہ مقتول کی دیت اس کے باقی مال کی مانند ہے اور اس کے وارث وہ سب ہیں جو باقی ترکے کے وارث ہیں۔ حضرت عمرؓ کا پہلا قول ظاہری قیاس پر مبنی تھا اور وہ یہ کہ مقتول کی دیت اس کی موت کے بعد ہوتی ہے اور موت سے اس کی ملک باطل ہو جاتی ہے مگر جب سُنت پہنچی تو حضرت عمرؓ نے اجتہاد و قیاس کو ترک کر دیا کیونکہ نص کے سامنے قیاس کا سوال نہیں ہوتا۔

آخر کتاب الفرائض۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَوَّلَ كِتَابِ الْخَرَاجِ وَالْفَيْءِ وَالْإِمَارَةِ

اوّل کتاب الخراج (اس میں چالیس باب اور ۱۶۱ حدیثیں ہیں)

بَابُ مَا يَلْزَمُ الْإِمَامَ مِنْ حَقِّ الرَّعِيَّةِ

باب۔ امام کے ذمہ جو رعیت کا حق لازم ہے۔

۲۹۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تم سب راعی ہو اور سب سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۔ پس وہ امیر جو لوگوں پر ہے وہ ان پر نگران ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا۔ اور مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ اور غلام اپنے آقا کے مال پر نگران ومحافظ ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پس تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور سب سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔)

شرح: بقولِ خطابی راعی کا معنیٰ یہاں پر حافظ وامانت دار کے معنیٰ میں ہے یعنی ہر ایک کی ذمہ داری ایک امانت ہے

جس کی ادائیگی واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کیا جائے گا اور کوتاہی کی صورت میں مواخذہ ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان سب اشخاص پر حضورؐ نے لفظ ایک جیسے بولے ہیں مگر ان کے فرائض اور امانتداری الگ الگ ہے امام کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے۔ گھر میں مرد کی ذمہ داری عورت کی نسبت زیادہ ہے وعلیٰ ھذا القیاس۔

بَابٌ مَا جَاءَ فِي طَلَبِ الْإِمَارَةِ

امارت طلب کرنے کا باب

۲۹۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ نَا هُشَيْمٌ أَنَا يُونُسُ وَمَنْصُورٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ فِيهَا إِلَى نَفْسِكَ وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا۔

عبدالرحمٰن بن سمرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت کو طلب نہ کر کیونکہ اگر وہ تجھے سوال کے ساتھ ملی تو اس میں تجھے تیری ہی جان کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر وہ تجھے سوال کے بغیر ملی تو اس پر تیری مدد کی جائے گی (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: یعنی مسلمانوں کا امیر بننا بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اگر تو نے امارت طلب کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تو نے اپنے آپ کو اس کا اہل جان کر ایسا کیا۔ اللہ تعالیٰ اس صورت میں تجھے تیرے سپرد کر دے گا تو جان اور تیرا کام۔ اور اگر بلا طلب تجھے ملی تو اس کا مطلب یہ ہے یہ محض من جانب اللہ ہے، وہ تجھ سے کام لینا چاہتا ہے اور تیری مدد کرے گا، تجھے ثابت قدم رکھے گا، اور فرائض کی ادائیگی کی توفیق بخشے گا۔

۲۹۳۰۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ نَا خَالِدٌ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَخِيهِ عَنْ بِشْرِ بْنِ قُرَّةَ الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ رَجُلَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا ثُمَّ قَالَ جِئْنَا لِتَسْتَعِينَ بِنَا عَلٰى عَمَلِكَ فَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ قَوْلِ صَاحِبِهِ فَقَالَ إِنَّ أَخْوَنَكُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَهُ فَاعْتَذَرَ أَبُو مُوسٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَمْ أَعْلَمْ بِمَا جَاءَ لَهُ فَلَمْ يَسْتَعِنْ بِهِمَا عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى مَاتَ۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دو شخصوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس ان میں سے ایک نے خطاب کیا (جسے کلمۂ شہادت سے شروع کیا) پھر کہا کہ ہم اس لیے آئے ہیں تاکہ آپ اپنے کام پر (امت کے انتظامی امور پر) ہم سے مدد لیں۔ پھر دوسرے نے بھی اپنے ساتھی جیسی بات کہی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بڑا خیانت کار ہمارے نزدیک وہ ہے جو خود امارت کو طلب کرے، پس ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معذرت پیش کی اور کہا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں اس کام کے لیے آئے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک ان سے کوئی کام نہیں لیا۔ (بخاری، مسلم)

شرح: بخاری نے تاریخ کبیر میں صراحت کی ہے کہ اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن ابی خالد عن اخیہ ہے اور جن لوگوں نے عن ابیہ کہہ کر روایت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ صحیحین میں ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور میرے ساتھ میری قوم اشعری کے دو شخص تھے ایک میرے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف اور وہ دونوں عمل طلب کرتے تھے۔ اور اس حدیث میں ہے کہ: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا انہوں نے مجھے اپنے دل کی خواہش سے مطلع نہیں کیا تھا۔ اور اس میں یہ لفظ بھی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: جو شخص خود چاہے ہم اس سے ہرگز کام نہ لیں گے۔ ان دو سے تو حضورؐ نے کوئی کام نہیں لیا لیکن یمن کے علاقے میں پہلے ابوموسیٰ رضؓ کو اور اس کے بعد معاذ رضؓ بن جبل کو حاکم و عامل بنا کر بھیجا۔ ان کے علاقے اور اعمال و فرائض متعین فرمائے اور انہیں لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے اور مشکلات پیدا نہ کرنے اور باہم اتحاد و اتفاق رکھنے اور اختلاف و شقاق سے بچنے کی وصیت فرمائی۔

بَابٌ فِي الضَّرِيرِ يُوَلَّى

نابینا کو حاکم بنانے کا باب

۲۹۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُخَرِّمِيُّ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ نَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ عَلَى الْمَدِينَةِ مَرَّتَيْنِ۔

انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام رضؓ مکتوم کو دو دفعہ مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا تھا (یہ حدیث ۵۹۵ نمبر پر کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ ابن ام مکتوم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیر حاضری میں صرف امام صلوٰۃ مقرر فرمایا تھا اور فیصلے اور احکام اس کے سپرد نہیں فرمائے تھے۔ سبب یہ ہے کہ نابینا کا قاضی بنایا جانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اشخاص کو نہیں دیکھ سکتا) اعیان کی پہچان نہیں کر سکتا اور یہ نہیں جان سکتا کہ کس کے حق میں اور کس کے خلاف فیصلہ دینا ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کے ان تمام کاموں میں دوسروں کا مقلد ہوگا اور تقلید کے ساتھ فیصلہ

جائز نہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن ام مکتوم کے معاملے میں اللہ کی طرف سے عتاب ہوا تھا لہذا آپ اس کا بڑا اکرام و اعزاز فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِيْ فِيْهِ رَبِّيْ پس آپ نے اسے مدینہ پر جو امام صلوٰۃ مقرر فرمایا تھا یہ بھی اسی اعزاز و اکرام کا ایک حصہ تھا۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نابینا کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنے عام غزوات میں اپنی غیر حاضری میں مدینہ پر امام صلوٰۃ مقرر فرمایا تھا۔ حافظ ابن عبدالبر نے بعض نسب و سِیَر کے علماء کے حوالہ سے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تیرہ بار مدینہ میں اپنی غیر حاضری میں امام مقرر فرمایا تھا۔ وہ غزوات یہ ہیں: الابواء، بواط، ذی العشیرہ، کرز بن جابر فہری کی طلب والا غزوہ، غزوہ سویق، غطفان، احد، حمراء الاسد، نجران، ذات الرقاع، حجۃ الوداع کو روانگی کے وقت اور بدر کے غزوہ میں خروج کے وقت مگر پھر راستے سے ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو واپس بھیجا اور اسے امام مقرر فرمایا۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف دو بار کا ذکر ہے۔ یہ واقعات یا تو مشہور تر ہوں گے یا اس وقت تک انہیں صرف دو معلوم یا یاد ہوں گے۔

بَابٌ فِيْ اِتِّخَاذِ الْوَزِيْرِ

وزیر بنانے کا باب

۲۹۳۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عَامِرٍ الْمُرِّيُّ نَا الْوَلِيْدُ نَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِالْاَمِيْرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ صِدْقٍ اِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهٗ وَاِنْ ذَكَرَ اَعَانَهٗ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٖ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ سُوْءٍ اِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ وَاِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا چاہے تو اس کے لیے کسی کو سچا وزیر بنا دیتا ہے۔ اگر بھولے تو اسے یاد کرائے اور نہ بھولے تو اس کی مدد کرے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دوسرا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے برا وزیر مقرر فرماتا ہے کہ اگر بھولے تو وہ اسے یاد نہ کرائے اور اگر نہ بھولے تو اس کی مدد نہ کرے۔

شرح: اس حدیث میں وزیر کے فرائض بتائے گئے ہیں۔ وزیر کا معنیٰ ہے: بوجھ اٹھانے والا، یعنی امیر پر جو امارت کے فرائض کا بوجھ ہوتا ہے وزیر اس بوجھ کو اٹھاتا ہے اور اس کے فرائض کی ادائیگی میں اس کی مدد کرتا ہے۔ یا وزیر اسے اس لیے کہتے ہیں کہ موازرت کا معنیٰ اعانت اور خیر سگالی کے ساتھ دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ وزیر چونکہ امیر کا مددگار اور معین ہوتا ہے، اس کا ملجا و مدبر ہوتا ہے، اس کی مدد کرتا ہے اور بہتر تدابیر اختیار کر کے اس کے فرائض کی

ادائیگی میں اس کا ساتھ دیتا ہے اس لیے وزیر کہلاتا ہے۔ قول و فعل اور نیت و ارادہ میں سچا وزیر وہی ہے جو نیک مشورہ دے، اچھائی میں پورا ساتھ دے اور اصلاحِ احوال میں کوشاں رہے۔

بَابٌ فِي الْعِرَافَةِ

عرافت کا باب

۲۹۳۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلَى مَنْكِبِهِ ثُمَّ قَالَ أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيفًا۔

مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کندھوں کو تھپتھپایا اور فرمایا: اے قدیم! تو فلاح پائے گا اگر تو زندگی بھر کبھی امیر یا کاتب یا عریف نہ بنے گا۔

شرح: قدیم مقدام کی تصغیر ہے زائد حرفوں کو حذف کرنے کے بعد بنائی گئی ہے۔ اور یہاں پر لفظ پیار کے لیے بولا گیا ہے۔ عرافت کا لفظ نمبرداری کی قسم کی چیز کے لیے بولا جاتا تھا۔ قبائلی زندگی تھی لہذا انتظامی امور میں حکومت کا ہاتھ بٹانے اور اپنی قوم کے مطالبات و ضروریات حکومت تک پہنچانے کے لیے عرافت کا منصب قائم کیا گیا تھا۔ ویسے تو ہر شخص کے لیے بہتر یہی ہے کہ ذمہ داری کے کاموں سے گریز کرے، مگر آخر کسی نہ کسی کو تو یہ فرائض انجام دینے پڑیں گے ہی، پس ابوذرؓ کی مانند حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدامؓ کے خاص احوال کی بناء پر انہیں امیر یا اس کا کاتب (سیکرٹری) اور عریف ہونے سے منع فرمایا۔ غالباً وہ اپنے خاص حالات کی بناء پر ان مناصب کے اہل نہ ہوں گے یا ان کی قبولیت کی صورت میں کسی بڑے ضرر کا اندیشہ تھا۔

۲۹۳۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ نَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُمْ كَانُوا عَلَى مَنْهَلٍ مِنَ الْمَنَاهِلِ فَلَمَّا بَلَغَهُمُ الْإِسْلَامُ جَعَلَ صَاحِبُ الْمَاءِ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا وَقَسَمَ الْإِبِلَ بَيْنَهُمْ وَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ فَأَرْسَلَ ابْنَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ائْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ لَهُ إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَإِنَّهُ جَعَلَ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا وَقَسَمَ الْإِبِلَ

بَيْنَهُمْ وَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ أَفَهُوَ أَحَقُّ بِهَا أَمْ هُمْ فَإِنْ قَالَ لَكَ نَعَمْ أَوْ لَا فَقُلْ لَهُ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ عَرِيفُ الْمَاءِ وَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي الْعِرَافَةَ بَعْدَهُ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ فَقَالَ إِنَّ أَبِي جَعَلَ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا وَحَسُنَ إِسْلَامُهُمْ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ أَفَهُوَ أَحَقُّ بِهَا أَمْ هُمْ فَقَالَ إِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُسْلِمَهَا لَهُمْ فَلْيُسْلِمْهَا وَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْهُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَلَهُمْ إِسْلَامُهُمْ وَإِنْ لَمْ يُسْلِمُوا قُوتِلُوا عَلَى الْإِسْلَامِ وَقَالَ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ عَرِيفُ الْمَاءِ وَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي الْعِرَافَةَ بَعْدَهُ فَقَالَ إِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ وَلَكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ۔

غالب القطان نے ایک مرد سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے دادا سے روایت کی کہ وہ پانی کے گھاٹوں میں ایک گھاٹ پر تھے۔ جب انہیں اسلام کا پیغام پہنچا تو پانی والے (اس کے مالک یا منتظم) نے اپنی قوم کے لیے سو اونٹ اس شرط پر مقرر کئے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ پس وہ اسلام لے آئے اور اس نے اونٹ انہیں بانٹ دیئے۔ پھر اس کا خیال ہوا کہ اونٹ ان سے واپس لے لے۔ پس اس نے اپنے بیٹے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور بیٹے سے کہا: تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور آپؐ سے کہہ میرا باپ آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے، اور اس نے اپنی قوم کے لیے سو اونٹ مقرر کئے تھے تاکہ وہ اسلام لے آئیں۔ پس وہ اسلام لے آئے اور اس نے اونٹ ان میں بانٹ دیئے۔ اب اس کا خیال یہ ہے کہ اونٹ ان سے واپس لے لے، سو کیا وہ انکا زیادہ حقدار ہے یا کہ وہ لوگ؟ پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ہاں فرمائیں (یا نہ کہیں) تو آپؐ سے کہہ کہ میرا باپ ایک بڑی عمر کا بوڑھا ہے، اور وہ پانی کا منتظم ہے اور وہ آپؐ سے سوال کرتا ہے کہ اس کے بعد میرے لیے (یعنی قاصد بیٹے کے لیے) عرافت مقرر فرما دیں۔ پس وہ شخص حضورؐ کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ آپ کو سلام عرض کرتا ہے، پس حضورؐ نے فرمایا: اور تجھ پر اور تیرے باپ پر سلام ہو۔ پھر اس شخص نے کہا کہ میرے باپ نے اسلام لانے کی شرط پر اپنی قوم کے لیے سو اونٹ مقرر کئے تھے۔ پس وہ اسلام لے آئے اور ان کا اسلام اچھا ہو گیا ہے، پھر اس نے سوچا کہ اونٹ ان سے واپس لے لے، سو کیا وہ ان کا زیادہ حق دار ہے یا قوم کے لوگ؟ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کا خیال ہو کہ وہ اونٹ انہی کے پاس رہنے دے تو رہنے دے اور اگر اس کے دل میں واپس لینے کا خیال ہے تو وہ ان کی نسبت اونٹوں کا زیادہ حقدار ہے، پس اگر وہ اسلام لائے ہیں تو ان کا

اسلام اُن ہی کے لیے ہے اور اگر اسلام نہ لائیں گے تو ان سے اسلام پر قتال کیا جائے گا (کیونکہ وہ مُرتد ہوں گے)
پھر اس قاصد نے کہا کہ میرا باپ زیادہ عمر کا بوڑھا آدمی ہے اور وہ پانی کا منتظم ہے اور آپ سے سوال کرتا ہے کہ اس کے بعد عرافت میرے لیے مقرر فرمائیے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرافت حق ہے اور لوگوں کے عریفوں کا ہونا ضروری ہے لیکن عریف دوزخ میں ہوں گے۔

شرح: اس حدیث کی سند میں کچھ مجہول راوی ہیں۔ عریف دراصل قبیلے اور حکومت کے درمیان ایک واسطہ ہوتا تھا حکومت کے احکام قبیلے تک پہنچانا اور قبیلے کا انتظام کرنا اگر ان کے کچھ حل طلب معاملات اور مطالبات ہوتو انہیں حاکم تک لے جانا اس کا فریضہ ہوتا تھا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد کہ: العرافۃ حق یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کام میں لوگوں کی مصلحت ہے۔ اسی لیے یہ بھی فرمایا ہے کہ: لوگوں کے لیے عریفوں کا ہونا ناگزیر ہے۔ اور یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ عریف جہنمی ہیں، یہ عہدہ طلبی سے نفرت دلانے کے لیے فرمایا۔ حاکم اگر کسی کو خود مقرر کرے تو حیثیت اور ہوتی ہے لیکن لوگ اگر خود طلب کریں تو بات دوسری ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص عہدہ طلب کرے اور دل میں کھوٹ ہو، پھر اسے حاصل کر کے ذمہ داری کے فرائض ادا نہ کرے تو واقعی سزا کا خطرہ ہے (خطابی) علامہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ اسلام لانا ان لوگوں کا اپنا فریضہ تھا لہٰذا اگر ترغیب کے لیے انہیں کچھ دیا گیا تو واپس بھی ہو سکتا تھا کیونکہ یہ ان کا حق لازم نہ تھا۔ ان لوگوں کو اسلام لانے کی شرط پر سو اونٹ ملے تھے لیکن کچھ مؤلفۃ القلوب کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال بخشا تھا وہ اسلام لانے کی شرط کے ساتھ مشروط نہ تھا۔ حضورؐ نے انہیں وہ عطیے غیر مشروط طور پر دیئے تھے گو دل میں یہ خیال تھا کہ انہیں اسلام کی الفت پیدا ہو۔ پس یہ دونوں معاملے بالکل الگ نوعیت رکھتے تھے۔

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْكَاتِبِ

کاتب مقرر کرنے کا باب

۲۹۳۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ كَعْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ السِّجِلُّ كَاتِبٌ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابن عباس رضؓ نے کہا کہ السجل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتب تھا۔

شرح: ابن جریر طبری اور حافظ ابن تیمیہ نے بڑا زور دے کر کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کاتب کا یہ نام نہیں تھا۔ حافظ ابن تیمیہ نے تو اس حدیث کو موضوع تک کہا ہے۔ اس کے راوی نوح بن قیس پر کافی لے دے ہوئی ہے۔ پھر یہ واقعہ مکہ کا بتایا جاتا ہے حالانکہ مکہ میں حضورؐ کا کوئی بھی کاتب نہ تھا۔ السجل لغت عرب میں طومار کو کہتے ہیں اور سورۃ الانبیاء کی آیت: يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ۔ ۲۱:۱۰۴ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس طرح لکھے ہوئے کاغذات کا طومار لپیٹ دیتے ہیں اسی طرح قیامت سے قبل آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا، کائنات کی صف

لپیٹ دی جائے گی۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ مختلف اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ۲۶۔ لوگوں نے کاتب کا کام کیا ہے۔ ان میں السجل کسی کا بھی نام نہ تھا: ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی السرح جو ایک بار مرتد ہو کر پھر اسلام لایا تھا، عامر بن فہیرہؓ، عبداللہ بن ارقمؓ، ابی بن کعب انصاریؓ، زید بن ثابتؓ، ثابت بن قیسؓ بن شماس، معاویہؓ بن ابی سفیان، یزید بن ابی سفیان، مغیرہ بن شعبہؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن الولیدؓ، العلاءؓ بن الحضرمی، عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن رواحہ، محمد بن مسلمہؓ، عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ۔

بَابٌ فِي السِّعَايَةِ عَلَى الصَّدَقَةِ

صدقہ اگاہنے کا باب

۲۹۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسْبَاطِيُّ نَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ۔

رافع بن خدیجؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: صدقے پر حق کے ساتھ کام کرنیوالا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر واپس آئے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: صدقہ جمع کرنے کی ذمہ داری تو بہت بڑی ہے، خدانخواستہ اگر کوئی اس سے ذاتی اغراض پوری کرنے لگے تو عذاب کا مستوجب ہو اور اگر خلوص نیت اور صدق دل سے اللہ کا کام سمجھ کر کرے تو جہاد کی مانند ہے جس میں اس کا سونا جاگنا عبادت ہے۔

۲۹۳۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ۔

عقبہ بن عامرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ چونگی اگاہنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مکس کا لفظی معنیٰ نقص ہے۔ اور صاحب مکس وہ شخص ہے جو مسلم تاجروں سے چونگی وصول کرتا ہے اور اکثر اس میں ظلم و زیادتی اور خود غرضی شامل ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وصول

کرنے والا جو کچھ حاصل کرتا ہے خود لے جاتا ہے اور سرکاری خزانے میں برائے نام داخل کرتا ہے یا کچھ بھی نہیں دیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ صورتیں ظلم و تعدی کی ہیں۔ آجکل ہمارے ہاں بھی چونگی محصول کے ملازم بالعموم انہی زیادتیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی زیادتیوں کا تجربہ اکثر لوگوں کو ہوتا ہے۔

۲۹۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ مَغْرَاءَ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ الَّذِي يَعْشُرُ النَّاسَ يَعْنِي صَاحِبَ الْمَكْسِ۔

ابن اسحاق نے کہا کہ جو شخص لوگوں سے عُشر اگا ہتا ہے صاحب مکس سے وہ مراد ہے۔ (مطلب یہ کہ مطالبہ فی نفسہ چاہے جائز ہو مگر اس کے جمع کرنے میں اگر بد دیانتی اور ظلم کا رویہ اختیار کیا جائے تو وہ باعث جہنم ہے اس سے زکوٰۃ و صدقات جمع کرنے والا امراد نہیں ہے کیونکہ یہ کام تو بڑے بڑے فاضل صحابہ نے بھی کیا تھا۔ بلکہ جیسا کہ اوپر گذرا، یہ شخص گذرنے والے تاجروں سے مسلم علاقے میں داخل ہوتے ہیں (اور آج کل میونسپل حدود میں آتے ہیں) ایک خاص تعداد کا ٹیکس وصول کرتا ہے اور بالعموم اس کا کام ظلم و ستم اور زیادتی پر مبنی ہوتا ہے۔

بَابٌ فِي الْخَلِيفَةِ يَسْتَخْلِفُ

خلیفہ کو مقرر کرنے کا باب

۲۹۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ وَسَلَمَةُ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ إِنِّي لَا أَسْتَخْلِفُ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ وَإِنْ أَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَدِ اسْتَخْلَفَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ ذَكَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَا يَعْدِلُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا وَأَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ جناب عمرؓ نے فرمایا: میں اگر کسی کو خلیفہ نامزد نہ کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامزد نہیں فرمایا اور اگر میں کسی کو نامزد کر دوں تو یقیناً ابوبکرؓ نے نامزد فرمایا تھا۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ واللہ حضرت عمرؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا تو میں نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو قرار نہ دیں گے اور یہ کہ وہ کسی کو خلیفہ مقرر کرنے والے نہیں (مسلم، ترمذی)

شرح: خطابی نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے اس قول کا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نامزد نہ فرمایا

تھا، یہ مطلب ہے کہ آپ نے بعینہٖ کسی ایک شخص کا نام لے کر یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہی میرے بعد حکومت کے معاملات کا سربراہ ہوگا، یا یہ کہ میں فلاں شخص کو نامزد کرتا ہوں۔ یا یہ کہ لوگوں کو یہ حکم دیتا ہوں کہ میرے بعد فلاں شخص کو میرا قائم مقام بنا لینا۔ جہاں تک خلافت و امامت کی اہمیت کا سوال تھا آپؐ نے لوگوں کو پوری طرح بتا دی تھی، یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ مسلمان کسی حال میں سربراہ کے بغیر نہیں رہ سکتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو امت میں قائم کرنا لازم ہے پھر بطور رہنمائی اور پیش گوئی یہ بھی فرما دیا تھا کہ: اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ اس کا معنی یہ تھا کہ ضرورت و حاجت کے وقت قریش میں سے کوئی شخص سربراہ ہوگا اور مسلمان کا فرض ہے کہ اسے سربراہ بن کر اس کے ساتھ سمع و طاعت اور ہمدردی و خیر خواہی کا رویہ اختیار کریں۔ یہی سبب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلا کام یہ ہوا کہ بیعت کا معاملہ مضبوط ہوگیا اور انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام اور خلیفہ نامزد کر لیا۔ اور مسلمان انہیں خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔ سبب اس کا یہ تھا کہ مسلمانوں نے ابوبکرؓ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور خلیفہ مقرر کیا تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و رہنمائی اور رائے سے کیا تھا لہٰذا یہ فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف ہوا۔ وجوب خلافت کی یہ پہلی دلیل تھی اور یہ کہ کسی امام و سربراہ کا ہونا ناگزیر ہے جو انہیں خدا اور رسول کے احکام پر چلانے اور ان کے اجتماعی معاملات کی شرعی نگرانی کرے، ظلم و فساد کو دور کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے اور رعیت کو باہم ظلم ستم و تعدی سے باز رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ موتہ کے لیے جھنڈا زید بن حارثہؓ کو دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر یہ قتل ہو جائے تو تمہارا امیر جعفرؓ بن ابی طالب ہوگا۔ اگر جعفرؓ قتل ہو جائے تو تمہارا امیر عبداللہ بن رواحہ ہوگا۔ یہ تینوں حضرات یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تو پھر جھنڈا خالد بن ولیدؓ نے لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نامزد نہیں فرمایا تھا، پھر اس کے ہاتھوں پر فتح بھی ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی اور اس کی مدح میں عظیم کلمات ارشاد فرمائے۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ بنانا اور امام مقرر کرنا واجب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا معاملہ یونہی مہمل نہیں چھوڑا تھا بلکہ چند اشخاص کا نام لے کر اسے ان میں محدود کر دیا تھا کیونکہ اس وقت مسلم جماعت میں وہی افضل ترین لوگ تھے۔ پس ان میں سے جو بھی خلیفہ بنایا جاتا وہ پسندیدہ تر اور اہل تر ہوتا۔ پس ان لوگوں نے عثمانؓ کو اختیار کیا اور اس کی بیعت منعقد کی۔ پس استخلاف ایک ایسی سنت ٹھہری جس پر صحابہ کی جماعت متفق تھی اور پھر اس پر امت کا اصولاً اجماع منعقد ہوگیا سوائے خوارج کے جو امت میں بدنظمی و تنازع پھیلانے کے حامی تھے، اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَيْعَةِ

بیعت کا باب

۲۹۴۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نُبَايِعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَ

الطَّاعَةِ وَيُلَقِّنُنَا فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سمع وطاعت پر بیعت کرتے تھے اور آپ ہمیں تلقین فرماتے "حسب استطاعت"، (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی) جبر واکراہ کا معاملہ اسلامی احکام سے خارج ہے کیونکہ جب جبر واکراہ آجائے تو استطاعت کا سوال خارج از بحث ہو جاتا ہے۔ گو اللہ اور رسول کی اطاعت غیر مشروط ہے اور اس میں انسانی رضا، و نارضا مندی کا کوئی سوال نہیں، مگر پھر بھی اسے استطاعت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت اور رأفت وعطوفت تھی کہ بیعت کے وقت یہ الفاظ فرماتے یا کہلواتے تھے۔ غیر نبی کی بیعت میں سمع وطاعت بھی اس بات سے مشروط ہے کہ حکم دینے والا خلاف اسلام حکم نہ دے، ورنہ سمع واطاعت کا سوال نہیں رہتا۔

۲۹۴۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا وَهْبٌ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ عَنْ بَيْعَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ قَالَتْ مَا مَسَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ امْرَأَةً قَطُّ إِلَّا أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا فَإِذَا أَخَذَ عَلَيْهَا فَأَعْطَتْهُ قَالَ اذْهَبِي فَقَدْ بَايَعْتُكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کی بیعت کے متعلق بتایا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو ہرگز نہ چھوا، لیکن جب آپ عورتوں کی بیعت لیتے تو عورتیں جب بیعت کے لیے زبان سے عہد کر لیتیں تو فرماتے: "جاؤ میں نے تجھے بیعت کر لیا" (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: ان احکام میں آج کل کے ان کاروباری نام نہاد پیروں کے لیے عبرت و موعظت موجود ہے جو بے پردہ خواتین میں بیٹھے رہتے ہیں، ان کے جسم کو مس کرتے ہیں، ان سے جسم دبواتے ہیں اور اس سب کچھ کے باوجود "پیرانِ طریقت" بنے پھرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو امت کے باپ ہونے کے باوجود کسی غیر محرم کو نہ چھوئیں اور یہ لٹیرے مال و دولت پر اکتفا نہ کرتے ہوئے عزت و ناموس پر بھی ہاتھ صاف کر جائیں اور پھر بزرگ کے بزرگ کہلائیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۹۴۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ نَا أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَايِعْهُ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَغِيْرٌ فَمَسَحَ رَأْسَهُ۔

عبداللہ بن ہشام نے کہا، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد پا چکا تھا اور اس کی ماں زینبؓ بنت حمید اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئی تھی، پس اس نے کہا یا رسول اللہ اسے بیعت فرمائیے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ چھوٹا ہے، پھر آپ نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا (بخاری) بیعت ایک پختہ عہد کا نام ہے جو عاقل و بالغ مکلف سے لیا جاتا ہے اور وہ بچہ چھوٹا تھا جس کے عہد کا سوال خارج از بحث تھا۔ ہاں بطور شفقت و محبت حضورؐ نے اس کا سر چھوا۔

بَابٌ فِيْ اَرْزَاقِ الْعُمَّالِ

عمال کی تنخواہوں کا باب

۲۹۴۳۔ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ اَبُوْ طَالِبٍ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ۔

بریدہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس شخص کو ہم کوئی کام سپرد کریں اور تنخواہ دیں تو اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا وہ خیانت اور بے ایمانی ہوگی (کیونکہ جب کام کا معاوضہ مقرر ہو چکا تو اس سے زائد لینے کا حق ختم ہو گیا، اب جو کچھ کوئی لے گا وہ مال حرام ہوگا)

۲۹۴۴۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ نَا لَيْثٌ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ اَمَرَ لِيْ بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ فَقَالَ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ فَاِنِّيْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ۔

ابن الساعدی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقے پہ عامل بنایا۔ جب میں کام سے فارغ ہوا تو مجھے عمل کا معاوضہ دینے کا حکم دیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو محض اللہ کی خاطر کام کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو کچھ تجھے دیا جاتا ہے اسے لے لے کیونکہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کام کیا تھا تو آپؐ نے مجھے تنخواہ دی تھی (بخاری، مسلم، نسائی، مسند احمد)

شرح: اس حدیث کی سند میں چار صحابہ جمع ہوئے ہیں جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صدقات کے معارف میں وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا کی مستقل مد رکھی ہے۔ وجہ یہ کہ ہر شخص تو مفت کام نہیں کر سکتا لہٰذا "عاملین" کا معاوضہ مقرر ہونا ضروری ہے ورنہ حکومت کے کام کیسے انجام پائیں گے؟ ایک مسئلہ اور جو اس حدیث سے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو جب صدقے پر عامل بنایا تھا تو اس وقت چونکہ تنخواہ کی قرارداد نہ ہوئی تھی لہٰذا حضرت عمرؓ نے یہی سمجھا تھا کہ وہ فی سبیل اللہ یہ کام سرانجام دے رہے ہیں لیکن حضورؐ نے انہیں تنخواہ دی، یہی حال حضرت عمرؓ کے عامل کا تھا۔ یہ حدیث اس سے قبل کتاب الزکوٰۃ میں زیادہ طویل گزر چکی ہے۔

۲۹۴۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ نَا الْمُعَافِيُّ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ أَوْ سَارِقٌ۔

مستوردؓ بن شداد نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارا عامل ہو وہ بیت المال کے خرچ پر ایک بیوی سے نکاح کر سکتا ہے، اگر اس کا خادم نہ ہو تو وہ خادم رکھ سکتا ہے اور اگر اس کا مکان نہ ہو تو وہ مکان رکھ سکتا ہے۔ راوی نے کہا کہ ابوبکرؒ نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس کے علاوہ کچھ لے وہ بددیانت ہے یا چور ہے۔

شرح: علامہ خطابیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تاویل دو طرح پر ہے، ایک یہ کہ اس شخص کو خادم اور مسکن حاصل کرنے کی اجازت اس تنخواہ میں سے ملی ہے جو اس کا اجر مقرر ہے، اس کے سوا کچھ اور لے کر اسے خرچ کرنا جائز نہیں، دوسری تاویل یہ ہے کہ عامل کے لیے خادم اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے پس اگر یہ اس کے پاس نہ ہوں تو تنخواہ پر خادم رکھ کر دیا جائے گا اور ملازمت کی مدت کے لیے اس کی خاطر کرائے کے مکان کا بندوبست کیا جائے گا۔ (مسند احمد)

روایت کے آخر میں جس ابوبکر کا ذکر آیا ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق نہیں ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ شاید اس سے مراد امام احمد کا استاد یحییٰ بن اسحاق ہے۔ امام احمد نے یہ روایت کئی سندوں سے درج کی ہے مگر کسی میں یہ عبارت نہیں آئی جو ابوداؤد بیان کرتے ہیں۔

بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ

۲۹۴۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ لَفْظُهُ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ ابْنُ الْأُتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَجَاءَ فَقَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَجِيءُ فَيَقُولُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي أَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا لَا يَأْتِي أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنْ كَانَ بَعِيرًا فَلَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرًا فَلَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ۔

ابو حمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ ازد کے ایک شخص کو صدقہ پہ عامل بنایا جسے ابن اللتبیۃ کہتے تھے ابن السرح نے ابن الاتبیۃ کہا ہے، پس وہ واپس آکر کہنے لگا: یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ ملا ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور کہا: اس عامل کا کیا حال ہے جسے ہم عمل پہ بھیجتے ہیں تو وہ واپس آکر کہتا ہے: یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ وہ کیوں اپنی ماں یا اپنے باپ کے گھر میں نہ بیٹھا رہا تاکہ دیکھتا کہ اسے ہدیہ ملتا ہے یا نہیں تم میں سے جو شخص بھی اس قسم کا کوئی کام کرے گا تو قیامت کے میدان میں اسے لے کر آئے گا، اگر اونٹ ہوگا تو بلبلاتا ہوگا، گائے ہوگی تو ڈکراتی ہوگی، بکری ہوگی تو ممیاتی ہوگی۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا، پھر فرمایا: اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا، اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا؟ (بخاری، مسلم، دارمی، مسند احمد)

شرح: ابو حمید ساعدیؓ کا نام منذر یا عبدالرحمٰن بن سعد بن المنذر تھا۔ بنو ساعدہ خزرج کا حصہ ہے۔ ابن اللتبیۃ کا نام عبداللہ تھا۔ اس حدیث میں رشوت کی شدید ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عمال کا محاسبہ ضروری ہے ورنہ بددیانتی بڑھے گی۔ ان جانوروں کا ذکر کر کے یہ جو فرمایا کہ وہ بول رہے ہوں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میدانِ قیامت میں برسرِ عام اس شخص کی رسوائی ہوگی۔

بَابٌ ۱۲ فِي غُلُولِ الصَّدَقَةِ

صدقہ میں بددیانتی کا باب

۲۹۴۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِي الْجَهْمِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعِيًا ثُمَّ قَالَ انْطَلِقْ أَبَا مَسْعُودٍ لَا أُلْفِيَنَّكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَجِيءُ وَعَلَى ظَهْرِكَ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ لَهُ رُغَاءٌ قَدْ غَلَلْتَهُ قَالَ إِذًا لَا أَنْطَلِقُ قَالَ إِذًا لَا أُكْرِهُكَ۔

ابو مسعودؓ انصاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقہ اگاہنے کے لیے بھیجا۔ پھر فرمایا: اے ابو مسعودؓ جاؤ، مبادا میں تمہیں میدان قیامت میں آتا ہوا پاؤں اور تیری پشت پر صدقہ کا اونٹ لدا ہوا ہو جو بلبلاتا ہو جسے تو نے بد دیانتی سے حاصل کیا ہو۔ ابو مسعودؓ نے کہا: تب تو میں نہیں جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا: تب میں تجھے مجبور بھی نہیں کرتا۔ (منذری نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے) ابو مسعودؓ نے سمجھا تھا کہ حضورؐ نے جو میرا تقرر فرمایا ہے یہ کوئی فریضہ نہیں ہے اور اس سے انکار یا انحراف نافرمانی میں نہیں آئے گا، لہٰذا انہوں نے از راہِ تقویٰ و ورع انکار کیا اور حضورؐ نے زور نہیں دیا۔

بَابٌ ۱۳ فِيمَا يَلْزَمُ الْإِمَامَ مِنْ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ وَالْاِحْتِجَابِ عَنْهُمْ

رعیت کے بارے میں امام کے فرائض کا باب

۲۹۴۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ نَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا مَرْيَمَ الْأَزْدِيَّ أَخْبَرَهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ مَا أَنْعَمَنَا بِكَ أَبَا فُلَانٍ وَهِيَ كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ فَقُلْتُ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أُخْبِرُكَ بِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ وَلَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ احْتَجَبَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ قَالَ فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ۔

ابو مریمؓ ازدی نے کہا کہ میں حضرت معاویہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: اے فلاں! ہمیں آپ نے کیسے مشرف فرمایا ہے؟ اور یہ ایک کلمہ ہے جسے عرب بولتے ہیں، تو میں نے کہا کہ میں نے ایک حدیث سنی تھی جو آپ کو بتانے آیا

ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا کہ جس شخص کے سپرد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کوئی کام کرے پس وہ ان کی ضرورت اور فقر و حاجت سے پرے چھپ جائے اللہ تعالیٰ اس سے اس کی حاجت و ضرورت اور فقر کے وقت (قیامت میں) پردہ کرے گا راوی کہتا ہے کہ پھر معاویہؓ نے لوگوں کی ضروریات پر ایک آدمی مقرر کر دیا (ترمذی۔ ابو مریم کنیت ہے عمروؓ بن مرہ جہنی کی)

شرح: امراؤ سلاطین اور بالخصوص بادشاہوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ عوام سے پرے رہتے ہیں، ان تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اگر غور کیا جائے تو ایسے لوگوں کو عوام پر حکومت کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ ان کے مسائل و ضروریات سے بے خبر رہتے ہیں، ان کے خوشامدی پیچھے اپنی اغراض مشئومہ کی خاطر انہیں عوام کی طرف اندھیرے میں رکھتے ہیں، انہی لوگوں کے متعلق یہ حدیث پاک ہے۔

۲۹۴۹۔ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُوتِيكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا أَمْنَعُكُمُوهُ إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ۔

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میں اپنی غرض اور خواہش نفسانی کے ساتھ) تم کو نہ کچھ دیتا ہوں، نہ تم سے روکتا ہوں۔ میں تو صرف ایک خزانچی ہوں، جہاں حکم ملتا ہے رکھ دیتا ہوں (یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے میرا کوئی فعل یا ترک یا ممانعت اپنی طرف سے نہیں ہوتی۔ سب کچھ بامر الٰہی ہوتا ہے۔ امر سے مراد یہاں امر تکوینی ہی نہیں بلکہ امر تشریعی ہے ورنہ جہاں تک امر تکوینی کا سوال ہے ہر چیز من جانب اللہ ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وحی الٰہی سے کرتا ہوں اور اس میں میری کوئی ذاتی غرض یا لذت یا حُب و عداوت پوشیدہ نہیں ہوتی۔ عطاء و منع سے مراد جیسے مال و دولت ہو سکتی ہے اسی طرح احکام خداوندی، شرعی قوانین، اوامر و نواہی بھی مراد ہو سکتے ہیں، کہ یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر و وحی الٰہی سرانجام دیا)

۲۹۵۰۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمًا الْفَيْءَ فَقَالَ مَا أَنَا بِأَحَقَّ بِهٰذَا الْفَيْءِ مِنْكُمْ وَلَا مَا أَحَدٌ مِنَّا بِأَحَقَّ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا أَنَّا عَلَى مَنَازِلِنَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَسْمِ رَسُولِهِ فَالرَّجُلُ وَقِدَمُهُ وَالرَّجُلُ وَبَلَاؤُهُ وَالرَّجُلُ وَعِيَالُهُ وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهُ

مالک بن اوس بن حدثان نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ الخطاب نے ایک دن مالِ فیٔ کا ذکر کیا، پس فرمایا کہ میں اس مالِ فیٔ کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہوں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں ہے، لیکن ہم اللہ عزوجل کی کتاب سے مختلف منزلوں پر ہیں اور اس کے رسول کی تقسیم سے (ہمارے درجے مختلف ہیں) پس کوئی آدمی تو قدیم الاسلام ہونے کے باعث رعایت کا مستحق ہوتا ہے اور کوئی آدمی دین کی خاطر مصائب و تکالیف اٹھانے کے باعث لائقِ اعانت ہوتا ہے اور کوئی آدمی اپنے عیال کی وجہ سے لائقِ توجہ ہوتا ہے اور کوئی شخص اپنی ضرورت کے باعث قابلِ رعائت ٹھہرتا ہے۔

شرح: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں خود قدیم الاسلام لوگوں، مہاجرین اوّلین، انصارِ مدینہ، اصحابِ بدر اور اصحابِ حدیبیہ وغیرہم کے فضائل بیان فرمائے ہیں جن سے پتہ چل جاتا ہے کہ لوگوں کے بعض خاص خاص اعمال ان کی فضیلت و استحقاق کا سبب ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی فضائل و مناقب، مالِ فیٔ کے حصول میں مدِ نظر رکھے جانے لازم تھے۔

بَابٌ فِي قَسْمِ الْفَيْءِ

مالِ فیٔ کی تقسیم کا باب

۲۹۵۱۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ أَخْبَرَنِي أَبِي نَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ حَاجَتَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ عَطَاءُ الْمُحَرَّرِينَ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَا جَاءَهُ شَيْءٌ بَدَأَ بِالْمُحَرَّرِينَ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن اپنی ضرورت بیان فرمائیے۔ پس عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آزاد کردہ لوگوں کو عطا کرنا، کیونکہ میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کوئی پہلی چیز آتی تو آپ آزاد کردہ لوگوں سے شروع فرماتے تھے۔

شرح: علامہ خطابی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں محررین سے مراد معتقین (آزاد شدہ لوگ) ہیں ان کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرانے کا باعث یہ تھا کہ ان لوگوں کا کوئی رجسٹر نہ ہوتا تھا۔ وقتاً فوقتاً یہ لوگ مالکوں سے آزاد ہوتے رہتے تھے اور اپنے آزاد کرنے والے سابق مالکوں کے تابع ہو کر صاحبِ دیوان (رجسٹر میں جن کے نام لکھے ہوتے تھے) بنتے تھے۔ انہیں ان کی ضرورت اور ہنگامی احوال کی بناء پر دوسروں پر مقدم کرنے کو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مالِ فیٔ کی تقسیم میں مساوات کو مدِ نظر رکھا تھا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے استحقاق کی بناء پر درجہ بندی کی تھی، لیکن آخر کار انہوں نے اس سے رجوع کر کے صدیقی رضی اللہ عنہ تقسیم کو نافذ کرنے کا

ارادہ کیا تھا جس کا موقع نہ مل سکا۔

۲۹۵۲۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسَی الرَّازِیُّ اَخْبَرَنَا عِیْسٰی نَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِظَبْیَةٍ فِیْهَا خَرَزٌ فَقَسَمَهَا لِلْحُرَّةِ وَالْاَمَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ اَبِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تھیلی یا ڈبیا لائی گئی جس میں موتی تھے تو آپؐ نے وہ آزاد اور غلام سب عورتوں پر تقسیم فرمائے۔ عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ میرا باپ رضی اللہ عنہ آزاد اور غلام سب پر تقسیم کرتے تھے۔ (حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مالِ فئی کی عطاء میں سب مسلمانوں کو مساوی رکھا تھا حتی کہ آزاد اور غلام میں بھی امتیاز نہ کیا تھا۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا حضرت عمر فاروقؓ نے اسلام، ہجرت یا مالی قربانیوں اور جہاد وغیرہ میں سبقت اور قربانیوں کے پیش نظر بیت المال کے رجسٹر تیار کرائے اور اسی درجہ بندی کے حساب سے وہ مالِ فئی تقسیم کرتے تھے لیکن جیسا کہ اوپر اشارہ گزرا ہے وہ تقسیم میں مساوات کو قائم کرنا چاہتے تھے کہ ان کی شہادت کا واقعہ پیش آگیا اور یہ تجویز بس تجویز ہی رہی)

۲۹۵۳۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفّٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِیْرَةِ جَمِیْعًا عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَتَاهُ الْفَیْءُ قَسَمَهُ فِیْ یَوْمِهٖ فَاَعْطَی الْاٰهِلَ حَظَّیْنِ وَاَعْطَی الْعَزَبَ حَظًّا زَادَ ابْنُ الْمُصَفّٰی فَدُعِیْنَا وَكُنْتُ اُدْعٰی قَبْلَ عَمَّارٍ فَدُعِیْتُ فَاَعْطَانِیْ حَظَّیْنِ وَكَانَ لِیْ اَهْلٌ ثُمَّ دُعِیَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ فَاُعْطِیَ حَظًّا وَاحِدًا

عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب فئی کا مال آتا تو آپؐ اسے اسی دن تقسیم فرما دیتے تھے۔ شادی شدہ کو دو حصے اور مجرد کو ایک حصہ دیتے تھے۔ ابن المصفی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: بس ہم کو بلایا گیا اور مجھ کو عمارؓ سے پہلے بلایا جاتا تھا۔ پس مجھے بلایا گیا تو حضورؐ نے مجھے دو حصے عنایت فرمائے کیونکہ میری ایک بیوی بھی تھی۔ پھر میرے بعد عمار بنؓ یاسر کو بلایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک ہی حصہ عطا فرمایا (کیونکہ وہ ابھی کنوارے تھے)۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

بَابٌ ١٥ فِي أَرْزَاقِ الذُّرِّيَّةِ

اولاد کے ارزاق کا باب

٢٩٥٤. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِأَهْلِهِ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: میں ایمانداروں کے لیے ان کی جانوں سے قریب تر ہوں، جو شخص مال چھوڑ جائے وہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے اور جو قرض چھوڑے یا نابالغ اولاد چھوڑ جائے اسے میری طرف لایا جائے اور میرے ذمہ رکھا جائے۔ (ابن ماجہ فی المعرف والصدقات مسلم، نسائی، سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۳۴۳)

شرح: معالم السنن میں خطابی نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کسی کا مال اس کے قرض کی ادائیگی نہ کر سکے، ورنہ قرض اس کے اپنے مال سے ادا ہوگا۔ قرآن مجید نے بار بار کہا ہے: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔ اس کے بعد اس کا باقی مال وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ضیاع کے لفظ سے ہر وہ چیز مراد ہو سکتی ہے جو نگرانی کے بغیر ضائع ہو جائے مثلاً نابالغ اولاد، مریض وغیرہم جو خود بخود اپنا انتظام کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ حکومت کے ذمہ سب لوگوں کی مردم شماری کرنا لازم ہے، ان میں سے جو بالغ یا پندرہ سالہ ہو چکے ہوں وہ تو مقاتلہ (قابل جہاد و قتال) شمار ہوں اور ان کے بعد جو لوگ لائق قتال نہیں (ذریت) ان کی مردم شماری کی جائے گی اور ان کی ضروریات معلوم کی جائیں گی کہ ان کے علاقوں اور شہروں میں کس قدر رقم یا ضروری اشیاء سے ان کا گزارہ ہو سکتا ہے، پھر ہر سال مقاتلہ کو بطور عطاء مال فئ میں سے دیا جائے اور یہی فی ٔمس عطائے واجب ہے جو صرف لائق جہاد و قتال مردوں کے لیے مخصوص ہے۔ ان کے بعد پھر جو کچھ باقی ہوگا اس میں سے عورتوں اور بچوں کے جائز سالانہ اخراجات ادا کئے جائیں گے۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ ہماری جس سے بھی ملاقات ہوئی ہے (یعنی علماء وفقہائے امت) ان کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ غلاموں کو اور اعراب کو جو اہل صدقہ ہیں، مال فئ میں سے کچھ نہیں ملتا۔ اگر اس کے بعد کچھ بچ جائے تو امام اسے قلعوں کی درستی، دفاع کی مضبوطی اور سامان جنگ اور اسلحہ کی تیاری میں خرچ کرے۔ اور حاکم کی تنخواہ اور فوجیوں کے اخراجات وغیرہا مال فئ سے پورے کئے جائیں گے۔

٢٩٥٥. حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا.

ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو کوئی بوجھ چھوڑ جائے وہ ہمارے ذمہ آئے گا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) بوجھ سے مراد وہی کچھ ہے جو اوپر کی حدیث میں گزرا۔

۲۹۵۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ فَاَيُّمَا رَجُلٍ مَاتَ وَتَرَكَ دَيْنًا فَاِلَيَّ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ۔

جابر بن عبداللہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ فرماتے تھے: میں ہر مومن کے لیے اس کی جان سے بھی قریب تر ہوں۔ پس جو آدمی مرگیا اور قرض چھوڑ گیا تو وہ میرے سپرد ہے اور جو شخص مال چھوڑ گیا وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۔

بَابٌ۶ مَتٰى يُفْرَضُ لِلرَّجُلِ فِي الْمُقَاتَلَةِ

باب کسی شخص کے لیے قتال کرنے والوں میں کب حصہ مقرر ہوگا؟

۲۹۵۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَحْيٰى نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ اُحُدٍ ابْنَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَاَجَازَهُ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہیں جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ ان کی عمر ۱۴ سال تھی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت نہ دی۔ اور جنگ خندق میں انہیں پیش کیا گیا جبکہ ان کی عمر ۱۵ سال تھی، پس حضورؐ نے انہیں اجازت دے دی (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، سنن ابی داؤد ۴۴۰۶)

شرح: اہل عرب میں رواج تھا کہ گنتی میں کسروں کو ترک کر دیتے تھے اور اس طرح کبھی شمار کم اور کبھی زیادہ ہو جاتا تھا۔ جنگ احد اور جنگ خندق میں دو سال کا فاصلہ تھا لہذا ابن عمرؓ کی عمر اگر جنگ احد میں ۱۴ سال تھی تو جنگ خندق میں ۱۵ سال سے زائد ہوگی، مگر اس قسم کے شمار میں سہل انگاری سے کام لیا جاتا تھا۔ مسئلہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بلوغ میں یا تو احتلام کا اعتبار ہے یا پھر کم از کم ۱۵ سال کی عمر کا۔

بَابٌ۷ فِي كَرَاهِيَةِ الْاِفْتِرَاضِ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ

باب۔ آخری زمانے میں فئ کا حصہ لینے کی کراہت کا باب

۲۹۵۸. حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِی الْحَوَارِیِّ نَا سُلَیْمُ بْنُ مُطَیْرٍ شَیْخٌ مِنْ اَھْلِ وَادِی الْقُرٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ مُطَیْرٌ اَنَّہٗ خَرَجَ حَاجًّا حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالسُّوَیْدَاءِ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ قَدْ جَاءَ کَاَنَّہٗ یَطْلُبُ دَوَاءً اَوْ حُضَضًا فَقَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ وَھُوَ یَعِظُ النَّاسَ وَیَاْمُرُھُمْ وَیَنْھَاھُمْ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ خُذُوا الْعَطَاءَ مَا کَانَ عَطَاءً فَاِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَیْشٌ عَلَی الْمُلْکِ وَکَانَ عَنْ دِیْنِ اَحَدِکُمْ فَدَعُوْہُ قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ رَوَاہُ ابْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ سُلَیْمِ بْنِ مُطَیْرٍ۔

سلیم بن مطیر جو وادی القریٰ والوں میں سے ایک بزرگ تھا اس نے کہا کہ میرے باپ مطیر نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ حج کو گیا حتیٰ کہ جب کہ وہ سویداء کے مقام پہ تھا تو (اس نے کہا کہ) اچانک ایک مرد آیا جو یوں تھا کہ کوئی دوا، یا خولان نامی کانٹے دار جھاڑی کا عرق مانگتا تھا۔ اور اس نے کہا کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری حج میں خطبہ دیتے سُنا تھا۔ آپؐ لوگوں کو نصیحت فرماتے اور حکم دیتے اور منع فرما رہے تھے۔ پس فرمایا: اے لوگو عطاء کو اس وقت لو جب تک کہ وہ عطاء ہے۔ پس جب قریش حکومت پر آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں اور عطا کی قیمت تمہارا دین ہو تو اسے چھوڑ دو۔ ابوداؤد نے کہا کہ اسے ابن المبارک نے محمد بن یسار سے، اس نے سلیم بن مطیر سے روایت کیا۔

شرح: اس روایت کی سند میں سلیم بن مطیر پر سخت تنقید ہوئی ہے اس کا باپ مطیر مجہول الحال ہے۔ سویداء تین بستیوں کا نام ہے، ایک مدینہ کے قریب ہے دوسری حران کے قریب اور تیسری دمشق کے نواح میں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بیت المال کی عطاء کو بطور رشوت استعمال کیا جائے گا۔ لوگ دین دے کر دنیا خریدیں گے، اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی خاطر بیت المال کی رقم خرچ کی جائے گی تو بہتر ہے کہ اس سے گریز کیا جائے۔ افسوس! یہ سب کچھ ہوکر رہا۔

۲۹۵۹. حَدَّثَنَا ھِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ نَا سُلَیْمُ بْنُ مُطَیْرٍ مِنْ اَھْلِ وَادِی الْقُرٰی عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ حَدَّثَہٗ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ اَمَرَ النَّاسَ وَنَھَاھُمْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا اللّٰھُمَّ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَیْشٌ عَلَی الْمُلْکِ فِیْمَا بَیْنَھَا وَعَادَ الْعَطَاءُ وَکَانَ رِشًا فَدَعُوْہُ فَقِیْلَ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا ھٰذَا ذُو الزَّوَائِدِ صَاحِبُ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مطیر نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو کہتے سُنا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں سُنا کہ آپ نے لوگوں کو حکم دیئے اور ممانعت فرمائی۔ پھر فرمایا: اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ تو گواہ ہے ہاں پہنچا دیا۔ پھر فرمایا کہ جب قریش حکومت کی خاطر آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں اور عطاء رشوت بن جائے تو اُسے چھوڑ دو۔ کہا گیا کہ یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ذوالزوائد ہے۔ (ذو الزوائد مدنی صحابی تھے اور اسی نام سے مشہور ہیں)

بَابٌ ۱۸ فِيْ تَدْوِيْنِ الْعَطَاءِ

عطاء کو مدوّن کرنے کا باب

۲۹۶۰۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ نَا إِبْرَاهِيْمُ يَعْنِيْ ابْنَ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ جَيْشًا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوْا بِأَرْضِ فَارِسَ مَعَ أَمِيْرِهِمْ وَكَانَ عُمَرُ يُعْقِبُ الْجُيُوْشَ فِيْ كُلِّ عَامٍ فَشُغِلَ عَنْهُمْ عُمَرُ فَلَمَّا مَرَّ الْأَجَلُ قَفَلَ أَهْلُ ذٰلِكَ الثَّغْرِ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِمْ وَتَوَاعَدَهُمْ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا عُمَرُ إِنَّكَ غَفَلْتَ عَنَّا وَتَرَكْتَ فِيْنَا الَّذِيْ أَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِعْقَابِ بَعْضِ الْغَزِيَّةِ بَعْضًا

عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری سے روایت ہے کہ انصار کا ایک لشکر اپنے امیر سمیت سرزمین فارس میں تھا اور حضرت عمرؓ ہر سال لشکروں کو ادل بدل کرتے رہتے تھے (یعنی سرحد والوں کو چھٹی دیتے اور ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو روانہ کرتے تھے، پس ایک دفعہ حضرت عمرؓ کسی اور کام میں مصروف ہو گئے، پس مدت گزر گئی تو اس سرحد والے لوگ از خود واپس لوٹ آئے۔ پس حضرت عمرؓ نے انہیں سخت الفاظ کہے اور انہیں دھمکیاں دیں، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے، وہ بولے: اے عمرؓ! آپ ہماری طرف سے غافل ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم چھوڑ دیا کہ آپ نے لشکروں کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی مناسبت عنوانِ باب سے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ عطاء کے رجسٹروں کی تیاری اور تکمیل میں مصروف تھے اس لیے لشکر کو تبدیل نہ کر سکے۔ لشکروں کو زیادہ دیر تک سرحدوں پر رکھنے کی ممانعت ہے، کچھ مدت کے بعد انہیں گھر آنے اور اہل و عیال سے ملنے کی رخصت دی جانی لازم ہے۔

٢٩٦١۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَائِذٍ نَا الْوَلِيدُ نَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ حَدَّثَنِي فِيمَا حَدَّثَهُ ابْنُ لِعَدِيِّ مِنْ عَدِيِّ الْكِنْدِيِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ أَنَّ مَنْ سَأَلَ عَنْ مَوَاضِعِ الْفَيْءِ فَهُوَ مَا حَكَمَ فِيهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَرَاهُ الْمُؤْمِنُونَ عَدْلًا مُوَافِقًا لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ اللهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ فَرَضَ الْأَعْطِيَةَ وَعَقَدَ لِأَهْلِ الْأَدْيَانِ ذِمَّةً بِمَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجِزْيَةِ لَمْ يَضْرِبْ فِيهَا بِخُمُسٍ وَلَا مَغْنَمٍ۔

عمر بن عبد العزیز نے لوگوں کو خط لکھا کہ جو شخص مالِ فیٔ کے مصارف پوچھے تو (اسے معلوم ہو کہ) وہ مصارف وہ ہیں جن کا فیصلہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور مومنوں نے اسے عدل سمجھا اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے موافق تھی کہ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور اس کے دل پر حق کو جاری کر دیا ہے۔ عمرؓ نے عطاء مقرر کی اور دوسرے اہل ادیان کے لیے عقد ذمہ قائم کیا اور ان پر جزیہ لگایا اور اس جزیئے میں سے نہ تو خمس مقرر کیا اور نہ اسے مال غنیمت کی طرح تقسیم کیا (یعنی خمس، جزیئے اور غنیمت کے مصارف الگ الگ ہیں اور واضح ہیں، ان میں ایک دوسرے سے گڈمڈ نہیں کیا گیا۔ مالِ فیٔ کے مصارف میں حضرت عمرؓ کے ساتھ سب اہل ادیان کا اتفاق شامل ہو گیا)

٢٩٦٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ تَعَالَى وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ۔

ابو ذرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان پر رکھ دیا ہے، وہ اس حق کے ساتھ کلام کرتے ہیں (ابن ماجہ) (یعنی یہ وہ حدیث ہے جس کا حوالہ عمرؓ بن عبد العزیز نے گزشتہ روایت میں دیا ہے)

بَابٌ فِي صَفَايَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَمْوَالِ

باب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اموالِ فیٔ

۲۹۶۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الْمَعْنَى قَالَا نَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ فَجِئْتُهُ فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رِمَالِهِ فَقَالَ حِينَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ يَا مَالُ إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَإِنِّي قَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِشَيْءٍ فَاقْسِمْ فِيهِمْ قُلْتُ لَوْ أَمَرْتَ غَيْرِي بِذَلِكَ فَقَالَ خُذْهُ فَجَاءَهُ يَرْفَأُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا ثُمَّ جَاءَهُ يَرْفَأُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ وَعَلِيٍّ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا قَالَ الْعَبَّاسُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا يَعْنِي عَلِيًّا فَقَالَ بَعْضُهُمْ أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَارْحَمْهُمَا قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّهُمَا قَدَّمَا أُولَئِكَ النَّفَرَ لِذَلِكَ فَقَالَ عُمَرُ رض اتَّئِدَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَقَالُوا نَعَمْ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَالْعَبَّاسِ رض فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَقَالَا نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ اللَّهَ خَصَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يَخُصَّ بِهَا أَحَدًا مِنَ النَّاسِ فَقَالَ تَعَالَى وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

وَكَانَ اللهُ تَعَالَى أَفَاءَ عَلَى رَسُولِهِ بَنِي النَّضِيرِ فَوَاللهِ مَا اسْتَأْثَرَهَا عَلَيْكُمْ
وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ
مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ أَوْ نَفَقَتَهُ وَنَفَقَةَ أَهْلِهِ سَنَةً وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ
الْمَالِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ
تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى
الْعَبَّاسِ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ
تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ قَالَا نَعَمْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَجِئْتَ أَنْتَ وَهَذَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ أَنْتَ مِيرَاثَكَ مِنْ
ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ
قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ
وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَ
أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ
فَوَلِيتُهَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ أَلِيَهَا فَجِئْتَ أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ
وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ فَسَأَلْتُمَانِيهَا فَقُلْتُ إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَيْكُمَا
عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ أَنْ تَلِيَاهَا بِالَّذِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَلِيهَا فَأَخَذْتُمَاهَا مِنِّي عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ وَاللهِ
لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا
إِلَيَّ قَالَ أَبُو دَاوُد إِنَّمَا سَأَلَاهُ أَنْ يَكُونَ يُصَيِّرُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لَا أَنَّهُمَا
جَهِلَا عَنْ ذَلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ

فَإِنَّهُمَا كَانَا لَا يَطْلُبَانِ إِلَّا الصَّوَابَ فَقَالَ عُمَرُ لَا أُوقِعُ عَلَيْهِ اسْمَ الْقَسْمِ أَدَعُهُ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ۔

مالک بن اوس رضی اللہ عنہ بن الحدثان نے کہا کہ کافی دن چڑھے مجھ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا۔ میں ان کے پاس آیا تو انہیں ایک کھردری چارپائی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اے مالک! تیری قوم کے کچھ گھرانے آئے ہیں اور میں نے ان میں تقسیم کرنے کے لیے ایک چیز کا حکم دیا ہے پس تو اُسے ان میں بانٹ دے۔ میں نے کہا بہتر ہوتا کہ آپ اس کا حکم کسی اور کو دیتے۔ انہوں نے کہا کہ تو اُس مال کو لے لے۔ اتنے میں یرفأ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اور دربان) آیا اور کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، الزبیر رضی اللہ عنہ بن العوام اور سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص سے ملنا چاہیں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! پس دربان نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی اور وہ اندر داخل ہو گئے۔ پھر یرفأ آیا اور کہا، اے امیر المؤمنین کیا آپ عباس رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے ملنا پسند کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! پس اس نے انہیں آنے کی اجازت دی اور وہ اندر داخل ہو گئے۔ پس عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے (یعنی علی رضی اللہ عنہ کے) درمیان فیصلہ کیجیے۔ پس بعض حاضرین نے کہا کہ ہاں اے امیر المؤمنین ان میں فیصلہ کیجئے اور ان کا تنازعہ ختم کیجئے۔ مالک رضی اللہ عنہ بن اوس نے کہا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ان دونوں نے اُس گروہ کو اسی غرض کے لیے آگے بھیجا تھا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم دونوں جلدی مت کرو۔ پھر وہ اُس گروہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمارے ترکے میں میراث نہیں چلتی، جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور کہا: میں تمہیں اس اللہ کے نام پر حلف دے کر پوچھتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے بعض خاص چیزوں کے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص فرمایا تھا جس کے ساتھ کسی اور انسان کو مخصوص نہیں کیا؟ پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اللہ نے اپنے رسول کو ان سے جو مالِ فیٔ دیا تو تم نے اُس پر گھوڑے یا اونٹوں سے حملہ نہیں کیا بلکہ اللہ اپنے رسول کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نضیر کا مالِ فیٔ دیا تھا، پس واللہ آپ نے ان مالوں میں کسی کو تم پر ترجیح نہ دی اور تمہیں اس میں سے دیئے بغیر سارا خود نہ لے لیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے ایک سال کا خرچ، یا یوں کہو کہ اپنا اور اپنے گھر والوں کا سال بھر کا خرچ لے لیتے تھے اور جو بچ جاتا اسے دوسرے اموال کی طرح لوگوں کی مصلحت میں خرچ فرماتے تھے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس گروہ کی طرف توجہ کی اور کہا کہ میں تمہیں اس اللہ کی حلف دے کر سوال کرتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کہ کیا تم یہ بات جانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! پھر انہوں نے حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منہ کر کے کہا کہ میں تمہیں اس اللہ کے نام کی حلف دے کر سوال کرتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں کہ کیا یہ بات جانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ

عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوں، پھر تو اور یہ ابو بکرؓ کے پاس آئے تو (اے عباسؓ!) اپنے بھتیجے کی میراث طلب کر رہا تھا اور یہ (علیؓ) اپنی بیوی کی میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے طلب کر رہا تھا پس ابو بکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم کسی کو وارث نہیں کرتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ سچا، نیکوکار، راہ ہدایت پر اور حق کا تابع تھا۔ پس ابو بکرؓ اس مال کا منتظم رہا۔ پھر جب ابو بکرؓ وفات پا گئے تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نائب ہوں۔ پھر جب تک اللہ نے چاہا کہ اس مال کا ناظم رہوں میں ناظم رہا۔ پھر تو آیا (اے عباسؓ) اور یہ بھی (یعنی علیؓ) اور تم دونوں اکٹھے تھے اور تم میں اختلاف نہ تھا، پس تم نے مجھ سے یہ مال مانگا تو میں نے کہا کہ اگر تم چاہو کہ میں یہ مال تمہارے سپرد کر دوں اس شرط پر کہ تم پر اللہ کا عہد ہوگا کہ اس کا انتظام اسی طرح کرو گے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ پس اس وعدے پر تم نے یہ مال مجھ سے لے لیا۔ پھر اب تم میرے پاس آئے ہو کہ میں تمہارے درمیان کوئی اور فیصلہ کر دوں؟ میں واللہ اس کے علاوہ تم میں اور کوئی فیصلہ بھی نہیں کروں گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے، سو اگر تم اس سے عاجز آ گئے ہو تو اس مال کو مجھے واپس لوٹا دو (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی) ابو داؤد نے کہا کہ وہ دونوں حضرات اس مال کے انتظام کو نصفا نصف کروانا چاہتے تھے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ناآشنا تھے: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔ وہ دونوں ایک اچھی بات ہی طلب کرتے تھے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس پر تقسیم کا نام نہیں آنے دوں گا اور اس مال کو حسب سابق ہی رہنے دوں گا۔

شرح: مولاناؒ نے فرمایا کہ اس حدیث میں کچھ ابحاث ہیں: (۱) پہلی یہ کہ جب عباسؓ اور علیؓ ہر دو جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے اپنے ترکے کا وارث ہونے کی نفی فرما دی تھی تو پھر یہ دونوں حضرات جناب ابو بکرؓ کے پاس میراث طلب کرنے کو کیوں آئے تھے؟ اگر مان لیا جائے کہ اس وقت تک ان سے یہ حدیث مخفی تھی تو پھر حضرت عمرؓ کے پاس کیوں آئے؟ حالانکہ وہاں دونوں حضرات نے اس حدیث کا اقرار و اعتراف بھی کیا تھا۔ (۲) دوسری بحث یہ ہے کہ مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ عباسؓ نے علیؓ کے بارے میں کہا: میرے اور اس جھوٹے گناہ گار، بدعہد، خیانت کار میں فیصلہ کیجئے۔ اور حضرت عمرؓ کا کلام یہ تھا کہ تم نے اُسے (حضرت ابو بکرؓ کو) جھوٹا، گنہ گار، بدعہد، خیانت کار سمجھا اور اللہ جانتا ہے کہ وہ سچا، نیکوکار، عہد کا پابند اور حق کا تابع تھا۔ اور اسی طرح حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ: تم نے مجھ کو جھوٹا، گناہ گار، بدعہد، خائن جانا۔ پس ان الفاظ سے کیا مراد ہے۔ پس پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ پہلی مرتبہ جب عباسؓ اور علیؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے میراث کا مطالبہ کیا تو شاید انہیں اس وقت اس حدیث کی اطلاع نہ تھی، یا اطلاع تو تھی مگر ذہن سے اس وقت نکل گئی تھی۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور یاد دلایا تو انہیں اس کا علم ہوا، اس حدیث کے معلوم ہونے کے بعد ان دونوں حضرات نے میراث کا مطالبہ نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ سے ان کا مطالبہ میراث کا نہ تھا بلکہ اس جائداد کی تولیت و انتظام کا تھا، پس حضرت عمرؓ نے انہیں تولیت سپرد کی اور اس پر عہد و میثاق لیے۔ پھر جب ان دونوں میں تنازع واقع ہوا تو یہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور تولیت کی تقسیم کا مطالبہ کیا تاکہ ان میں سے ہر ایک نصف کا متولی و نگران رہے۔ لیکن حضرت عمرؓ اس پر راضی نہ ہوئے اور اس جائداد پر تقسیم کا نام یا لفظ واقع کرنے سے انکار کیا، مبادا کوئی اسے میراث سمجھے کہ نصف چچا کی اور نصف بھتیجے کی ہے

(یعنی بیوی کے حصے کے طور پر) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد نہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، نہ ان حضرات کی اولاد نے کبھی میراث کا مطالبہ کیا۔ اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس جائداد کو بطورِ وراثت وارثوں کے اندر تقسیم نہیں کیا۔ بس اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کو علم و یقین تھا کہ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے حوالے سے جو کچھ کہا تھا کہ آپ کے ترکے میں میراث نہیں چلے گی وہ بالکل درست تھا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے مختصراً یہ اشکال اور اس کا یہ جواب نقل کیا ہے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آگے چل کر ابو جعفر المنصور اور محمد نفس زکیہ کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اور ان دونوں نے خلافت و امامت کو موروثی قرار دینے اور اپنا اپنا حق ثابت کرنے کے جو دلائل دیئے وہ تاریخ و سیر کی کتابوں میں مفصل درج ہیں، انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کے پاس کیا کیا دلائل تھے اور ایک دوسرے کے استدلال کا کیا جواب تھا۔ پڑھنے والا بعض دفعہ تو تأسف میں اور بعض دفعہ اس تأثر کی گہرائی میں ڈوب جاتا ہے کہ یہ بزرگ خلافت و امامت کو کیا سمجھتے تھے اور اپنے اپنے موقف کی تائید میں کیا کچھ کہہ گزرتے تھے۔ پھر علوی و عباسی شعراء نے اس ضمن میں جو گل کھلائے ہیں وہ ایک الگ لطیفہ ہے۔

جہاں تک دوسرے اشکال کا سوال ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ بقول مازری یہ الفاظ جو مسلم کی روایت میں آئے ہیں بظاہر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شان کے لائق نہ تھے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ جیسے شخص کے متعلق انہیں استعمال کرتے، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مقام تھا کہ خدانخواستہ ان میں یہ اوصاف پائے جاتے۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے حسن ظن رکھیں اور ہر قسم کے رذائل کی ان سے نفی کریں۔ روایت میں جب یہ الفاظ آ گئے ہیں تو تاویل کا راستہ جب الفاظ آ گئے ہیں تو تاویل کا راستہ جب مسدود ہوگا تو ہم کذب کو کسی راوی سے (جو معلوم نہیں یہاں کون سا ہے) منسوب کریں گے۔ اس معنے کے پیش نظر بعض محدثین نے اپنی کتاب کے نسخے سے ان الفاظ کو کھرچ دیا تھا، شاید اس نے یہ جانا ہوگا کہ وہم کسی راوی کا ہے۔

مازری نے کہا ہے کہ اگر اس لفظ کو ثابت رکھنا ہی ضروری ہو اور وہم کو کسی راوی سے منسوب نہ کیا جائے تو اس کی بہترین تاویل یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ چچا تھے انہوں نے لاڈ پیار اور ناز کے طور پر علی رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ بولے، علی بھتیجے تھے اور چچا بھتیجوں میں اس قسم کی گفتگو کا ہو جانا زیادہ باعث تعجب نہیں سمجھا جاتا۔ عباس رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ یہ باتیں علی رضی اللہ عنہ میں نہیں پائی جاتیں، پس انہوں نے بھتیجے کو ڈرانے دھمکانے کی غرض سے اس قسم کی گفتگو کی۔ یہ تاویل کرنا اس لیے بھی ناگزیر ہے کہ یہ گفتگو اس مجلس میں ہوئی تھی جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ عثمان رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف جیسے جلیل القدر بزرگ بھی موجود تھے مگر کسی نے ان الفاظ پر نکیر نہ کی، اگر عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد وہی ہوتا جو ان الفاظ کے ظاہری معانی میں موجود ہے تو یہ حضرات اس گفتگو کو برداشت نہ کرتے۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے زجر و توبیخ میں مبالغے کی خاطر یہ ایسے لفظ بولے ہیں جن پر خود ان کا عقیدہ نہیں ہے۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی وہی الفاظ زجر و توبیخ اور نکیر کے طور پر بولے تھے کہ: بس تم نے اسے سمجھا کہ وہ کاذب، آثم، غادر اور خائن تھا اور اسی طرح اپنے متعلق بھی یہ الفاظ بولے کہ: تم نے مجھے بھی ایسا اور ایسا سمجھا مطلب ان کا یہ تھا کہ تمہارے رویئے سے بظاہر یہ لازم آتا ہے کہ گویا تم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق جیسے شخص کو بھی اور مجھے بھی ایسا اور ایسا جانا۔ روزمرہ کی گفتگو میں دوسروں کو الزام دینے اور قائل

کرنے کی غرض سے اس قسم کے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے اور غرض دوسروں کو تنبیہ کرنا اور ان پر نکیر کرنا ہوتی ہے نہ کہ وہ جو اس قسم کے الفاظ سے بظاہر لازم آئے۔

ابو سلیمان الخطابی نے معالم السنن میں کہا ہے کہ ابوداؤد کی عباسؓ و علیؓ کے الفاظ کی تاویل نہائت درست ہے اور اس پر حضرت عمر فاروقؓ کے یہ الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ: تو اور یہ دونوں آئے، اور تمہارا مقصد ایک تھا اور تم متحد تھے۔ یعنی اختلاف اگر ان میں واقع ہوا تو محض تولیت وانتظام میں ہوا تھا کہ ان میں سے ہر ایک اکیلا ہی متولی و منتظم بننا چاہتا تھا۔ ان کے پیش نظر بھی یہ نہ تھا کہ اس جائداد کو ان کی ذاتی ملک اور میراث بنا دیا جائے۔ یہ تو وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے مان چکے تھے اور پھر حضرت عمرؓ کی موجودگی میں بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ جائداد بطور میراث کسی کی ذاتی ملک نہیں بن سکتی۔ وہ حضرات جو اس وقت موجود تھے وہ عشرۂ مبشرہ میں سے جلیل الشان اصحاب تھے، وہ بھی جانتے تھے کہ یہ حضورؐ کا ارشاد ہے: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مصلحت کے پیش نظر عباسؓ و علیؓ میں انتظام کو تقسیم نہ کیا کہ تقسیم کا سوال مملوکات میں ہوتا ہے، لہٰذا اس صدقہ کی حفاظت اور نگرانی کا تقاضا یہی تھا کہ اس پر تقسیم کا لفظ نہ آنے پائے۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر آج اسے تقسیم کر دیا گیا تو کچھ مدت کے بعد یہ جائداد لوگوں میں بطور ملکیت بٹ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بالکل برعکس اسے ذاتی جائداد بنا لیا جائے گا۔ خطابی نے کہا ہے کہ پھر اس واقعہ کے بعد حضرت علیؓ نے ہی اس جائداد کا سارا در وبست سنبھال لیا تھا اور اپنی زندگی بھر اسی طرح عملدرآمد کرتے رہے جس طرح سابق بزرگوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نے کیا تھا، اسے اپنی ذاتی جائداد بالکل نہیں بنایا۔

علامہ خطابیؒ نے اپنی سند سے ابن الاعرابی کے حوالہ سے روایت درج کی ہے کہ ابوالعباس سفاح (پہلے عباسی حکمران) نے سب سے پہلا خطبہ عباسیہ نامی بستی میں دیا جو انبار کے مقام پر واقع تھی۔ جب وہ حمد و ثنا اور صلوٰۃ وسلام کے بعد شہادتین کے ذکر پر پہنچا تو آلِ ابی طالب میں سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا جس کے گلے میں قرآن پڑا تھا۔ وہ بولا جس خدا کا تو نے ذکر کیا ہے میں وہی تجھے یاد دلاتا ہوں اور التماس کرتا ہوں کہ مجھ میں اور میرے دوسرے فریق مقدمہ میں انصاف کریں اور اس قرآن کے مطابق فیصلہ کریں۔ سفاح نے کہا کہ تجھ پر کس نے زیادتی کی ہے؟ اس نے کہا کہ ابوبکرؓ نے جس نے فاطمہؓ کو فدک دینے سے انکار کر دیا تھا۔ سفاح نے کہا کیا اس کے بعد بھی کوئی ہوا؟ اس نے کہا کہ ہاں، عمرؓ ہوئے۔ سفاح نے کہا کہ اچھا کیا وہ بھی تم پر زیادتی کرنے پر قائم رہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! سفاح نے کہا کہ اچھا۔ اس کے بعد بھی کوئی ہوا تھا؟ اس نے کہا ہاں، عثمانؓ ہوئے۔ سفاح نے کہا کہ پھر وہ بھی کیا تم پر ظلم کرنے پر قائم رہے؟ اس نے کہا کہ بے شک! سفاح بولا کہ پھر اس کے بعد بھی کوئی ہوا؟ اس نے کہا کہ ہاں! جناب علیؓ بن ابی طالب ہوئے۔ سفاح بولا کہ انہوں نے کیا تمہارا انصاف کیا یا اسی پہلے ظلم وستم پر قائم رہے؟ اب وہ شخص خاموش ہو کر بغلیں جھانکنے لگا اور کوئی راہ فرار تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ سفاح نے کہا واللہ اگر میرا یہ پہلا خطبہ اور تیرا پہلا سوال نہ ہوتا تو میں تیرا سر اڑا دیتا جس میں تیری یہ دو آنکھیں چمکتی ہیں۔ بیٹھ جا۔

فَیْ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے بعض خصائص رکھے تھے۔ اور پھر حضرت عمرؓ کا آیت فَیْ کو تلاوت کرنا بتاتا ہے کہ مالِ فَیْ کا یہ حصہ زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لیے خاص رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس مالِ فئ میں جو حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا یعنی ⅕، اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ حضورؐ کے بعد اس کا مصرف کیا ہوگا اور یہ کس کے قبضے میں رہے گا۔ امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اسے اہم سے اہم تر مصالح اسلام و مصالح المسلمین میں صرف کیا جائیگا سب سے پہلے قابلِ جہاد و قتال مردوں کو دیا جائے گا، ان کی ضرورت پوری ہونے پر پھر دیگر مصالح پر صرف ہوگا۔ اور یہ کسی کے ملک میں نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وخصوصیت پوری ہونے پر پھر دیگر مصالح پر صرف ہوگا۔ اور یہ کسی کے ملک میں نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وخصوصیت تھی جو بعد کے کسی شخص کے لیے نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کا قول دیگر یہ ہے کہ یہ جائداد ساری کی ساری مجاہدین اسلام پر صرف ہوگی کیونکہ دشمنانِ اسلام کے خلاف ہیبت و رُعب میں یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام ہیں اور اموالِ فئ کا حصول رُعب و ہیبت کی بنا پر ہوا تھا۔

امام مالکؒ نے کہا ہے کہ مالِ فئ مسلمانوں کے مصالح کے لیے ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں بھی اسی مقصد کے لیے تھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی ملکیت نہ تھی نہ آپ نے اسے بطور ملک رکھا اور استعمال فرمایا۔ بعض اہلِ علم کا قول یہ ہے کہ مالِ فئ کا انتظام یا ملک وتصرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ حکومت کے لیے تھا۔

۲۹۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَهُمَا يَعْنِي عَلِيًّا وَالْعَبَّاسَ يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ قَالَ أَبُودَاوُدَ أَرَادَ أَنْ لَا يُوقِعَ عَلَيْهِ اسْمَ قَسْمٍ۔

اسی گذشتہ حدیث میں مالکؓ بن اوس کی روایت۔ مالکؓ نے کہا کہ وہ دونوں یعنی علیؓ اور عباسؓ اموال بنی نضیر میں تنازع کر رہے تھے جو کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فئ دیئے تھے۔ ابوداؤد نے کہا کہ: حضرت عمرؓ نے چاہا کہ ان اموال پر تقسیم کا نام نہ آنے پائے۔ (کیونکہ انتظام کی تقسیم بھی نصفا نصف ہوتی اور اس سے میراث کا تشابہ ہوسکتا تھا کیونکہ بیٹی اور چچا کے حصے میراث میں یہی ہوتے ہیں، پس آگے چل کر یہ ایک دلیل بن جاتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جائداد کو بطور میراث تقسیم کر دیا تھا۔

۲۹۶۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى أَنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ كَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ خَالِصًا يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ قُوتَ سَنَةٍ فَمَا بَقِيَ جَعَلَ فِي الْكُرَاعِ وَعُدَّةٍ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ۔

مالک بن اوس بن الحدثان نے جناب عمرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: اموال بنی نضیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے ہوئے اموال فئی تھے جن پر مسلمانوں نے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے تھے (یعنی حملہ کر کے بزور شمشیر فتح نہیں کئے تھے) یہ خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھے، آپ انہیں اپنے اہل خانہ پہ خرچ فرماتے تھے۔ ابوداؤد کے شیخ ابن عبدہ ضبی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کو سال بھر کا خرچ دے دیتے تو پھر جو کچھ بچ رہتا اُسے جہاد و قتال کی تیاری میں، اسلحہ اور دیگر سامانِ جنگ کی خریداری اور درستی میں صرف فرماتے تھے (بخاری، مسلم، نسائی)۔

۲۹۶۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَا أَيُّوبُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ عُمَرُ ؓ وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عُمَرُ هٰذِهِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً قُرًى عُرَيْنَةَ فَدَكُ وَكَذَا وَكَذَا مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ فَاسْتَوْعَبَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ النَّاسَ فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا لَهُ فِيهَا حَقٌّ قَالَ أَيُّوبُ أَوْ قَالَ حَظٌّ إِلَّا بَعْضَ مَنْ تَمْلِكُونَ مِنْ أَرِقَّائِكُمْ۔

زہری نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: دشمنانِ دین سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو جو مالِ فئی دیا ہے، تم نے اس پہ نہ گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ (الحشر آیت ۶)۔ یہ خالصتہً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا، عرینہ کی بستیاں فدک اور فلاں اور فلاں۔ "جو بستیاں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فئی بخشی تھیں، پس وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے اور قرابتداروں اور یتیمی اور مساکین اور مسافر کے لیے ہیں" (آیت ۷ سورۃ الحشر) اور ان فقراء کے لیے جو اپنے مالوں اور گھروں سے خارج کئے گئے (مطابق آیت ۸ سورۃ الحشر) "اور جن لوگوں نے دارالاسلام تیار کیا اور ان سے قبل ایمان لائے" (آیت ۹ سورۃ الحشر) "اور جو لوگ ان کے بعد میں آئے" (آیت ۱۰ سورۃ الحشر) پس اس آیت نے سب لوگوں کا احاطہ کر لیا ہے اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس میں حق نہ ہو، ایوب راوی نے حق کے بجائے حظ کا لفظ بولا۔ سوائے ان کے جن کے تم مالک ہو یعنی تمہارے غلاموں کے

علاوہ (منذری نے اس روایت کو منقطع کہا ہے کیونکہ زہری کو حضرت عمرؓ سے سماع حاصل نہیں ہوا۔)

شرح: علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ سورۂ حشر کی ان آیات کی تفسیر میں جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ یہ سب آیات پہلی آیت پر معطوف ہیں۔ اور مال فیٔ میں ان کی رائے یہ تھی کہ فیٔ کا خمس نہیں نکالا جاتا جیسا کہ مال غنیمت کا خمس نکالا جاتا ہے بلکہ سارے کا سارا مال فیٔ سب مسلمانوں کی دینی اور جہاد و قتال کی ضروریات کے لیے تیار رکھا جاتا ہے۔ ہاں! جناب عمرؓ ان ضروریات میں کچھ تقدیم و تاخیر اور ترتیب کے قائل تھے۔ امام شافعیؒ کے علاوہ تمام اہل علم و فتویٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔ شافعیؒ مال فیٔ میں بھی خمس نکالنے کے قائل تھے اور خمس کے مصارف تو وہی ہیں جو آیت خمس میں بیان ہوئے ہیں: وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ۔ باقی ۴/۵ مجاہدین کی تنخواہوں اور ان کے گھر والوں کے اخراجات، دیگر اہل اسلام کے اخراجات، جہاد و قتال کی ضروریات، اسلحہ و سامان جنگ کی تیاری، اور عام مصالح اسلام و مسلمین میں صرف ہوگا۔ شافعی کا استدلال سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۷ سے ہے۔ کیونکہ اس میں فیٔ کے مصارف بالکل وہی بیان فرمائے گئے ہیں جو آیت خمس میں بیان فرمائے ہیں۔ شافعی نے فرمایا کہ آیت میں لِلّٰہِ کا لفظ تو محض بطور تبرک آیا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا حصہ دراصل ایک ہی ہے۔ اہل تفسیر میں سے شعبی، عطاء بن ابی رباح، قتادہ اور حسن بن محمد بن الحنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔

خطابی نے کہا کہ بظاہر شافعی کا قول تلاوت آیات کے نقطۂ نظر سے بڑا قوی نظر آتا ہے کیونکہ فیٔ کے مصارف میں اور خمس کے مصارف میں بالکل ایک جیسے الفاظ آئے ہیں۔ لیکن عمرؓ جلیل القدر صحابی ہیں، امام عادل ہیں اور ان فضائل کے مالک ہیں جو کسی اور کو نہیں ہے، پھر شافعی کے علاوہ سب اہل فتویٰ نے حضرت عمرؓ کا قول ہی اختیار کیا ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ اس بارے میں عمرؓ کا قول اعلیٰ و ارفع مان کر اس کی پیروی کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ: ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہیں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

مولاناؒ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں پانچ آیات کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی آیت کے اموال وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے۔ دوسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت دار، یتامیٰ، مساکین اور ابن السبیل بھی مذکور ہیں۔ تیسری آیت میں جو کچھ مذکور ہے وہ مہاجرین کے لیے ہے۔ چوتھی آیت میں جو کچھ فرمایا ہے وہ انصار کے لیے ہے اور پانچویں آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو مہاجرین و انصار کے بعد قیامت تک آئیں گے۔ پس غلاموں کے سوا ان پانچ آیات نے تمام مسلمانوں کا احاطہ کر لیا ہے۔

۲۹۶۷۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ نَا حَاتِمُ ابْنُ إِسْمٰعِيلَ ح وَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى وَهٰذَا لَفْظُ حَدِيثِهِ كُلُّهُمْ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ كَانَ فِيمَا احْتَجَّ بِهِ عُمَرُ

اَنَّهٗ قَالَ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ صَفَايَا بَنُو النَّضِيْرِ وَخَيْبَرُ وَفَدَكُ فَاَمَّا بَنُو النَّضِيْرِ فَكَانَتْ حُبُسًا لِنَوَائِبِهٖ وَاَمَّا فَدَكُ فَكَانَتْ حُبُسًا لِاَبْنَاءِ السَّبِيْلِ وَاَمَّا خَيْبَرُ فَجَزَّاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْئَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَجُزْءً لِنَفَقَةِ اَهْلِهٖ فَمَا فَضَلَ عَنْ نَفَقَةِ اَهْلِهٖ جَعَلَهٗ بَيْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ۔

مالک بن اوس رضی اللہ عنہ بن الحدثان نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو استدلال فرمایا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تین اموال مخصوص تھے: بنو نضیر، خیبر اور فدک۔ پھر ان میں سے بنو النضیر تو پیش آمدہ حوادث کے لیے تھا۔ اور فدک مسافروں کے لیے مخصوص تھا اور خیبر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصے کئے تھے: دو حصے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیئے تھے اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے مخصوص رکھا تھا۔ اپنے اہل خانہ کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا آپ اسے مفلس مہاجرین کو دے دیتے تھے۔

شرح: سرزمین خیبر کے متعلق سنن ابی داؤد میں عنقریب ایک الگ مستقل باب آئے گا۔ اس حدیث میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے تین حصے کئے تھے ⅔ مسلمانوں کے لیے اور ⅓ اپنے اہل وعیال کے لیے۔ اس سے پہلے مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے ۱۸ حصے کئے تھے۔ سارا لشکر پندرہ سو کی تعداد میں تھا، اس میں سے تین صد گھوڑ سوار تھے۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ عطا فرمایا۔ اور باب حکم ارض خیبر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نصف خیبر کی کھجور کے دو حصے کئے جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے خمس لیتے تھے اور آپ کی ہر زوجہ کو اس میں سے ایک صد وسق کھجور اور بیس وسق جو ملتے تھے۔ اور سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دو حصے فرمائے تھے، ایک حصہ حوادث اور اپنی ضروریات کے لیے تھا اپنی ضروریات کے لیے تھا اور ایک حصہ مسلمانوں پر ۱۸ حصے کر کے تقسیم فرمایا تھا۔ اور بشیر بن سیار کی حدیث میں آیا ہے کہ خیبر کے آپ نے ۳۶ حصے کئے تھے۔ ان میں سے نصف یعنی ۱۸ تو مسلمانوں کو بانٹ دیئے اور اس میں دیگر مجاہدین کی مانند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی تھا۔ باقی ۱۸ حصے آپ نے حوادث اور ضروریات اہل اسلام کے لیے روک رکھے تھے۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ان تمام احادیث کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کل خیبر کو ۳۶ حصوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ پھر ان میں سے بشیر بن سیار رضی اللہ عنہ کی حدیث کی رو سے آپ نے ۱۸ حصے مجاہدین میں تقسیم فرمائے جو اہل حدیبیہ تھے۔ اور مجمع رضی اللہ عنہ بن جاریہ کی حدیث میں جو ۱۸ حصوں کا ذکر آتا ہے ان سے مراد یہی ۱۸ حصے ہیں جو مجاہدین خیبر میں تقسیم ہوئے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خمس حاصل کرنے اور ہر زوجہ مطہرہ کو نفقہ دینے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد اس نصف کا خمس ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوادث

ونوائب کے لیے مخصوص فرما دیا تھا، اور وہ نصف پانچ حصوں پر تقسیم ہوتا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے: وَمَا أَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ أَھْلِ الْقُرٰی الخ۔ اور مالک بن اوس بن الحدثان کی حدیث میں جو تین حصوں کا ذکر آیا ہے کہ دو حصے مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرمائے اور ایک اپنے لیے رکھا، سو اس سے مراد غالبًا یہ ہے کہ آیت میں دراصل تو پانچ حصے ہیں (کیونکہ اللہ ورسول کا حصہ ایک ہی ہے) مگر بظاہر چھ حصے ہیں: اللہ کا حصہ، رسول کا حصہ، ذی القربٰی کا حصہ، یتامٰی کا حصہ، مساکین کا حصہ اور ابن السبیل کا حصہ۔ پس ان دو اجزاء سے مراد، جو حضور نے مسلمانوں کے لیے رکھے تھے، ذی القربٰی، یتامٰی، مساکین اور ابن السبیل کے حصے ہیں۔ اور بالفاظ ظاہرہ باقی دو حصے رہے یعنی اللہ کا حصہ اور رسول کا حصہ۔ یہ دونوں حصے کل چھ کا تیسرا حصہ ہیں۔ اور یہ تقسیم خیبر کے اس نصف کی تھی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نوائب وحوادث کے لیے الگ کر کے رکھا تھا۔ واللہ اعلم۔

۲۹۶۸۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ نَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہؓ بن زبیر کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی وراثت طلب کی، یہ وہ مال فیء تھا جو اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں آپؐ کو دیا تھا اور فدک اور خیبر کے خمس سے جو باقی رہا تھا۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں

وہ صدقہ ہے۔ اس مال میں سے آلِ محمد صرف کھا سکتی ہے، اور میں واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے کوئی چیز تبدیل نہ کروں گا، اسے اسی حال پر رکھوں گا جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا۔ پس میں اس میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات سے انکار کر دیا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں سے کچھ دیں۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: اس کا باعث یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بندوں کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ سے وعدہ کیا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کریں گے تو جنت پائیں گے اور آپ کو حکم دیا کہ تبلیغ دین پر کوئی اجر نہ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ دنیا میں سے کوئی چیز آپ کی ملک سے منسوب نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کوئی اس کو تبلیغ دین کا اجر سمجھ بیٹھے۔ وجہ یہ کہ دنیا میں کام کاج اور محنت کا جو اجر ہوتا ہے وہ یہی دنیوی جائداد منقولہ وغیر منقولہ ہوتی ہے۔ یہی سبب تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں پر میراث کو حرام ٹھہرا دیا تھا مبادا یہ سمجھا جائے کہ آپ نے مال و اسباب دنیوی جمع کر کے زندگی بھر اس سے خود نفع پایا اور بعد میں وارثوں کے لیے چھوڑ گئے۔ اور آل رسولؐ پر صدقہ حرام ہونے کا ایک باعث یہ بھی ہے۔ مُورث کے مال پر از روئے میراث قبضہ کرنے کے لیے کئی بار وارث اس کی موت کی آرزو کیا کرتے ہیں پیغمبر کے قرابت داروں کو وراثت سے محروم کر کے اس بات کا بھی بکلی انسداد کر دیا گیا ہے کہ کوئی ان میں سے خدانخواستہ آپ کی موت کی آرزو کرنے لگے اور دنیا و آخرت کو برباد کرے۔ والعیاذ باللہ۔

۲۹۶۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ نَا أَبِي نَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ وَفَاطِمَةُ حِيْنَئِذٍ تَطْلُبُ صَدَقَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ وَإِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِيْ هٰذَا الْمَالِ يَعْنِيْ مَالَ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَّزِيْدُوْا عَلَى الْمَأْكَلِ۔

عروہ بن زبیر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مکرمہ عائشہؓ نے اسے گزشتہ حدیث کے متعلق بتایا۔ عروہ نے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ طلب کرتی تھیں جو مدینہ میں تھا اور فدک اور خیبر کا خمس جو باقی تھا یعنی ان میں سے وہ اپنی میراث کے بقدر طلب کرتی تھیں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں کرتے، جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ

سے ہے اور آل محمد صرف اس مال میں سے کھا سکتی ہے. یعنی اللہ کے مال میں سے وہ کھانے پینے کی ضرورت سے زائد اس میں سے نہیں لے سکتے (یعنی زندگی کے جائز اخراجات و نفقات حضورؐ کی حین حیات اور بعد میں بھی آل محمد اس مال میں سے لے سکتے ہیں. آل محمد میں بدرجۂ اولی سب سے پہلے ازواجؓ آتی ہیں اور حضورؐ زندگی میں بھی انہی کا نفقہ ادا فرماتے تھے۔

۲۹۷۰. حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ وَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ إِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَغَلَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهَا وَأَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكُ فَأَمْسَكَهُمَا عُمَرُ وَقَالَ هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ قَالَ فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَى الْيَوْمِ.

ایک اور سند سے وہی اوپر کی حدیث. اس میں ابن شہاب زہری نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے یہ مال بطور میراث دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں کوئی چیز ترک کرنے والا نہیں، جن جن چیزوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے میں بھی ان پر عمل کروں گا۔ اگر میں اس میں سے کسی چیز کو ترک دوں تو گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے. مدینہ والے صدقہ کا جہاں تک تعلق تھا اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے علیؓ اور عباسؓ کے سپرد کر دیا (یعنی انتظام کے لیے نہ کہ ملک کے طور پر). پس علیؓ اس کے انتظام پر غالب آ گئے۔ جہاں تک خیبر اور فدک کا تعلق تھا انہیں حضرت عمرؓ نے روک کر رکھا اور کہا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں آپ کے ان حقوق کی خاطر تھے جو وقتاً فوقتاً آپ کو پیش آئیں اور آپ کے حوادث کے لیے تھے اور ان دونوں کا معاملہ حاکم وقت کے ہاتھ میں ہے زہری نے کہا کہ وہ دونوں آج تک اسی طرح پر ہیں (بعد میں ان میں کچھ تبدیلی ہوئی تھی جسے عمرؒ بن عبد العزیز نے از سر نو درست کر دیا تھا) اس کے بعد ان کا کیا ہوا، خدا ہی بہتر جانتا ہے)

۲۹۷۱. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ نَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي قَوْلِهِ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ فَدَكَ وَقُرًى قَدْ سَمَّاهَا لَا اَحْفَظُهَا وَهُوَ مُحَاصِرٌ قَوْمًا
اٰخَرِيْنَ فَاَرْسَلُوْا اِلَيْهِ بِالصُّلْحِ قَالَ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ
يَقُوْلُ بِغَيْرِ قِتَالٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكَانَتْ بَنُو النَّضِيْرِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا
لَمْ يَفْتَتِحُوْهَا عَنْوَةً اِفْتَتَحُوْهَا عَلٰى صُلْحٍ فَقَسَمَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ
الْمُهَاجِرِيْنَ لَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا رَجُلَيْنِ كَانَتْ بِهِمَا حَاجَةٌ"

معمر نے زہری سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ: پس تم نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے (الحشر۶) روایت کی۔ زہری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل فدک سے اور کچھ اور بستیوں والوں سے مصالحت کی (مثلاً عرینہ کی بستی) زہری نے ان کا نام لیا تھا مگر معمر کہتا ہے کہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور آپ ایک اور قوم کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، پس انہوں نے آپ کو صلح کا پیغام بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: پس تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔ فرماتا ہے کہ وہ بلا قتال فتح ہوئے تھے۔ زہری نے کہا کہ بنو نضیر کا مال خالصتہً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔ مسلمانوں نے اسے بزورِ شمشیر فتح نہ کیا بلکہ صلح پر فتح کیا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیا۔ انصار کو اس میں سے کچھ نہ دیا سوائے دو آدمیوں کے جو ضرورت مند تھے (ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا)

شرح: بقول امام نوویؒ قاضی عیاضؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات جن کا ذکر ان احادیث میں آیا ہے، ان کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اموال تین طریقوں سے ملے تھے: (۱) جنگ احد میں مخیریقؓ یہودی اسلام لایا اور از روئے وصیت اس نے اپنے اموال کا ہبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کر دیا تھا اور یہ بنی نضیر میں سات باغ تھے۔ اور انصار نے اپنی وہ زمین جس میں پانی نہ پہنچتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی تھی۔ یہ جائدادیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں تھیں۔ (۲) جب بنی نضیر جلاوطن ہوئے تو مالِ فئی میں سے زمین جو آپ کا حصہ تھا یہ خالصتہً آپؐ کے لیے تھی کیونکہ یہ بزورِ شمشیر فتح نہ ہوئی تھی۔ بنی نضیر اپنی منقولہ جائداد کو ہتھیاروں کے سوا اٹھا کر لے گئے تھے، جو کچھ وہ نہ لے جا سکتے تھے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا مگر زمین خالصتہً آپ کی ہی تھی، مگر حضورؐ اسے حوادث و نوائب میں اور مسلمانوں کی ضروریات میں صرف فرماتے تھے۔ اسی طرح سرزمین فدک کا نصف حصہ جس پر حضورؐ نے ان لوگوں سے مصالحت فرمائی تھی، یہ خالصتہً آپؐ کا تھا اور خیبر کی فتح کے بعد یہ صلحاً آپؐ کو ملا تھا۔ اسی طرح وادی القریٰ کی زمین کا ایک ثلث ⅓، یہ بھی آپؐ نے یہودیوں سے مصالحت کر کے حاصل کیا تھا اور خالصتہً آپؐ کا ہی تھا۔ اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے وطیح اور سلالم نامی دو قلعے جو صلحاً آپؐ کے قبضے میں آئے تھے (۳) خیبر کے ثلث میں سے آپؐ کا حصہ اور اسی طرح جتنے قلعے اور علاقے اور زمینیں وہاں کی بزورِ شمشیر فتح ہوئیں ان میں سے آپؐ کا حصہ ان میں سے کسی چیز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا کوئی حق نہ تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جائدادوں کو اسلام اور اہل اسلام کی ضروریات و حاجات

اور عام مصالح میں صرف فرماتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ صدقات کسی کی ملک میں نہیں جا سکتے خدا جانے کب تک صحیح عمل درآمد رہا اور کس وقت ان سب کی اصلی حیثیت بدل گئی۔

۲۹۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَرَّاحِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ جَمَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بَنِيْ مَرْوَانَ حِيْنَ اسْتُخْلِفَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ فَدَكُ فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُوْدُ مِنْهَا عَلٰى صَغِيْرِ بَنِيْ هَاشِمٍ وَيُزَوِّجُ مِنْهَا اَيِّمَهُمْ وَاِنَّ فَاطِمَةَ سَأَلَتْهُ اَنْ يَّجْعَلَهَا لَهَا فَاَبٰى فَكَانَتْ كَذٰلِكَ فِيْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ فَلَمَّا اَنْ وَلِيَ اَبُوْبَكْرٍ عَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَيَاتِهٖ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ فَلَمَّا اَنْ وَلِيَ عُمَرُ عَمِلَ فِيْهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَا حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ ثُمَّ اَقْطَعَهَا مَرْوَانُ ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَرَاَيْتُ اَمْرًا مَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ وَاِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ رَدَدْتُهَا عَلٰى مَا كَانَتْ يَعْنِيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بنی مروان کو جمع کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فدک تھا، پس آپ اس میں سے خرچ کرتے تھے اور اس کے ذریعے سے بنی ہاشم کے بچوں کی خدمت کرتے تھے، بے خاوند عورت کا نکاح کرتے تھے۔ اور فاطمہؓ نے آپؐ سے سوال کیا تھا کہ حضورؐ اسے دے ڈالیں مگر آپؐ نے انکار فرمایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات وہ اسی طرح رہا حتیٰ کہ حضورؐ اپنی راہ پر تشریف لے گئے۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک میں اسی طرح عمل کیا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، حتیٰ کہ وہ بھی اپنی راہ چل دیئے۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ والی ہوئے تو انہوں نے اس میں اسی طرح عمل کیا جس طرح پہلے دو حضرات نے کیا تھا حتیٰ کہ وہ بھی اپنی راہ پر چلے گئے۔ پھر مروان نے اسے اپنی جاگیر بنا لیا، پھر یہ عمرؒ بن عبدالعزیز کے قبضے میں آیا تو عمرؒ بن عبدالعزیز نے کہا کہ: میں نے دیکھا کہ یہ ایک ایسا امر تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو روک دیا تھا لہٰذا میرا اس میں کوئی حق نہیں۔ اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اسی صورت میں واپس پھیر دیا ہے جس میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔

ابوداؤدؒ نے کہا کہ جب عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو ان کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی، اور جب وفات پائی تو کل آمدنی چار سو دینار تھی اور اگر وہ زندہ رہتے تو آمدنی اور گھٹ جاتی۔

شرح: خطابی نے کہا کہ مروان نے فدک پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قبضہ کیا تھا اور یہ بھی ان اعتراضات میں سے ایک تھا جو لوگوں نے ان پر کئے اور ان کے خلاف اسے دلیل بنا یا تھا لیکن حضرت عثمان رضی کی اس میں دلیل یہ تھی کہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ملا تھا کہ: جب اللہ تعالےٰ کسی نبی کو کوئی لقمہ کھلاتا ہے تو وہ پھر اس شخص کے لیے ہے جو اس کے بعد اس کا قائم مقام ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فدک سے خود بھی کھاتے تھے اور اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ بھی دیتے تھے اور باقی کو مال فئی کے مصرف کی مانند خرچ کرتے تھے۔ پس عثمان رضی خود تو مالدار تھے لہٰذا فدک میں سے کچھ لینے کی نوبت نہ آئی مگر انہوں نے اس سے اپنے قرابت داروں کو فائدہ پہنچایا تھا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ اب وہ مستقل طور پر مروان اور اس کی اولاد کی جاگیر بن کر رہ جائے، مگر چونکہ بدقسمتی سے ایسا ہوگیا لہٰذا عمر بن عبدالعزیز نے اس کی اصلاح کر دی)

۲۹۷۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهِ ۔

ابو الطفیل رضی نے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی میراث طلب کرنے گئیں۔ ابو الطفیل کہتے ہیں کہ پس ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ: اللہ عزوجل جب کسی نبی کو کوئی لقمہ کھلائے تو وہ اس کا ہے جو اس کے بعد قائم مقام ہو۔

شرح: یہ وہ حدیث ہے جس کا حوالہ گزشتہ حدیث کی شرح میں گزرا ہے کہ اس سے غالباً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے استدلال کرتے ہوئے فدک کی آمدنی اپنے اقربا پر خرچ کی تھی مگر مروان نے اسے اپنی خالص جاگیر بنا لیا تھا۔ اس حدیث کا مطلب بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ حضور کے بعد قائم بالامر جو لوگ ہوں گے وہ اس طرح تصرف و عملدرآمد کریں گے جس طرح کہ حضور نے کیا تھا۔ یہی خلفائے راشدین کی سنت ہے۔

۲۹۷۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ ۔

ابو ہریرہ رضی نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے وارث دینار تقسیم نہ کریں گے، جو کچھ میں اپنی بیویوں

کے نفقہ کے بعد اور اپنے کارکنوں کے خرچ کے بعد چھوڑوں تو وہ صدقہ ہے (بخاری، مسلم، ترمذی، بعض روایات میں دینار کے ساتھ درہم کا لفظ بھی ہے) ابوداؤد نے کہا کہ حضورؐ کے ارشاد: مؤنۃ عاملی کا مطلب زمین کے کارکن، کاشت کار اور مزدور ہیں۔

شرح: سفیان بن عیینہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا کسی اُمتی سے نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حرام ہے پس معتدات (عدت گذارنے والیاں) ہیں لہٰذا زندگی بھر اُن کا نفقہ واجب ہوا۔ اور عامل سے مراد آپؐ کا قائم مقام بھی ہے کہ وہ اس جائداد میں سے کھا سکتا ہے۔

۲۹۷۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ حَدِيثًا مِنْ رَجُلٍ فَأَعْجَبَنِي فَقُلْتُ اكْتُبْهُ لِي فَأَتَى بِهِ مَكْتُوبًا مُذَبَّرًا دَخَلَ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ عَلَى عُمَرَ وَعِنْدَهُ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعْدٍ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةٌ إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ أَهْلَهُ وَكَسَاهُمْ إِنَّا لَا نُورَثُ قَالُوا بَلَى قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ مِنْ مَالِهِ عَلَى أَهْلِهِ وَيَتَصَدَّقُ بِفَضْلِهِ ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ سَنَتَيْنِ فَكَانَ يَصْنَعُ الَّذِي كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا مِنْ حَدِيثِ مَالِكِ ابْنِ أَوْسٍ۔

ابوالبختری نے کہا کہ میں نے ایک آدمی سے ایک حدیث سُنی جو مجھے پسند آئی اور میں نے کہا کہ یہ مجھے لکھ دو۔ پس وہ اسے میرے پاس واضح منقوط عبارت میں لکھ کر لایا۔ وہ یہ حدیث ہے: عباسؓ اور علیؓ جھگڑتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور وہاں طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ پس حضرت عمرؓ نے طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ، اور سعدؓ سے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: نبی کا سارا مال صدقہ ہے سوائے اس کے جو وہ اپنے اہل خانہ کو کھلائے اور پہنائے۔ ہماری وراثت نہیں بٹا کرتی۔ ان حضرات نے کہا کہ: کیوں نہیں؟ (ہمیں یہ معلوم ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے اور جو بچ رہتا اسے صدقہ کر دیتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ابوبکرؓ دو سال تک اس جائداد کے متولی رہے، پس وہ بھی وہی کچھ کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ پھر اُس شخص نے

مالک بن اوس کی حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا اس حدیث کی سند میں ایک مجہول شخص ہے مگر اس کے صحیح شواہد موجود ہیں۔)

۲۹۷۶۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَيَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ بِالْمِيرَاثِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُنَّ عَائِشَةُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے ارادہ کیا کہ عثمان بن عفان کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا آٹھواں حصہ $\frac{1}{8}$ طلب کریں۔ پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے؟ (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی)

شرح: یہ بات تو بالکل ظاہر و باہر ہے کہ اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہوتی اور اسے تقسیم کیا جاتا تو ازواج کو بھی ان کا حصہ ملتا۔ ازواج میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹیاں (عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا) بھی تھیں۔ پھر بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ چچا عباس رضی اللہ عنہ کو بھی حصہ ملتا۔ اب جو لوگ ڈیڑھ ہزار سال سے مرغ کی ایک ہی ٹانگ کہے جاتے ہیں وہ ذرا سوچیں کہ ان کے اس قول میں کیا وزن ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے معاذ اللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق غصب کر لیا تھا؟ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث میراث نہ پا سکیں تو عائشہ و حفصہ اور عباس رضی اللہ عنہم کو کیا کچھ مل گیا؟ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما نے فدک، خیبر اور بنو نضیر، اور وادی القریٰ والی جائداد سے کیا معاذ اللہ اپنے محل تعمیر کر لئے تھے؟

۲۹۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ قُلْتُ أَلَا تَتَّقِينَ اللهَ أَلَمْ تَسْمَعْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ وَإِنَّمَا هَذَا الْمَالُ لِآلِ مُحَمَّدٍ لِنَائِبَتِهِمْ وَلِضَيْفِهِمْ فَإِذَا مِتُّ فَهُوَ إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِي۔

دوسری سند کے ساتھ وہی اوپر والی حدیث جس میں ابن شہاب زہری عروۃ سے اور وہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے فرمایا: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

یہ فرماتے نہ سنا تھا کہ: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں تو وہ صدقہ ہے۔ اور یہ مال تو آلِ محمدؐ کے لیے ان کے حوادث ونوائب اور مہمانوں کے لیے ہے، پھر جب میں وفات پا جاؤں تو یہ مال میرے بعد حکومت میں میرے قائم مقام کے سپرد ہوگا (حدیث نمبر ۲۹۷۳ کے آخری الفاظ بھی انہی الفاظ سے ملتے جلتے ہیں سنن ابی داؤد کے ایک نسخے کی عبارت یوں ہے کہ: جب میں دنیا سے گزر جاؤں تو یہ مال اس کے سپرد ہوگا، جو میرے بعد اس امر حکومت کا متولی بنے گا۔

بَابٌ فِي بَيَانِ مَوَاضِعِ قَسْمِ الْخُمُسِ وَسَهْمِ ذِي الْقُرْبَى

باب: خمس کی تقسیم کے مواضع اور قرابت داروں کا حصہ

۲۹۷۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّهُ جَاءَ هُوَ وَعُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ يُكَلِّمَانِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَسَمَ مِنَ الْخُمُسِ بَيْنَ بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَسَمْتَ لِإِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ وَلَمْ تُعْطِنَا شَيْئًا وَقَرَابَتُنَا وَقَرَابَتُهُمْ مِنْكَ وَاحِدَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَلَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ مِنْ ذَلِكَ الْخُمُسِ كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ قَالَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمُسَ نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِمْ قَالَ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيهِمْ مِنْهُ وَعُثْمَانُ بَعْدَهُ۔

جبیر بن مطعمؓ نے خبر دی کہ وہ اور حضرت عثمانؓ بن عفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خمس کے بارے میں بات چیت کرنے کو آئے جو آپؐ نے بنی ہاشم اور بنی المطلب میں تقسیم کی تھی۔ پس میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمارے بھائیوں بنی المطلب کو خمس تقسیم کیا اور ہمیں کچھ نہ دیا، حالانکہ ہماری قرابت اور ان کی قرابت آپ سے ایک

جیسی ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک ہی چیز ہیں۔ جبیرؓ نے کہا کہ حضورؐ نے بنی عبد شمس کو اور بنی نوفل کو خمس تقسیم نہ فرمایا جیسا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کو تقسیم فرمایا تھا۔ زہری نے کہا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ خمس کو اسی طرح تقسیم کرتے تھے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے تھے لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو وہ کچھ نہ دیتے تھے جو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے۔ زہری نے کہا اور عمر بن الخطابؓ انہیں خمس میں سے دیتے تھے اور ان کے بعد عثمانؓ بھی۔ (بخاری، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: عبد مناف کے چار بیٹے تھے: ہاشم، مطلب، عبد شمس، نوفل۔ جب کفارِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کے باعث بنی ہاشم کا مقاطعہ کیا اور وہ ایک گھاٹی میں پناہ گیر ہونے پر مجبور ہو گئے تو بنی المطلب بھی بنی ہاشم کے ساتھ آ ملے۔ اُدھر بنی نوفل اور بنی عبد شمس نے کفارِ قریش کا ساتھ دیا تھا۔ یہاں سے دو دو بھائیوں کی اولاد میں ایک قسم کا سمجھوتہ ہو گیا۔ خطابی نے لکھا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بنی ہاشم اور بنی مطلب میں حلف تھی اس لیے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی چیز ہیں۔ اس روایت کے علاوہ دوسری روایات میں یہ لفظ ہیں: ہم نہ جاہلیت کے دور میں جدا ہوئے نہ اسلام میں۔ یحییٰ بن معین نے شئی واحد کو سیئی واحد سین کے ساتھ روایت کیا ہے۔ سیئ کا معنی ہے مثل، برابر: ہذا سیئی ہذا یعنی یہ چیز اس کی نظیر اور مثل ہے۔

اس روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کو وہ کچھ نہ دیتے تھے جو حضورؐ عطاء فرمایا کرتے تھے لیکن بقول خطابی دوسری روایت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عطاء کرنے کا ذکر موجود ہے۔ پس ابو داؤد کی اس روایت کا مطلب یا تو یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ انہیں اس قدر نہ دیتے تھے جتنا کہ حضورؐ عنایت فرماتے تھے، اور یا یہ کہ وہ لوگ اس زمانے میں غنی ہو چکے تھے اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں بالکل نہ دیتے تھے، مگر ان کے بعد حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے انہیں عطاء کیا۔ مزید بحث اس پہ آگے آرہی ہے۔

۲۹۷۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ نَا جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ مِنَ الْخُمُسِ شَيْئًا كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ قَالَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمُسَ نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُعْطِيهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ عُمَرُ يُعْطِيهِمْ وَمَنْ كَانَ بَعْدَهُ مِنْهُ۔

سعید بن المسیبؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے لیے خمس میں سے کچھ

بھی تقسیم نہ کیا جس طرح کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے لیے تقسیم فرماتے تھے۔ زہری نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خمس کو اس طرح تقسیم کرتے تھے جس طرح کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے تھے لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کو اس طرح عطا نہ کرتے تھے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفاء بھی انہیں عطاء کرتے تھے۔

۲۹۸۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا هُشَيْمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَ ذِي الْقُرْبَى فِي بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكَ بَنِي نَوْفَلٍ وَبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَؤُلَاءِ بَنُو هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِلْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَكَ اللَّهُ بِهِ مِنْهُمْ فَمَا بَالُ إِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ أَعْطَيْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَقَرَابَتُنَا وَاحِدَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا وَبَنِي الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ وَاحِدٌ وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وہی اوپر والی روایت ایک اور سند سے۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا جب جنگ خیبر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کو دیا اور بنی نوفل اور بنی عبد شمس کو ترک کر دیا۔ پس میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ یہ جو بنی ہاشم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ان سے جو رشتہ قائم فرمایا اس کی بنا پر ہم ان کی فضیلت کے منکر نہیں۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ آپ نے ہمارے بھائیوں بنی المطلب کو عطا فرمایا اور ہمیں ترک کر دیا حالانکہ ہماری قرابت ایک جیسی ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی المطلب جاہلیت اور اسلام میں جدا نہیں ہیں، بلکہ ہم اور وہ ایک ہی چیز ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں ڈالیں۔

شرح: مولانا فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک بقول صاحب ہدایہ یہ ہے کہ خمس کے تین حصے ہیں۔ ایک حصہ یتامیٰ کے لیے ایک حصہ مساکین کے لیے اور ایک حصہ ابن السبیل کے لیے۔ ذوی القربیٰ کے حاجت مند ان میں داخل ہیں لیکن انہیں مقدم کیا جائے گا کیونکہ دوسرے فقراء تو صدقات لے سکتے ہیں مگر وہ ذوی القربیٰ کے لیے حلال نہیں ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ تین مصارف خمس بطور استحقاق نہیں ہیں حتیٰ کہ اگر

ان میں سے کسی ایک ہی صنف کو اگر دے ڈالیں تو جائز ہے جیسا کہ صدقات کے مصارف میں بھی ہمارا یہی مسلک ہے اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک ذوی القربیٰ کے لیے خمس کا پانچواں حصہ مقرر ہے اور اس میں غنی و محتاج برابر ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ معاملہ امام کی رائے پر منحصر ہے۔ وہ اگر چاہے تو ان سب پر تقسیم کرے، چاہے تو بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور اگر دوسروں کا معاملہ ان سے اہم تر ہو تو ان دوسروں کو دے ڈالے اور انہیں ترک کر دے اور ان میں تقسیم مالکؒ کے نزدیک وراثت کی تقسیم کے حساب سے ہوگی، یعنی مرد کا حصہ عورت سے دگنا۔ اور ذوی القربیٰ صرف ہاشم اور بنی المطلب ہیں۔ ثوری اور مزنی کا مذہب یہ ہے کہ دور و نزدیک کے مرد عورت اس میں برابر ہیں اور سب کا حصہ یکساں ہے کیونکہ آیت میں ذوی القربیٰ کا لفظ مطلق ہے اور اس میں غنی اور فقیر کا بھی فرق نہیں لیکن یتامیٰ میں ان حضرات کے نزدیک فقر شرط ہے۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ خلفائے راشدین نے خمس کی تقسیم کا وہی قاعدہ رکھا تھا جو ہم نے اختیار کیا ہے، اور صحابہ کی موجودگی میں یہ ہوا اور کسی نے اعتراض نہ کیا، پس یہ گویا ان کا اجماع تھا۔ اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہیں ہے، کیونکہ خلفاء راشدین پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے قول و فعل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہوگی۔ اور اس وقت جو صحابہ موجود تھے ان سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ غلط تقسیم یا خلافِ سنت فعل و عمل پر خاموش رہے تھے۔ پس جس طرح۔ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ میں اقربون سے مراد عام قرابتیں ہیں اسی طرح ذی القربیٰ کے لفظ کا بھی حال ہے۔ اسی طرح : اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ میں بھی اقربین سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہیں ہے بلکہ عام قرابت مراد ہے۔

اور روایات میں حضورؐ کا خمس کو پانچ حصوں پر تقسیم کرنا اور ذوی القربیٰ کا ایک حصہ دینا جو آیا ہے اس میں یہ کلام ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فقر و حاجت کی بناء پر دیا تھا یا قرابت کے باعث؟ اور خلفائے راشدین کی تقسیم سے ہم نے یہ جان لیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القربیٰ کو ضرورت اور مفلسی کے باعث دیا تھا نہ کہ ان کی قرابت کے باعث۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ غنائم کے معاملے میں شدت اختیار فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک اونٹ کی اون کا بال پکڑا اور فرمایا کہ میرے لیے تمہاری غنیمتوں میں سے خمس سے زیادہ کچھ حلال نہیں اور خمس بھی تم پر رد کر دی جاتی ہے، پس تم سوئی دھاگہ تک واپس لے آؤ۔ کیونکہ مالِ غنیمت میں سے چوری قیامت میں عار اور تذلیل کا باعث ہوگی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرابت داروں کو خمس میں اس حدیث کی رو سے کوئی خصوصی حق نہیں دیا اور یہ فرما کر سب مسلمانوں کو عام طور پر اس میں شامل کر لیا کہ: اور خمس بھی تمہاری ہی طرف لوٹا دی جاتی ہے اس سے پتہ چلا کہ ذی القربیٰ کا حصہ بھی دوسرے سب محتاج مسلمانوں کا سا ہے۔ ان میں سے محتاج کو بقدرِ کفایت دیا جائیگا (فتح القدیر، البدائع)

۲۹۸۱۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعِجْلِيُّ نَا وَكِيعٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنِ السُّدِّيِّ فِي ذِي الْقُرْبَى قَالَ هُمْ بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

ذی القربیٰ کے متعلق سدّی سے مروی ہے کہ وہ عبد المطلب کی اولاد ہیں (بعض نسخوں میں بنو عبد المطلب

کا لفظ ہے اور بعض میں بنو المطلب کا۔ دونوں میں یہ مراد ہے کہ مطلب کی اولاد یا عبد المطلب کی اولاد بھی ذی القربیٰ میں سے ہیں۔

۲۹۸۲۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَنْبَسَةُ اَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَنَا يَزِيْدُ ابْنُ هُرْمُزَ اَنَّ نَجْدَةَ الْحَرُوْرِيَّ حِيْنَ حَجَّ فِيْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنْ سَهْمِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَقُوْلُ لِمَنْ تَرَاهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِقُرْبٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَهُ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَانَ عُمَرُ عَرَضَ عَلَيْنَا مِنْ ذٰلِكَ عَرْضًا رَاَيْنَاهُ دُوْنَ حَقِّنَا فَرَدَدْنَاهُ عَلَيْهِ وَاَبَيْنَا اَنْ نَقْبَلَهُ۔

یزید بن ہرمز نے کہا کہ نجدہ حروری (خارجی نے) عبداللہ بن الزبیر کی گڑبڑ کے زمانے میں جب حج کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ دریافت کرنے کے لیے پیغام بھیجا کہ ذی القربیٰ کے حصے سے کیا مراد ہے؟ اور آپ کے خیال میں یہ کس کا حصہ ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر تقسیم فرمایا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم پر اس سلسلے میں ایک پیش کش کی تھی جسے ہم نے اپنے حق سے کم سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (مسلم، نسائی)

(تشریح: یزید بن ہرمز ابن عباس کا کاتب تھا جو ان کی آنکھیں بند ہونے کے دور میں ان کے حکم سے خطوط لکھا کرتا تھا۔ یہ حدیث مختصراً پہلے بھی کئی بار گزر چکی ہے اور اس میں ذی القربیٰ کے علاوہ اور بھی کئی سوال تھے۔ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خمس کے کئی مصارف دیکھتے ہوئے اس کا کچھ حصہ ان میں خرچ کیا اور باقی ان حضرات کو پیش کیا ہوگا۔ اس سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جانا کہ یہ ذی القربیٰ کا حق بباعث قرابت ہے۔ ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ توقع تو نہیں ہو سکتی تھی کہ اگر یہ ان کا حق تھا تو انہیں حق سے کم دیں اور جب وہ نہ لیں تو بالکل نہ دیں اور محروم کر ڈالیں۔ معلوم ہوا کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے خمس کے کئی مصارف دیکھے تھے جن میں سے ایک قرابت داروں کا مصرف تھا۔ مگر اس سے یہ نہیں واضح ہو سکتا کہ آیا یہ حصہ ان کی محض قرابت کی بنا پر تھا یا فقر و حاجت کے باعث۔ علی رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر بات واضح کی ہے کہ: اس سال ہمیں خمس کی حاجت نہ تھی، اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا حصہ فقر و حاجت کی بنا پر تھا نہ کہ بربنائے قرابت۔ اگلی حدیث دیکھئے تو بات واضح ہو جائے گی۔

۲۹۸۳۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ نَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ نَا اَبُوْ جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ وَلَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمُسَ الْخُمُسِ فَوَضَعْتُهُ

مَوَاضِعَهُ حَيٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَيٰوةَ اَبِيْ بَكْرٍ وَحَيٰوةَ عُمَرَ فَاُتِيَ بِمَالٍ فَدَعَانِيْ فَقَالَ خُذْهُ فَقُلْتُ لَا اُرِيْدُهُ فَقَالَ خُذْهُ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِهٖ قُلْتُ قَدِ اسْتَغْنَيْنَا عَنْهُ فَجَعَلَهٗ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ میں نے علی رضؓ کو یہ کہتے سُنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خُمس کے خُمس کا متولّی بنایا پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر اسے اُس کے مواضع میں خرچ کیا اور حضرت ابوبکر کی زندگی میں بھی اور حضرت عمر رضؓ کی زندگی میں بھی۔ پھر کچھ مال لایا گیا تو حضرت عمر رضؓ نے مجھے بلا کر کہا کہ اسے لے لو، میں نے کہا کہ میں اسے نہیں چاہتا، انہوں نے کہا کہ اسے لے لو کیونکہ اس کے تم لوگ زیادہ حقدار ہو۔ میں نے کہا کہ ہم اس سے غنی ہو چکے ہیں، پس حضرت عمر رضؓ نے اسے بیت المال میں داخل کر دیا۔

شرح) یہ حدیث اوپر گزری جبیر بن مطعم رضؓ کی حدیث کے بظاہر خلاف ہے جس میں یہ مضمون گزرا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ بھی خُمس کی تقسیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کرتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو نہیں دیتے تھے اور حضرت عمر رضؓ انہیں دیتے تھے اور بعد کے خلفاء بھی دیتے تھے۔ محقق ابن الہمام نے کہا ہے کہ حافظ منذری کے بقول جبیر بن مطعم رضؓ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے خُمس کی تقسیم ذی القربیٰ میں نہیں کی اور علی رضؓ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے ذی القربیٰ کو خُمس بانٹا تھا۔ حدیث جبیر رضؓ صحیح ہے اور حدیث علی رضؓ صحیح نہیں ہے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب جو آپ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا تھا کہ اسے لے لو کیونکہ تم اس کے زیادہ حقدار ہو، یہ ہے کہ جب ضرورت ہو تو تم دوسروں سے زیادہ مستحق ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ذی القربیٰ غنا و فقر دونوں حالتوں میں خُمس کے زیادہ حقدار ہوتے تو حضرت علی رضؓ کا اُسے رد کرنا جائز نہ ہوتا، کیونکہ اگر وہ رد کر سکتے تھے تو اس کا اختیار انہیں اپنی طرف سے یا اپنے اہل خانہ سے ہو سکتا تھا نہ کہ تمام ذی القربیٰ سے جن میں سارے بنی ہاشم اور سارے بنی المطّلب داخل تھے۔ علاوہ ازیں اگر ذی القربیٰ کا استحقاق صرف قرابت کی بناء پر تھا تو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مال کو بیت المال میں داخل نہ کر سکتے تھے۔

بات دراصل یہ تھی کہ حضرت علی رضؓ کو ذی القربیٰ کا متولّی و منتظم بنایا گیا تھا، وہ ان کے احوال کو دوسرے ہر آدمی کی نسبت زیادہ جانتے تھے کہ کون کس قدر مستحق ہے اور کون نہیں۔ پس جب علی رضؓ کے اس قول کے باعث کہ ہم اس سے بے نیاز ہو گئے ہیں، حضرت عمر رضؓ نے اسے بیت المال میں جمع کرا دیا۔ دونوں حضرات کے فعل سے یہ واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک ذی القربیٰ کا استحقاق یا احقیت ضرورت کی بناء پر تھی نہ کہ قرابت کی بناء پر، ورنہ نہ علی رضؓ کے لیے انکار جائز ہوتا نہ عمر رضؓ کے لیے اس مال کو بیت المال میں داخل کرنا جائز ہوتا۔

۲۹۸۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ نَا هَاشِمُ بْنُ الْبَرِيْدِ نَا حُسَيْنُ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى

قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ اجْتَمَعْتُ أَنَا وَالْعَبَّاسُ وَفَاطِمَةُ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُوَلِّيَنِي حَقَّنَا مِنْ هَذَا الْخُمُسِ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَقْسِمُهُ حَيَاتَكَ كَيْلَا يُنَازِعَنِي أَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ ذَلِكَ قَالَ فَقَسَمْتُهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَلَّانِيهِ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى إِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ فَإِنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارْدُدْهُ عَلَيْهِمْ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ لَمْ يَدْعُنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ بَعْدَ عُمَرَ فَلَقِيتُ الْعَبَّاسَ بَعْدَ مَا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ فَقَالَ يَا عَلِيُّ حَرَمْتَنَا الْغَدَاةَ شَيْئًا لَا يُرَدُّ عَلَيْنَا أَبَدًا وَكَانَ رَجُلًا دَاهِيًا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ میں نے علی بن ابی طالب کو یہ کہتے سُنا کہ: میں اور عباس رضؓ اور فاطمہ رضؓ اور زید رضؓ بن حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ مناسب جانیں تو کتاب اللہ کے مطابق اس خُمس میں سے جو ہمارا حق ہے اس پر آپ مجھ کو متولّی بنا دیں تاکہ میں اسے آپ کی زندگی بھر اسے تقسیم کرتا رہوں اور آپؐ کے بعد اس میں کوئی میرے ساتھ تنازع نہ کرے۔ علی رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تو میں نے آپ کی زندگی میں اسے تقسیم کیا پھر اس پر مجھے حضرت ابوبکر رضؓ نے مقرر کیا، حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضؓ کے سالوں میں سے آخری سال ہوا تو ان کے پاس بہت سا مال آگیا، انہوں نے ہمارا حق الگ نکال دیا اور پھر مجھے بلا بھیجا میں نے کہا کہ اس سال ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے اور عام مسلمانوں کو حاجت ہے لہٰذا آپ یہ مال مسلمانوں پر لوٹا دیں۔ پس حضرت عمر رضؓ نے یہ مال مسلمانوں کو دے ڈالا (یعنی بیت المال میں جمع کرا دیا) پھر حضرت عمر رضؓ کے بعد اس کی طرف مجھے کسی نے نہ بلایا۔ حضرت عمر رضؓ کے ہاں سے نکلنے کے بعد عباس رضؓ نے مجھ سے کہا: اے علی رضؓ! آج تم نے ہمیں ایک ایسی چیز سے محروم کر ڈالا ہے جو کبھی ہمیں واپس نہ ملے گی، اور عباس رضؓ ایک بڑے باہوش، سمجھ دار اور سیاست دان شخص تھے (اس حدیث کے راوی حسن بن میمون پر لے دے ہوئی ہے)

شرح: داھی اسمِ فاعل ہے دَھْیٌ سے، دھی کا معنی ہے ہوشیاری، اعلیٰ رائے کے مالک ہونا، داھی اس شخص کو کہتے ہیں جو معاملات میں بڑی سمجھ بوجھ کا مالک ہو، رائے والا اور تجربہ کار ہو۔

۲۹۸۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَنْبَسَةُ نَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيُّ اَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ
رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ رَبِيْعَةَ بْنَ الْحَارِثِ وَعَبَّاسَ
بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ اِئْتِيَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُوْلَا لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَلَغْنَا مِنَ السِّنِّ
مَا تَرٰى وَاَحْبَبْنَا اَنْ نَتَزَوَّجَ وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبَرُّ النَّاسِ وَاَوْصَلُهُمْ وَلَيْسَ
عِنْدَ اَبَوَيْنَا مَا يُصْدِقَانِ عَنَّا فَاسْتَعْمِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَى الصَّدَقَاتِ فَلْنُؤَدِّ
اِلَيْكَ مَا يُؤَدِّي الْعُمَّالُ وَلْنُصِبْ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ مِرْفَقٍ قَالَ فَاَتٰى اِلَيْنَا عَلِيُّ
بْنُ اَبِي طَالِبٍ وَنَحْنُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ فَقَالَ لَنَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا وَاللّٰهِ لَا يَسْتَعْمِلُ اَحَدًا مِنْكُمْ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ رَبِيْعَةُ هٰذَا مِنْ اَمْرِكَ
قَدْ نِلْتَ صِهْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَحْسُدْكَ عَلَيْهِ فَاَلْقٰى عَلِيٌّ
رِدَاءَهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ فَقَالَ اَنَا اَبُوْ حَسَنٍ الْقَرْمُ وَاللّٰهِ لَا اَرِيْمُ حَتّٰى يَرْجِعَ
اِلَيْكُمَا ابْنَاكُمَا بِحَوْرِ مَا بَعَثْتُمَا بِهِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَالْفَضْلُ حَتّٰى نُوَافِقَ صَلٰوةَ الظُّهْرِ فَلَمَّا قَامَتْ فَصَلَّيْنَا
مَعَ النَّاسِ ثُمَّ اَسْرَعْتُ اَنَا وَالْفَضْلُ اِلٰى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ يَوْمَئِذٍ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُمْنَا عِنْدَ الْبَابِ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِاُذُنِيْ وَاُذُنِ الْفَضْلِ ثُمَّ قَالَ اَخْرِجَا مَا تُصَرِّرَانِ
ثُمَّ دَخَلَ فَاَذِنَ لِيْ وَلِلْفَضْلِ فَدَخَلْنَا فَتَوَاكَلْنَا الْكَلَامَ قَلِيْلًا ثُمَّ كَلَّمْتُهُ اَوْ
كَلَّمَهُ الْفَضْلُ قَدْ شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ كَلَّمَهُ بِالَّذِيْ اَمَرَنَا بِهِ اَبَوَانَا
فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً وَرَفَعَ بَصَرَهُ قِبَلَ سَقْفِ
الْبَيْتِ حَتّٰى طَالَ عَلَيْنَا اَنَّهُ لَا يَرْجِعُ اِلَيْنَا شَيْئًا حَتّٰى رَاَيْنَا زَيْنَبَ تَلْمَعُ مِنْ وَرَاءِ

الْحِجَابَ بِيَدِهَا تُرِيدُ أَنْ لَا تَعْجَلَا وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرِنَا ثُمَّ خَفَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فَقَالَ لَنَا إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَةَ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ أُدْعُوا لِي نَوْفَلَ بْنَ حَارِثٍ فَدُعِيَ لَهُ نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَالَ يَا نَوْفَلُ أَنْكِحْ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ فَأَنْكَحَنِي نَوْفَلُ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُدْعُوا لِي مَحْمِيَةَ بْنَ جَزْءٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُبَيْدٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَخْمَاسِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَحْمِيَةَ أَنْكِحِ الْفَضْلَ فَأَنْكَحَهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَأَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا لَمْ يُسَمِّهِ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ۔

ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب نے عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضلؓ بن عباس سے کہا کہ تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ سے کہو کہ یا رسول اللہ! آپ دیکھتے ہیں کہ ہم بالغ ہو چکے ہیں اور ہم نکاح کرنا چاہتے ہیں، اور آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والے ہمارے والدین کے پاس حق مہر نہیں جو وہ ہماری طرف سے ادا کریں۔ پس یا رسول اللہ آپ ہمیں صدقات کی تحصیلداری پر مقرر فرمائیں، عمّال جو لاکر دیتے ہیں ہم بھی وہ آپ کو لاکر دیں گے اور ہمیں اپنے کام کی تنخواہ مل جائے گی۔ عبدالمطلب بن ربیعہ نے کہا کہ ہم اسی حالت میں تھے کہ علیؓ بن ابی طالب ہماری طرف تشریف لائے اور ہم سے کہا کہ: نہیں، واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں صدقات کی اگاہی پر مقرر نہیں کریں گے۔ ربیعہ نے کہ یہ ہم پر تمہارا حسد ہے، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل کیا تو ہم نے تم پر حسد نہ کیا تھا۔ پس علیؓ نے اپنی چادر زمین پر ڈالی پھر اس پر لیٹ گئے اور کہا: میں ابوالحسن ہوں جو صائب الرائے ہے۔ واللہ میں یہاں سے نہ ملوں گا حتیٰ کہ تمہارے بیٹے اس سوال کا جواب لے آئیں جس کے لیے تم نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا ہے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ نے کہا کہ میں اور فضل گئے حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ظہر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ پس ہم نے نماز پڑھی، پھر میں اور فضل دونوں جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے دروازے کی طرف گئے اور آپ اس دن زینبؓ بنت جحش کے ہاں تھے۔ پس ہم دروازے پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے (پیار سے) میرا کان اور فضل کا کان پکڑا اور فرمایا: نکالو جو کچھ تم دل میں چھپا رہے ہو۔ پھر آپ گھر میں داخل ہوئے اور مجھے اور فضل کو اجازت دی، پس ہم اندر گئے اور تھوڑی

دیر ہر شخص دوسرے کی بات کرنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں بولا یا فضل نے کلام کیا۔ عبداللہ بن حارث بن حارث راوی کو شک ہے) ہمارے والدین نے ہمیں جو حکم دیا تھا وہ کلام کرنے والے نے ظاہر کر دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھڑی خاموش رہے اور اپنی نگاہ گھر کی چھت کی طرف اٹھائی۔ حتیٰ کہ کافی لمبا عرصہ آپ نے ہمیں جواب نہ دیا، حتیٰ کہ ہم نے پردے کے پیچھے سے زینبؓ کو اشارہ کرتے ہوئے دیکھا، وہ ہاتھ سے اشارہ کرتی تھیں کہ جلدی مت کرو، اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہی معاملے میں غور فرماتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکایا اور فرمایا: یہ جو صدقہ ہے یہ لوگوں کی میل کچیل ہے اور یہ محمد اور آلِ محمدؐ کے لیے حلال نہیں ہے، میرے پاس نوفل بن الحارث کو بلادو، پس نوفل بن الحارث کو آپؐ کے پاس بلایا گیا پس آپؐ نے فرمایا: اے نوفل! عبدالمطلب کا نکاح کردو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس محمیہؓ بن جزء کو بلاؤ، اور وہ بنی زبید کا ایک شخص تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخماس (خمس کی جمع) پر عامل بنا رکھا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمیہ سے فرمایا: فضل کا نکاح کر دے پس اس نے کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھ اور ان کی طرف سے اتنا اور اتنا حق مہر خمس میں سے ادا کر۔ عبداللہ بن الحارث راوی نے اس کی مقدار نہیں بتائی (مسلم، نسائی)

شرح: اس حدیث میں اُس مضمون کا صریح اور واضح ذکر آگیا ہے جس کے متعلق اس سے قبل کئی احادیث میں اشارات گذر رہے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال فئی اور خمس میں سے بنی ہاشم کے لائق نکاح لوگوں کا نکاح کراتے تھے۔ صدقات کے متعلق جو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کے اَوساخ (میل کچیل) ہیں، اس سے غرض یہ تھی کہ ان مطالبہ کرنے والے ہاشمیوں کے دل میں ان کی طرف سے نفرت پیدا کی جائے، ورنہ جو لوگ ان کے مستحق ہوں ان کے لیے ان کی حیثیت یہ نہیں ہے۔ اس لفظ کی گہرائی میں یہ معنیٰ بھی پوشیدہ ہے کہ صدقہ وزکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے جس طرح کہ میل کچیل دُور کرنے سے جسم اور کپڑے پاک وصاف ہو جاتے ہیں۔

۲۹۸۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ نَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا اَرَدْتُ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْدَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعٍ اَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُ اَنْ اَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ فَاَسْتَعِينُ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَتَانِ اِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ

مِنَ الْأَنْصَارِ أَقْبَلْتُ حِينَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَإِذَا بِشَارِفَيَّ قَدْ اُجْتُبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِينَ رَأَيْتُ ذٰلِكَ الْمَنْظَرَ فَقُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا قَالُوا فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِي هٰذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَنَّتْهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَتْ مِنْ غِنَائِهَا أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ فَوَثَبَ إِلَى السَّيْفِ فَاجْتَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا فَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا قَالَ عَلِيٌّ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ قَالَ فَعَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَقِيتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ فَاجْتَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَاهُ ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَإِذَا هُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ فَإِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى سُرَّتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي فَعَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى فَخَرَجَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ۔

علی بن ابی طالب نے کہا کہ میرے پاس ایک نوجوان اونٹنی تھی جو جنگ بدر کے مال غنیمت سے ملی تھی اور اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس میں سے ایک اور جوان اونٹنی بھی عطا کی تھی۔ پس جب میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ کی رخصتی اور ملاپ کا ارادہ کیا اور میں نے قبیلہ بنی قینقاع کے ایک یہودی سُنار کو اس مقصد کے لیے تیار کیا تھا کہ وہ میرے ساتھ چلے تاکہ ہم اذخر بوٹی لائیں، میرا ارادہ یہ تھا کہ ہم اُسے سُناروں کے ہاتھ بیچیں تاکہ میں اپنی شادی کے ولیمے میں اس سے مدد حاصل کروں۔ پس اس اثناء میں کہ میں اپنی اونٹنی کے لیے کجاوے، گدّے بورے اور رسیاں جمع کر رہا تھا اور میری دونوں اونٹنیاں ایک انصاری مرد کے مکان کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھیں میں نے سامان جمع کیا اور آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری اونٹنیوں کی کوہانیں کٹی ہوئی ہیں اور ان کے پہلو پھٹے ہوئے ہیں اور ان کے جگر کا کچھ حصہ نکال لیا گیا ہے، پس جب میں نے یہ منظر دیکھا تو بے اختیار رونے لگا۔ پھر میں نے کہا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ حمزہؓ بن عبد المطلب کا فعل ہے، اور وہ اس گھر میں انصار کی ایک شرابی جماعت سمیت موجود ہے۔ اُسے اور اس کے ساتھیوں کو ایک گانے والی نے گا نا سنایا اور گانے میں یہ بھی گایا: اے حمزہ! جوان موٹی تازی اونٹنیوں کا رُخ کرو۔

یہ سُن کر وہ تیزی سے تلوار کی طرف اٹھا، ان کی کوہانیں کاٹ لیں اور ان کے پہلو پھاڑ دیئے اور ان کے جگروں کا کچھ حصہ لے لیا۔ علیؓ نے کہا کہ میں گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اور آپ کے پاس زید بن حارثہ تھا، علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاڑ لیا کہ مجھ پر کیا گزری ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ علیؓ نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں آج جیسی مصیبت کبھی نہ دیکھی تھی۔ حمزہؓ نے میری اونٹنیوں پر حملہ کیا، ان کی کوہانیں کاٹ لیں اور پہلو پھاڑ ڈالے۔ اور وہ فلاں گھر میں ایک شرابی جماعت کے ساتھ ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی، اسے اوڑھا، پھر چل پڑے اور میں اور زید بن حارثہؓ آپؐ کے پیچھے تھے حتیٰ کہ آپ اس گھر میں پہنچے جہاں حمزہؓ تھے۔ پس آپؐ نے اجازت مانگی اور آپ کو اجازت ملی، آپ نے دیکھا کہ وہ پینے پلانے میں مصروف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حمزہؓ کی عقل پر اُسے ملامت کرنے لگے، حمزہؓ نشہ میں تھے اور ان کی آنکھیں سُرخ تھیں۔ پس حمزہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا، پھر نگاہ اٹھائی اور آپ کے گھٹنوں کی طرف دیکھا، پھر نگاہ اٹھائی تو آپؐ کی ناف کی طرف دیکھا پھر نگاہ اٹھائی اور آپ کے چہرے کی طرف دیکھا۔ پھر حمزہؓ بولے: تم لوگ میرے باپ کے غلاموں کے سوا اور کیا ہو؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ وہ نشے میں ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں واپس پھرے اور گھر سے نکلے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ باہر نکل آئے (بخاری، مسلم)

شرح: یہ واقعہ تحریم خمر سے قبل کا ہے اور غالباً سنہ ۲ھ کے اواخر کا ذکر ہے۔ عربوں کے رواج کے مطابق گائن نے نشہ کی حالت میں حمزہؓ کو ان جوان اونٹنیوں کا گوشت ساتھی شرابیوں کو کھلانے پر اُکسایا تو حمزہؓ نشہ میں دُھت وہ سب کچھ کر گئے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ حرمت خمر کے اعلان کے بعد جس طرح شراب پینے پر سزا ملتی ہے اسی طرح شرابی کے اقوال و افعال بھی لائق گرفت ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص خدانخواستہ نشے میں مرتد ہو جائے تو نشہ اترنے کا انتظار کیا جائے گا۔ اگر ہوش کی حالت میں رجوع اور توبہ کرے تو قتل نہ ہوگا ورنہ تلوار کے حوالے کیا جائیگا۔

امام مالکؒ، ثوریؒ، اوزاعیؒ اور شافعی کے نزدیک نشہ میں مست آدمی طلاق دے دے تو واقع ہو جائے گی یہی حنفیہ کا ایک قول بھی ہے۔ اور یہی سعید بن المسیب، عطاءؒ، حسنؒ، شعبیؒ، نخعیؒ، ابن سیرین اور مجاہدؒ سے مروی ہے۔ ربیعہؒ بن ابی عبد الرحمان، لیثؒ بن سعد، اسحاق بن راہویہؒ، ابو ثورؒ اور مزنیؒ نے کہا کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور

یہی قول حضرت عثمانؓ، ابن عباسؓ، قاسم بن محمد، عمر بن عبدالعزیز اور طاؤس سے منقول ہے۔ احمدؒ بن حنبل نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور کہا کہ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ حسب روایت ابن ابی شیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہؓ پر ان دو اونٹنیوں کا تاوان ڈالا تھا۔ یہ حدیث اس باب میں صرف اس لیے درج کی گئی ہے کہ اس میں جنگ بدر کے مال غنیمت کے خمس کا ذکر ہے جس میں سے حضرت علیؓ کو ایک اونٹنی ملی تھی، جبکہ دوسری ان کا اپنا مال غنیمت کا حصہ تھی۔

۲۹۸۷. حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِيِّ اَنَّ اُمَّ الْحَكَمِ اَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَتْهُ عَنْ اِحْدَاهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ اَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا فَذَهَبْتُ اَنَا وَاُخْتِيْ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيْهِ وَسَاَلْنَاهُ اَنْ يَّاْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِّنَ السَّبْيِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكُنَّ يَتَامٰى بَدْرٍ وَّلٰكِنْ سَاَدُلُّكُنَّ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ لَّكُنَّ مِنْ ذٰلِكَ تُكَبِّرْنَ اللّٰهَ عَلٰى اِثْرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً وَّثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ قَالَ عَيَّاشٌ وَّهُمَا ابْنَتَا عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ام الحکم بنت الزبیر بن عبدالمطلب یا ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب، ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے قیدی ملے، پس میں اور میری بہن اور فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپؐ سے تنگی و ترشی احوال کی شکایت کی اور آپؐ سے سوال کیا کہ ہمیں کوئی قیدی عنایت ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدر کے یتیم تم پر سبقت لے گئے ہیں، لیکن میں تمہارے لیے اس سے بہتر ایک چیز تم پر پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ تکبیر کہو، ۳۳ مرتبہ تسبیح کہو اور ۳۳ مرتبہ تحمید کہو اور سویں بار یوں کہو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے اور تعریف اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" عیاش راوی نے کہا کہ وہ دونوں عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہنیں تھیں۔

۲۹۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي الْجُرَيْرِيَّ عَنْ أَبِي الْوَرْدِ عَنِ ابْنِ أَعْبُدَ قَالَ قَالَ لِي عَلِيٌّ أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مِنْ أَحَبِّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ قُلْتُ بَلَى قَالَ إِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَ فِي يَدِهَا وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَ فِي نَحْرِهَا وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ فَقُلْتُ لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِهِ خَادِمًا فَأَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا فَرَجَعَتْ فَأَتَاهَا مِنَ الْغَدِ فَقَالَ مَا كَانَ حَاجَتُكِ فَسَكَتَتْ فَقُلْتُ أَنَا أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا فَلَمَّا أَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ أَمَرْتُهَا أَنْ تَأْتِيَكَ فَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا يَقِيهَا حَرَّ مَا هِيَ فِيهِ قَالَ اتَّقِي اللَّهَ يَا فَاطِمَةُ وَأَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكِ فَإِذَا أَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَاحْمَدِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَبِّرِي أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ فَتِلْكَ مِائَةٌ فَهِيَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ قَالَتْ رَضِيتُ عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ۔

ابن اعبد نے کہا کہ مجھ سے علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تجھ کو اپنے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سب گھر والوں سے زیادہ محبوب تھیں! میں نے کہا کیوں نہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چکی چلائی حتیٰ کہ ان کے ہاتھ میں چکی نے نشان ڈال دیا اور پانی کی مشک اٹھا کر لاتی رہیں حتیٰ کہ اس کا نشان ان کے سینے پر پڑ گیا اور گھر میں جھاڑو دیا حتیٰ کہ ان کے کپڑے غبار آلود ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی خادم آئے تو میں نے کہا کہ تم اپنے باپ کے پاس اگر جاؤ اور ایک خادم مانگ لاؤ تو بہتر ہو۔ پس فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں تو وہاں کچھ لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے پایا تو واپس لوٹ آئیں۔ پس صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تیری ضرورت کیا تھی؟ پس وہ خاموش رہیں تو میں نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اس نے چکی چلائی حتیٰ کہ اس نے اس کے ہاتھ میں نشان ڈال دیا اور مشک اٹھائی حتیٰ کہ اس نے ان کے سینے پر نشان ڈال دیا، پس جب آپ کے پاس خادم آئے تو میں نے اس سے کہا تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

ایک خادم طلب کرے تاکہ اس مشقت سے بچ جائے جسے اب برداشت کرتی ہے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؓ! اللہ سے ڈر اور اپنے رب کا فریضہ ادا کر اور اپنے گھر والوں کے کام کر، پھر جب تو بستر پر لیٹے تو ۳۳ بار تسبیح کر اور ۳۳ بار تحمید کر اور ۳۴ بار تکبیر کہہ پس یہ ایک سو مرتبہ ہوا. یہ تیرے لیے خادم سے بہتر ہے. فاطمہؓ بولیں کہ میں اللہ سے راضی ہوں اور اس کے رسول سے راضی ہوں (بخاری، مسلم، نسائی، اور سنن ابی داؤد میں ۵۰۶۲ اور ۵۰۶۳ نمبر پر آئے گی.

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ فقہی مسئلہ ہے کہ بیوی جس طرح خاوند سے نفقہ اور لباس کا مطالبہ کر سکتی ہے اس طرح خادم کا مطالبہ نہیں کر سکتی، ہاں! خاوند کے ذمہ عورت کی طرف سے یہ مستحب ہے کہ گھر کے کام کاج جو وہ خود نہیں کر سکتی وہ مرد کر دے. یہ بات اگر مرد پر واجب ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ پر اسے واجب گردانتے یا کسی مناسب طور پر بتا دیتے. ابو جعفر طحاوی نے کہا ہے کہ ایک قوم کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کا خمس میں کوئی مقررہ معلوم حصہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح فقراء و مساکین اور ابنائے سبیل کا حصہ بر بنائے فقر و حاجت بیان کیا ہے اسی طرح ذی القربیٰ کا حال بھی ہے کہ ان کا حصہ بر بنائے فقر و حاجت ہے. پس جس طرح فقیر، مسکین اور ابن السبیل اس استحقاق سے نکل سکتے ہیں جبکہ ان کی وجہ استحقاق باقی نہ رہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ بھی عدم حاجت و عدم فقر کی بناء پر اس سے خارج ہو سکتے ہیں ذوی القربیٰ کو فقراء و مساکین و ابنائے سبیل کے ساتھ بر بنائے فقر و حاجت ملایا گیا ہے، جب یہ سبب باقی نہ رہے تو وہ ان سے خارج ہو جائیں گے. اس قوم نے کہا ہے کہ فاطمہؓ کا نسبی رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت ہی اقرب تھا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب کا حق محض قرابت کی بناء پر ہوتا تو آپؐ فاطمہ کو قیدی خادم سے محروم نہ رکھتے. اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سپرد کیا اور ذکر اللہ کو ان کے لیے خادم سے بہتر قرار دیا. اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے تمام خمس تقسیم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کا حق بر بنائے قرابت قرار نہ دیا، اس سے ثابت ہو گیا کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک خمس کا یہی حکم تھا کہ وہ رشتہ و قرابت کی بناء پر کسی کا حق نہ تھا بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار بھی دیگر اہل استحقاق کی مانند اس کے مستحق تھے. اور اصحاب میں سے کسی نے ان دونوں کی مخالفت نہیں کی جس سے ثابت ہو گیا کہ ان کی رائے بھی اس میں وہی تھی جو حضرات خلفائے راشدین کی تھی، اور یہ مسئلہ اجماعی ثابت ہوا. جب علیؓ کے پاس حکومت و اقتدار آیا تو انہوں نے بھی اس میں وہی کچھ کیا جو ان حضرات نے کیا تھا. پھر طحاوی نے اس مضمون میں اپنی سند کے ساتھ ابو جعفر (محمد الباقر) سے روایت کی ہے کہ محمد بن اسحاق نے ان سے پوچھا جب علیؓ کے پاس خلافت تھی تو انہوں نے ذوی القربیٰ کے حصے کے بارے میں کیا عمل درآمد کیا تھا؟ ابو جعفر نے کہا کہ واللہ علیؓ نے بھی بالکل ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی راہ اختیار کی. پس علیؓ نے اسی کو عدل کی راہ دیکھا اور اسی پر عمل کیا.

۲۹۸۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَلَمْ يُخْدِمْهَا۔

زہری نے علی بن حسین (زین العابدین) سے یہی حصہ روایت کیا۔ علیؒ بن حسین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو خادم نہیں دیا تھا۔

۲۹۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى نَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْقُرَشِيُّ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ يَعْنِي ابْنَ عِيسَى كُنَّا نَقُولُ إِنَّهُ مِنَ الْأَبْدَالِ قَبْلَ أَنْ نَسْمَعَ أَنَّ الْأَبْدَالَ مِنَ الْمَوَالِي قَالَ حَدَّثَنِي الدَّخِيلُ بْنُ إِيَاسِ بْنِ نُوحِ بْنِ مُجَّاعَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ سِرَاجِ بْنِ مُجَّاعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ مُجَّاعَةَ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْلُبُ دِيَةَ أَخِيهِ قَتَلَتْهُ بَنُو سَدُوسٍ مِنْ بَنِي ذُهْلٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ جَاعِلًا لِمُشْرِكٍ دِيَةً جَعَلْتُ لِأَخِيكَ وَلٰكِنْ سَأُعْطِيكَ مِنْهُ عُقْبٰى فَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِائَةٍ مِنَ الْإِبِلِ مِنْ أَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ فَأَخَذَ طَائِفَةً مِنْهَا وَأَسْلَمَتْ بَنُو ذُهْلٍ فَطَلَبَهَا بَعْدُ مُجَّاعَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَأَتَاهُ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ بِاثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ صَاعٍ مِنْ صَدَقَةِ الْيَمَامَةِ أَرْبَعَةَ آلَافٍ بُرًّا أَرْبَعَةَ آلَافٍ شَعِيرٍ وَأَرْبَعَةَ آلَافٍ تَمْرٍ وَكَانَ فِي كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُجَّاعَةَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُجَّاعَةَ بْنِ مَرَارَةَ مِنْ بَنِي سُلْمٰى إِنِّي أَعْطَيْتُهُ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ مِنْ أَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ عُقْبَةً مِنْ أَخِيهِ۔

مجاعہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بھائی کی دیت طلب کرنے آئے جس کو بنی ذھل میں سے بنی سدوس نے قتل کر دیا تھا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی مشرک کے لیے دیت مقرر کرتا تو تیرے بھائی کے لیے کرتا۔ لیکن میں تجھے اس کی طرف سے عوض (تالیفِ قلب کی خاطر) دوں گا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے لکھوایا کہ بنی ذھل کے مشرکوں سے پہلا خمس جو نکلے گا اس میں سے مجاعہؓ کو ایک سو اونٹ دیئے جائیں۔ پس مجاعہؓ نے اس مقدار کا کچھ حصہ لے لیا۔ (یعنی مسلمانوں کے مالِ غنیمت کے خمس میں سے جو بنی ذھل کے خلاف جنگ میں حاصل ہوا تھا) اور پھر بنو ذھل مسلمان ہو گئے (اور ان کے اموال میں غنیمت و خمس کا سوال نہ رہا) پھر مجاعہؓ اس کے

بعد ابوبکرؓ سے طلب کرنے آئے اور ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لائے۔ پس ابوبکرؓ نے صوبۂ یمامہ کے صدقہ میں سے ۱۲ ہزار صاع صدقہ لکھا، چار ہزار صاع گندم، چار ہزار صاع جَو، چار ہزار صاع کھجور۔ اور مجاعہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکتوب لکھوا کر دیا تھا اس میں یہ تھا کہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ مکتوب محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجاعہ بن مرارہ کے لیے ہے جو بنی سلمٰی میں سے ہے کہ میں نے اس کو سو اونٹ اولین خمس میں سے دینے کا حکم دیا ہے جو بنی ذہل کے مشرکوں سے نکلے گا، اس کے بھائی کی طرف سے عوض اور دل جوئی کے طور پر۔

شرح: اس حدیث سے بھی مالِ خمس کے مصارف پر روشنی پڑتی ہے۔ مجاعہؓ بنی حنیفہ کے سردار تھے ان کے بھائی کے قتل پر جو مشرک مرا تھا ان کی اور ان کی قوم کی دلجوئی کا یہ سامان فرمایا گیا ورنہ شرعًا تو اس کی کوئی دیت نہ تھی۔ مجاعہؓ کا پوتا ہلال بن سراج جب عمرؒ بن عبدالعزیز کے پاس بطور رئیس الوفد آیا اور حضورؐ کا یہ خط پیش کیا تو عمرؒ نے اسے چوما اور چہرے پر ملا تھا۔

بَابٌ ۱۲ مَا جَاءَ فِي سَهْمِ الصَّفِيِّ

باب۔ سہم الصفی میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔

۲۹۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمٌ يُدْعَى الصَّفِيَّ إِنْ شَاءَ عَبْدًا أَوْ إِنْ شَاءَ أَمَةً وَإِنْ شَاءَ فَرَسًا يَخْتَارُهُ قَبْلَ الْخُمُسِ۔

عامر شعبیؒ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حصہ صفی بھی کہلاتا تھا، اگر چاہتے تو غلام، اگر چاہتے تو لونڈی اگر چاہتے تو گھوڑا ہوتا جسے مالِ غنیمت کا خمس نکالنے سے قبل پسند کر لیتے تھے۔ (ظاہر ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، اصل مسئلہ پر گفتگو سے قبل دوسری حدیث بھی دیکھ لیجئے!)

۲۹۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا أَبُو عَاصِمٍ وَأَزْهَرُ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ سَهْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّفِيِّ قَالَ كَانَ يُضْرَبُ لَهُ بِسَهْمٍ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ وَالصَّفِيُّ يُؤْخَذُ لَهُ رَأْسٌ مِنَ الْخُمُسِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ۔

ابن عون نے کہا کہ میں نے محمد بن سیرین سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور صفی کیا چیز تھی؟ ابن سیرین نے کہا کہ ایک حصہ تو آپؐ کے لیے مالِ غنیمت میں سے نکالا جاتا تھا جو تمام مسلمانوں کے ساتھ

ہوتا چاہے آپ قتال میں موجود نہ ہوتے اور صفی یہ تھی کہ خمس میں سے ہر چیز سے قبل آپ کے لیے ایک نفر یا جان نکال لی جاتی تھی (یہ حدیث بھی مرسل ہے کیونکہ عامر شعبی کی مانند ابن سیرین بھی تابعی تھے صحابی نہ تھے)

شرح: یہ دونوں حدیثیں مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس مضمون میں بھی ایک گزشتہ حدیث کے خلاف ہیں کہ ان میں صفی کی جو تعریف آئی ہے یہ پہلی حدیث کے خلاف ہے اس حدیث میں اگرچہ راوی اس کا بھی عامر شعبی ہے صفی کے متعلق یہ آیا ہے کہ صفی تقسیم سے قبل سارے مال غنیمت میں سے نکالی جاتی تھی۔ دراں حالیکہ ان حدیث میں صفی کا خمس میں سے ہونا بتایا ہے نہ کہ سارے مال غنیمت میں سے۔ حنفیہ کا مذہب اس مسئلہ میں وہ ہے جو کہ السیر الکبیر کی شرح شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ غنائم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل تین قسم کے حصے ملتے تھے (۱) صفی (۲) عام مجاہدین کا حصہ (۳) خمس الخمس۔ صفی کا معنی یہ تھا کہ آپ تقسیم سے قبل کوئی چیز مثلاً تلوار، زرہ، لونڈی وغیرہ جو چاہتے پسند کر لیتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہ حصہ سپہ سالار کو دیگر حصوں سمیت ملتا تھا، ایک شاعر نے کہا ہے کہ:

لَكَ الْمِرْبَاعُ مِنْهَا وَالصَّفَايَا وَحُكْمُكَ وَالنَّشِيطَةُ وَالْفُضُولُ۔

"اسلام نے صفی کے سوا ان سب چیزوں کو ختم کر دیا ہے۔ یہ حضورؐ کے ساتھ مخصوص تھی اور آپ کے بعد کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ صفی کے آپ کے بعد نہ رہنے پر تو اتفاق ہے مگر خمس میں سے جو حصہ خمس الخمس حضورؐ کا تھا، اس میں اختلاف ہے کہ آپؐ کے بعد وہ خلفاء کے لیے ہے یا نہیں۔ اور یہ مسئلہ السیر الصغیر میں واضح طور پر بیان ہوا ہے۔

۲۹۹۳۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ نَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا كَانَ لَهُ سَهْمٌ صَافٍ يَأْخُذُهُ مِنْ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَتْ صَفِيَّةُ مِنْ ذَلِكَ السَّهْمِ وَكَانَ إِذَا لَمْ يَغْزُ بِنَفْسِهِ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ وَلَمْ يُخَيَّرْ۔

قتادہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قتال فرماتے تھے تو آپؐ کا ایک خالص حصہ بھی ہوتا تھا جو آپؐ جہاں سے چاہتے لے لیتے تھے، پس صفیہؓ اسی حصے میں سے تھیں۔ اور جب آپؐ قتال نہ فرماتے تو آپؐ کا حصہ تو نکالا جاتا مگر چننے کا اختیار نہ ہوتا تھا۔

شرح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود قتال میں شریک نہ ہوتے تھے تو آپؐ کو صفی کا اختیار نہ ہوتا تھا۔ مگر حضرت گنگوہیؒ کا قول ہے کہ صفی کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر حالت میں ہوتا تھا۔ جنگ میں شامل ہوں یا نہ ہوں۔ ہاں! اگر اہل سریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینہ آنے سے قبل ہی مال غنیمت کو تقسیم کر لیتے تو اس میں سے صفی نہ نکالی جاتی، نہ اس لیے کہ حضورؐ کا حق صفی ساقط ہو گیا بلکہ اس لیے کہ تقسیم اس سے قبل واقع ہو گئی۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ متقدمین و متاخرین میں سے میں نے کسی کا یہ قول نہیں دیکھا مگر بنی زہیر اقیش کو حضورؐ نے جو خط لکھا تھا وہ اس کی تائید کرتا ہے۔ اس میں ان چیزوں کا ذکر ہے: توحید و رسالت پر ایمان، اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ، غنیمت کا خمس ادا کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ادا کرنا

صفی کا حصہ جو حضور کا مخصوص حق تھا اُسے ادا کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ معرکہ میں جائیں یا نہ جائیں بہر صورت آپ کو یہ حق ملتے تھے اگر یہ حدیث ضعیف ہے۔

۲۹۹۴۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ نَا سُفْيٰنُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ صَفِيَّةُ مِنَ الصَّفِيِّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صفیہؓ صفی میں سے تھیں (مگر آئندہ حدیث اس کے خلاف ہے اور گفتگو اُسی میں آئے گی)

۲۹۹۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا۔

انس بن مالکؓ نے کہا کہ ہم خیبر میں گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صفیہؓ بنت حُیی کے حسن وجمال کا ذکر کیا گیا اور اُس کا خاوند قتل ہو چکا تھا اور وہ ابھی دُلہن تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے لیے منتخب فرمایا پھر آپ اسے ساتھ لے کر نکلے حتیٰ کہ ہم سدّ الصہباء کے مقام پر پہنچے تو صفیہؓ سے ملاقات حلال ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے ملے۔

شرح: خیبر میں درجنوں قلعے تھے۔ یہ قلعہ جس کا ذکر اس حدیث میں ہے اس کا نام قموص تھا جو بنی ابی الحقیق کا قلعہ تھا اس قلعہ کا مالک کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا۔ صفیہؓ یہودی سردار حُیی بن اخطب کی بیٹی اور سلام بن مشکم قرظی کی بیوی تھیں، اس نے صفیہؓ سے جدائی اختیار کی تو ان کا نکاح کنانہ بن الربیع سے ہوا جو جنگ خیبر میں قلعہ قموص کی فتح کے دن قتل ہوا تھا۔ سدّ الصہبا، کا مقام خیبر سے واپسی پر ایک منزل کی راہ پر واقع تھا۔ خیبر کے معاملات کو نمٹانے میں دیر لگی تھی اور اسلامی لشکر وہاں سے تاخیر کے ساتھ واپس ہوا تھا۔ مزید گفتگو آگے آتی ہے۔

۲۹۹۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

انس بن مالکؓ نے کہا کہ صفیہؓ دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئی تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صفیہؓ کو بطور صفی

چن لیا تھا، کہا گیا ہے کہ پہلے صفیہؓ کا نام زینبؓ تھا، چونکہ انہیں بطور صفی حضورؐ نے اختیار فرمایا تھا اس لیے اب ان کا نام صفیہؓ رکھا گیا مزید بحث آگے دیکھئے) یہ حدیث بخاری، ابن ماجہ، مسلم میں باختلاف الفاظ موجود ہے۔ بیان مختصر آئی ہے۔

۲۹۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ نَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ نَا حَمَّادٌ أَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ وَقَعَ فِي سَهْمِ دِحْيَةَ جَارِيَةٌ جَمِيلَةٌ فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تُصْنِعُهَا وَتُهَيِّئُهَا قَالَ حَمَّادٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا صَفِيَّةُ ابْنَةُ حُيَيٍّ۔

انسؓ نے کہا کہ دحیہؓ کے حصے میں ایک صاحب حسن و جمال لڑکی آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سات نفوس دے کر دحیہؓ سے خرید لیا، پھر اسے ام سلیمؓ کے حوالے کیا تاکہ اُسے بنائیں سنواریں اور تیار کریں۔ حماد راوی نے کہا کہ میرے خیال میں ثابت نے کہا اور ام سلیمؓ کے گھر میں صفیہؓ بنت حیی عدت گزاریں (مسلم نے اسے مطولاً روایت کیا ہے)

شرح: حافظ ابن حجر نے کہا کہ دحیہؓ کے حصے سے مراد یہاں یہ لینا مناسب ہوگا کہ دحیہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی تھی کہ انہیں ایک لونڈی عطاء کی جائے، حضورؐ نے اجازت دے دی تو دحیہؓ نے صفیہؓ کو چنا۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ وہ ان کے ایک عظیم سردار کی بیٹی ہے تو حضورؐ نے یہ مناسب نہ جانا کہ دحیہؓ کو اس کا ہبہ کیا جائے۔ وجہ یہ تھی کہ قیدیوں میں صفیہؓ جیسی اور کوئی نہیں تھی اور صحابہؓ میں دحیہؓ کے درجے کے کئی لوگ تھے بلکہ ان سے بھی اعلیٰ تر۔ خدشہ یہ تھا کہ اگر دحیہؓ کو یہ ہبہ قائم رکھا گیا تو بہت لوگوں کے دلوں میں غم والم پیدا ہوگا، لہٰذا مصلحت عامہ کے پیش نظر حضورؐ نے صفیہؓ کو دحیہؓ سے واپس لے لیا کیونکہ اس پر کسی کے دل میں غم آنے کا احتمال نہ تھا۔ یہ ہبہ میں رجوع نہ تھا۔ حضورؐ نے صفیہؓ کے خاندان کی کوئی اور لڑکی دحیہؓ کو دی مگر وہ دل سے راضی نہ ہوئے تو کچھ اور قیدی بھی ان کے حوالے کیے گئے۔ حافظ صاحب کے اس بیان سے تمام احادیث کا مضمون جمع ہو جاتا ہے اور اختلاف دور ہو جاتا ہے۔

۲۹۹۸۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جُمِعَ السَّبْيُ يَعْنِي بِخَيْبَرَ فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَأَخَذَ صَفِيَّةَ ابْنَةَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ قَالَ يَعْقُوبُ صَفِيَّةَ ابْنَةَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ مَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوهُ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا۔

انسؓ نے کہا کہ خیبر میں جب قیدی جمع کئے گئے تو دحیہؓ آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ مجھے قیدیوں سے ایک لونڈی دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا جا اور ایک لونڈی لے لے۔ پس اس نے صفیہؓ بنت حیی کو لے لیا۔ پھر ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ آپؐ نے دحیہؓ کو صفیہؓ بنت حیی عطا کر دی ہے۔ جو بنی قریظہ اور بنی نضیر کی سردار ہے اور آپؐ کے سوا کسی کے لائق نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دحیہؓ کو اس عورت سمیت بلاؤ۔ پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو دحیہؓ سے فرمایا کہ قیدیوں میں سے اس کے سوا کوئی اور لڑکی لے لو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: جس شخص نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شکایت یہ کہا کہ آپؐ نے دحیہ کو تمام یہود کی سردار عورت دے ڈالی ہے، ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس کے قول میں دو حقائق تھے: ایک یہ کہ وقت کے رواج کے یہ بات خلاف تھی کہ بادشاہ کی بیٹی اور ایک قلعہ کے سردار کی بیوی آپؐ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں گویا رواج ہی تھا او نچے درجے کی خواتین سربراہ مملکت کے پاس رہیں۔ دوسری بات یہ صاف نظر آتی ہے کہ لوگوں کو اس سے شکایت پیدا ہوئی تھی اور فتنے کا اندیشہ تھا۔ اگر یہ ہبہ برقرار رکھا جاتا تو مسلمانوں کی دل شکنی ہوتی جو بہت سی مصلحتوں کے خلاف تھی۔

۲۹۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ نَا قُرَّةُ قَالَ سَمِعْتُ يَزِيْدَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا بِالْمِرْبَدِ فَجَاءَ رَجُلٌ اَشْعَثُ الرَّأْسِ بِيَدِهٖ قِطْعَةُ اَدِيْمٍ اَحْمَرَ فَقُلْنَا كَاَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ قَالَ اَجَلْ قُلْنَا نَاوِلْنَا هٰذِهِ الْقِطْعَةَ الْاَدِيْمَ الَّتِيْ فِيْ يَدِكَ فَنَاوَلَنَاهَا فَقَرَاْنَا مَا فِيْهَا فَاِذَا فِيْهَا مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَنِيْ زُهَيْرِ بْنِ اُقَيْشٍ اِنَّكُمْ اِنْ شَهِدْتُمْ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاَدَّيْتُمُ الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَسَهْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَهْمَ الصَّفِيِّ اَنْتُمْ اٰمِنُوْنَ بِاَمَانِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَقُلْنَا مَنْ كَتَبَ لَكَ هٰذَا الْكِتَابَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یزید بن عبداللہ نے کہا کہ ہم مربد میں تھے (بصرہ کا مربد یا مدینہ کا مربد) کہ ایک بکھرے سر کے بالوں والا مرد آیا، اس کے ہاتھ میں سرخ چمڑے کا ٹکڑا تھا، پس ہم نے کہا: گویا کہ تو صحرا کا رہنے والا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ہم نے کہا کہ یہ ٹکڑا

ہمیں دکھاؤ، یعنی وہ چمڑا جو تیرے ہاتھ میں ہے۔ پس اس نے وہ چمڑا ہمیں پکڑایا تو ہم نے اس میں لکھی ہوئی تحریر پڑھی: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنی زہیر بن اقیش کی طرف، اگر تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کا رسول ہے، اور تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ادا کرو اور صفی کا حصہ ادا کرو تو تمہیں اللہ کی دی ہوئی امان کے مطابق امان دی جاتی ہے اور اس کے رسول کی امان۔ پس ہم نے کہا کہ یہ تحریر تمہیں کس نے لکھ کر دی؟ اس نے کہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی تھی۔

شرح: یزید بن عبد اللہ سے مراد مشہور راوی حدیث ابن الشخیر ہے۔ خطابی کہتے ہیں کہ مربد سے مراد یہاں پر بصرہ کا ایک مشہور محلہ ہے۔ ورنہ بقول مولانا مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر بھی اس نام کی ایک بستی موجود تھی۔ بنو زہیر بن اقیش بنو عکل کی ایک شاخ کا نام تھا۔ یہ بکھرے بالوں والا شخص مشہور شاعر النمر بن تغلب تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی تھا اس نے نہ کسی کی مدح کی نہ ہجو کی، بہت بڑا سخی مرد تھا۔ بڑی عمر میں مسلمان ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد لیکر آیا تھا۔ بصرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی اور کہتے ہیں کہ دو سو سال کی عمر پائی تھی۔ اس تحریر سے معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہر جنگ میں ہوتا تھا خواہ آپ حاضر ہوں یا نہ۔ اسی طرح صفی کا بھی حال تھا اور صفی آپ کے ساتھ خمس کی مانند مخصوص تھی۔ اس تحریر کا ذکر اوپر بھی گزرا ہے۔

بَابُ ۲۲ كَيْفَ كَانَ إِخْرَاجُ الْيَهُودِ مِنَ الْمَدِينَةِ

باب مدینہ سے یہود کا اخراج کیوں کر ہوا؟

۳۰۰۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ أَنَّ الْحَكَمَ ابْنَ نَافِعٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ أَحَدَ الثَّلٰثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ وَكَانَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ يَهْجُو النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّضُ عَلَيْهِ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَأَهْلُهَا أَخْلَاطٌ مِنْهُمُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ وَالْيَهُودُ كَانُوا يُؤْذُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ فَأَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّبْرِ وَالْعَفْوِ فَفِيهِمْ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمُ الْآيَةَ فَلَمَّا أَبَى كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ أَنْ يَنْزِعَ عَنْ أَذَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ

مُعَاذٍ اَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُوْنَهٗ فَبَعَثَ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ وَذَكَرَ قِصَّةَ قَتْلِهٖ فَلَمَّا قَتَلُوْهُ فَزِعَتِ الْيَهُوْدُ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَغَدَوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا طُرِقَ صَاحِبُنَا فَقُتِلَ فَذَكَرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ كَانَ وَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْ يَكْتُبَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ كِتَابًا يَنْتَهُوْنَ اِلٰى مَا فِيْهِ فَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً صَحِيْفَةً

کعب بن مالکؓ سے روایت ہے جو ان تین آدمیوں میں سے تھا جن کی توبہ قبول کی گئی۔ کعب بن اشرف (یہودی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ملے جلے تھے۔ ان میں سے کچھ مسلم تھے، کچھ مشرک تھے جو بتوں کو پوجتے تھے اور کچھ یہودی تھے۔ اور یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دُکھ پہنچایا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو صبر کا اور عفو کا حکم دیا۔ اور یہود کے متعلق یہ آیت اللہ تعالیٰ نے اتاری تھی: "اور تم بالضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت اذیت سنو گے (آل عمران ۱۸۶) پس جب کعب بن اشرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانے سے باز نہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ بن معاذ کو حکم دیا کہ ایک جماعت بھیج کر اسے قتل کرا دے۔ پس اس نے محمدؓ بن مسلمہ کو بھیجا۔ اور کعبؓ نے اس یہودی کے قتل کا قصہ بیان کیا۔ جب ان لوگوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا تو یہودی اور مشرک گھبرا گئے اور بوقتِ صبح دوسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بولے کہ ہمارے ساتھی کے پاس رات کو لوگ گئے اور اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ وہ کیا کہا کرتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت دی کہ آپ میں اور ان میں ایک معاہدہ لکھ لیا جائے اور لوگ اس کی پابندی کریں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور ان کے اور عام اہل اسلام کے درمیان ایک تحریر لکھوائی (بخاری، نسائی، سنن ابی داؤد میں جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے کتاب الجہاد میں کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ گزر چکا ہے۔ بخاری کی حدیث زیادہ طویل اور تمام ہے)

شرح: عبدالرحمٰن راوی کا باپ عبداللہ بن کعب ہے جو صحابی نہیں اور نہ ان تین آدمیوں میں شامل تھا جن کا قصہ سورۂ توبہ میں مذکور ہوا ہے، پس باپ سے مراد اگر عبداللہ ہے تو یہ حدیث مرسل ہے۔ اور اگر باپ سے مراد دادا ہے، اور عبدالرحمٰن نے اپنے دادا کعب بن مالکؓ سے سماع کیا تھا تو پھر یہ حدیث مسند اور متصل ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (کتاب التفسیر) میں جو روایت درج کی ہے وہ عبدالرزاق کے طرق سے ہے اور راوی کا نام عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک ہے۔ گویا کعب بن مالک کے ایک بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا جس کی یہ روایت ہے۔ لہٰذا اس صورت میں عبداللہ کا ذکر اس سند میں کسی راوی کے وہم سے ہوا ہے۔ یہ معاہدہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا آیا یہ وہی ہے جسے میثاقِ مدینہ کا نام دیا گیا ہے اور جس پر بہت اچھی شرح ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھی ہے، یا کوئی اور معاہدہ تھا؟ اس روایت سے یہ صراحت و وضاحت نہیں ہوتی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ بعد میں یہ تحریری معاہدہ حضرت علیؓ کی تحویل میں رہا تھا۔ کعب بن اشرف کے قتل

میں روایات کا کچھ اختلاف ہوا ہے۔ آیا یہ بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سعد بن معاذ رض کو حکم دیا تھا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرا دیا جائے جیسا کہ اس زیر نظر حدیث میں ہے۔ یا آپ نے صحابہ رض سے یہ فرمایا تھا کہ: ہے کوئی جو کعب بن اشرف کا قصہ چکائے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے؟ اس پر محمد بن مسلمہ رض اٹھا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اُسے قتل کر دیا جائے؟ حضور نے فرمایا ہاں، یہ ذکر بخاری میں جابر رض کی روایت میں آیا ہے۔ اور عروہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے محمد بن مسلمہ سے فرمایا تھا کہ اگر تو ایسا کرنا چاہتا ہے تو جلدی نہ کر، پہلے سعد بن معاذ سے مشورہ کر لے۔ ان روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو یہ فرمایا کہ: ہے کوئی جو کعب بن اشرف کا قصہ پاک کرے؟ اس پر محمد بن مسلمہ رض نے اٹھ کر وہ گفتگو کی جو اوپر گزری ہے۔ پھر حضور نے چاہا کہ یہ کام ایک جماعت کے ہاتھوں انجام پائے تو سعد بن معاذ کو بلا کر جماعت کے ساتھ بھیجنے کا حکم دیا اور محمد بن مسلمہ رض سے فرمایا کہ جلدی نہ کر اور سعد رض کے مشورہ سے کرے۔ ان حضرات کا مشورہ ہوا اور سعد رض نے محمد رض مسلمہ کے ساتھ وہ جماعت بھیجی جس نے یہ کام کیا۔ زیر نظر حدیث کا عنوان باب سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ تمہید و مقدمہ تھا آنے والے واقعات کا جن کے باعث یہود کو مدینہ سے خارج کیا گیا۔

۳۰۰۱۔ حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْاَيَامِيُّ نَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ ابْنُ اَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اَصَابَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا يَوْمَ بَدْرٍ وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ جَمَعَ الْيَهُودَ فِي سُوقِ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ اَسْلِمُوا قَبْلَ اَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا اَصَابَ قُرَيْشًا قَالُوا يَا مُحَمَّدُ لَا يَغُرَّنَّكَ مِنْ نَفْسِكَ اَنَّكَ قَتَلْتَ نَفَرًا مِنْ قُرَيْشٍ كَانُوا اَغْمَارًا لَا يَعْرِفُونَ الْقِتَالَ اِنَّكَ لَوْ قَاتَلْتَنَا لَعَرَفْتَ اَنَّا نَحْنُ النَّاسُ وَاَنَّكَ لَمْ تَلْقَ مِثْلَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ قَرَأَ مُصَرِّفٌ اِلَى قَوْلِهِ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِبَدْرٍ وَاُخْرَى كَافِرَةٌ۔

ابن عباس رض نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں شکست دی اور مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو بنو قینقاع کے بازار میں جمع فرمایا؛ اور فرمایا: اے یہود کی جماعت اسلام قبول کر لو قبل اس کے کہ تمہیں اسی قسم کی مصیبت پہنچے جیسی کہ قریش کو پہنچی ہے۔ یہود بولے: اے محمد! تمہیں تمہارے دل کا یہ خیال دھوکے میں نہ رکھے کہ تم نے قریش کے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا ہے، وہ اناڑی لوگ تھے جنہیں جنگ کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ اگر تم ہم سے

جنگ کرو گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کس قدر بہادر اور تجربہ کار لوگ ہیں اور یہ کہ تمہارا مقابلہ ہم جیسوں سے نہیں ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ان کافروں سے کہہ دو کہ عنقریب تم مغلوب ہو گے۔ مصرف نے آیت کو یہاں تک پڑھا: ایک گروہ اللہ کی راہ میں قتال کرتا تھا، یعنی جنگ بدر میں، اور دوسرا گروہ کافر تھا (اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق کا استاد محمد بن ابی محمد مولائے زیدؓ بن ثابت بقول ذہبی و حافظ مجہول ہے)

۳۰۰۲۔ حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ ابْنُ عَمْرٍو نَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنِي مَوْلًى لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي بِنْتُ مُحَيِّصَةَ عَنْ أَبِيهَا مُحَيِّصَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَفِرْتُمْ بِهِ مِنْ رِجَالِ يَهُودَ فَاقْتُلُوهُ فَوَثَبَ مُحَيِّصَةُ عَلَى شَبِيبَةَ رَجُلٍ مِنْ تُجَّارِ يَهُودَ كَانَ يُلَابِسُهُمْ فَقَتَلَهُ وَكَانَ حُوَيِّصَةُ إِذْ ذَاكَ لَمْ يُسْلِمْ وَكَانَ أَسَنَّ مِنْ مُحَيِّصَةَ فَلَمَّا قَتَلَهُ جَعَلَ حُوَيِّصَةُ يَضْرِبُهُ وَيَقُولُ أَيْ عَدُوَّ اللّٰهِ أَمَا وَاللّٰهِ لَرُبَّ شَحْمٍ فِي بَطْنِكَ مِنْ مَالِهِ۔

محیصہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کے مردوں میں سے جس پر تمہارا بس چلے اسے قتل کر دو۔ پس محیصہؓ نے یہود کے تاجروں میں سے ایک شبیبہ پر حملہ کیا جو اُن سے خلط ملط رکھتا تھا، پس اسے قتل کر ڈالا۔ اور حویصہ ان دنوں ابھی اسلام نہ لایا تھا اور وہ محیصہ سے عمر میں بڑا (بھائی) تھا۔ پس جب محیصہؓ نے اُسے قتل کیا تو حویصہ اسے پیٹنے لگا اور کہتا تھا: او دشمن خدا، خدا کی قسم اُس کے مال کی بہت سی چربی تیرے پیٹ میں ہے۔ (محیصہؓ کا نام مسعودؓ بن کعب انصاری خزرجی تھا۔ اس کا بڑا بھائی ازراہ زجر توبیخ اسے یہ کہتا تھا کہ تو نے اپنے محسن کو کیوں قتل کیا ہے) یہودی ہمیشہ سے سازشی اور کینہ توز رہے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی دشمنی اور حسد و کینہ بے مثال رہا ہے۔ انہوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی کہ اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچایا جائے۔

۳۰۰۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتّٰى جِئْنَاهُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ أُرِيدُ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ اِعْلَمُوا إِنَّمَا الْأَرْضُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ شَيْئًا بِمَالِهِ فَلْيَبِعْهُ وَإِلَّا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ۔

ابوہریرہؓ نے کہا کہ اس اثناء میں کہ ہم مسجد میں تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: چلو یہود کی طرف۔ پس ہم آپ کے ساتھ نکلے حتی کہ یہودیوں کے پاس گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور انہیں پکار کر کہا: اے یہود کی جماعت! اسلام لے آؤ تم بچ جاؤ گے۔ پس انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ نے پیغام پہنچا دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تم سلامت رہو گے تو انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ نے تبلیغ کر دی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں وہی چاہتا ہوں (یعنی تبلیغ اور اتمام حجت) پھر آپ نے تیسری بار وہی بات فرمائی اور فرمایا کہ جان لو کہ یہ سرزمین اللہ کی ہے اور اس کے رسولؐ کی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمہیں یہاں سے جلاوطن کر دوں، پس تم میں سے جو کوئی اپنے مال کے بدلے کوئی چیز پائے تو وہ اسے بیچ دے، ورنہ تم جان لو کہ یقیناً یہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے (بخاری، مسلم، نسائی)

تشریح: یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے ہوئے تمام معاہدے یکے بعد دیگرے توڑ ڈالے تھے۔ یہ بڑا نرم فیصلہ تھا کہ انہیں حفاظت کے ساتھ ساری منقولہ جائداد لے کر اور غیر منقولہ اگر بک سکے تو بیچ کر مدینہ سے نکل جانے کی اجازت دی گئی۔ مگر اس حدیث میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ ابوہریرہؓ جنگ خیبر کے دنوں میں اسلام لائے تھے اور بنو قینقاع اور بنو نضیر کا اخراج اس سے قبل پیش آچکا تھا بلکہ جنگ خندق کے بعد یہود بنی قریظہ کا قصہ بھی پیش آچکا تھا، اور ابوہریرہؓ کا اسلام ان سب واقعات سے متاخر تھا، پھر یہ کون سے یہودی ہیں جن کا ذکر ابوہریرہؓ نے کیا ہے؟ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ بظاہر یہ کچھ بچے کھچے یہودی تھے جو مذکورۂ بالا تینوں قبائل کے اخراج کے بعد بھی مدینہ میں باقی رہ گئے تھے۔ اگر یہ نہیں تو ابوہریرہؓ کی روایت کو مرسلات صحابہؓ میں سے ماننا ہوگا، لیکن یہ بات پھر بھی واضح نہیں ہو سکی کہ یہ کون سے یہودی تھے جن کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ ۲۳ فِي خَبَرِ النَّضِيْرِ

(یہود بنی نضیر کا حال)

۳۰۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ كَتَبُوا إِلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ مَعَهُ
الْأَوْثَانَ مِنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ
بِالْمَدِينَةِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ إِنَّكُمْ آوَيْتُمْ صَاحِبَنَا وَإِنَّا نُقْسِمُ بِاللهِ لَتُقَاتِلُنَّهُ
أَوْ لَتُخْرِجُنَّهُ أَوْ لَنَسِيرَنَّ إِلَيْكُمْ بِأَجْمَعِنَا حَتَّى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ وَنَسْتَبِيحَ نِسَائَكُمْ
فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ اجْتَمَعُوا
لِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَقِيَهُمْ فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ وَعِيدُ قُرَيْشٍ مِنْكُمُ الْمَبَالِغَ مَا كَانَتْ تَكِيدُكُمْ
بِأَكْثَرَ مِمَّا تُرِيدُونَ أَنْ تَكِيدُوا بِهِ أَنْفُسَكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا أَبْنَاءَكُمْ
وَإِخْوَانَكُمْ فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقُوا فَبَلَغَ
ذَلِكَ كُفَّارَ قُرَيْشٍ فَكَتَبَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ إِلَى الْيَهُودِ إِنَّكُمْ أَهْلُ
الْحَلْقَةِ وَالْحُصُونِ وَإِنَّكُمْ لَتُقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا أَوْ لَنَفْعَلَنَّ كَذَا وَلَا يَحُولُ بَيْنَنَا
وَبَيْنَ خَدَمِ نِسَائِكُمْ شَيْءٌ وَهِيَ الْخَلَاخِيلُ فَلَمَّا بَلَغَ كِتَابُهُمُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْمَعَتْ بَنُو النَّضِيرِ بِالْغَدْرِ فَأَرْسَلُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْرُجْ إِلَيْنَا فِي ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ وَلْيَخْرُجْ مِنَّا
ثَلَاثُونَ حَبْرًا حَتَّى نَلْتَقِيَ بِمَكَانِ الْمَنْصَفِ فَيَسْمَعُوا مِنْكَ فَإِنْ صَدَّقُوكَ
وَآمَنُوا بِكَ آمَنَّا بِكَ فَقَصَّ خَبَرَهُمْ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ غَدَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَتَائِبِ فَحَصَرَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّكُمْ
وَاللهِ لَا تَأْمَنُونَ عِنْدِي إِلَّا بِعَهْدٍ تُعَاهِدُونِي عَلَيْهِ فَأَبَوْا أَنْ يُعْطُوهُ
عَهْدًا فَقَاتَلَهُمْ يَوْمَهُمْ ذَلِكَ ثُمَّ غَدَا الْغَدَ عَلَى بَنِي قُرَيْظَةَ
بِالْكَتَائِبِ وَتَرَكَ بَنِي النَّضِيرِ وَدَعَاهُمْ إِلَى أَنْ يُعَاهِدُوهُ فَعَاهَدُوهُ

فَانْصَرَفَ عَنْهُمْ وَغَدَا عَلٰى بَنِي النَّضِيْرِ بِالْكَتَائِبِ فَقَاتَلَهُمْ حَتّٰى نَزَلُوْا عَلَى الْجَلَاءِ فَجَلَتْ بَنُو النَّضِيْرِ وَاحْتَمَلُوْا مَا أَقَلَّتِ الْإِبِلُ مِنْ أَمْتِعَتِهِمْ وَأَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ وَخَشَبِهَا فَكَانَ نَخْلُ بَنِي النَّضِيْرِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهَا وَخَصَّهُ بِهَا فَقَالَ تَعَالٰى وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ يَقُوْلُ بِغَيْرِ قِتَالٍ فَأَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَهَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَقَسَمَهَا بَيْنَهُمْ وَقَسَمَ مِنْهَا لِرَجُلَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَا ذَوِيْ حَاجَةٍ لَمْ يَقْسِمْ لِأَحَدٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَيْرِهِمَا وَبَقِيَ مِنْهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ فِيْ أَيْدِيْ بَنِيْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کی کہ کفارِ قریش نے ابن ابی کو اور اس کے ساتھ اوس وخزرج کے جو بُت پرست تھے ان کو لکھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مدینہ میں تھے، اور یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے، قریش نے لکھا کہ تم نے ہمارے ساتھی کو پناہ دی ہے اور ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تم اس سے بالضرور جنگ کرو یا اسے وہاں سے نکال دو ورنہ ہم سب کے سب تمہاری طرف آئیں گے حتیٰ کہ تمہارے قابل جنگ مردوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو قیدی بنا لیں گے۔ جب یہ خط عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی مشرکوں کو پہنچا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ پھر جب یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپؐ ان سے ملے اور فرمایا: یقیناً قریش کی دھمکی تم کو انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ قریش تمہیں اس سے زیادہ کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا کہ تم خود اپنے آپ کو پہنچانا چاہتے ہو، تم اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہو۔ جب ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سُنی تو وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ پھر یہ خبر کفارِ قریش کو پہنچی تو معرکۂ بدر کے کفارِ قریش نے یہود کو لکھا کہ تم اسلحہ والے اور قلعوں والے ہو اور تم ہمارے ساتھی سے ضرور لڑو گے ورنہ ہم یہ اور یہ کریں گے اور ہمارے درمیان اور تمہاری عورتوں کے خلخالوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو سکے گی۔ جب ان کے خط کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی (اور یہود کو تو وہ خط مل ہی چکا تھا) یہودی قبیلے بنو نضیر نے غدر کا پختہ ارادہ کر لیا۔ پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ اپنے تیس اصحاب کو لے کر تشریف لائیں اور ہم میں سے تیس عالم نکلیں گے حتیٰ کہ ہم لوگ راہ کے وسط میں ملیں گے اور وہ عالم آپ کی باتیں سنیں گے، پس اگر وہ آپ کی تصدیق کریں اور آپ پر ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپؐ پر ایمان لے آئیں گے۔ پھر راوی نے (غالباً زہری نے) ان کا واقعہ بیان کیا۔ پس دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لشکر لے کر ان پر حملہ آور ہوئے اور ان کو گھیر لیا اور ان سے فرمایا: واللہ تم میرے نزدیک امن و سلامتی اور اعتماد کے لائق نہیں ہو جب تک کہ ایک معاہدہ منعقد نہ کرو۔ پس انہوں نے کوئی عہد و پیمان دینے سے انکار کر دیا تو حضور نے اُس دن اُن سے جنگ کی۔ پھر دوسرے دن لشکروں کو لے کر بنی قریظہ پر حملہ کیا اور بنی نضیر کو ترک کر دیا اور انہیں دعوت دی کہ وہ آپ سے معاہدہ کر لیں۔ انہوں نے معاہدہ کر لیا تو آپ ان کی طرف سے واپس پھرے اور لشکروں سمیت صبح کو بنی نضیر پر حملہ آور ہوئے، پس آپ نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ وہ جلا وطنی پر راضی ہو گئے۔ اور اونٹ جتنا کچھ اٹھا سکے یعنی ان کا ساز و سامان اور ان کے گھروں کے دروازے اور لکڑیاں وہ سب اٹھا کر لے گئے پس بنی نضیر کی کھجوروں کے باغ خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے تھے اور آپ کی خصوصی ملک میں دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے جو مال فئی دیا ہے، سو تم نے اس پر گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائیں، یعنی یہ جنگ کے بغیر ہاتھ آیا ہے (کیونکہ بنی نضیر بزورِ شمشیر نہیں بلکہ از روئے مصالحت مفتوح ہوئے تھے) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باغوں کا اکثر حصہ مہاجرین کو دے دیا اور انہیں ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اور اس مال میں سے دو انصاری مردوں کو بھی دیا جو حاجت مند تھے۔ ان دو کے علاوہ انصار میں سے کسی اور کو کچھ نہیں دیا اور اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ بچ گیا جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔

شرح: اس حدیث میں ابن اُبیّ کا بار بار ذکر آیا ہے اس سے مراد عبداللہ بن اُبیّ رئیس المنافقین ہے۔ یہودیوں نے تیس تیس آدمیوں کے باہم ملنے کی جو قرارداد کی تھی اور جس تک پہنچ کر اس حدیث میں ہے: فَقَصَّ خَبَرَهُمْ (پس زہری نے ان کا واقعہ بیان کیا) وہ واقعہ یہ ہے کہ حسب روایت سیوطی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیس اصحاب کو لے کر ان کی طرف گئے اور تیس یہودی عالم باہر نکلے۔ حتیٰ کہ جب ہموار زمین پر آمنے سامنے ہوئے تو بعض یہودیوں نے کہا کہ تم کس طرح اس کی طرف (یعنی حضورؐ کی طرف) جا سکو گے جبکہ اس کے ساتھ اس کے تیس اصحاب ہیں جن میں سے ہر ایک اس سے پہلا مرنا پسند کرتا ہے؟ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ جب ہم ساٹھ آدمی جمع ہوں گے تو بات کیونکر سمجھ سکیں گے؟ آپؐ اپنے تین ساتھیوں کو لے کر آئیں اور ہمارے بھی تین علماء آپ کی طرف آئیں گے، وہ آپ کی باتیں سنیں گے، اگر وہ ایمان لے آئے تو ہم سب ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین اصحاب کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے اور تین یہودی آئے جنہوں نے خنجر چھپا رکھے تھے اور وہ دھوکے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مار دینا چاہتے تھے۔ پس بنی نضیر میں سے ایک خیر خواہ عورت نے اپنے بھائی کو پیغام بھیجا جو انصار میں سے ایک مسلم مرد تھا، اور اس عورت نے اُسے بتا دیا کہ بنی نضیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس اس کا بھائی تیزی سے آیا حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لیا اور قبل اس کے کہ حضورؐ یہودیوں تک پہنچے ہوں اُس نے آپؐ کے کان میں وہ بات کہہ دی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور دوسرے دن لشکر لے کر حملہ آور ہوئے الخ

اس حدیث میں دو انصاریوں کو بنی نضیر کے مال فئے سے دینے کا ذکر ہے پہلے ایک حدیث میں ایک شخص کا ذکر ہو چکا ہے اور امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ وہ تین حاجت مند اشخاص تھے: ابو دجانہؓ،

سہل بن حنیف اور الحارث بن الصمۃ۔ اور اس حدیث میں اس مال پر صدقہ، رسولؐ کا لفظ اس لیے بولا گیا ہے
کہ حضورؐ کا ارشاد ہے: مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں کہا ہے کہ یہاں پر ایک سوال ہے اور وہ یہ ہے کہ
بنی نضیر کے اموال کو قتال کے بعد حاصل کیا گیا تھا کیونکہ ان کا کئی دن تک محاصرہ کیا گیا، انہوں نے قتال کیا اور
ان کا مقابلہ مقابلہ ہوا، پھر آخر میں انہوں نے جلا وطنی پر خود مصالحت کی، پس واجب تھا کہ ان اموال کو مالِ
غنیمت قرار دیا جاتا نہ کہ مالِ فئ۔ اور اس سوال کے سبب سے مفسرین نے یہاں پر دو وجہیں بیان کی ہیں۔

(۱) پہلی یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کے بارے میں نہیں اتری تھی بلکہ فدک کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ بنی نضیر کا تو محاصرہ
کیا گیا، ان پر فوجیں، گھوڑے اور اونٹ چڑھائے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا
تھا۔ اہل فدک از خود وہاں سے نکل گئے تھے اس لیے جنگ و جدل کے بغیر وہ علاقہ اور اس کے اموال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آ گئے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کے غلے اور پھلوں میں سے اپنا اور
اپنے اہل و عیال کا خرچ لیتے تھے اور باقی کو سامانِ جنگ کی تیاری اور اسلحہ وغیرہ کی خریداری پر صرف فرماتے تھے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک آیت بنی نضیر کے متعلق ہی نازل ہوئی تھی اور ان دنوں مسلمانوں کے پاس کچھ زیادہ
گھوڑے یا اونٹ وغیرہ نہ تھے اور بنی نضیر تک جانے میں انہوں نے زیادہ مسافت طے نہیں کی تھی کیونکہ وہ
مدینہ سے دو میل پر تھے لہٰذا صحابہ پیدل وہاں جا پہنچے تھے۔ اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی
بھی سوار ہو کر نہیں گیا تھا اور آپؐ بھی اونٹ پر گئے تھے۔ پس جبکہ وہاں لڑائی کم ہوئی اور گھوڑے اور اونٹ کام میں
نہ لائے گئے تو اللہ تعالےٰ نے اسے یوں ٹھہرایا گویا کہ اس میں قتال ہوا ہی نہیں اور ان اموال کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے مخصوص کر دیا۔

امام ابوبکر جصاصؒ رازی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) حربی کافروں کے ساتھ ان کی جلا وطنی پر مصالحت کرنا حالانکہ انہیں قیدی بنایا جائے نہ ذمی ٹھہرایا جائے اور
نہ جزیہ لیا جائے۔ اور یہ حکم ہمارے نزدیک اس وقت منسوخ ہو جاتا ہے جبکہ اہل اسلام میں حربیوں سے
لڑنے کی قوت ہو تاکہ وہ اسلام لائیں یا جزیہ ادا کریں۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے اُس وقت تک کفار
کے ساتھ قتال کا حکم دیا ہے جب تک یا وہ اسلام لائیں یا جزیہ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ..... حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ اور اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ:
فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ پس جب مسلمانوں میں ان کے ساتھ لڑنے کی قوت ہو اور
یا انہیں اسلام میں داخل کر سکیں یا ذمی بنا سکیں تو انہیں جلا وطن کرنا ناجائز ہے۔ لیکن جب مسلمان ان کے مقابلے
سے عاجز ہوں، انہیں اسلام میں داخل کرنے یا ذمی بنانے کی ہمت نہ رکھتے ہوں تو ان کے لیے جائز ہے
کہ حربیوں کے ساتھ ان کی وطن سے جلا وطنی پر مصالحت کریں۔ اور اس حدیث سے دوسری بات جو معلوم
ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مال کی غیر معین (مجہول) مقدار پر حربیوں کے ساتھ مصالحت کی جائے تو جائز ہے
کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے ان کی اراضی اور اسلحہ پر مصالحت کی تھی اور جو چیزیں
ان کے اونٹ اٹھا کر لے جا سکیں انہیں اجازت دے دی تھی۔

۳۰۰۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا ابْنُ

جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ يَهُودَ النَّضِيرِ وَقُرَيْظَةَ حَارَبُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي النَّضِيرِ وَاَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ اِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَهُمْ وَاَسْلَمُوا وَاَجْلٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ بَنِي قَيْنُقَاعَ قَوْمَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ وَكُلَّ يَهُودِيٍّ كَانَ بِالْمَدِينَةِ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بنی نضیر اور بنی قریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو جلاوطن کیا اور قریظہ کو برقرار رکھا اور ان پر احسان فرمایا حتیٰ کہ اس کے بعد قریظہ نے بھی جنگ کی، پس حضورؐ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتیں اور مال اور اولاد مسلمانوں میں تقسیم کر دی سوائے چند ایک کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے تو آپؐ نے انہیں امان دے دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سب یہود کو جلاوطن کر دیا، بنو قینقاع جو عبداللہ بن سلامؓ کی قوم تھی اور بنی حارثہ کے یہودی اور ہر یہودی جو مدینہ میں تھا (بخاری، مسلم)

شرح: اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ معاہد اور ذمی جب عہد شکنی کرے تو وہ حربی ہو جاتا ہے اور اس پر اہل حرب کے احکام جاری ہو جاتے ہیں اور امام ان میں سے جسے چاہے قید کر سکتا ہے اور جسے چاہے اس پر احسان بھی کر سکتا ہے۔ جب امن دیدے یا احسان کرے اور اس کے بعد ان کی طرف سے عہد شکنی کا ظہور ہو تو ان کا عہد از سر نو ٹوٹ جاتا ہے۔ بنو قریظہ امان میں تھے پھر جنگ خندق میں انہوں نے قریش کی مدد کی لہٰذا ان کا عہد ٹوٹ گیا اور ان کے خلاف کاروائی کی گئی۔ مدینہ کے ہر یہودی قبیلے نے بار بار عہد شکنی کی تھی، ادھر اور بردباری اور حلم و تحمل اگر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوا۔ اس خبیث، عہد شکن، بدعہد قوم نے اپنی فطرت کے اظہار میں بالکل کمی نہیں کی۔ کم و بیش تین یا چار مرتبہ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کوشش کی تھی۔

بَابُ ۲۴ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ اَرْضِ خَيْبَرَ

سرزمین خیبر کے حکم کا باب ۲۴

۳۰۰۶۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ ابْنِ اَبِي الزَّرْقَاءِ نَا اَبِي نَا

حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَحْسَبُهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ فَغَلَبَ عَلَى الْأَرْضِ وَالنَّخْلِ وَأَلْجَأَهُمْ إِلَى قَصْرِهِمْ فَصَالَحُوهُ عَلَى أَنَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ وَالْحَلْقَةُ وَلَهُمْ مَا حَمَلَتْ رِكَابُهُمْ عَلَى أَنْ لَا يَكْتُمُوا وَلَا يُغَيِّبُوا شَيْئًا فَإِنْ فَعَلُوا فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ وَلَا عَهْدَ فَغَيَّبُوا مَسْكًا لِحُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ كَانَ قُتِلَ قَبْلَ خَيْبَرَ كَانَ احْتَمَلَهُ مَعَهُ يَوْمَ بَنِي النَّضِيرِ حِينَ أُجْلِيَتِ النَّضِيرُ فِيهِ حُلِيُّهُمْ وَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَعْيَةَ أَيْنَ مَسْكُ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ قَالَ أَذْهَبَتْهُ الْحُرُوبُ وَالنَّفَقَاتُ فَوَجَدُوا الْمَسْكَ فَقَتَلَ ابْنَ أَبِي الْحُقَيْقِ وَسَبَا نِسَاءَهُمْ وَذَرَارِيَّهُمْ وَأَرَادَ أَنْ يُجْلِيَهُمْ فَقَالُوا يَا مُحَمَّدُ دَعْنَا نَعْمَلُ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ وَلَنَا الشَّطْرُ مَا بَدَا لَكَ وَلَكُمُ الشَّطْرُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ ثَمَانِينَ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ وَعِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ شَعِيرٍ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں سے جنگ کی، پس باغوں اور زمین پر غالب آگئے اور انہیں ان کے محل کی طرف مجبور کر دیا۔ پھر یہود نے آپؐ سے اس شرط پر مصالحت کر لی کہ سونا، چاندی اور اسلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا، اور ان کے لیے وہ مال ہے جو ان کی سواریاں اٹھالیں بشرطیکہ وہ کچھ نہ چھپائیں اور کچھ غائب نہ کریں، اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کا کوئی عہد اور ذمّہ نہ ہوگا۔ پس انہوں نے حُیَیّ بن اخطب کی ایک مشک (کھال) چھپالی (جس میں مال ودولت اور زیور تھے) حُیَیّ بن اخطب جنگ خیبر سے قبل ہی قتل ہو چکا تھا اور اس مشک کو وہ بنی نضیر کے دن اٹھا کر لے گیا تھا جبکہ نضیر کو جلا وطن کیا گیا۔ اس میں ان کے زیور تھے۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعیہ یہودی سے پوچھا: حُیَیّ بن اخطب کی مشک کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ جنگیں اور اخراجات اسے لے گئے ہیں۔ پھر مسلمانوں نے وہ مشک پالی، پھر ابن ابی الحُقیق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرا یا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ اور حضورؐ نے اہل خیبر کو جلا وطن کرنا چاہا تو انہوں نے کہا: اے محمد ہم کو اس زمین میں کام کرنے دیجئے اور ہمیں نصف حصہ دیجئے جب تک آپ کا خیال ہمیں رہنے

دینے کا ہو، اور تمہارے لیے نصف ہوگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے ہر بیوی کو اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو دیا کرتے تھے۔

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ حُیَیّ بن اخطب کی مشک سونے چاندی اور زیوروں کا ایک ذخیرہ تھا اور اُسے "مسک الجمل" کہا جاتا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قیمت دس ہزار دینار لگائی گئی تھی۔ جو یہودی عورت بھی دلہن بنائی جاتی اُسے مستعار دے کر وہ زیور پہناتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرط کی تھی کہ آپ سے کوئی سونا، چاندی، زیور وغیرہ نہ چھپائیں گے، مگر انہوں نے عہد شکنی کی اور یہ مشک چھپا لی، پھر اُن کا جو معاملہ ہوا وہ معلوم ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر کی پیشکش مان لی تھی اور انہیں بطور کاشت کار نصف بٹائی کی شرط پر وہیں رہنے دیا تھا۔

مولانا نے فرمایا کہ نصف، ثلث، رُبع وغیرہ پر زمین کی بٹائی میں اختلاف ہوا ہے۔ پس اسے علیؓ، ابن مسعودؓ، سعدؓ، زبیرؓ، اُسامہؓ، ابن عمرؓ، معاذ اور خباب رضی اللہ عنہم نے جائز رکھا ہے اور یہی قول ہے ابن المسیب، طاؤس، ابن ابی لیلی، اوزاعی، ثوری، ابو یوسف، محمد اور احمد رحمہم اللہ کا۔ اور انہوں نے مزارعت اور مساقات کو جائز رکھا ہے۔ اور ایک گروہ نے اسے مکروہ ٹھہرایا ہے۔ یہ ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، عکرمہؒ اور نخعیؒ سے مروی ہے اور یہی مالکؒ، ابو حنیفہؒ، لیثؒ، شافعیؒ اور ابو ثورؒ کا مذہب ہے۔ ان کے نزدیک مساقات جائز ہے مگر ابو حنیفہؒ اور زفرؒ نے اسے ممنوع کہا ہے اور ان کے نزدیک مساقات اور مزارعت کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ ابو حنیفہؒ اور زفرؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مخابرہ سے ممانعت آئی ہے۔ رہا اہل خیبر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ سو انہوں نے کہا کہ یہ بطور مزارعت و مساقات نہ تھا بلکہ بطور خراج تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر احسان فرمایا تھا، ورنہ وہ علاقہ اور اراضی اور باغات وغیرہ حضورؐ کی ملکیت تھے بطور مال غنیمت اگر یہ مزارعت ہوتی تو حضورؐ انہیں مدت بتاتے، مگر کوئی مدت نہیں بتائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ یہ مزارعت نہ تھی ورنہ مزارعت کو جائز رکھنے والوں کے نزدیک بھی بیان مدت ضروری ہے۔ اور ابو بکر جصاص رازی نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ جو نصف پھل اور غلے کا معاملہ کیا تھا وہ بطور جزیہ تھا، لیکن اس کا جزیہ ہونا حضورؐ کی کسی حدیث سے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بالکل ثابت نہیں ہوا۔ ابھی اس مسئلے پر گفتگو آتی ہے۔

۳۰۰۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ نَا اَبِيْ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى اَنْ نُخْرِجَهُمْ اِذَا شِئْنَا وَ مَنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ فَلْيَلْحَقْ بِهٖ فَاِنِّيْ مُخْرِجٌ يَهُوْدَ فَاَخْرَجَهُمْ۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر سے اس شرط پر معاملہ کیا تھا کہ ہم جب چاہیں انہیں نکال دیں، اور جس شخص کا کوئی وہاں مال ہو وہ ان سے لے کر

محفوظ کرے کیونکہ میں یہود کو نکالنے والا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کو نکال دیا۔ حضرت عمرؓ کا یہ اعلان ان کے زمانۂ خلافت میں ہوا تھا۔ پچھلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ یہود کے ساتھ انہیں خیبر میں رہنے دینے کی جو شرط ہوئی تھی وہ یہ تھی، پس یہود نے کہا کہ اے محمدؐ! ہمیں اسی زمین پر کام کرنے دیجئے، جب تک آپ کی مرضی ہو ہمیں نصف بٹائی دیجئے اور خود بھی نصف لیجئے۔ اس کے بعد بھی یہود اپنی فطری خباثتوں سے باز نہ آئے، لوگوں کو چھپ چھپا کر مار ڈالنا، کسی نہ کسی طور پر اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانا ان کا وطیرہ تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی معاہدے کا حوالہ دیا ہے اور اپنے زمانۂ خلافت میں انہیں خیبر سے نکال دیا تھا۔

۳۰۰۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا أُفْتُتِحَتْ خَيْبَرُ سَأَلَتْ يَهُودُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِرَّهُمْ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا عَلَى النِّصْفِ مِمَّا خَرَجَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُقِرُّكُمْ عَلَى ذٰلِكَ فِيهَا مَا شِئْنَا فَكَانُوا عَلَى ذٰلِكَ وَكَانَ التَّمْرُ يُقْسَمُ عَلَى السُّهْمَانِ مِنْ نِصْفِ خَيْبَرَ وَيَأْخُذُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمُسَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَ كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ أَزْوَاجِهِ مِنَ الْخُمُسِ مِائَةَ وَسْقٍ تَمْرًا وَعِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ شَعِيرٍ فَلَمَّا أَرَادَ عُمَرُ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ أَرْسَلَ إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُنَّ مَنْ أَحَبَّ مِنْكُنَّ أَنْ أَقْسِمَ لَهَا نَخْلًا بِخَرْصِهَا مِائَةَ وَسْقٍ فَيَكُونُ لَهَا أَصْلُهَا وَأَرْضُهَا وَمَاؤُهَا وَمِنَ الزَّرْعِ مَزْرَعَةٌ خَرْصُ عِشْرِينَ وَسْقًا فَعَلْنَا وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ نَعْزِلَ الَّذِي لَهَا فِي الْخُمُسِ كَمَا هُوَ فَعَلْنَا۔

عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ جب خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ انہیں اسی شرط پر وہاں رہنے دیں کہ خیبر سے حاصل ہونے والا غلہ وغیرہ نصفا نصف ہوگا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ہم چاہیں گے تمہیں اس شرط پر یہاں ٹھہرنے دیں گے۔ پس وہ اس شرط پر وہاں تھے اور کھجور (وغیرہ پھل) خیبر سے نصف کے حساب سے تقسیم ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس حاصل کرتے تھے

اور خیبر کے خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے ہر عورت کو سو وسق کھجور اور بیس وسق جو دیئے تھے۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے یہود کو نکالنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو پیغام بھیجا اور اُن سے کہا کہ آپ میں سے جو چاہیں کہ انہیں خیبر کے باغوں کی کھجوریں ملیں کہ اندازہ کر کے سو وسق دے دی جائیں۔ پس اُسے وہ اصل کھجوریں ان کی زمین اور پانی سمیت دے دی جائیں گی اور کھیتی میں اتنی زمین جس سے بیس وسق پیداوار ہو وہ ملے گا، جو یہ چاہے ہم ایسا کریں گے اور جو چاہیں کہ ہم ان کے لیے خمس میں سے ان کا حصہ نکال کر الگ کریں تو ایسا کر دیں گے (صحیح مسلم باب المساقات)

شرح: حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے ساتھ جو معاملہ ہوا تھا وہ مزارعت و مساقات کا تھا اور دیگر فقہاء کے علاوہ حنفیہ میں سے ابو یوسف اور محمد نے مزارعت کو اس دلیل سے جائز رکھا ہے۔ اوپر یہ بحث کچھ گزر چکی ہے، دلیل سے یہ بات پختہ نظر آتی ہے کہ یہ عقد مزارعت کا تھا اور جن صحابہ اور تابعین اور فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے ان کی دلیل پختہ تر ہے۔ واللہ اعلم، دوسری واضح بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ یہود کی گزارش پر حضورؐ نے جو کچھ انہیں وہاں رہنے کی اجازت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا تھا وہ یہی تھا کہ ان کا وہاں رکھنا یا نہ رکھنا، جو بھی مصلحت کے مطابق ہو، یہ اسلامی حکومت کا کام تھا۔ ان کے ساتھ کوئی دائمی اور حتمی سمجھوتہ ہرگز نہ ہوا تھا۔ یہ بعد کا پروپیگنڈا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہود کو خیبر میں رہنے کی اجازت دے دی تھی مگر حضرت عمرؓ نے انہیں وہاں سے نکال دیا تھا۔ اس حدیث کی بیان کردہ مقدار (ہر زوجۂ مکرمہ کے لیے یک صد وسق کھجور) گزشتہ حدیث کی مقدار اسّی وسق کے خلاف ہے۔ حدیث کا راوی تو ایک ہی صحابی ہے شاید ظن و تخمینا سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہوگا۔ مولاناؒ نے فرمایا ہے کہ شاید حضورؐ نے پہلے ان ازواج مکرمات کو اسّی وسق فی کس کے حساب سے دیا ہوگا اور جب دیکھا کہ یہ مقدار ناکافی ہے تو بڑھا کر سو وسق کر دیا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خیبر کا حاصل کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہوگا۔ زیادتی کی صورت میں سو وسق اور کمی کی صورت میں اسّی وسق دیا جاتا ہوگا، کیونکہ انہیں جو کچھ ملتا تھا وہ تو سارے غلے اور پھل کا خُمس تھا۔ حضرت عمرؓ کی پیشکش پر بعض ازواج مطہرات نے زمین پسند کی اور بعض نے پھل اور غلہ۔ حضرت عائشہؓ زمین پسند کرنے والوں میں تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۳۰۰۹۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح وَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ -

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی پس ہم نے اُسے بزورِ شمشیر حاصل کیا اور قیدی بھی جمع کئے گئے۔ (اور ان میں حضرت صفیہؓ ام المؤمنین بھی تھیں جنہیں حضورؐ نے آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تھا) (بخاری، مسلم، نسائی) اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ جب خیبر بزورِ شمشیر فتح ہوا تھا تو وہاں کے باشندوں کو وہاں رہنے دینا یا نکال دینا یہ خالصتہً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر موقوف تھا،

اور انہیں وہاں جو رہنے دیا گیا یہ ایک رعایت تھی جو ان سے کی گئی۔

۳۰۱۰۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ نَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنِي سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ نِصْفَيْنِ نِصْفًا لِنَوَائِبِهِ وَحَاجَتِهِ وَنِصْفًا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قَسَمَهَا بَيْنَهُمْ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا۔

سہل بن ابی حثمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا، نصف تو اپنے حوادث و نوائب اور اپنی ضرورت کے لیے تھا اور نصف مسلمانوں کے درمیان اٹھارہ حصوں پر تقسیم فرمایا تھا۔

شرح: معالم السنن میں امام ابو سلیمان الخطابی نے فرمایا کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ کوئی زمین جب فتح ہو اور بطور مالِ غنیمت حاصل ہو تو اسے دیگر مال و اسباب کی مانند تقسیم کیا جا سکتا ہے اس میں اور دیگر اموال منقولہ غیر منقولہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ خیبر کے معاملے سے جو بات ظاہر و باہر ہے وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بزور شمشیر فتح کیا تھا اور جب اس کی فتح یوں ہوئی تھی تو وہ سرزمین ساری مالِ غنیمت تھی اور اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اس میں خمس الخمس یعنی ۱/۲۵ تھا یعنی وہ حصہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت ۴۱ میں فرمایا ہے: اور جان لو کہ جو چیز تم بطور غنیمت حاصل کرو تو اس کا ۱/۵ اللہ و رسول کا اور قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔ اور حدیث زیر نظر میں ہے کہ حضور کا حصہ اس میں سے نصف تھا جسے آپ اپنے حوائج و نوائب میں صرف فرماتے تھے، سو یہ کیونکر ممکن ہوا؟ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ اشکال اس شخص کو پیش آتا ہے جو فتح خیبر کی احادیث و اخبار و مرویات کا تتبع نہ کرے اور انہیں جمع و ترتیب کے قاعدے سے نہ دیکھے۔ غور و فکر کے بعد اس تقسیم کی وضاحت سامنے آتی ہے اور اس میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ خیبر کی کچھ بستیاں، گاؤں اور زمینیں اصل خیبر کے رقبے سے باہر واقع تھیں مثلاً، وطیحہ، کتیبہ، شق، نطاۃ اور سلالیم وغیرہا۔ یہ علاقے کچھ تو بزور شمشیر فتح ہوئے تھے اور انہیں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ مگر بعض مالِ فیٔ تھے کیونکہ وہ بزور شمشیر فتح نہیں ہوئے بلکہ بآسانی یا از روئے مصالحت قبضے میں آئے تھے۔ پس یہ فیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی اور یہی وہ اموال تھے جنہیں آپ مصالح و نوائب اور حاجات کے لیے رکھتے تھے۔ پس لوگوں نے ان دونوں قسم کے علاقوں اور اراضی کو دیکھا تو پورے علاقہ خیبر میں بزور شمشیر فتح ہونے والے اور بطور فیٔ ہاتھ آنے والے نصفا نصف تھے۔ چنانچہ ابن شہاب زہریؒ نے اسے وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اور حدیث میں یہ جو آیا ہے کہ نصف کو مسلمانوں کے درمیان ۱۸ حصوں پر تقسیم کیا گیا اس کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔

۳۰۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ فَعَزَلَ نِصْفَهَا لِنَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ الْوَطِيحَةَ وَالْكُتَيْبَةَ وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا وَعَزَلَ نِصْفَ الْآخَرِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الشَّقَّ وَالنَّطَاةَ وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا وَكَانَ سَهْمُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا۔

بشیر بن یسار نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں دیا تو آپ نے اسے ۳۶ حصوں میں تقسیم فرمایا، ہر حصہ پھر آگے سو حصوں پر مشتمل تھا۔ پس اس کے نصف کو تو حضور نوائب وحوادث اور وفود وغیرہم کے لیے رکھا۔ اور وہ یہ علاقے تھے: وطیحہ، کتیبہ اور ان دونوں سے ملحق علاقے۔ اور بعض علاقوں کو الگ کر لیا اور مسلمانوں میں بانٹ دیا مثلاً: شق اور نطاۃ اور ان کے ملحقہ علاقے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ان کے ملحقہ علاقوں میں تھا۔

۳۰۱۲۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ابْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ يَحْيَى بْنَ آدَمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي شِهَابٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيثَ قَالَ فَكَانَ النِّصْفُ سِهَامُ الْمُسْلِمِينَ وَسَهْمُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَزَلَ النِّصْفَ لِلْمُسْلِمِينَ لِمَا يَنُوبُهُ مِنَ الْأُمُورِ وَالنَّوَائِبِ۔

بشیر بن یسار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت سے سنا کہ انہوں نے کہا الخ پھر بشیر بن یسار نے یہ حدیث بیان کی، کہا کہ نصف میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور مسلمانوں کا حصہ تھا اور نصف کو آپ نے جدا کر لیا تھا تاکہ مسلمانوں کے پیش آمدہ امور وحوادث میں کام آئے۔ (یہ حدیث ایک اور سند سے پہلے مرسلاً بیان ہوئی ہے اور یہاں مسند ہو گئی ہے کیونکہ بشیر بن یسار صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کرتا ہے)

۳۰۱۳۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى الْأَنْصَارِ عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ فَقَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ فَكَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِينَ النِّصْفُ مِنْ ذٰلِكَ وَعَزَلَ النِّصْفَ الْبَاقِيَ لِمَنْ نَزَلَ بِهِ مِنَ الْوُفُودِ وَالْأُمُورِ وَنَوَائِبِ النَّاسِ۔

بشیر بن یسار مولائے انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پر غالب آئے تو آپ نے اسے ۳۶ حصوں پر تقسیم فرمایا اور ہر حصے میں سو حصے آگئے تھے، پس اس سارے کا نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور مسلمانوں کے لیے تھا اور باقی نصف کو آپ نے باہر سے آنے والے وفدوں اور امور و حوادث کے لیے الگ کر لیا تھا۔

۳۰۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ قَسَمَهَا سِتَّةً وَثَلَاثِينَ سَهْمًا جَمْعًا فَعَزَلَ لِلْمُسْلِمِينَ الشَّطْرَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا يَجْمَعُ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةً النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ لَهُ سَهْمٌ كَسَهْمِ أَحَدِهِمْ وَعَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَهُوَ الشَّطْرُ لِنَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ وَكَانَ ذٰلِكَ الْوَطِيحَ وَالْكُتَيْبَةَ وَالسَّلَالِمَ وَتَوَابِعَهَا فَلَمَّا صَارَتِ الْأَمْوَالُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِينَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عُمَّالٌ يَكْفُونَهُمْ عَمَلَهَا فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ فَعَامَلَهُمْ۔

بشیر بن یسار سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خیبر کے اموال فئی دیئے تو آپ نے خیبر کو کل ۳۶ حصوں میں تقسیم فرمایا۔ نصف یعنی ۱۸ حصے مسلمانوں کے لیے الگ کر لیے ہر حصے میں پھر آگے سو حصے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور آپ کا بھی ان میں سے ایک کی طرح ایک حصہ تھا۔ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف یعنی ۱۸ حصے اپنے حوادث و نوائب اور مسلمانوں کے پیش آمدہ امور کے لیے علیحدہ کر لیا اور یہ وطیح اور کتیبہ اور سُلالم اور ان کے توابع تھے۔ پس جب اموال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اور مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئے تو ان کے لیے مزدور اور کارکن نہ تھے جو ان میں کام کر سکتے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے معاملہ کیا۔

شرح: یہ مرسل روایت ہے۔ وطیحہ خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ تھا۔ کتیبہ خیبر کی ایک بستی کا نام تھا۔ شق بھی ایک قلعہ تھا۔ نطاۃ ایک چشمہ تھا جو کچھ باغوں کو سیراب کرتا تھا اور بعض نے کہا کہ یہ بھی خیبر کا ایک قلعہ تھا۔ سُلالم بھی خیبر کا ایک قلعہ تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ مضبوط تھا اور بنی الحقیق کا قلعہ تھا۔ اس حدیث سے بھی یہی پتہ چلا کہ یہود سے جو معاملہ کیا گیا تھا وہ دراصل مزارعت کا عقد تھا کیونکہ مسلمانوں کے پاس ایسے کارکن نہ تھے جو زمینوں اور کھیتوں میں کام کرتے۔

۳۰۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى نَا مُجَمِّعُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ مُجَمِّعِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَعْقُوبَ بْنَ مُجَمِّعٍ يَذْكُرُ لِي عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمِّهِ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ أَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قَرَؤُا الْقُرْاٰنَ قَالَ قُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلٰى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا۔

مجمع بن جاریہؓ انصاری نے کہا۔ اور وہ ایک قاریٔ قرآن تھا۔ کہ خیبر کو اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ۱۸ حصوں میں تقسیم کیا اور لشکر کی تعداد ایک ہزار پانچ سو تھی ان میں تین سو گھوڑ سوار تھے پس گھوڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ (یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے، حساب یہ ہوا کہ ۱۸ حصوں میں سے ۶ حصے گھوڑ سواروں کو ملے، ہر حصے میں سو حصے تھے۔ باقی ۱۲ حصے یعنی بارہ سو بچے اور پیدل مجاہد بارہ سو ہی تھے پس ہر ایک کو ایک حصہ ملا۔ سو اس طرح گھوڑ سوار کو پیدل سے دُگنا ملا۔ اس سے پہلے یہ بحث گزر چکی ہے۔ ابوحنیفہؒ کا مذہب بعینہٖ اس کے مطابق ہے۔ ابن عمرؓ کی حدیث بھی اسی کی مؤید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیدل کا ایک حصہ اور گھوڑ سوار کے دو حصے۔ اس روایت کے مطابق پیدل فوج کی تعداد بارہ سو تھی، انہیں بارہ حصے ملے یعنی ہر حصے کے سو کر لیے گئے۔ اور گھوڑ سواروں کو چھ حصے ملے جن کی تعداد تین سو تھی، ہر حصہ سو پر تقسیم ہوا۔ تو کل چھ سو حصے اور تین سو سوار تھے، یوں ہر سوار کے دو حصے تھے۔ جو لوگ کہتے ہیں ان کے حساب سے تقسیم یوں نہیں ہو سکتی۔

۳۰۱۶۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعِجْلِيُّ نَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ اٰدَمَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَبَعْضِ وَلَدِ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالُوْا بَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ فَتَحَصَّنُوْا فَسَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْقِنَ دِمَاءَهُمْ وَيُسَيِّرَهُمْ فَفَعَلَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ أَهْلُ فَدَكَ فَنَزَلُوْا عَلَى مِثْلِ ذٰلِكَ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً لِأَنَّهُ لَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهَا بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ۔

زہری اور عبداللہ بن ابی بکر اور محمد بن مسلمہ کے ایک لڑکے سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اہل خیبر میں سے کچھ لوگ باقی رہ گئے پس وہ قلعہ بند ہو گئے، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ان کی جان بخشی کر دیں اور ان کے وطن سے نکل جانے دیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کیا۔ پھر اہل فدک نے یہ بات سُنی تو وہ بھی اسی معاہدے پر اُتر آئے۔ پس فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ مسلمانوں نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ (یہ روایت بھی مُرسل ہے اور مسلمانوں کے ان علاقوں پہ گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑانے کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انہیں بزورِ شمشیر فتح نہیں کیا گیا تھا۔ ورنہ جہاں تک حملے کا سوال ہے، حملہ تو ان میں سے بعض پر بھی ہوا تھا جیسا کہ اسی روایت میں ہے۔ پس کسی شہر یا علاقے یا گاؤں وغیرہ کے مال فئی میں داخل ہونے کا معیار یہ ٹھہرا کہ اس کی فتح کیوں کر ہوئی تھی؟ اگر وہ عَنْوَۃً (بزورِ شمشیر) فتح ہوا تو مالِ غنیمت ہے، اگر مصالحت سے اس کے باشندے جان بخشی کرا گئے اور علاقہ چھوڑ کر نکل گئے تو وہ مال فئی ہے۔ حدیث نمبر ۳۰۰۴ کی شرح میں جو امام فخر الدینؒ رازی کا پیش کردہ اشکال اور انہی کا جواب نقل کیا گیا ہے، اگر اس جگہ بھی یہی اصول مدِّ نظر رکھا جائے جو ہم نے یہاں اس حدیث کی روشنی میں عرض کیا ہے تو کئی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔ اس شرح کی روشنی میں بنی نضیر کے اموال بھی مالِ فئی تھے نہ کہ مالِ غنیمت، کیونکہ آخری فیصلہ ان کا بزورِ شمشیر نہیں ہوا تھا بلکہ مصالحت سے ہوا تھا) واللہ اعلم بالصواب۔

۳۰۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ بَعْضَ خَيْبَرَ عَنْوَةً قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَقُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِيْنٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكُمُ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ خَيْبَرَ كَانَ بَعْضُهَا عَنْوَةً وَبَعْضُهَا

صُلْحًا وَالْكُتَيْبَةُ اَكْثَرُهَا عَنْوَةً وَفِيهَا صُلْحٌ قُلْتُ لِمَالِكٍ وَمَا الْكُتَيْبَةُ قَالَ اَرْضُ خَيْبَرَ وَهِيَ اَرْبَعُونَ اَلْفَ عَذْقٍ -

سعید بن المسیب نے زہری کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا کچھ حصہ بزور شمشیر فتح کیا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ میری موجودگی میں الحارث بن مسکین کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی جو ابن وھب کے طریق سے ہے کہ زہری نے کہا کہ خیبر کا بعض حصہ بزور شمشیر اور بعض صلح کے ساتھ فتح ہوا تھا اور کتیبہ کا اکثر حصہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور کچھ صلح سے۔ ابن وہب نے کہا کہ میں نے مالک سے پوچھا کتیبہ کیا ہے؟ اس نے کہا خیبر کی سرزمین اور اس میں چالیس ہزار کھجوریں تھیں (یہ روایت بھی مرسل ہے)

۳۰۱۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ نَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ بَلَغَنِي اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ عَنْوَةً بَعْدَ الْقِتَالِ وَنَزَلَ مَنْ نَزَلَ مِنْ اَهْلِهَا عَلَى الْجَلَاءِ بَعْدَ الْقِتَالِ -

ابن شہاب زہری نے کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بزور شمشیر بعد از جنگ فتح کیا تھا اور جو اہل خیبر جلا وطنی پر راضی ہوئے تھے وہ بھی بعد از جنگ ہوئے تھے (یہ روایت بھی مرسل ہے اور مختصر المنذری میں: نَزَلَ مَنْ نَزَلَ مِنْ اَهْلِهَا کے بجائے تَرَكَ مَنْ تَرَكَ مِنْ اَهْلِهَا کے الفاظ ہیں خلاصۂ گفتگو یہ ہوا کہ زہری کے نزدیک صلح سے خالی ہونے والے علاقے بھی بزور شمشیر ہی فتح ہوئے تھے، مگر زہری کے اس قول پر یہ اشکال ہوگا کہ پھر خیبر کے بعض حصوں کو مال غنیمت اور بعض کو مال فئی کیوں ٹھہرایا گیا؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی ہونا چاہیئے کہ دراصل کسی جگہ کے عَنْوَةً یا صلحًا فتح ہونے کا مدار آخری فیصلے پر ہے، جہاں آخری فیصلہ صلح سے انجام پایا اور وہ لوگ جان بخشی کے لیے اس شرط پر راضی ہو گئے کہ ہم سب کچھ چھوڑ کر نکل جاتے ہیں ان کے اموال مال فئی ہوں گے۔

۳۰۱۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ نَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ خَمَّسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ ثُمَّ قَسَمَ سَائِرَهَا عَلَى مَنْ شَهِدَهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا مِنْ اَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ -

ابن شہاب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا خمس نکالا پھر باقی کو اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا خواہ ان میں سے کوئی خیبر میں حاضر تھا یا نہیں (یہ روایت بھی مرسل ہے)

شرح: تاریخ خمیس کے بیان کے مطابق خیبر کے آخری قلعے وطیح اور سلالم تھے۔ باقی قلعوں کی فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا، حتی کہ جب یہودیوں کو ہلاکت کا یقین ہوگیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ ہماری جان بخشی کی جائے اور ہمیں یہاں سے نکل

جانے دیا جائے۔ جب اہل فدک نے یہ سنا تو انہوں نے بھی انہی شرطوں پر اپنا گاؤں حوالے کر دیا۔ پس خیبر تو مسلمانوں کا مفتوحہ تھا اور فدک خالصتہً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فئی تھی۔ ابن شہاب کی زیر نظر روایت میں تو یہ ہے کہ سب اہل حدیبیہ کو حصہ ملا خواہ کوئی موقع پر موجود تھا یا نہیں تھا، مگر تاریخ خمیس میں ہے کہ خیبر کو اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا مگر صرف ان لوگوں پر جو حاضر تھے۔ غائبوں میں سے صرف جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی مانند حصہ دلوایا۔ نیز مہاجرین حبشہ اور اشعری حضرات جو اس موقع پر آ پہنچے تھے، مجاہدین کی اجازت ورضا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی خیبر سے حصہ دلوایا۔

۳۰۲۰۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ قَالَ لَوْلَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا کہ وہ محتاج رہ جائیں گے تو جو کوئی بستی بھی فتح ہوتی میں اسے اس طرح تقسیم کر دیتا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا (بخاری)

شرح: اس سے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں ائمہ فقہ و اجتہاد کا اختلاف ہوا ہے۔ ابوحنیفہ رح نے کہا کہ امام کو تقسیم کرنے یا حکومت کی اجتماعی ملکیت قرار دینے کا اختیار ہے۔ شافعی رح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خیبر کو تقسیم کیا تھا اسی طرح ساری زمین تقسیم ہوگی۔ مالک رح نے کہا کہ امام اُسے وقف کی حیثیت دے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل صحابہ کی موجودگی میں ہوا تھا اور کسی نے اس پر نکیر نہ کی لہذا یہ مسئلہ اجماعی بن گیا۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ اس مسئلے میں مالک رح اور ابوحنیفہ رح کا مسلک قریب قریب ہے اور انہیں اختیار کئے بغیر چارہ نہیں۔ آج کل تو بین الاقوامی احوال اور قوانین بدل چکے ہیں، فوجیں بھی باتنخواہ ہیں، اس دور کی مانند بے تنخواہ نہیں۔ اب تو مالِ غنیمت، مالِ فئی اور دیگر تمام مسائل کے ڈھانچے پر از سر نو غور و فکر کی ضرورت ہے۔

بَابُ ۲۵ مَا جَاءَ فِيْ خَبَرِ مَكَّةَ

فتح مکہ کے واقعات کا باب

۳۰۲۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ نَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ

جَاءَهُ الْعَبَّاسُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بِأَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ فَأَسْلَمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هٰذَا الْفَخْرَ فَلَوْ جَعَلْتَ لَهُ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ اٰمِنٌ۔

ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر عباس رضؓ بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوسفیان رضؓ بن حرب کو لائے پس ابوسفیان مرّ الظہران کے مقام پر اسلام لے آیا تو عباس رضؓ نے کہا یا رسول اللہ! ابوسفیان رضؓ فخر کو پسند کرنے والا آدمی ہے تو اگر آپ اس کے لیے کوئی چیز قرار دیں تو بہتر ہو۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں! جو شخص ابوسفیان رضؓ کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے اور جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اسے امن ہے۔

شرح: الخطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ فقہی مسئلہ ہے کہ مشرک جب دار الکفر سے نکل آئے اور اسلام قبول کرے اور اس کی بیوی دار الکفر میں حالتِ کفر پر ہو تو ان کی زوجیت منقطع نہ ہوگی جب تک کہ عدت گزرنے سے پہلے پہلے وہ دونوں اسلام پر جمع ہو جائیں۔ اس موقع پر ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح نہیں کیا تھا اور وہ دار السلام نہ تھا۔ ابوسفیان مرّ الظہران کے مقام پر اسلام لایا اور اس کی بیوی ہندؓ ابھی مشرک تھی اور مکہ میں تھی۔ پھر وہ بھی اسلام لے آئی اور پہلے نکاح پر برقرار رہی (اس مسئلہ میں کچھ تفاصیل ہیں جن کے بیان کا محل یہ نہیں)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ: جو ابوسفیان رضؓ کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے الخ اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جن کا قول ہے کہ مکہ بزورِ شمشیر فتح ہوا تھا۔ امام جب کسی علاقے یا شہر کو بزورِ شمشیر فتح کرے تو جسے چاہے امن دیدے، جسے چاہے قتل کر دے، اسے پورا اختیار ہے۔ اسی طرح اگر وہ چاہے تو مفتوحہ سرزمین کو غانمین میں تقسیم کرے اور چاہے تو نہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی زمین اور وہاں کے لوگوں کے گھروں کو انہی کے ہاتھ میں چھوڑ دیا تھا، تقسیم نہیں فرمایا تھا۔ مکہ کے بزورِ شمشیر فتح ہونے کا قول ابویوسف، اوزاعی اور عبیدؒ القاسم بن سلام سے منقول ہے۔ مگر ابو عبیدؒ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ پر احسان فرمایا، زمین، مکانات اور جائداد انہیں واپس کر دیئے۔ یہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ مکہ کے علاوہ کوئی اور امام اور سربراہِ سلطنت کسی علاقے اور شہر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ سبب یہ کہ مکہ تمام اہل اسلام کا قبلہ اور مسجد ہے، جو پہلے چلا جائے وہ جس جگہ کو چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ اس کے گھروں کا کرایہ مکروہ ہے اور وہاں کی جائداد غیر منقولہ کی بیع نہیں ہو سکتی، یہ بات کسی اور شہر یا علاقے میں نہیں ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ مکہ از روے صلح فتح ہوا تھا اور دخولِ مکہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے باشندوں کو بہت سی صورتوں میں امان دی تھی۔ ان میں سے بعض اسلام لے آئے اور بعض اسلام نہ لائے بلکہ امان میں داخل ہو گئے مثلاً ہتھیار ڈال دیئے اور گھروں کے دروازے بند کر لیے۔ پس جب یہ صورت تھی تو کسی مسلم کا مال یا جسے امان دی گئی ہو اس کا مال بطورِ مالِ غنیمت کیوں کر لیا جا سکتا تھا؟

۳۰۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ نَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَعْبَدٍ عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ قَالَ الْعَبَّاسُ قُلْتُ وَاللَّهِ لَئِنْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَنْوَةً قَبْلَ أَنْ يَأْتُوهُ فَيَسْتَأْمِنُوهُ إِنَّهُ لَهَلَاكُ قُرَيْشٍ فَجَلَسْتُ عَلَى بَغْلَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَعَلِّي أَجِدُ ذَا حَاجَةٍ يَأْتِي أَهْلَ مَكَّةَ فَيُخْبِرُهُمْ بِمَكَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخْرُجُوا إِلَيْهِ فَيَسْتَأْمِنُوهُ فَإِنِّي لَأَسِيرُ إِذْ سَمِعْتُ كَلَامَ أَبِي سُفْيَانَ وَبُدَيْلِ بْنِ وَرْقَاءَ فَقُلْتُ يَا أَبَا حَنْظَلَةَ فَعَرَفَ صَوْتِي فَقَالَ أَبُو الْفَضْلِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا لَكَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قُلْتُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ قَالَ فَمَا الْحِيلَةُ قَالَ فَرَكِبَ خَلْفِي وَرَجَعَ صَاحِبُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَوْتُ بِهِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هَذَا الْفَخْرَ فَاجْعَلْ لَهُ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ قَالَ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ إِلَى دُورِهِمْ وَإِلَى الْمَسْجِدِ۔

ابن عباس رضؓ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ الظہران میں اُترے، عباس رضؓ نے کہا کہ میں نے کہا کہ واللہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شہر میں بزورِ شمشیر قہرًا داخل ہوئے، قبل اس کے کہ لوگ آپ کے پاس آکر امن و امان طلب کریں، تو اس میں قریش کی ہلاکت ہے۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خچر پر سوار ہوا اور میں نے کہا: شاید میں کسی ضرورت مند کو پاؤں جو اہل مکہ کے پاس جائے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں پر موجودگی کی خبر دے تاکہ وہ آپ کی طرف نکلیں اور امان حاصل کریں۔ پس میں جا ہی رہا تھا کہ اچانک میں نے ابوسفیانؓ کا کلام سنا جو بدیل بن ورقاء سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے کہا: اے ابوحنظلہ! تو اس نے میری آواز پہچان لی (یہ رات کا وقت تھا) اور کہا: کیا یہ ابوالفضل ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ کہنے لگا: کیا بات ہے تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگ ہیں اس نے کہا: اب کیا تدبیر ہے؟ عباس رضؓ نے کہا کہ ابوسفیان تو میرے پیچھے

سوار ہوئی اور اس کا ساتھی واپس لوٹ گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں اسے لے کر صبح سویرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا حاضر ہوا بس وہ اسلام لے آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ابوسفیان ایک ایسا شخص ہے جو فخر کو پسند کرتا ہے۔ بس آپ اسے کچھ عطا فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا: ہاں! جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے، جو اپنے اوپر اپنا گھر بند کر لے اُسے امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امان ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر لوگ اپنے گھروں میں بکھر گئے اور مسجد کی طرف چلے گئے۔ (اس حدیث کی سند میں ابن عباسؓ سے روایت کرنے والا ایک مجہول شخص ہے)

شرح: عباسؓ تو مکہ سے ہجرت کر کے نکل آئے تھے لہٰذا وہ اب مکی نہ رہے تھے۔ یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اہل مکہ میں سے کس نے ان کے لیے امان طلب کی تھی لہٰذا جن لوگوں نے اس حدیث سے مکہ کے صلحاً فتح ہونے کا استدلال کیا ہے ان کا استدلال تام نہیں ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ مکہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا امام شافعیؒ اس قول میں متفرد تھے کہ مکہ صلحاً فتح ہوا تھا۔ صحیح احادیث میں آچکا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: مکہ کی حرمت میری خاطر دن کی صرف ایک گھڑی میں حلال ہوئی تھی اور پھر قیامت تک لوٹ آئی ہے۔ اس ارشاد کا منشاء یہی ہے کہ مکہ عنوۃً فتح ہوا تھا ورنہ حرمت کو ایک گھڑی کے لیے حلال ٹھہرانے کا کیا مطلب؟

۳۰۲۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَهْبٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا هَلْ غَنِمُوا يَوْمَ الْفَتْحِ شَيْئًا قَالَ لَا۔

وہب بن منبہؒ نے کہا کہ میں نے جابرؓ سے پوچھا: کیا لوگوں نے فتح مکہ کے دن کچھ غنیمت حاصل کی تھی؟ اس نے کہا کہ نہیں۔

شرح: مولاناؒ نے حافظ ابن القیم سے (المنذری) نقل فرمایا ہے کہ جب مکہ عنوۃً فتح ہوا تھا تو کیا اس کی قابل کاشت زمین پر خراج عاید کیا جا سکتا ہے؟ جیسا کہ بزور شمشیر فتح ہونے والی زمینوں پر ہوتا ہے۔ اس مسئلے میں دو قول ہیں مگر ان میں سے منصوص و منصور وہی قول ہے جس کے علاوہ دوسرا قول جائز نہیں کہ مکہ کے کھیتوں پر کوئی خراج نہیں، اگرچہ وہ عنوۃً فتح ہوا تھا، کیونکہ مکہ خراج سے اعظم و جلیل تر ہے۔ خراج زمین کا جزیہ ہے اور زمین پر اس کی حیثیت وہی ہے جو انسان رؤس پر جزیہ کی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حرم جزیہ و خراج سے عظیم تر، جلیل تر اور کبیر تر ہے وہ فتح ہوتے ہی پُر امن حرم بن گیا تھا، تمام اہل اسلام اس میں مشترک ہیں کیونکہ وہ سب کی عبادت گاہ اور مرکز عبادات ہے اور تمام دنیا والوں کا قبلہ ہے۔ دوسرا قول بعض اصحاب احمد کا ہے کہ سرزمین مکہ پر خراج لگایا جا سکتا ہے جیسا کہ ہر مفتوح زمین پر ہوتا ہے، لیکن یہ قول لائق التفات نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عمل کے برخلاف ہے اور امام احمدؒ سے اس سے خلاف ثابت ہے۔

۳۰۲۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ نَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ سَرَّحَ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَأَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَخَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ عَلَى الْخَيْلِ وَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ اهْتِفْ بِالْأَنْصَارِ قَالَ اسْلُكُوا هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا يُشْرِفَنَّ لَكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَنَمْتُمُوهُ فَنَادَى مُنَادٍ لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ دَارًا فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ وَعَمَدَ صَنَادِيدُ قُرَيْشٍ فَدَخَلُوا الْكَعْبَةَ فَغَصَّ بِهِمْ وَطَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ ثُمَّ أَخَذَ بِجَنْبَتَيِ الْبَابِ فَخَرَجُوا فَبَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے زبیر بن عوامؓ ابو عبیدہ بن الجراح اور خالد بن الولید کو گھوڑوں پر روانہ فرمایا۔ اور فرمایا: اے ابوہریرہؓ! انصار کو پکارو۔ فرمایا کہ یہ راستہ اختیار کرو۔ پس کوئی بھی جو تمہاری مزاحمت کرے اسے سلادو (موت کی نیند) پس ایک پکارنے والے نے باآواز بلند کہا: آج کے بعد کوئی قریش نہیں ہوں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی گھر میں (یا ابوسفیان کے گھر میں) داخل ہو جائے اُسے امان ہے اور جو ہتھیار ڈال دے اسے امان ہے۔ قریش کے سردار اور بڑے لوگ کعبہ میں داخل ہو گئے اور کعبہ اُن سے بھر گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی، پھر آپؐ نے کعبہ کے دروازے کے دونوں کواڑ پکڑے تو لوگ باہر نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی۔ ابوداؤد نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو احمد بن حنبلؒ سے سوال کرتے سنا کہ کیا مکہ بزورِ شمشیر فتح ہوا تھا؟ احمد نے فرمایا: جو بھی صورت تھی تجھے اس سے کیا نقصان؟ اس نے کہا کہ کیا پھر صلح سے فتح ہوا تھا؟ احمد نے کہا نہیں۔ (اصل حدیث مسلم کتاب الجہاد میں مروی ہے)

شرح: تاریخ خمیس میں ہے کہ جب ابوسفیان اور حکیم (بن حزام) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے مکہ کی طرف واپس لوٹے تو حضورؐ نے اُنکے پیچھے زبیرؓ بن العوام کو مہاجرین اور انصار کے گھوڑ سوار رسالے کا سپہ سالار بنا بھیجا اور حکم دیا کہ کداء کے راستے آئے اور حجون کے بلند ترین مقام پر حضورؐ کا جھنڈا گاڑ دے۔ یہ بھی فرمایا کہ میرے آنے تک تم وہیں ٹھہرنا۔ ابوعبیدہؓ ابن الجراح کو حضورؐ نے پیدل لوگوں کا سپہ سالار بنایا۔ پس زبیرؓ رسالے سمیت حجون تک جا پہنچا اور وہیں ٹھہر گیا۔ خالد بنؓ الولید جو دائیں بازوں کا امیر تھا اسے حکم ہوا کہ قضاعہ، بنی سلیم، اسلم، غفار، جہینہ، مزینہ اور باقی قبائل کو ساتھ لے کر چلے، پس خالدؓ لیط کے مقام سے مکہ کی نچلی طرف سے داخل ہوا اور وہاں پر بنو بکر، بنو الحارث بن عبد مناة اور احابیش تھے جن کو قریش نے اپنی مدد پر بلایا تھا اور انہیں مکہ کی نچلی جانب ٹھہرایا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو حکم دیا کہ آبادی کی انتہاء میں جا کر اپنا جھنڈا گاڑ دے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ اور زبیرؓ سے فرمایا تھا کہ خود قتال نہ کریں، جو مزاحمت کرے اور لڑے اس سے لڑیں۔ پس زبیرؓ کی طرف کوئی قتال نہیں ہوا اور مکہ کی نچلی جانب سے جہاں سے خالدؓ مقام لیط سے داخل ہوئے تھے وہاں پر قریش، بنو بکر اور احابیش نے لڑائی

شروع کی پس خالدؓ نے ان میں سے تقریباً بیس آدمی قتل کئے اور بنی ہذیل میں سے تین یا چار قتل کئے اور وہ شکست کھا گئے ابو عبیدہ بن الجراح مسلمانوں کی صف کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے مکہ کو چلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کے آخری لوگوں میں مکہ کے اندر داخل ہوئے۔ مکہ کی اوپر کی طرف سے تشریف لائے اور وہیں آپ کا قبہ لگایا گیا جس میں آپ فروکش ہوئے۔ طواف کر چکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ وہ بولے: آپ اچھا سلوک کریں گے کریم بھائی اور کریم بھتیجے ہیں۔ فرمایا: جاؤ تم سب آزاد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی گردنیں آپ کے قبضہ میں کر دی تھیں مگر آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا تھا اس طرح اہل مکہ کا نام طلقاء پڑا، یعنی آزاد کئے ہوئے۔ میں گذارش کرتا ہوں کہ شرح مسلم میں میں نے اس حدیث پر مزید گفتگو کی ہے۔

علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امان جس شرط سے مشروط تھی، جن لوگوں نے اس شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مزاحمت کی ان کے لیے یہ حکم تھا کہ: اسے موت کی نیند سلادو۔ مکہ مکرمہ کے احترام و اکرام کی خاطر بے شک امان کی بہت سی صورتوں کا اعلان فرما چکے تھے لیکن چونکہ معلوم نہ تھا کہ وہ لوگ امان کی پیشکش کو قبول کرتے ہیں یا نہیں، لہذا شہر میں داخل ہوتے وقت پورا جنگی انتظام کیا گیا۔ خود آپؐ سر مبارک پر پہنے ہوئے داخلِ مکہ ہوئے۔ مکہ کے گھروں، اس کی جائداد غیر منقولہ کے ملکیت میں اور اس کے گھروں کے کرائے میں فقہا میں اختلاف ہے، حضرت عمرؓ فاروق سے مروی ہے کہ انہوں نے دار السجن کو چار ہزار درہم سے خریدا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار نے مکہ کی غیر منقولہ جائداد کی خرید و فروخت اور مکانوں کے کرائے کو جائز رکھا ہے۔ شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے اور انہوں نے حضورؐ کے اس قول سے بھی استناد کیا ہے کہ: کیا عقیلؓ نے ہمارے لیے کوئی فرد گاہ چھوڑی ہے؟ عقیلؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے مکانات و منازل کو بیچ دیا تھا اور حضورؐ نے اس قول سے اس بیع کو جائز رکھا تھا، یہ مکہ کے دار الاسلام بننے سے قبل کا واقعہ تھا لہذا یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ آیا اس وقت کے بیع و شراء کے معاملات کو لائقِ استدلال قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟)

علماء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ مکہ کے گھروں کو بیچنا اور ان کا کرایہ لینا حلال نہیں اور یہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے۔ عطاء اور عمر بن عبد العزیز سے مکہ کے مکانات کے کرائے کی ممانعت ثابت ہے۔ احمد بن حنبل نے کرائے کی ممانعت کی مگر اس کے مکانات کی خرید و فروخت کو حضرت عمرؓ کے دار السجن کی خرید سے استدلال کر کے جائز قرار دیا ہے۔ اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ مکہ کے مکانات کی خرید و فروخت اور اجارہ مکروہ ہے۔ لیکن اسے بیچنا آسان تر ہے میں گذارش کرتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک مکہ کے گھروں اور مکانوں کی خرید و فروخت اور ان کا کرایہ جائز نہیں ہے۔

بَابٌ ٢٦ مَا جَاءَ فِي خَبَرِ الطَّائِفِ

جنگِ طائف کا باب

۳۰۲۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَهْبٍ قَالَ

سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ شَأْنِ ثَقِيفٍ إِذْ بَايَعَتْ قَالَ اشْتَرَطَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا صَدَقَةَ عَلَيْهَا وَلَا جِهَادَ وَأَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَقُولُ سَيَتَصَدَّقُونَ وَيُجَاهِدُونَ إِذَا أَسْلَمُوا۔

وہب بن منبہ نے کہا کہ میں نے جابرؓ سے قبیلہ ثقیف کی حالت وشرط کے بارے میں پوچھا جبکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ جابرؓ نے کہا کہ انہوں نے یہ شرط کی ان کے ذمہ صدقہ اور جہاد نہ ہوگا، اور جابرؓ نے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے: جب یہ مسلم ہو گئے تو عنقریب صدقہ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔

شرح: شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط اس لیے قبول فرمائی تھی کہ اس وقت ان پر صدقہ واجب تھا نہ جہاد۔ صدقہ (زکوٰۃ) کی فرضیت کے لیے تو سال کا گزرنا شرط ہے اور جہاد اس وقت ہو نہیں رہا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کے لیے یہ خصوصیت اس لیے رکھی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو بتادیا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دے گا اور یہ تمام اعمالِ اسلام پر عمل کرنے لگیں گے۔

۳۰۲۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ مَنْجُوفٍ نَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُونَ أَرَقَّ لِقُلُوبِهِمْ فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُحْشَرُوا وَلَا يُعْشَرُوا وَلَا يُجَبُّوا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا وَلَا تُعْشَرُوا وَلَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ۔

عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ قبیلہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے انہیں مسجد میں اتارا تاکہ اس کے باعث ان کے دل نرم ہوجائیں۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شرط لگائی کہ انہیں جہاد کے لیے نہ پکارا جائے اور ان سے عُشر وصول نہ کیا جائے اور نہ ان سے نماز پڑھوائی جائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری یہ شرط قبول ہے کہ تمہیں جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور تم سے صدقہ لیا جائے مگر جس دین میں رکوع (نماز) نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

شرح: جیسا کہ اوپر گزرا ہے زکوٰۃ اور جہاد تو اس وقت فرض نہ تھے لہٰذا ان کی یہ شرط مان لی گئی، بعد میں وہ از خود ہی تمام ارکان واعمال کو ادا کرنے والے تھے۔ نماز چونکہ ہر عاقل وبالغ مسلم پر دن رات میں پانچ بار فرض ہے لہٰذا اس کی چھٹی نہ دی گئی۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ ضرورت کے وقت کافر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے وہ ضرورت اس کی ہو یا کسی مسلم کی۔

بَابٌ۲۷ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ أَرْضِ الْيَمَنِ

سرزمین یمن کے حکم کا باب

۳۰۲۷۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لِي هَمْدَانُ هَلْ أَنْتَ آتٍ هٰذَا الرَّجُلَ وَمُرْتَادٌ لَنَا فَإِنْ رَضِيتَ لَنَا شَيْئًا قَبِلْنَاهُ وَإِنْ كَرِهْتَ شَيْئًا كَرِهْنَاهُ قُلْتُ نَعَمْ فَجِئْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضِيتُ أَمْرَهُ وَأَسْلَمَ قَوْمِي وَكَتَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْكِتَابَ إِلٰى عُمَيْرٍ ذِي مَرَّانَ قَالَ وَبَعَثَ مَالِكَ بْنَ مُرَارَةَ الرَّهَاوِيَّ إِلَى الْيَمَنِ جَمِيعًا فَأَسْلَمَ عَكٌّ ذُو خَيْوَانَ قَالَ فَقِيلَ لِعَكٍّ انْطَلِقْ إِلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ مِنْهُ الْأَمَانَ عَلٰى قَرْيَتِكَ وَمَالِكَ، فَقَدِمَ فَكَتَبَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَكٍّ ذِي خَيْوَانَ إِنْ كَانَ صَادِقًا فِي أَرْضِهِ وَمَالِهِ وَرَقِيقِهِ فَلَهُ الْأَمَانُ وَذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ۔

عامر بن شہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہمدانی نے مجھ سے کہا کہ کیا تو اس شخص کے پاس جائیگا اور ہماری خاطر معلوم کر کے آئے گا، اگر تو ہمارے لیے کوئی چیز پسند کرے گا تو ہم اسے قبول کریں گے اور اگر تو ناپسند کرے گا تو ہم بھی اسے ناپسند کریں گے، میں نے کہا کہ ہاں: پس میں آیا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور ان کے معاملے کو پسند کیا اور میری قوم اسلام لے آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمیر ذی مران کی طرف لکھوایا عامر بن شہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن مرارہ رہاوی کو سب اہل یمن کی طرف بھیجا۔ پس عک رضی اللہ عنہ ذوخیوان ایمان لے آیا، عامر بن شہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پس عک رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا: وہ آپ سے اپنی بستی اور مال کی امان حاصل کرے۔ پس وہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھوا کر دیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عک ذوخیوان کے لیے اگر وہ سچا ہے اپنی زمین اور مال اور غلاموں کے بارے میں تو پھر اس کے لیے امان ہے اور اللہ کا ذمہ ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے۔ اور یہ تحریر خالد بن سعید بن العاص نے لکھی۔

شرح: عامر بن شہر صحابی تھے اور ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ ان سے عامر شعبی کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔ اسی طرح عمیر ذو مران بھی صحابی تھے۔ رھاوی کی نسبت رہا کی طرف ہے جو مذحج کی ایک شاخ تھی۔ اس حدیث سے اہل یمن کے از خود مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے، پس یمن کی زمین عشری ہے۔

۳۰۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُمْ قَالَ نَا فَرَجُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي عَمِّي ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبْيَضَ عَنْ جَدِّهِ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ أَنَّهُ كَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ حِينَ وَفَدَ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا أَخَا سَبَأٍ لَا بُدَّ مِنْ صَدَقَةٍ فَقَالَ إِنَّمَا زَرْعُنَا الْقُطْنُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَدْ تَبَدَّدَتْ سَبَأٌ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ بِمَأْرِبَ فَصَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَبْعِينَ حُلَّةً مِنْ قِيمَةِ وَفَاءِ بَزِّ الْمَعَافِرِ كُلَّ سَنَةٍ عَمَّنْ بَقِيَ مِنْ سَبَأٍ بِمَأْرِبَ فَلَمْ يَزَالُوا يُؤَدُّونَهَا حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ الْعُمَّالَ انْتَقَضُوا عَلَيْهِمْ بَعْدَ قَبْضِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا صَالَحَ أَبْيَضُ بْنُ حَمَّالٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُلَلِ السَّبْعِينَ فَرَدَّ ذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى مَا وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ انْتَقَضَ ذَلِكَ وَصَارَتْ عَلَى الصَّدَقَةِ۔

ابیض بن حمال سے روایت ہے کہ اس نے جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد لے کر گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدقہ کے متعلق گفتگو کی پس حضورؐ نے فرمایا: اے سبا کے بھائی (یعنی قوم سبا میں سے) صدقہ تو لازم ہے پس ابیض نے کہا، یا رسول اللہ ہماری کھیتی تو کپاس ہے اور قوم سبا ادھر ادھر بکھر چکی ہے اور ان میں سے بہت کم باقی رہ گئے ہیں جو مآرب میں رہتے ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ستر جوڑوں پر مصالحت کی جو مُعافری چادروں کی قیمت

کی شکل میں ہوگا۔ مآرب میں جو لوگ قبیلۂ سبا کے باقی تھے وہ یہ سالانہ ادا کریں گے۔ پس وہ ادا کرتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات واقع ہو گئی اور عاملوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابیض بن حمالؓ کا مصالحتی معاہدہ جو اس نے ستر جوڑوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا توڑ ڈالا، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے اسی صورت پر لوٹا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی تھی کہ ابو بکرؓ کی وفات ہو گئی پس ابو بکرؓ وفات پا گئے تو وہ پہلا معاہدہ پھر ٹوٹ گیا اور اب صورت صدقہ کی بن گئی۔

شرح: قرآن نے سورۂ سبا میں سدِ مآرب اور اس کے ٹوٹنے کا واقعہ بیان کیا ہے، بند ٹوٹ جانے کے بعد یہ لوگ اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے حتیٰ کہ ان میں سے کچھ حجاز میں بھی آ بسے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یثرب (مدینہ) کی آبادی کا کچھ حصہ بھی انہی پر مشتمل تھا۔ مآرب بن میں آزد کے علاقے کا نام تھا سُہیل نے کہا مآرب دراصل قلعہ تھا اور ان کے ہر بادشاہ کا لقب سبا ہوتا تھا جیسا کہ یمن شحر اور حضرموت کے ہر بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ صدقہ کی وصولی کے بجائے جو ستر جوڑے پر سمجھوتہ کر لیا تھا یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی چیز کو قائم رکھا مگر حضرت عمرؓ نے پوری زکوٰۃ کی وصولی کا حکم دیا کہ شرع کا اصل حکم تو وہی تھا اور یہ صرف ایک خصوصی رعایت تھی۔ اگر یہ زکوٰۃ کا معاملہ تھا تو کہنا پڑے گا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا اور اگر صدقہ سے مراد عشر وغیرہ یا کوئی اور صدقہ ہے تو حکومت وقت کو اس میں کچھ اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

بَابٌ ۲۸ فِیْ اِخْرَاجِ الْیَهُوْدِ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ

جزیرۂ عرب سے یہودیوں کے اخراج کا باب

۳۰۲۹۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰی بِثَلٰثَةٍ فَقَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِیْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ اُجِیْزُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَسَکَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فَاُنْسِیْتُهَا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی پس فرمایا کہ مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ اور وفد کی پذیرائی و میزبانی اسی طرح کرنا جس طرح میں کرتا تھا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ تیسری بات سے خاموش رہے، یا ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ مجھے بھول گئی۔ اور راوی حدیث حمیدی نے سفیان سے روایت کی اس تو سین نے کہا کہ سلیمان نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ سعید نے تیسری چیز کا ذکر کیا تھا تو میں بھول گیا یا سعید ہی اس سے خاموش رہا۔

بخاری نے کئی جگہ اسے بہت طویل بیان کیا، مسلم، مسند احمد)

شرح: تیسری چیز جس کا اس حدیث میں ذکر نہیں آیا تو لشکر اسامہؓ کی روانگی تھی جو ابوبکر صدیقؓ نے کی، اور یا حضورؐ کا وہ ارشاد ہے: میری قبر کو بت مت بنانا۔ اور موطأ میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ جزیرۃ العرب سے مراد بقول علامہ شامی وہ علاقہ ہے جو ان پانچ علاقوں پر مشتمل تھا۔ تہامہ، نجد، حجاز، عروض اور یمن۔ تہامہ حجاز کا جنوبی علاقہ ہے۔ نجد وہ علاقہ ہے جو حجاز اور عراق کے درمیان واقع ہے، حجاز دراصل ایک پہاڑ تھا جو یمن کے سامنے سے شروع ہوتا تھا اور یہ علاقہ شام سے ملحق ہو جاتا تھا اور اس میں مدینہ اور عمان ہے۔ عروض وہ علاقہ ہے جو یمامہ کہلاتا ہے بحرین تک۔ حجاز کو حجاز اس لیے کہتے تھے کہ وہ نجد اور یمامہ کے درمیان میں حائل تھا۔ یہ اس وقت کی حدیں تھیں جبکہ حضورؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی۔ اب ان حدود میں، علاقوں کے ناموں میں اور ان سب کی تحدید میں بہت کچھ فرق اور گڑبڑ واقع ہو چکی ہے۔

اس حدیث میں جزیرۂ عرب سے مشرکوں کو نکالنے کا حکم ہے، مشرکوں سے مراد یہاں پر مشرکین اہل کتاب ہیں یعنی یہود و نصاریٰ، کیونکہ وہ عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ کے قائل ہیں اور اسی طرح مجوس وغیرہ دیگر مشرکین۔ لفظ حدیث میں جزیرۃ العرب سے مراد وہ ملک ہے جو اس وقت اس نام سے موسوم تھا۔ ایک مرجوح قول کے مطابق جزیرۃ العرب سے مراد صرف مکہ اور مدینہ ہے۔ طیبی نے کہا ہے کہ شافعیؒ نے یہ حکم حجاز کے ساتھ مخصوص مانا ہے اور وہ ان کے نزدیک مکہ، مدینہ، یمامہ اور اس کا ماحول ہے اور یمن اس سے خارج ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک سارے جزیرۂ عرب کے شہر، گاؤں، بستیاں، ڈیرے، چشمے غرض ساری سرزمین عرب اس میں داخل ہے۔ اس میں کوئی کلیسا، راہبوں کی کٹیا، یہودیوں کی عبادت گاہ، گرجا، مندر وغیرہ نہیں بن سکتا، نہ اس میں خمر و خنزیر کی خرید و فروخت جائز ہے (یعنی غیر مسلم بھی نہیں کر سکتے) مولانا نے فرمایا تیسری وصیت جو ابن عباسؓ کو یا کسی اور راوی کو بھول گئی تھی، اس امر کا احتمال موجود ہے کہ وہ یہ ہو: نماز کا خیال رکھنا اور غلاموں کا۔ واللہ اعلم

۳۰۳۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا أَبُو عَاصِمٍ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا نَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ فَلَا أَتْرُكُ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا۔

جابر بن عبداللہؓ کہتے تھے کہ مجھے عمر بن الخطاب نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا تھا: میں یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا اور کسی کو بھی مسلمانوں کے سوا اس میں نہ چھوڑوں گا (مسلم، ترمذی، نسائی) ترمذی کے الفاظ ہیں کہ: اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ الخ۔

شرح: اس حدیث میں صراحت کے ساتھ یہود و نصاریٰ کو خارج کرنے کا ذکر ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جزیرۂ عرب مرکز اسلام ہے، اسلام ایک آفاقی و بین الاقوامی دین ہے، مرکز کو غیروں سے پاک کرنا ضروری ہے تاکہ اس قسم کی سازشوں سے بچاؤ ہو سکے جو مشرکوں، یہود و نصاریٰ اور منافقوں نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف کی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو موقع نہ مل سکا، یہ کام ان کے ایک خلیفۂ راشد حضرت عمرؓ کے ہاتھوں انجام پایا۔

۳۰۳۱۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ وَالْاَوَّلُ اَتَمُّ۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الخ اسی اوپر کی حدیث کی مانند۔ اور پہلی حدیث تمام تر ہے۔

۳۰۳۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ نَا جَرِيْرٌ عَنْ قَابُوْسَ بْنِ اَبِي ظَبْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكُوْنُ قِبْلَتَانِ فِيْ بَلَدٍ وَاحِدٍ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شہر میں دو قبلے نہیں ہو سکتے (ترمذی)

شرح: یہ نفی بمعنی نہی ہے۔ یعنی مسلمان یا تو جہاں پر رہیں اس جگہ کو دارالاسلام بنائیں اور اس میں اسلام ہی کے احکام جاری کریں، ورنہ کم از کم دارالکفر میں تو اقامت اختیار نہ کریں۔ علاوہ ازیں اسلامی حکومت میں رہنے والے غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کی تو اجازت ہے مگر کفر کے شعار کے اعلان و اظہار کی اجازت نہیں ورنہ فتنہ پڑے گا۔ دارالاسلام کے حکام کو اس طرف توجہ کرنا لازم ہے۔

۳۰۳۳۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ نَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ قَالَ سَعِيْدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ جَزِيْرَةُ الْعَرَبِ مَا بَيْنَ الْوَادِيْ اِلَى اَقْصَى الْيَمَنِ اِلَى تُخُوْمِ الْعِرَاقِ اِلَى الْبَحْرِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ ابْنِ مِسْكِيْنٍ وَاَنَا شَاهِدٌ اَخْبَرَكَ اَشْهَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ قَالَ مَالِكٌ عُمَرُ اَجْلَى اَهْلَ نَجْرَانَ وَلَمْ يُجْلَوْا مِنْ تَيْمَاءَ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ فَاَمَّا الْوَادِيْ فَاِنِّيْ اَرَى اِنَّمَا لَمْ يُجْلَ مَنْ فِيْهَا مِنَ الْيَهُوْدِ اَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْهَا مِنْ اَرْضِ الْعَرَبِ۔

سعید بن عبدالعزیز نے کہا کہ جزیرۃ العرب وادی سے لے کر یمن کی انتہا تک پھر حدود عراق تک اور سمندر تک ہے (تخوم جمع ہے تخم یا تخم کی، جس کا معنی حدود و علامات ہیں۔ ایک حدیث میں زمین کے تخوم کو بدلنے اور مٹانے والوں پر لعنت کی گئی ہے، یعنی علامات مٹا دی جائیں، لوگوں کی کھیتیوں اور ملکیتوں کے نشانات بدل دیئے جائیں

تو یہ لائق لعنت بات ہے۔ ابو داؤد نے کہا الحارث بن مسکین کے سامنے میری موجودگی میں یہ حدیث پڑھی گئی ..... مالک نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اہل نجران کو تو جلاوطن کر دیا تھا مگر اہل تیماء کو ان کے وطن سے نہیں نکالا گیا کیونکہ وہ عرب کے علاقے میں سے نہیں ہے۔ جہاں تک وادی القریٰ کا تعلق ہے میری رائے میں یہود کو وہاں سے نہیں نکالا گیا کیونکہ لوگوں نے وادی القریٰ کو سرزمین عرب میں سے نہیں جانا تھا۔

۳۰۳۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ مَالِكٌ وَقَدْ أَجْلَى عُمَرُ يَهُودَ نَجْرَانَ وَفَدَكَ۔

امام مالک نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے نجران اور فدک کے یہود کو جلاوطن کر دیا تھا کیونکہ یہ دونوں علاقے بلادِ عرب کے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود کوئی نہیں کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پابندی کی تھی کہ عرب کو مشرکوں اور یہود و نصاریٰ سے پاک کر دیا جائے۔ ——— سنن ابی داؤد کے ایک نسخے میں یہاں پر یہ عبارت ہے: آخر کتاب الفئ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اول کتاب الخراج

بَابٌ ۲۹ فِي إِيقَافِ أَرْضِ السَّوَادِ وَأَرْضِ الْعَنْوَةِ

اس سرزمین سواد اور بزور شمشیر فتح ہونے والی زمین کو وقف کرنے کا باب ۲۹

۳۰۳۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَتِ الْعِرَاقُ قَفِيزَهَا وَدِرْهَمَهَا وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا وَدِينَارَهَا وَمَنَعَتْ مِصْرُ إِرْدَبَّهَا وَدِينَارَهَا ثُمَّ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ قَالَهَا زُهَيْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ شَهِدَ عَلَى ذٰلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ۔

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عراق سے اس کی قفیز اور درہم روکا گیا، شام سے اس مدی اور دینار روکا گیا اور مصر سے اس کا اردب اور دینار یا تبر روکا گیا، پھر تم وہیں دوبارہ جا پہنچے جہاں سے ابتداء کی تھی، زہیر راوی نے اسے تین بار کہا۔ اس پر ابو ہریرہؓ کا گوشت اور خون گواہ ہے (مسلم کتاب الفتن)

شرح: یہ ان ممالک کے پیمانے ہیں۔ مدی اہل شام کا ناپنے کا پیمانہ تھا جس میں ۱۵ ایا ۱۵ کلوگ آتے تھے۔ اردب اہل مصر کا پیمانہ تھا جس میں ۲۴ صاع کی گنجائش ہوئی تھی۔ خطابی نے کہا کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ ہو کر رہنے والا ہے۔ یعنی مستقبل کے لیے ماضی کا صیغہ بطور متعین بولا گیا ہے۔ یعنی یہ علاقے مسلمانوں کے لیے فتح ہوں گے ان پر خراج عاید کیا جائے گا جو پیمانوں اور اوزان کے حساب سے لیا جائے گا۔ اور آخری زمانے میں بھی ایسا

ہی ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرزمین عراق (سواد) پر ہر آباد یا غیر آباد جریب پر درہم و قفیز کے حساب سے خراج عاید کیا تھا۔ اور اسی طرح دوسرے ممالک کا بھی حال تھا۔

۳۰۳۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا قَرْيَةٍ اَتَيْتُمُوْهَا وَاَقَمْتُمْ فِيْهَا فَسَهْمُكُمْ فِيْهَا وَاَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ۔

ہمام بن منبہ نے کہا کہ یہ وہ حدیث ہے جو ہم سے ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کی، حضورؐ نے فرمایا کہ جس بستی میں تم جاؤ اور وہاں اقامت کرو تو تمہارا حصہ اس میں ہے اور جس بستی نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی پس اس کا خمس اللہ اور اس کے رسولؐ کا ہے پھر وہ تمہارے لئے ہے (مسلم کتاب الجہاد)

شرح: امام نووی نے کہا ہے کہ بقول قاضی عیاضؒ پہلی بستی سے مراد مال فئی ہے جو بغیر لڑے بھڑے ہاتھ آئے، صلح سے یا آبادی کے انخلاء سے۔ اس میں مسلمانوں کا حق ہے یعنی عطایا دیئے جائیں گے۔ اور دوسری بستی سے مراد بزور شمشیر فتح ہونے والی آبادی ہے، اس کا خمس نکال کر باقی مجاہدین کے لیے ہے۔

بَابٌ۳۰ فِيْ اَخْذِ الْجِزْيَةِ

جزیہ لینے کا باب۳۰

۳۰۳۷۔ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ نَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ نَا يَحْيَى ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى اُكَيْدِرِ دُوْمَةَ فَاَخَذُوْهُ فَاَتَوْهُ بِهٖ فَحَقَنَ لَهٗ دَمَهٗ وَصَالَحَهٗ عَلَى الْجِزْيَةِ۔

انس بن مالکؓ سے (سنداً) اور عثمان بن ابی سلیمان نے (مرسلاً) روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولیدؓ کو دومہ کے اکیدر کی طرف بھیجا مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جان بخشی کر دی اور اس کے ساتھ جزیئے پر مصالحت فرمائی۔

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ اکیدر دومہ عربی رئیس تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ غستان سے تھا۔ اس صورت میں ثابت ہوا کہ جزیہ جس طرح عجمیوں سے لیا جاتا ہے اسی طرح عربوں سے بھی لینا جائز ہے۔ ابویوسف کا مذہب یہ کہ جزیہ عربوں سے نہیں لیا جاتا، مالک، اوزاعی اور شافعی نے کہا کہ عربی و عجمی اس میں برابر ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ قیام تبوک کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید کو ۴۲۰ سواروں سمیت دومۃ الجندل کے اکیدر بن عبدالملک کی طرف بھیجا۔ دومۃ الجندل شام اور مدینہ کے درمیان ایک قلعے اور آبادی کا نام تھا۔ اکیدر اپنے علاقے کا عیسائی بادشاہ تھا۔ خالدؓ بن الولید نے عرض کیا تھا کہ میں بلاد کلب کے مابین اس تھوڑی سی تعداد سے کیا کروں گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسے جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہوا پائے گا۔ پس جب خالدؓ چاندنی رات میں موسم گرما کے اندر اس کے قلعہ کے قریب پہنچا تو اس وقت اکیدر اپنے قلعے کی چھت پر تھا اور اس کی عورت رباب کندیہ اس کے ساتھ تھی۔ جنگلی گائیں اس کے قلعے کے دروازے پر اپنے سینگ مارنے لگیں۔ اس کی بیوی نے جھانک کر گائیں دیکھیں اور اکیدر نے بھی انہیں دیکھ لیا۔ اس کا گھوڑا ایک ماہ سے تیار کیا جا رہا تھا، وہ قلعہ سے نیچے اترا اور گھوڑا کسنے کا حکم دیا۔ وہ چند آدمیوں سمیت سوار ہوا جن میں ان کا بھائی حسان بھی تھا۔ اتنے میں خالدؓ نے انہیں جا لیا اور اکیدر کو تو پکڑ لیا مگر حسان نے مزاحمت کی اور قتل ہو گیا۔ دوسرے لوگ بھاگ گئے۔ مسلمان قلعہ میں جا داخل ہوئے۔ حضورؐ نے خالدؓ سے فرمایا تھا کہ اگر تو اکیدر کو پکڑے تو اسے قتل نہ کرنا بلکہ میرے پاس لے آنا۔ لیکن اگر وہ مزاحمت کرے تو اسے قتل کر دینا۔ خالدؓ نے اس سے کہا کہ اگر تو قلعہ کا دروازہ کھلوا دے تو میں تجھے قتل نہ کروں گا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا۔ یہ مصالحت جب ہوئی تو اکیدر بندھا ہوا تھا اور اس کا بھائی مصاد قلعہ کے اندر تھا، اس نے انکار کر دیا۔ اکیدر کے مشورے پر خالدؓ نے مصاد سے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑوں، چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر صلح کر لی۔ خالدؓ نے اکیدر کو چھوڑ دیا اور اس نے قلعہ کا دروازہ کھلوایا۔ خالدؓ قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور اکیدر کے علاوہ اس کے بھائی کی بھی جان بخشی کر دی۔ پھر خالدؓ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ واپس تشریف لا چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بھائیوں کو امان کی تحریر لکھ دی اور ان پر جزیہ عاید کر دیا۔

۳۰۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مُعَاذٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْيَمَنِ اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ يَعْنِيْ مُحْتَلِمًا دِيْنَارًا اَوْ عِدْلَهٗ مِنَ الْمَعَافِرِيِّ ثِيَابٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ۔

معاذؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے یمن کی طرف بھیجا تو حکم دیا کہ ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کے برابر معافری وصول کرے۔ معافری یمنی کپڑوں کا نام ہے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن کہا مگر بتایا کہ اس کا مرسل ہونا زیادہ صحیح ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے سنن ابی داؤد میں ۱۵۷۶ نمبر پر گزر چکی ہے)

شرح: عطاء نے کہا کہ حالم یا محتلم سے مراد بالغ مرد ہے۔ عورتوں پر جزیہ نہیں لگتا نہ بچوں اور مجنونوں پر۔ شافعیؒ نے اس حدیث کی بناء پر ہر غنی اور متوسط درجے کے ذمی پر ایک دینار جزیہ لگا نا واجب کہا ہے۔ حنفیہ اور احمد بن حنبل نے مختلف لوگوں کے لیے مختلف مقدار متعین کی ہے احمد نے کہا کہ جزیہ ان لوگوں کی طاقت کے موافق ہوگا اور اس کا فیصلہ وقت کی حکومت کرے گی۔ مولانا ؒ نے فرمایا ہے کہ جزیہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو از روئے صلح لگایا جائے اور اس کی مقدار وہی ہوگی جس پر فریقین پر اتفاق ہو جائے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران پر ایک ہزار دو سو جوڑے کپڑوں پر صلح کے طور پر عائد کئے تھے۔ دوسری قسم کا جزیہ وہ ہے جو غلبہ حاصل کرنے کے بعد امام کی مرضی سے عائد ہوتا ہے، اس صورت میں اس آبادی کو ان کی املاک پر قائم رکھا جاتا ہے اور کافی غنی پر ۴۸ درہم یعنی ہر ماہ میں چار درہم، متوسط الحال پر ۲۴ درہم اور کارکن مزدور پر ۱۲ درہم سالانہ لگایا جاتا ہے۔ اس حدیث میں جو فی کس ایک دینار آیا ہے اس سے مراد بطور صلح ہے۔ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم سے وہ مقدار منقول ہے جو مختلف احوال کے لوگوں کی اوپر بیان ہوئی ہے اور صحابہؓ میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تھا۔

۳۰۳۹۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

دوسری سند سے وہی اوپر والی حدیث معاذؓ ہے۔

۳۰۴۰۔ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هَانِئٍ أَبُو نُعَيْمٍ النَّخَعِيُّ نَا شَرِيكٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ قَالَ عَلِيٌّ لَئِنْ بَقِيتُ لِنَصَارٰى بَنِي تَغْلِبَ لَأَقْتُلَنَّ الْمُقَاتِلَةَ وَلَأَسْبِيَنَّ الذُّرِّيَّةَ فَإِنِّي كَتَبْتُ الْكِتَابَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يُنَصِّرُوا أَبْنَاءَهُمْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَبَلَغَنِي عَنْ أَحْمَدَ أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُ هٰذَا الْحَدِيثَ إِنْكَارًا شَدِيدًا وَهُوَ عِنْدَ بَعْضِ النَّاسِ شِبْهُ الْمَتْرُوكِ وَأَنْكَرُوا هٰذَا الْحَدِيثَ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ أَبُو عَلِيٍّ وَلَمْ يَقْرَأْهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْعَرْضَةِ الثَّانِيَةِ۔

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں نصاریٰ بنی تغلب کے لیے زندہ رہا تو ان کے قابل جنگ مردوں کو قتل کروں گا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بناؤں گا کیونکہ میں نے ہی ان میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریر لکھی تھی کہ وہ اپنے

بیٹوں کو عیسائی نہ بنائیں۔ ابوداؤد نے کہا کہ مُنکر حدیث ہے، مجھے احمد کے متعلق خبر پہنچی ہے کہ وہ اس حدیث کا شدید انکار کرتے تھے۔ سنن ابی داؤد کے راوی ابو علی لؤلؤی نے کہا کہ ابوداؤد نے یہ حدیث دوسرے دور میں نہیں پڑھی تھی۔

شرح: اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن مہاجر بجلی کوفی اور شریک بن عبداللہ حنفی پر ائمہ حدیث نے تنقید کی ہے۔ اس کے ایک اور راوی عبدالرحمٰن بن ہانی نخعی کے متعلق احمد بن حنبل نے لاشئ اور یحییٰ بن معین نے کذاب کا لفظ بولا ہے۔ (منذری) ابوداؤد اور نسائی کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔

۳۰۴۱۔ حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِيُّ نَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ نَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَالَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفَيْ حُلَّةٍ النِّصْفُ فِي صَفَرٍ وَالنِّصْفُ فِي رَجَبٍ يُؤَدُّونَهَا إِلَى الْمُسْلِمِينَ وَعَارِيَةِ ثَلَاثِينَ دِرْعًا وَثَلَاثِينَ فَرَسًا وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا وَثَلَاثِينَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْ أَصْنَافِ السِّلَاحِ يَغْزُونَ بِهَا وَالْمُسْلِمُونَ ضَامِنُونَ لَهَا حَتّٰى يَرُدُّوهَا عَلَيْهِمْ إِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَيْدٌ ذَاتُ غَدْرٍ عَلٰى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بِيعَةٌ وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ وَلَا يُفْتَنُوا عَنْ دِينِهِمْ مَا لَمْ يُحْدِثُوا حَدَثًا أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا قَالَ إِسْمٰعِيلُ فَقَدْ أَكَلُوا الرِّبَا قَالَ أَبُوْدَاوُدَ إِذَا نَقَضُوا بَعْضَ مَا اشْتُرِطَ عَلَيْهِمْ فَقَدْ أَحْدَثُوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے دو ہزار جوڑوں پر مصالحت کی تھی، نصف ماہ صفر میں اور نصف رجب میں وہ مسلمانوں کو ادا کریں گے، اور تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ، اور ہر قسم کے اسلحہ میں سے تیس تیس وہ مسلمانوں کو (بوقت حاجت) مستعار دیں گے تاکہ جنگ میں کام آئیں۔ اور مسلمان ان کے ضامن ہونگے تاکہ انہیں واپس کریں، یہ ہتھیار وہ اس وقت دیں گے جبکہ یمن میں معاہدہ کرنے والے غداری نہ کریں۔ اور ہماری طرف سے یہ وعدہ ہے کہ ان کا کوئی گرجا نہیں گرایا جائے گا اور ان کا کوئی عیسائی پادری نکالا نہیں جائے گا اور ان کو دین و مذہب کے باعث کوئی تکلیف نہ دی جائے گی جب تک کہ کوئی نئی بات نہ کریں گے یا سود نہ کھائیں گے۔ اسماعیل راوی حدیث نے کہا کہ انہوں نے سود کھایا۔ ابوداؤد نے کہا کہ جب انہوں نے معاہدے کی کسی شرط کو توڑا تو انہوں نے نئی بات کی۔

شرح: منذری نے کہا ہے کہ اسماعیل بن عبدالرحمٰن القرشی سُدّی کے نام سے مشہور ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے سماع میں کلام ہے، ہاں کہا گیا ہے کہ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا تھا اور

انس بن مالک سے اسے سماع بھی حاصل ہوا ہے۔ اس حدیث سے خطابی نے یہ استدلال کیا ہے کہ امام کو اختیار حاصل ہے کہ ذمیوں کے ساتھ جن شرطوں پر صلح ہوا اور جس مقدار کا جزیہ باہم صلح سے لگایا جائے اُس میں کمی بیشی بوقت ضرورت کر سکتا ہے، ہاں بیشی کی صورت میں ان کی رضا حاصل کرنا بھی لازم ہوگا۔ حدیث کے لفظ کید ذات غدار کید سے مراد جنگ ہے۔

بَابٌ ۳۱ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوسِ

مجوس سے جزیہ لینے کا باب ۳۱

۳۰۴۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْوَاسِطِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ أَهْلَ فَارِسَ لَمَّا مَاتَ نَبِيُّهُمْ كَتَبَ لَهُمْ إِبْلِيسُ الْمَجُوسِيَّةَ۔

ابن عباس رضؓ نے کہا کہ جب فارس والوں کا نبی مر گیا تو ابلیس نے ان کے لیے مجوسیت لکھ دی (یعنی انہیں آتش پرستی کی راہ پر ڈال دیا)

شرح: مجوسی آتش پرست ہیں اور نور و ظلمت نامی دو خداؤں کے قائل ہیں۔ آگ کو وہ نور کا مظہر جان کر پوجتے ہیں۔ جدید تحقیق سے معلوم ہو چکا ہے کہ زرتشت کی تعلیم دراصل توحید پر مبنی تھی مگر اس کے بعد مجوسیت جو ایران کا قدیم مذہب تھا ابھر نو چھا گیا اور زرتشت کی تعلیم کو بدل دیا گیا۔ ممکن ہے کہ زرتشت واقعی نبی ہو یا کم از کم اپنے وقت کے انبیائے بنی اسرائیل مثلاً عاموس ؑ سے متاثر ہوا ہو۔ مجوس پر جزیہ عائد کرنے کا سبب یہی تھا کہ وہ اپنے نبی (رہنما) زرتشت کی تعلیمات کو ترک کر کے ثنویت کے قائل ہو گئے اور آگ پوجنے لگے۔

۳۰۴۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ بَجَالَةَ يُحَدِّثُ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ وَأَبَا الشَّعْثَاءِ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ إِذْ جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ اُقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَانْهَوْهُمْ عَنِ الزَّمْزَمَةِ فَقَتَلْنَا فِي يَوْمٍ ثَلَاثَةَ سَوَاحِرَ وَفَرَّقْنَا بَيْنَ كُلِّ رَجُلٍ مِنَ

الْمَجُوسِ وَحَرِيمِهِ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى وَصَنَعَ طَعَامًا كَثِيرًا فَدَعَاهُمْ فَعَرَضَ السَّيْفَ عَلَى فَخِذِهِ فَأَكَلُوا وَلَمْ يُزَمْزِمُوا وَأَلْقَوْا وِقْرَ بَغْلٍ أَوْ بَغْلَيْنِ مِنَ الْوَرِقِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ۔

بجالہ عمرو بن اوس اور ابو الشعثاء سے بیان کرتا تھا کہ میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا کاتب تھا۔ اچانک ہمارے پاس حضرت عمرؓ کی وفات سے ایک سال قبل ان کا خط آیا کہ ہر جادوگر کو قتل کر دو اور مجوسیوں میں سے ہر محرم کو (نکاح سے) الگ کر دو اور ان کو زمزمہ سے منع کرو۔ پس ہم نے ایک دن میں تین جادوگر قتل کئے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق ہر مجوسی اور اُس کے محرم میں جدائی کر دی۔ جزء بن معاویہ نے بہت سا کھانا پکایا اور مجوسیوں کی دعوت کی، اور تلوار کو اپنی ران پر چوڑائی کے بل رکھا۔ پس انہوں نے کھانا کھایا اور زمزمہ نہیں پڑھا اور ایک خچر یا دو خچروں کا بوجھ چاندی ڈال دی اور حضرت عمرؓ نے مجوسیوں سے جزیہ نہ لیا تھا جب تک کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ گواہی نہ دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول فرمایا تھا (بخاری، ترمذی، نسائی)

شرح: اس حدیث کی سند پر کلام ہوا ہے۔ مجوسی زرتشت کی پیدائش سے قبل جادوگری، فال گیری اور ٹونے ٹوٹکے کا کام کرتے تھے اور اسی سبب سے بادشاہوں کے مقرب تھے۔ زرتشت نے گو ان چیزوں کو مٹایا مگر اس کے بعد بھی پہلی حالت ہو گئی اور مجوسی بطور پیشہ انہی چیزوں کو اپنا بیٹھے۔ یہ بھی ثابت نہیں ہو سکا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنا زرتشت کی تعلیم کے مطابق تھا۔ یہ رسم ان کے بعض عیش پرست بادشاہوں نے نکالی تھی اور پھر عام ہو گئی۔ زمزمہ سے مُراد وہ کلمات تھے جو مجوسی کھانا کھاتے وقت پڑھتے تھے۔ چاندی ڈالنے کا مطلب خطابی نے یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ چاندی کے برتنوں اور چمچوں وغیرہ میں کھانا کھاتے تھے۔ خطابی کہتے ہیں کہ جناب عمرؓ نے مجوسیوں کو اس بات پر مجبور نہ کیا تھا کہ اپنی محفلوں یا عبادت گاہوں یا گھروں میں وہ اپنے ان طور طریقوں کو ترک کر دیں، ممانعت اس امر کی ہوئی تھی کہ اہل اسلام کے سامنے بر سرِ عام وہ ان چیزوں کا اظہار نہ کریں۔ دراصل یہ چیزیں انہیں کسی صحیح دلیل سے زرتشت سے نہیں ملی تھیں، بلکہ ان میں آگ کی پوجا اور اس کی تعظیم کا تصور پایا جاتا تھا جو قدیم مجوسیت کا زرتشت سے قبل بھی شعار تھا۔ اہل کتاب اپنے دینی عقائد و احکام اور معاملات پر خود تو عمل پیرا ہوتے ہیں مگر مسلمانوں کے سامنے ان چیزوں کا اظہار نہیں کرتے۔ ہاں اگر وہ اپنا مقدمہ عدالتوں میں لائیں تو فیصلہ ملکی یعنی اسلامی قانون کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے مجوسیوں سے جزیہ لینے سے جھجکتے تھے، جب عبدالرحمٰن بن عوف نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا تو انہوں نے مجوس پر جزیہ عاید کیا۔ جزیہ عاید کرنے کے سبب میں اہل علم کے اندر اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ انہیں اہل کتاب مان کر جزیہ لیا گیا تھا۔

شافعی کا مشہور تر قول ہے اور حضرت علیؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے لیکن اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ مجوسی اہل کتاب نہیں، یہود و نصاریٰ سے جزیہ کتاب اللہ کے حکم۔ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ التوبہ۔ کے مطابق لیا گیا تھا اور مجوسیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کے مطابق جس کا بیان عبدالرحمن بن عوف نے جناب عمرؓ کے سامنے کیا تھا۔ لیکن یہ سلوک جو مجوس سے ہوا بس صرف جزیے تک محدود ہے۔ ورنہ اس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں اور نہ ان کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز ہے۔
ابراہیم حربی کا قول ہے کہ اس مسئلے پر ابو ثور کے علاوہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔

مولاناؒ نے معجم البلدان سے نقل کیا ہے کہ حمیرؔ اور عرب عاربہ کی زبان میں ھجر کا معنی بستی اور آبادی تھا بحرین کے تمام علاقے کو ہجر کہا جاتا تھا اور یہ علاقہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں العلاء بن الحضرمی کے ہاتھ پر آٹھ یا دس ہجری میں فتح ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کا حصہ ہے تو یہ متصل ہے اور اس کی روایت جناب عمرؓ سے اور ان کی عبدالرحمنؓ بن عوف سے اور ان کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور ترمذی کی روایت میں یہ صراحت موجود ہے۔ جناب عمرؓ فاروق نے عبدالرحمٰنؓ کی شہادت سے قبل جو مجوسیوں سے جزیہ نہ لیا اس کی دلیل کتاب اللہ کی آیت ہے، مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ الخ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ غیر اہل کتاب سے جزیہ نہیں لیا جاتا، لیکن جب عبدالرحمن بن عوفؓ نے شہادت دے دی تو حضرت عمرؓ کو معلوم ہوگیا کہ اس مسئلہ میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔ یعنی باوجود مجوس کے اہل کتاب نہ ہونے کے بھی ان سے جزیہ لیا جائے گا اور سبب اس کا سنت کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ مؤطا کی منقطع روایت کے مطابق عبدالرحمن نے کہا تھا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے: مجوس کے ساتھ اہل کتاب جیسا سلوک کرو۔ مجوس کے پاس جو محرف ومبدل کتاب بھی جس کی بناء پر انہیں اہل کتاب جیسے سلوک کا مستحق گردانا گیا وہ وہی زرتشت کے دساتیر اور اوستا اور ژند و پاژند تھے جن کا محرف ومبدل ہونا پختہ دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ اگر یہ محرف نہ ہوتیں تو شاید پوزیشن دوسری ہوتی مگر زرتشت کو صراحۃً پیغمبر خدا قرار دینا شاید پھر بھی ممکن نہ ہوتا کیونکہ اس سلسلے میں کتاب وسنت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

۳۰۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ الْيَمَامِيُّ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ نَا هُشَيْمٌ اَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ قُشَيْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ بَجَالَةَ بْنِ عَبْدَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَسْبَذِيِّيْنَ مِنْ اَهْلِ الْبَحْرَيْنِ وَهُمْ مَجُوْسُ اَهْلِ هَجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَكَثَ عِنْدَهٗ ثُمَّ خَرَجَ فَسَاَلْتُهٗ مَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فِيْكُمْ قَالَ شَرٌّ قُلْتُ مَهْ قَالَ الْاِسْلَامُ اَوِ الْقَتْلُ قَالَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قَبِلَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَخَذَ النَّاسُ بِقَوْلِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَتَرَكُوْا مَا سَمِعْتُ اَنَا مِنَ الْاَسْبَذِيِّ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اہل بحرین میں سے ایک اسبذی (مجوسی) جو ہجر کی ایک مجوسی قوم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضور کے پاس ٹھہرا، پھر وہ باہر نکلا تو میں نے اس سے پوچھا کہ: اللہ اور اس کے رسول نے تمہارے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟ وہ بولا: برا فیصلہ ہے۔ میں نے کہا کہ خاموش رہو، اس نے کہا کہ فیصلہ یہ ہے کہ یا اسلام یا قتل۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے جزیہ قبول کیا تھا، پس لوگوں نے عبدالرحمٰن کا قول لے لیا اور میں نے جو کچھ اس اسبذی یعنی مجوسی کے سنا تھا اسے اختیار نہ کیا۔ (شاید ان کے قبول نہ کرنے کا سبب یہ ہو کہ اس کی سند میں وہ مجوسی تھا جس کا قول اور روایت ناقابل قبول ہے!)

شرح: اسبذی بحرین کے ایک قصبے اسبذ کی طرف منسوب ہے بروزن احمد۔ اسبذی کو اگر فارسی کلمہ مانا جائے تو یہ اسپ کی طرف منسوب ہوگا (بمعنی گھوڑا) اور معنی اس کا ہوگا: گھوڑے کے پجاری، یہ گھوڑا ہی پوجتے تھے اور ان کے ناموں میں اسپ شامل ہوتا تھا مثلاً: طہماسپ، لہراسپ وغیرہما۔ ابو عبید کے مطابق اسبذ فارس کے کسریٰ کا ایک قائد تھا جو بحرین کا حاکم تھا۔

بَابٌ ۳۲ فِي التَّشْدِيدِ فِي جِبَايَةِ الْجِزْيَةِ

جزیہ اُگاہنے میں تشدید کا باب ۳۲

۳۰۴۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ وَجَدَ رَجُلًا وَهُوَ عَلَى حِمْصٍ يُشَمِّسُ نَاسًا مِنَ الْقِبْطِ فِي أَدَاءِ الْجِزْيَةِ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا۔

ہشام بن حکیم بن حزام نے جبکہ وہ حمص کا حاکم تھا، ایک آدمی کو پایا کہ وہ کچھ قبطیوں کو جزیہ کی ادائگی میں دھوپ میں کھڑا کر رہا تھا تو اس نے کہا: یہ کیا ہے؟ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا تھا کہ اللہ عزوجل ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں (مسلم، نسائی)

شرح: مسلم کی حدیث میں ہے کہ ان کا امیر اس وقت عمیر بن سعد تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص و فلسطین کا حاکم تھا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور وہ نبطی تھے (قبطی نہیں) اور ان کے سروں پر روغن زیتون ڈالا گیا تھا۔ حضور کا یہ قول ناحق تعذیب کے بارے میں ہے۔ جو تعذیب برحق ہو مثلاً حدود و قصاص یا تعزیریں ہوں وہ اس سے خارج ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ ہشام بن حکیم نے حکم دیا اور ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ جزیہ کی ادائگی کے لیے اتنی شدید سختی جائز نہیں۔

بَابٌ ۳۳ فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالتِّجَارَةِ

ذمیوں سے عشور کی اُگاہی کا باب ۳۳ جبکہ وہ تجارتی مال لائیں

۳۰۴۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ نَا عَطَاءُ ابْنُ السَّائِبِ عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي أُمِّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عُشُورٌ۔

عبید اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عشور یہود و نصاریٰ پر ہے نہ کہ مسلمانوں پر۔

شرح: اس سے مراد صدقات کا عشور نہیں بلکہ مال تجارت کا عشور ہے۔ خطابی نے کہا کہ یہود و نصاریٰ سے وہ عشور وصول کیا جاتا ہے جو عقد ذمہ و مصالحت کے وقت مقرر ہوا ہو، اگر ایسا نہیں ہوا تو جزیہ کے علاوہ ان پر کوئی عشور نہیں۔ اور یہ عشور اراضی کا عشر نہیں ہے کیونکہ ان کی زمین سے خراج لیا جاتا ہے اور مسلمانوں سے عشر۔ یہ ساری بحث شافعی مذہب کے مطابق ہے۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر وہ مسلمانوں سے اپنے ملک میں عشور (تجارتی ٹیکس) لیں گے تو ہم بھی ان سے وصول کریں گے ورنہ نہیں۔ اس حدیث کی سند میں بڑی گڑبڑ اور اختلاف ہے۔ اس سے اگلی روایت میں تو د ابو داؤد جو سند درج کرتے ہیں اس سے بھی اس خلط ملط کی وضاحت ہوتی ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ اضطراب اس سند کا عطاء بن السائب کی طرف سے ہے کیونکہ وہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ دوسری حدیث کی سند میں اختلاط کا شائبہ نظر نہیں آتا کیونکہ سفیان ثوری نے عطاء بن السائب کے اختلاط سے قبل اس سے سماع کیا تھا۔ خطابی نے عشور کے بارے میں حنفیہ کا جو مذہب بیان کیا ہے اس میں الجھن کا اندیشہ ہے۔ حنفیہ کا مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حربی کافر سے مال تجارت کا عشور وصول کیا جاتا ہے اور ذمی سے نصف عشر اور مسلم سے ربع عشر یعنی ۱/۴۰۔ ہاں اگر غیر مسلمانوں کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ اور قسم کا ہو تو پھر ہم بھی ان سے وہی سلوک کریں گے۔ شرح السنۃ میں ہے کہ حربی کافر اگر امان و اجازت کے بغیر دارالاسلام میں تجارت کی غرض سے داخل ہوں تو ان کا سارا مال ضبط کیا جائے گا۔ اگر امان و اجازت سے کر آئیں گے تو ان کے ساتھ شرائط امان کے مطابق سلوک ہو گا اور یہ ٹیکس سال بھر میں ایک ہی مرتبہ لیا جائے گا جبکہ وہ ہمارے ملک میں تجارت کے لیے گھومیں پھریں گے۔

۳۰۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ حَرْبِ ابْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ خَرَاجٌ مَكَانَ الْعُشُورِ۔

ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اوپر کی حدیث جیسی روایت کی (اس حدیث کی سند پہلی سے

مختلف ہے) مگر عشور کی جگہ پر خراج کا لفظ بولا (یہ محض ایک لفظی اختلاف ہے جس سے اصل مسئلے پر کوئی فرق نہیں پڑتا)

۳۰۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ خَالِهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُعَشِّرُ قَوْمِيْ قَالَ إِنَّمَا الْعُشُوْرُ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى۔

عطاء نے بکر بن وائل کے ایک مرد سے اور اس نے اپنے ماموں سے روایت کی، اس نے کہا کہ یارسول اللہ کیا میں اپنی قوم سے عشور وصول کروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشور تو صرف یہود و نصاریٰ پر ہے۔

شرح: حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ابوامیہ تغلبی (حرب بن بلال کا دادا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشور کی روایت کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں پر نہیں ہے۔ عطاء بن السائب سے راوی اس کا نام مختلف بتاتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مسند احمد کی روایت میں حرب بن بلال ثقفی ابوامیہ سے روایت کرتا ہے جو بنی تغلب کا ایک مرد تھا۔ پھر بعض روایات میں ہے: حرب اپنے ماموں سے روایت کرتا ہے جس کا نام نہیں لیتا اور صرف یہ بتاتا ہے کہ وہ بکر بن وائل سے تھا۔ ابوداؤد کی روایت ہیں: عن رجل من بکر بن وائل (حرب) عن خالہ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اوپر کی حدیث نمبر ۳۰۴۶ میں جو لفظ: عن جدہ ابی امیہ آیا ہے شاید اس میں تصحیف ہوئی ہے اور درست لفظ ابی امیہ نہیں بلکہ ابی امیۃ ہے مگر پھر اس کے آگے عن ابیہ کا لفظ زاید ہے۔ بہرحال اس روایت کا صحابی کون ہے؟ اس میں ابہام قائم ہے۔ کچھ آگے مزید بحث ہوگی۔

۳۰۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْبَزَّازُ نَا أَبُوْ نُعَيْمٍ نَا عَبْدُ السَّلَامِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَيْرٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهٖ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ تَغْلِبَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمْتُ وَعَلَّمَنِي الْإِسْلَامَ وَعَلَّمَنِيْ كَيْفَ آخُذُ الصَّدَقَةَ مِنْ قَوْمِيْ مِمَّنْ أَسْلَمَ ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلَّمَا عَلَّمْتَنِيْ قَدْ حَفِظْتُ إِلَّا الصَّدَقَةَ أَفَأُعَشِّرُهُمْ قَالَ لَا إِنَّمَا الْعُشْرُ عَلَى النَّصَارٰى وَالْيَهُوْدِ۔

حرب بن عبید اللہ بن عمیر ثقفی اپنے دادا سے روایت کرتا ہے جو بنی تغلب کا ایک شخص تھا، اس نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مسلمان ہوا اور آپ نے مجھے اسلام سکھایا اور یہ بھی سکھایا کہ میں اپنی قوم سے صدقہ کیوں کر وصول کروں، یعنی ان میں سے اسلام لانے والوں سے۔ پھر میں حضورؐ کی طرف واپس گیا اور کہا یارسول اللہ آپ نے

مجھے جو کچھ سکھایا تھا وہ میں نے یاد کر لیا ہے سوائے صدقہ کے، کیا میں اُن سے عشور وصول کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں عشور تو یہود و نصاریٰ پر ہے۔

شرح: منذری نے کہا ہے کہ یہ روایت بخاری نے التاریخ الکبیر میں بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ راویوں کا اس میں کیا اضطراب ہے؟ اور کہا ہے کہ: اس کی متابعت نہیں ہوتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کا غلہ جب پانچ وسق ہو تو اس میں مسلمانوں پر بھی عشر واجب فرمایا ہے۔ (اور ابوحنیفہ کے نزدیک ہر مقدار پر عشر واجب ہے۔ حنفیہ کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جو دیگر ائمہ فقہ کے مطابق ہے یعنی پانچ وسق)

۳۰۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عِيسٰى نَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ نَا أَرْطَاةُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ عُمَيْرٍ أَبَا الْأَحْوَصِ يُحَدِّثُ عَنِ الْعِرْبَاضِ ابْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ نَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَمَعَهُ مَنْ مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ وَكَانَ صَاحِبُ خَيْبَرَ رَجُلًا مَارِدًا مُنْكَرًا فَأَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَلَكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا حُمُرَنَا وَتَأْكُلُوا ثَمَرَنَا وَتَضْرِبُوا نِسَاءَنَا فَغَضِبَ يَعْنِي النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ ارْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَادِ أَلَا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ وَأَنِ اجْتَمِعُوا لِلصَّلٰوةِ قَالَ فَاجْتَمَعُوا ثُمَّ صَلّٰى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيكَتِهِ قَدْ يَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ أَلَا وَإِنِّي وَاللّٰهِ قَدْ وَعَظْتُ وَأَمَرْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ أَوْ أَكْثَرُ وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِي عَلَيْهِمْ۔

عرباض بن ساریہؓ سلمی نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں اترے اور آپؐ کے اصحاب بھی تھے۔ اور خیبر کا حاکم ایک سرکش منکر آدمی تھا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا: اے محمد! کیا تمہارے لیے جائز ہے کہ ہمارے گدھے ذبح کرو اور ہمارا پھل کھا جاؤ اور ہماری عورتوں کو پیٹو؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے اور فرمایا: اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور پھر پکار کر منادی کرو کہ جنت صرف ایمانداروں کے لیے حلال ہے اور یہ کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔ راوی نے کہا کہ لوگ جمع ہو گئے تو پھر نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی، پھر اُٹھے اور فرمایا: کیا تم سے کوئی شخص اپنی چارپائی پہ سہارا لگائے بیٹھا ہوا یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان چیزوں کے سوا کوئی چیز حرام نہیں کی جو اس قرآن میں ہیں؟ خبردار! واللہ میں نے نصیحت کی اور حکم دیا اور کچھ چیزوں سے منع کیا، وہ قرآن کی طرح یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اللہ عزوجل نے تمہارے لیے یہ حلال نہیں کیا کہ تم اجازت کے بغیر اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو، اور ان کی عورتوں کو پیٹنے کی بھی اجازت نہیں دی اور نہ ان کے پھل کھانے کی، جبکہ وہ تمہیں وہ فریضہ ادا کریں جو ان کے ذمہ ہے۔

شرح: منذری نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں اشعث بن شعبہ مصیصی ہے جس میں کلام ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ بقول ازدی وہ ضعیف ہے اور ابوزرعہ نے اسے نرم قرار دیا ہے۔ اسی طرح ابو الاحوص حمصی بھی متکلم فیہ ہے۔ یہ قصہ جس کا یہاں ذکر ہے بظاہر فتح خیبر کے بعد پیش آیا تھا مگر یہ نہیں معلوم کہ کب اور کس موقع پر؟

۳۰۵۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا فَتَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ فَيَتَّقُونَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُونَ أَنْفُسِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ قَالَ سَعِيدٌ فِي حَدِيثِهِ فَيُصَالِحُونَكُمْ عَلَى صُلْحٍ ثُمَّ اتَّفَقَا فَلَا تُصِيبُوا مِنْهُمْ شَيْئًا فَوْقَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ لَكُمْ

ثقیف کے ایک آدمی نے جہینہ کے ایک آدمی سے روایت کی، اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تم ایک قوم سے قتال کرو اور تم ان پر غالب آ جاؤ۔ پھر وہ اپنے آپ اور اپنی اولاد کو بچانے کی خاطر اپنے مال دے کر تم سے بچیں، سعید نے اپنی حدیث میں کہا کہ پس وہ تم سے مصالحت کریں۔ پھر دونوں راویوں کا اتفاق ہے کہ فرمایا، تم ان سے اس سے زیادہ اور کچھ وصول مت کرو کیونکہ وہ تمہارے لیے روا نہیں (اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔)

شرح: لعلکم کا لفظ یہاں تحقیق کے لیے ہے امید کے لیے نہیں۔ باقی حدیث کا مطلب واضح ہے۔

۳۰۵۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ نَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ الْمَدِينِيُّ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ آبَائِهِمْ دِنْيَةً عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ وَأَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے کئی بیٹے اپنے باپوں سے روایت کرتے ہیں جن کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، خبردار! جس کسی نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس کی طاقت سے بڑھ کر اسے تکلیف دی یا اس کی دلی خوشی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے جھگڑنے والا ہوں گا (اس روایت میں کچھ مجہول لوگ ہیں)

شرح: اگر یہ حدیث ثابت ہے تو بہتر ورنہ صحیح احادیث سے بھی اس سے ملتا جلتا مضمون ثابت ہے اس سے اسلام کے عادلانہ اور غیر مسلموں کے حق میں مشفقانہ و فیاضانہ سلوک کا پتہ چلتا ہے۔ دنیا بھر کا کوئی دین و مذہب ایسی تعلیم پیش نہیں کر سکتا۔ غیر مسلموں نے ہر دور میں اور آج بھی مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ بالکل واضح ہے لیکن اس کے باوجود اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ غیر مسلموں پر کسی قسم کی زیادتی نہ ہونے پائے۔

بَابٌ ٣٤ فِي الذِّمِّيِّ يُسْلِمُ فِي بَعْضِ السَّنَةِ هَلْ عَلَيْهِ جِزْيَةٌ

باب ۳۴ اگر ذمی سال کے دوران میں اسلام لے آئے تو کیا اس پر جزیہ ہے؟

٣٠٥٣. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ قَابُوسَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى مُسْلِمٍ جِزْيَةٌ.

ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلم پر جزیہ نہیں

٣٠٥٤. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ سُئِلَ سُفْيَانُ عَنْ تَفْسِيرِ هٰذَا فَقَالَ إِذَا أَسْلَمَ فَلَا جِزْيَةَ عَلَيْهِ.

سفیان نے اس کا مطلب یہ بتایا کہ جب وہ مسلم ہو جائے تو اس پر کوئی جزیہ نہیں۔ (ترمذی)

شرح: علامہ خطابیؒ نے کہا کہ اس کا معنیٰ دو طرح سے ہو سکتا ہے، ایک یہ کہ جزیہ کا معنیٰ خراج لیا جائے: پس اگر کوئی یہودی اسلام لے آئے اور اس کے قبضے میں زمین تھی جس پر کہ مصالحت کی گئی تھی تو اس کی گردن سے جزیہ موقوف ہے اور اس کی زمین سے خراج ختم ہے۔ اور یہ سفیان ثوری اور شافعی کا قول ہے۔ سفیان نے کہا کہ اگر وہ زمین بزور شمشیر مفتوح ہوئی تھی پھر اس کا مالک اسلام لے آیا تو اس شخص کا جزیہ ختم ہے مگر زمین پہ خراج باقی ہے۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ ذمی جب مسلمان ہوا اور سال کا کچھ حصہ گزر چکا ہو تو اس سے گزشتہ حصے کے جزیئے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ مسلمان جب سال ختم ہونے سے پہلے ہی اپنے مویشی بیچ دے تو اس سے زکوٰۃ کا مطالبہ موقوف ہوتا ہے کیونکہ سال کا گزر جانا شرط ہے۔

لیکن جب سال گزرنے کے بعد وہ مسلمان ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ ابو عبید نے کہا کہ گزشتہ سال کا اس سے

مطالبہ نہیں ہوگا اور اس نے حضرت عمر بن الخطاب کے وارد ہونے والے ایک اثر سے استدلال کیا ہے۔ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جب کوئی ذمی مر جائے اور اس کے ذمہ اس کے سر کا کچھ جزیہ تھا تو اس کے متعلق اس کے وارثوں سے کوئی مطالبہ نہ ہوگا اور وہ اس کے ترکہ میں سے نہیں لیا جائے گا، کیونکہ وہ اس پر دین نہیں۔ اور اگر ان میں سے کوئی اسلام قبول کرے جبکہ اس کے ذمہ کچھ جزیہ تھا تو اب وہ بقیہ ساقط ہوگیا وہ اس سے نہیں لیا جائے گا۔ اور شافعیؒ کے نزدیک اس کا مطالبہ کیا جائے گا کیونکہ وہ اس کے ذمہ دین کی مانند ہے۔ شافعیؒ کا دوسرا قول بھی ہے جو دیگر فقہاء کے مطابق ہے اور وہی اولیٰ ہے کیونکہ وہ جماعت کے ساتھ ہے۔

بَاب ۳۵ فِي الْإِمَامِ يَقْبَلُ هَدَايَا الْمُشْرِكِيْنَ

امام کے مشرکوں کے ہدیے قبول کرنے کا باب ۳۵

۳۰۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْهَوْزَنِيُّ قَالَ لَقِيْتُ بِلَالًا مُؤَذِّنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَلَبَ فَقُلْتُ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ كَيْفَ كَانَتْ نَفَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَ لَهُ شَيْءٌ كُنْتُ أَنَا الَّذِيْ أَلِيْ ذٰلِكَ مِنْهُ مُنْذُ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِذَا أَتَاهُ مُسْلِمًا فَرَاٰهُ عَارِيًا يَأْمُرُنِيْ فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَقْرِضُ فَأَشْتَرِيْ لَهُ الْبُرْدَةَ فَأَكْسُوْهُ وَأُطْعِمُهُ حَتَّى اعْتَرَضَنِيْ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ يَا بِلَالُ إِنَّ عِنْدِيْ سَعَةً فَلَا تَسْتَقْرِضْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مِنِّيْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ تَوَضَّأْتُ ثُمَّ قُمْتُ لِأُؤَذِّنَ بِالصَّلٰوةِ فَإِذَا الْمُشْرِكُ قَدْ أَقْبَلَ فِيْ عِصَابَةٍ مِنَ التُّجَّارِ فَلَمَّا أَنْ رَاٰنِيْ قَالَ يَا حَبَشِيُّ قُلْتُ يَا لَبَّاهُ فَتَجَهَّمَنِيْ وَقَالَ لِيْ قَوْلًا غَلِيْظًا وَقَالَ لِيْ أَتَدْرِيْ كَمْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الشَّهْرِ قَالَ قُلْتُ قَرِيْبٌ قَالَ إِنَّمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ أَرْبَعٌ فَاٰخُذُكَ بِالَّذِيْ عَلَيْكَ فَأَرُدُّكَ تَرْعَى الْغَنَمَ كَمَا كُنْتَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَأَخَذَ فِيْ نَفْسِيْ مَا يَأْخُذُ فِيْ أَنْفُسِ

النَّاسِ حَتّٰى إِذَا صَلَّيْتُ الْعَتَمَةَ رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَهْلِهِ فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لِي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنَّ الْمُشْرِكَ الَّذِي كُنْتُ أَتَدَيَّنُ مِنْهُ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا وَلَيْسَ عِنْدَكَ مَا تَقْضِي عَنِّي وَلَا عِنْدِي وَهُوَ فَاضِحِي فَأْذَنْ لِي أَنْ آبَقَ إِلٰى بَعْضِ هٰؤُلَاءِ الْأَحْيَاءِ الَّذِينَ قَدْ أَسْلَمُوا حَتّٰى يَرْزُقَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَقْضِي عَنِّي فَخَرَجْتُ حَتّٰى إِذَا أَتَيْتُ مَنْزِلِي فَجَعَلْتُ سَيْفِي وَجِرَابِي وَنَعْلَيَّ وَمِجَنِّي عِنْدَ رَأْسِي حَتّٰى إِذَا انْشَقَّ عَمُودُ الصُّبْحِ الْأَوَّلِ أَرَدْتُ أَنْ أَنْطَلِقَ فَإِذَا إِنْسَانٌ يَسْعٰى يَدْعُو يَا بِلَالُ أَجِبْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى أَتَيْتُهُ فَإِذَا أَرْبَعُ رَكَائِبَ مُنَاخَاتٌ عَلَيْهِنَّ أَحْمَالُهُنَّ فَاسْتَأْذَنْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرْ فَقَدْ جَاءَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَضَائِكَ ثُمَّ قَالَ أَلَمْ تَرَ الرَّكَائِبَ الْمُنَاخَاتِ الْأَرْبَعَ فَقُلْتُ بَلٰى فَقَالَ إِنَّ لَكَ رِقَابَهُنَّ وَمَا عَلَيْهِنَّ فَإِنَّ عَلَيْهِنَّ كِسْوَةً وَطَعَامًا أَهْدَاهُنَّ إِلَيَّ عَظِيمُ فَدَكَ فَاقْبِضْهُنَّ وَاقْضِ دَيْنَكَ فَفَعَلْتُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا فَعَلَ مَا قِبَلَكَ قُلْتُ قَدْ قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ شَيْءٍ كَانَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَبْقَ شَيْءٌ قَالَ أَفَضَلَ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ انْظُرْ أَنْ تُرِيحَنِي مِنْهُ فَإِنِّي لَسْتُ بِدَاخِلٍ عَلٰى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِي حَتّٰى تُرِيحَنِي مِنْهُ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَتَمَةَ دَعَانِي فَقَالَ مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ قَالَ قُلْتُ هُوَ مَعِي لَمْ يَأْتِنَا أَحَدٌ فَبَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ

وَقَصَّ الْحَدِيثَ حَتَّى إِذَا صَلَّى الْعَتَمَةَ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ دَعَانِي قَالَ مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ قَالَ قُلْتُ قَدْ أَرَاحَكَ اللَّهُ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللَّهَ شَفَقًا مِنْ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ وَعِنْدَهُ ذَلِكَ ثُمَّ اتَّبَعْتُهُ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَزْوَاجَهُ فَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ امْرَأَةٍ حَتَّى أَتَى مَبِيتَهُ وَهَذَا الَّذِي سَأَلْتَنِي عَنْهُ

عبداللہ الھوزنی نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بلال رضی اللہ عنہ سے حلب میں ملا اور میں نے کہا کہ اے بلال! مجھے بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرچ کیوں کر چلتا تھا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کوئی مال نہ رکھتے تھے اور اس کا سارا انتظام میں کرتا تھا آپ کی بعثت سے لے کر اس وقت تک یہی حال رہا جبکہ آپ وفات پا گئے، صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب کوئی شخص آپ کے پاس مسلم ہو کر آتا اور آپ اُسے عریاں پاتے تو مجھے حکم دیتے، میں جاتا اور قرض لے کر اس کے لیے چادر خریدتا اور کھانا کھلاتا تھا۔ حتیٰ کہ مجھے ایک مشرک ملا اور کہنے لگا اے بلال! میرے پاس مال و دولت کی گنجائش موجود ہے پس تو میرے سوا کسی اور سے قرض مت لیا کر۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ پس ایک دن کا ذکر ہے کہ میں نے وضو کیا اور نماز کی اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا کہ اچانک وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت میں آیا اور جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: اے حبشی! میں نے کہا: جی ہاں۔ پس اس نے مجھے سخت سست کہا اور سخت باتیں کیں، اور مجھ سے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ مہینہ گزرنے میں کتنا وقت باقی ہے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا وہ قریب ہے۔ اس نے کہا کہ تیرے اور مہینہ ختم ہونے کے درمیان صرف چار دن باقی ہیں۔ پھر میں تیرے ذمہ جو مال ہے اس کے عوض میں پکڑ لوں گا اور تجھے غلام بنا ڈالوں گا کہ تو پہلے کی مانند بھیڑ بکریاں چرانے لگے گا۔ پس اس سے مجھے بہت غم ہوا جیسا کہ لوگوں کے دلوں میں ہوتا ہے، حتیٰ کہ جب میں نے نمازِ عشاء پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ گئے، پس میں نے آپ سے اجازت طلب کی اور آپ نے اجازت دی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جس مشرک سے میں قرض لیتا ہوں اس نے مجھے یہ یہ کچھ کہا ہے اور آپ کے پاس میرا قرض ادا کرنے کو کچھ ہے نہیں اور نہ میرے پاس ہے اور وہ مجھے رسوا کر دے گا، پس آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں ان مسلم قبائل کی طرف بھاگ جاؤں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اتنا رزق دے کہ وہ میرا لیا ہوا قرض ادا کر سکیں۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلا حتیٰ کہ اپنے مکان پر پہنچا، پس میں نے اپنی تلوار اور چمڑے کا تھیلا اور جوتا اور اپنی ڈھال اپنے سر کے قریب رکھ لی۔ حتیٰ کہ جب صبح کاذب پھوٹی تو میں نے نکل جانے کا ارادہ کر لیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک انسان بھاگا آتا ہے اور مجھے پکارتا ہے: اے بلال! تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ پس میں چلا حتیٰ کہ حضور کے پاس جا پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹنیاں بٹھائی گئی تھیں اور ان کا بوجھ اُن کے اوپر ہی تھا۔ پس میں نے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: خوش ہو جا کہ اللہ تعالیٰ تیرے قرض کی ادائیگی کا سامان لے آیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو نے چار بیٹھی ہوئی اونٹنیاں نہیں دیکھیں؟ میں نے کہا کہ جی ہاں دیکھی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ اونٹنیاں اور جو کچھ ان پر ہے وہ تیرے لیے ہے۔ کیوں کہ ان پر کپڑے ہیں اور کھانے کا سامان ہے جو فدک کے رئیس نے مجھے بطور ہدیہ بھیجا

ہے۔ پس تو ان پر قبضہ کر لے اور اپنا قرض ادا کر دے۔ پس میں نے ایسا ہی کیا، پھر بلال رضی اللہ عنہ نے سارا قصہ بیان کیا (جو بقول مولانا کہ ابوداؤد کے علاوہ مجھے اور کہیں نہیں ملا!) کہ پھر میں مسجد کی طرف گیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے۔ پس میں نے آپ کو سلام کہا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے قرض کا کیا بنا؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ ادا کر دیا جو اس کے رسول کے ذمہ تھا اور کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا: کیا کچھ بچا بھی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ پس آپ نے فرمایا کہ اخراجات کو دیکھ اور اس سے مجھے راحت پہنچا (یعنی خرچ کر ڈال کہ تشویش نہ رہے) کیونکہ میں اپنے کسی گھر میں نہیں جانے کا حتی کہ تو مجھے اس سے فارغ البال کر دے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو مجھے بلایا، پس فرمایا: تیرے مال کا کیا ہوا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بولا: وہ میرے پاس ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات مسجد میں گزاری۔ اور بلال رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جب حضور نے اس دوسرے دن بھی عشاء کی نماز پڑھی تو مجھے بلایا اور فرمایا: تیرے پاس جو مال تھا وہ کیا ہوا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے راحت دے دی ہے۔ پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اللہ کی حمد بیان کی، اس خوف کے مارے کہ مبادا آپ کو موت آجائے اور آپ کے پاس وہ مال ہو۔ پھر میں آپ کے پیچھے چلا حتی کہ آپ اپنی ازواج کے پاس تشریف لے گئے اور ان میں سے ایک ایک بیوی کو سلام کہا حتی کہ رات گزارنے کی جگہ پہ جا پہنچے۔ سو یہ ہے وہ بات جس کا تو نے مجھ سے سوال کیا تھا۔

شرح: اس طویل حدیث میں کافر کے ہدیئے قبول کرنے کا ذکر موجود ہے جو باب کے عنوان کا مقصد ہے۔ علاوہ ازیں اس سے نئی باتیں اور بھی معلوم ہوئی ہیں: بلال رضی اللہ عنہ پر حضور کا اعتماد، بلال رضی اللہ عنہ کی حضور سے بے پناہ محبت، حضور کا ذاتی معاملات میں زیادہ وقت اور قوت صرف نہ کرنا، بلال کا حضور کی ذات سے تقرب۔ آپ کا ذاتِ خداوندی پہ توکل۔ کافر کا رعیت ہونے کے باوجود بلال رضی اللہ عنہ سے سختی سے پیش آنا مگر حضور کا نظر انداز کرنا کیونکہ معاملہ قرض کا تھا۔ بلال کا خلوص سادگی۔ حضور کا مال دنیا کی طرف سے بے رغبت رہنا اور ذاتِ الٰہی پہ کامل بھروسہ وغیرہ وغیرہ۔

۳۰۵۶۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ نَا مُعَاوِيَةُ بِمَعْنَى إِسْنَادِ أَبِي تَوْبَةَ وَحَدِيثِهِ قَالَ عِنْدَ قَوْلِهِ مَا يَقْضِي عَنِّي فَسَكَتَ عَنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَمَزْتُهَا۔

یہ روایت بھی گزشتہ حدیث کی ہے اس میں ہے کہ: جب میں نے کہا کہ قرض ادا کرنے کو نہ آپ کے پاس کچھ ہے نہ میرے پاس، تو رسول اللہ صلی اللہ خاموش ہو گئے اور مجھے اس کا بڑا غم ہوا (مجھ پر یہ بات شاق گزری)

۳۰۵۷۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ نَا أَبُو دَاوُدَ نَا عِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ أَهْدَيْتُ إِلَى

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً فَقَالَ أَسْلَمْتَ قُلْتُ لَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي نُهِيتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِينَ۔

عیاض بن حمار نے کہا کہ میں نے (اسلام لانے سے قبل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی بطور ہدیہ پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو مشرکوں کا ہدیہ اور عطاء لینے سے منع کیا گیا ہے (ترمذی، اور اس نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

شرح: اس حدیث میں لفظ زبد کا معنی عطا ہے۔ علامہ خطابی نے کہا کہ حضور کے اس ہدیہ کو رد کرنے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ حضور نے اس کا ہدیہ رد فرما کر اسے کافر ہونے کا احساس دلایا تھا تاکہ وہ اسلام قبول کرے، دوسری وجہ یہ تھی کہ ہدیہ کی قبولیت دلی میلان اور توجہ پہ منحصر ہے اور حضور کا دل چونکہ اس کی طرف مائل نہ تھا لہٰذا اس کا ہدیہ قبول نہ فرمایا۔ حضور سے یہود و نصاریٰ کا ہدیہ قبول کرنے کا ثبوت موجود ہے، شاید اس معاملے میں مشرک اور اہل کتاب کا بھی فرق ہو۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس حدیث کو منسوخ سمجھا جائے کیونکہ آپ نے کئی مشرکوں کے ہدیے قبول فرمائے تھے۔ مثلاً مصر کے مقوقس کا ہدیہ، اُکیدر کا ہدیہ وغیرہ وغیرہ۔ بیہقی نے کہا ہے کہ مشرکوں کے ہدایا کے قبول کرنے کی روایات بہت سی ہیں اور اس حدیث سے صحیح تر بھی ہیں۔ یہ عیاض بن حمار بعد میں اسلام لے آئے تھے۔

بَابٌ ۳۶ فِي إِقْطَاعِ الْأَرَضِينَ

زمینوں کی جاگیر دینے کا باب ۳۶

۳۰۵۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ۔

وائل بن حجر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حضر موت میں ایک زمین بطور جاگیر عطا فرمائی تھی (ترمذی، اور یہ حدیث اس کے نزدیک "حسن صحیح" ہے)

شرح: وائل بن حجر یمنی بادشاہوں کی اولاد کا بقیہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ معاویہ بن ابی سفیان کو حضر موت بھیجا تھا تاکہ اس جاگیر کا قبضہ اسے دلا دیں۔ یہ سواری پہ تھا اور معاویہؓ پیدل، معاویہؓ نے اس سے کہا کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لو تو وائل رضؓ نے کہا: تو اس لائق نہیں کہ بادشاہوں کا ردیف بنے۔ پھر جب معاویہ رضؓ خلیفہ ہوئے تو وائل رضؓ ان کے پاس آیا، معاویہ رضؓ نے اس کی آؤ بھگت کی اور اظہار اکرام و احترام کیا و ائل رضؓ نے کہا کاش میں اسے اپنے آگے سوار کرتا۔ جاگیروں کے متعلق حنفی مذہب یہ ہے کہ زمین اصل میں دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مملوکہ اور دوسری غیر مملوکہ مُباحہ۔ پھر مملوکہ کی دو اقسام ہیں آباد اور غیر آباد۔ اور مباحہ کی بھی دو قسمیں ہیں ایک

وہ جو آبادی والوں کی ضروریات کے لیے ہو مثلاً مویشی چرانے کی جگہ، ایندھن حاصل کرنے کی جگہ۔ دوسری قسم وہ جسے موات کہتے ہیں، یعنی وہ غیر مملوکہ ہو کسی کے کام نہ آئے۔ جہاں تک معمور آباد زمینوں کا تعلق ہے ان میں کسی کو تصرف کا حق نہیں الا مالک کی اجازت اور رضا کے ساتھ۔ ارض موات شہر کی آبادی سے باہر ہوتی ہے جو کسی کے قبضے میں یا کسی کی ملک میں نہیں ہوئی نہ اس پر کسی کا حق ہوتا ہے۔ شہر کی آبادی کے اندر کوئی موات نہیں ہوتی۔ اس طرح جو زمین آبادی سے باہر ہوتی ہے مگر لوگوں کے مویشی چرانے یا ایندھن حاصل کرنے کے کام آتی ہے وہ بھی موات نہیں ہے۔ امام کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ یہ زمین کسی کو جاگیر میں دے ڈالے۔ ہاں! وہ ارض موات کو مسلمانوں کے مصالح کی خاطر بطور جاگیر دے سکتا ہے۔ اگر کسی کو ایسی زمین دی گئی اور تین برس تک اس نے اس پر قبضہ کر کے اس میں کوئی تبدیلی نہ کی تو وہ اس سے اس مدت کے بعد واپس لے لی جائے گی جیسا کہ حدیث میں آچکا ہے (ابلاغ)

۳۰۵۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا جَامِعُ بْنُ مَطَرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ۔

اوپر ہی کی حدیث ایک اور طریق سے

۳۰۶۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ فِطْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ خَطَّ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ بِقَوْسٍ وَقَالَ أَزِيدُكَ أَزِيدُكَ۔

عمرو بن حریث نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مدینہ میں ایک کمان کے ساتھ نشان لگا کر ایک گھر عطا فرمایا اور فرمایا: میں تجھے عطا کرتا ہوں (مولانا نے فرمایا کہ بقول ذہبی یہ ایک منکر حدیث ہے کیونکہ عمرو بن حریث اس سے بہت چھوٹا تھا کہ اسے ایک مکان عطا کیا جاتا۔ حضورؐ کی وفات کے وقت اس کی عمر دس سال کے لگ بھگ تھی۔ اور ذہبی نے یہ کلام ابوالحسن بن القطان سے حاصل کیا ہے کیونکہ پہلے اس نے یہ حدیث اس بناء پر معلول قرار دی تھی۔ اور حنیفہ کے بھی اس کو مجہول الحال قرار دیا تھا۔ مولانا نے اس میں ایک اور علت بتائی ہے اور وہ یہ کہ مدینہ کی آبادی کے اندر کی اراضی لوگوں کی مملوکہ تھی لہٰذا از خود کسی اور کو دے ڈالنا سمجھ میں نہیں آتا۔

۳۰۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكٰوةُ إِلَى الْيَوْمِ۔

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے کئی لوگوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ بن حارث مُزنی کو معادن القبلیہ بطورِ جاگیر دی تھیں جو فُرع کی طرف واقع تھیں، پس ان معادن سے آج تک زکواۃ کے سوا کچھ وصول نہیں کیا جاتا۔

شرح: یہ ایک مُرسل حدیث ہے۔ الفرع نواحیٔ ربذہ میں ایک آبادی کا نام ہے۔ معادن کے متعلق اکثر فقہا کی یہ رائے ہے کہ اگر اس میں سے خارج ہونے والی دھات نصاب کو پہنچے تو اس میں زکوۃ فرض ہے۔ ابو حنیفہ، ثوری اور بعض دوسرے فقہاء کا قول ہے کہ معدن اور رکاز کا حکم ایک ہے اور رکاز میں بروئے حدیث صحیح خُمس ہے چاہے اس کی مقدار کم ہو چاہے زیادہ۔ مولاناؒ فرماتے ہیں کہ البدائع میں ہے: معدن میں سے نکلنے والی چیز یا ٹھوس ہوگی یا مائع، ٹھوس کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو پگھلانے سے پگھل جائے اور اس کے زیور بن سکیں مثلاً سونا چاندی، لوہا، سکہ، تانبا، پیتل وغیرہ۔ اور دوسری قسم وہ جو پگھل نہ سکے جیسے یاقوت، بلور، عقیق اور زمرد اور فیروزہ وغیرہ۔ اور مائع بہنے والی چیز ہے جیسے روغن قار اور نفط وغیرہ۔ اور یہ سب یا تو دارالاسلام میں پائی جائیں گی یا دارالحرب میں، کسی مملوکہ زمین میں یا غیر مملوکہ زمین میں۔ پس اگر دارالاسلام میں کسی غیر مملوکہ زمین میں پائی جائیں تو اگر وہ پگھل جانے اور زیور کی شکل میں ڈھل جانے والی دھاتیں ہوں تو ان میں خمس واجب ہے چاہے سونا چاندی ہو یا کچھ اور۔ پس ان کا ⅘ پانے والا لے گا اور ⅕ بیت المال۔ پانے والا اگر مستامن حربی ہو تو اس سے ساری دھات لے لی جائے گی بشرطیکہ اس کے ساتھ یہ شرط نہ ہو چکی ہو۔ یہ حنفیہ کا قول ہے۔ شافعی کے نزدیک سونے چاندی کی معدن میں زکوٰۃ کی مقدار یعنی $\frac{1}{40}$ آئے گا جبکہ بقدرِ نصاب ہو۔ بعض اصحاب شافعی کے نزدیک سال گزرنے کی شرط بھی ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ باقی سب معدنیات میں بھی خُمس ہے عند الحنفیہ اور ان میں شرائط زکوٰۃ کا پایا جانا واجب نہیں۔ اور انہیں والدین اور اولاد کو بھی دینا جائز ہے اور پانے والا اگر محتاج ہو اور ⅘ اسے غنی نہ کر سکے تو سارا خود خرچ کر سکتا ہے۔ شافعی کی دلیل یہ زیرِ اثر حدیث ہے اور حنفیہ نے: وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ (متفق علیہ) سے استدلال کیا ہے۔ رکاز اصل میں تو معدن ہی کا نام ہے خزانے پر اس لفظ کو مجازاً بولا جاتا ہے۔ اس کا مادہ رکز ہے جس کا معنیٰ گاڑنا ہے اور گڑی ہوئی چیز معدن ہی ہو سکتی ہے نہ کہ خزانہ۔ کیونکہ خزانہ تو زمین کا مجاور ہوتا ہے اس میں گڑا ہوا اور مُثبت نہیں ہوتا۔ اور معدن کی تعریف بلفظِ رکاز خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمائی ہے کہ وہ مال جسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں روزِ ازل سے پیدا کیا وہ رکاز (یعنی معدن) ہے۔ اور اس حدیث کی رُو سے ہر معدن میں خُمس ہے، سونا چاندی ہو یا کوئی اور۔ بلال بن حارث مزنی کی حدیث میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حاجت کے باعث اس سے کم وصول کیا ہو۔

۳۰۶۲۔ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ وَغَيْرُهُ قَالَ الْعَبَّاسُ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَا أَبُو أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا وَقَالَ غَيْرُ

الْعَبَّاسِ جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا مَا أَعْطَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالَ بْنَ حَارِثٍ الْمُزَنِيَّ أَعْطَاهُ مَعَادِنَ قَبَلِيَّةٍ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا وَقَالَ غَيْرُهُ جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ وَحَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ مَوْلَى بَنِي الدِّيلِ بْنِ بَكْرِ بْنِ كِنَانَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ۔

عمرو بن رضؓ عوف مزنی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ بن حارث مزنی کو معادن قبلیہ جلسی اور غوری، یا بقولِ غیر العباس، جلس اور غور اور قدس کا وہ علاقہ جہاں زراعت ہو سکتی تھی اور آپ نے اسے کسی مسلم کا حق نہیں دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے یہ تحریر لکھوائی: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ یہ وہ عطا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ بن الحارث مزنی کو کی۔ اسے معادن قبلیہ عطا کیں، جلسی اور غوری یا جلس اور غور اور جہاں پر قدس میں زراعت کی صلاحیت ہے اور اسے کسی مسلم کا حق نہیں دیا۔ ابو اُویس نے ثور بن زید کے طرق سے ابن عباسؓ سے اس کی مانند روایت کی ہے۔

شرح: کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف کا دادا عمروؓ صحابی ہے مگر خود کثیر بقول احمد منکر الحدیث اور لاشئی ہے۔ ابن معین نے اسے ضعیف کہا آجری نے کہا کہ ابوداؤد سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ وہ کذابوں میں سے ایک تھا۔ شافعی نے بھی اسے کذاب ٹھہرایا ہے۔ ابوزرعہ نے اسے واہی الحدیث اور غیر قوی کہا ہے۔ نسائی اور دارقطنی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ ایک موضوع نسخے سے روایت کرتا ہے جس کا ذکر صرف از راہِ تعجب حلال ہے ورنہ نہیں۔ ابن عبدالبر نے کہا کہ اس کے ضعف پر اجماع ہے۔ حدیث میں جلسی یا جلس کا لفظ بلند مقام یا سطح مرتفع کے لیے آیا ہے اس طرح غوری یا غور کا معنے ہے پست جگہ یا مقام سا اور یہ جو فرمایا ہے کہ اُسے کسی مسلم کا حق نہیں دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس جگہ میں کسی مسلم کا حق ثابت ہو جائے یا نکل آئے تو وہ جاگیر سے خارج ہوگا کیونکہ اصل ملکیت کسی عطاء یا احیاء وغیرہ سے باطل نہیں ہوتی۔ ابوداؤد نے حدیث کی پہلی سند کے ضعف کا دوسری سند سے علاج کیا ہے۔ قدس کا معنی پہاڑ ہے۔

٣٠٦٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ سَمِعْتُ الْحُنَيْنِيَّ قَالَ قَرَأْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ يَعْنِي كِتَابَ قَطِيعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَا أَبُو أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ

عَبْدِ اللهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ حَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا قَالَ ابْنُ النَّضْرِ وَجَرْسَهَا وَذَاتَ النُّصُبِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ حَقَّ مُسْلِمٍ وَكَتَبَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَا اَعْطٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ اَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهٖ حَقَّ مُسْلِمٍ قَالَ اَبُوْ اُوَيْسٍ وَحَدَّثَنِيْ ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ زَادَ ابْنُ النَّضْرِ وَكَتَبَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ.

ایک اور طریق سے وہی اوپر کی حدیث، عمرو بن عوف مزنی کی روایت، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث مزنی کو معادن قبلیہ عطا کیں بلند بھی اور پست بھی، ابن النضر کی روایت میں: جرس اور ذات النصب ہے اور جہاں پہ پہاڑ ی علاقے میں زراعت ہو سکتی ہو۔ اور بلالؓ بن الحارث کو کسی مسلم کا حق نہیں دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے لکھوایا کہ: یہ وہ عطاء ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ بن الحارث مزنی کو کی ہے، آپؐ نے اسے قبلیہ کی کانیں عطا کیں بلند بھی اور پست بھی اور جہاں پہ قدس میں زراعت ہو سکتی ہے اور اسے کسی مسلم کا حق نہیں دیا۔ ابو اُویس نے کہا کہ مجھ سے ثور بن زید نے عن عکرمہ عن ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کی روایت کی ہے۔ ابن النضر نے یہ اضافہ کیا کہ: اسے اُبیؓ بن کعبؓ نے لکھا (ذات النصب مدینہ کے قریب ایک مقام ہے)

۳۰٦۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيٰى بْنِ قَيْسٍ الْمَارِبِيَّ حَدَّثَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شَرَاحِيْلَ عَنْ سُمَيِّ بْنِ قَيْسٍ عَنْ شُمَيْرٍ قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ ابْنِ عَبْدِ الْمَدَانِ عَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ اَنَّهٗ وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ الَّذِيْ بِمَارِبَ فَقَطَعَهٗ لَهٗ فَلَمَّا اَنْ وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَجْلِسِ اَتَدْرِيْ مَا قَطَعْتَ لَهٗ اِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ قَالَ فَانْتَزَعَ مِنْهُ قَالَ وَسَاَلَهٗ عَمَّا يُحْمٰى مِنَ الْاَرَاكِ

قَالَ مَا لَمْ تَنَلْهُ خِفَافٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ اَخْفَافُ الْاِبِلِ -

ابیض بن حمال سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد سے کر آیا اور آپ سے نمک کی کان بطور جاگیر طلب کی، ابن المتوکل نے کہا کہ جو مارب میں تھی، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اسے عطا کر دی جب وہ شخص چلا گیا تو اہل مجلس میں سے ایک شخص بولا کہ آپؐ کو معلوم ہے آپ نے اسے کیا جاگیر میں دیا ہے؟ آپ نے اُسے بہت سا دائم غیر منقطع پانی جاگیر میں دیا ہے۔
راوی نے کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ جاگیر اس سے واپس لے لی۔ اور ابیض بن حمال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک زمین کی مخصوص چراگاہ طلب کی جس میں اراک کے پودے تھے، حضور نے فرمایا جہاں تک اونٹ نہ پہنچ سکیں۔ ابن المتوکل نے اونٹ کے پاؤں کا لفظ کہا ہے۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

شرح: إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ کا مطلب یہ ہے کہ یہ بہت سا پانی ہے جو خشک ہونے پر نمک بن جائے گا اور اسے تیار کرنے میں کوئی محنت اور عمل ضروری نہ ہوگا۔ پہلے آپ نے اس خیال سے اسے نمک کی کان دے دی تھی کہ آپ کے خیال میں اس میں سے محنت و مشقت کے ساتھ نمک نکالا جائے گا، جب بات کچھ اور نکلی تو آپ نے اپنے پہلے حکم سے رجوع فرما لیا۔ مجلس میں سے بولنے والا آدمی اقرع بن حابس تمیمی یا عباس بن مرداس تھا۔ قاری (علی القاری) نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوگیا کہ کانوں کو بطور جاگیر دینا تب جائز ہے جبکہ وہ باطن ہوں اور محنت و مشقت کے بغیر اس میں سے کچھ حاصل نہ ہو سکے، جیسے نمک، روغن نفط، فیروزہ، گندھک وغیرہ، اور جو کانیں ظاہر ہوں کہ بعد تکلف ان سے مقصود حاصل ہو سکے ان میں بطور جاگیر دینا جائز نہیں، ان میں سب لوگ برابر کے حقدار ہیں، جیسے سرکنڈہ، گھاس، ندی نالوں کا پانی وغیرہ۔ بالکل اسی قسم کے خیالات کا اظہار علامہ خطابی نے بھی کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حاکم کو جب اپنے پہلے فیصلے کی غلطی معلوم ہو جائے تو اسے وہ بدل دینا جائز ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جنگلی گھاس اور سرکنڈا سب کے فائدے کی چیز ہے لہذا اُسے کسی ایک کے لیے روکا نہیں جا سکتا۔

۳۰۶۵۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَخْزُوْمِيُّ مَا لَمْ تَنَلْهُ خِفَافُ الْاِبِلِ يَعْنِيْ اَنَّ الْاِبِلَ تَاْكُلُ مُنْتَهٰى رُؤُسِهَا وَيُحْمٰى مَا فَوْقَهٗ

محمد بن الحسن المخزومی نے کہا کہ: جسے اونٹوں کے پاؤں نہ پائیں، کا مطلب یہ ہے کہ اونٹ درختوں یا پودوں کے سر کی کونپلیں کھاتے ہیں اور اس کے اوپر جو کچھ ہو وہ بطور حمی دیا جائے۔ (یعنی جن درختوں تک اونٹ نہ پہنچ سکیں، کیونکہ جن تک اونٹ پہنچ سکتے ہوں ان میں سب لوگ برابر ہیں کسی کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں)

۳۰۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ نَا فَرَجُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ ثَابِتُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ اِنَّهٗ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حِمَى الْاَرَاكِ

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حِمَى فِي الْأَرَاكِ فَقَالَ أَرَاكَةٌ فِي حِظَارِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حِمَى فِي الْأَرَاكِ قَالَ فَرَجٌ يَعْنِي بِحِظَارِي الْأَرْضَ الَّتِي فِيهَا الزَّرْعُ الْمُحَاطُ عَلَيْهَا۔

ابیض بن حمال سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اراک کی چراگاہ کے متعلق سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اراک میں کوئی مخصوص چراگاہ نہیں ہوتی۔ پس ابیض رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری گھیری ہوئی زمین میں جو اراک ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اراک میں کوئی مخصوص چراگاہ نہیں۔ فرج راوی نے کہا کہ ابیض کا قول "میری گھیری ہوئی زمین" سے مراد وہ کھیتی ہے کہ جس کے کناروں پہ اراک کے پودے لگے ہوں (یہ پودے اس موات زمین میں اس وقت موجود تھے جبکہ اس نے اس زمین پر قبضہ کر کے اسے زندہ کیا تھا۔ بعد میں اس کی ملک میں اگر پودے اُگتے تو وہ اس کی ذاتی ملکیت ہوتے) اراک پیلو کے پودے کو کہتے ہیں جو ایک کانٹے دار پودا ہوتا ہے اور اونٹ کا کھانا کھاتا ہے۔

۳۰۶۷۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ قَالَ نَا الْفِرْيَابِيُّ قَالَ نَا أَبَانُ قَالَ عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ صَخْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا ثَقِيفًا فَلَمَّا أَنْ سَمِعَ ذٰلِكَ صَخْرٌ رَكِبَ فِي خَيْلٍ يُمِدُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ انْصَرَفَ وَلَمْ يَفْتَحْ فَجَعَلَ صَخْرٌ حِينَئِذٍ عَهْدَ اللّٰهِ وَذِمَّتَهُ أَنْ لَا يُفَارِقَ هٰذَا الْقَصْرَ حَتّٰى يَنْزِلُوا عَلٰى حُكْمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُفَارِقْهُمْ حَتّٰى نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ صَخْرٌ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ ثَقِيفًا قَدْ نَزَلَتْ عَلٰى حُكْمِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَأَنَا مُقْبِلٌ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي خَيْلٍ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةً فَدَعَا لِأَحْمَسَ عَشْرَ دَعَوَاتٍ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأَحْمَسَ فِي خَيْلِهَا وَرِجَالِهَا وَأَتَاهُ الْقَوْمُ فَتَكَلَّمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّ صَخْرًا أَخَذَ عَمَّتِي وَدَخَلَتْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ فَدَعَاهُ فَقَالَ يَا صَخْرُ إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَادْفَعْ

إِلَى الْمُغِيرَةِ عَمَّتَهُ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ وَسَأَلَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِبَنِي سُلَيْمٍ قَدْ هَرَبُوا عَنِ الْإِسْلَامِ وَتَرَكُوا ذَلِكَ الْمَاءَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَنْزِلْنِيهِ أَنَا وَقَوْمِي قَالَ نَعَمْ فَأَنْزَلَهُ وَأَسْلَمَ يَعْنِي الْمُسْلِمِينَ فَأَتَوْا صَخْرًا فَسَأَلُوهُ أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِمُ الْمَاءَ فَأَبَى فَأَتَوْا نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَسْلَمْنَا وَأَتَيْنَا صَخْرًا لِيَدْفَعَ إِلَيْنَا مَاءَنَا فَأَبَى عَلَيْنَا فَدَعَاهُ فَقَالَ يَا صَخْرُ إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا أَمْوَالَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ فَادْفَعْ إِلَى الْقَوْمِ مَاءَهُمْ قَالَ نَعَمْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ عِنْدَ ذَلِكَ حُمْرَةً حَيَاءً مِنْ أَخْذِهِ الْجَارِيَةَ وَأَخْذِهِ الْمَاءَ

صخرؓ بن عیلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف پر چڑھائی کی، پس صخرؓ نے جب یہ سنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی خاطر گھوڑ سواروں کی ایک جماعت لے کر آیا۔ پس اس نے یہ پایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کئے بغیر واپس تشریف لے گئے ہیں۔ پس صخرؓ نے اس دن اللہ سے عہد کیا اور ذمہ لیا کہ وہ اس محل کو نہیں چھوڑے گا جب تک کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر محل سے نیچے نہ اتر آئیں، پس وہ اُن سے جدا نہ ہوا جبتک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نیچے نہ اترے۔ پس صخرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ: حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یا رسول اللہ قبیلہ ثقیف آپؐ کے فیصلے پر اتر آیا ہے اور میں ان کی طرف جا رہا ہوں اور وہ گھوڑ سواروں میں ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ: "اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ" کی منادی کی جائے (یہ منادی خاص اوقات میں لوگوں کو فوراً جمع کرنے کے لیے کی جاتی تھی) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَحْمَس (صخر کی قوم) کے لیے دس دعائیں مانگیں جو یہ ہیں۔ : اے اللہ احمس کو ان کے شہ سواروں اور پیدلوں میں برکت عطا فرما۔ اور وہ قوم (ثقیف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس مغیرہ بن شعبہؓ نے حضورؐ سے بات کی اور کہا: اے نبی اللہ! صخرؓ نے میری پھوپھی کو گرفتار کر لیا ہے حالانکہ وہ دیگر مسلمانوں کی مانند اسلام میں داخل ہو چکی ہے۔ پس حضورؐ نے صخرؓ کو بلایا اور فرمایا: اے صخر! جب کوئی قوم مسلمان ہو جائے تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیتی ہے پس تو مغیرہؓ کو اس کی پھوپھی حوالے کر دے پس صخر نے وہ عورت اسے دے دی۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ بنی سلیم جو چشمہ چھوڑ گئے تھے اور اسلام لانے سے بھاگ گئے تھے۔

پس اس نے کہا اے نبی اللہ: وہ چشمہ میرے اور میری قوم کے سپرد کیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں! پس حضورؐ نے اسے وہاں اترنے کی اجازت دے دی اور بنی سلیم اسلام لے آئے اور وہ صخرؓ کے پاس آئے اور اس سے مطالبہ کیا

کہ وہ چشمہ ان کے سپرد کر دے، مگر صخرؓ نے انکار کر دیا۔ پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور کہا: اے نبی اللہ ہم اسلام لے آئے ہیں اور صخرؓ کے پاس گئے تھے تاکہ وہ ہمارا چشمہ ہمارے حوالے کر دے مگر اس نے انکار کیا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم صخرؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے صخر! جب یہ قوم مسلمان ہو گئی ہے تو انہوں نے اپنے مال اور خون محفوظ کر لیے ہیں پس تو ان کا چشمہ ان کے سپرد کر دے۔ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے نبی۔ پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس وقت حیاء کے باعث سُرخ ہو رہا تھا کیونکہ صخرؓ نے وہ لونڈی اور وہ چشمہ لے لیا تھا۔

شرح: صخر بن عیلہؓ بجلی احمسی کی کنیت بھی ابوحازم تھی، عیلہ آن کی والدہ تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صخرؓ کی قوم کے لیے جو دس دعائیں کی تھیں ان سے مراد یا تو یہی دعا ہے جسے دس دفعہ مکرر مانگا گیا تھا اور یا پھر یہاں فقط ایک دعا مذکور ہوئی ہے اور باقی نو کا ذکر نہیں آیا۔ ابوسلیمان الخطابی نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صخرؓ کو چشمہ واپس کر دینے کا جو حکم دیا تھا یہ غالباً بطورِ استحباب تھا اور آنجنابؐ کو معلوم تھا کہ وہ بخوشی ایسا کرنے کو تیار رہے۔ اور اس سے ان لوگوں کی دل جوئی اور تالیفِ قلب مقصود تھی۔ یہی سبب ہے کہ آنجنابؐ کے چہرے پر حیاء کی سُرخی نظر آئی۔ ورنہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کافر جب اپنا مال چھوڑ کر بھاگ جائے اور وہ مال مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے تو وہ مالِ فئے ہوتا ہے۔ پس جب وہ چشمہ مالِ فئے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مالک ہو چکے تھے اور آپؐ نے وہ صخرؓ کو دے دیا تو ان کی ملکیت بھاگ جانے والوں کے قبولِ اسلام کی وجہ سے زائل یا منتقل نہیں ہو سکتی تھی۔ پس حضورؐ کا یہ حکم صخرؓ کی خوشدلی کے باعث اور اُن لوگوں کی تالیفِ قلب کی خاطر تھا۔ یہی تاویل مغیرہ بن شعبہؓ کی پھوپھی کی واپسی کی بھی ہو سکتی ہے اور اس کی مثال قبیلۂ ہوازن کے قیدیوں کی واپسی میں موجود ہے، کہ وہ قیدی بھی مجاہدین کی خوش دلی سے واپس کیے گئے تھے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ چونکہ قبیلۂ ثقیف کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی شرط پر مطیع ہوئے تھے لہٰذا ان کے اموال جانیں اور قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر موقوف تھے اور آپ کو ان میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کا پورا اختیار حاصل تھا۔ پس آپؐ نے مناسب جانا کہ اس عورت کو واپس کر دیا جائے اور اسے قیدی نہ بنایا جائے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ اس بات کی وضاحت حدیث میں نہیں ہے کہ وہ عورت کب مسلمان ہوئی تھی اور اس امر کا احتمال موجود ہے کہ وہ پہلے سے ہی مسلمان ہو لہٰذا اس کی واپسی کا حکم دیا گیا۔ ہاں! جہاں تک چشمہ کی واپسی کا تعلق ہے یہ ایک مشکل مسئلہ ہے اور اس میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تالیفِ قلوب کی خاطر تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ میں یہ گنہ گار عرض کرتا ہوں کہ یہ وضاحت نہیں ہو سکی کہ یہ قصہ کب پیش آیا۔ آیا یہ جنگِ اوطاس ہے یا جنگِ طائف۔ بظاہر یہ واقعہ غزوۂ حنین کا تتمہ نظر آتا ہے واللہ اعلم۔

۳۰۶۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي سَبْرَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ الرَّبِيعِ الْجُهَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ تَحْتَ دَوْمَةٍ فَأَقَامَ ثَلَاثًا ثُمَّ

خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ وَإِنَّ جُهَيْنَةَ لَحِقُوهُ بِالرَّحْبَةِ فَقَالَ لَهُمْ مَنْ أَهْلُ ذِي الْمَرْوَةِ فَقَالُوا بَنُو رِفَاعَةَ مِنْ جُهَيْنَةَ فَقَالَ قَدْ أَقْطَعْتُهَا لِبَنِي رِفَاعَةَ فَاقْتَسَمُوهَا فَمِنْهُمْ مَنْ بَاعَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَمْسَكَ فَعَمِلَ ثُمَّ سَأَلْتُ أَبَاهُ عَبْدَ الْعَزِيزِ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي بِبَعْضِهِ وَلَمْ يُحَدِّثْنِي بِهِ كُلِّهِ۔

سبرہ بن معبد جہنیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم درخت کے نیچے اُترے جہاں مسجد کی جگہ تھی (یعنی بعد میں وہاں مسجد بنائی گئی تھی) پس تین دن وہاں مقیم رہے اور پھر تبوک کی طرف تشریف لے گئے اور جہینہ کا قبیلہ آپ سے رحبہ (کھلے میدان) میں ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: ذی المروہ والے کون لوگ ہیں (مروہ ایک بستی تھی) انہوں نے کہا کہ: جہینہ میں سے بنو رفاعہ ہیں۔ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میں نے اسے بنی رفاعہ کی جاگیر میں دیا۔ پس انہوں نے اسے باہم تقسیم کر لیا۔ ان میں سے بعض نے اپنا حصّہ فروخت کر دیا اور بعض نے اسے روک کر رکھا اور اس میں کام کیا۔ ابن وہب نے کہا کہ بعد میں میں نے یہ حدیث اس کے باپ (راوی کے باپ) عبد العزیز سے پوچھی تو اس نے اس کا کچھ حصہ مجھے بتایا اور کچھ نہ بتایا۔ (پوری حدیث نہ بتائی)

۳۰۶۹۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ نَخْلًا۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو کھجوروں کا ایک باغ بطور جاگیر عنایت فرمایا تھا (خطابیؒ نے کہا ہے کہ کھجوروں کا باغ ایک مال ہے جو معین اور ظاہر ہوتا ہے اور وہ نفع آور ہوتا ہے جیسی کہ ظاہری کانیں ہوتی ہیں لہذا حسب قواعد شرع ــ جن کا ذکر اوپر گزرا ــ جاگیر نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اگر یہ کسی کی ملک نہ تھی تو سب کے نفع کے لیے تھی، پس یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاگیر اپنے خمس کے حصّے میں سے عطا فرمائی تھی۔ ابو اسحاق المروزی نے حضورؐ کے مہاجرین کو مکانات بخشنے کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ بطور عاریت تھے نہ کہ بطور دائمی ملک کے۔

۳۰۷۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ صَفِيَّةُ وَدُحَيْبَةُ ابْنَتَا عُلَيْبَةَ وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا قَالَتْ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَقَدَّمَ صَاحِبِي

تَعْنِی حُرَیْثَ بْنَ حَسَّانٍ وَافِدَ بَکْرِ بْنِ وَائِلٍ فَبَایَعَہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ عَلَیْہِ وَ عَلٰی قَوْمِہٖ ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُکْتُبْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ تَمِیْمٍ بِالدَّھْنَاءِ اَنْ لَّا یُجَاوِزَھَا اِلَیْنَا مِنْھُمْ اَحَدٌ اِلَّا مُسَافِرًا اَوْ مُجَاوِزًا فَقَالَ اُکْتُبْ لَہٗ یَا غُلَامُ بِالدَّھْنَاءِ فَلَمَّا رَاَیْتُہٗ قَدْ اَمَرَ لَہٗ بِھَا شُخِصَ بِیْ وَھِیَ وَطَنِیْ وَ دَارِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَمْ یَسْاَلْکَ السَّوِیَّۃَ مِنَ الْاَرْضِ اِذْ سَاَلَکَ اِنَّمَا ھٰذِہِ الدَّھْنَاءُ عِنْدَکَ مُقَیَّدُ الْجَمَلِ وَمَرْعَی الْغَنَمِ وَ نِسَاءُ بَنِیْ تَمِیْمٍ وَ اَبْنَاؤُھَا وَرَاءَ ذٰلِکَ فَقَالَ اَمْسِکْ یَا غُلَامُ صَدَقَتِ الْمِسْکِیْنَۃُ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ یَسَعُھُمُ الْمَاءُ وَالشَّجَرُ وَ یَتَعَاوَنُوْنَ عَلَی الْفُتَّانِ۔

قیلہ بنت مخرمہؓ نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قیلہؓ نے کہا کہ میرا ساتھی حریث بن حسان، بکر بن وائل وفد کے سردار آگے بڑھے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔ پھر کہا یا رسول اللہ ہمارے اور بنی تمیم کے درمیان وادیٔ دھنار کے بارے میں یہ لکھوا دیجئے کہ ان میں سے کوئی بھی ہماری طرف اس میں سے گزر کر نہ آئے سوائے مسافروں اور رہ گزروں کے۔ پس حضورؐ نے فرمایا: اے لڑکے! حریث کو دھنار کے متعلق یہ لکھ دو۔ قیلہؓ نے کہا کہ جب آپؐ سے عدل و انصاف کے ساتھ سوال نہیں کیا، یہ کوئی ہموار وسیع زمین نہیں ہے، یہ تو یہ دھنار ہے جو آپ کے پاس ہی واقع ہے جو اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی چراگاہ ہے اور بنی تمیم کی عورتیں اور اولاد اس سے پرے ہیں (اس کے شدید حاجتمند ہیں) پس حضورؐ نے فرمایا: اے لڑکے ٹھہر جا، اس مسکین عورت نے سچ کہا ہے، ایک مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے، پانی اور درخت دونوں کے لیے ہیں اور وہ دونوں فتنہ گروں کے خلاف باہم تعاون کرتے ہیں (ترمذی مختصراً)

شرح، بقول خطابی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چراگاہ کو کسی کی جاگیر بنانا جائز نہیں ہے اور گھاس بھی پانی کی مانند ہے جس سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ وادیٔ دھنار بنی تمیم کے علاقے میں تھی اور ایک معروف جگہ تھی۔ یہ ریت کے سات بڑے بڑے پہاڑ تھے، ہر دو پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ تھی اور اس کی آب و ہوا نہایت خوشگوار تھی، اس میں گھاس اور جانوروں کے چرنے کی بوٹیاں بکثرت تھیں۔ جب تک قیلہؓ نے نہیں بتا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات واضح نہ تھی کہ جو علاقہ بطور جاگیر مانگا جا رہا ہے اس کی کیفیت و حیثیت کیا ہے۔ حضورؐ کا یہ ارشاد کہ دو مسلمانوں کو پانی اور درخت ہر دو میں وسعت و گنجائش ہے، اس کا مطلب یہ تھا کہ اس قسم کی چراگاہوں میں سب لوگوں کو مل جل کر رہنا چاہیے اور بطریق احسن گزارہ کرنا چاہیے۔ یَتَعَاوَنَانِ عَلَی الْفَتَّانِ: وہ دونوں شیطان کے خلاف ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ یعنی دونوں کا دین ایک ہے اور وہ دینی اخوت کے رشتے میں منسلک ہیں۔ اگر اَلْفُتَّانِ ہو تو مطلب یہ ہے کہ فتنہ گروں اور مخالفین کی

جماعت کے خلاف دونوں متحد ہوتے ہیں۔ ایک نسخے کی عبارت ہے کہ ابوداؤد سے قتان کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ شیطان۔

۳۰۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَتْنِي أُمُّ جَنُوبٍ بِنْتُ نُمَيْلَةَ عَنْ أُمِّهَا سُوَيْدَةَ بِنْتِ جَابِرٍ عَنْ أُمِّهَا عُقَيْلَةَ بِنْتِ أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ عَنْ أَبِيهَا أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَقَالَ مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ قَالَ فَخَرَجَ النَّاسُ يَتَعَادَوْنَ يَتَخَاطُّونَ۔

اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے بیعت کی۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص سب سے پہلے کسی چشمے پر پہنچا اس سے پہلے کوئی مسلم وہاں نہ گیا تھا تو وہ اسی کا ہے۔ اسمرؓ نے کہا کہ پھر تو لوگ بھاگ نکلے اور وہ حدبندیاں کر رہے تھے (پانی کے چشموں پر اپنی اپنی علامتیں بنا رہے تھے تاکہ ان پر قبضہ مسلم ہو سکے منذری نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور ابوالقاسم البغوی کا قول ہے کہ اس سند کے ساتھ اس حدیث کے علاوہ میں اور کوئی حدیث نہیں جانتا۔ اس میں تین عورتیں ایک دوسری سے روایت کرتی ہیں اور تینوں غیر معروف ہیں۔ ام جنوب، سویدہ، عقیلہ

۳۰۷۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهِ فَأَجْرَى فَرَسَهُ حَتَّى قَامَ ثُمَّ رَمَى بِسَوْطِهِ فَقَالَ أَعْطُوهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو اس کے گھوڑے کی ایک دوڑ کے برابر جاگیر بخشی، پس اس نے اپنا گھوڑا دوڑایا حتیٰ کہ گھوڑا جا کر کھڑا ہو گیا تو زبیرؓ نے اپنا کوڑا آگے پھینک دیا، آنحضورؐ نے فرمایا: جہاں تک اس کا کوڑا جا پہنچا ہے اسے وہیں تک دے دو۔

شرح: اس کی سند میں عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب متکلم فیہ راوی ہے۔ المظہر اور بغوی کے بقول زبیرؓ کو جو جاگیر دی گئی تھی یہ ایک بنجر غیر آباد زمین تھی (ارض موات) اور اس کے لیے شرعی حکم یہی ہے کہ جو بھی اسے باذن امام زندہ کرے وہ اسی کی ہے۔ اوپر حدیث نمبر ۳۰۶۹ میں جس کھجور کے باغ کا ذکر ہے، شاید یہ وہی ارض موات تھی جسے زبیرؓ نے آباد کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

بَابُ إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ

غیر آباد غیر مملوکہ زمین کو آباد کرنے کا باب

۳۰۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ نَا أَيُّوبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحْيَى أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اُسی کی ہے اور ظالم شخص کا کوئی حق نہیں ہے (ترمذی، نسائی بالفاظ و رواۃ مختلفہ)

شرح: یہ وہ زمین ہے جو کسی مسلم کی ملک میں نہ ہو، شہر، قصبے یا آبادی کی مصلحت کے لیے نہ ہو مثلاً ان کے چارپاؤں کے چرنے کی جگہ نہ ہو یا دیگر یا دوسری اجتماعی کاموں میں نہ آتی ہو۔ لیکن اس میں بھی امام کی اجازت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شرط ہے لیکن ان کے دونوں ساتھی، شافعی اور احمد کہتے ہیں کہ حدیث کے اطلاق کی وجہ سے اذن کی شرط لازم نہیں ہے۔ بقول شوکانی امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام کا اذن ضروری ہے مگر صرف اس زمین میں جس کی عام لوگوں کو عوامی ضروریات کے لیے حاجت رہتی ہے۔ علی القاری نے کہا کہ اذن کے شرط ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول دلالت کرتا ہے: لَيْسَ لِلْمَرْءِ إِلَّا مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُ إِمَامِهِ، پس حدیث کے اطلاق کو اس قید پر محمول کیا جائے گا کیونکہ دونوں ارشاد ایک واقعہ کے ہیں۔ البدائع میں ہے کہ ابوحنیفہ کے نزدیک موات کے احیاء میں ملک اس وقت ثابت ہوگا جبکہ امام کی اجازت سے ہو اور ابویوسف اور محمد کے نزدیک اجازت شرط نہیں۔ صاحبین نے اس حدیث زیر نظر سے استدلال کیا ہے جس میں اذن امام کی شرط موجود نہیں ہے۔ اور ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے: لَيْسَ لِلْمَرْءِ إِلَّا مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُ إِمَامِهِ۔

۳۰۷۴۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ نَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحْيَى أَرْضًا فَهِيَ لَهُ وَذَكَرَ مِثْلَهُ قَالَ فَلَقَدْ خَبَّرَنِي الَّذِي حَدَّثَنِي هٰذَا الْحَدِيثَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَرَسَ أَحَدُهُمَا نَخْلًا فِي أَرْضِ الْآخَرِ فَقَضَى لِصَاحِبِ الْأَرْضِ بِأَرْضِهِ وَأَمَرَ لِصَاحِبِ النَّخْلِ أَنْ يُخْرِجَ نَخْلَهُ مِنْهَا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُهَا وَإِنَّهَا لَتُضْرَبُ أُصُولُهَا بِالْفُئُوسِ وَإِنَّهَا لَنَخْلٌ عُمٌّ حَتَّى أُخْرِجَتْ مِنْهَا۔

عروہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی زمین کو زندہ کرے وہ اسی کی ہے، اور اس نے اسی پہلی حدیث کی طرح بیان کیا۔ عروہؓ نے کہا کہ جس صحابی نے مجھے یہ حدیث بتائی تھی اس نے کہا کہ دو آدمی ایک جھگڑا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے تھے جن میں سے ایک نے دوسرے کی زمین میں کھجور لگائی تھی، پس حضورؐ نے زمین والے کے لیے زمین کا فیصلہ فرمایا اور کھجور والے سے کہا کہ اپنی کھجوریں نکال لے۔ راوی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ان کھجوروں کی جڑیں کلہاڑوں سے کاٹی جا رہی تھیں اور وہ لمبی کھجوریں تھیں حتی کہ انہیں اس زمین میں سے اکھاڑ دیا گیا۔

۳۰۷۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ نَا وَهْبٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ عِنْدَ قَوْلِهٖ مَكَانَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكْثَرُ ظَنِّيْ اَنَّهٗ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ فَاَنَا رَاَيْتُ الرَّجُلَ يَضْرِبُ فِيْ اُصُوْلِ النَّخْلِ۔

ایک اور سند سے وہی اوپر والی حدیث۔ اس میں ہے کہ عروہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک نے کہا اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ ابوسعید خدریؓ تھا، پس میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کھجوروں کی جڑوں پہ کلہاڑا مارتا تھا۔

۳۰۷۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْاٰمِلِيُّ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ الْاَرْضَ اَرْضُ اللّٰهِ وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْيٰى مَوَاتًا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا جَاءَنَا بِهٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالصَّلَوَاتِ عَنْهُ۔

عروہؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا کہ زمین اللہ کی ہے اور بندے بھی اللہ کے ہیں اور جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ بات ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے اس نے بتایا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نمازیں پیش کی ہیں (یعنی یہ فیصلہ ہمیں صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بتایا)

۳۰۷۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ نَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا عَلٰى اَرْضٍ فَهِيَ لَهٗ۔

سمرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا: جس نے کسی زمین کے گرد دیوار کھینچ دی تو وہ اس کی ہے۔

شرح: یعنی انہی شرطوں کے ساتھ جن کا ذکر اوپر گزرا کہ: وہ زمین کسی مسلم کی ملک میں نہ ہو اور آبادی، گاؤں یا شہر کے مفادِ عامہ میں استعمال نہ ہوتی ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ فعل حاکم وقت کی اجازت سے ہو۔ ظاہر حدیث یہ دلالت کرتی ہے کہ احاطہ ہی ملک ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اور امام احمدؒ کی مشہور ترین روایت یہی ہے بشرطیکہ دیوار اتنی اونچی ہو جس سے وہ زمین اِردگرد سے محفوظ ہو جائے لیکن اکثر علماء کے نزدیک صرف دیوار کھینچ دینا ہی ملک کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ زمین کا احیاء شرط ہے، یعنی اس زمین کو قابلِ کاشت یا دیگر مقاصد میں استعمال ہو سکنے کے لائق بنا دینا۔ البدائع میں ہے کہ دیوار کھینچ دینے یا کسی طرح سے قبضہ جما لینے سے وہ شخص اس حدیث کی رو سے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ حقدار تو ہو جاتا ہے مگر مالک نہیں بن سکتا۔ مالک ہونے کے لیے احیاء شرط ہے جیسے کہ دوسری احادیث میں موجود ہے۔

۳۰۷۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ قَالَ هِشَامٌ الْعِرْقُ الظَّالِمُ أَنْ يَغْرِسَ الرَّجُلُ فِي أَرْضِ غَيْرِهِ فَيَسْتَحِقَّهَا بِذَلِكَ قَالَ مَالِكٌ وَالْعِرْقُ الظَّالِمُ كُلُّ مَا أُخِذَ وَاحْتُفِرَ وَغُرِسَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

ہشام نے کہا کہ عرقِ ظالم یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی زمین میں کوئی پودا لگا کر اس کے ساتھ اس کا حق دار بن بیٹھے مالک نے کہا کہ عرقِ ظالم ہر وہ چیز ہے جو ناحق پکڑی، کھودی اور بوئی یا گاڑی جائے (مطلب یہ ہے کہ حدیث نمبر ۳۰۷۳ میں جو یہ لفظ ہیں کہ: لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ" ان کا مطلب ان بزرگوں نے یہ بیان کیا ہے۔)

۳۰۷۹۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ نَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنِ الْعَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ يَعْنِي ابْنَ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوكًا فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اخْرُصُوا فَخَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ فَقَالَ لِلْمَرْأَةِ أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدَةً وَكَتَبَ لَهُ يَعْنِي بِبَحْرِهِ قَالَ فَلَمَّا أَتَيْنَا وَادِيَ الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ كَمْ كَانَ فِي حَدِيقَتِكِ قَالَتْ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُولِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ مُتَعَجِّلٌ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَمَنْ اَرَادَ مِنْکُمْ اَنْ یَّتَعَجَّلَ مَعِیَ فَلْیَتَعَجَّلْ ۔

ابو حمید ساعدی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ تبوک میں حصہ لیا تھا۔ جب آپ وادی القریٰ میں پہنچے تو ایک عورت اپنے ایک باغیچے میں تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ: تخمینہ کرو (یعنی پھل کا)، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق کا تخمینہ لگایا اور آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ جو کچھ اس باغ سے حاصل ہو اسے یاد رکھ اور ہم تبوک میں پہنچ گئے۔ اور ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید خچر کا تحفہ بھیجا اور آپ کو ایک چادر پہنچائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ کے لیے اس کے ساحل بحر کے لیے تحریر لکھوا دی (یعنی انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا تھا) صحابی نے کہا کہ جب ہم وادی القریٰ میں آئے تو حضورؐ نے اس عورت سے فرمایا: تیرے باغ میں کتنا پھل ہوا تھا؟ اس نے کہا دس وسق۔ یعنی جتنا تخمینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ کی طرف جلدی واپس جا رہا ہوں، پس جو شخص تم میں سے میرے ساتھ جلدی جانا چاہے وہ چلے (بخاری)

شرح: شام کے قریب بحیرۂ قلزم کے کنارے پر ایلہ نامی شہر واقع ہے، یہاں کا بادشاہ یوحنا بن روبہ تھا جس کا ذکر اس حدیث میں ہے اس حدیث میں عنوان باب کے متعلق صرف یہ الفاظ ہیں: پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلہ کے بادشاہ کو اس کا ساحل بحر لکھوا دیا۔

۳۰۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِیَاثٍ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ الْاَعْمَشُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ کُلْثُوْمٍ عَنْ زَیْنَبَ اَنَّھَا کَانَتْ تَفْلِیْ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ اِمْرَأَۃُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَنِسَاءٌ مِّنَ الْمُھَاجِرَاتِ وَھُنَّ یَشْتَکِیْنَ مَنَازِلَھُنَّ اَنَّھَا تَضِیْقُ عَلَیْھِنَّ وَیُخْرَجْنَ مِنْھَا فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوَرَّثَ دُوْرَ الْمُھَاجِرِیْنَ النِّسَاءُ فَمَاتَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَرِثَتْہُ اِمْرَأَتُہٗ دَارًا بِالْمَدِیْنَۃِ ۔

ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال دیکھ رہی تھیں اور آپ کے پاس عثمان بن عفانؓ کی بیوی اور کچھ مہاجر عورتیں تھیں اور وہ اپنے گھروں (کی تنگی) کی شکایت کر رہی تھیں کہ وارث انہیں تنگ کرتے ہیں اور خاوند مر جائیں تو انہیں گھروں سے نکلنا پڑتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مہاجرین کے گھروں کی وارث ان کی بیویاں ہوں گی۔ پھر جب عبد اللہ بن مسعودؓ فوت ہوئے (۳۲ھ) تو ان کی بیوی کو ان کا گھر مدینہ میں وراثت میں ملا۔

شرح: مہاجرین مدینہ میں غریب الدیار اور بے وطن تھے، ان کی کوئی زرعی یا غیر منقولہ جائداد نہ تھی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مہاجرین کو گھر عطا فرمائے تھے۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس کی صورت شاید یہ تھی کہ آپ نے ان کے لیے زمین منتخب فرمائی اور انہوں نے اس پر مکان بنائے، مکانوں کی ملکیت ان کی تھی مگر زمین کی نہیں۔ یا یوں کہیے کہ حضورؐ نے ضرورت کی بناء پر انہیں بطور عاریت مکان بنانے کی اجازت دی تھی، ابو اسحاق مروزی کا یہی مذہب ہے اور اس بناء پر ان مکانوں میں وراثت جاری نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ مکان والوں کی ملک ثابت نہ تھی محض ایک انتظام تھا۔ اس امر کا امکان بھی ہے کہ وہ اراضی کسی کی ملکیت نہ ہو اور بطور احیائے موات مہاجرین نے حضورؐ کی اجازت سے اسے زندہ کر لیا ہو۔ بعض دفعہ جاگیر ایک عارضی فائدہ پہنچانے کے لیے ہوتی ہے اس میں تملیک نہیں ہوتی جیسے کہ بازاروں میں بیٹھنے یا خرید و فروخت کی جگہیں یا سفر کے موقع پر لوگوں کے گھروں میں عارضی قیام وغیرہ۔ عورتوں کو جو مکانات کی وراثت دی گئی تو یہ شدید ضرورت کی بناء پر ان کی ایک خصوصیت تھی کیونکہ وہ مدینہ میں غریب الوطن تھیں، ان کا کوئی رشتہ دار یا برادری نہ تھی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مکانات ان خواتین کے ہاتھوں میں ان کی زندگی بھر رکھنے کا حکم مصلحۃً دیا گیا ہو اور ان کی ملکیت اس سے ثابت نہ ہوتی ہو جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو کوئی میراث نہ تھی، مصلحت و ضرورت کی بناء پر ازواج مطہرات کو ان کی زندگی بھر رہنے کے لیے دیئے گئے تھے اور وہ انہی کی طرف منسوب بھی ہوئے تھے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ چونکہ ازواج النبیؐ کا نکاح جائز نہ تھا لہٰذا ان کی حیثیت زندگی بھر عدت گزارنے والی عورت جیسی رہی تھی، اور عدت والی کو رہنے کی جگہ ملتی ہے۔ پس یہ مکانات ان کی ملکیت نہ تھے مگر زندگی بھر انہیں ان میں رہنے کی شرعی اجازت تھی۔

بَابُ ۳۸ مَاجَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي أَرْضِ الْخَرَاجِ

خراجی زمین میں داخل ہونے کا باب ۳۸

۳۰۸۱ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى يَعْنِي ابْنَ سَمِيعٍ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ عَنْ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ مَنْ عَقَدَ الْجِزْيَةَ فِي عُنُقِهِ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

معاذؓ نے کہا کہ جس نے اپنی گردن میں جزیۂ زمین کا جزیہ یعنی خراج کا عقد ڈال لیا تو وہ اس طور طریقے سے بری ہوگیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

شرح: معاذ بن جبلؓ سے نیچے کا راوی ابو عبد اللہ نا معلوم الاسم ہے۔ منذری نے تو کہا ہے کہ اس کی نسبت معلوم

نہیں، لیکن مولانا نے اسے اشعری شامی لکھا ہے اور ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے. کسی کافر کی زمین خریدنا اپنی گردن میں جزیہ (خراج) کا قلادہ ڈالنے کے مترادف ہے کیونکہ اس زمین کا خراج اب اس خریدار مسلمان کے ذمہ آجائے گا لہذا اس خلاف سنت فعل کو حضرت معاذؓ نے اتنے شدید الفاظ میں بیان فرمایا ہے. یہ تغلیظ و تشدید پر محمول ہے. خطابی نے کہا ہے کہ جزیہ کا معنیٰ اس حدیث میں خراج ہے اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کافر کی زمین جب مسلمان خریدے تو اس کے واجبات خراج نہیں بدلتے. حنفیہ کا یہی مذہب ہے لیکن انہوں نے کہا کہ چونکہ یہ زمین خراجی ہے لہذا اس سے حاصل ہونے والے غلے پر عشر نہیں آتا. اور عامۃ اہل علم نے اس پر عشر بھی واجب کیا ہے.

۳۰۸۲۔ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ نَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنِي شَبِيبُ بْنُ نُعَيْمٍ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ حَدَّثَنِي أَبُو الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِجِزْيَتِهَا فَقَدِ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهُ وَمَنْ نَزَعَ صَغَارَ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهِ فَجَعَلَهُ فِي عُنُقِهِ فَقَدْ وَلَّى الْإِسْلَامَ ظَهْرَهُ قَالَ فَسَمِعَ مِنِّي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي أَشَبِيبٌ حَدَّثَكَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِذَا قَدِمْتَ فَسَلْهُ فَلْيَكْتُبْ إِلَيَّ بِالْحَدِيثِ قَالَ فَكَتَبَهُ لَهُ فَلَمَّا قَدِمْتُ سَأَلَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ الْقِرْطَاسَ فَأَعْطَيْتُهُ فَلَمَّا قَرَأَهُ تَرَكَ مَا فِي يَدَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ الْيَزَنِيُّ لَيْسَ هُوَ صَاحِبَ شُعْبَةَ.

ابوالدرداءؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے زمین کو اس کے جزیہ سمیت لیا پس اس نے اپنی ہجرت سے رجوع کر لیا (اسے باطل کر دیا) اور جس نے کسی کافر کی ذلت (خراج) کو اس کی گردن سے نکال کر اپنی گردن میں ڈال لیا تو اس نے اسلام کی طرف سے پشت پھیر لی. سنان راوی نے کہا یہ حدیث مجھ سے خالد بن معدان نے سنی تو کہا کہ کیا شبیب نے تجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی؟ میں نے کہا کہ ہاں! اس نے کہا کہ جب تو اس سے مل کر واپس آئے تو پھر پوچھنا اور اس سے میری طرف یہ حدیث لکھوا لانا. سنان نے کہا کہ شبیب نے مجھے یہ لکھ دی. پھر جب میں آیا تو خالد بن معدان نے مجھ سے کاغذ مانگا. میں نے وہ کاغذ دے دیا، جب اس نے اسے پڑھا تو فوراً وہ زمینیں چھوڑ دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں. ابوداؤد نے کہا کہ راوی حدیث یزید بن خمیر یزنی ہے، شعبہ کا ساتھی نہیں ہے.

شرح: منذری نے کہا ہے کہ اس روایت کی سند میں بقیہ ابن الولید ہے جس پر کلام ہوا ہے. اور اس کا اسناد

عمارہ بن ابی الشعثا مجہول ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک خراجی زمین کا خرید نا جائز ہے، اس میں تشدید جو آئی ہے وہ اس لیے ہے کہ خواہ مخواہ کوئی مسلمان خراج کو اپنی گردن میں کیوں ڈالے؟ ہدایہ میں ہے کہ مسلمان کا خراجی زمین کو خرید نا جائز ہے اور اس سے خراج وصول کیا جائے گا۔ اور یہ صحیح طور پر ثابت ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خراجی زمین خریدی تھی اور وہ اس کا خراج ادا کرتے تھے، اس سے خریدنے کا جواز، اس سے خراجی زمین کے خراج کو مسلم سے لینے کا جواز، اور مسلمان کا اس خراج کو ادا کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ حافظ زیلعی نے نصب الرایہ میں کہا ہے کہ بقول بیہقی (کتاب المعرفۃ) اس مسئلے میں قول وہ ہے جو ابو حنیفہ نے کہا کہ ابن مسعودؓ، خباب بن الارت، حسین بن علیؓ اور قاضی شریحؒ کے پاس خراجی زمین تھی۔

بَابٌ ۳۹ فِي الْأَرْضِ يَحْمِيهَا الْإِمَامُ أَوِ الرَّجُلُ۔

اس زمین کا باب ۳۹ جسے امام یا کوئی اور آدمی مخصوص چراگاہ بنائے

۳۰۸۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ۔

ابن عباسؓ نے صعب بن جثامہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مخصوص و محفوظ چراگاہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی۔ ابن شہابؒ نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع کو حمیٰ بنایا تھا (بخاری)

شرح: بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے سرف اور ربذہ کو حمیٰ قرار دیا تھا۔ نقیع مدینہ کے قریب ایک مقام کا نام تھا۔ خطابی نے اس حدیث کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ: لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ۔ یعنی حمیٰ صرف اس طریقے پر اور ان مقاصد کے لیے ہو سکتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں۔ اس میں زمانۂ جاہلیت کی اُس رسم کا ابطال ہے کہ ان میں جب کوئی رئیس یا زور آور شخص کسی سرسبز و شاداب علاقے کو دیکھتا تو کسی کتے کو پہاڑ پر یا ٹیلے پہ کھڑا کرتا اور اس کی آواز سننے کے لیے ادھر اُدھر آدمی بھیجتا۔ کتا زور زور سے بھونکتا اور ہر طرف سے جہاں تک اُس کی آواز پہنچتی وہ اُسی رئیس کی مخصوص حمیٰ ہوتی، کوئی دوسرا اس کے قریب نہ بھٹک سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام نقیع پر جو حمیٰ بنائی تھی وہ کمزور اور دُبلے پتلے اونٹوں اور ضعیف گھوڑوں کے لیے تھی۔ نقیع مدینہ کے قریب پانی جمع ہونے کی ایک جگہ تھی جس میں گھاس اور بوٹیاں اُگتی تھیں۔ یہ جگہ کوئی زیادہ طویل و عریض نہ تھی کہ اس کے باعث مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی۔ حکومتیں اجتماعی مفاد

کے لیے اس قسم کی حمیٰ مخصوص کیا کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اپنی ذات کے لیے ایسا کرتے تو بھی جائز ہوتا مگر آپ نے صدقہ کے اونٹوں اور گھوڑوں کے لیے یہ ایک مخصوص چراگاہ قرار دی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک اجتماعی اور عوامی مفاد تھا۔ اس چراگاہ میں وہ گھوڑے بھی پلتے تھے جو جہاد کی غرض سے تیار رکھے جاتے تھے۔
آپ کے بعد کسی شخص کو ذاتی مفاد کی خاطر ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر ان مقاصد کے پیش نظر ہو جن کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمیٰ بنائی تھی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بقول شوکانی و ابن الجوزی بعض لوگوں کے نزدیک حمیٰ سے روکنے کی احادیث میں اور احیاء موات کی احادیث میں تعارض ہے حالانکہ ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے، حمیٰ احیائے موات کی نسبت بہت خاص چیز ہے۔ جس حمیٰ سے منع کیا گیا ہے وہ وہ ہے کہ بہت زرخیز و شاداب زمین کو کوئی زور آور شخص، حاکم، یا رئیس اپنے نفس کے لیے مخصوص کرلے جیسے کہ دورِ جاہلیت کا رواج تھا۔ اور احیائے موات مباح وہ ہے جو کسی قابلِ منفعتِ عامہ زمین میں نہ ہو۔
نقیع کا مقام مدینہ سے ۲۰ فرسخ پر واقع تھا اور اس کا رقبہ طول و عرض ۸×۱ میل تھا۔ یہ نقیع الخضمات نہیں ہے جس میں اسعد بن زرارہ نے جمعہ کی نماز شروع کی تھی، اس کا ذکر اوپر کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے۔

۳۰۸۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ وَقَالَ لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے الصعب بن جثامہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام نقیع کو حمیٰ قرار دیا اور فرمایا کہ حمیٰ صرف اللہ عزوجل کے لیے ہے (پہلی حدیث کا منقطع قول جو زہری سے مروی ہے، ابو داؤد نے اس متصل حدیث سے ثابت کر دیا) بقولِ منذری یہ حدیث نسائی نے روایت کی مگر نقیع کا ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّكَازِ وَمَا فِيهِ

رکاز اور اس کے احکام کا باب

۳۰۸۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

ابن المسیب اور ابو سلمہؓ نے ابوہریرہؓ کو حدیث بیان کرتے سُنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رکاز میں خمس ہے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا)

شرح: اس حدیث میں بیان ہونے والا رکاز بقول خطابی جاہلیت کا مدفون خزانہ ہے جس کے مالک کا علم نہیں ہوتا، رکز کا معنیٰ گاڑنا ہے، اس سے لفظ رکز نکلا ہے۔ چونکہ کسی شخص نے یہ خزانہ زمین میں گاڑا تھا اس لیے رکاز ہوا۔ حسن بصریؒ کی تفسیر کے مطابق اسے جاہلی خزانہ کہا جاتا ہے۔ اس میں خمس اس لیے ہے کہ اس کا نفع خاصا زیادہ اور محنت برائے نام ہے۔ رکاز کے مصرف میں اختلاف ہے ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا مصرف مال فئی جیسا ہے اور شافعی کے نزدیک صدقات جیسا۔ ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مشرکوں کا گاڑا ہوا مال ہے لہذا فئی ہے۔ شافعی کا استدلال یہ ہے کہ یہ مال زمین سے حاصل ہوا ہے جیسے کہ غلہ وغیرہ ہے۔

ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو مختصر کر دیا ہے لہذا یہ ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے۔ ابوحنیفہ اور ثوری کے نزدیک رکاز صرف زمانۂ جاہلیت کا دفینہ ہی نہیں بلکہ معدن بھی ہے (یعنی حکم خمس کے لحاظ سے) یعنی کان سے نکلنے والی دھات۔ اور اسی حدیث میں جو المعدن جبار کا لفظ ہے اس سے مراد وہ گڑھا ہے جس سے دھات نکالی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ حدیث معدن اور رکاز دونوں الفاظ الگ الگ معنوں میں بولے گئے ہیں۔

۳۰۸۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الرِّكَازُ الْكَنْزُ الْعَادِيُّ۔

حسن بصریؒ نے کہا کہ مال الرکاز کا معنیٰ ہے قدیم خزانہ (یعنی زمانۂ جاہلیت کا گاڑا ہوا خزانہ) یہ روایت سنن ابی داؤد کے حاشیے پر درج ہے مگر حمصی نسخے میں اس کو متن کا حصہ بنایا گیا ہے، لہذا ہم نے بھی مناسب جانا کہ اسے متن میں نقیں

۳۰۸۷۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ نَا الزَّمْعِيُّ عَنْ عَمَّتِهِ قُرَيْبَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أُمِّهَا كَرِيمَةَ بِنْتِ الْمِقْدَادِ عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهَا ذَهَبَ الْمِقْدَادُ لِحَاجَتِهِ بِبَقِيعِ الْخَبْخَبَةِ فَإِذَا جُرَذٌ يُخْرِجُ مِنْ جُحْرٍ دِينَارًا ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُخْرِجُ دِينَارًا دِينَارًا حَتَّى أَخْرَجَ سَبْعَةَ عَشَرَ دِينَارًا ثُمَّ أَخْرَجَ خِرْقَةً حَمْرَاءَ يَعْنِي فِيهَا دِينَارٌ فَكَانَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ دِينَارًا فَذَهَبَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ وَقَالَ لَهُ خُذْ صَدَقَتَهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ هَوَيْتَ إِلَى الْجُحْرِ قَالَ لَا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا

کریمہ بنت مقداد نے (اپنی والدہ) ضباعہؓ بنت زبیر بن عبد المطلب سے روایت کی کہ ضباعہؓ نے کہا کہ مقدادؓ (ضباعہؓ کا خاوند) اپنی کسی ضرورت کے لیے نقیع خجنبہ (یا خبخبہ) میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بڑا چوہا ایک بل سے ایک دینار نکالتا ہے پھر وہ برابر ایک ایک دینار نکالتا رہا حتیٰ کہ اس نے سترہ دینار نکالے۔

پھر اُس نے ایک سُرخ رنگ کا کپڑے کا ٹکڑا نکالا جس میں ایک دینار تھا۔ پس یہ کل اٹھارہ دینار ہو گئے۔ پس مقدادؓ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور آپؐ کو قصہ بتایا اور آپ سے کہا کہ آپؐ اس کا صدقہ لے لیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کہا کہ کیا تو بل کی طرف جھکا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اللہ تجھے ان میں برکت دے (ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ حضورؐ نے یہ دریافت فرمایا تھا کہ: کیا تو سوراخ کی طرف جھکا تھا؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر مقدادؓ اس رقم کو بل میں سے نکالتا تو وہ رکاز ہوتا اور اس میں خمس واجب ہوتا۔ اور حضورؐ نے جو دعا ئے برکت دی اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم ابھی لیجا کر اس رقم کو استعمال کر لو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ لُقطہ کے حکم میں ہے جس کی سال بھر تعریف کی جاتی ہے اور اگر کوئی مالک نہ آئے تو اٹھانے والے پر مباح ہو جاتا ہے۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اس کا حکم تو لُقطہ کا ہی تھا مگر چونکہ چوہے نے اسے سوراخ سے نکالا تھا، معلوم نہیں کب اور کس کی رقم کیسے یہاں پہنچی تھی، اور اس کی تعریف نہایت مشکل تھی اور مقدادؓ کو اس کی حاجت تھی لہذا آپ نے سال کی تعریف کی شرط ختم کرتے ہوئے اسے فوراً خرچ کرنے کی اجازت دے دی، حضرت گنگوہیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضورؐ کا ارشاد: کیا تو بل کی طرف جھکا تھا؟ محض اس کے صبر و قناعت کو جانچنے کے لیے تھا۔ ورنہ دیناروں کا خرقہ میں ہونا اس بات کی دلیل تھی کہ یہ رکاز نہیں ہے کیونکہ رکاز ہونے کی صورت میں یہ سُرخ کپڑا ہرگز محفوظ نہ رہ سکتا۔

بَابُ نَبْشِ الْقُبُوْرِ الْعَادِيَةِ

پرانی قبروں کو کھود ڈالنے کا باب جن میں مال ہو

۳۰۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ نَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ يُحَدِّثُ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ بُجَيْرِ بْنِ أَبِي بُجَيْرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ خَرَجْنَا مَعَهُ إِلَى الطَّائِفِ فَمَرَرْنَا بِقَبْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ وَكَانَ بِهٰذَا الْحَرَمِ يَدْفَعُ عَنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ أَصَابَتْهُ النِّقْمَةُ الَّتِي أَصَابَتْ قَوْمَهُ بِهٰذَا الْمَكَانِ فَدُفِنَ فِيهِ وَآيَةُ

ذٰلِكَ اَنَّهُ دُفِنَ مَعَهُ غُصْنٌ مِنْ ذَهَبٍ إِنْ اَنْتُمْ نَبَشْتُمْ عَنْهُ اَصَبْتُمُوهُ مَعَهُ فَابْتَدَرَهُ النَّاسُ فَاسْتَخْرَجُوا الْغُصْنَ اٰخِرُ كِتَابِ الْخَرَاجِ وَالْفَيْءِ وَالْإِمَارَةِ

عبد اللہ بن عمرو فرماتے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا جبکہ ہم آپ کے ساتھ طائف کی طرف نکلے اور ایک قبر پر گزرے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ابورغال کی قبر ہے اور وہ حرم میں تھا، جتنی دیر حرم میں رہا بچا رہا۔ پھر جب باہر نکلا تو اسے بھی وہ سزا ملی جو اس کی قوم کو اس جگہ ملی تھی۔ پھر اسے یہیں دفن کیا گیا تھا اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ دفن کی گئی تھی، اگر تم اس کی قبر کو کھودو گے تو وہ سونا اس کے ساتھ پاؤ گے۔ پس لوگوں نے جلدی کی اور وہ سنہری شاخ نکال لی۔

شرح: ابورغال ابرہہ کی حبشی فوج کی کعبہ کی طرف رہنمائی کر رہا تھا۔ اس کی موت کے بعد لوگ اس کی قبر پر پتھر مارتے تھے، بلکہ شاید اب تک بھی مارتے ہوں۔

آخر کتاب الخراج والامارۃ والفیء۔ اس میں ۴۸ باب ۱۵۳ حدیثیں ہیں۔
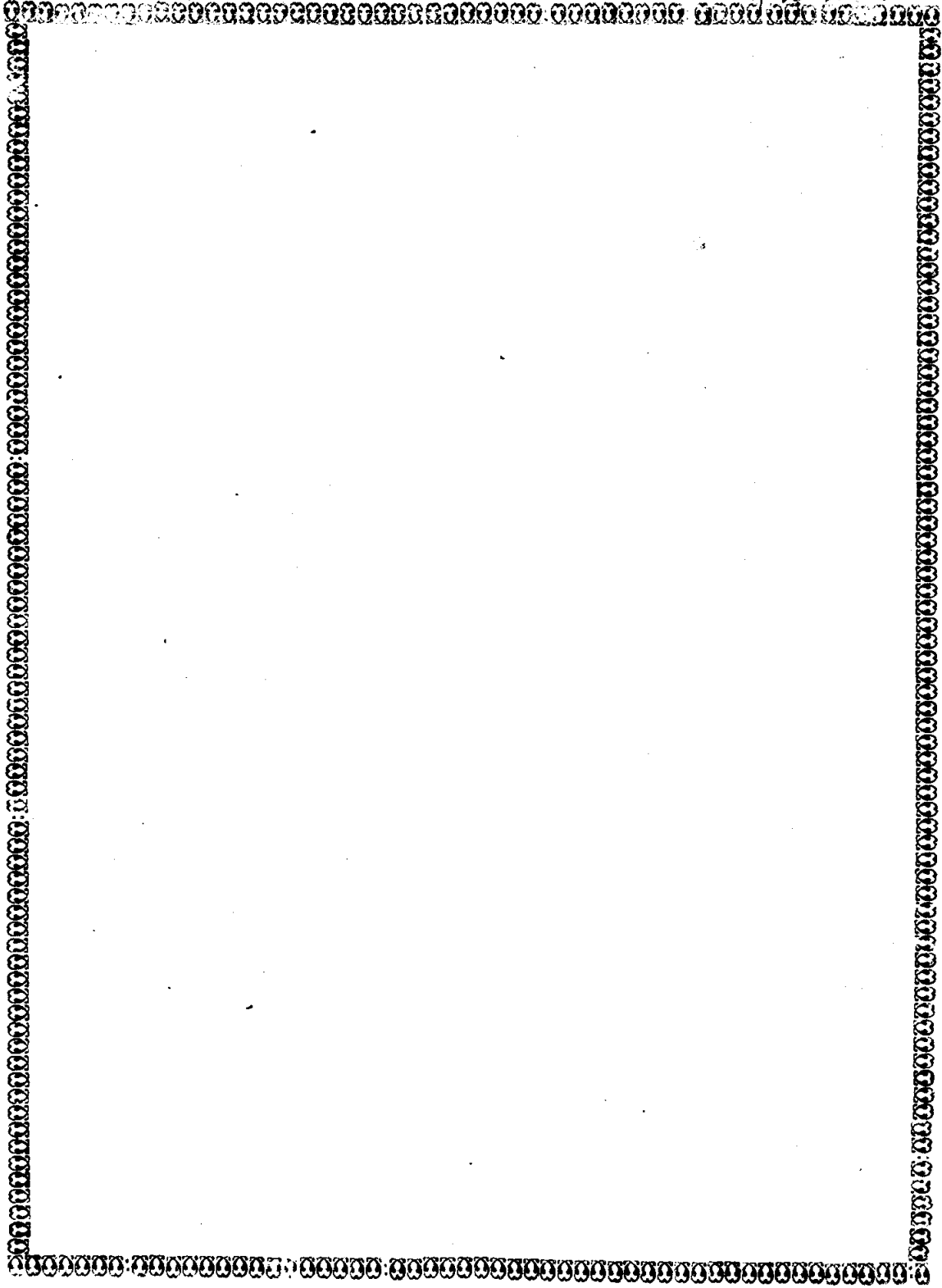
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوَّلُ كِتَابِ الْجَنَائِزِ

کتاب جنازہ کے احکام کی ابتداء

بَابُ الْاَمْرَاضِ الْمُكَفِّرَةِ لِلذُّنُوْبِ

گناہوں کو مٹانے والے امراض کا باب۔

۳۰۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا مُحَمَّدُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ اَبُوْمَنْظُوْرٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ عَنْ عَامِرٍ الرَّامِ اَخِي الْخَضِرِ قَالَ النُّفَيْلِيُّ هُوَ الْخُضْرُ وَلٰكِنْ كَذَا قَالَ اِنِّيْ لَبِبِلَادِنَا اِذْ رُفِعَتْ لَنَا رَايَاتٌ وَاَلْوِيَةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالُوْا هٰذَا لِوَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ تَحْتَ شَجَرَةٍ

قَدْ بُسِطَ لَهُ كِسَاءٌ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَيْهِ وَقَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ فَذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ أَعْفَاهُ اللَّهُ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ وَمَوْعِظَةً لَهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ عَقَلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرْسَلُوهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوهُ وَلَمْ يَدْرِ لِمَ أَرْسَلُوهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَوْلَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْأَسْقَامُ وَاللَّهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُكَ أَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَمَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيهَا أَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَأَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِي كِسَائِي فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ مَعَهُنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِي قَالَ ضَعْهُنَّ عَنْكَ فَوَضَعْتُهُنَّ وَأَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُومَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا ارْجِعْ بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ

عامر رامی، خضر کے بھائی سے۔ اور نفیلی نے کہا کہ لفظ تو خضر ہے مگر میرے استاد نے ایسا ہی کہا، عامرؓ نے کہا کہ میں اپنے علاقے میں تھا کہ ہمارے سامنے چھوٹے بڑے جھنڈے بلند کئے گئے تو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہے۔ پس میں آپ کے پاس گیا، آپ ایک درخت کے نیچے تھے، آپ کے لیے ایک کمبل بچھایا گیا تھا اور آپ اس پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے اصحاب اردگرد جمع تھے۔ پس میں ان کے پاس بیٹھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر فرمایا اور کہا کہ مومن کو جب کوئی بیماری آئے، پھر اللہ اس کو اس سے عافیت دیدے تو وہ اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی اور آئندہ کے لیے نصیحت کا باعث ہوگی۔ اور منافق جب

بیمار ہوا اور پھر اسکو عافیت ملے تو اونٹ کی مانند ہوتا ہے جس کے مالکوں نے اس کا گھٹنا باندھا اور پھر اسے کھول دیا مگر اسے نہ پتہ چلا کہ اسے انھوں نے کیوں باندھا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ اُسے کیوں چھوڑا ہے۔ آپؐ کے گرد والوں میں سے ایک مرد بولا: کہ بیماریاں کیا ہوتی ہیں۔ قسم اللہ کی میں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے اٹھ جاتو ہم میں سے نہیں۔ پس اس اثناء میں کہ ہم آپؐ کے پاس تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر اس نے کمبل کو لپیٹا ہوا تھا۔ پس وہ بولا: یارسول اللہ میں نے جب آپ کو دیکھا تو آپؐ کی طرف آیا اور درختوں کے ایک گھنے جنگل سے گزرا تو کسی پرندے کے چوزوں کی آواز سنی، پس میں نے انہیں پکڑ لیا اور انہیں اپنی چادر میں رکھا، پس ان کی ماں آئی اور میرے سر پر گھومی تو میں نے اس کے بچوں کو ننگا کیا تو وہ بھی ان پر گر گئی اور میں نے انہیں اپنے کمبل میں لپیٹ لیا، یہ دیکھئے وہ میرے پاس ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ انہیں نیچے رکھ دو۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے انہیں نیچے رکھا تو ان کی ماں اُن کے ساتھ چمٹی ہی رہی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تمہیں تعجب ہے کہ چوزوں کی ماں اپنے بچوں پر رحم کرتی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں یارسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی کہ چوزوں کی ماں اپنے چوزوں پر ہے۔ انہیں لے جاؤ حتی کہ انہیں وہیں رکھ دو جہاں سے انہیں لیا تھا اور ان کی ماں کو بھی وہیں رکھ دو، پس وہ شخص انہیں لے کر واپس چلا گیا۔

شرح: عامر الرامؓ یا الرائی، خضر کا بھائی تھا جو صحرا نشین تھا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ایک حدیث روایت کی ہے (ابوالقاسم بغوی) خضر ایک مشہور قبیلے محارب بن خصفہ کی شاخ تھی، ابن الکلبی نے کہا کہ وہ گندم گوں تھے اس لیے الخضر کہلائے۔

جنائز جنازہ کی جمع ہے، جنازہ میت کو کہتے ہیں اور جنازہ اس چارپائی کو جس پر میت کو اٹھایا جاتا ہے۔

یہ لفظ جنز سے نکلا ہے جس کا معنی ستر ہے۔ امراض پر جب بے صبری، شکوہ وشکایت اور جزع فزع نہ کیا جائے تو وہ صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث کا راوی ابومنظور شامی مجہول ہے۔ یہاں پر ایک اشکال ہے کہ بے شک مرض کا ابتلاء ہوتا ہے اور اس کے باعث اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص بیمار نہ ہوا اور اس کے کوئی مصیبت نہ آئے تو اس میں بظاہر اُس کا تو کوئی دخل نہیں، پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیوں اٹھا دیا تھا جس نے یہ کہا تھا کہ میں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ اس کا جواب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس شخص کا طرز کلام فخر وغرور پر مبنی نظر آتا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا: یارسول اللہ امراض کیا ہوتے ہیں؟ اس بنا پر حضورؐ نے بطور تادیب اسے مجلس سے اٹھایا تھا کہ بیمار نہ ہونا کوئی فخر کی چیز نہیں۔ بیماری سے تو اللہ تعالیٰ بندے کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

۳۰۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْمِصِّيصِيُّ الْمَعْنَى قَالَ نَا أَبُو الْمَلِيحِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ السُّلَمِيَّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا

سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذٰلِكَ ثُمَّ اتَّفَقَا حَتّٰى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى۔

محمد بن خالد سلمی نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی جو صحابی تھا اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو کوئی درجہ ملنا مقدر ہو جس پر وہ اپنے عمل سے نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اس کی آزمائش اسکے جسم میں یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد میں فرماتا ہے، ابوداؤد نے کہا کہ ابن نفیل نے یہ اضافہ کیا، پھر اللہ اس پر اسے صبر دیتا ہے، حتیٰ کہ اسے اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے طے شدہ ہوتا ہے۔

شرح: یہ حدیث بذل المجہود کے حاشیے پر اور سنن ابی داؤد کے حمصی نسخے کے متن میں درج ہے۔ حاشیے پر یہ عبارت ہے کہ یہ حدیث لؤلؤی کی روایت سے نہیں ہے، اس لیے منذری نے اسے اپنی مختصر میں بیان نہیں کیا۔ المزی نے اطراف میں کہا ہے کہ: یہ حدیث ابن العبد اور ابن واسعہ کی روایت سے ہے اور اسے ابوالقاسم نے بیان نہیں کیا۔ ابن مندہ، ابونعیم، مسند احمد، ابویعلیٰ، طبرانی کبیر اور طبرانی اوسط میں اسے روایت کیا ہے۔ مطلب واضح ہے کہ مومن کے درجات تکالیف و امراض کے باعث بلند ہوتے ہیں۔

بَابُ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَيَشْغَلُهُ عَنْهُ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ

(باب۔ جب کوئی آدمی کوئی نیک عمل کرتا ہو اور مرض یا سفر کے باعث نہ کر سکے) یہ عنوان حمصی نسخے کا اور اس پر ایسی علامات درج ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد کے اکثر نسخوں میں یہ عنوان نہیں ہے۔

۳۰۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنٰى قَالَا نَا هُشَيْمٌ عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّكْسَكِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ يَقُولُ إِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَغَلَهُ عَنْهُ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ كُتِبَ لَهُ كَصَالِحِ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيحٌ مُقِيمٌ۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دو مرتبہ نہیں (بلکہ کئی مرتبہ) سنا، آپ فرماتے تھے کہ جب بندہ کوئی عمل کرتا ہو اور کوئی بیماری یا سفر اسے اس سے روک دے تو اس کے لیے وہ نیک عمل اسی طرح لکھا جاتا ہے جس طرح کہ وہ اسے تندرستی اور اقامت کی حالت میں کرتا تھا (بخاری)

شرح :۔ مرض یا سفر چونکہ عذر کی حالت ہے اس لیے ان کے احکام صحت واقامت کی نسبت مختلف ہیں پس ان حالات میں جب کوئی شخص اپنا دائمی نیک عمل جاری نہ رکھ سکے تو وہ بباعث عذر نہیں رکھ سکتا، رحمت خداوندی سے یہ کمی پوری کر دی جاتی ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی ابراہیم بن عبدالرحمٰن السکسکی احمد بن حنبل ابن القطان اور عقیلی نے ضعیف کہا ہے۔ نسائی نے بھی اس پر تنقید کی ہے۔

بَابٌ عِيَادَةِ النِّسَاءِ

(عورتوں کی بیمار پرسی کا باب)

٣٠٩٢۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ قَالَتْ عَادَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضَةٌ فَقَالَ أَبْشِرِي يَا أُمَّ الْعَلَاءِ فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللَّهُ بِهِ خَطَايَاهُ كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔

ام العلاءؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی جبکہ میں بیمار تھی۔ پس آپ نے ارشاد فرمایا: اے ام العلاء خوش ہو جا کیونکہ مسلم کی بیماری کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح کہ آگ سونے چاندی کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔

شرح :۔ منذری نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ام العلاءؓ قدیم الاسلام صحابیہ تھیں، حکیم بن حزامؓ کی پھوپھی تھیں۔ سونے چاندی کو کٹھالی میں ڈال کر تپایا جاتا ہے تو ان کی میل کچیل دور ہو کر صاف و شفاف نکل آتے ہیں، اس حدیث کی رو سے اسی طرح مومن کو امراض وغیرہ کی کٹھالی میں ڈال کر اس کے گناہ دور کیے جاتے ہیں۔

٣٠٩٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى ح وَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا لَفْظُهُ عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْخَزَّازِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَشَدَّ آيَةٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَيَّةُ آيَةٍ يَا عَائِشَةُ قَالَتْ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ قَالَ أَمَا عَلِمْتِ يَا عَائِشَةُ أَنَّ الْمُسْلِمَ تُصِيبُهُ النَّكْبَةُ أَوِ الشَّوْكَةُ فَيُكَافَأُ بِأَسْوَءِ عَمَلِهِ وَمَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قُلْتُ أَلَيْسَ يَقُولُ اللَّهُ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا قَالَ ذَاكُمُ الْعَرْضُ يَا عَائِشَةُ

مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ بَشَّارٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ۔

حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے معلوم ہے قرآن میں شدید ترین آیت کون سی ہے حضورؐ نے فرمایا: اے عائشہ! وہ کون سی آیت ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول: جو بھی برائی کرے گا اس کی جزا پائے گا۔ سورۃ النساء ۱۲۳۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ مومن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کانٹا چبھتا ہے تو وہ اُس بُرے اعمال کا بدلہ ہو جاتا ہے؟ اور جس کا محاسبہ کیا گیا اُسے عذاب ہو گیا۔ عائشہ رضؓ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ: پس اس کا حساب آسان ہو گا۔ الانشقاق ۔ ۸۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تو محض اعمال کی پیشی ہو گی، اے عائشہ جس کے حساب میں مناقشہ ہو گا اُسے عذاب دیا جائے گا (بخاری و مسلم)

شرح: مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ کا معنیٰ علامہ ہرویؒ نے لکھا ہے کہ جس کا تفصیلی حساب کرید کرید کر کیا گیا تو وہ پھنس جائے گا کیونکہ بندہ محدود، اس کی قوتیں محدود اور خطاء و نسیان ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ پس جس سے تفصیلی حساب لیا گیا وہ کہیں نہ کہیں پھنس جائے گا۔ یا یوں کہیے کہ یہ تفصیلی حساب خود ایک عذاب ہو گا، پس چاہے آخر میں بچ جائے مگر جب ذرے ذرے کا حساب ہوا تو عذاب تو ہو گیا۔ اُم المومنین عائشہؓ کی دور رس نگاہ اس آیت پر پڑی اور اس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ اگر ہر غلطی پر پکڑ ہوئی اور معافی بالکل نہ ملی تو پھر کون بچے گا؟ انسان بہرحال خطاکار ہے، پیغمبر معصوم سے بھی کوتاہی۔ خلافِ اولیٰ بات یا کام۔ ہو جاتی ہے تو کسی اور کا کیا حال ہو گا؟ ہاں: رحمت خداوندی سے چھوٹے موٹے گناہوں کا کفارہ ساتھ ساتھ مصائب و تکالیف یا امراض سے ہوتا رہتا ہے ورنہ اگر تفصیلی حساب لیا گیا تو پھر بچاؤ مشکل ہو گا۔ خود یہ حساب ہی ایک عذاب ہو گا، اور نتیجہ اگر خدانخواستہ غلط نکلا تو پھر تو سزا ہو کر رہے گی۔ جس کا حساب آسان ہو گا اس کی محض پیشی ہو گی، نامۂ اعمال کو پیش کر کے سرسری معائنہ کر کے خلاصی ہو جائے گی۔ حضرت عائشہ رضؓ کا یہ سوال کہ: "اس کا حساب آسان ہو گا" آیت کے اگلے حصے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ: پس وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش واپس لوٹے گا۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ حساب یسیر تو ہو گا ہی مگر اس کے باوجود وہ عذاب سے خلاصی پا جائے گا تو پھر حضورؐ یہ جو فرماتے ہیں کہ جس کا محاسبہ ہوا اسے عذاب ہو گیا؟ اس کا جواب حضورؐ نے یہ دیا کہ حساب یسیر سے مراد صرف اعمال کی پیشی ہے۔ ورنہ جس سے ہر چھوٹی بڑی چیز کی پوچھ گچھ شروع ہوئی تو بس سمجھو کہ وہ پھنس گیا۔ اللھم حاسبنا حسابًا یسیرًا۔ ابوداؤدؒ نے کہا ہے کہ ابن بشار نے حدّثنا ابن ابی مُلیکہ کا لفظ بولا ہے۔

بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ

(بیمار پرسی کا باب)

۳۰۹۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ عَرَفَ فِيهِ الْمَوْتَ قَالَ قَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ حُبِّ يَهُودَ قَالَ فَقَدْ أَبْغَضَهُمْ أَسْعَدُ بْنُ زُرَارَةَ فَمَهْ فَلَمَّا مَاتَ أَتَاهُ ابْنُهُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ قَدْ مَاتَ فَأَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ فَنَزَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔

اُسامہ بن زید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کی مرض الموت میں اس کی عیادت کو تشریف لے گئے پس جب اس کے پاس داخل ہوئے تو موت کے آثار پہچان لیے۔ فرمایا: میں تجھ کو یہودیوں کی محبت سے منع کیا کرتا تھا۔ عبداللہ بن ابی نے کہا کہ اسعد بن زرارہؓ نے ان سے بغض رکھا تو نتیجہ کیا ہوا! پس جب وہ مرگیا تو اس کا بیٹا حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ عبداللہ بن اُبی مرگیا ہے، آپ اپنی قمیص مجھے عطا فرمائیں تاکہ میں اسے اس میں کفناؤں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک اُتار دی اور اُسے عطا فرما دی (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح:۔ معالم السنن میں ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ ابوسعید بن الاعرابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبداللہ بن ابی کو کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے کی یہ تاویل کرتا تھا کہ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں؛ ایک یہ کہ اُس کا بیٹا، کہ اس کا نام بھی عبداللہ تھا، مخلص ایماندار تھا حضورؐ نے اس کی تالیفِ قلب اور اکرام کی خاطر ایسا کیا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی نے ایک بار عباس بن عبدالمطلب (حضورؐ کے چچا) کو اپنی قمیص پہنائی تھی، حضورؐ نے اس کا بدلہ دیا تاکہ منافق کا آپ پر کوئی احسان نہ رہ جائے۔ اس واقعہ کو خطابی نے اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کے لیے انصار نے ایک بار کوئی کپڑا تلاش کیا جو انہیں پہنائیں (شاید از راہ اعزاز و اکرام یا ضرورت کے باعث) تو عبداللہ بن ابی کی قمیص کے سوا انہیں ایسا کوئی کپڑا نہ ملا جو عباسؓ کو پورا آجاتا کہ وہ ایک جسیم اور بڑے قد آور آدمی تھے، لہذا انہوں نے یہی قمیص انہیں پہنا دی۔ خطابی کہتے ہیں کہ ابوداؤد کی اس زیرِ نظر حدیث میں بھی ابن الاعرابی نے ہمیں کچھ اضافہ بتایا ہے جو ابوداؤد نے بیان نہیں کیا، اور وہ یہ ہے کہ: جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن ابی کو اس کی قبر میں رکھ دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے، اُسے قبر سے باہر نکلوایا اور اپنے گھٹنوں یا رانوں پر رکھا، پھر اس پر اپنا لعابِ دہن ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی (بخاری، مسلم و نسائی) خطابی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کا نفاق ظاہر و باہر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کفر و نفاق کے متعلق قرآن پاک میں کئی آیات نازل فرمائیں پس ایک احتمال تو آپؐ کے اس فعل میں یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے نزول سے پہلے تھا کہ: ان میں سے جو مر جائے اس پر نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پہ کبھی کھڑے مت ہوں۔ التوبہ ۸۴۔ اور اس کی وہ تاویل بھی ہوسکتی ہے جو ابن الاعرابی نے بیان کی ہے۔ جو اوپر گذری کہ اس سے غرض اس کے مومن بیٹے کی تالیفِ قلب تھی۔ اس حدیث میں کفن میں قمیص رکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ تدفین کے بعد کسی سبب یا علت کے باعث میت کو قبر سے نکالا

جا سکتا ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ خطابی کی بیان کردہ تاویلوں کے علاوہ ایک اور تاویل بھی اس واقعہ کی ہے، اور وہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت جو اپنے پرائے اور مومن و منافق سب کو محیط تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پر عبداللہ بن اُبی نے جو یہ جواب دیا تھا کہ: اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے یہودیوں سے بغض رکھا تو کیا ہوا؟ اس کا مطلب یا یہ ہو سکتا ہے کہ باوجود یہود سے عداوت فی اللہ رکھنے کے بھی وہ فوت ہو گیا۔ اور یا یہ کہ ابن اُبی اس نازک وقت میں بھی اپنی گستاخی اور بے ادبی سے باز نہ آیا اور ایک غیر متعلق جواب دیا۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ اس نے حضور کا ارشاد سمجھا ہی نہیں تھا۔ مدینہ میں نفاق کا مرکز یہودیت کی عداوت اسلام میں تھا اور یہ دوسرے لوگ جو منافق تھے یہ اُن کے ہاتھوں میں کھیلتے تھے۔ یہ بات تھی جو حضور اسے سمجھا رہے تھے۔ کہ یہودیوں کی محبت نے تجھے قلبی ایمان اور مخلصانہ اسلام سے باز رکھا ہے اب تیری موت اسلام پر نہیں بلکہ نفاق پہ ہو رہی ہے۔

بَابٌ فِي عِيَادَةِ الذِّمِّيِّ

(ذمی کی عیادت کا باب)

۳۰۹۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ غُلَامًا مِنَ الْيَهُودِ كَانَ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ بِي مِنَ النَّارِ۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہو گیا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لائے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: مسلم ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے سر کے پاس تھا۔ پس اس کا باپ اس سے کہنے لگا: تو ابوالقاسم کی بات مان لے، پس وہ اسلام لے آیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے اس کو میرے ذریعے سے آگ سے نجات دی (بخاری، نسائی)

شرح:- کہا گیا ہے کہ اس لڑکے کا نام عبدالقدوس تھا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکا عاقل اور قریب البلوغ (یا بالغ) تھا، یعنی اتنا چھوٹا نہ تھا کہ اسلام اور کفر کو نہ سمجھ سکتا۔ اور حضور کا یہ قول اس پر مزید دلالت کرتا ہے کہ: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے سبب سے اسے آگ سے بچا لیا۔ رہا مسئلہ اطفال المشرکین کا، سو وہ اختلافی ہے اور اس میں دلائل بھی مختلف ہیں، یہی سبب ہے کہ اس میں امام الائمہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے توقف کیا ہے۔

بَابُ الْمَشْيِ فِي الْعِيَادَةِ

(عیادت کے لیے چل کر جانے کا باب)

۳۰۹۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ لَيْسَ بِرَاكِبٍ بَغْلًا وَلَا بِرْذَوْنًا۔

جابرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی فرمایا کرتے تھے، نہ خچر پر سوار ہو کر اور نہ ترکی گھوڑے پر۔ (بخاری) منذریؒ نے کہا ہے کہ ایک حدیث کی رُو سے حضور سعد بن جابرؓ کی عیادت کے لیے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے۔ پس عیادت کے لیے پیدل اور سوار ہو کر جانا بھی سنت ہوا۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْعِيَادَةِ عَلٰى وُضُوْءٍ

(با وضو عیادت کی فضیلت کا باب)

۳۰۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ نَا الرَّبِيْعُ بْنُ رَوْحِ بْنِ خَلِيْدٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دَلْهَمٍ الْوَاسِطِيُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مٰلِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا قُلْتُ يَا اَبَا حَمْزَةَ وَمَا الْخَرِيْفُ قَالَ الْعَامُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَالَّذِيْ تَفَرَّدَ بِهِ الْبَصْرِيُّوْنَ مِنْهُ الْعِيَادَةُ وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ۔

انس بن مالکؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وضوء کیا اور اچھی طرح وضوء کیا اور اپنے مسلم بھائی کی عیادت محض رضائے الٰہی کی خاطر کی تو وہ ستر خریف کی مسافت کے مطابق جہنم سے دور کیا گیا، ثابت بنانی نے کہا میں نے انس سے کہا۔ اے ابو حمزہ! یہ خریف کیا ہے؟ اس نے کہا کہ سال۔ ابو داؤد نے کہا کہ با وضوء عیادت کی اس روایت میں بصرہ والے منفرد ہیں (انس بن مالکؓ، ثابت بنانی اور فضل بن دلہم سب بصری ہیں)

۳۰۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نَافِعٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَعُودُ مَرِيضًا مُمْسِيًا اِلَّا خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ اَتَاهُ مُصْبِحًا خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتّٰى يُمْسِيَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص بعد از زوال کسی مریض کی عیادت کرے گا تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلیں گے جو صبح تک اس کے لیے استغفار کریں گے اور اس کے لیے جنت میں پھلوں کی بھری ہوئی ٹوکریاں ہوں گی۔ اور جو مریض کے پاس صبح کو آئے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو اس کے لیے استغفار کرتے ہیں حتیٰ کہ پھلا پہر ہو جائے اور اس کے لیے جنت میں پھلدار درختوں میں راستہ ہوگا۔ (یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے مخارف کا معنیٰ ٹوکریاں، پھلدار درختوں کے درمیان کا راستہ اور اطراف وغیرہ سب کچھ ہے)

۳۰۹۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ نَا اَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْخَرِيفَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ مَنْصُورٌ عَنِ الْحَكَمِ اَبِي حَفْصٍ كَمَا رَوَاهُ شُعْبَةُ۔

عثمان بن ابی شیبہ کے طریق سے اوپر کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُسی معنیٰ میں، اور اس میں خریف کا ذکر نہیں ہے۔ (ابن ماجہ) ابو داؤد نے کہا کہ اس حدیث کو منصور نے الحکم سے روایت کیا جیسے کہ اسے شعبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۳۱۰۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ وَكَانَ نَافِعٌ غُلَامَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ جَاءَ اَبُو مُوسٰى اِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَعُودُهُ وَسَاقَ مَعْنٰى حَدِيثِ شُعْبَةَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ اُسْنِدَ هٰذَا عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ صَحِيحٍ۔

اوپر کی حدیث منصور الحکم کی روایت سے۔ ابو جعفر عبد اللہ بن نافع نے کہا کہ نافع الحسن بن علی رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، اس نے

کہا کہ ابو موسیٰؓ الحسن بن علیؓ کی عیادت کے لیے آئے۔ ابو داؤد نے کہا اور اس نے شعبہ کی حدیث کا معنی بیان کیا۔ ابو داؤد نے کہا کہ اس حدیث کو ایک غیر صحیح طریق سے عن علیؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسند کیا گیا ہے (یعنی ابی ابو داؤد کے نزدیک اس حدیث کا موقوف ہونا صحیح ہے۔ اور مسند ہونا غیر صحیح)

بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ مِرَارًا

(بار بار عیادت کا باب)

۳۱۰۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُصِيبَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب سعد بن معاذ کو جنگ خندق میں زخم آیا، ایک شخص نے ان کے بازو کی درمیانی رگ پر تیر مارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مسجد میں خیمہ لگایا تاکہ قریب سے اس کی عیادت فرمائیں (بخاری مسلم) بخاری کی روایت کے مطابق یہ تیر انداز جس نے سعد بن معاذؓ کو تیر مارا تھا اس کا نام حبان بن قیس تھا اور قریش کے خاندان بنی معیص بن عامر بن لؤی سے تھا۔ بازو کی درمیانی رگ کو بقول خلیل عرق الحیاۃ کہتے ہیں اور جسم انسانی کے ہر جوڑ میں اس کا ایک حصہ موجود ہے۔ بازو میں اکحل، پشت میں ابہر، ران میں النسار کہلاتی ہے اور جب یہ کٹ جائے تو خون نہیں تھمتا۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ جدید طب نے جراحی میں بہت ترقی کی ہے۔ اب تو بعض ایسے اپریشن بھی کامیاب ہو جاتے ہیں جن کا تصور مشکل ہے۔

بَابُ الْعِيَادَةِ مِنَ الرَّمَدِ

(آنکھیں خراب ہونے کے باعث عیادت کرنے کا باب)

۳۱۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ عَادَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَيْنِي۔

زید بن ارقم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ایک بیماری میں عیادت فرمائی جو میری آنکھوں میں تھی۔

شرح: بقول منذری یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد شاید اسے اس لیے ایک خاص باب میں لائے ہیں کہ بعض عوام آنکھیں خراب ہونے والے کی عیادت کو ناجائز بتاتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ عیادت کرنے والا اُس کے گھر میں وہ کچھ دیکھ لیتا ہے جو وہ خود نہیں دیکھ سکتا۔ حالانکہ یہ ایک عارضی حالت ہے اور بیہوشی کی حالت اس سے شدید تر ہوتی ہے۔ اور ثابت شدہ امر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ کی بیمار پرسی اس وقت فرمائی تھی جبکہ اس پر بے ہوشی طاری تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہی شرعی حجت ہو سکتا ہے نہ کہ کسی اور کا۔ علامہ علی القاری نے ملا ابہرؒ کے حوالے سے کہا ہے کہ اس حدیث میں عیادت کا استحباب آیا ہے اگر مرض معمولی ہو، جیسے سر درد اور ڈاڑھ کا درد۔ اور اس عیادت میں بھی اجر ہوگا۔ اس مسئلہ میں شیعوں کا اختلاف ہے۔ علامہؒ نے فرمایا کہ بعض حنفیہ سے جو یہ مروی ہے کہ آنکھیں خراب ہونے اور ڈاڑھ کے درد میں عیادت خلاف سنت ہے حالانکہ حدیث اس کا رد کرتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہیں یہ یقین کہاں سے حاصل ہوگیا کہ یہ خلاف سنت ہے حالانکہ سُنّت اس کے خلاف ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان معمولی امراض میں عیادت کو جانا سنت مؤکدہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابُ الْخُرُوْجِ مِنَ الطَّاعُوْنِ

(طاعون سے خروج کا باب)

۳۱۰۳۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ يَعْنِي الطَّاعُوْنَ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب تم کسی علاقے میں طاعون کے متعلق سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر کسی علاقے میں طاعون پھوٹ پڑے تو اس سے فرار کر کے وہاں سے مت نکلو (بخاری، مسلم)

شرح۔ علامہ خطابی نے کہا ہے حضورؐ کا یہ حکم کہ: اس علاقے میں مت جاؤ، ثابت کرتا ہے کہ اس سے بچنا ضروری ہے اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو تلف کے لیے پیش نہ کرنا چاہیے۔ اور یہ جو فرمایا کہ: اس سے بھاگ کر اس علاقے سے مت نکلو، اس میں توکل اور حکم خداوندی کو تسلیم کرنے کا اثبات ہے۔ پہلا حکم تادیب و تعلیم کے لیے ہے اور دوسرا تفویض

وتسلیم پر مبنی ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ جدید طب میں جو احتیاطی تدابیر وبا پھوٹ پڑنے کے وقت اختیار کی جاتی ہیں ان میں اس تدبیر کو بڑی اہمیت حاصل ہے کہ وبا زدہ علاقہ سیل کر دیا جاتا ہے، یعنی نہ وہاں کوئی جائے اور نہ وہاں سے کوئی باہر آئے۔ طب ہزار ہا سال کے بعد جس نتیجے پر پہنچی ہے وہ اس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سادہ الفاظ میں ڈیڑھ ہزار برس پہلے صحرائے عرب میں فرما دیا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ بِالشِّفَاءِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

(عیادت کے وقت مریض کے لیے شفاء کی دعاء کا باب)

۳۱۰۴۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ نَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا الْجُعَيْدُ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ أَنَّ أَبَاهَا قَالَ اشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ فَجَاءَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي ثُمَّ مَسَحَ صَدْرِي وَبَطْنِي ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بنت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے باپ نے کہا کہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور اپنا دستِ مبارک میری پیشانی پر رکھا، پھر میرے سینے کو مس فرمایا اور پیٹ کو بھی۔ پھر دعاء فرمائی: اے اللہ سعد رضی اللہ عنہ کو شفاء دے اور اس کی ہجرت کو پورا فرما (بخاری)

شرح: اس مسئلہ پر اس سے پہلے گفتگو ہو چکی ہے کہ آیا مکہ کے دار الاسلام بن جانے کے بعد بھی کسی مہاجر کے لیے وہاں رہائش اختیار کرنا جائز تھا یا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ مکہ میں مقیم ہو گئے تھے اور طائف میں فوت ہوئے۔ مگر حدیث زیر نظر کا تعلق فتح مکہ کے زمانے کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے اصحاب میں سے کوئی بھی مکہ میں اس وقت قیام یا رہائش کی نیت سے نہیں آیا تھا، ایک عارضی ضرورت انہیں وہاں کھینچ لاتی تھی، ویسے بھی بہر حال افضل وا ولٰے یہی تھا کہ جس ملک کو خدا کے لیے چھوڑ چکے تھے وہاں نہ بسیں اور نہ وہاں موت آئے تاکہ ہجرت زندگی اور موت میں بہر صورت کامل و تمام ہو جائے۔ سعد رضی اللہ عنہ کافی عرصہ تک زندہ رہے تھے انہوں نے ایران فتح کیا تھا اور کوفہ کی چھاؤنی بسائی تھی۔ وفات ۵۵ھ میں مدینہ میں واقع ہوئی۔

۳۱۰۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ قَالَ سُفْيَانُ وَالْعَانِي الْأَسِيرُ۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو رہائی دلاؤ۔ سفیان نے کہا کہ العانی کا معنی اسیر ہے۔ (بخاری) یہ احکام استحباب کے لیے بھی ہو سکتے ہیں تاکہ اہل اسلام میں باہمی الفت و یگانگت بڑھے۔ اور وجوب کے لیے بھی ہو سکتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کا وجوب بطور کفایہ ہو گا۔ مطلب یہ ہوا کہ افراد پر تو یہ حکم بطور ندب و استحباب ہے اور معاشرے پر بطور وجوب علی سبیل الکفایہ ہے، ہاں بعض دفعہ افراد پر بھی اس کا وجوب حتمی ہو جاتا ہے۔ در اصل یہ حالات اور اشخاص پر منحصر ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

(عیادت کے وقت مریض کے لیے دعا کا باب[12])

۳۱۰۶۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ يَحْيَى نَا شُعْبَةُ نَا يَزِيدُ أَبُو خَالِدٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مِرَارٍ أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ إِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مریض کی عیادت جس کی موت ابھی نہ آئی ہو اور وہ اس کے پاس سات مرتبہ کہے: اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الخ "میں عظیم اللہ سے سوال کرتا ہوں جو عرش عظیم کا رب ہے کہ وہ تجھے شفا دے" تو اللہ تعالیٰ اُسے اس مرض سے عافیت دے گا (ترمذی، نسائی۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے) حضور نے یہ شرط جو لگائی ہے کہ: اُس کی موت نہ آ چکی ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ موت تو لاعلاج ہے اور جب آئے گی تو مؤخر نہ ہو گی، ہاں اگر موت مقدر نہیں تو اس دعا سے اس مریض کو اس بیماری سے شفا مل جائے گی۔

۳۱۰۷۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حُيَيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحُبُلِيِّ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُودُ مَرِيضًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْ يَمْشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ۔

ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی کسی مریض کی عیادت کو جائے تو یہ کہے: اَللّٰهُمَّ اشْفِ الخ اے اللہ اپنے بندے کو شفا دے یہ تیرے کسی دشمن کو نقصان دے گا یا تیری خاطر کسی جنازہ کی طرف چل کر جائے گا (ابن حبان، ابو عبد اللہ الحاکم)

شرح :۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کاموں کا ذکر فرمایا ہے کہ دعا میں ان کا حوالہ دیا جائے۔ پہلا تو جہاد فی سبیل اللہ ہے جو ایک عظیم عمل ہے اور بعض صورتوں میں ہر عمل سے افضل و اعلیٰ ہے، عام حالات میں فرض کفایہ ہے مگر بعض دفعہ فرض عین ہو جاتا ہے۔ دوسرا کام کسی مسلمان کے جنازے کی نماز کے لیے چل کر جانا ہے جو فرض کفایہ ہے یعنی معاشرے پر بحالت اجتماعی، اور افراد پر مندوب و مستحب ہے۔ پہلے عمل میں اعدار الٰہی کو تکلیف اور حرج پہنچایا جاتا ہے مگر دوسرے میں مسلمانوں کے لیے رحمت و فضل خداوندی کا ایصال ہوتا ہے۔

بَابٌ ۱۳ كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ

(موت کی آرزو کی کراہیت کا باب)

۳۱۰۸۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْعُوَنَّ أَحَدُكُمْ بِالْمَوْتِ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلِ اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّي وَ تَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي۔

انس بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے اوپر نازل ہونے والی کسی تکلیف کے باعث موت کی دعا ہرگز نہ کرے بلکہ یوں کہے: اے اللہ مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے موت دے جب کہ موت میرے حق میں بہتر ہو (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح :۔ محض دنیوی مصائب سے گھبرا کر موت کی آرزو کرنا ناشکری کے مترادف ہے، ایسا شخص مادہ پرست اور خود غرض ہو سکتا ہے کہ جب تک عافیت رہی ڈٹا رہا اور جب ذرا تکلیف پہنچی تو بے صبر ہو کر جزع فزع اور موت کی آرزو کرنے لگا۔ ایسا شخص گویا اللہ تعالیٰ سے ناراض ہے، اس کے فیصلوں پر راضی نہیں ہے۔ اس دعا میں خالص سپردگی، عاجزی اور بندگی کا اظہار ہے۔

۳۱۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا أَبُو دَاوُدَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

دوسری سند سے وہی اوپر کی حدیث، اس میں ہے کہ فرمایا: تم میں سے کوئی موت کی آرزو ہرگز نہ کرے الخ پھر راوی نے اوپر کی حدیث کی مانند بیان کیا۔

بَابٌ مَوْتِ الْفُجَأَةِ

(اچانک موت کا باب)

۳۱۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ أَوْ سَعْدِ ابْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَرَّةً عَنْ عُبَيْدٍ قَالَ مَوْتُ الْفُجَأَةِ أَخْذَةُ أَسِفٍ۔

عبید بن خالد رضی سلمی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی تھا، اس سے روایت ہے کہ اچانک موت غضبناک (خدا) کی گرفت ہوتی ہے۔ ایک بار تو یہ حدیث خالد نے مسند روایت کی اور ایک بار موقوف۔

شرح: علامہ خطابی نے کہا کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ، انس بن مالکؓ، ابوہریرہؓ اور عائشہؓ صدیقہ سے مروی ہے مگر ہر حدیث میں کچھ نہ کچھ کلام ہے۔ ابوداؤد کی یہ حدیث جو حضرت عبیدؓ سے مروی ہے اس کی سند کے سب رجال ثقہ ہیں اور یہ مسند بھی روایت ہوئی ہے لہٰذا اگر اسے موقوف مانا جائے تو مضر نہیں، درانحالیکہ اس مضمون میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہیں ہے۔ آسف کا معنیٰ ہے غضب ناک۔ قرآن کہتا ہے "فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ" الزخرف۔۵۵۔ جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا، یعنی ہمارے غضب کے مستوجب کام کئے تو ہم نے انہیں سزا دی۔

مولانا فرماتے ہیں کہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اچانک موت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامت ہے کہ ایسے شخص کو توبہ و اصلاح کی مہلت نہ مل سکی مگر یہ کافر کے حق میں ہے۔ مومن کے حق میں اچانک موت دردناک اور شدید ہونے کے باعث رحمت ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر اچانک موت میں مومن و کافر کا فرق نہ کیا جائے تو بھی حدیث کا معنیٰ درست ہے، کیونکہ بعض ایمانداروں کے حق میں اچانک موت اچھی ہوتی ہے، بلکہ بعض روایات کے مطابق: حرق، غرق، ہدم وغیرہ کی اچانک موت شہادت کا ایک درجہ بھی رکھتی ہے مگر اس کے برعکس بعض لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامت ہوتی ہے کہ توبہ کی مہلت نہ مل سکی، اپنی اصلاح نہ کر سکا، آخرت کی تیاری کا موقع نہ مل سکا وغیرہ وغیرہ۔ پس مطلب یہ ہوا کہ اس معاملے میں بھی اشخاص و احوال کے اختلاف کو دخل حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ مَاتَ بِالطَّاعُونِ

(طاعون میں مرنے والے کی فضیلت کا باب)

۳۱۱۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ

عَنْ عَتِيكِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَتِيكٍ وَهُوَ جَدُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَبُو أُمِّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمَّهُ جَابِرَ بْنَ عَتِيكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ يَعُودُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ ثَابِتٍ فَوَجَدَهُ قَدْ غُلِبَ فَصَاحَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَاسْتَرْجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ غُلِبْنَا عَلَيْكَ يَا أَبَا الرَّبِيعِ فَصَاحَ النِّسْوَةُ وَبَكَيْنَ فَجَعَلَ ابْنُ عَتِيكٍ يُسَكِّتُهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ فَإِذَا وَجَبَ فَلَا تَبْكِيَنَّ بَاكِيَةٌ قَالُوا وَمَا الْوُجُوبُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْمَوْتُ قَالَتِ ابْنَتُهُ وَاللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ شَهِيدًا فَإِنَّكَ قَدْ كُنْتَ قَضَيْتَ جِهَازَكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَوْقَعَ أَجْرَهُ عَلَى قَدْرِ نِيَّتِهِ وَمَا تَعُدُّونَ الشَّهَادَةَ قَالُوا الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ۔

جابر بن عتیکؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ثابت کی عیادت کو تشریف لائے تو اُسے بے ہوش پایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بآوازِ بلند پکارا تو بھی اس نے جواب نہ دیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور فرمایا: اے ابو الربیع تیرے بارے میں ہم بے بس ہیں۔ پس عورتیں چیخیں اور روئیں اور ابن عتیک انہیں خاموش کرنے اور روکنے لگا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو اور جب یہ مرجائے تو کوئی رونے والی نہ روئے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے جو وجوب کا لفظ فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: موت۔ ابن ثابت کی بیٹی بولی: مجھے تو یہ امید تھی کہ آپ شہید ہوں گے کیوں کہ آپ اپنی طرف سے پوری تیاری کر چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر اس کی نیت کے مطابق واقع فرما دیا ہے۔ اور تم شہادت کسے شمار کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ قتل ہونے کے علاوہ شہادت کی سات قسمیں ہیں: طاعون سے مرنے والا شہید ہے، پانی

میں ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، اور نمونیہ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے، اور ہیضے سے مرنے والا شہید ہے اور آگ میں جل کر مرنے والا شہید ہے اور چھت یا کسی اور چیز کے نیچے آجانے والا شہید ہے اور جو عورت ولادت کی تکلیف سے یا باکرہ مر جائے وہ شہید ہے (نسائی، ابن ماجہ، موطا)

شرح: حضورؐ نے رونے والی عورتوں کو روکنے سے منع فرمادیا کیونکہ ان کا نوحہ اور بین کی حد تک نہ پہنچا تھا۔ دلائل شرع سے ثابت ہے کہ شہید کے مخصوص احکام مثلاً غسل و کفن نہ دینا وغیرہ صرف شہید فی سبیل اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں اور از روئے کتاب و سنت قتل فی سبیل اللہ اشرف موت ہے۔ باقی یہ سات لوگ بھی شہادت کا ایک مرتبہ پا لیتے ہیں اُس دردناک موت کے باعث جس میں وہ مبتلا ہوئے۔ ان میں بعض اچانک مرنے والے بھی داخل ہیں، یہی سبب ہے کہ اوپر کی حدیث کی شرح میں ہم نے یہ کہا کہ اچانک موت بعض کے حق میں بری اور بعض کے لیے اچھی ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ ایک لحاظ سے بری اور دوسرے لحاظ سے اچھی ہوتی ہے۔

بَابُ الْمَرِيضِ يُؤْخَذُ مِنْ أَظْفَارِهِ وَعَانَتِهِ

(باب: مریض کے ناخن اور فالتو بال اڑا دیے جائیں)

۳۱۱۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَنَا ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا لِقَتْلِهِ فَاسْتَعَارَ مِنِ ابْنَةِ الْحَارِثِ مُوسًى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتَّى أَتَتْهُ فَوَجَدَتْهُ مُخْلِيًا وَهُوَ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا فِيهَا فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هٰذِهِ الْقِصَّةَ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عِيَاضٍ أَنَّ ابْنَةَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمْ حِينَ اجْتَمَعُوا يَعْنِي لِقَتْلِهِ اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسًى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ

ابوہریرہ رضؓ نے کہا کہ بنو حارث بن عامر بن نوفل نے خبیب رضؓ کو خرید لیا اور خبیب رضؓ نے ہی حارث بن عامر کو جنگِ بدر میں قتل کیا تھا پس خبیب رضؓ ان کے پاس قید میں رہا حتی کہ انہوں نے اس کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا، پس خبیبؓ نے حارث

کی بیٹی سے اُسترا استعار لیا تاکہ اس کے ساتھ موئے زیر ناف اُتارے۔ اس نے اُسے اُسترا مستعار دے دیا، پھر اس عورت کا ایک چھوٹا سا بیٹا اس کی غفلت کی حالت میں خبیب رضہ کے پاس چلا گیا، پس اُس عورت نے اُسے تنہا پایا اور بچہ اس کی ران پہ تھا اور اُسترا ہاتھ میں، پس وہ اتنی گھبرا گئی کہ خبیب رضہ نے اس کی گھبراہٹ کو پہچان لیا۔ خبیب رضہ بولا: کیا تجھے خوف ہے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ میں ایسا نہیں کروں گا۔ ابو داؤد نے اُسترا مستعار لینے کا قصہ تاکہ وہ اس سے موئے زیر ناف اتار دے شعیب بن ابی حمزہ عن الزہری کے طریق سے بھی نقل کیا ہے اس میں راوی خود حارث کی بیٹی ہے۔ (بخاری اور نسائی نے یہ لمبی حدیث روایت کی ہے ابو داؤد نے اگلا واقعہ درج نہیں کیا)

شرح:۔ خبیب رضہ کی گرفتاری اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو جاسوس بنا کر بھیجا تھا، اُن میں خبیب رضہ بھی تھے اور ان پہ عاصم بن ثابت رضہ کو امیر بنایا تھا۔ یہ لوگ جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو بنو لحیان نے انہیں آ گھیرا اور تیر اندازی کر کے سات آدمیوں کو شہید کر ڈالا۔ خبیب رضہ، زید رضہ اور ایک اور آدمی بچ گئے۔ بنو لحیان نے ان سے پختہ عہد و میثاق کیا کہ اگر وہ ٹیلے سے نیچے اُتر آئیں اور مزاحمت ترک کر دیں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ تینوں حضرات نیچے اُتر آئے تو اُن لحیانیوں نے انہیں اپنی کمانوں کے تانت سے باندھ لیا۔ تیسرا شخص بولا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور خبیب رضہ اور زید رضہ کو مکہ لے جا کر بیچ ڈالا تاکہ قریش ان سے اپنے مقتولوں کا بدلہ لے سکیں۔

ابو داؤد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مریض بھی قیدی کی مانند ہوتا ہے جو عنقریب خدا کے حضور پیش ہوگا، لہٰذا اسے جسم کو پاک صاف کر لینا چاہیے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللهِ عِنْدَ الْمَوْتِ

(موت کے وقت اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کے استحباب کا باب)

۳۱۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ قَالَ لَا يَمُوتُ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ۔

جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے تین دن پہلے یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ: تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو (مسلم، ابن ماجہ)

شرح:۔ خطابی نے معالم السنن میں کہا کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن وہی رکھ سکتا ہے جس کے عمل اچھے ہوں، گویا کہ حضور نے یوں فرمایا ہے کہ: اچھے اعمال کرو تاکہ اللہ کے ساتھ تمہارا گمان اچھا ہو جائے، کیونکہ جس کا عمل بُرا ہوگا اُس کا ظن بھی بُرا ہوگا۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ازراہ امید بھی ہوسکتا ہے کہ وہ غفار کریم غفور و رحیم ہے، گناہ بخش دے۔ رافعی نے کہا

ہے کہ ہو سکتا ہے اس حدیث میں توبہ کی ترغیب ہو اور اس بات کی کہ حقوق العباد اور مظالم سے فراغت حاصل کر لی جائے، کیونکہ جب وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کا گمان اچھا ہو جائیگا اور وہ خدا کی رحمت کا امید رکھے گا۔
نووی نے خطابی کی تاویل کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا معنی یہ ہے کہ اس کی رحمت اور فضل وکرم اور عفو ومغفرت پر تدبر کیا جائے اور مومنوں اور کافروں کے انجام کا فرق ملحوظ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک صحیح حدیث قدسی کے مطابق فرمایا ہے کہ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ " میرا بندہ میرے متعلق جو گمان کرے گا میں ویسا ہی ہونگا"

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَطْهِيْرِ ثِيَابِ الْمَيِّتِ عِنْدَ الْمَوْتِ

(موت کے وقت میت کے کپڑوں کو پاک کرنے کے استحباب کا باب)

۳۱۱۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْمَيِّتُ يُبْعَثُ فِيْ ثِيَابِهِ الَّتِيْ يَمُوْتُ فِيْهَا۔

ابوسلمہ نے کہا ہے کہ جب ابوسعید خدری رضہ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ مرنے والا جن کپڑوں میں مرا تھا انہیں میں اٹھایا جائے گا۔

شرح:۔ علامہ خطابی ؒ نے کہا ہے کہ ابوسعید رضہ نے حدیث کا ظاہری معنی مراد لیا ہے اور اچھا کفن پہنانے کی ترغیب کئی احادیث میں آتی ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کا معنی اس کے برخلاف کیا ہے اور کہا ہے ثیاب (کپڑوں) سے مراد عمل ہے اور بطور کنایہ ان سے یہ مراد لیا جا سکتا ہے مطلب یہ ہوا کہ مرنے والا جس قسم کے اچھے یا برے اعمال پر مرا انہی کے مطابق اس کا حشر ہوگا۔ اہل عرب طاہر الثیاب کا محاورہ نیکو کار اور بے عیب انسان کے لیے بولتے ہیں اور جو شخص اس کے برخلاف ہو اسے دنس الثیاب (پلید کپڑوں یعنی برے اعمال والا) کہتے ہیں۔ اور اس پر دلیل حضور کی وہ حدیث ہے جس میں فرمایا ہے: لوگ قبروں سے عریاں اٹھیں گے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ بعث اور حشر دو الگ الگ حالتوں اور کیفیتوں کا نام ہے، پس بعث تو کپڑوں سمیت ہوگا اور حشر عریاں۔ واللہ اعلم
بعث سے مراد قبروں سے اٹھایا جانا ہے اور حشر سے مراد میدان قیامت میں انہیں جمع کرنا ہے۔

بَابٌ ۱۹ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْمَيِّتِ مِنَ الْكَلَامِ

(باب میت کے پاس کون سی بات چیت مستحب ہے)

۳۱۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَقُولُ قَالَ قُولِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَعْقِبْنَا عُقْبَى صَالِحَةً قَالَتْ فَأَعْقَبَنِيَ اللهُ تَعَالَى بِهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم میت کے پاس حاضر ہو تو اچھی باتیں کہو کیونکہ فرشتے تمہارے اقوال پر آمین کہتے ہیں۔ پس جب ابو سلمہ رض فوت ہوئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا کہ یوں کہہ: اے اللہ اسے بخش دے اور ہمیں نیک عوض عطا کر۔ ام سلمہ رض نے کہا کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے بدلے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ام سلمہ رض کے پہلے خاوند کا نام ابو سلمہ تھا، وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے، اور ام سلمہ رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی تھیں۔

بَابٌ ۲۰ فِي التَّلْقِينِ

(تلقین کا باب)

۳۱۱۶ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ نَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ أَبِي عَرِيبٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

معاذ بن جبل رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہو گیا (اسی حدیث کی بنا پر قریب الموت شخص کے سامنے لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا جانا چاہیے، جیسا کہ آگے آتا ہے)

۳۱۱۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا بِشْرٌ نَا عُمَارَةُ ابْنُ غَزِيَّةَ نَا يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ابو سعید الخدری رضؓ کہتے تھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مرنے والوں کو لآ اِلٰہ اِلّا اللہ کی تلقین کرو۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: مَوْتَاكُمْ سے مراد اس حدیث میں وہ لوگ ہیں جو قریب الموت ہوں، علامات مرگ ان پر طاری ہو جائیں۔ ان کے سامنے کلمۂ توحید یا کلمۂ شہادت کا ذکر کیا جائے، آواز بلند پڑھا جائے تاکہ انہیں ترغیب ہو اور وہ بھی اس کا تلفظ کریں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں حضور کا یہ ارشاد ہے کہ: اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسین پڑھو۔ مرنے والوں سے مراد وہ ہیں جو عنقریب مردہ ہوں گے۔ یہ حکم ندب و استحباب کے لیے ہے مگر بعض علماء کے نزدیک وجوب کے لیے ہے۔

بَابٌ تَغْمِيضِ الْمَيِّتِ

(میت کی آنکھیں بند کرنے کا باب)

۳۱۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ اَبُو مَرْوَانَ نَا اَبُو اِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى اَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ فَاَغْمَضَهُ فَصَيَّحَ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهِ فَقَالَ لَا تَدْعُوا عَلَى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ رَبَّ الْعٰلَمِينَ اللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ رضؓ پر داخل ہوئے اور اس کی آنکھیں کھلی تھیں، پس آپ نے انہیں بند کر دیا۔ اس کے گھر کے لوگوں میں سے بعض نے شور مچایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے لیے اچھی دعا کے سوا کچھ نہ کرو کیونکہ فرشتہ ان باتوں پر آمین کہتے ہیں جو تم کہتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ ابو سلمہ رضؓ کو بخش دے اور اس کا درجہ ہدایت یافتگان میں بلند کر اور، پچھلے لوگوں میں جو اس کے اقارب ہیں اس کا تو قائم مقام بن اور اے رب العالمین ہمیں اور اس کو بخش دے، اے اللہ اس کی قبر کو فراخ کر اور اس کے لیے اسے روشن کر۔ (مسلم، ابن ماجہ، نسائی)

مرنے والے کی آنکھیں بعض دفعہ کھلی رہ جاتی ہیں، انہیں بند کرنا سب اہل علم کے نزدیک مستحب ہے تاکہ وہ قبیح المنظر نہ ہو جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کی موت کے بعد واویلا، ہلاکت، تباہی وغیرہ کے الفاظ کا استعمال کرنا محض جاہلیت کی رسم ہے۔ بین اور نوحہ پر فرشتے آمین کہتے ہیں لہٰذا ان افعال کی ممانعت فرمائی گئی۔ ابوداؤد کے ایک نسخے میں، اور جدید حمصی نسخے میں بھی یہ عبارت مزید ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ میت کی آنکھیں بند کرنا روح کے خارج ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ میں نے محمد بن محمد نعمان المقرئ سے سنا کہ اس نے کہا: میں نے ابو میسرہ سے سنا جو ایک عابد شخص تھا، وہ کہتا تھا کہ میں نے جعفر المعلم کی آنکھیں بند کیں اور وہ ایک عابد آدمی تھا، یہ فعل موت کی حالت میں کیا پس میں نے اُسی رات کو اسے خواب میں دیکھا، وہ کہتا تھا مجھے سب سے بڑی تکلیف اس سے ہوئی تھی کہ تو نے میری آنکھیں موت سے قبل ہی بند کر دی تھیں۔

بَاب ۲۲ فِي الِاسْتِرْجَاعِ

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنے کا باب ۲۲)

۳۱۱۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا حَمَّادٌ أَنَا ثَابِتٌ عَنِ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمْ مُصِيبَةٌ فَلْيَقُلْ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللّٰهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأْجُرْنِي فِيهَا وَأَبْدِلْ لِي بِهَا خَيْرًا مِنْهَا۔

اُم سلمہ رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ الخ کہے (اور کہے) اے اللہ میں تجھ سے ہی اپنی مصیبت کا اجر مانگتا ہوں، پس تو مجھے اس میں اجر عطا کر اور میرے لیے اس مصیبت کے بدلے خیر کو تبدیل فرما دے (مسلم، نسائی)

شرح:۔ استرجاع (اِنَّا لِلّٰہِ الخ پڑھنا) رضا بالقضاء کا اظہار ہے۔ مصیبت تو بہر حال مصیبت ہے اور ہر ایک کو آجاتی ہے جزع فزع اور بے صبری کے اظہار سے ایسا کرنے والوں کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، ہاں اپنی بے صبری کا ثبوت ضرور دیتے ہیں، مگر مومن اس ناشدنی کو اللہ کی طرف سے شدنی جان کر معاملہ اللہ ہی کے سپرد کر دیتا ہے اور اُسے اطمینان وسکون ملتا ہے۔ استرجاع کا معنی ہے: "ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ ان کلمات سے ایمان کا اظہار ہوتا ہے۔

بَاب ۲۳ فِي الْمَيِّتِ يُسَجَّى

(میت کو کپڑے کے ساتھ ڈھانکنے کا باب ۲۳)

۳۱۲۰۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجِّيَ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یمنی کپڑے کے ساتھ ڈھانکا گیا تھا (بخاری) حِبَرَہ دھاری دار یمنی چادر کو کہتے ہیں۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ عِنْدَ الْمَيِّتِ

(میت کے پاس قرأت کا باب)

۳۱۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَكِّيٍّ الْمَرْوَزِيُّ الْمَعْنٰى قَالَا نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ وَلَيْسَ بِالنَّهْدِيِّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا يٰسٓ عَلٰى مَوْتَاكُمْ۔

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو۔ (نسائی، ابن ماجہ)

شرح: ابوعثمان (نہدی نہیں) اور اس کا باپ دونوں بقول منذری غیر مشہور (مجہول) ہیں۔ علی بن المدینی نے ابوعثمان کو مجہول کہا ہے۔ ابوداؤد کے عنوانِ باب سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ یٰسین میت کے پاس پڑھی جائے۔ مگر شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ میت سے مراد یہاں وہ شخص ہے جو عنقریب مردہ ہونے والا ہو، یعنی جس پہ علامات مرگ طاری ہوچکی ہوں۔ مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاید اس میں حکمت یہ ہے کہ سورۂ یٰسین میں جو اللہ عزوجلا کا ذکر اور احوالِ قیامت کا بیان ہے اور بعث بعد الموت کا ذکر ہے، جب اس کے سامنے پڑھی جائے تو وہ شخص اس سے اُنس حاصل کرے اور اس کا دل خدا کی یاد میں لگے۔ حافظ تورپشتی نے کہا ہے کہ میت کے اس شخص کے مراد ہونے کا احتمال بھی ہے جو قریب الوفات ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ میت ہو جو ابھی تک گھر میں ہو اور قبرستان میں نہ لے جائی گئی ہو (یعنی مردہ شخص) امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ قریب الموت شخص کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنے کا حکم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے، ان دونوں چیزوں کو ملایا جائے تو معلوم یوں ہوتا ہے کہ موت کے قریب زبان کی قوت کمزور اور اس کی تیزی ختم ہو جاتی ہے، لیکن دل پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے لہٰذا ایسے شخص کے سامنے ایسی سورت کے پڑھنے کا حکم دیا گیا جس سے دل کی قوت مضبوط ہو جائے اور اصولِ اسلام پر اس کی تصدیق پختہ ہو جائے۔ شارح طیبی کا قول ہے کہ سورۂ یٰسین پڑھنے کے حکم میں یہ راز ہے کہ یہ سورۂ کریمہ بالخصوص اس کا خاتمہ اسلام کے اصولی و بنیادی عقاید سے پُر ہے، مثلاً دعوت توحید کی کیفیت، امتوں کے احوال، قضاء و قدر کا اثبات، افعالِ مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونا، اثباتِ توحیدِ الٰہی، شرک کا رد، علاماتِ قیامت، دوبارہ اٹھائے جانے کا

بیان، حشر و نشر، قیامت کے میدان کے احوال، حساب و کتاب، جزاء و سزا، مومنین و کفار کا فرق، انسانوں کا آخری فیصلہ اور نیک و بد کا انجام۔ لہٰذا اس سورت کو قریب الموت انسان پر پڑھنے کا حکم دیا گیا تاکہ اس کا ایمان تازہ ہو، توبہ کی توفیق ملے اور خاتمہ ایمان پر ہو۔ ابن ابی الدنیا اور دیلمی کی روایت ابوالدرداءؓ سے ہے کہ جس شخص پر سورۂ یٰسین پڑھی جائے اس پر موت کی سختی آسان کی جاتی ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ یٰسین قرآن کا دل ہے، جو بندہ آخرت کو پانے کے ارادے سے اسے پڑھے گا اللہ تعالےٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دے گا پس اسے مرنے والوں کے پاس پڑھا کرو۔ میت سے مراد اس حدیث میں قریب الموت شخص ہے۔ بعض کے نزدیک مُردہ بھی مراد ہے۔ اور بعض روایات میں زیارتِ قبور کے وقت اس سورت کا پڑھنا آیا ہے۔

بَابُ ۲۵ الْجُلُوسِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

(مصیبت کے وقت بیٹھنے کا باب)

۳۱۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُتِلَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٌ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْحُزْنُ وَ ذَكَرَ الْقِصَّةَ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب زید بن حارثہؓ اور جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے، آپ کے چہرے پر غم پہچانا جاتا تھا، اور پھر راوی نے قصہ بیان کیا (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غم کو دبایا مگر بشری جبلت کے تقاضے سے آپ کے چہرے سے اس کا اظہار ہوا۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ احوال میں اعتدال ہی سیدھی راہ ہے۔ پس جسے مصیبت آئے وہ اظہارِ غم میں افراط نہ کرے مثلاً منہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا اور نوحہ خوانی کرنا۔ اور اس سلسلے میں تفریط بھی درست نہیں۔ حضورؐ کا قاعدہ یہی ہے کہ سکون و وقار کے ساتھ بیٹھ جائے، غم و الم کے آثار چہرے پر ہوں مگر زبان اور ہاتھ کا استعمال نہ ہو۔ حضورؐ کا مسجد میں بیٹھنا غالباً عادتِ شریفہ کے مطابق تھا، نہ اس لیے کہ لوگ تعزیت کے لیے آئیں ابوداؤد نے جس قصے کا حوالہ دیا ہے اسے بخاری نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

بَابُ ۲۶ التَّعْزِيَةِ

(تعزیت کا باب)

۳۱۲۳- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا

الْمُفَضَّلُ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ الْمَعَافِرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَبَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي مَيِّتًا فَلَمَّا فَرَغْنَا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْصَرَفْنَا مَعَهُ فَلَمَّا حَاذَى بَابَهُ وَقَفَ فَإِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ مُقْبِلَةٍ قَالَ أَظُنُّهُ عَرَفَهَا فَلَمَّا ذَهَبَتْ إِذَا هِيَ فَاطِمَةُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرَجَكِ يَا فَاطِمَةُ مِنْ بَيْتِكِ قَالَتْ أَتَيْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَهْلَ هٰذَا الْبَيْتِ فَرَحِمْتُ إِلَيْهِمْ مَيِّتَهُمْ أَوْ عَزَّيْتُهُمْ بِهِ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكِ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِيهَا مَا تَذْكُرُ قَالَ لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى فَذَكَرَ تَشْدِيدًا فِي ذٰلِكَ فَسَأَلْتُ رَبِيعَةَ عَنِ الْكُدٰى فَقَالَ الْقُبُورُ فِيمَا أَحْسِبُ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک میّت کو دفن کیا، جب ہم فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے اور ہم بھی آپ کے ساتھ واپس ہوئے۔ جب آپ اپنے دروازے کے سامنے پہنچے تو ٹھہر گئے، ہم نے ایک عورت کو آتے دیکھا، عبداللہ رضؓ نے کہا کہ میرے خیال میں آپ نے اسے پہچان لیا تھا، جب وہ چلی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ فاطمہ رضؓ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے فاطمہ رضؓ! تو اپنے گھر سے کیوں نکلی تھی؟ فاطمہ رضؓ نے کہا یا رسول اللہ میں اس (مصیبت زدہ) گھر والوں کے ہاں گئی تھی اور ان سے اظہارِ رحمت کیا تھا، یا یہ کہا کہ میں نے ان سے تعزیت کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ شاید تو اُن کے ساتھ کُدیٰ تک گئی تھی؟ اس نے کہا اللہ کی پناہ، میں آپ سے سُن چکی تھی جو کچھ آپؐ اس سلسلے میں فرماتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو ان کے ساتھ کُدیٰ تک چلی جاتی تو ...... آپ نے اس معاملے میں تشدید کا ذکر فرمایا۔ مفضل راوی نے کہا کہ میں نے ربیعہ سے کُدیٰ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میرے خیال میں اس سے مُراد قبور ہیں (نسائی، منذری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا راوی ایک مصری تابعی تھا جس میں کچھ کلام ہے)

شرح:۔ خطابی نے کہا ہے کہ کُدیٰ کُدیہ کی جمع ہے جو زمین کے سخت ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اور قبریں سخت زمین میں کھودی جاتی تھیں تاکہ ڈھے نہ جائیں۔ اہل عرب جب کسی شخص کو ہوشیاری اور عقل و صلابت سے موصوف کریں تو کہتے ہیں: وہ تو سخت زمین کی گوہ ہے۔ اُکدیٰ کا معنیٰ ہے: اُس نے زمین کھودی حتیٰ کہ سخت زمین پر پہنچ گیا، اور یہ ایک ضرب المثل ہے جو ایسے شخص کے لیے استعمال ہوتی ہے جو بہت محنت کرے مگر کامیاب نہ ہو۔ اس حدیث کے آخر میں جو یہ فقرہ ہے کہ آپ نے اس معاملے میں تشدید کا ذکر کیا، اسے نسائی نے بیان کیا ہے کہ: اگر تو اُن کے ساتھ وہاں جاتی تو تو اس وقت تک جنت کو

نہ دیکھتی جب تک تیرے باپ کا دادا نہ دیکھ لے۔ علامہ سندھی رح نے کہا کہ یہ کلام بظاہر اس قبیل سے ہے: حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِی سَمِّ الْخِیَاطِ، جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو جائے یعنی یہ تعلیق بالمحال ہے کہ جب تک فلاں شخص جنت میں نہ جاتا تو بھی نہ جاتی۔ یعنی تو کبھی جنت میں نہ جاتی۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ شرک کے علاوہ کوئی معصیت بھی کسی کو یہاں تک نہیں لے جاتی، پس یا تو یہ حضور نے فاطمہ رض کے حق میں بطور تغلیظ فرمایا، یا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور نے جان لیا تھا کہ اگر وہ ایسا کرتی تو پھر کسی ایسی معصیت میں مبتلا ہوتی جس کا معاذ اللہ منہ یہ نتیجہ ہوتا۔ اور سیوطی اس حدیث سے عبدالمطلب کی نجات نکالنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان کا قول ہے کہ: میں کہتا ہوں لوگ جو وہم کرتے ہیں اس حدیث سے وہ ثابت نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر کوئی عورت جنازے کے ساتھ قبرستان تک چلی جائے تو یہ کفر کا کام نہیں ہے جس کا نتیجہ ہمیشہ کی جہنم ہو، یہ بات واضح ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک کبیرہ گناہ ہے جسے عذاب کے بعد بخش دیا جائے گا۔ اور اہل کبائر کے متعلق جن احادیث میں یہ ہے کہ وہ جنت میں نہ جائیں گے۔ اہل سنت ان کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جنت کا اولین داخلہ انہیں نہیں ملے گا، پس اس بنا پر اس حدیث کا معنیٰ یہ ہوا کہ: اگر تو ان کے ساتھ مقابر پر جاتی تو سابقین کے ساتھ جنت میں نہ جاتی بلکہ اس سے قبل شدت، عذاب یا مشقت پیش آتی اور اس کے بعد یقیناً تو جنت میں جاتی۔ اور عبدالمطلب کا بھی یہی حال ہوگا کہ وہ سابقین کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا بلکہ کچھ عذاب، شدت یا مشقت کے بعد جائے گا۔ پس بنا پر حدیث کا معنیٰ یہ ہوگا کہ: تو اس وقت جنت میں جاتی جب کہ عبدالمطلب جائے گا، سیوطی رح کہتے ہیں کہ عبدالمطلب اہل فترت میں سے تھا جن میں دعوت نہیں پہنچی اور ان کا حکم مذہب اہل سنت میں معروف ہے (یعنی ان کا میدانِ قیامت میں امتحان ہوگا اور جو ایمان لے آئیں گے وہ جنتی قرار دیئے جائیں گے) واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ ۲۷

(مصیبت کے وقت صبر کا باب)

۳۱۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ نَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَتَى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا فَقَالَ لَهَا اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي فَقَالَتْ وَمَا تُبَالِي أَنْتَ بِمُصِيبَتِي فَقِيلَ لَهَا هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْهُ فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى أَوْ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ۔

انس رض نے کہا کہ اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت پر گزرے جو اپنے بچے پر رو رہی تھی۔ حضور نے اس سے فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی: تجھے میری مصیبت کا کیا علم! پس اس سے کہا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس وہ حضور کے پاس آئی اور وہاں کوئی دربان نہ پایا، پھر وہ بولی: یا رسول اللہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا، پس حضور نے اس سے فرمایا کہ صبر پہلے صدمے کے وقت ہوتا ہے یا صدمہ کی ابتدا، کا لفظ فرمایا۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: اس عورت کو منع فرمانے کا باعث اس کی نوحہ گری اور بین تھے جیساکہ یحییٰ بن کثیر کی مرسل روایت میں آیا ہے۔ وہ عورت اس وقت اپنی مصیبت کے باعث آپ کو پہچان نہ سکی اور ایک عام آدمی سمجھ کر بظاہر گستاخانہ بات کہہ دی۔ کسی نے اس سے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ بولی۔ حضورؐ کو میں نے پہچانا نہیں تھا۔ ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص (الفضل بن عباسؓ) نے اس عورت سے کہا کیا تو پہچانتی ہے کہ یہ کون تھے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ اس عورت کو پتہ چلا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو از راہِ خجالت وہیبت اسے یوں لگا جیسے اس پر موت طاری ہو گئی ہے اور وہ خدمت میں حاضر ہوئی۔ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ صدمے کی ابتداء میں اپنے آپ کو ناپسندیدہ امور پر روک کر تھاما جائے ورنہ دیر کے بعد تو ہر ایک کو صبر آ ہی جاتا ہے، اسی لیے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ صبر صدمے کی ابتداء میں ہوتا ہے۔ بعد کے صبر پر کوئی اجر و ثواب نہیں ہے، رضائے الٰہی اور اجر و ثواب اگر ہے تو ابتداء کے صبر پر ہے۔

بَابٌ ۲۸ فِی الْبُکَاءِ عَلَی الْمَیِّتِ

میت پر رونے کا باب

۳۱۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِیْدِ الطَّیَالِسِیُّ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ أَنَّ ابْنَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَیْهِ وَأَنَا مَعَهُ وَسَعْدٌ وَأَحْسِبُ أُبَیًّا أَنَّ ابْنِیْ أَوْ ابْنَتِیْ قَدْ حُضِرَ فَاشْهَدْنَا فَأَرْسَلَ یَقْرَأُ السَّلَامَ فَقَالَ قُلْ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَمَا أَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهُ إِلٰی أَجَلٍ فَأَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَیْهِ فَأَتَاهَا فَوُضِعَ الصَّبِیُّ فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ مَا هٰذَا قَالَ إِنَّهَا رَحْمَةٌ یَضَعُهَا اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِ مَنْ یَشَاءُ وَإِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔

اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی نے آپ کو پیغام بھیجا، اور اس وقت میں اور سعدؓ اور میرے خیال میں اُبیؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے، پیغام یہ تھا کہ میرا بیٹا یا بیٹی قریب الموت ہے آپ تشریف لائیں۔ پس حضورؐ نے اس بیٹی کو سلام بھیجا اور پیغام دیا کہ کہو: جو کچھ لے لے وہ اللہ ہی کا ہے اور جو عطا کرے وہ بھی اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک مدت تک ہے۔ پھر اس بیٹی نے قسم دے کر بھیجا کہ تشریف لائیے۔ پس حضورؐ اس کے پاس گئے تو بچہ آپ کی گود میں رکھا گیا اور اس کی جان اضطراب میں تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ گئے۔ پس سعدؓ نے آپ سے کہا: یہ کیا؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ نے ان لوگوں کے دلوں میں رکھا جن کے لیے چاہا اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر ہی رحم کرتا ہے۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ) حضورؐ کو پیغام بھیجنے والی بیٹی زینبؓ

زوجہ ابو العاصؓ تھیں۔ سعدؓ کے سوال کا منشا یہ تھا کہ انہوں نے ہر قسم کے گریہ کو ناجائز سمجھا تھا۔ حضورؐ نے سمجھا دیا کہ بغیر آواز کے رونا اور شکوہ و شکایت کے بغیر غم و الم کا اظہار ناجائز نہیں ہے۔

۳۱۲۶۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ أَنَسٌ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا إِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ۔

انس بن مالک رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ پس میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم ؑ کے نام پر رکھا ہے آخ انس رضؓ نے کہا کہ میں نے اُس بچے کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جان دے رہا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ گئے۔ آپ نے فرمایا: آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے کہ اے ابراہیمؑ ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں (مسلم، بخاری تعلیقاً)

دشرح: ایک تقاضا طبعی ہے کہ اعزہ کی موت اور جدائی سے انسان پر غم و الم کی کیفیت طاری ہو، آنکھیں نمناک ہوں، دل غمگین ہو۔ مگر دوسرا تقاضا شرعی ہے کہ اس حالت میں انسان شرعی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ حضورؐ کے غم اور اشک نشانی سے اور پھر اس قول سے یہ دونوں تقاضے پورے ہوئے فصلی اللہ علیہ وسلم۔ سنگ دلی دین نہیں ہے بلکہ ارحم الرحمین انہی پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کریں۔

بَابُ ۲۹ فِي النَّوْحِ

(نوحے کا باب)

۳۱۲۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ۔

ام عطیہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نیاحت (نوحہ خوانی) سے منع فرمایا۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: ام عطیہ رضؓ کا نام نسیبہ بنت کعب انصاریہ ہے۔ نوحہ خوانی، سینہ کوبی، بین کرنا، سوز خوانی، گریبان پھاڑنا وغیرہ سب جاہلیت کی رسوم تھیں جن سے اسلام نے واضح و صریح الفاظ میں منع کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے وقت خواتین سے وعدہ لیا کرتے کہ یہ کام نہیں کریں گے۔ بعض احادیث میں ان افعال کے متعلق نہایت شدید الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

٣١٢٨ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ۔

ابو سعید الخدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور اُسے غور سے سُننے والی پر لعنت فرمائی۔

شرح: اس کی سند میں محمد بن الحسن بن عطیہ العوفی عن ابیہ عن جدہ ہیں جو تینوں ضعیف ہیں، مگر چونکہ یہ مضمون دلائل شرع سے ثابت ہے اور صحیح وحسن احادیث اس پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں لہٰذا ابوداؤدؒ نے اس روایت کو درج کیا۔ نوحہ سے مراد بقول علامہ علی القاریؒ میت پر رونا اور اس کی خوبیاں بیان کرنا ہے (یعنی بین کرنا) نوحہ کی تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد ہے بلند آواز سے رونا، میت پر رونا یا مصائب وآفاتِ دنیوی پر رونا دونوں مراد ہو سکتے ہیں، مگر عموماً نوحہ میت پر ہوتا ہے۔ اپنی معصیت پر رونا اقسام عبادت سے ہے کہ اس میں اپنے نفس کا کوئی حصہ یا حظ نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق محض عبادتِ الٰہی سے ہوتا ہے۔

٣١٢٩ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدَةَ وَأَبِي مُعَاوِيَةَ الْمَعْنَى عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ وَهِلَ تَعْنِي ابْنَ عُمَرَ إِنَّمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ فَقَالَ إِنَّ صَاحِبَ هٰذَا لَيُعَذَّبُ وَأَهْلُهُ يَبْكُونَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَتْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى قَالَ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَلَى قَبْرِ يَهُودِيٍّ۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھر والوں کے میت پر رونے کے باعث میت کو عذاب ہوتا ہے، یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ نے غلطی کی۔ بات دراصل یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اس قبر والے کو تو یہاں عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اُس پر رو پیٹ رہے ہیں۔ پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی، کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی ابومعاویہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضورؐ کا گزر ایک یہودی کی قبر پر ہوا تھا (مسلم، نسائی، بخاری)

شرح: ابن عمرؓ کی روایت کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ اگر میت اپنے اوپر ماتم کئے جانے کی وصیت کرے یا زندگی میں وہ اسے پسند کرتا تھا تو پھر گھر والوں کے رونے پیٹنے کے باعث اسے عذاب دیا جائے گا، منشاء اس تاویل کا بھی وہی ہوا جو صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ کسی کے فعل کا دوسرا ذمہ دار نہیں ہے۔ امّ المومنین نے ابن عمرؓ کے متعلق فرمایا کہ: اسے وہم ہوا یا غلطی لگی۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ: اس نے غلط نہیں کہا بلکہ وہ بھول گیا ہے۔ بخاری ومسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ

قبر دراصل ایک یہودی عورت کی تھی۔ علی القاریؒ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ اعتراض تب درست ہوتا جبکہ یہ حدیث صرف اسی موقع پر ارشاد فرمائی جاتی کہ اس قبر والے کو تو عذاب ہو رہا ہے اور گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔ لیکن یہ مضمون مختلف احادیث اور مختلف مواقع پر وارد ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس موقع سے خاص نہ تھا۔ ابن عمرؓ سے بالفاظِ مختلفہ یہ حدیث مروی ہے اور دوسرے صحابہؓ سے بھی وارد ہے، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعتراض ان کے اجتہاد کا نتیجہ تھا۔ میرکؒ نے کہا ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے کب عذاب ہوتا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ تب ہے جب اس نے وصیت کی ہو پس عذاب کا باعث اس کی وصیت ہو گی۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنی بیوی، ماں، بہن وغیرہن کو اس قسم کی وصیت کرتے تھے، اور سمجھا جاتا تھا کہ جس کا ماتم زیادہ ہو وہ اتنا ہی بڑا رئیس ہوتا ہے۔ یا پھر اس کی تاویل اس طرح کی جائے جیسی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے کہ یہ ایک یہودی یا یہودیہ کے بارے میں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرنے والے کے رشتہ دار نوحے اور ماتم کے وقت ایسے الفاظ و اخبار بیان کرتے تھے جو شرعًا مذموم ہوتے تھے لہٰذا ان غلط و مذموم الفاظ کی بنا پر میت کو عذاب ہوتا ہے۔ برکتؒ نے کہا کہ میرے نزدیک اس حدیث کے لفظ عذاب کا مطلب یہ ہے کہ میت کے اپنے ورثاء کو روتے دیکھ جو دُکھ اور الم ہوتا ہے اسے عذاب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ یہ آخری تاویل ایک اچھی تاویل ہے بشرطیکہ اس کے خلاف خود حدیث میں ثابت نہ ہوتا، بعض الفاظِ حدیث میں یوم القیامہ کا لفظ آچکا ہے۔

۳۱۳۰ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَوْسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ ثَقِيلٌ فَذَهَبَتْ امْرَأَتُهُ لِتَبْكِيَ أَوْ تَهُمَّ بِهِ فَقَالَ لَهَا أَبُو مُوسَى أَمَا سَمِعْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلَى قَالَ فَسَكَتَتْ قَالَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو مُوسَى قَالَ يَزِيدُ لَقِيتُ الْمَرْأَةَ فَقُلْتُ لَهَا قَوْلُ أَبِي مُوسَى لَكِ أَمَا سَمِعْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَكَتِّ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَمَنْ سَلَقَ وَمَنْ خَرَقَ

یزید بن اوس نے کہا کہ میں ابو موسیٰؓ کے پاس گیا جب کہ وہ بیمار تھے، پس ان کی بیوی رونے لگی یا رونے کا ارادہ رکھتی تھی۔ پس ابو موسیٰؓ نے اس سے کہا، کیا تو نے سُنا نہیں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں سُنا؛ راوی کہتا ہے کہ اس پر وہ عورت خاموش ہو گئی۔ کہا کہ پھر جب ابو موسیٰؓ کی وفات ہو گئی تو یزید راوی کہتا ہے کہ میں اس عورت سے ملا اور اس سے پوچھا کہ ابو موسیٰؓ نے تجھ سے کہا تھا کہ: کیا تو نے سُنا نہیں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا؟ پھر تو خاموش ہو گئی تھی! اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت کے وقت سر مونڈھنے والا، بآواز بلند چیخنے چلانے والا اور کپڑے پھاڑنے والا ہم میں سے نہیں (نسائی کتاب الجنائز)

۳۱۳۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ نَا الْحَجَّاجُ عَامِلُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَى الرَّبَذَةِ قَالَ حَدَّثَنِي أَسِيدُ بْنُ أَبِي أَسِيدٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنَ الْمُبَايِعَاتِ قَالَتْ كَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نَعْصِيَهُ فِيهِ أَنْ لَا نَخْمِشَ وَجْهًا وَلَا نَدْعُوَ وَيْلًا وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا وَلَا نَنْشُرَ شَعْرًا۔

اسید بن ابی اسید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والی ایک عورت سے روایت کی کہ اس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کسی معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں، اس میں یہ بھی شامل تھا کہ ہم منہ نہ نوچیں اور واویلا نہ کریں اور گریبان نہ پھاڑیں اور بال نہ کھولیں (زمانۂ جاہلیت میں یہ سب کچھ کیا جاتا تھا اور آج کل بھی جاہل عورتیں یہ سب کچھ کرتی ہیں۔ بال کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بال کھول دیتی ہیں یا انہیں نوچتی اکھاڑتی ہیں)

بَابُ ۳ صَنْعَةِ الطَّعَامِ لِأَهْلِ الْمَيِّتِ۔

(میت کے گھر والوں کے لیے کھانا پکانے کا باب ۳)

۳۱۳۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَإِنَّهُ قَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ يَشْغَلُهُمْ۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کے پاس ایسی غمناک خبر آئی ہے جس میں وہ مشغول ہیں (ترمذی، ابن ماجہ) بیہقی اور احمد نے اسے اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کی روایت سے بیان کیا ہے۔

شرح:۔ مولانا رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کھانے سے مراد رات دن دو وقت کا کھانا ہے کیونکہ غالبًا یہ غم ایک دن رات سے زیادہ نہیں ہوتا کہ اس کے ہوتے ہوئے کھانا ہی نہ پکایا جا سکے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تعزیت کے تین دن ہیں، ان تین دنوں میں انہیں کھانا کھلانا مستحب ہے۔ اور کھانا کھلانے میں تاکید و اصرار ضروری ہے تاکہ وہ کثرتِ غم سے یا حیا، کے باعث بھوکے نہ رہیں۔ اور میت کے ورثاء کی طرف سے جمع ہونے والوں کا کھانا پکانا (جیسا کہ آجکل ہمارے ملک میں ایک نہایت گھٹیا رواج نکل آیا ہے) مکروہ تر بدعت ہے بلکہ جریر رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم اسے نیاحت میں شمار کرتے تھے اور اس کی تحریم کے لیے یہی کافی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں سے کھانا مکروہ ہے۔ مولانا نے فرمایا

کہ یہ کھانا یتیم یا غائب وارث کے مال (حصے) میں سے ہو یا مشترکہ مال میں سے ہو جس میں ان کا حصہ ہے تو اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان دنیا دار پیشہ ور ملاؤں سے خدا سمجھے جنہوں نے نام نہاد دین کو کاروبار بنا رکھا ہے۔ اور اس قسم کی حرام رسوم کو محض اپنی غرض کے لیے "ایصال ثواب اور فاتحہ درود یا ختم قرآن" جیسے ناموں سے موسوم کر دیا ہے۔ یہ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ جہنم کا ایندھن ہیں اور لوگوں کو ان کی اصل حقیقت کا وہاں پر پتہ چلے گا۔

باب ۳۱ فِي الشَّهِيدِ يُغَسَّلُ

(شہیدوں کو غسل دینے کا باب ۳۱)

۳۱۳۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى ح وَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِي صَدْرِهِ أَوْ فِي حَلْقِهِ فَمَاتَ فَأُدْرِجَ فِي ثِيَابِهِ كَمَا هُوَ قَالَ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کے سینے یا حلق میں تیر مارا گیا تو وہ مر گیا۔ پس اُسے اس کے کپڑوں میں جس طرح کہ وہ تھا لپیٹ دیا گیا، جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ واقعہ کب اور کس سفر یا جنگ میں پیش آیا تھا؟)

۳۱۳۴۔ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ نَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلَى أُحُدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيدُ وَالْجُلُودُ وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے مقتولوں کے بارے میں حکم دیا کہ ان کے جسم سے ہتھیار وغیرہ لوہے کی چیزیں اور ترکش ڈھال وغیرہ اتار لی جائیں اور انہیں ان کے خون اور کپڑوں سمیت دفن کر دیا جائے (ابن ماجہ)

۳۱۳۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ شُهَدَاءَ أُحُدٍ لَمْ يُغَسَّلُوا وَدُفِنُوا بِدِمَائِهِمْ

وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ شہدائے اُحد کو غسل نہیں دیا گیا اور انہیں ان کے خون سمیت دفن کیا گیا اور ان پر نماز نہ پڑھی گئی۔

شرح: حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے سنن ابی داؤد پر اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی جانے کے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں ایک وہ ہے جو عقبہ بن عامر جہنی کی، شیخین نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لے گئے اور شہدائے احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح کہ میت پر پڑھتے تھے۔ انس رض کی حدیث میں حضرت حمزہ رض پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ثابت ہے۔ ابو مالک غفاری کی حدیث میں ہے کہ شہدائے احد کو نو نو کر کے لایا جاتا اور ہر بار دسواں حمزہ رض ہوتا تھا، حضور ان کی نماز جنازہ پڑھاتے پھر ان نو کو اٹھا لیا جاتا اور دوسرے نو رکھ دیئے جاتے اور حضور پھر حمزہ رض سمیت ان دس پر نماز جنازہ پڑھتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے جنازۂ شہید کے بارے میں علماء و فقہاء کا اختلاف بیان کیا ہے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب، ثوری، حسن بصری، ابن المسیب کا یہی مذہب ہے کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اس کے برخلاف اہل مدینہ، شافعی اور احمد کا قول ہے کہ نہ پڑھی جائے۔ البدائع الصنائع میں ہے کہ جہاں تک شہادت کے دنیوی حکم کا تعلق ہے وہ دنیوی احکام میں دوسرے مردوں کی مانند ہے لیکن دو حکموں میں ان کے خلاف ہے۔ ایک یہ کہ عامۂ علماء کے نزدیک اسے غسل نہیں دیا جاتا اور حسن بصری کے بقول اس کے لیے عزت اسی میں ہے کہ غسل دیا جائے کیوں کہ غسل بنی آدم کے اعزاز و اکرام کا سبب ہے۔ شہدائے احد کو اس لیے غسل نہ دیا گیا تھا کہ زندوں پر تخفیف کی جائے کیوں کہ اکثر لوگ زخمی تھے لہٰذا انہیں غسل نہ دے سکے۔ اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے متعلق فرمایا تھا: انہیں ان کے خون اور زخموں سمیت لپیٹ دو کیونکہ جب یہ قیامت کو اٹھائے جائیں گے تو ان کی رگوں سے خون اُبل رہا ہوگا اس کا رنگ خون کی مانند سُرخ ہوگا لیکن خوشبو مُشک کی ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں ان کے خون سمیت لپیٹ دو اور انہیں غسل مت دو۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے غسل کا حکم نہ دیا انہیں خون اور زخموں سمیت اسی طرح دفنا دینے کا حکم فرمایا تاکہ ان کے جسم سے غسل کے ساتھ خون زائل نہ ہو جائے جو ان کی عزت افزائی کا باعث ہے اور قیامت کے دن انہی زخموں سے خون اُبلے گا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شہید کے لیے ترک غسل ہی اعزاز و اکرام ہے اور موت کے باعث ان کے اجسام میں نجاست حلول نہیں کر سکتی کیوں کہ راہ حق میں بہنے والا خون اور لگنے والے زخم اس کی راہ میں حائل ہیں۔ شہدائے احد کے غسل کو متعذر کہنا غلط ہے کیونکہ بالفرض اگر ایسا ہوتا تو پھر غسل کا قائم مقام تیمم تھا، جب غسل نہیں کرایا گیا تو تیمم کیا جاتا، مگر اس کا بھی کہیں دُور دُور تک ثبوت نہیں ہے۔

دوسرا حکم جس میں شہید عام مردوں سے مختلف ہے وہ یہ ہے کہ اسے اس کے کپڑوں میں ہی دفن کیا جاتا ہے، ہاں ہتھیار وغیرہ فالتو چیزیں اتار لی جاتی ہیں اسی طرح موزے، کوٹ، زرہ بکتر، عمامہ وغیرہ کا بھی حکم ہے۔ امام شافعی کے نزدیک شہید کی کوئی چیز اس سے الگ نہیں کی جاتی۔ مگر یہ زیر نظر حدیث کہتی ہے کہ ہتھیار اور چمڑے کی اشیاء وغیرہ شہداء احد سے اتاری گئی تھیں۔ اور حضرت علی رض سے روایت ہے کہ عمامہ، موزے، ٹوپی، پٹکا اتار لیا جائے۔ صرف وہ چیزیں رہ جائیں جو کفن ہو سکیں، اور کفن ستر کے لیے ہوتا ہے زینت کیلئے نہیں اور نہ اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ زندوں کی مانند سردی گرمی سے بچاؤ کیا

جائے۔ میت کو ان چیزوں میں سے کسی کی حاجت نہیں ہوتی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جو ارشاد ہے کہ انہیں ان کے کپڑوں میں لپیٹ دو، اس سے مراد وہ کپڑے ہیں جو کفن بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے کہا شہداء پر نماز نہ پڑھی جائے جیسا کہ جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ شہدائے احد پر نماز نہیں پڑھی گئی تھی۔ اور اس کا عقلی سبب یہ ہے کہ نماز جنازہ میت کے لیے شفاعت کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے گناہوں کی معافی کا سبب ہے، مگر شہید گناہوں کی آلودگی سے پاک ہو چکا۔ حضورؐ نے فرمایا ہے: تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کو زندہ فرمایا ہے اور نماز جنازہ مردے پر ہوتی ہے نہ کہ زندہ پر۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی تھی، حتیٰ کہ بعض احادیث کے مطابق حمزہؓ پر ستر بار نماز پڑھی گئی اور جابرؓ کی روایت میں جو نماز کی نفی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ جابرؓ تو اس دن خود پریشان حال تھے ان کا باپ، بھائی، چچا اور ماموں شہید ہو گئے تھے، پس جابرؓ مدینہ لوٹ گئے تھے تاکہ ان شہداء کے اجسام کو مدینہ میں منتقل کرنے کی تدبیر کر سکیں، پس وہ اس وقت موجود ہی نہ تھے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ پھر جابرؓ نے حضورؐ کی طرف سے منادی سنی کہ شہدائے احد کو ان کی شہادت گاہ میں ہی دفنایا جائے گا تو جابرؓ اس وقت مدینہ سے احد کو لوٹے اور اپنے شہداء کو احد ہی میں دفنایا تھا۔ رہی میت کے لیے دعاء اور نماز، سو یہ اس کے اکرام و اعزاز کا اظہار ہے اس لیے شہید اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جہاں تک ان کی طہارت کا سوال ہے، سو بندہ کتنا بھی بڑا ہو جائے وہ دعاء سے مستغنی نہیں ہو سکتا، صلوٰۃ و سلام تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پڑھی جاتی ہے اور صحابہؓ نے حضورؐ کی نماز جنازہ بھی (بصورت صلوٰۃ وسلام نہ بصورت نماز) پڑھی تھی اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضورؐ کا مقام اور درجہ ساری کائنات سے بلند تر ہے۔ جہاں تک شہداء کی حیات کا تعلق ہے وہ زندگی احکام آخرت کے لحاظ سے ہے نہ کہ دنیوی احکام کے، ان کی میراث بٹتی ہے اور بیویاں عدت کے بعد نکاح کرتی ہیں (برخلاف پیغمبرؐ کے) اللہ تعالیٰ نے بھی تو ان کے متعلق یہی فرمایا ہے کہ: بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔ اور شہید دنیوی احکام کے لحاظ سے چونکہ مردہ ہے لہٰذا نماز جنازہ بھی اس پر پڑھی جاتی ہے جو احکام دنیا میں سے ایک حکم ہے۔

۳۱۳۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ ح وَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ نَا أَبُو صَفْوَانَ يَعْنِي الْمَرْوَانِيَّ عَنْ أُسَامَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ الْمَعْنَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى حَمْزَةَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَجِدَ صَفِيَّةُ فِي نَفْسِهَا لَتَرَكْتُهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الْعَافِيَةُ حَتَّى يُحْشَرَ مِنْ بُطُونِهَا وَقَلَّتِ الثِّيَابُ وَكَثُرَتِ الْقَتْلَى فَكَانَ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالثَّلَاثَةُ يُكَفَّنُونَ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ زَادَ قُتَيْبَةُ ثُمَّ يُدْفَنُونَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ قُرْآنًا فَيُقَدِّمُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمزہ رضی کے پاس سے گزرے اور اس کا چہرہ بگاڑ دیا گیا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے صفیہ رضی کے رنج وغم کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتا حتیٰ کہ اسے پرندے اور درندے کھا جاتے اور قیامت کے دن ان کے پیٹوں سے اٹھایا جاتا۔ اور کپڑے کم تھے اور مقتول زیادہ تھے، پس ایک دو اور تین آدمی ایک کپڑے میں کفنائے جاتے تھے۔ قتیبہ نے اضافہ کیا کہ: پھر انہیں ایک قبر میں دفنا دیا جاتا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے تھے کہ ان میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا کون ہے؟ پس اُسے آپ قبلہ کی طرف آگے دفناتے تھے (ترمذی)

شرح: خطابی نے کہا کہ حدیث کے لفظ: العافیہ سے مراد درندے اور مردار خور پرندے ہیں۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ غسل نہ دینا تو عامۃ اہل علم کا قول ہے مگر شہید پر نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اکثر علماء کا مذہب ہے اور ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ غسل نہ دیا جائے مگر نماز پڑھی جائے۔ غسل نہ دینے میں یہ راز ہے کہ وہ اللہ کے حضور اسی طرح پیش ہوگا جیسے کہ راہِ خدا میں شہید ہوا تھا۔ اس حدیث میں کئی لوگوں کو ایک قبر میں دفنانے کا ثبوت ہے اور یہ کہ ان میں سے افضل کو قبلہ کی طرف مقدم کیا جائے۔ اور ضرورت کے موقع پر کئی لوگوں کو ایک ہی کپڑے میں کفنانا بھی جائز ہے۔ اسی حدیث میں جو شہداء پر نماز نہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس کے متعلق بخاری، دارقطنی اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس میں ایک راوی اُسامہ بن زید نے جو زہری سے روایت کرتا ہے غلطی کی ہے اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔

۳۱۳۷۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا أُسَامَةُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَمْزَةَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ غَيْرِهِ۔

انس رضی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حمزہ رضی پر گزرے اور اس کا مُثلہ کیا گیا تھا، اور حمزہ رضی کے سوا آپ نے اور کسی شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی (اوپر گزر چکا کہ یہ معلول روایت ہے)

۳۱۳۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ وَيَقُولُ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ۔

جابر بن عبداللہ رضی نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے مقتولوں میں سے دو آدمیوں کو جمع کرتے اور فرماتے کہ ان میں سے قرآن کس نے زیادہ اخذ کیا تھا؟ جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اسے لحد میں مقدم فرماتے اور فرمایا کہ

میں قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گا۔ اور آپ نے خون سمیت انہیں غسل کے بغیر دفن کرنے کا حکم دیا (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: بخاری اور ترمذی وغیرہ نے جس حدیث کی صحت کا حکم لگایا وہ یہ حدیث ہے۔ اس میں نماز جنازہ کا ذکر نہیں ہے لیکن ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ نماز نہیں پڑھی گئی تھی، وہ دوسری حدیث سے ثابت ہے۔

۳۱۳۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ قَالَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ۔

اوپر کی حدیث ایک اور طریق سے۔ اس میں راوی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے (کفن سے مراد یہاں غالباً یہ ہے کہ میدان معرکہ میں قتال کرتے ہوئے ان حضرات میں سے کئی کے جسم کے کپڑے پھٹ گئے ہوں گے لہٰذا انہیں کفن کی ضرورت پیش آئی ہوگی، ورنہ شہید تو کفن سے بھی بے نیاز ہوتا ہے اور اسے جسم کے خون آلود کپڑوں میں دفنایا جاتا ہے)

بَابٌ۳۲ فِي سَتْرِ الْمَيِّتِ عِنْدَ غُسْلِهِ۔

(باب ۳۲: غسل میت کے وقت اس کا پردہ)

۳۱۴۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ نَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أُخْبِرْتُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ۔

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ران ننگی مت کر اور کسی زندہ یا مردہ کی ران پر نظر مت ڈال۔ (ابن ماجہ) اس سے معلوم ہوگیا کہ ستر اور پردے کے باب میں زندہ و مردہ دونوں کا ایک حکم ہے۔

علامہ شوکانی کا قول ہے کہ اس حدیث میں جمہور کے مذہب کی دلیل ہے مگر اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جنس اپنی جنس کو غسل نہیں دے سکتی (مثلاً مرد مرد کو اور عورت عورت کو) اور نہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا (اپنے خاوند کا) غسل دینا مردوں کی نسبت اولیٰ ہے کیونکہ یہ ایک صحابیہ (زوجہ محترمہ) کا قول ہے جس میں حجت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علی رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پانی دیتے تھے اور عباس رضی اللہ عنہ کھڑے نگرانی کرتے تھے۔ اور یہ بالکل منقول نہیں ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس پر نکیر کی ہو، پس یہ ان کا اجماع تھا۔ نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کو علی رضی اللہ عنہ ہی غسل دیں۔ ابن المنذر نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حکم دیا

تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین رشتہ دار، چچا اور چچا زاد غسل دیں یہی شرعی مسئلہ ہے کہ غسل گھر کے لوگ دیں جن کا رشتہ میت کے ساتھ نہایت قریب ہو) اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک جنازہ پڑھا کر واپس تشریف لائے اور میرے سر میں درد تھا اور میں کہہ رہی تھی: ہائے میرا سر۔ حضورؐ نے فرمایا بلکہ، ہائے میرا سر۔ تجھے کوئی نقصان نہیں، اگر تجھے مجھ سے پہلے موت آگئی تو میں تیری تجہیز و تکفین کروں گا پھر نماز پڑھ کر تجھے دفن کروں گا۔ شوکانی نے کہا کہ اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے جبکہ وہ مر جائے اور جب خاوند مر جائے تو اسی قیاس پر وہ اسے غسل دے سکتی ہے۔ اور اسماء رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ پر نکیر نہیں کی تھی نہ اسماء پر۔ اور یہی مسلک ہے اہل ظاہر کا، شافعیہ کا اور اوزاعی اور اسحاق اور جمہور کا۔ احمد نے کہا کہ چونکہ نکاح باطل ہو چکا ہے لہٰذا بیوی اپنے خاوند کو غسل نہیں دے سکتی، اور اس کا عکس جمہور کی مانند۔ ان کے نزدیک جائز ہے۔ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، ثوری اور شعبی نے کہا کہ مرد کا اپنی مردہ بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہے اور اس کا عکس جائز ہے یعنی بیوی کا خاوند کو غسل دینا کیونکہ عورت پر مرد کی طرف سے عدت ہے اور مرد پر کوئی عدت نہیں۔ اور حضورؐ کا یہ ارشاد کہ: میں تجھے غسل دوں گا، اس کا مطلب ہے کہ اپنی نگرانی میں غسل کفن کا انتظام کروں گا، گویا غسل کا انتظام کروں گا اور سبب بنوں گا۔ یہ معنی ہم منصب نبوت کی صیانت کے لیے لیتے ہیں تاکہ سب دلائل کو متفق کیا جا سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے افعال سے اعلیٰ و برتر ٹھہرایا جا سکے جن میں انسانی طبائع کی نفرت کا احتمال ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حضورؐ کی خصوصیت ہے کہ آپؐ کا نکاح ازواج مطہرات سے ـــ کہ وہ دنیا و آخرت میں بالیقین آپ کی ازواج ہیں اـــ کسی صورت میں منقطع نہیں ہوتا لہٰذا فرض کریں کہ آپ ان میں سے کسی کو غسل دیتے تو اس دلیل کی بناء پر جائز ہوتا۔ جہاں تک حدیث علی رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، روایات میں ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ام ایمن نے غسل دیا تھا، اگر ثابت ہو جائے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ہی غسل دیا تھا تو یہ بھی ثابت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان پر نکیر کی تھی۔ حتیٰ کہ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں تیری بیوی ہے۔ پس علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ دعویٰ خصوصیت اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ میں خاوند کا بیوی کو غسل نہ دے سکنا معروف تھا۔

۳۱۴۱۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ لَمَّا أَرَادُوا غُسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا وَاللهِ مَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا أَمْ نُغَسِّلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَلْقَى اللهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتَّى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ أَنِ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ فَقَامُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَسَّلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ وَيَدْلُكُونَهُ بِالْقَمِيصِ دُونَ

اَيْدِيهِمْ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَهُ اِلَّا نِسَاءُهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو کہنے لگے: واللہ ہمیں معلوم نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اتاریں جیسے کہ ہم اپنے دوسرے مردوں کے کپڑے اتارتے ہیں یا نہ اتاریں؟ پس جب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالےٰ نے ان پر نیند ڈال دی حتیٰ کہ ان میں سے ہر آدمی کی ٹھوڑی اس کے سینے پر تھی، پھر گھر کے اندر کی طرف سے ایک بولنے والا بولا جسے کوئی نہ جانتا تھا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھے اور آپ کو قمیص سمیت غسل دیا، پانی قمیص کے اوپر ڈالتے تھے اور جسم مبارک کو قمیص کے ساتھ ملتے تھے نہ کہ اپنے ہاتھوں سے، اور عائشہ فرماتی تھیں جو کچھ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اگر پہلے معلوم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی بیویوں کے سوا کوئی غسل نہ دیتا۔ (ابن ماجہ)

شرح: کپڑے نہ اتارنا تو غیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت معلوم ہوئی ہے، لیکن اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسال کو میت کے پردے کو ننگے ہاتھ سے مس نہ کرنا چاہیے بلکہ ہاتھ پر کوئی کپڑا وغیرہ لپیٹ کر۔ اور عائشہ ام المومنین نے یہ جو فرمایا کہ جو کچھ مجھے بعد میں معلوم ہوا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف آپ کی ازواج غسل دیتیں، یہ شاید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضورؐ کے بعد میں یہ مسئلہ معلوم ہوا تھا کہ پیغمبرؐ کی بیویوں کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں اور آپ کی ازواج دنیا و آخرت میں آپؐ ہی کی ازواج ہیں، اور ازواجؓ کی حیثیت زندگی بھر معتدہ جیسی رہے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ میں زندہ ہیں، آپؐ کی ازواج کا تعلق نکاح منقطع نہیں ہوا۔ یا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کو بعد میں یہ پتہ چلا کہ جب تک بیوہ عدت میں ہے اس کے نکاح کا رشتہ بالکلیہ مرد سے کٹا ہوا نہیں ہوتا، غرض ان سب دلائل کی بنا پر ازواج کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا جائز تھا۔

بَاب ۳۳ كَيْفَ غُسْلِ الْمَيِّتِ۔

(غسل میت کی کیفیت کا باب ۳۳)

۳۱۴۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ الْمَعْنَى عَنْ اَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتْ اِبْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُورًا اَوْ شَيْئًا

مِنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَعْطَانَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ قَالَ عَنْ مَالِكٍ تَعْنِيْ اِزَارَهٗ وَلَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ دَخَلَ عَلَيْنَا۔

ام عطیہ رضؓ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب رضؓ فوت ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اسے تین بار، یا پانچ بار، یا اگر تمہارا خیال ہو تو اس سے زیادہ بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور آخری مرتبہ کافور کا استعمال کرو، یا یہ فرمایا کہ کچھ کافور۔ پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتانا۔ پس جب ہم فارغ ہوئے تو آپؐ کو بتایا، پس آپؐ نے ہمیں ایک تہ بند عطا فرمایا اور فرمایا کہ کفن میں سب سے پہلے جسم کے ساتھ اسے رکھنا، مالک سے ازار کا لفظ بولا اور مسدد نے یہ نہیں کہا کہ: حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: جس بیٹی کی وفات کا ذکر ہے یہ آپ کی سب سے بڑی بیٹی زینب تھیں، بعض کے نزدیک یہ ام کلثوم رضؓ تھیں اور ابوداؤد کی حدیث ۳۱۵۷ میں اس کی صراحت ہے۔ مگر صحیح پہلی بات ہے کیونکہ ام کلثوم رضؓ کی وفات اس وقت ہوئی تھی جب کہ حضورؐ بدر میں تھے۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ غسل میت سے غرض اس کی جسمانی پاکیزگی اور صفائی کرنا ہے اور اس میں کوئی خاص عدد مسنون نہیں، ضرورت دیکھی جاتی ہے۔ خوشبو کا استعمال اور پانی کو بیری کے پتوں سمیت گرم کرنا بھی مسنون ہے۔

۳۱۴۳۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَاَبُوْ كَامِلٍ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ حَفْصَةَ اُخْتِهٖ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ مَشَطْنَاهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ۔

اُمّ عطیہ رضؓ نے کہا کہ ہم نے زینب رضؓ کے سر کے بالوں کو کنگھی کے ساتھ تین مینڈھیاں بنا دیا۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی)

۳۱۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى نَا هِشَامٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَضَفَرْنَا رَاْسَهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ ثُمَّ اَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا مُقَدَّمَ رَاْسِهَا وَقَرْنَيْهَا۔

ام عطیہ رضؓ نے کہا کہ ہم نے زینب رضؓ کے سر کے بالوں کی تین مینڈھیاں بٹیں پھر ہم نے انہیں پیچھے کی طرف سے پیشانی پر اور دو کو سر کے اطراف میں ڈال دیا (مسلم)

شرح: اوپر کی دونوں حدیثوں میں سے پہلی میں مَشَطْنَا هَا کا لفظ ہے جس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کنگھی سے بالوں کے تین حصے کئے۔ دوسری میں ضَفَرْنَا کا لفظ ہے جس کا ظاہری معنیٰ ہے کہ ہم نے بالوں کو گوندھا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ طرز بیان کا اختلاف ہے مطلب غالبًا یہ ہے کہ بالوں کے تین حصے کر کے ایک کو پیشانی کے اوپر سے پیچھے کو ڈالا اور دو حصوں کو اطراف میں ڈالا۔ سبب اس مطلب کا یہ ہے کہ کنگھی کرنا زینت ہے جو میت کے حالات کے خلاف ہے، یہی سبب ہے کہ

حنفیہ نے کہا کہ بالوں کے دو حصے کر کے دونوں اطراف میں اوڑھنی کے نیچے سے سینے پر ڈال دیئے جائیں۔ بال گوندھنا اور کنگھی کرنا میت کے حال کے خلاف ہے۔ ام عطیہ رضہ نے یہ نہیں بتایا کہ حضور نے یہ حکم دیا تھا یا آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تھی لہٰذا اس میں کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ امام شافعی رحہ نے ظاہر حدیث کے مطابق بالوں کے تین حصے کرنا بتایا ہے۔

۳۱۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ نَا إِسْمٰعِيلُ نَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا۔

ام عطیہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل کے متعلق فرمایا کہ غسل دائیں اطراف سے شروع کریں اور پہلے اعضاء وضوء کو دھوئیں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: مطلب غالباً یہ ہے کہ پہلے اعضاء وضوء کو حسب معمول دھویا جائے اور اس کے بعد دائیں اطراف سے غسل شروع کیا جائے، غسل میت کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ پہلے باقاعدہ وضوء کرایا جائے، کیونکہ غسل میت میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے۔ اس بنا پر اعضاء وضوء سے مراد وہ چار اعضاء ہیں جو کتاب اللہ میں وارد ہیں۔ تمام حنفی کتب فقہ میں دائیں اطراف سے غسل شروع کرنے کا واضح ذکر موجود ہے لہٰذا جن لوگوں نے اس حدیث سے حنفی مسلک کا رد کرنا چاہا ہے، یا تو انہوں نے محض تکلف سے کام لیا ہے اور یا وہ بیچارے حنفی مسلک سے بے بہرہ ہیں۔ یہ تو ایک ایسا مسئلہ ہے جو قدوری سے لے کر اوپر تک سب کتابوں میں بالصراحت مذکور ہے۔

۳۱۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِنَحْوِ هٰذَا وَزَادَتْ فِيهِ أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ۔

ایک اور سند سے ام عطیہ رضہ کی حدیث جو مالک کی روایت (حدیث ۳۱۴۲) کی طرح ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ: یا سات بار غسل دو یا اس سے زیادہ اگر تم مناسب جانو (یعنی حدیث ۳۱۴۲ میں پانچ یا اس سے زیادہ کا ذکر تھا اور اس میں سات یا اس سے زائد کا ذکر ہے۔ یہ حدیث بخاری، مسلم اور نسائی میں مروی ہے) اوپر گزر چکا ہے کہ غسل میت میں کسی خاص تعداد کا لحاظ نہیں، حسب ضرورت کئی کئی بار تک اعضاء دھوئے جا سکتے ہیں۔

۳۱۴۷۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ نَا هَمَّامٌ نَا قَتَادَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ الْغُسْلَ مِنْ أُمِّ عَطِيَّةَ يَغْسِلُ بِالسِّدْرِ مَرَّتَيْنِ وَالثَّالِثَةَ بِالْمَاءِ وَالْكَافُورِ

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ وہ غسل میت کا طریقہ ام عطیہ رضہ سے سیکھا کرتا تھا کہ بیری کے ابلے ہوئے پتوں والے پانی کے ساتھ دو بار غسل دیا جائے اور تیسری بار پانی اور کافور کے ساتھ (یعنی کافور والے پانی کے ساتھ)۔

بَابٌ ۳۴ فِي الْكَفَنِ

(یہ باب ۳۴ کفن کے بیان میں ہے)

۳۱۴۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا فَذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِهِ قُبِضَ فَكُفِّنَ فِي كَفَنٍ غَيْرِ طَائِلٍ وَقُبِرَ لَيْلًا فَزَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ يُّضْطَرَّ اِنْسَانٌ اِلٰى ذٰلِكَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ۔

جابر بن عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرکے بیان کرتے تھے کہ حضورؐ نے ایک دن خطبہ دیا اور اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کا ذکر کیا جو فوت ہوگیا تھا اور اسے معمولی کفن پہنا کر رات کو دفنایا گیا تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کسی آدمی کو رات کے وقت بلا نمازِ جنازہ دفن کیا جائے، مگر یہ کہ کوئی انسان اس بارے میں مجبور ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے (مسلم، النسائی، ترمذی عن ابی قتادہ ثم ابن ماجہ عن ابی قتادہ رضی)

شرح: رات کو دفن کرنے سے ممانعت کی علت نووی ؒ نے یہ بیان کی ہے کہ دن کو دفن کیا جائے تو بہت سے لوگ نمازِ جنازہ میں شامل ہوں گے اور میت کے لیے دعا کریں گے۔ رات کو صرف چند افراد ہی میسر آسکتے ہیں۔ نہی کی علت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بعض دفعہ ردی قسم کا کفن دے کر رات کو دفن کر دیتے تھے تاکہ لوگوں پر وارثوں کی یہ خست واضح نہ ہو سکے۔ رات کو دفن کرنے میں اختلاف ہوا ہے۔ حسن بصری ؒ نے اسے مکروہ کہا ہے ہاں! ضرورت کی بات اور ہے، اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ مگر سلف و خلف کے جماہیر علماء نے رات کے دفن کو مکروہ نہیں جانا اور کہا ہے کہ جناب ابوبکر صدیقؓ اور سلف کی ایک جماعت کو رات کے وقت دفن کیا گیا تھا۔ اور وہ کالی بڑھیا یا مرد جو مسجد میں جھاڑو دیتے تھے، جب فوت ہوئے تو لوگوں نے انہیں رات کو دفنا دیا اور حضورؐ کے استفسار پر کہا کہ اندھیرے کی وجہ سے ایسا کیا گیا اور آپ کو اطلاع نہ دی گئی، مگر حضورؐ نے انکار نہیں فرمایا۔ حدیث زیرِ نظر میں نہی کا اصل منشا، نمازِ جنازہ کا ترک تھا، یا معمولی کفن دیا جانا یا نمازیوں کی قلت، یا ان سب کا مجموعہ۔ کفن کے اچھا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں اسراف کیا جائے، بلکہ مراد اس سے اس کی نظافت اور صاف ستھرا اور موٹا کپڑا ہونا ہے، مناسب تر یہ ہے کہ وہ اس کے زندگی کے لباس کے مطابق ہو۔

۳۱۴۹۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ نَا الْاَوْزَاعِيُّ نَا الزُّهْرِيُّ

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُدْرِجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ حَبَرَةٍ ثُمَّ أُخِّرَ عَنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھاریدار یمنی چادر کا کفن دیا گیا پھر اسے پیچھے ہٹا دیا گیا (دیکھیے آگے حدیث عائشہ رض نمبر ۳۱۵۲)

۳۱۵۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ ابْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ نَا إِسْمٰعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيْمِ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَقِيْلِ بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ وَهْبٍ يَعْنِي ابْنَ مُنَبِّهٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا تُوُفِّيَ أَحَدُكُمْ فَوَجَدَ شَيْئًا فَلْيُكَفَّنْ فِيْ ثَوْبٍ حَبَرَةٍ۔

جابر رض نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جب تم میں سے کوئی فوت ہو اور اس کے وارث کچھ وسعت پائیں تو اسے یمنی دھاری دار کپڑے میں دفنائیں (اوپر حدیث ۳۱۴۷ میں گزرا ہے کہ حضور ص کو وفات کے بعد دھاریدار یمنی کپڑا بطور چادر اوڑھایا گیا تھا۔ بحث اوپر گزر چکی اور آگے بھی آتی ہے)

۳۱۵۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ قَالَتْ كُفِّنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلٰثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید یمنی کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا۔ ان میں قمیص یا عمامہ نہیں تھا۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی)

شرح: حافظ ابن القیم رح نے کہا کہ امام شافعی رح نے حضرت عائشہ رض کے اس قول کا کہ: ان میں قمیص اور عمامہ نہ تھا، یہ مطلب لیا ہے کہ کفن میں صرف تین کپڑے تھے اور قمیص و عمامہ ان میں موجود نہ تھا۔ امام مالک رح نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ قمیص اور عمامہ کفن میں شامل نہ تھا یعنی کفن کے تین کپڑوں کے علاوہ تھا۔ ابن القصار اور ابن القاسم نے کہا ہے کہ کفن میں قمیص اور عمامے کا استحباب امام مالک رح کے سوا کسی اور سے ثابت نہیں ہوا۔ البدائع میں ہے کہ کفن کی کمیت کے بارے میں حنفی مذہب یہ ہے کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنایا جائے: قمیص، تہ بند اور چادر۔ شافعی مسلک یہ ہے کہ تینوں کپڑے تین چادروں کی شکل میں ہوں، قمیص کفن میں مسنون نہیں ہے۔ اور یہ حدیث جو اس وقت زیر نظر ہے، اس سے امام شافعی رح نے استدلال کیا ہے۔ حنفیہ کی دلیل عبداللہ بن مغفل کی حدیث ہے کہ: مجھے کفن میں قمیص دینا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی قمیص کا کفن دیا گیا تھا جس میں حضور ص کی وفات ہوئی تھی۔ اور اسی طرح ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا جن میں وہ قمیص شامل تھی جس میں حضور ص کی وفات ہوئی۔ اس مسئلے میں ابن عباس رض کی روایت کو لینا حضرت عائشہ رض کی حدیث کو لینے

سے اولیٰ ہے کیونکہ ابن عباس رضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین وتدفین کے وقت موجود تھے اور عائشہ صدیقہ رضہ موقع پہ نہ تھیں بلکہ گھر میں تھیں۔ علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضہ کے قول کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے کفن میں جدید قمیص نہ تھی۔

۳۱۵۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا حَفْصٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ زَادَ مِنْ كُرْسُفٍ قَالَ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ قَوْلُهُمْ فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدِ حِبَرَةٍ فَقَالَتْ قَدْ أُتِيَ بِالْبُرْدِ وَلَكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكَفِّنُوهُ فِيهِ۔

دوسرے طریق سے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کی گزشتہ روایت جس میں یہ لفظ زاید ہے کہ کفن کے کپڑے کپاس کے تھے ابوداؤد نے کہا کہ پھر حضرت عائشہ رضہ سے لوگوں کا یہ قول بیان کیا گیا کہ: آپ کو دو کپڑوں اور ایک یمنی دھاریدار چادر میں کفنایا گیا تھا، تو حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ چادر لائی گئی تھی لیکن اصحاب رضہ نے حضور رضہ کے کفن میں وہ نہ رکھی اور اُسے لوٹا دیا تھا (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۳۱۵۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ عُثْمَانُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ وَقَمِيصِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ

ابن عباس رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا، دو کپڑوں کا جوڑا (دو چادریں) اور آپ کی وہ قمیص جس میں کہ آپ فوت ہوئے تھے۔ ابوداؤد نے کہا کہ عثمان (بن ابی شیبہ) نے کہا تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا ایک تو سُرخ حُلّہ (جوڑا۔ دو چادریں) تھا اور ایک آپ کی وہ قمیص جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی (ابن ماجہ)

شرح: سُرخ حُلّے سے مراد وہی یمنی دھاریدار چادریں ہیں، جن میں سفید زمین پر سُرخ دھاریاں ہوتی تھیں۔

بَابُ ۳۵ كَرَاهِيَةِ الْمُغَالَاةِ فِي الْكَفَنِ

(کفن میں غلو کرنے کی کراہیت کا باب ۳۵)

۳۱۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ نَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ أَبُو مَالِكٍ الْجَنْبِيُّ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ

قَالَ لَا تُغَالِ فِي كَفَنٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُغَالُوا فِي الْكَفَنِ فَإِنَّهُ يُسْلَبُهُ سَلْبًا سَرِيعًا۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کفن میں غلو مت کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا کہ کفن میں غلو (مبالغہ) مت کرو کیونکہ وہ تو میت سے بہت جلدی چھن جاتا ہے (یعنی بوسیدہ ہو جاتا ہے) اور اس حدیث کی سند میں ابو مالک عمرو بن ہاشم جنبی متکلم فیہ راوی ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابو احمد کرابیسی نے کہا کہ عامر شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی اور خطیب بغدادی نے کہا کہ اس نے اس سماع بھی کیا تھا۔

۳۱۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ۔

خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور ان کی صرف ایک اونی چادر تھی جب ہم اس کے ساتھ اس کا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اس کا سر ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے تھے، بڑے ناز و نعمت کے پلے ہوئے تھے مگر اسلام لانے کے بعد یک لخت حالت بدل گئی۔ مکہ میں قید رہے پھر حبشہ کو بھاگ گئے پھر مکہ واپس آکر مدینہ کو ہجرت کی۔ ہجرت سے قبل انہیں اسلام کا اولین مبلغ و معلم بنا کر مدینہ بھیجا گیا تھا جنگ احد میں لشکر اسلام کا علم ان کے ہاتھ میں تھا بڑی دردناک حالت میں شہید ہوئے تھے۔

۳۱۵۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ وَخَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ۔

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: بہترین کفن حُلہ ہے اور بہترین قربانی سینگ والا مینڈھا ہے۔ (ابن ماجہ میں صرف کفن کا ذکر ہے)

شرح: پورا کفن تو مرد کے لیے تین کپڑوں کا ہے، پھر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان تین کپڑوں میں حلّہ یعنی جوڑا ہو۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ دو کپڑے ایک سے بہتر ہیں اور تین کپڑے کامل کفن ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں سفید کفن کی فضیلت وارد ہے۔

بَابٌ ٣٦ فِي كَفَنِ الْمَرْأَةِ

(عورت کے کفن کا باب ۳۶)

۳۱۵۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي نُوحُ بْنُ حَكِيمٍ الثَّقَفِيُّ وَكَانَ قَارِئًا لِلْقُرْآنِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ يُقَالُ لَهُ دَاوُدُ قَدْ وَلَدَتْهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَيْلَى بِنْتَ قَانِفٍ الثَّقَفِيَّةَ قَالَتْ كُنْتُ فِيمَنْ غَسَّلَ أُمَّ كُلْثُومٍ ابْنَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَفَاتِهَا فَكَانَ أَوَّلُ مَا أَعْطَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ ثُمَّ الدِّرْعَ ثُمَّ الْخِمَارَ ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْآخَرِ قَالَتْ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهُ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا۔

(لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ نے کہا کہ میں ان عورتوں میں شامل تھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کے بعد غسل دیا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو پہلی چیز عطا فرمائی وہ ازار تھا۔ پھر چادر، پھر اوڑھنی، پھر لحاف، پھر اس کے بعد انہیں ایک اور کپڑے میں لپیٹا گیا۔ لیلیٰ رضہ نے کہا کہ اُن کا کفن لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے پاس بیٹھے تھے اور ایک ایک کر کے یہ کپڑے ہمیں دیتے تھے۔ (بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ واقعہ زینبؓ رضی اللہ عنہا کا ہے مگر اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے)

بَابٌ ٣٧ فِي الْمِسْكِ لِلْمَيِّتِ

(میت کے لیے مشک کا باب ۳۷)

۳۱۵۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْيَبُ

طِيبِكُمُ الْمِسْكُ.

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری خوشبوؤں میں سے سب سے خوشبودار مشک ہے (مسلم، ترمذی، نسائی) صراحۃً تو مشک کا استعمال اس حدیث میں میت کے لیے نہیں آیا مگر اطلاق سے اس کے استعمال کا جواز معلوم ہو گا۔

بَابُ ۳۸ تَعْجِيلِ الْجَنَازَةِ

(جنازے میں جلدی کرنے کا باب ۳۸ اور اسے روک رکھنے کی کراہیت)

۳۱۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّوَاسِيُّ أَبُو سُفْيَانَ وَأَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ قَالَا نَا عِيسَى قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُثْمَانَ الْبَلَوِيِّ عَنْ عَزْرَةَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ عُرْوَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْحُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَالَ إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ۔

حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لائے تو فرمایا کہ میرے خیال میں طلحہ رضی اللہ عنہ پر آثار موت طاری ہو گئے ہیں پس (جب یہ فوت ہو جائے تو) مجھے اس کے متعلق اطلاع دینا اور جلدی کرنا، کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ مسلم کی لاش اس کے گھر والوں میں رُکی پڑی رہے۔

شرح: شارح طیبی نے کہا ہے کہ مومن با عزت و تکریم ہے مگر جب وہ مردار ہو جائے اور اس میں سے بدبو آنے لگے تو انسانی طبائع اسے بنگاہِ نفرت دیکھیں گی لہذا یہی مناسب ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے۔ جیفہ کا لفظ اس حدیث میں اسی طرح آیا ہے جیسا کہ قرآن میں سوءۃ کا لفظ ہے ءكَيْفَ يُوَارِي سَوْأَةَ أَخِيهِ۔ اور لفظ جیفہ سے مومن کی نجاست پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

بَابٌ ۳۹ فِي الْغُسْلِ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

(غسل میت کے سبب سے غسل کا باب ۳۹)

۳۱۶۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ نَا زَكَرِیَّا نَا مُصْعَبُ بْنُ شَیْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِیْبٍ الْعَنْزِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَغْتَسِلُ مِنْ اَرْبَعٍ مِنَ الْجَنَابَةِ وَیَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمِنَ الْحِجَامَةِ وَغُسْلِ الْمَیِّتِ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن زبیر رضؓ کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں کے باعث غسل فرماتے تھے (جنابت سے اور جمعہ کے دن اور حجامت سے اور غسل میت سے (ان چاروں میں سے پہلا غسل تو واجب ہے اور باقی سب مستحب۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضورؐ نے خود بھی کسی میت کو غسل دیا تھا، بلکہ اس کا حکم دیتے تھے)

۳۱۶۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْكٍ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَمْرِو ابْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَسَّلَ الْمَیِّتَ فَلْیَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْیَتَوَضَّاْ۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میت کو غسل دیا وہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا وہ وضوء کرے (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح ۔ علامہ خطابی کا قول ہے کہ میں کسی فقیہ کو نہیں جانتا جو غسل میت سے غسل کو واجب ٹھہراتا ہو یا اس کے اٹھانے سے وضوء کو واجب قرار دیتا ہو۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس حکم کو استحبابی سمجھا جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غاسل میت کو اس احتیاط کی بنا پر غسل کا حکم دیا گیا ہو کہ ممکن ہے میت کے جسم سے چھینٹے اڑ کر غسل دینے والے پر پڑیں اور میت کا جسم نجس ہو۔ اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ چھینٹے کہاں کہاں پڑے ہیں۔ اس لیے سارے بدن کے غسل کا حکم دیا گیا تاکہ جہاں نجس چھینٹا پڑا ہو وہ جگہ پاک ہو جائے۔ اور وضوء کے حکم کا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ میت اٹھانے والے باوضو ہوں تاکہ جنازہ کی نماز پڑھ سکیں۔ اور حدیث کی سند میں کلام ہے۔

۳۱۶۲ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ یَحْیٰی عَنْ سُفْیَانَ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اِسْحَاقَ مَوْلٰی زَائِدَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ هٰذَا مَنْسُوْخٌ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَسُئِلَ عَنِ الْغُسْلِ مِنْ غُسْلِ الْمَیِّتِ فَقَالَ یُجْزِئُهُ الْوُضُوْءُ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ دَخَلَ اَبُوْصَالِحٍ بَیْنَهُ وَبَیْنَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ یَعْنِیْ اِسْحَاقَ مَوْلٰی زَائِدَةَ قَالَ

وَحَدِيثُ مُصْعَبٍ فِيهِ خِصَالٌ لَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ.

دوسری سند کے ساتھ وہی حدیث عن ابی ہریرہ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ منسوخ ہے۔ میں نے احمد بن حنبل سے سنا۔ ان سے غسل کرنے کا سوال ہوا تھا تو انہوں نے کہا کہ اُسے وضوء کافی ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ ابوصالح نے اپنے درمیان اور ابوہریرہ رضؓ کے درمیان اس حدیث کی سند میں اسحاق مولیٰ زائدہ کو داخل کر دیا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ مصعب کی حدیث (گزشتہ حدیث) میں بعض باتیں ایسی ہیں جن پر عمل نہیں ہے (احمد بن حنبل کے نزدیک غسل میت سے غسل واجب ہونا ثابت نہ ہوا۔ سنن ابی داؤد کی ابن داسہ کی روایت میں ہے کہ حدیث مصعب ضعیف ہے)

بَابٌ فِي تَقْبِيلِ الْمَيِّتِ.

(میت کو بوسہ دینے کا باب)

۳۱۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ ابْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ حَتَّى رَأَيْتُ الدُّمُوعَ تَسِيلُ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ عثمان بن مظعون رضؓ کو بوسہ دے رہے تھے جبکہ وہ فوت ہو چکا تھا حتیٰ کہ میں نے آپ کے آنسوؤں کو رخساروں پر بہتے دیکھا (ترمذی، ابن ماجہ، ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: گویا کہ میں آپ کے آنسو رخساروں پر بہتے دیکھ رہی ہوں۔ ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

شرح: عثمان بن مظعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ شریک بھائی تھا۔ حبشہ اور مدینہ کی ہجرت (یعنی دونوں) کی۔ جنگ بدر میں شریک ہوا۔ فضلائے صحابہ میں سے تھا۔ بقیع میں دفن ہونے والا پہلا شخص یہی تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بَابٌ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ.

(رات کو دفن کرنے کا باب)

۳۱۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ نَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَوْ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ

عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَأَى نَاسٌ نَارًا فِي الْمَقْبَرَةِ فَاَتَوْهَا فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ وَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ نَاوِلُوْنِيْ صَاحِبَكُمْ فَاِذَا هُوَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالذِّكْرِ۔

جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ لوگوں نے قبرستان میں آگ دیکھی تو وہاں گئے، دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر میں اترے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے: مجھے اپنا ساتھی پکڑاؤ، ہم نے دیکھا تو یہ وہ شخص تھا جو بآواز بلند ذکر کیا کرتا تھا (ترمذی) اس صحابی رض کا نام عبد اللہ تھا۔

شرح: جس طرح ان مقتولوں کو دفن کرنے کا حکم تھا اس طرح دیگر مردوں کا حکم بھی ہے کہ انہیں موت کی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جائے الآثار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم رُدُّوا الْقَتْلٰى وجوب کے لیے ہے کیونکہ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں تغیر کا خطرہ ہے۔ اگر تغیر کا ظن غالب ہو تو انہیں منتقل کرنا حرام ہے۔ اور بظاہر یہ حکم شہداء کے ساتھ مخصوص ہے ورنہ سعد بن ابی وقاص کو ان کے قصر سے مدینہ منتقل کیا گیا اور صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی جس نے کوئی نکیر نہیں کی۔ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نہی اس بات پر محمول ہے کہ دفن کے بعد انہیں وہاں سے منتقل نہ کیا جائے یعنی بلاعذر۔ شہدائے احد کے لیے بھی یہ حکم ابتداء میں ہی تھا، بعد میں اس کی ممانعت نہ تھی کیونکہ مروی ہے کہ چھ ماہ کے بعد جابر رض نے اپنے باپ عبد اللہ کے جسم کو احد سے لاکر بقیع میں دفن کیا تھا۔ طیبیؒ نے کہا ہے کہ ضرورت کے بغیر نقل کرنا درست نہیں۔ مالک کی روایت میں ہے کہ عمرو بن الجموع رض اور عبد اللہ بن عمرو انصاری کی قبروں میں سیلاب کا پانی داخل ہو گیا تھا، انہیں قبریں کھود کر نکالا گیا تو بالکل تر و تازہ نکلے گویا کہ کل دفن ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا ہاتھ کنپٹی کے زخم پر دھرا تھا اور اسے اس طرح دفن کر دیا گیا تھا، دوبارہ جب نکالا گیا تو ہاتھ ہٹانے سے خون بہ گیا اور ہاتھ کو جب چھوڑا گیا تو وہیں چلا گیا جہاں پہلے دھرا ہوا تھا دفن کرنے اور کھودنے میں ۴۶ سال کا عرصہ تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہی قول درست ہے، اور جابر رض سے یہ امید نہیں ہو سکتی کہ حضورؐ کی مخالفت کے باوجود وہ باپ کی لاش کو لاکر بقیع میں دفن کرتے۔ ابن الہمامؒ نے کہا کہ قبر پر مٹی ڈال دینے کے بعد کم یا زیادہ مدت کے بعد بلا عذر اسے کھودا جانا درست نہیں، اور عذر یہ ہے کہ مثلاً پتہ چل جائے کہ یہ زمین غصب کی ہے، یا کوئی حق شفعہ والا مقدمہ جیت کر اسے لے جائے، یا مثلاً دفن سے قبل اس میں کسی کا کپڑا یا سکہ وغیرہ گم گیا تھا اور وہیں رہ گیا۔ دفن سے قبل یا لحد اور قبر درست کرنے سے قبل اگر کسی مصلحت سے اُسے ایک دو میل لے جانا چاہیں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

بَابٌ ۴۲ فِي الْمَيِّتِ يُحْمَلُ مِنْ اَرْضٍ اِلٰى اَرْضٍ

(میت کو ایک جگہ سے دوسری میں لے جانے کا باب ۴۲)

۳۱۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ نُبَيْحٍ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا حَمَلْنَا الْقَتْلٰى يَوْمَ اُحُدٍ لِنَدْفِنَهُمْ فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَدْفِنُوا الْقَتْلٰى فِي مَضَاجِعِهِمْ فَرَدَدْنَاهُمْ۔

جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ ہم جنگ اُحد کے دن مقتولوں کو (مدینہ سے جا کر دفن کرنے کے لیے) اٹھا چکے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی کرنے والا آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ مقتولوں کو ان کی قتل گاہوں میں دفن کرو، پس ہم نے انہیں وہیں لوٹا دیا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: یہ آگ جو لوگوں نے دیکھی تھی، روشنی کے لیے تھی۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ رات کو دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بوقت شب دفن کیا گیا تھا۔ علیؓ نے فاطمہؓ کو بوقت شب دفن کیا تھا اور رات کو دفن کئے جانے والے حضرات میں عثمانؓ، عائشہؓ، اور ابن مسعودؓ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے متعلق حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ ہم نے پچھلی رات کو کسیئوں کی آواز سنی، یعنی قبر شریف کو برابر کیا جا رہا تھا۔ رات کو دفن کرنے میں عقبہ بن عامرؓ ابن المسیب، عطاء، ثوری، شافعی اور اسحاق کا قول جواز کا ہے اور حسن بصریؒ اور احمد بن حنبل کے روایت کے مطابق اسے ناپسند کیا ہے۔ اور رات کو دفن کرنے کے متعلق آثار کی تعداد جواز کے بارے میں زیادہ ہے (حافظ ابن قیم الجوزیہ) خلاصہ یہ ہے کہ بوقت ضرورت رات کو دفن کرنا جائز ہے۔ اس پر کچھ گفتگو اوپر بھی گزر چکی ہے۔

بَابٌ ۴۳ فِي الصُّفُوْفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

(جنازے کی صف کا باب ۴۳)

۳۱۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ مَرْثَدٍ الْيَزَنِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ قَالَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّاَهُمْ ثَلٰثَةَ صُفُوْفٍ لِلْحَدِيْثِ۔

مالک بن ہبیرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مر جائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی، مرثد نے کہا کہ مالک بن ہبیرہؓ جب جنازہ پڑھنے والوں کو کم دیکھتے تھے تو

ان کی تین صفتیں اس حدیث کے باعث بنا دیتے تھے۔ (ترمذی، ابن ماجہ) دوسری روایت میں ہے کہ: اللہ اسے بخش دیتا ہے۔ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اپنے فیصلے کو بدل دینے پر قادر ہے مگر وہ وعدہ ضرور پورا فرمائے گا، ایجاب کا یہی معنیٰ ہے۔

بَابٌ اِتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَازَةَ

(عورتوں کے جنازے کے پیچھے جانے کا باب)

۳۱۶۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ نُهِيْنَا اَنْ نَتْبَعَ الْجَنَائِزَ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہمیں جنازہ کے پیچھے جانے سے منع کیا گیا لیکن سختی سے اور اصرار سے نہیں روکا گیا (بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

شرح: نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب شافعیہ کا مذہب اس حدیث کی بنا پر یہ ہے کہ عورتوں کا جنازے کے پیچھے جانا مکروہ مگر حرام نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی کا منشا، کراہیت تنزیہ ہے نہ کہ تحریم۔ قاضی عیاض نے کہا کہ تمام علماء نے عورتوں کو جنازے کے پیچھے جانے سے منع کیا ہے۔ علمائے مدینہ اور مالک رحمہ اللہ نے اسے جائز رکھا ہے مگر جوان عورت کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ الدر المختار میں حنفیہ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ عورتوں کا اس طرح کا خروج حرام ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جانے والی عورتوں سے فرمایا تھا: جاؤ تمہیں گناہ ہوا ہے کوئی ثواب نہیں ملا۔ ابن ماجہ نے اسے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے لیکن زمانہ بدل جانے سے احوال کے اختلاف نے اس کی تائید کر دی ہے جضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کچھ دیکھتے جو عورتوں نے آپ کے بعد ایجاد کیا ہے تو عورتوں کو اسی طرح منع فرما دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع فرما دیا گیا تھا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا یہ قول ان کے زمانے کی عورتوں کے متعلق تھا، پھر آج کے دور کا خیال کر لیا جائے۔ پس ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس زمانے کے متعلق ہے جبکہ عورتوں کو جمعہ اور عید کے لیے نکلنے اور مسجدوں میں آنے کی اجازت دی گئی تھی۔

بَابٌ فَضْلِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ وَتَشْيِيْعِهَا۔

(جنازوں پر نماز کی فضیلت کا باب)

۳۱۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْوِيهِ قَالَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَصَلَّى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ تَبِعَهَا حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ أَوْ أَحَدُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ۔

ابوہریرہ رضؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنازے کے پیچھے گیا اور اس پہ نماز پڑھی تو اس کا اجر ایک قیراط ہے۔ اور جو اس وقت تک جنازے کے ساتھ رہا جب تک کہ اس دفن سے فراغت ہو جائے تو اس کا اجر دو قیراط ہے۔ جن میں چھوٹی، یا فرمایا کہ ایک، اُحد پہاڑ کی مانند ہے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۳۱۶۹۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُسَيْنٍ الْهَرَوِيُّ قَالَا نَا الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ وَهُوَ حُمَيْدُ بْنُ زِيَادٍ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ حَدَّثَهُ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِذْ طَلَعَ خَبَّابٌ صَاحِبُ الْمَقْصُورَةِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ مِنْ بَيْتِهَا وَصَلَّى عَلَيْهَا فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ فَأَرْسَلَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ صَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ

عامر بن سعد رضؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ اچانک خباب مقصورہ والا (مولائے فاطمہ بنت عتبہ) آیا اور کہنے لگا: اے عبداللہ بن عمر رضؓ کیا آپ سنتے ہیں جو ابوہریرہ رضؓ کہتا ہے؟ (وہ کہتا ہے کہ) اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جو کسی جنازے کے ساتھ اس کے گھر سے (جنازہ والوں کے گھر سے) نکلا اور اس پہ نماز پڑھی الخ گذشتہ حدیث کی مانند۔ اس پر عبداللہ بن عمر رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کو پیغام بھیجا (کہ یہ حدیث کیسی ہے) تو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ ابوہریرہ رضؓ نے سچ کہا (مسلم) مقصورہ سے مراد یہاں پر چھوٹا محل ہے۔ یعنی پتھر کا بنا ہوا مضبوط چھوٹا مکان۔ عبداللہ بن عمر رضؓ نے ام المومنین رضؓ کو جو پیغام بھیجا تھا اس کی غرض تحقیق و تائید اور تثبیت تھی نہ کہ تکذیب ابوہریرہ رضؓ۔

۳۱۷۰۔ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ نَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى

جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا یُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا اِلَّا شُفِّعُوْا فِیْهِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو مسلمان مر جائے اور اس کے جنازے پر چالیس ایسے آدمی کھڑے ہوں (اور نماز پڑھیں) جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو ان کی سفارش اس کے بارے میں قبول ہوگی (مسلم، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی)

شرح: اوپر ایک حدیث میں تین صفوں کا ذکر گزرا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس میت پر سو مسلمان نماز پڑھیں اور اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول ہوگی، ترمذی کی روایت میں "سو یا اس سے زائد" کے الفاظ ہیں۔ ممکن ہے اس مسئلہ میں بھی اشخاص یا احوال وغیرہا کا بھی کچھ فرق ہو۔ ویسے بھی ان احادیث میں اختلاف نہیں، اللہ چاہے تو کم کی دعا بھی قبول فرمائے۔ زیادہ کی قبولیت سے کم کی عدم قبولیت لازم نہیں آتی۔

بَابٌ ٤٦ فِیْ اِتْبَاعِ الْمَیِّتِ بِالنَّارِ

(میت کے پیچھے آگ لے جانے کا باب)

۳۱۷۱۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ ح وَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی نَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَا نَا حَرْبٌ یَعْنِی ابْنَ شَدَّادٍ نَا یَحْیٰی حَدَّثَنِیْ بَابُ بْنُ عُمَیْرٍ حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُتْبَعُ الْجَنَازَةُ بِصَوْتٍ وَلَا نَارٍ زَادَ هَارُوْنُ وَلَا یُمْشٰی بَیْنَ یَدَیْهَا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازے کے پیچھے آواز اور آگ نہ لے جائی جائے، اور ہارون نے اضافہ کیا کہ: اور اس کے آگے نہ چلا جائے (منذری نے کہا کہ اس کی سند میں دو مجہول راوی ہیں)

شرح: ابو داؤد میں ہے کہ آواز سے مراد تو رونے اور بین کرنے کی آواز ہے یا مطلق آواز ہے جو بعض اذکار کو بھی مشتمل ہے جن کے باآواز بلند پڑھنے کا رواج ہے۔ یا ڈھول اور بھگی وغیرہ کی آواز ہے جیسا کہ مشرکین کا رواج ہے۔ البدائع میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنازے میں ایک عورت کو آگ کی انگیٹھی لے کر جاتے دیکھا (شاید وہ قبر میں خوشبو کی دھونی دینے کا ارادہ رکھتی تھی!) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلند آواز سے ڈانٹا اور واپس کر دیا حتیٰ کہ وہ ٹیلوں کے پیچھے چھپ گئی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے ساتھ آگ کی انگیٹھی مت لے جانا۔ آگ آلۂ عذاب ہے لہذا اس کے ساتھ لے جانے سے منع فرمایا گیا، اور یہ مشرکین کا فعل بھی ہے۔ اس حدیث میں جنازے کے آگے چلنے کی ممانعت ہے، اس پر عنقریب گفتگو ہوگی۔

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

(جنازے کے لیے قیام کا باب)

۳۱۷۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُومُوا لَهَا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ۔

عامر بن ربیعہ رض اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے کہ حضور نے فرمایا: جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ حتی کہ وہ تم سے آگے گزر جائے یا اُسے نیچے رکھ دیا جائے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: آگے بھی اس مضمون کی حدیثیں آتی ہیں۔ ابن حبان نے اگلی حدیث (ابو معاویہ والی) ان لفظوں سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے کے ساتھ ہوتے تو جب تک اُسے لحد میں نہ رکھا جاتا، یا دفن نہ کیا جاتا آپ نہ بیٹھتے۔ پس اس حدیث میں "اس کے لیے اٹھو"، کے الفاظ نہیں ہیں۔ مزید بحث آگے آرہی ہے۔

۳۱۷۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوا حَتّٰى تُوضَعَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ فِيهِ حَتّٰى تُوضَعَ بِالْأَرْضِ وَرَوَاهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ وَسُفْيَانُ أَحْفَظُ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ۔

ابو سعید خدری نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی جنازے کے پیچھے جاؤ تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک اُسے رکھ نہ دیا جائے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: یہاں پر ابو سعید خدری سے ان کا بیٹا عبدالرحمٰن راوی ہے۔ نسائی نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی سعید رض کی روایت لی ہے اور مسلم نے: ابو صالح السمان عن ابی سعید رض کا طریق بتایا ہے۔ ابو داؤد نے اس روایت کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کو ثوری نے عن سہیل عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رض روایت کیا ہے اور اس میں کہا ہے: حتی کہ اُسے

زمین پر رکھ دیا جائے۔ اور ابو معاویہ نے اسے سہیل سے یوں روایت کیا ہے: حتیٰ کہ اُسے لحد میں رکھا جائے۔ اور اوپر کی حدیث کی شرح میں ہم نے دبحوالۂ حافظ ابن قیمؒ المجوزیہ ابن حبان کی روایت درج کی ہے جس میں ابو معاویہ کو شک ہے کہ حدیث میں لفظ آیا ہے کہ: حتیٰ کہ اسے لحد میں رکھا جائے۔ یا یہ لفظ ہے کہ: اُسے دفن کیا جائے۔ ابو داؤد نے کہا کہ سفیانؒ ابو معاویہؒ کی نسبت زیادہ حافظ ہے۔ پس ابو داؤد کے نزدیک: جب تک اُسے زمین پر رکھا جائے، کے لفظ کو ترجیح ہے۔ پس یہ حدیث ان لوگوں کے لیے ہے جو جنازے کے ساتھ جا رہے ہوں۔ البدائع میں ہے کہ جنازے کے پیچھے جانے والوں کے لیے مکروہ ہے کہ جنازے کے زمین پر رکھا جانے سے قبل بیٹھیں کیونکہ وہ متبع ہیں اور تبع اصل سے پہلے نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ میت کی تعظیم کے لیے آئے ہیں اور تعظیم اسی میں ہے کہ جب اسے زمین پر رکھا جائے تب بیٹھیں نہ کہ اس سے پہلے۔ عبادہ بن الصامت رضؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے لحد میں رکھا جانے سے قبل نہیں بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ اپنے اصحاب سمیت ایک قبر کے سر پر کھڑے تھے، ایک یہودی نے کہا کہ ہم بھی اپنے مردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضؓ سے فرمایا کہ ان کی مخالفت کرو، یعنی جب جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے تو بیشک بیٹھ جایا کرو۔

۳۱۷۴۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ نَا الْوَلِيدُ نَا أَبُو عَمْرٍو عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرٌ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ مَرَّتْ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَحْمِلَ إِذَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ فَقَالَ إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَإِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُومُوا۔

جابر رضؓ نے کہا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ گزرا، پس آپؐ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب ہم اُسے اُٹھانے کو آگے بڑھے تو وہ ایک یہودی کا جنازہ تھا، ہم نے کہا: یا رسول اللہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: موت ڈراونی چیز ہے پس جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ (بخاری، مسلم، نسائی، لیکن ان کی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ: جب ہم اسے اٹھانے کو آگے گئے) بحث آگے دیکھئے۔

۳۱۷۵۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ۔

علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جنازوں کے لیے اٹھتے تھے مگر پھر اٹھنا چھوڑ دیا اور بیٹھے رہتے تھے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) مسلم کے باب کا عنوان ہے: بابُ نسخ القیام للجنازۃ۔ پس جمہور کے نزدیک جنازے کی خاطر اٹھنا منسوخ ہو چکا ہے۔

۳۱۷۶ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ بَهْرَامَ الْمَدَائِنِيُّ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ أَنَا أَبُو الْأَسْبَاطِ الْحَارِثِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فِي الْجَنَازَةِ حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ فَمَرَّ بِهِ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ هٰكَذَا نَفْعَلُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ

عبادہ بن الصامتؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے لیے اس وقت تک نہ بیٹھتے تھے جب تک کہ اُسے لحد میں نہ رکھا جاتا، پس یہود کا ایک عالم گزرا تو بولا: ہم یونہی کرتے ہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا: بیٹھ جاؤ، ان کی مخالفت کرو (ترمذی، ابن ماجہ۔ ترمذی نے اسے حدیث غریب کہا ہے)

شرح: ابوبکر ہمدانی نے کہا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو نسخ میں صریح ہے، لیکن حدیث ابی سعید یعنی ۳۱۷۳ اس سے صحیح تر اور ثابت تر ہے لہٰذا یہ اسناد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہمدانی کے علاوہ دیگر علماء نے کہا کہ جنازہ کے لیے قیام حدیث علیؓ ۳۱۷۵ کے ساتھ منسوخ ہے (المنذری) اس حدیث کا راوی ابوالاسباط بشر بن رافع حدیث میں ضعیف ہے۔ احمد، ترمذی، نسائی، ابو حاتم نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ بخاری نے اس حدیث کو منکر ٹھہرایا ہے۔

شوکانی نے کہا کہ مسئلہ قیام الجنازہ میں اختلاف ہے۔ احمد اسحاق اور ابن ابی حشیون نے کہا کہ یہ منسوخ نہیں ہوا۔ اس سے قعود بیان جواز کے لیے ہے جیسا کہ حدیث علیؓ میں ہے۔ بیٹھنے کی اجازت ہے اور قیام کا اجر ہے۔ ابن حزمؒ نے بھی کہا کہ حضورؐ نے قیام کا حکم دیا اور پھر قعود فرمایا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ حکم استحباب کے لیے ہے اور یہ نسخ نہیں۔ نوویؒ نے کہا کہ مختار قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اور یہی مسلک ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ، قیس بن سعدؓ اور سہل بن حنیفؓ کا تھا۔ مالک، ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ قیام منسوخ ہے۔ شافعیؒ نے کہا کہ یا تو قیام منسوخ ہے اور یا وہ کسی سبب سے تھا کیونکہ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضورؐ نے فعل کے بعد اسے ترک کیا تھا اور حجت حضورؐ کے آخری امر میں ہے اور قعود مجھے پسندیدہ تر ہے۔

بَابُ الرُّكُوبِ فِي الْجَنَازَةِ

(جنازے میں سوار ہونے کا باب)

۳۱۷۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ ثَوْبَانَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِدَابَّةٍ وَهُوَ مَعَ الْجَنَازَةِ فَأَبَى أَنْ يَرْكَبَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أُتِيَ بِدَابَّةٍ فَرَكِبَ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ إِنَّ الْمَلٰئِكَةَ كَانَتْ تَمْشِي فَلَمْ أَكُنْ لِأَرْكَبَ وَهُمْ يَمْشُونَ فَلَمَّا ذَهَبُوا رَكِبْتُ۔

عبدالرحمن بن عوف نے عثمانؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری لائی گئی جب کہ آپ جنازے کے ہمراہ تھے تو آپ نے سوار ہونے سے انکار کر دیا۔ پھر جب جنازے سے واپس پھرے تو سواری لائی گئی۔ اور آپ سوار ہو گئے۔ پس آپ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ فرشتے پیدل چل رہے تھے لہذا میں ان کے پیدل ہونے کی حالت میں سوار نہیں ہونا چاہتا تھا، پس جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا (مسند البزار۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ پہلا شخص آپ سے ملا تو اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اپنی سواری پیش کی تو آپ نے سوار ہونے سے انکار فرمایا اور فلاں شخص نے اپنی سواری پیش کی تو آپ سوار ہو گئے؟ فرمایا، تو نے سواری اس وقت پیش کی جبکہ فرشتے جنازے کے پیچھے جا رہے تھے لہذا میں اس وقت سوار نہیں ہو سکتا تھا درآنحالیکہ فرشتے پیدل تھے۔ اگر ان کے جانے کے بعد تو سواری پیش کرتا تو میں سوار ہو جاتا۔ منذری۔

شرح: شوکانی نے کہا ہے کہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ: کیا تم شرماتے نہیں کہ اللہ کے فرشتے پیدل جا رہے ہیں؟ اس میں جنازے کے پیچھے جانے والے کے لیے سوار ہونے کی کراہت پائی جاتی ہے۔ اور مغیرہ بن شعبہ کی حدیث اس کے خلاف ہے جس میں جنازے کے پیچھے جانے والے کے لیے سوار ہونے کی اجازت ہے۔ دونوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ حدیث مغیرہ جواز پر دلالت کرتی ہے اور اس سے عدم کراہت ثابت نہیں ہوتی، یعنی جواز مع الکراہت ثابت ہوتا ہے۔ اور سوار ہونے والوں کے لیے حضورؐ کا انکار فرشتوں کے پیدل ہونے کی بنا پر تھا اور ضرور نہیں ہوتا کہ ہر جنازے میں فرشتے شامل ہوں یا ہوں تو پیدل چلتے ہوں، کیونکہ حضور کی موجودگی میں امکان ہے کہ فرشتے آپ سے تبرک حاصل کرنے کی خاطر پیدل چل رہے ہوں، لہذا اس بنا پر جنازے کے ساتھ جانا ہوا اور اس میں کراہت بھی نہ رہی۔

۳۱۷۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ نَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ شُهُودٌ ثُمَّ أُتِيَ بِفَرَسٍ فَعُقِلَ حَتّٰى رَكِبَهُ فَجَعَلَ يَتَوَقَّصُ بِهِ وَنَحْنُ نَسْعٰى حَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جابر بن سمرہ رض نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن الدحداح کی نماز جنازہ ہماری موجودگی میں پڑھائی، پھر ایک گھوڑا لایا گیا اور اسے روک کر رکھا گیا حتی کہ آپ سوار ہو گئے اور وہ گھوڑا دوڑنے لگا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بھاگ رہے تھے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی) توقص کا معنی اگلے دونوں پاؤں اٹھا کر کودنا ہے۔ آہستہ دوڑنے کو بھی توقص کہتے ہیں۔

بَابُ ۴۹ الْمَشْيِ أَمَامَ الْجَنَازَةِ

جنازے کے آگے چلنے کا باب

۳۱۷۹۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ۔

عبداللہ بن عمر رض نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنازے کے آگے چلتے ہوئے دیکھا (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، محدثین میں اس حدیث کے رفع و ارسال میں اختلاف ہے)

شرح، خطابی نے کہا کہ اکثر اہل علم جنازے کے آگے چلنے کو مستحب جانتے تھے اور اکثر صحابہ ایسا کرتے تھے اور علی بن ابی طالب اور ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ وہ جنازے کے پیچھے چلتے تھے حنفیہ کے نزدیک آگے چلنے میں حرج نہیں مگر پیچھے چلنا مستحب ہے۔ اوزاعی نے کہا کہ دونوں طرح جائز ہے مگر پیچھے چلنا افضل ہے۔ جہاں تک سوار کا تعلق ہے علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ جنازے کے پیچھے رہے۔ مولانا نے البدائع سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود رض کی مرفوع اور موقوف روایت میں ہے، جنازہ کے پیچھے چلا جاتا ہے نہ کہ آگے، جو آگے ہو وہ جنازے کے ساتھ نہیں ہوتا۔ حضور سے سعد بن معاذ رض کے جنازے کے پیچھے

چلنا آیا ہے۔ طاؤس کا قول ہے کہ حضور م آخر تک جنازوں کے پیچھے چلتے رہے،

کبھی آگے نہیں چلے۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ جنازے کے پیچھے چلنے کی فضیلت آگے چلنے پر یوں ہے جیسے فرض کی فضیلت نفل پر۔ اور پیچھے چلنے سے عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے لہٰذا یہ افضل ہے۔ ہاں! اژدحام کے وقت حضور سے آگے چلنے کا ثبوت بھی ہے اور یہی تاویل حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کی بھی ہے۔ اس کی دلیل عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی روایت ہے، اس نے کہا کہ میں ایک جنازے کے پیچھے جا رہا تھا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما آگے آگے تھے میں نے علی رض سے پوچھا کہ یہ حضرات آگے کیوں چل رہے ہیں؟ علی رض نے جواب دیا کہ لوگوں کی سہولت کی خاطر، ورنہ

وہ جانتے ہیں کہ جنازے کے پیچھے چلنا آگے چلنے کی نسبت افضل ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ لوگ تو بالعموم پیچھے ہی چلتے ہیں اور بھیڑ ہو جاتی ہے لہٰذا یہ حضرات لوگوں پر وسعت و آسانی کی خاطر آگے جا رہے ہیں، پس ہمارے نزدیک پیچھے چلنا افضل اور آگے چلنا جائز ہے۔

۳۱۸۰۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَأَحْسَبُ أَنَّ أَهْلَ زِيَادٍ أَخْبَرُونِي أَنَّهُ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا وَأَمَامَهَا وَعَنْ يَمِينِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيبًا مِنْهَا وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَيُدْعَى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والا آگے، پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف جنازے کے قریب چلے۔ اور ساقط حمل پر نماز پڑھی جائے اور اس کے والدین کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کی جائے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ ترمذی نے اسے حدیث صحیح کہا اور ابن ماجہ کی حدیث مختصر ہے کہ: طفل پر نماز پڑھی جائے)

شرح: خطابی نے کہا کہ سقط (گرا ہوا حمل) پر نماز میں اختلاف ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن سیرین اور ابن المسیب کا مذہب یہ ہے کہ وہ اگرچہ علاماتِ حیات سے خالی ہو تاہم اس پر نماز پڑھی جائے۔ احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ جس حمل پر چار ماہ دس دن پورے ہو جائیں، اس میں جان پڑ جاتی ہے لہٰذا اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ اور اسحاق نے کہا کہ میراث صرف اس صورت میں ہے کہ باہر آکر زندگی کا ثبوت دے اور نماز اس پر بہرحال پڑھی جائے گی کیونکہ وہ ایک پوری جان ہے جس کی سعادت و شقاوت لکھی جا چکی ہے لہٰذا نماز نہ چھوڑی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب وہ باہر نکل کر زندہ تھا تو وارث بھی ہو گیا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر اس کی زندگی کی علامت ظاہر ہوئی تو نماز پڑھی جائے گی ورنہ نہیں اور یہی قول حنفیہ کا ہے اور مالک، اوزاعی اور شافعی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

علامہ شوکانی نے کہا کہ محلِ اختلاف صرف وہ گرا ہوا حمل ہے جو چار ماہ کے بعد گر گیا ہو۔ حدیث استہلال کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ اس پر نماز ادا نہ ہوگی اور یہی حق ہے کیونکہ استہلال ہی زندگی اور اس کے عدم کی دلیل و علامت ہے، گرنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور جب شارع نے استہلال کا اعتبار کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیٹ سے خارج ہونے کے بعد حیات کا اعتبار ہوگا تاکہ اس پر نماز پڑھی جائے۔ اس میں صرف یہ کافی نہیں کہ پیٹ میں اس کی زندگی کا علم تھا۔

اور زندگی کے علم کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ اس پر واجب ہے۔

بَابُ الْإِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

(جنازے کو جلدی لے جانے کا باب)

۳۱۸۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

ابو ہریرہ رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: جنازے کو جلدی سے لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو تم اُسے خیر کی طرف پہنچاؤ گے اور اگر وہ اس کے علاوہ ہوگا تو شر کو اپنی گردنوں سے اتارو گے (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: بقول شوکانی ابن قدامہ نے کہا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے۔ ابن حزم کی بات شاذ ہے کہ انہوں نے اسے واجب کہا۔ اور جلدی کرنے سے مراد تیز چلنا ہے، بعض سنت سے یہی منقول ہے اور یہی حنفیہ کا قول ہے جو ہدایہ اور مبسوط میں لکھا ہے۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد غیر معتاد چال ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسراع کا ایک یہ معنیٰ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد بعض کے نزدیک تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا ہے۔ مگر نووی نے اسے مردود قول کہا ہے۔ قرطبی نے پہلے معنیٰ کو ظاہر تر کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے طبرانی کی ایک حدیث سے، جس کی سند حسن ہے، یہ استدلال کیا ہے کہ دوسرا معنیٰ زیادہ قوی ہے۔ ابن عمر رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ: جب کوئی مر جائے تو اسے روک کر مت رکھو اور اسے اس کی قبر تک جلدی پہنچاؤ۔ اور ابوداؤد کی ہی ایک حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: مومن کی لاش کو گھر میں رکھنا مناسب نہیں ہے۔ میت کی موت کے تحقق کے بعد اسے جلدی کفن و غسل سے فارغ کر کے دفن کرنا چاہئے۔ اگر وہ کسی ایسی بیماری کا شکار تھا جس سے طویل بیہوشی وغیرہ کا اندیشہ ہو تو کچھ دیر پڑا رہنے دینا تاکہ موت کا یقین ہو جائے، مناسب ہوگا۔

۳۱۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ فِي جَنَازَةِ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ وَكُنَّا نَمْشِي مَشْيًا خَفِيفًا فَلَحِقَنَا أَبُو بَكْرَةَ فَرَفَعَ سَوْطَهُ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرْمُلُ رَمَلًا۔

عیینہ بن عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ عثمان بن ابی العاص کے جنازے میں تھا اور ہم آہستہ آہستہ

چل رہے تھے پس حضرت ابوبکرہ رض ہمیں پیچھے سے ملے اور اپنا کوڑا بلند کیا اور کہا کہ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جنازے میں) تیز تیز چلتے دیکھا تھا۔

شرح: ابوبکرہ رض کا نام نفیع بن الحارث یا نُفیع بن مسروح تھا۔ رَمل کا معنی یہاں تیز چلنا ہے جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزرا، ورنہ رمل کا معنی کود کود کر چلنا بھی ہے (جو جنازے کے ساتھ ممکن نہیں ہوتا) یا کندھے اُچکا کر چلنا بھی ہے اور ظاہر ہے کہ جنازے کے ساتھ یہ بھی ممکن نہیں، یا اس کا معنی بھاگنا ہے اور یہ بھی جنازہ لے کر ممکن نہیں ہے۔

۳۱۸۳۔ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى نَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنْ عُيَيْنَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَا فِي جَنَازَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ بَغْلَتَهُ وَأَهْوَى بِالسَّوْطِ۔

خالد بن حارث اور عیینہ نے یہ حدیث عبدالرحمن بن سمرہ رض کے جنازے کے سلسلے میں بیان کی اور کہا کہ: ابوبکرہ رض نے اپنی خچر کو اُن پر چڑھا دیا۔ بالکل ساتھ لے گئے۔ اور کوڑا ان پر جھکا دیا (نسائی) گویا کہ انہیں مخالفتِ سنت پر مارنا چاہتے تھے۔

۳۱۸۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ يَحْيَى الْمُجْبِرِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَأَلْنَا نَبِيَّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَشْيِ مَعَ الْجَنَازَةِ فَقَالَ مَا دُونَ الْخَبَبِ إِنْ يَكُنْ خَيْرًا تُعَجَّلْ إِلَيْهِ وَإِنْ يَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ فَبُعْدًا لِأَهْلِ النَّارِ وَالْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ وَلَا تَتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا۔

ابن مسعود رض نے کہا کہ ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: رفتار بھاگنے سے کم ہو، اگر وہ بھلا آدمی ہے تو اُسے بھلائی تک جلدی پہنچا یا جائے اور اگر اس کے علاوہ ہے تو جہنم والوں کے لیے دوری ہے۔ اور جنازہ کے پیچھے چلا جاتا ہے اور اسے پیچھے نہیں رکھا جاتا۔ اس کے ساتھ وہ لوگ نہ ہوں تو اس سے آگے جائیں (ترمذی، ابن ماجہ مختصراً۔ ترمذی نے اسے حدیث غریب کہا کہ ابن مسعود رض سے صرف اسی سند کے ساتھ مروی ہے، منذری نے اس کے راوی ابو ماجدہ یا ابو ماجد کو ایک مجہول راوی (اڑتی چڑیا) کہا ہے مدّاس مضمون پر گفتگو اوپر گزر چکی ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یحییٰ بن عبداللہ ضعیف ہے اور وہی یحییٰ الجابر ہے ابوداؤد نے کہا کہ یہ کوئی ہے اور ابو ماجدہ بصری ہے۔ ابو ماجدہ کے متعلق ابوداؤد نے کہا کہ وہ غیر معروف ہے۔

بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي عَلَى مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ

(باب: کیا امام خودکشی کرنے والے کی نماز پڑھائے؟)

۳۱۸۵. حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ نَا زُهَيْرٌ نَا سِمَاكٌ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ مَرِضَ رَجُلٌ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ جَارُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ مَاتَ قَالَ وَمَا يُدْرِيكَ فَقَالَ أَنَا رَأَيْتُهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ قَالَ فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ قَالَ فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ فَقَالَ الرَّجُلُ اللّٰهُمَّ الْعَنْهُ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ الرَّجُلُ فَرَآهُ قَدْ نَحَرَ نَفْسَهُ بِمِشْقَصٍ مَعَهُ فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ قَالَ وَمَا يُدْرِيكَ قَالَ رَأَيْتُهُ يَنْحَرُ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ مَعَهُ قَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ إِذًا لَا أُصَلِّي عَلَيْهِ۔

جابر بن سمرہ رضؓ نے کہا کہ ایک آدمی بیمار رہوا اور اس کے گھر کے لوگ بآوازِ بلند روئے یا اُسے بآوازِ بلند پکارا گیا اور وہ نہ بولا تو اُس کا ہمسایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ وہ مرگیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: تجھے کیا پتہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اُسے دیکھا ہے۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نہیں مرا۔ راوی نے کہا کہ وہ ہمسایہ واپس گیا اور اُسے پھر چیخ کر پکارا گیا، یا لوگ بآوازِ بلند اس پہ روئے۔ پس وہ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ وہ مرگیا ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نہیں مرا وہ پھر واپس گیا اور اُس شخص کو بآواز بلند پکارا گیا اور اس کی بیوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور آپؐ کو بتا دے۔ پس اس آدمی نے کہا اے اللہ اس پر لعنت کر۔ جابرؓ نے کہا کہ پھر وہ شخص گیا اور دیکھا کہ تیر کے ایک لمبے پھل کے ساتھ اُس نے خودکُشی کی تھی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپؐ کو بتایا کہ وہ مرگیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: تمہیں کیوں کر معلوم ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ ایک لمبے تیر کے پھل کے ساتھ خودکشی کرتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: کیا تو نے اسے خود دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! فرمایا تب تو میں اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھوں گا۔ (ابن ماجہ، نسائی، ترمذی)

شرح: علامہ خطابی نے کہا کہ لوگوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ اور اوزاعیؒ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں۔ اکثر فقہاء نے کہا کہ اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو نماز نہ پڑھی مگر دوسروں کو اس سے منع نہیں فرمایا۔ پس مناسب یہ ہے کہ امام اور دوسرے بڑے لوگ تو نماز نہ پڑھیں (تشدیداً و عبرۃً) اور عام لوگ پڑھیں تاکہ فرضِ کفایہ ضائع نہ ہو جائے۔ نسائی کے الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس کی نماز نہ پڑھوں گا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے پر نماز پڑھو، یعنی گو وہ فاسق و فاجر ہو۔ اور خودکشی کرنے والا کافر و مرتد نہیں ہے ہاں فاسق و فاجر ضرور ہے لہٰذا اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ حضور نے مقروض کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی اور اس سے غرض تشدید تھی۔ نیز جب تک حقوق العباد ادا نہ ہوں دعائے مغفرت اثر نہیں کرتی لہٰذا انکار فرمایا۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلٰی مَنْ قَتَلَتْهُ الْحُدُوْدُ

(حدود میں مرنے والے کی نماز جنازہ کا باب)

۳۱۸۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ عَلٰی مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ وَّلَمْ يَنْهَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ۔

اہل بصرہ کی ایک جماعت نے ابوبرزہ اسلمیؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک اسلمی رضؓ پر نماز نہیں پڑھی تھی اور نہ اس پر نماز سے منع فرمایا تھا۔ اس حدیث کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔ مسلم نے ابوسعید خدری رضؓ سے روایت کی ہے کہ: نہ آپ نے اس کے لیے استغفار کیا نہ اسے بُرا بھلا کہا۔ اور مسلم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ماعز بن مالکؓ کے لیے استغفار کرو اور لوگوں نے کہا: اللہ ماعز بن مالکؓ کو بخشے۔ بخاری نے ماعزؓ کی حدیث جابر رضؓ کی روایت سے بیان کی ہے اور اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اچھے الفاظ سے یاد کیا اور اس کی نماز پڑھائی۔ بخاری نے کہا کہ اس حدیث میں یونس اور ابن جریج زہری سے روایت کرکے یہ نہیں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے یہ حدیث معمر عن الزہری روایت کی اور اس میں ہے کہ حضورؐ نے اس پر نماز نہیں پڑھی۔ آگے کتاب الحدود میں حدیث نمبر ۴۴۳۰ اور ۴۴۳۱ میں اس مضمون پر کچھ روشنی پڑے گی۔

علامہ خطابیؒ نے کہا کہ جو شرعی حدود سے مرا ہو اس کی نماز پڑھی جاتی ہے لیکن جو رجم میں مرا ہو اس کی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ علی ابن ابی طالب سے مروی ہے کہ انہوں نے شراحہ کو رجم کرکے اس پر نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ شافعیؒ نے کہا کہ اہل قبلہ

میں سے کوئی بھی بلا صلوٰۃ نہ چھوڑا جائے نیک ہو یا بد۔ حنفیہ اور اوزاعی نے کہا کہ رجم والے کو غسل دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ مالکؒ نے کہا کہ امام نے جسے کسی حد میں قتل کیا ہو اس پر امام نماز نہ پڑھے اور اس کے گھر والے اور دوسرے لوگ چاہیں تو اس پر نماز پڑھ لیں۔ احمدؒ نے کہا کہ امام قاتل پر یا مال غنیمت میں بد دیانتی کرنے والے پر نماز نہ پڑھے۔ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ باغی یا محاربین جب قتل ہوں یا مصلوب ہوں تو ان کی نماز نہ پڑھی جائے۔ بعض اصحاب شافعیؒ نے کہا کہ تارکِ صلوٰۃ کو جب قتل کیا جائے تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے اور قتل یا قصاص میں قتل کئے جانے والوں کی نماز پڑھی جائے۔

بَابٌ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الطِّفْلِ

(طفل کی نماز جنازہ کا باب)

۳۱۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ نَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ نَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہو گیا اور وہ اٹھارہ ماہ کا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی۔

شرح:۔ علامہ خطابیؒ نے کہا کہ بعض اہل علم نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ابراہیم پر ترک صلوٰۃ کا باعث یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے باعث نماز کی قربت سے مستغنی تھا جیسے کہ شہداء فضیلت شہادت کے باعث نماز جنازہ سے مستغنی ہیں (پھر حضورؐ کی اپنی نماز جنازہ یعنی صلوٰۃ وسلام کی کیا تاویل ہے؟ آپ کی اولاد کی نماز جنازہ کی کیا تاویل ہے؟) عطاء نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم پر نماز پڑھی تھی۔ اور وہ روایت ابو داؤد نے بھی کی ہے۔ خطابی نے کہا کہ یہ اولیٰ ہے اگرچہ اتصال کے لحاظ سے حدیث عائشہؓ احسن ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اُسی دن سورج گرہن ہوا تھا جس کی نماز میں حضورؐ مصروف ہو گئے لہذا ابراہیم پر نماز کا وقت نہ ملا۔ اس حدیث کی تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ حضورؐ نے خود نماز نہیں پڑھی دوسروں نے پڑھی۔ یا یہ کہ باجماعت نہیں پڑھی۔

۳۱۸۸- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ قَالَ

سَمِعْتُ الْبَهِيَّ قَالَ لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَقَاعِدِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيِّ حَدَّثَكُمُ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ لَيْلَةً۔

وائل بن داؤد نے کہا کہ میں نے لبہیؒ (عبداللہ بن یسار مولائے مصعب بن زبیرؓ) سے سُنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ابراہیم فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام مقاعد میں اس پر نماز پڑھی (منذری ؒ نے کہا کہ بہی تابعی ہے لہذا یہ روایت مرسل ہے) ابوداؤد نے عطاء کا ایک مرسل روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم پر نماز پڑھی اور وہ ۷۰ دن کا تھا۔

شرح: بیہقی نے کہا کہ بہیؒ اور عطاء وغیرھا کے آثار اگرچہ مرسل ہیں مگر ایک دوسرے کی تائید و تقویت کرتے ہیں اور علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کو آپ کے بیٹے ابراہیم پر ثابت کیا ہے اور یہ روایات سے اولیٰ ہے۔ براءؓ عازب سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم پر نماز پڑھی تھی اور ابراہیم کی وفات ۱۲ ماہ کی عمر میں ہوئی تھی، لیکن اس کا ایک راوی جابرؓ صفی ہے جس کی حدیث لائق استدلال نہیں۔ اور منذری نے کہا ہے کہ بیہقی کا یہ مسلک کہ وہ ضعیف احادیث کے ایک دوسری کی تقویت و تائید کے قائل ہیں اس میں کلام ہے۔ لیکن اس موقع پر بیہقی نے ضعیف احادیث کے متعلق نہیں کہا بلکہ آثار کا حوالہ دیا ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ۔

(مسجد میں نماز جنازہ کا باب ۵۴)

۳۱۸۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ عَجْلَانَ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللهِ مَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سُهَيْلِ بْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن البیضاء کی نمازِ جنازہ مسجد ہی میں پڑھائی تھی (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ ان میں سے مسجد کا ذکر صرف ابن ماجہ کی حدیث میں ہے)

شرح: سہیل بن بیضاء سابقین اولین میں سے تھے، دونوں ہجرتیں کیں، جنگ بدر میں شامل تھے، سالِ وفات ۹ ہجری ہے۔ بیضاء ان کی والدہ تھی جس کا نام دعد تھا۔

۳۱۹۰۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَأَخِيهِ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دو بیٹوں، سہیل رضؓ اور اس کے بھائی پر نمازِ جنازہ مسجد ہی میں پڑھائی تھی (مسلم) سہیل رضؓ کے بھائی کا نام سہل رضؓ تھا لیکن ابو نعیم نے صفوان بتایا ہے۔

۳۱۹۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنِي صَالِحٌ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهُ۔

ابوہریرہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے اس سے کوئی کچھ ثواب نہیں۔ یا اس پر کچھ (گناہ) نہیں (ابن ماجہ۔ فلا شئی لہ اور فلا شئی علیہ روایت کے دونوں نسخے ہیں)

شرح: ابو سلیمان الخطابی نے معالم السنن میں کہا ہے کہ صالح مولی التوامۃ کو محدثین نے ضعیف کہا ہے اور وہ آخری عمر میں حدیث کو بھول چکا تھا۔ اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر نمازِ جنازہ مسجد میں ہی پڑھی گئی تھی۔ عامۃ مہاجرین و انصار موقع پر موجود تھے مگر کسی نے انکار نہ کیا۔ پس اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ فعل جائز تھا۔ اگر یہ زیرِ نظر حدیث ثابت ہو تو فلا شئی لہ کا معنیٰ نقصانِ اجر لیا جائے گا۔ اس کا سبب یہ ہے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے والا بالعموم گھر چلا جاتا ہے اور دفن میں شامل نہیں ہوتا۔ اور جو شخص باہر جاکر نمازِ جنازہ میں شامل ہو وہ دفن کے وقت بھی عموماً رہتا ہے لہٰذا اس کا اجر پورا ہو گا، بخلاف اس پہلے شخص کے کہ اسے پورا ثواب نہیں ملتا۔ اس سے قبل ایک حدیث گزر چکی ہے کہ نمازِ جنازہ میں شامل ہونے والوں کو ایک قیراط اور اس کے بعد دفن میں شامل ہونے والوں کو دو قیراط اجر ملتا ہے اور قیراط احد کی مانند ہو گا۔ اس کا باعث فاصلے کی کمی بیشی بھی ہے، مسجد میں آکر نمازِ جنازہ پڑھنے والا کم فاصلہ طے کرتا اور تھوڑے قدم اٹھاتا ہے، جنازہ گاہ میں جاکر نمازِ جنازہ پڑھنے والا زیادہ فاصلہ طے کرتا اور زیادہ قدم اٹھاتا ہے۔

جمہور کا قول پہلی دو حدیثوں ۳۱۸۹، ۳۱۹۰ کے باعث یہ ہے کہ مسجد میں ضرورت کے وقت نمازِ جنازہ جائز ہے۔ لیکن مسلم میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص فوت ہوئے تو عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا کہ اس کے جنازے کو مسجد میں

داخل کر و سعد بن ابی وقاص رضؓ کا حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے ساتھ دُور کا رشتہ بھی تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ کسی عذر مثلاً اعتکاف وغیرہ کے باعث باہر نہ جا سکتی تھیں لہٰذا دعائے برکت و مغفرت کے لیے جنازہ منگوانا چاہتی تھیں مگر صحابہ و تابعین ... نے انکار کیا جو اس بات کی دلیل تھی کہ سنت اور ثابت شدہ امر اس کے خلاف تھا۔ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ مسجد میں میت پر نماز مکروہ ہے۔ در مختار میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہے۔ کیونکہ مسجد نماز مکتوبہ کے لیے بنائی گئی ہے اور اس کے توابع مثلاً نوافل، سنن اور ذکر و تدریس کے لیے نہ کہ نماز جنازہ کے لیے۔ اور ان کا استدلال اس تیسری حدیث سے ہے کیونکہ بظاہر وہ کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ اور ابن الہمام کی تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل خلاف اولیٰ ہے۔ امام طحاوی رحؒ کی تحقیق یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پہلے جائز تھی مگر پھر منسوخ ہو گئی۔ علامہ شامی رحؒ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اندریں صورت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ کی کیا تاویل کی جائے گی جو کہ صحابہ کی موجودگی میں ہوا تھا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔ شاید اس کا منشا بھی ضرورت تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ ۵۵ الدَّفْنِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَغُرُوْبِهَا

(طلوع و غروب آفتاب کے وقت دفن کا باب)

۳۱۹۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا وَكِيعٌ نَا مُوسَى ابْنُ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ قَالَ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتّٰى تَمِيلَ وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتّٰى تَغْرُبَ أَوْ كَمَا قَالَ۔

عقبہ بن عامر نے کہا کہ تین ساعتیں ایسی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان میں نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے، جب سورج طلوع ہو حتیٰ کہ بلند ہو جائے، اور جب نصف النہار کا وقت ہو حتیٰ کہ سورج ڈھل جائے اور جبکہ سورج غروب کے لیے جھکے حتیٰ کہ غروب ہو جائے، یا جیساکہ حضورؐ نے فرمایا (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا کہ ان تین اوقات میں نماز جنازہ اور دفن میت میں اختلاف ہوا ہے۔ اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مکروہ اوقات صلوٰۃ میں نماز جنازہ بھی مکروہ ہے، یہ ابن عمر رضؓ سے مروی ہے اور یہ عطاء، نخعی، اوزاعی، ثوری، حنفیہ، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ کا قول بھی ہے۔ شافعی رحؒ کا مذہب یہ ہے کہ دن اور رات کی کسی بھی ساعت میں نماز جنازہ اور دفن میت جائز ہے۔ خطابی نے کہا کہ حدیث کی موافقت کے باعث جماعت کا قول اولیٰ ہے۔ مولانا رحؒ نے فرمایا کہ حدیث میں دفن سے

مراد نماز جنازہ ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہیں، اور نہ صرف دفن تو نا جائز نہیں ہے۔

بَابُ ۵۶ إِذَا حَضَرَ جَنَائِزُ رِجَالٍ وَنِسَاءٍ مَنْ يُقَدَّمُ

(باب ۵۶ جب مردوں اور عورتوں کا جنازہ حاضر ہو تو کسے مقدم کریں؟)

۳۱۹۳۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ صَبِيحٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمَّارٌ مَوْلَى الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ أَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَةَ أُمِّ كُلْثُومٍ وَابْنِهَا فَجُعِلَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ وَفِي الْقَوْمِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَأَبُو قَتَادَةَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالُوا هَذِهِ السُّنَّةُ۔

حارث بن نوفل کے غلام عمار نے بیان کیا کہ وہ ام کلثوم اور اس کے بیٹے کے جنازے میں حاضر تھا۔ پس لڑکے کو امام کے قریب رکھا گیا اور میں نے اس کا انکار کیا، اور لوگوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور ابو سعید خدری اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی۔ پس انہوں نے کہا کہ یہی سنت ہے (نسائی، اور صحابی جب مطلقاً سنت کا لفظ بولے تو اسے رفع کا حکم حاصل ہوتا ہے)

(شرح: منذری نے کہا کہ یہ ام کلثوم حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی بیٹی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، اور ان کا بیٹا زید الاکبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرزند تھا۔ یہ زید اور اس کی ماں ام کلثوم دونوں بیک فوت ہوئے تھے، یہ نہ معلوم ہو سکا تھا کہ کون پہلے اور کون بعد میں مرا، لہٰذا ان میں سے کسی کو دوسرے کا وارث نہ بنایا گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ زید بنی عدی کی لڑائی میں صلح کرانے گئے تھے، ایک شخص نے جو انہیں جانتا تھا انہیں زخمی کر دیا۔ وہ چند دن بیمار رہے اور ان کی والدہ ام کلثوم پہلے سے بیمار تھیں، چنانچہ ہر دو بیک وقت فوت ہو گئے۔

بَابُ ۵۷ أَيْنَ يَقُومُ الْإِمَامُ مِنَ الْمَيِّتِ إِذَا صَلَّى عَلَيْهِ

(باب ۵۷ امام جنازہ پڑھانے کہاں کھڑا ہو؟)

۳۱۹۴۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ نَافِعٍ اَبِي غَالِبٍ قَالَ كُنْتُ فِي سِكَّةِ الْمِرْبَدِ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ مَعَهَا نَاسٌ كَثِيرٌ قَالُوا جَنَازَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَتَبِعْتُهَا فَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ عَلَيْهِ كِسَاءٌ رَقِيقٌ عَلَى بُرَيْذِينَتِهِ عَلَى رَأْسِهِ خِرْقَةٌ تَقِيهِ مِنَ الشَّمْسِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا الدِّهْقَانُ قَالُوا هٰذَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَلَمَّا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ قَامَ أَنَسٌ فَصَلَّى عَلَيْهَا وَأَنَا خَلْفَهُ لَا يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَقَامَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ لَمْ يُطِلْ وَلَمْ يُسْرِعْ ثُمَّ ذَهَبَ يَقْعُدُ فَقَالُوا يَا أَبَا حَمْزَةَ الْمَرْأَةُ الْأَنْصَارِيَّةُ فَقَرَّبُوهَا وَعَلَيْهَا نَعْشٌ أَخْضَرُ فَقَامَ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا نَحْوَ صَلَاتِهِ عَلَى الرَّجُلِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يَا أَبَا حَمْزَةَ هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ كَصَلَاتِكَ يُكَبِّرُ عَلَيْهَا أَرْبَعًا وَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَعَجِيزَةِ الْمَرْأَةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا أَبَا حَمْزَةَ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ غَزَوْتُ مَعَهُ حُنَيْنًا فَخَرَجَ الْمُشْرِكُونَ فَحَمَلُوا عَلَيْنَا حَتّٰى رَأَيْنَا خَيْلَنَا وَرَاءَ ظُهُورِنَا وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ يَحْمِلُ عَلَيْنَا فَيَدُقُّنَا وَيَحْطِمُنَا فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَجَعَلَ يُجَاءُ بِهِمْ فَيُبَايِعُونَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عَلَيَّ نَذْرًا إِنْ جَاءَ اللّٰهُ بِالرَّجُلِ الَّذِي كَانَ مُنْذُ الْيَوْمِ يَحْطِمُنَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِيءَ بِالرَّجُلِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُبْتُ إِلَى اللّٰهِ فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَايِعُهُ لِيَفِيَ الْآخَرُ بِنَذْرِهِ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَتَصَدّٰى لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَأْمُرَهُ بِقَتْلِهِ وَجَعَلَ يَهَابُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْتُلَهُ

فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ لَا يَصْنَعُ شَيْئًا بَايَعَهٗ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَذْرِيْ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اُمْسِكْ عَنْهُ مُنْذُ الْيَوْمِ اِلَّا لِتُوْفِيَ بِنَذْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَوْمَضْتَ اِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيْسَ لِنَبِيٍّ اَنْ يُّوْمِضَ قَالَ اَبُوْ غَالِبٍ فَسَاَلْتُ عَنْ صَنِيْعِ اَنَسٍ فِيْ قِيَامِهٖ عَلَى الْمَرْاَةِ عِنْدَ عَجِيْزَتِهَا فَحَدَّثُوْنِيْ اَنَّهٗ اِنَّمَا كَانَ لِاَنَّهٗ لَمْ تَكُنِ النُّعُوْشُ فَكَانَ الْاِمَامُ يَقُوْمُ حِيَالَ عَجِيْزَتِهَا يَسْتُرُهَا مِنَ الْقَوْمِ۔

نافع ابو غالب نے کہا کہ میں سکتہ المربد میں تھا کہ ایک جنازہ گزرا جس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ عبداللہ بن عمرؓ کا جنازہ ہے تو میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے ایک مرد کو دیکھا جو اپنی غیر عربی گھوڑی پر سوار تھا اور اس پر ایک پتلی چادر تھی اور اس کے سر پہ ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جو اسے دھوپ سے بچاتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون دہقان (غیر عربی رئیس) ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ انس بن مالکؓ ہیں۔ پس جب جنازہ رکھا گیا تو انس اُٹھے اور اس پہ نماز پڑھائی، میں ان کے پیچھے تھا میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی۔ پس وہ اس کے سر کے قریب کھڑے ہوئے، نہ تو طول دیا اور جلدی کی۔ پھر وہ بیٹھنے لگے تو لوگوں نے کہا: اے ابو حمزہ! یہ ایک انصاری عورت کا جنازہ ہے۔ پس لوگوں نے اُسے ان کے قریب کیا تو وہ اس کے پاس کھڑے ہوئے اور اسی طرح نماز پڑھائی تھی۔ پھر بیٹھ گئے۔ پس علاء بن زیاد نے کہا کہ اے ابو حمزہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنازوں پر اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے جیسی کہ آپ نے پڑھائی ہے، چار تکبیریں کہتے تھے اور مرد کے سر کے پاس اور عورت کے سُرین کے پاس کھڑے ہوتے تھے؟ انس رضؓ نے کہا کہ ہاں! اس نے کہا: اے ابو حمزہ! کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا تھا؟ انسؓ نے کہا: ہاں! میں نے آپؐ کے ساتھ ہو کر حُنین کی جنگ لڑی تھی۔ پس مشرک نکلے اور ہم پر حملہ کیا حتی کہ میں نے اپنے گھوڑسواروں کو اپنے پیچھے دیکھا۔ اور اُس قوم میں ایک مرد تھا جو ہم پر حملہ کرتا تو ہمیں پیچھے ہٹاتا اور ہمیں ڈالتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد نے کہا کہ میرے ذمہ یہ نذر ہے کہ آج جس شخص نے ہمیں نقصان پہنچایا تھا اگر اللہ اُسے لے آئے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اُس آدمی کو (گرفتار کر کے) لایا گیا اور جب اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا یا رسول اللہ میں نے اللہ سے توبہ کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اُسے بیعت نہیں کرتے تھے تاکہ وہ دوسرا آدمی اپنی نذر پوری کرے۔ انس رضؓ نے کہا کہ وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو رہا تھا تاکہ آپ اُسے اِس کے قتل کا حکم دیں اور خود قتل کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف سے گریز کرتا تھا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ کچھ نہیں کرتا تو آپؐ نے اُس سے بیعت لے لی۔ پھر وہ دوسرا شخص بولا کہ یا رسول اللہ میری نذر کیا ہوئی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کی بیعت سے اتنی دیر اسی لئے رُکا رہا کہ تو اپنی نذر پوری

کرے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ آپ نے مجھے اشارہ (آنکھ سے) کیوں نہ کر دیا؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کسی نبی کا کام نہیں کہ آنکھ سے اشارے کرے۔ ابو غالب نے کہا کہ پھر میں نے انس رضی اللہ عنہ کے اس فعل کے بارے میں پوچھا جو وہ اُس عورت کی لاش کے سُرین کے پاس کھڑے ہوئے تھے، لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ اس لئے تھا کہ اس وقت نعش (عورت کے جسم کو چھپانے کا پردہ) نہیں ہوتی تھی اس لئے امام عورت کے سُرین کے پاس کھڑا ہوتا تھا کہ اُسے لوگوں سے چھپائے (ترمذی۔ ابن ماجہ)

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ: کسی نبی کے لئے آنکھ کا اشارہ مناسب نہیں، مطلب یہ ہے کہ آنکھ کا اشارہ اور رمز وغیرہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ آدمی کے دل میں کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور کرتا ہے۔ یہ بات پیغمبر کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے غلبے اور اظہار کے لئے بھیجا تھا تاکہ حق کا اعلان کریں، سو یہ جائز نہیں کہ پیغمبر اس کے خلاف کرے کیونکہ اس میں حق کا کتمان ہے جو دھوکا اور فریب کہلاتا ہے پیغمبر کے لیے یہ جائز نہیں کہ بظاہر تو کسی شخص کو امان دے اور بباطن اس کے قتل کا سامان کرے۔ اس حدیث میں بقولِ علامہ خطابی اس امر کی دلیل موجود ہے کہ امام کو قیدیوں کے قتل کا بھی اختیار ہے، جب کہ مصلحت اسی کی مقتضی ہو۔ لیکن اگر قیدی اسلام قبول کرے تو اس کا قتل جائز نہیں۔ جنازہ پڑھانے کے لئے امام کے مقام میں اختلاف ہوا ہے، امام احمد کے نزدیک عورت کے جسم کے وسط میں اور مرد کے سینے کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے۔ حنفیہ کے نزدیک دونوں کے سینے کے سامنے کھڑا ہو۔ جنازہ کی تکبیرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ بھی ثابت ہیں اور چار بھی، اور آخر میں آپ چار تکبیریں کہتے تھے۔ علی ابن ابی طالب اہل بدر پر چھ تکبیریں کہتے تھے، دیگر سب اصحاب پر پانچ اور باقی لوگوں پر چار۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنازے کی تکبیرات تین ہیں۔

مربد دراصل اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ اس نام کے مقام مکہ اور مدینہ میں بھی تھے اور کوفہ و بصرہ بھی یہاں پر مراد بصرہ کا مربد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس قیدی کے اعلان اسلام کے بعد بھی منتظر رہے کہ نذر ماننے والا شخص اگر چاہے تو اپنی نذر پوری کرے۔ سبب اس کا یہ تھا کہ اس کا اسلام اللہ و رسول ص کی قبولیت پر موقوف تھا۔ اگر اس سے قبل وہ شخص اسے قتل کر دیتا تو یہ ایک مشرک کا قتل ہی ہوتا۔ لیکن میرے خیال ناقص میں یہ حضور م کی خصوصیت تھی، اور کسی کا یہ حال نہیں کہ کسی کا اسلام اس کی قبولیت پر موقوف ہو۔ اسی قسم کا واقعہ عبداللہ بن ابی السرح کے از سرِ نو اسلام کے موقع پر بھی پیش آیا تھا۔ البدائع مطابق امام ابو حنیفہ کے نزدیک مرد کے جنازے پر امام اس کے وسط میں کھڑا ہو اور عورت کے جنازے پر اس کے سینے کے سامنے۔ فتویٰ حنفیہ کا اس پر ہے کہ دونوں کے جنازے پر سینے کے سامنے کھڑا ہو۔ سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ قلابہؓ کی نماز جنازہ اس کے وسط میں کھڑے ہو کر پڑھائی تھی۔ دراصل وسط اور صدر پاس پاس ہیں، امام اگر ذرا دائیں کو سرک جائے تو صدر کے قریب ہو جائے گا اور بائیں کو سرک جائے تو سرین کے پاس نظر آئے گا۔ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ عورت کے جنازے پر نعش نہ تھی لہٰذا انس رضی اللہ عنہ اس کے سرین کے پاس کھڑے ہوئے ورنہ دراصل معاملہ یہ تھا کہ وسط میں کھڑے ہوئے۔ اس حدیث کے آخر میں ایک نسخے میں یہ عبارت بھی ہے: ابو داؤد نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ: مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ

نہ کہیں، اس حدیث کے باعث اس حد تک منسوخ ہے جب کہ نذر کا ایفاء مدنظر ہو، ورنہ وہ شخص تو کہہ چکا تھا: میں تائب ہو چکا ہوں۔

۳۱۹۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلٰوةِ وَسْطَهَا

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت پر نماز پڑھی جو اپنے نفاس میں مر گئی تھی، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے اس کے وسط میں کھڑے ہوئے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) یہ عورت

بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ

(جنازے پر تکبیر کا باب)

۳۱۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ رَطْبٍ فَصَفُّوا عَلَيْهِ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا فَقُلْتُ لِلشَّعْبِيِّ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ الثِّقَةُ مَنْ شَهِدَهُ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ۔

شعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تازہ قبر پر گزرے، پس لوگوں نے اس پر صف بنائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں (اور نماز جنازہ پڑھائی) ابو اسحاق نے کہا میں نے شعبی سے پوچھا: آپ کو یہ حدیث کس نے سنائی؟ اس نے کہا کہ ثقہ شخص نے جو اس واقعہ میں موجود تھا، عبد اللہ بن عباس (بخاری اور مسلم)

شرح: مولانا نے فرمایا کہ اس حدیث سے دو مسئلے نکلتے ہیں: ایک تو قبر پر نماز پڑھنے کا اور یہ عنقریب آئے گا۔ دوسرا مسئلہ ہے عدد تکبیرات نماز جنازہ کا کہ وہ چار ہیں۔ یہ دوسرا مسئلہ ائمہ اربعہ میں متفق علیہ ہے۔ بقول شوکانی قاضی عیاض نے کہا کہ صحابہ میں اس مسئلہ میں اختلاف تھا اور تین سے لے کر نو تک ان سے ثابت ہوئی ہیں۔ اس کے بعد چار پر اجماع ہو گیا اور تمام عالم اسلام کے فقہاء اور اہل فتویٰ چار پر متفق ہو گئے کیونکہ یہ عدد صحیح احادیث

میں آچکا ہے۔ اس کے ماسوا ان کے نزدیک شاذ ہے اور فقہائے امصار میں سے ابن ابی لیلے کے سوا کوئی بھی پانچ تکبیروں کا قائل نہیں ہوا۔

۳۱۹۷۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ نَا شُعْبَةُ ح وَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى قَالَ كَانَ زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ اَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلٰى جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَاَنَّهُ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَاَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ الْمُثَنّٰى اَتْقَنُ۔

ابن ابی لیلی نے کہا کہ زید بن ارقم ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے اور انہوں نے ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں پس میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ بھی کہتے تھے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ابوداؤد نے کہا کہ مجھے ابن المثنی کی حدیث کے حفظ کا زیادہ یقین ہے (یعنی ابوالولید طیالسی اور محمد بن المثنی اس حدیث میں دونوں ابوداؤد کے استاد ہیں، مگر دوسرے کی حدیث انہیں زیادہ محفوظ ہے) ہمارے نزدیک پانچویں تکبیر حضور ﷺ نے پہلے پہلے کبھی کہی تھی مگر بعد میں منسوخ ہو گئی تھی لہذا اگر امام پانچ تکبیریں کہے گا تو اس نے منسوخ پر عمل کیا پس مقتدی اس کا اتباع نہ کریں۔ امام زفرؒ نے کہا کہ اس میں امام کی اتباع کرنے میں حرج نہیں ہے۔

بَابٌ مَا يُقْرَأُ عَلَى الْجَنَازَةِ

(باب۔ جنازے پر کیا پڑھا جائے)

۳۱۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقَالَ اِنَّهَا مِنَ السُّنَّةِ۔

طلحہ بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازے کی نماز پڑھی۔ انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ یہ سنت میں سے ہے (بخاری، ترمذی، نسائی)

شرح: علامہ علی القاری نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں قرأت ثابت نہیں ہوئی۔ علماء کا

قرأت فاتحہ میں اختلاف ہے۔ امام شافعی نے کہا کہ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے۔ ابن حزم کے نزدیک ہر تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی جائے امام ابوحنیفہ اور مالک نے کہا کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔ مالک کا قول ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قرأت ہمارے شہر (مدینہ منورہ) میں معمول بہا نہیں ہے۔ ابو جعفر طحاوی کا قول ہے کہ شاید صحابہ میں سے جس کسی نے جنازے پر سورۂ فاتحہ پڑھی وہ بطریق دعا تھی نہ کہ بطور قرأت۔ محقق ابن الہمام نے کہا ہے کہ فاتحہ کو صرف بطور ثنا پڑھا جا سکتا ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ

(میت کے لیے دعا کا باب)

۳۱۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ: جب تم میت پہ نماز پڑھو تو اس کے لیے خلوصِ قلب سے دعا کرو۔ (ابن ماجہ) کیونکہ نماز جنازہ تو دراصل ہے ہی میت کے لیے دعا کی خاطر۔

۳۲۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو نَا عَبْدُ الْوَارِثِ نَا أَبُو الْجُلَاسِ عُقْبَةُ بْنُ سَيَّارٍ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ شَمَّاخٍ قَالَ شَهِدْتُ مَرْوَانَ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ أَمَعَ الَّذِي قُلْتُ قَالَ نَعَمْ قَالَ كَلَامٌ كَانَ بَيْنَهُمَا قَبْلَ ذَلِكَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا۔

مروان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ پڑھتے ہوئے کیونکر سنا تھا؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ میں نے پہلے کہا ہے اس کے علاوہ؟ مروان نے کہا کہ ہاں۔ راوی علی بن شماخ نے کہا کہ اس سے قبل ان دونوں میں اس سلسلے میں بات چیت ہو چکی تھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (حضور یوں دعا فرماتے تھے) اے اللہ تو ہی اس کا رب ہے اور تو نے ہی اس کو پیدا کیا، اور تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی اور تو نے

ہی اس کی روح کو قبض کیا اور تو ہی اس کے باطن اور ظاہر کو پوری طرح جانتا ہے، ہم سفارشی آئے ہیں پس تو اسے بخش دے (بقول منذری نسائی نے اسے الیوم واللیلہ میں روایت کیا) ابو داؤد نے کہا کہ شعبہ نے علی بن شماخ کے نام میں غلطی کی ہے اور اس کا نام عثمان بن شماس بتایا ہے اور میں نے احمد بن ابراہیم موصلی کو احمد بن حنبل سے بات چیت کرتے سنا، موصلی نے کہا کہ یہ جب کبھی حماد بن زید کے پاس بیٹھا تو اس نے عبد الوارث اور جعفر بن سلیمان سے منع کیا۔

۳۲۰۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ نَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ۔

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو کہا اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو اور چھوٹوں کو اور بڑوں کو اور مردوں کو اور عورتوں کو اور موجود ہونے والوں کو اور غیر موجودوں کو اے اللہ جس کو تو ہم میں سے زندگی دے تو اسے ایمان پر زندہ رکھ اور جس کو تو ہم میں سے وفات دے پس اسے اسلام پر وفات دے۔ اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر (ترمذی، نسائی)

شرح: ترمذی کی روایت میں: فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ اور فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ آیا ہے اور یہی ظاہر تر اور مناسب تر ہے۔

۳۲۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ نَا الْوَلِيدُ ح وَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَنَا الْوَلِيدُ وَحَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَتَمُّ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ عَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ جَنَاحٍ۔

واثلہ رضؓ بن اسقع نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ایک مرد پر ہمیں جنازے کی نماز پڑھائی پس میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: اے اللہ فلاں بن فلاں تیرے ذمہ میں ہے پس تو اسے قبر کی آزمائش سے بچا، عبدالرحمٰن کی روایت میں ہے: وہ تیری ذمہ داری میں اور تیری ہمسائگی کے عہد میں ہے، پس اسے تو قبر کی آزمائش سے بچا اور آگ کے عذاب سے بچا اور تو وفا والا اور حق والا ہے۔ اے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما بے شک تو ہی غفور رحیم ہے۔ عبدالرحمٰن نے عن مروان بن جناح کہا (جبکہ دوسرا استاد حدثنا مروان الخ کہتا ہے (ابن ماجہ)

شرح: منذری نے کہا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ذمہ اور ذمام ایک ہی چیز ہے۔ اور وہ شخص نماز فجر پڑھتا تھا اس لیے اُسے اللہ کی ذمہ داری کے سپرد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ پچھلے پہر تک اللہ کی ذمہ داری میں ہے۔ یا ایمانی شہادت کی بنا پر اللہ کی ذمہ داری کے سپرد کیا کیونکہ ایمان شہادت کے متعلق بھی اس قسم کے الفاظ حدیث میں آئے ہیں کہ جس نے لاالٰہ الا اللہ کہا اور ہماری نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا الخ تو اس کے لیے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری ہے۔ حَبلِ جوارک سے یہ مراد ہے کہ عربوں میں راستے پر امن نہ تھے لہذا سفر پر جانے والا راستے کے سردار سے پروانہ راہداری اور عہد وپیمان لیتا تھا اور جب تک ان کی حدود میں رہتا تھا اسے امن حاصل رہتا تھا، جب اگلے قبیلے کی حدود میں جاتا تو پھر اُس کے رئیس سے پروانہ امن و عہد لیتا تھا، اسے حبلِ جوار کہتے تھے، بعض ہمسائگی کا عہد یا امن وامان اور نصرت کی ذمہ داری کا عہد۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْقَبْرِ

(قبر پر نماز کا باب)

۳۲۰۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ أَوْ رَجُلًا كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقِيلَ مَاتَ فَقَالَ أَلَا آذَنْتُمُونِي بِهِ قَالَ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیتا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مفقود پایا اور اس کے متعلق پوچھا، بتایا گیا کہ وہ مر گیا ہے۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ بتایا؟ فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ، لوگوں نے اس کی قبر دکھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی (بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ جو شخص میت کے دفن سے پہلے اس کی نماز جنازہ میں شامل نہ ہو سکا ہو اس حدیث میں اس کے لئے میت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا جواز آیا ہے۔ منذری نے کہا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ کے متعلق اختلاف ہے۔ علیؓ بن ابی طالب، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابن عمرؓ، عائشہ صدیقہؓ اور ابن مسعودؓ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ شافعی، اور احمد

اسحاق اور اوزاعی کا یہی مذہب ہے۔ نخعی، مالک اور ابو حنیفہ نے کہا کہ قبروں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ جواز کے قائلین میں مدت صلوٰۃ میں اختلاف ہے۔ الحکم نے کہا ایک ماہ تک، بعض نے کہا جب تک میت کا جسم ختم نہ ہو جائے جس کا اندازہ اس زمین سے ہوتا ہے جس میں اسے دفنایا گیا ہو اور بعض نے کہا کہ ہمیشہ تک جائز ہے۔ اور یہ قول ان کا ہے کہ مرنے والے کی موت کے وقت جو لوگ اس کے اہل صلوٰۃ تھے، یعنی اقرباء دور نزدیک، ان کے لیے جائز ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رسول ہر مومن کے ولی اور اس سے اس کی جان و اقرباء سے بھی اولیٰ تر ہے۔ اس حدیث میں حضور ؐ کی شفقت و رحمت، تواضع اور ضعفاء مسلمین کے لیے آپ کی قلبی عطوفت و رافت کا ثبوت ہے۔

مولانا ؒ نے فرمایا ہے کہ نخعی، مالک اور ابو حنیفہ ؒ کا قول یہ بھی ہے کہ اگر دفن سے قبل نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جا سکتی ہے یہ ثابت ہے کہ حضور ؐ کی یہ نماز اس شخص کے دفن کی اگلی صبح کو واقع ہوئی تھی۔ ابن حبان کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور ؐ نے فرمایا: قبریں اہل قبور پر ظلمت سے بھری رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ میری نماز کے باعث ان میں روشنی کر دیتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت تھی، حافظ ابن حجر نے ایسا ہی کہا ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ شخص لاوارث تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر لاوارث کے وارث تھے۔ وارث نے اگر نماز جنازہ نہ پڑھی ہو تو بعد میں پڑھ سکتا ہے جیسا کہ اوپر منذری کی بحث میں گزرا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ ۶۲ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُسْلِمِ یَمُوْتُ فِیْ بِلَادِ الشِّرْکِ

(مشرکوں کے ملک میں مرنے والے مسلم پر نماز کا باب)

۳۲۰۴۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعٰی لِلنَّاسِ النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ۔

ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اسی دن جس دن اس کی وفات واقع ہوئی تھی۔ اور لوگوں کو لے کر عیدگاہ کی طرف نکلے اور ان کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں کہیں (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا کہ نجاشی ایک مسلم مرد تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا تھا اور آپ کی نبوت کی تصدیق

کی تھی، مگر وہ (مصلحتاً) اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ مسلم جب مر جائے تو مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ واجب ہے۔ مگر نجاشی اہل کفر کے اندر رہتا تھا اور وہاں ایسے لوگ نہ تھے جو اس شرعی فریضہ کی ادائگی کر سکتے، پس اس کا ولی اور نبی اور سب لوگوں سے زیادہ حقدار اور اولیٰ واقرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی تھی اور اس بناء پر نماز جنازہ کے فریضہ کی ادائگی کا حق بھی آپؐ کو ہی لازم تھا۔ یہی سبب تھا جس کے باعث حضور علیہ الصلوٰت والسلام نے نجاشی پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی تھی۔ پس اس بناء پر جب کوئی مسلمان مر جائے اور اس کی نماز جنازہ وہیں پر ہو جو اس کی موت کا علاقہ تھا تو دوسرے لوگوں پر (دیگر شہروں میں) نماز جنازہ غائبانہ واجب نہیں ہے لہٰذا وہ نہ پڑھیں، کیونکہ جن کے ذمہ یہ فرض تھا انہوں نے ادا کر لیا ہے۔ اگر کسی مانع یا عُذر کے باعث نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو سنت یہ ہے کہ باہر کے لوگ نماز پڑھ لیں اور بعید مسافت کے باعث اسے ترک نہ کریں اس وقت وہ قبلہ رُخ ہو کر پڑھیں گے نہ کہ میت کے علاقے کی طرف، یعنی اگر وہ قبلہ کی جہت میں نہ ہو۔ اور بعض علماء نے غائب میت پر نماز جنازہ کو مکروہ کہا ہے، چاہے کوئی صورت بھی ہو، اور اس فعل کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت شمار کیا ہے (جیسا کہ مسجد میں جھاڑو دینے والے شخص کی قبر پر نماز کو بھی حضورؐ کی خصوصیت کہا گیا ہے)، کیونکہ آپؐ کی حیثیت غائب کی نہیں بلکہ حاضر کی تھی، کیونکہ بعض روایات میں آچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین کا اونچا نیچا برابر کر دیا گیا تھا اور آپؐ نجاشی کو سامنے دیکھ رہے تھے۔ پھر خطابی نے اس تاویل کو فاسد قرار دیا ہے۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ اس حدیث میں مُصلیٰ سے مراد عیدگاہ نہیں بلکہ بقیع الغرقد کے مقام پر جنازہ پڑھنے کی جو جگہ مخصوص تھی وہ مراد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ پر جو بے وطنی میں مدینہ سے باہر فوت یا شہید ہوئے، بعض بڑے دردناک حالات میں مارے گئے، ان میں حضورؐ کا متبنیٰ زید بن حارثہؓ، آپ کا چچازاد جعفرؓ، دربارِ نبوت کا بہادر سپاہی اور شاعر عبداللہؓ بن رواحہ بھی تھا، خبیبؓ بھی تھا جسے بڑی بے دردی سے ترسا ترسا کر صلیب پر مارا گیا، حضورؐ ان پر آنسو بہاتے رہے مگر ان میں سے کسی پر نماز نہیں پڑھی۔ پس نجاشیؓ پر نمازِ جنازہ غائبانہ بعض خصائص کی بناء پر تھی۔ ایک خصوصیت کا ذکر تو خطابی نے کر دیا ہے، کہ اس کی وفات اہل شرک میں ہوئی تھی اور وہاں اس فریضے کی ادائگی کرنے والا کوئی نہ تھا الخ علاوہ ازیں ابن حبان کی روایت میں جو عمرانؓ بن حصین سے مروی ہے واضح طور پر آیا ہے کہ حضورؐ کے سامنے نجاشیؓ کا جنازہ (بطورِ معجزہ وخصوصیت) ظاہر کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح مسند ابی عوانہ کی روایت میں بھی موجود ہے۔ حضورؐ سے نجاشیؓ کے علاوہ کسی اور پر نماز جنازہ غائبانہ ثابت نہیں ہوئی لہٰذا اسے خصوصیت ماننے بغیر چارہ نہیں ہے۔

میں یہاں پر یہ ظاہر کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ آج کل جو بات بات پر نمازِ جنازہ غائبانہ کا رواج چل نکلا ہے یہ محض "سیاسی جنازے" ہوتے ہیں جو صرف شہرت کے لیے یا سیاسی وفرقہ وارانہ اعتراض کی خاطر پڑھے جاتے ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ بعض خود غرض افراد ہر کام میں اپنی ذاتی یا جماعتی اغراض کو مدِنظر رکھتے ہیں۔ ورنہ غائبانہ نماز جنازہ کی ضرورت بھی کیا ہے؟ دعائے مغفرت ہر وقت ہر جگہ انفرادی یا اجتماعی طور پر کی جا سکتی ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ آہ! اے فرقہ باز مُلاؤ! اللہ تمہیں ہدایت دے۔

۳۲۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَنْطَلِقَ إِلَى أَرْضِ النَّجَاشِيِّ فَذَكَرَ حَدِيثَهُ قَالَ النَّجَاشِيُّ أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ وَلَوْلَا مَا أَنَا فِيهِ مِنَ الْمُلْكِ لَأَتَيْتُهُ حَتّٰى أَحْمِلَ نَعْلَيْهِ۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نجاشی کی سرزمین (حبشہ) کی طرف جائیں، پھر اس نے اپنی حدیث کا ذکر کیا۔ نجاشی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کا رسول ہے اور وہی وہ ہے جس کی بشارت عیسٰیؑ بن مریم نے دی تھی۔ اور اگر مجھ پر یہ حکومت کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں اس کے پاس جاتا حتی کہ اس کی جوتیاں اٹھاتا۔

شرح: یہ روایت محض اس لیے درج کی گئی ہے کہ نجاشیؓ کا اسلام ثابت کیا جائے۔ ابوموسیٰ اشعریؓ مہاجرین حبشہ میں سے نہیں تھے، غالباً مدینہ سے کسی خاص پیغام کے لیے یا اور کسی ضروری کام کے لیے انہیں بھیجا گیا ہوگا۔ یا انہوں نے جمع کا صیغہ بول کر اپنی ذات مراد نہیں لی بلکہ جماعت صحابہ مراد لی ہے، اور محاورات صحابہ میں یہ چیز ثابت ہے۔

بَابٌ ۶۲ فِي جَمْعِ الْمَوْتٰى فِي قَبْرٍ وَالْقَبْرُ يُعْلَمُ

(ایک قبر میں کئی مردے جمع کرنے کا اور قبر پر نشان لگانے کا باب ۶۲)

۳۲۰۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ نَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ ح وَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ نَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيلَ بِمَعْنَاهُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ الْمَدَنِيِّ عَنِ الْمُطَّلِبِ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ كَثِيرٌ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذٰلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا

عِنْدَ رَأْسِهِ وَقَالَ أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي۔

مطلب (بن عبد اللہ بن خطب تابعی) نے کہا کہ جب عثمان بن مظعون فوت ہوئے تو ان کا جنازہ باہر (بقیع کی طرف) نکالا گیا اور دفن کیا گیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کوئی پتھر لانے کا حکم دیا مگر وہ اٹھا نہ سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آستینیں چڑھائیں۔ کثیر راوی نے کہا کہ مطلب کہتا ہے: مجھے جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بتایا، اس نے کہا تھا کہ گویا حضورؐ نے جب اپنی آستینیں چڑھائیں تو اب بھی آپ کے بازوؤں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر حضورؐ نے وہ پتھر اٹھایا اور قبر کے سرہانے رکھا اور فرمایا: اس کے ساتھ میں اپنے بھائی کی قبر کو پہچانوں گا اور جو لوگ میرے اہل میں سے فوت ہوں گے انہیں یہاں دفن کروں گا۔ (بقول منذری اس کی سند میں کثیر بن زید ہے جو اسلمیوں کا آزاد کردہ غلام ہے اور متکلم فیہ ہے)

بَابٌ فِي الْحَفَّارِ يَجِدُ الْعَظْمَ هَلْ يَتَنَكَّبُ ذَلِكَ الْمَكَانَ۔

(باب گورکن اگر ہڈی پائے تو کیا اس جگہ سے پرہیز کرے)

۳۲۰۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کی ہڈی کو توڑنا اس طرح ہے جیسے زندگی میں اس کی ہڈی توڑی جائے (ابن ماجہ) الدرجات (شرح ابی داؤد) میں ہے کہ جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور قبر پر پہنچے، وہ ابھی تیار نہ تھی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے قریب بیٹھ گئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ گورکن نے ایک ہڈی نکالی جو پنڈلی تھی یا بازو کی، وہ اسے توڑنا چاہتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ مردے کی ہڈی توڑنا بھی زندہ کی ہڈی کو توڑنے کی مانند ہے، بلکہ تو اسے قبر کی ایک جانب میں دھنسا دے۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ حدیثِ عائشہؓ کا سبب کیا ہے۔

بَابٌ ۶۵ فِي اللَّحْدِ۔

(لحد کا باب ۶۵)

۳۲۰۸۔ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ نَا حَكَّامُ ابْنُ سَلْمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لحد ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے جو ہمارے علاوہ ہیں (نسائی، ترمذی، ابن ماجہ۔ ترمذی نے حدیث ابن عباس رضؓ کو حدیث غریب کہا ہے۔ ابن ماجہ نے اسے جریر بن عبداللہ بجلی کی روایت سے بھی بیان کیا ہے۔ مسلم نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث درج کی ہے کہ انہوں نے مرض الوفات میں وصیت کی تھی کہ میرے لیے لحد بنانا اور لحد کو بند کرنے کے لیے کچی اینٹیں کھڑی کر کے رکھنا جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں کیا گیا تھا)

شرح: حافظ تورپشتی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں لحد کی فضیلت آئی ہے مگر شق سے ممانعت نہیں آئی، صرف یہ فرمایا ہے کہ ہم نے لحد کو اختیار کیا ہے جب کہ ہم سے پہلی امتوں نے شق کو اختیار کیا تھا۔ ابوعبیدہ اپنی جلالت شان کے ساتھ قبر میں شق بناتے تھے۔ صحابہ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے لیے لحد والے اور شق والے دونوں کو پیغام بھجوایا تھا اور کہا تھا کہ جو پہلے آ گیا وہ اپنا کام کرے گا۔ پس لحد کھودنے والا پہلے آ گیا۔ بعض زمین کے کلر شور یا نرم و تر ہونے کے باعث مجبوراً شق نکالا جاتا ہے۔

بَابُ ۶۶ كَمْ يَدْخُلُ الْقَبْرَ۔

(باب ۶۶۔ کتنے آدمی قبر میں اتریں؟)

۳۲۰۹۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ غَسَّلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ وَالْفَضْلُ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَهُمْ اَدْخَلُوْهُ قَبْرَهٗ وَقَالَ وَحَدَّثَنِيْ مَرْحَبٌ اَوِ ابْنُ اَبِيْ مَرْحَبٍ اَنَّهُمْ اَدْخَلُوْا مَعَهُمْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَلَمَّا فَرَغَ عَلِيٌّ قَالَ اِنَّمَا يَلِي الرَّجُلَ اَهْلُهٗ۔

عامر شعبی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی رضؓ، فضل اور اسامہ بن زید رضؓ نے غسل دیا اور انہوں نے ہی آپ کو قبر میں اتارا۔ شعبی نے کہا کہ مجھ سے مرحب یا ابو مرحب نے بیان کیا (جن کا نام بقول منذری سوید بن قیس تھا) کہ انہوں نے اپنے ساتھ عبدالرحمن بن عوف (زہری) کو بھی قبر میں اتارا۔ جب علی رضؓ فارغ ہوئے تو کہا کہ آدمی کے کفن دفن کا کام اس کے گھر والوں ہی کے سپرد ہوتا ہے۔

شرح: ابومرحب رضؓ کو بعض نے صحابی کہا ہے اور بعض کے نزدیک وہ ثقہ کوفی تابعی تھے۔ ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا کہ اس حدیث کے سوا اور کہیں یہ نہیں پایا جاتا کہ عبدالرحمن بن عوف بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو قبر میں اتارا تھا۔ ابن سعد اور البدایہ میں کچھ مزید تفصیلات آئی ہیں جن سے حضورؐ کے بعض غلاموں کا اور بعض انصار کا بھی تجہیز و تکفین اور تدفین میں شامل ہونا ثابت ہے۔ ویسے شرعی مسئلہ یہی ہے کہ جیسے علی رضؓ نے فرمایا یہ کام میت کے گھر والوں کا ہوتا ہے۔

۳۲۱۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ أَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي مَرْحَبٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ نَزَلَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ أَرْبَعَةً۔

شعبی نے ابومرحب سے روایت کی کہ عبدالرحمن بن عوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں اترے تھے اس نے کہا: گویا میں اب بھی (چشم تصور میں) ان کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ چار ہیں (یعنی علی رضؓ، الفضل رضؓ، اسامہ رضؓ بن زید رضؓ، عبدالرحمن رضؓ بن عوف)

بَابُ كَيْفَ يُدْخَلُ الْمَيِّتُ قَبْرَهُ۔

(باب: میت کو اس کی قبر میں داخل کرنے کی کیفیت)

۳۲۱۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ نَا أَبِي نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ أَوْصَى الْحَارِثُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ الْقَبْرِ وَقَالَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ۔

ابواسحاق نے کہا کہ الحارث نے وصیت کی تھی کہ اس کی نماز جنازہ عبداللہ رضؓ بن یزید پڑھائے۔ پس اس نے نماز جنازہ پڑھائی پھر اسے قبر میں قبر کے پاؤں کی طرف سے داخل کیا اور کہا کہ یہ سنت میں سے ہے۔

شرح: یہ ابواسحاق سبیعی ہے اور عبداللہ رضؓ بن یزید سے مراد الخطمی ہے۔ بیہقی نے اس سند کو صحیح کہا ہے۔ اور صحابی نے جب کہا کہ یہ سنت ہے تو حدیث گویا مسند ہوگئی۔ اور یہی قول ابن عمر رضؓ اور انس بن مالک سے مروی ہے۔ شافعیؒ نے ابوالزناد، ربیعہ اور ابوالزناد سے نقل کیا ہے کہ علماء میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی پاؤں کی طرف سے لحد میں داخل کیا گیا تھا۔ بیہقی نے کہا کہ اہل حجاز میں یہی بات مشہور ہے (منذری)

حنفیہ کے نزدیک میت کو قبلہ کی طرف سے (یعنی پہلے سر کی جانب سے) داخل لحد کرنا افضل ہے اور اس کی بنیاد ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو ترمذی نے روایت کی ہے۔ اختلاف صرف افضل میں ہے۔

بَابُ ۶۸ كَيْفَ يُجْلَسُ عِنْدَ الْقَبْرِ۔

(قبر کے پاس بیٹھنے کی کیفیت کا باب)

۳۲۱۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمْ يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری مرد کے جنازے میں نکلے، پس ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی اس کی لحد نہیں بنی تھی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رُخ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گئے (نسائی، ابن ماجہ، احمد فی المسند، ابو عبداللہ الحاکم فی المستدرک)۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ ہم آپ کے گرد یوں خاموش ادب و احترام سے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر چڑیاں بیٹھی تھیں۔

بَابُ ۶۹ فِي الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ

(میت کو جب قبر میں رکھا جائے تو اس کے لیے دعاء کا باب)

۳۲۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَنَا ح وَحَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میت قبر میں رکھی جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اللہ کے نام

ساتھ اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر۔ یہ مسلم کا لفظ ہے (منذری نے کہا کہ اسے نسائی نے مسند اور موقوف دونوں طرح سے روایت کیا ہے)

بَابُ الرَّجُلِ يَمُوتُ لَهُ قَرَابَةٌ مُشْرِكٌ

(مشرک قرابتدار کی موت کا باب)

۳۲۱۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ قَالَ اذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ ثُمَّ لَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا حَتَّى تَأْتِيَنِي فَذَهَبْتُ فَوَارَيْتُهُ وَجِئْتُهُ فَأَمَرَنِي فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي۔

علیؓ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مرگیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جا اور اپنے باپ کو دفن کر، پھر کوئی اور کام کرنے سے پہلے میرے پاس آنا۔ پس میں گیا اور اُسے دفن کیا اور آپؐ کے پاس آگیا۔ پس حضورؐ نے مجھے غسل کا حکم دیا تو میں نے غسل کیا اور میرے لیے دعا فرمائی (النسائی)۔

شرح: اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ ابوطالب حالت شرک میں فوت ہوئے تھے اسی لیے حضورؐ نے اس پر نماز نہ پڑھی اور نہ حضرت علیؓ کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کو جو حضورؐ نے غسل کا حکم دیا تھا تو یہ حکم مشرک کی تجہیز و تکفین کے ساتھ خاص ہے، مزید پیچھے گزرا کہ مسلم کو نہلا کر غسل کا حکم استحبابی ہے الا عند الحاجة والضرورة

بَابٌ فِي تَعْمِيقِ الْقَبْرِ۔

(قبر کو گہرا کرنے کا باب)

۳۲۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَهُمْ عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ جَاءَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالُوا أَصَابَنَا قَرْحٌ وَجَهْدٌ فَكَيْفَ تَأْمُرُنَا قَالَ احْفِرُوا وَأَوْسِعُوا وَاجْعَلُوا الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي الْقَبْرِ قِيلَ فَأَيُّهُمْ يُقَدَّمُ قَالَ أَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا قَالَ أُصِيبَ أَبِي يَوْمَئِذٍ عَامِرٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ قَالَ وَاحِدٌ۔

ہشام بن عامرؓ نے کہا کہ انصار جنگِ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمیں زخم اور جہد و مشقت پہنچی ہے، پس آپ ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: قبریں کھودو اور انہیں کھلا کرو اور دو دو تین تین آدمی ایک قبر میں دفن کر دو۔ کہا گیا کہ ان میں سے مقدم کون کیا جائے؟ فرمایا: جو زیادہ قرآن جانتا تھا۔ ہشامؓ نے کہا کہ میرا باپ عامرؓ اسی دن شہید ہوا تھا اور اسے دو کے درمیان دفن کیا گیا یا کہا کہ ایک کے ساتھ (ترمذی، النسائی، ابن ماجہ، ترمذی نے اُسے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔

شرح: اس حدیث میں تو گہری قبر کھودنے کا حکم نہیں آیا لیکن ایک اور روایت میں یہ حکم آیا ہے کہ: وَاَعْمِقُوا (اگلی روایت) جس سے معلوم ہوا قبر کو گہرا کھودنا مسنون ہے۔ اسی بنا پر حنفیہ نے کہا ہے کہ قبر اتنی گہری ہو جو کم از کم آدمی کے سینے تک آئے ورنہ ناف تک ضرور آئے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ آدمی ایک قبر میں دفنائے جا سکتے ہیں، بلا ضرورت نہیں، بلکہ بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ ہشامؓ نے کہا: میرا باپ ایک قبر کے اندر تین میں سے تیسرا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ کو تھکا ماندہ اور زخمی ہونے کے باوجود قبریں اچھی اور گہری کھودنے کا حکم دیا جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۳۲۱۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْصَالِحٍ يَعْنِي الْاَنْطَاكِيَّ اَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ زَادَ فِيْهِ وَاَعْمِقُوْا۔

وہی اوپر کی حدیث دوسری سند کے ساتھ ہے جس میں: وَاَعْمِقُوا کا لفظ زاید ہے (یعنی گہری کھودو)

۳۲۱۷۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ نَا جَرِيْرٌ نَا حُمَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ بِهٰذَا۔

ایک اور سند کے ساتھ وہی حدیث۔

بَابٌ فِيْ تَسْوِيَةِ الْقَبْرِ

(قبر کو برابر کرنے کا باب)

۳۲۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَنَا سُفْيَانُ نَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِي الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ بَعَثَنِيْ عَلِيٌّ قَالَ اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا اَدَعَ قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتُهٗ وَلَا تِمْثَالًا

اِلَّا طَمَسْتَهٗ۔

ابو ہیاج الاسدی نے کہا کہ مجھے علی رضؓ نے (ایک مہم پر) بھیجا اور مجھ سے کہا کہ میں تجھے ایسے کام پر بھیجتا ہوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا، وہ یہ کہ میں بلند قبر نہ چھوڑوں مگر اُسے برابر کر دوں اور نہ کسی جانداروں کی تصویر یا مورتی چھوڑوں مگر اسے مٹا دوں (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: حافظ ابن القیمؒ نے کہا ہے کہ بعض آثار اس کے خلاف ملتے ہیں لیکن ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جہاں قبروں کو برابر کرنے کا حکم ہے اس سے مراد بہت اُونچی ہیں اور جہاں انہیں کوہان دار بنانے کا حکم ہے اس سے مراد زمین سے ذرا اونچی ہیں۔ مولاناؒ نے المجمع سے جمہور کا مذہب اس باب میں نقل کیا ہے جو یہی ہے کہ قبر زمانۂ جاہلیت کی مانند بہت اونچی نہ ہو اور زمین سے ذرا بلند کوہان کی مانند ہو۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کوہاندار اور زمین سے ذرا اونچی ہے۔

٣٢١٩۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَا عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَهٗ قَالَ كُنَّا عِنْدَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِرُوْدَسَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا فَاَمَرَ فَضَالَةُ بِقَبْرِهٖ فَسُوِّيَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رُوْدَسُ جَزِيْرَةٌ فِي الْبَحْرِ۔

ابو علی ہمدانی نے بیان کیا کہ ہم فضالہؓ بن عبید کے ساتھ سرزمین روم میں جزیرہ رودس میں تھے۔ پس ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا، فضالہؓ نے حکم دیا تو اس کی قبر برابر کر دی گئی۔ پھر فضالہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبریں برابر کرنے کا حکم دیتے سنا تھا (مسلم، نسائی)، ابو داؤد نے کہا کہ رودس سمندر میں ایک جزیرہ ہے (بحر ابیض متوسط میں اسکندریہ کے پاس واقع ہے)

شرح: برابر کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اسے بہت بلند نہ رہنے دیا جائے، یہ مطلب نہیں کہ اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔

٣٢٢٠۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ هَانِئٍ عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّهْ اِكْشِفِيْ لِيْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَكَشَفَتْ لِيْ عَنْ ثَلٰثَةِ قُبُوْرٍ لَا مُشْرِفَةٍ وَلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ قَالَ اَبُوْ عَلِيٍّ يُقَالُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَدَّمٌ وَاَبُوْ بَكْرٍ

عِنْدَ رَأْسِهِ وَعُمَرُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

القاسم بن محمد نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا: اے میری اماں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی رضی اللہ عنہما قبریں کھول کر دکھائیے۔ پس انہوں نے میرے سامنے تین قبریں کھولیں جو نہ زیادہ بلند تھیں اور نہ زمین سے لگی ہوئی تھیں اور ان پر عرصہ نامی مقام کی سرخ ریت بچھی ہوئی تھی ابو علی لؤلؤی نے کہا کہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہیں اور ابو بکر رضی حضور ؐ کے سر کے پاس ہیں اور عمر رضی آپ کے پاؤں کے پاس ہیں، ان کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے پاس ہے۔

شرح: القاسم سے مراد حضرت اُمّ المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا کے بھتیجے القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ امام سمہودی رحمہ نے ان تینوں قبور کی صفت میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ ابوداؤد اور الحاکم کی روایت کے مطابق ان قبور کی صورت یوں بنتی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ابو بکر رضی اللہ عنہ	

بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِلْمَيِّتِ فِي وَقْتِ الْاِنْصِرَافِ

(واپسی کے وقت قبر کے پاس میت کے لیے استغفار کا باب)

۳۲۲۱۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ ثَنَا هِشَامٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَحِيْرٍ عَنْ هَانِئٍ مَوْلَى عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَاسْأَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْأَلُ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ بَحِيْرُ بْنُ رَيْسَانَ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہو گئے تھے تو اس پر ٹھہرتے تھے پھر فرماتے کہ: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے ابو داؤد نے کہا کہ (راوی کا نام) بحیر بن ریسان ہے۔

شرح: دفن سے فارغ ہو کر دعا و استغفار للمیت کے لیے یہ حدیث دلیل ہے۔ ثابت قدمی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے صحیح جواب سمجھائے۔ اس سے قبر کے سوال اور قبر کی حیات کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ ان تمام چیزوں میں سے ہر ایک میں بہت سی احادیث مروی ہیں، بعض صحیحین میں بھی ہیں۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الذَّبْحِ عِنْدَ الْقَبْرِ

(قبر کے پاس ذبح کرنے کی کراہیت کا باب)

۳۲۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ يَعْنِي بِبَقَرَةٍ أَوْ بِشَيْءٍ۔

انس رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اسلام میں جانور کے پاؤں کاٹنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ عبد الرزاق نے کہا کہ قبر کے پاس جانوروں کا عقر (پاؤں کاٹنا) کرتے تھے، گائے ہو یا کوئی اور جانور مثلاً بھیڑ بکری۔

شرح: زمانہ جاہلیت میں سخی شخص کی قبر پر اونٹ عقر کرتے تھے، کہتے تھے کہ ہم اس کے زندگی کے افعال کی اُسے جزا دیتے ہیں، وہ زندگی میں جانور کاٹتے اور ان کا گوشت مہمانوں کو کھلاتے تھے، پس ہم درندوں اور پرندوں کے لیے اس کی قبر کے پاس جانور کاٹتے ہیں تاکہ جس طرح یہ زندگی میں لوگوں کو کھلاتا تھا، موت کے بعد بھی مخلوق کو کھلاتا رہے۔ ان کے شاعروں نے اپنے اشعار کا اس کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں سے بعض جن کا قیامت اور حشر و نشر پر یقین تھا، کہتے تھے کہ جب سواری کو اس کی قبر کے پاس معقور کیا جائے تو یہ قیامت میں سوار ہو کر اٹھے گا۔ اور جس کی قبر پر ایسا نہ کیا جائے وہ پیدل ہوگا۔ (خطابی) اس چیز کی طرف اشارہ کر کے حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ اسلام میں اس کا کوئی وجود نہیں۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ حِيْنٍ

(میت کی قبر پر کچھ عرصہ بعد نماز پڑھنے کا باب)

۳۲۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

عقبہ بن عامر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لے گئے اور شہدائے اُحد پر اس طرح نماز پڑھی جیسی کہ میت پر پڑھتے تھے اور پھر واپس آ گئے (بخاری، مسلم، نسائی) اگلی حدیث دیکھیے۔

۳۲۲۴ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ

دوسری سند کے ساتھ وہی حدیث۔ اس میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے مقتولوں پہ آٹھ سال کے بعد یوں نماز پڑھی جیسا کہ آپ زندوں اور مُردوں کو رخصت کر رہے تھے (بحوالہ سابقہ)

شرح: امام طحاوی رح نے کہا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی پس اگر یہ ثابت ہو تو یہ نماز اُس پہلے فعل کو منسوخ کرتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ شہدائے احد کی مخصوص سنت ہو کہ ان پہ اتنی مدت کے بعد ہی نماز پڑھی جانی تھی، یا یہ کہ ان پہ اتنی مدت بعد نماز جائز تھی بخلاف اوروں کے کہ ان پہ فوری طور پہ واجب (فرض کفایہ) ہے۔ اور حدیث کے یہ الفاظ کہ یہ نماز میت پہ نماز کی مانند تھی، اس تاویل کو رد کرتے ہیں کہ یہ محض دعا ہو گی۔

بَابُ الْبِنَاءِ عَلَى الْقَبْرِ

(قبر پہ تعمیر کا باب)

۳۲۲۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُقْعَدَ عَلَى الْقَبْرِ وَأَنْ يُقَصَّصَ وَيُبْنَى عَلَيْهِ۔

جابر رض کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ آپؐ نے قبر پہ بیٹھنے سے منع فرمایا اور اسے پختہ بنانے سے اور اس پہ عمارت بنانے سے منع فرمایا (مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی کی حدیث میں قبر پہ لکھنے کی ممانعت بھی ہے اور نسائی کی حدیث میں قبر پہ اضافہ کرنے کی ممانعت بھی ہے۔

شرح: علامہ خطابی نے تقصیص اور تجصیص کا ایک ہی معنی لکھا ہے، یعنی پختہ کرنا۔ قبر پہ بیٹھنے کی ممانعت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ قبر پہ بات چیت کے لئے بیٹھا جائے۔ دوسرا یہ کہ اپنے بدن میں سے کسی چیز یا کسی عضو کے ساتھ قبر کو لتاڑا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قبر پہ سہارا لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قبر والے کو دکھ نہ دے۔ علامہ علی القاری نے قعود سے مراد رفع حاجت کے لیے بیٹھنا لیا ہے یا اسی قسم کے کسی اور کام کے لئے۔ ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً قبر پہ بیٹھنا حرام ہے کیونکہ اس میں مسلم بھائی کی حق تلفی اور

اہانت ہے اور یہی معنیٰ صحیح تر ہے۔ اور قبروں پر سے گزرنا، یا قبریں ایسے طور پر بنانا کہ مثلاً درمیانی قبر تک اس کے بغیر نہ پہنچا جا سکے کہ اردگرد کی قبروں کو لتاڑا جائے یہ سب ممنوع ہے۔ اسی طرح ہر خلاف سنت فعل قبرستان میں حرام ہے۔ قبروں کی صرف زیارت اور کھڑے ہو کر دعا کرنا ہی حضورؐ سے ثابت ہے کہ آپ بقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور کھڑے ہو کر انہیں سلام کہتے اور دعا کرتے تھے۔

۳۲۲۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ عُثْمَانُ أَوْ يُزَادُ عَلَيْهِ وَزَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَوْ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ أَوْ يُزَادُ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ خَفِيَ عَلَيَّ مِنْ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ حَرْفُ وَأَنْ۔

وہی اوپر والی حدیث ایک اور سند کے ساتھ۔ عثمان راوی نے کہا کہ: قبر پر اضافہ کیا جائے اس کی بھی ممانعت فرمائی۔ سلیمان بن موسیٰ نے یہ اضافہ کیا: یا اس پر لکھا جائے۔ مسدد کی حدیث میں: یا اضافہ کیا جائے کا ذکر نہیں ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ مجھ پر مسدد کی حدیث کا ایک لفظ مخفی رہا۔ یعنی وَاَن کا لفظ۔ دیزاد علیہ نسائی میں ہے، لکھنے کی ممانعت کی حدیث ابن ماجہ میں ہے۔ سلیمان بن موسیٰ کو جابر رضؓ سے سماع نہیں ہوا پس وہ روایت منقطع ہے

۳۲۲۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: وہ اپنے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بناتے اور ان میں عبادت کرتے تھے۔ یہ بت پرستی کے مشابہ تھی لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی۔ یہ عبادت اگر اصحاب قبور کی تھی تو شرک محض تھی، اگر اللہ کی عبادت تھی تب بھی بت پرستی کی مشابہت کی بنا پر حرام تھی۔ افسوس ہے کہ بعض مسلمان بھی تاویلات کے چکر میں پڑ کر اس لعنت کے حقدار بنے اور انہوں نے اولیاء اللہ کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔ اعاذنا اللّٰہ منہ۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْقُعُودِ عَلَى الْقَبْرِ

(قبر پر بیٹھنے کی کراہیت کا باب)

۳۲۲۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا خَالِدٌ نَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کے قبر پر بیٹھ جانے کی نسبت یہ بات بہتر ہے کہ وہ ایک انگارے پر بیٹھ جائے حتی کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور وہ انگارہ اس کی کھال تک پہنچ جائے۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ) اس حدیث سے قبر پر مطلق بیٹھنے کی ممانعت ثابت ہوئی گو وہ رفع حاجت وغیرہ کے لئے نہ ہو۔

۳۲۲۹۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَنَا عِيسَى نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا۔

واثلہؓ بن الاسقع کہتے تھے کہ میں نے ابو مرثدؓ غنوی کو یہ کہتے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبروں پر مت بیٹھو۔ اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو (مسلم، نسائی، ترمذی) قبر پر بیٹھ جانے سے میت کی توہین ہوتی ہے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے اس کی ناجائز تعظیم ہوتی ہے۔ کسی مسلم سے یہ توقع تو نہیں ہو سکتی کہ وہ قبر یا صاحب قبر کی عبادت کی نیت سے ایسا کرے گا کیونکہ یہ تو کھلا ہوا شرک ہے۔ ہاں! بہ نیت تعظیم تاویل کا پردہ ڈال کر جہلا ایسا کر سکتے ہیں اور یہ بھی فعل حرام ہے جس سے صراحۃً ممانعت فرمائی گئی ہے۔

بَابُ الْمَشْيِ بَيْنَ الْقُبُورِ فِي النَّعْلِ

(جوتوں سمیت قبروں میں چلنے کا باب)

۳۲۳۰۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ نَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ السَّدُوسِيِّ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ بَشِيرٍ مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اِسْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ زَحْمُ بْنُ مَعْبَدٍ فَهَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اسْمُكَ فَقَالَ زَحْمٌ قَالَ بَلْ أَنْتَ بَشِيرٌ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أُمَاشِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَقَدْ سَبَقَ هٰؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ لَقَدْ أَدْرَكَ هٰؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا ثُمَّ حَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظْرَةٌ فَإِذَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي الْقُبُورِ عَلَيْهِ نَعْلَانِ فَقَالَ يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ وَيْحَكَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ فَنَظَرَ الرَّجُلُ فَلَمَّا عَرَفَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَعَهُمَا فَرَمَى بِهِمَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام بشیر سے روایت ہے، اور اس کا نام زمانۂ جاہلیت میں زحم بن معبد تھا، پس وہ ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا تو آپؐ نے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا کہ زحم، فرمایا: بلکہ تو بشیر ہے۔ اُس نے کہا کہ اس اثنا میں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا، آپ مشرکوں کی قبروں کے پاس گزرے تو فرمایا: انہوں نے بہت سی بھلائی کو نہیں پایا تین بار فرمایا (وہ اسے چھوڑ کر آگے چلے گئے ہیں!) پھر آپ مسلمانوں کی قبروں کے پاس گزرے تو فرمایا: انہوں نے بہت سی بھلائی کو پالیا ہے۔ اچانک آپؐ کی نظر پڑی کہ ایک آدمی جوتوں سمیت قبروں میں پھر رہا تھا۔ حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے دو صاف جوتوں والے! تیرا بھلا ہو اپنے جوتے اتار دے۔ اس آدمی نے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے جوتے اتارے اور انہیں پرے پھینک دیا (نسائی، ابن ماجہ)

شرح: علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ حدیثِ انس رضؓ سے قبور کے زائر کے لیے جوتے پہنے ہونا جائز ثابت ہوتا ہے۔ اِس حدیث میں حضورؐ نے اس شخص کو شاید متکبرانہ چال کے باعث منع فرمایا تھا کیوں کہ جس قسم کے جوتے وہ پہنے ہوئے تھا وہ اس دور میں عیش پسند انسانوں کا دستور تھا۔ اس بنا پر حضورؐ نے پسند فرمایا کہ اس کا قبروں میں داخل ہونا ازراہِ تواضع وانکساری ہونا چاہیئے تھا۔ بشیر جس کا ذکر بطور راوی حدیث میں ہے یہ بشیر بن الخصاصیہؓ ہے۔

۳۲۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ

عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اَنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ۔

انس رضؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا: بندے کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جائے اور اس کے دوست واپس چلے جائیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: یہی وہ حدیث ہے جس کا حوالہ خطابی نے دیا ہے، کہ اس سے قبروں میں جوتے پہنے ہوئے چلنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ رہا مردے کا جوتوں کی آواز سننا تو یہ اس خاص موقع کے لیے ہے کیونکہ دوسری صحیح احادیث کی رُو سے (مثلاً حدیث ۳۲۲۱ جو پیچھے گزری) اس وقت مُردے کو زندہ کر کے اس سے سوال کیا جاتا ہے، اسی لیے حضورؐ نے اس وقت اس کے لیے دعا و استغفار کا حکم دیا تھا۔ پس یہ حدیث متنازعہ فیہ مسئلہ "سماعِ موتی" سے خارج ہے۔

بَابُ ۷۹ فِيْ تَحْوِيْلِ الْمَيِّتِ مِنْ مَوْضِعِهٖ لِلْاَمْرِ يَحْدُثُ

(پیش آمدہ ضرورت کے لیے میت کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنے کا باب)

۳۲۳۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ دُفِنَ مَعَ اَبِيْ رَجُلٌ فَكَانَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ ذٰلِكَ حَاجَةٌ فَاَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مَا اَنْكَرْتُ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا شُعَرَاتٍ كُنَّ فِيْ لِحْيَتِهٖ مِمَّا يَلِي الْاَرْضَ۔

جابر رضؓ نے کہا کہ میرے باپ کے ساتھ ایک آدمی کو دفن کیا گیا تھا اور میرے دل میں اس کے متعلق بہت الجھن تھی، پس میں نے اسے چھ ماہ کے بعد نکالا اور اس سے کسی چیز کو بیگانہ نہ پایا مگر چند بال جو اس کی ڈاڑھی سے زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ (بخاری، نسائی) یعنی وہ زمین کے ساتھ لگے ہوئے بال تبدیل ہو گئے تھے باقی تمام جسم درست تھا۔

شرح: مولانا نے فرمایا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے، بظاہر یہ حدیث اس دوسری حدیث کے خلاف ہے جو عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ سے مروی ہے کہ اُسے خبر ملی تھی کہ عمرو بن الجموح انصاری اور عبداللہ بن عمروؓ انصاری (جابر رضؓ کے والد) کی قبر سیلاب کی زد میں ہے، وہ دونوں ایک قبر میں تھے۔ ان کی قبر کھودی گئی تاکہ انہیں وہاں سے کسی اور جگہ منتقل کیا جائے تو انہیں بالکل غیر متغیر پایا گیا گویا کہ ان کی وفات کل ہوئی تھی۔ جنگ اُحد میں اور ان کی قبر کے کھودے جانے میں ۴۶ سال کا فاصلہ تھا۔ ان کے ایک قبر میں ہونے سے مراد ان کی قبروں کا ساتھ ساتھ ہونا ہے کہ سیلاب نے ایک کی قبر کو پھاڑ دیا تو دونوں قبریں ایک بن گئیں۔ علامہ عینی نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن صعصعہ کی حدیث بلاغیات میں سے ہے لہٰذا جابر رضؓ کی اس متصل خبر کا

مقابلہ نہیں کر سکتی۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ ۸۰ فِي الثَّنَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

(میت کی اچھی صفات بیان کرنے کا باب۸۰)

۳۲۳۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَرُّوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ شُهَدَاءُ۔

ابوہریرہ رضؓ نے کہا کہ لوگ ایک جنازہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے تو اصحاب نے اس کی اچھی تعریف بیان کی، پس آپ صؐ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر کچھ لوگ ایک اور جنازہ لے کر گزرے تو اصحاب نے اس کی بری صفات گنوائیں، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ فرمایا: تم ایک دوسرے پر گواہ ہو (نسائی، بخاری عن انس رضؓ، مسلم، ابن ماجہ، ترمذی، النسائی عن انس رضؓ)

شرح: پہلے وَجَبَتْ سے مراد جنت اور مغفرت تھی اور دوسرے سے مُراد جہنم اور سزا تھی۔ نووی نے کہا کہ اصحاب نے اس شخص کی بُری تعریف کیوں کر کی حالانکہ بخاری کی صحیح حدیث میں اموات کو بُرا کہنے کی ممانعت موجود ہے؟ جواب یہ ہے کہ نہی غیر منافقین اور غیر کفار کے حق میں ہے اور ان کے متعلق جن کا فسق و بدعت ظاہر نہ ہو۔ لیکن منافقین و کفار اور کھلے فساق و مبتدعین کو بُرا کہنے کی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے غرض یہ ہوگی کہ ان کے طریقے سے پرہیز کیا جائے۔ علامہ علی القاری نے کہا ہے کہ مبتدع اور فاسق جن کا فسق و بدعت واضح اور ظاہر ہو ان کی برائی کی اجازت زندگی میں ہے، موت کے بعد اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ علاوہ ازیں یہ احتمال بھی ہے کہ وہ توبہ کر کے مرے ہوں یہی وجہ ہے کہ جمہور نے یزید اور حجاج جیسوں کی لعنت سے گریز کیا، اسی طرح خاص متعین بدعتیوں کا حال بھی ہے کہ انہیں بھی نام لے کر بُرا کہنا اچھا نہیں۔ نیز اس حدیث میں یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ اصحاب نے اس شخص کو بُرا کہا تھا، صرف یہ ہے کہ اُس کی کچھ بری صفات ظاہر کی تھیں۔ اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ: اپنے مردوں کو صرف بھلائی کے ساتھ یاد کرو۔ لہٰذا مذمت صرف کفار و منافقین کی جائز سمجھی جائے۔ ابن الملک نے کہا ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ ورود نہی سے پہلے کا ہو۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ: تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ: مومن زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔ اَنْتُمْ "تم" سے مراد صحابہ یا اہل ایمان ہیں۔ اس میں اصحاب کا تزکیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے اور اُس مردے کے لئے ان کی شہادت کے بعد ان کی عدالت کا اظہار کیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ

(زیارتِ قبور کا باب)

۳۲۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي تَعَالَى عَلَى أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يَأْذَنْ لِي فَاسْتَأْذَنْتُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ بِالْمَوْتِ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر پر گئے، پس روئے اور ارد گرد والوں کو بھی رلایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بلند پروردگار سے اس کے لیے استغفار کی اجازت مانگی مگر مجھے اجازت نہ ملی پھر میں نے اس کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مل گئی۔ پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہیں (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اصحابِ فترت میں سے ہیں جن کے ایمان وکفر کا سوال خارج از بحث ہے۔ سیوطی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کو ثابت کرنے میں مبالغے سے کام لیا ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ حضورؐ کے والدین کا زندہ کیا جانا اور ان کا آپ پر ایمان لانا، اس مضمون کی حدیث صحیح ہے۔ اس کی تصحیح کرنے والوں میں امام قرطبی اور حافظ ناصرالدین بھی ہیں۔ اس حدیث میں جو یہ فرمایا ہے کہ مجھے ان کے لیے استغفار کی اجازت نہیں ملی، یہ بات بالکل واضح ہے کہ استغفار کا سوال تب تھا جبکہ وہ حضورؐ کے دعوائے نبوت کے وقت زندہ ہوتے اور ایمان لاتے، اصحابِ فترت کا فیصلہ تو میدانِ قیامت پر معلق ہے لہٰذا استغفار کرنا بے کار تھا جس کے باعث اجازت نہیں ملی۔

۳۲۳۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً.

بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے روکا تھا، سو اب تم زیارت کرو کیونکہ زیارت میں موت کی یاددہانی ہے (مسلم، نسائی، ترمذی) حافظ حافظ اللہ عبدری نے کہا ہے کہ اہل علم کا مردوں کے

لیے زیارت قبور کا جواز متفق علیہ ہے، اور حافظ ابن حزم کا قول ہے کہ امر کے باعث زیارت قبور واجب ہے گو زندگی میں ایک بار ہی کیوں نہ ہو۔

بَابٌ فِي زِيَارَةِ النِّسَاءِ الْقُبُورَ

(عورتوں کی زیارت قبور کا باب ۸۲)

۳۲۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر سجدے کرنے اور دیئے جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی نے اسے حدیث حسن کہا ہے)

شرح: ترمذی نے کہا کہ بعض اہل علم کے نزدیک عورتوں کے لیے ممانعت رخصت سے پہلے تھی، جب زیارت قبور کی رخصت دی گئی تو مردوں کی طرح عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہو گئیں۔ علامہ نے کہا کہ یہی ظاہر مطلب ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک عورتوں کو خصوصی ممانعت ان کی بے صبری اور جزع فزع کے باعث ہے۔ علامہ قاری نے کہا کہ یہ بحث تاریخ پر موقوف ہے ورنہ بظاہر تو خطاب حدیث کہ "اب تم قبروں کی زیارت کرو" عام ہے۔ جس طرح پہلے نہی عام تھی اسی طرح اب اجازت بھی عام ہے۔ ابن الملک نے کہا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانے کی عورتوں کو بہرحال اجازت نہیں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارۃ القبور کے وقت کی دعا پوچھی تھی تو حضورؐ نے فرمایا: یوں کہو کہ اس دیار کے رہنے والے مسلم ایمانداروں پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور ہم خدا نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کو بھی زیارت قبور کی اجازت مل گئی تھی۔ اس طرح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ایک قبر کے پاس روتے دیکھا تو فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اور زیارت سے منع نہ فرمایا۔ اسی طرح مستدرک حاکم کی حدیث میں ہے کہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضؓ کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کیا کرتی تھیں اور اس کے پاس روتی تھیں۔ پس صحیح تر مسلک جس پر اعتماد کیا جا سکے یہ ہے کہ عورتوں کے لیے بے پردگی، تبرج، بے صبری اور ماتم و گریہ کے نہ ہونے کی شرائط کے ساتھ زیارت قبور جائز ہے، کیونکہ آخرت کی یاد جس طرح مردوں کے لیے ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔

جہاں تک قبروں کو سجدہ گاہ بنانے اور ان پر دیئے جلانے کا تعلق ہے افسوس! مسلمانوں میں یہ بیماریاں وبا کی طرح پھیل گئی ہیں اور بدعتی ملاؤں اور مشرک پیروں نے اس کی کھلی حوصلہ افزائی کی ہے۔ یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لعنت کے مستوجب ہیں جو اس حدیث میں آئی ہے۔ معاذ اللہ منہ۔

بَابُ ۸۳ مَا يَقُولُ إِذَا مَرَّ بِالْقُبُورِ

(باب: جب قبروں پر گزرے تو کیا کہے)

۳۲۳۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکلے تو فرمایا: اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو اور انشاء اللہ ہم تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: ابو سلیمان الخطابی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندوں کی مانند مردوں کو بھی سلام کہا جاتا ہے یعنی اسی طرح کہ سلام کا لفظ (جو دعا ہے) وہ ان کے اسم ضمیر پر مقدم کیا جائے نہ یہ کہ عوام کی مانند اسم کو دعا پر مقدم کیا جائے۔ اور ہر دعائے خیر میں یونہی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ۔ ہود ۷۳۔ اور جیسا کہ فرمایا: سَلَامٌ عَلَى إِلْيَاسِينَ۔ الصافات۔ ۱۳۰۔ اور جب اس کے خلاف فرمایا تو اسم ضمیر کو مقدم فرمایا: وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ۔ ص۔ ۷۸۔ اور اس حدیث میں قبرستان کو دار فرمایا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ دار کا لفظ جس طرح آباد علاقے یا آبادی پر بولا جاتا ہے اسی طرح غیر آباد اور برباد پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور یہ فرمایا کہ: وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ۔ اس میں استثناء شک و ریب کے لیے نہیں بلکہ کلام کی تحسین و زینت کے لیے ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ قبرستان میں چونکہ بعض تو سچے مومن ہوتے ہیں اور بعض منافق بھی مدفون ہوں گے لہٰذا استثناء ان منافقوں کے لیے ہے۔ بعض نے کہا کہ استثناء کا تعلق نفس موت سے نہیں بلکہ ایمان کے موت تک ساتھ ساتھ رہنے میں ہے۔

بَابُ ۸۴ كَيْفَ يُصْنَعُ بِالْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

(باب: احرام میں آنے والے کا کیا کیا جائے؟)

۳۲۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ

وَسِدْرٍ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّيْ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ خَمْسُ سُنَنٍ كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ أَيْ يُكَفَّنُ الْمَيِّتُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَاغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ أَيْ أَنَّ فِي الْغَسَلَاتِ كُلِّهَا سِدْرًا وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوْهُ طِيْبًا وَكَانَ الْكَفَنُ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ.

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جسے اس کی سواری نے گردن کے بل گرا کر گردن توڑ دی تھی اور وہ حالتِ احرام میں مرگیا تھا۔ پس فرمایا: اس کو اس کے دو کپڑوں۔ میں کفناؤ اور اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور اس کا سر مت ڈھانکو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اٹھائے گا تو یہ لبیک کہتا ہوا اٹھے گا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ابو داؤد نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے سنا کہ اس حدیث میں پانچ سنتیں ہیں: (۱) كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ، یعنی میت کو دو کپڑوں میں کفنایا جائے (۲) وَاغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ۔ یعنی بیری کے پتے سب غسلوں میں ہیں (۳) اس کا سر مت ڈھانپو (۴) اسے خوشبو مت لگاؤ (۵) کفن سارے مال میں سے تھا (اس روایت میں خوشبو کا ذکر نہیں ہے شاید مسند احمد میں ہو اور اگلی حدیث میں آرہا ہے)

۳۲۲۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَعْنٰى قَالَا نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو وَأَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ قَالَ كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ قَالَ سُلَيْمَانُ قَالَ أَيُّوْبُ ثَوْبَيْهِ وَقَالَ عَمْرٌو ثَوْبَيْنِ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ قَالَ أَيُّوْبُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَقَالَ عَمْرٌو فِيْ ثَوْبَيْهِ زَادَ سُلَيْمَانُ وَاحِدَهُ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ.

اسی حدیث کی دوسری سند۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضورؐ نے فرمایا: اسے دو کپڑوں میں کفناؤ۔ ابو داؤد نے کہا کہ سلیمان نے کہا کہ ایوب نے ثوبیہ (اس کے دو کپڑے۔ یعنی احرام کے) کہا تھا۔ اور عمرو نے ثوبین کہا۔ اور ابن عبید کی روایت میں ہے کہ ایوب نے ثوبین کا لفظ کہا اور عمرو نے ثوبیہ کہا۔ اور صرف سلیمان نے یہ اضافہ کیا کہ: اسے خوشبو مت لگاؤ۔

شرح: ثوبین اور ثوبیہ کے اختلاف سے معنیٰ یوں بدلتا ہے کہ ثوبین عام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے کفن میں کم از کم دو کپڑے ضرور ہونے چاہئیں اور ثوبیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس مُحرِم کو اس کے کپڑوں میں کفناؤ۔ گویا یہ صرف مُحرِم کے لئے تھا۔ اور اس حدیث میں خوشبو کی ممانعت بھی ہے۔

۳۲۳۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ بِمَعْنٰى سُلَيْمَانَ فِيْ ثَوْبَيْنِ.

مسدد کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسب بن سلیمان کی مانند تو بیں کا نقطہ ہے

۳۲۴۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک محرم مرد کو اس کی اونٹنی نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی اور اسے مار ڈالا۔ پس اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو حضور نے فرمایا: اسے غسل دو اور کفن دو اور اس کا سر مت ڈھانکو اور خوشبو کو اس کے قریب مت لاؤ کیونکہ یہ لبیک کہتا ہوا اٹھایا جائے گا (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: اس حدیث سے پتہ چلا کہ مرد کا احرام اس کے سر میں ہوتا ہے۔ اور محرم جب مر جائے تو خوشبو نہ لگانے میں اسے زندہ کی طرح سمجھیں گے۔ علامہ عینی نے کہا کہ اس حدیث سے شافعیہ، احمد، اسحاق اور ظاہریہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ محرم موت کے بعد بھی اپنے احرام پر ہوتا ہے لہذا اس کا سر ڈھانکنا حرام ہے اور اسے خوشبو لگانا ناجائز ہے، اور یہی قول عثمان، علی رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، عطاء، ثوری کا ہے۔ اور ابو حنیفہ اور مالک اور اوزاعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے ساتھ وہی کچھ کریں گے جو حلال (غیر محرم) سے کرتے ہیں، اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا، طاؤس رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ کیونکہ احرام ایک عبادت تھی جو شروع کی گئی تھی اور موت سے باطل ہوگئی جیسا کہ نماز روزے کا بھی یہی حکم ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب ابن آدم مر جائے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور احرام بھی اس کا عمل تھا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر اس کا احرام باقی رہتا تو اسے طواف بھی کرایا جاتا اور دوسرے مناسک حج پورے کرائے جاتے۔ اس حدیث کے متعلق یہ جواب ہے کہ یہ ایک شخص معین کے لیے ہے عام نہیں۔ اور حضور نے اس کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ قیامت کے دن اس لیے تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا کہ وہ اس وقت بھی محرم ہوگا۔ لہذا یہ دلیل اس کا حکم کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا۔ اور حضور نے اسے بیری کے پتوں سے غسل دینے کا حکم دیا تھا حالانکہ محرم کے لیے بیری کے پتوں کے ساتھ غسل جائز نہیں ہے۔ طرطوشی نے کتاب الحج میں ابو الشعثاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت درج کی ہے کہ حضور نے فرمایا: اس کا سر مت ڈھانکو اور منہ ڈھانک دو۔ عبد الرزاق نے عطاء کا ایک مرسل بیان کیا ہے کہ حضور نے فرمایا: ان کے چہرے ڈھانک دو (یعنی حالت احرام میں مرنے والوں کے)، دار قطنی نے اس مرسل کو مسند بیان کیا ہے۔ ابن القطان نے کہا کہ یہ روایت صحیح ہے اور اس کا لفظ یہ ہے: اپنے مردوں کے چہرے ڈھانک دو۔ موطا میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا واقد فوت ہوگیا اور وہ احرام میں تھا۔ ابن عمر نے کفن میں اس کا منہ اور سر ڈھانک دیا اور کہا کہ اے واقد! اگر ہم محرم نہ ہوتے تو تجھے خوشبو بھی لگاتے۔ مصنف عبد الرزاق میں جید سند سے عطاء کی روایت ہے کہ ان سے محرم مردے کے سر کو ڈھانکنے نہ ڈھانکنے کا سوال کیا گیا تو عطاء نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ڈھانکا اور دوسروں نے نہیں ڈھانکا۔ طاؤس نے کہا کہ محرم کا سر موت کے بعد چھپایا جائے گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ جب محرم مر جائے تو اس کا احرام کھل گیا۔ مجاہد نے عامر شعبی سے نقل کیا کہ محرم مر جائے تو اس کا

احرام جاتا رہا۔ ابراہیم نخعی نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ جب محرم مر جائے تو تمہارے ساتھی کا احرام جاتا رہا۔ عکرمہ نے جید سند سے اور ابن حزم نے صحیح سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ محرم میت کو خوشبو لگائی جائے اور اس کا سر ڈھانکا جائے۔ جابر (بن زید۔ ابو الشعثاء) نے ابو جعفر (الباقر) سے روایت کیا کہ محرم میت کا سر ڈھانکا جائے اور کھولا نہ جائے۔ اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جس محرم کا واقعہ آیا ہے یہ اسی کی خصوصیت تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوَّلُ كِتَابِ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

آخر کتاب الجنائز

بَابُ التَّغْلِيْظِ فِي الْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ

(اس میں ۳۲ باب اور ۸۴ حدیثیں ہیں) (باب۔ جھوٹی قسم کی شدت کے بارے میں)

۳۲۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّازُ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ مَصْبُوْرَةٍ كَاذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ بِوَجْهِهٖ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مجبوری کی جھوٹی قسم کھائی اسے چاہیئے کہ وہ اپنے چہرے کے بل اپنے جہنمی ٹھکانے میں گرے۔

شرح: خطابی نے کہا کہ یمین مصبورہ کا معنیٰ ہے وہ قسم جس کے لیے کسی کو حکماً روکا گیا ہو۔ صبر کا اصل معنی روکنا (حبس) ہے یہیں سے قتل صبر بھی ہے، یعنی باندھ کر مارنا، زبردستی قتل کر دینا جبکہ مقتول مقابلہ بھی نہ کر سکتا ہو۔ پس یمین مصبورہ وہ ہوئی جیسے کھانے والا حقیقۃً مجبور ہو۔ یمین کی صفت مصبورہ مجازاً ہے، اصل میں مصبور وہ ہے جو قسم کھائے۔ اگر کوئی آدمی قسم کھلائے بغیر از خود قسم کھائے تو مصبورہ نہ ہوگا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب حلف لازم والے کا یہ حال ہے تو از خود خوشی سے جھوٹی قسم کھانے والا کہاں گرے گا؟ یا یوں کہئے کہ کوئی شخص بھی اس قسم کی قسم کھانے کے

لئے تیار نہیں ہوتا جب تک حلف اس پر لازم نہ کر دی جائے اس لیے حلف کے ساتھ مصبورہ کی شرط لگائی گئی ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ یمین دراصل تو دائیں ہاتھ کو کہتے ہیں مگر حلف کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ حلف اٹھاتے وقت دائیں ہاتھ ملانے کا رواج تھا۔ یا اس لیے کہ دائیں ہاتھ کی شان یہ ہے کہ چیز کو محفوظ رکھے، پس حلف کو یمین کہا گیا کیونکہ قسم کھانے والا اس کی عموماً پابندی کرتا تھا نذور جمع ہے نذر کی، لغوی معنی ڈرانا ہے اور بقول راغب اصفہانی شرعی معنی یہ ہے کہ کسی امر کے پیش آجانے کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔

بَابٌ فِي مَنْ حَلَفَ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا

(اس شخص کا باب جو کسی کا مال ہتھیانے کی خاطر قسم کھائے)

۳۲۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ الْمَعْنَى قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَقَالَ الْأَشْعَثُ فِيَّ وَاللَّهِ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُودِيِّ احْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذًا يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کوئی قسم کھائی جس میں وہ جھوٹا ہے تاکہ کسی مسلمان کا مال اس کے ذریعے سے کاٹ لے تو جب وہ اللہ سے ملے گا وہ اس پر غضب ناک ہوگا۔ اشعث بن قیس کندی نے کہا کہ واللہ یہ حدیث میرے معاملے میں وارد ہوئی تھی۔ ہوا یہ کہ مجھ میں اور ایک یہودی میں ایک زمین کا معاملہ تھا پس اس نے مجھ سے انکار کیا تو میں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے یہودی سے فرمایا: قسم کھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ تب تو یہ قسم کھائے گا اور میرا مال لے جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری بے شک لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑا مول خریدتے ہیں الخ۔ آل عمران ۷۷، (بخاری، مسلم ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا کہ جھوٹی قسم کی وعید اس شخص کے لیے ہے جو اسے جھوٹی سمجھ رہا ہو اور پھر بھی حلف اٹھائے۔ اگر کوئی آدمی جس بات پر قسم کھا رہا ہے اس کے جھوٹ ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ فاجر نہیں ہوگا۔ ابن بطال نے کہا ہے کہ قرآن کی اس آیت اور اس حدیث کے باعث جمہور نے کہا ہے کہ یمین غموس میں کوئی کفارہ نہیں (کسی ماضی کے واقعہ پر جھوٹی قسم کھانا) کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر گناہ اور عقوبت کا ذکر تو فرمایا ہے لیکن کفارے کا ذکر نہیں کیا۔ اگر کفارہ ہوتا تو حضور ذکر فرماتے، جیسا کہ یمین منعقدہ (مستقبل کے متعلق قسم کھانا) کے بارے میں فرمایا ہے کہ: پس وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور جس نیک کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اسے کرے۔ ابن المنذر کے نزدیک یہ مسئلہ تقریباً اجماعی ہے۔ اور کفارہ واجب کرنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

۳۲۴۴۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا الْفِرْيَابِيُّ قَالَ نَا الْحَارِثُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي كُرْدُوسٌ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِنْ حَضْرَمَوْتَ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُو هٰذَا وَهِيَ فِي يَدِهِ قَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا وَلٰكِنْ أُحَلِّفُهُ وَاللّٰهِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهَا أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُوهُ فَتَهَيَّأَ الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِينِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْتَطِعُ أَحَدٌ مَالًا بِيَمِينٍ إِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ أَجْذَمُ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضُهُ۔

اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کندہ کے ایک آدمی اور حضر موت کے ایک شخص نے یمن کی ایک زمین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جھگڑا پیش کیا۔ حضرمی بولا: یا رسول اللہ اس کے باپ نے میری زمین غصب کر لی تھی اور وہ اس کے قبضے میں ہے۔ حضور نے فرمایا کیا تیری کوئی گواہی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، لیکن میں اسے قسم دلاتا ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ میری زمین ہے جو اس کے باپ نے مجھ سے زبردستی چھینی تھی۔ پس وہ کندی قسم کھانے کو تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی قسم کے ساتھ کسی مال کو اگر ہتھیائے تو وہ اللہ سے اسی حال میں ملے گا کہ وہ کوڑھی ہوگا۔ پس کندی بولا کہ وہ اس کی زمین ہے (یعنی وہ جھوٹی قسم کھانے سے ڈر گیا اور مدعی کا دعویٰ تسلیم کر لیا۔

۳۲۴۵۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا

غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ لِأَبِي فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِينُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي مَا حَلَفَ عَلَيْهِ لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَاكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ لَهُ فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلَى مَالٍ لِيَأْكُلَهُ ظَالِمًا لَيَلْقَيَنَّ اللهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔

وائل بن حجر حضرمی نے کہا کہ ایک مرد حضر موت سے اور ایک مرد کندہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پس حضرمی بولا کہ یا رسول اللہ یہ شخص ایک زمین کو مجھ سے زبردستی لے چکا ہے جو میرے باپ کی تھی کندی بولا کہ وہ میری زمین ہے، میرے قبضہ میں ہے، میں اُسے بوتا ہوں، اس کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ وائل نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی شہادت ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر تیرے لیے اس کی قسم ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ یہ جھوٹا شخص ہے، اسے کوئی پرواہ نہیں کہ کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اس سے صرف یہی جاننا پڑے گا۔ پس وہ آدمی چلا تاکہ (منبر پر) قسم کھائے۔ جب وہ پشت پھیر کر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی نے ظلم کے ساتھ اُس کا مال کھانے کے لیے قسم کھالی تو اللہ تعالےٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے منہ پھیرے ہوگا (مسلم، ترمذی، النسائی)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ فریقین مقدمہ میں جو تنازعہ کے وقت سخت سست باتیں ایک دوسرے کے حق میں ہو جاتی ہیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ بظاہر اگر ایک فریق نیک ہو جس سے سچ بولنے کی امید ہو اور دوسرا فاجر ہو جس سے جھوٹ کی امید ہو تو بھی مقدمہ کے فریقین ہونے کے لحاظ سے وہ برابر ہیں اور ان میں فیصلہ عدل وانصاف اور قانونِ شرع سے ہوگا۔ اور اس حدیث میں جو یہ لفظ ہیں کہ: وہ قسم کھانے کے لیے گیا۔ پھر جب وہ پیٹھ پھیر کر گیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں قسم منبر کے پاس دی جاتی تھی ورنہ اس شخص کے جانے اور پیٹھ پھیرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول گواہ ہے کہ: جس نے میرے منبر کے پاس قسم کھائی گو ایک تر مسواک کی خاطر ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ اور کندی کا یہ قول کہ: یہ میری زمین ہے اور میرے قبضے میں ہے میں اس میں زراعت کرتا ہوں، اس بات کی دلیل ہے کہ زمین پر قبضہ زراعت سے اور گھر پر سکونت سے یا اجارے پر دینے سے ہوتا ہے کہ یہ تصرّف وتدبیر کی صورتیں ہیں۔

احادیث میں باختلاف الفاظ اس قسم کے واقعات مذکور ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دراصل کئی واقعات تھے، گو اصولاً ان کی حیثیت ایک جیسی تھی۔ واقعہ اگر ایک تھا تو شاید راویوں کی تقدیم وتاخیر یا تصرف سے الفاظ مختلف ہوگئے ہوں گے

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْظِيمِ الْيَمِينِ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس قسم کی تعظیم کا باب)

۳۲۴۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نِسْطَاسٍ مِنْ آلِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِي هٰذَا عَلٰى يَمِينٍ آثِمَةٍ وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ أَخْضَرَ إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ۔

جابر بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا، اگرچہ وہ تازہ مسواک پر ہی کیوں نہ ہو۔ تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا، یا یہ فرمایا کہ اس کے لیے جہنم واجب ہو گئی (ابن ماجہ، نسائی، اوپر کی حدیث کی شرح دیکھئے۔

بَابُ الْيَمِينِ بِغَيْرِ اللَّهِ۔

(غیر اللہ کی قسم کا باب۔ معبودانِ باطل کی قسم کا باب)

۳۲۴۷۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ وَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ۔

ابوہریرہ رضی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قسم کھائی اور اپنی قسم میں کہا: لات کی قسم، تو اسے لآ الٰہ الا اللہ کہنا چاہیے۔ اور جو اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ میں تم سے جوا کھیلوں تو اسے کچھ صدقہ کرنا چاہیئے (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، صرف مسلم کی حدیث میں بِشَیْءٍ کا لفظ ہے)

شرح: مولانا رحمہ نے فرمایا کہ ممکن ہے پرانی عادت اور جاہلیت کی رسم کے مطابق اس کی زبان پر واللّات کا لفظ آ گیا ہو اور اس بت کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا ہو۔ اس صورت میں اسے کلمۂ توحید کے ساتھ تدارک کرنا چاہیئے کیونکہ یہ لفظ کفر و شرک کی صورت ہے، اگر کسی نے تعظیم کے قصد سے ایسا کہا تو یہ شرک وارتداد ہے لہٰذا اسے تجدید ایمان کرنی چاہیے دوسرے کو قمار بازی

کی دعوت دینے کا منشاء مال حاصل کرنے کا ارادہ ہے لہٰذا صدقے کا حکم دیا گیا کہ اپنا کچھ مال نکال کر اس قول کا تدارک کرے اور یہ حکم استحباب کے لیے ہے۔ نخعی، ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے کہا کہ جو شخص کہے: اگر میں فلاں کام کروں تو یہودی ہوں گا، اور پھر قسم توڑے تو اس پر کفارہ واجب ہے۔ اوزاعی، سفیان ثوری، احمد اور اسحاق کا قول بھی اسی جیسا ہے۔ مالک شافعیؒ اور ابوعبیدہ نے کہا کہ اس قسم کا کفارہ کوئی نہیں توبہ و استغفار واجب ہے۔

۳۲۴۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ نَا أَبِي نَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللهِ وَلَا تَحْلِفُوا بِاللهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ

ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپوں اور ماؤں کی قسم مت کھاؤ اور نہ باطل معبودوں کی، اور صرف اللہ کی قسم کھاؤ، اور اللہ کی قسم صرف اس وقت کھاؤ جب تم سچے ہو (یہ صرف ابن داسہ کی روایت ہے، لؤلؤی وغیرہ کی روایت میں یہ حدیث نہیں ہے)

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْحَلِفِ بِالْآبَاءِ

(آباء و اجداد کی قسم کھانے کی کراہیت کا باب)

۳۲۴۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَهُ وَهُوَ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَسْكُتْ۔

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ وہ سواروں کی ایک جماعت میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ کر ملے تو حضرت عمرؓ اس وقت اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے۔ پس حضورؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں باپوں کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، پس جسے کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: حضرت عمرؓ کی زبان سے زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق سبقت لسانی سے یہ قسم نکل گئی تھی۔

۳۲۵۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ مَعْنَاهُ إِلَى بِآبَائِكُمْ زَادَ قَالَ عُمَرُ فَوَاللَّهِ مَا حَلَفْتُ بِهَذَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنا آخر۔ اس روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ: واللہ میں نے جان بوجھ کر پھر نہ تو خود ایسی قسم کبھی کھائی اور نہ کسی کی ایسی بطور اخبار نقل کی۔

۳۲۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يَحْلِفُ لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔

ابن عمرؓ نے ایک شخص کو یوں قسم کھاتے سنا کہ: نہیں، کعبہ کی قسم (ایسا نہیں) تو ابن عمرؓ نے اُس سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا (ترمذی)، حافظ منذری نے کہا ہے کہ یہ حدیث بھی نوکوئی کی روایت میں ہے) مولانا نے فرمایا کہ اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر صرف زبان سے غیر اللہ کی قسم نکل گئی اور تعظیم غیر اللہ کی نیت نہ تھی تو صورۃً شرک ہوا۔ اگر دل سے تعظیم کے مقصد وارادہ کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائی تو یہ شرک جلی ہے۔ کعبۃ اللہ مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں سے نہیں اس لیے ابن عمرؓ نے اس پر نکیر فرمائی۔ اگر وَرَبِّ الکعبہ کہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔

۳۲۵۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ يَعْنِي فِي حَدِيثِ قِصَّةِ الْأَعْرَابِيِّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ۔

مالک بن ابی عامر نے طلحہ بن عبید اللہ سے اعرابی کی حدیث میں یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ سچا ہے تو اس کے باپ کی قسم وہ فلاح پا گیا، اگر وہ سچا ہے تو اس کے باپ کی قسم وہ جنت میں داخل ہو گیا (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر ۳۹۲)

شرح: یہ حدیث اوپر کی حدیث کے خلاف نظر آتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ یا تو نہی آنے سے پہلے کا واقعہ تھا، یا یہ یمین لغو کے طور پر تھا جو زبان پر بلا ارادہ حلف جاری ہو گئی جیسے کہ اہل عرب: عقری، حلقی وغیرہ کہا کرتے تھے۔ یا یوں کہو کہ اس میں رب کا لفظ مضمر تھا یعنی: وَرَبِّ أَبِيهِ۔ سہیل نے کہا کہ اصل لفظ واللہ تھا، اس میں تصحیف ہو گئی ہے وَأَبِيهِ ہو گیا ہے۔

(پہلے نقطے وغیرہ لگانے کا رواج نہ تھا لہذا یہ بات قرین قیاس ہے)

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْحَلْفِ بِالْاَمَانَةِ

امانت کی قسم کھانے کی کراہت کا باب نمبر ۶

۳۲۵۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا۔

بریدہ رض نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں۔

شرح: خطابی نے کہا کہ شاید اس کی ممانعت اس لیے ہے کہ قسم صرف اللہ کی ذات کی ہو سکتی ہے اور امانت ان میں سے نہیں، ہاں! وہ اللہ کے احکام و فرائض میں سے ہے۔ پس نبی کا منشا یہ ہوا کہ اس حلف میں فرائض الٰہیہ اور ذات و صفات الٰہیہ میں برابری پائی جاتی ہے۔ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا کہ: وَاَمَانَةِ اللّٰهِ، غیر اللہ کی نہیں بلکہ اللہ کی قسم ہے اور اس میں کفارہ لازم ہے۔ شافعی نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ حنفیہ کی روایات اس باب میں مختلف ہیں کہ آیا وَاَمَانَةِ اللّٰهِ حلف ہے یا نہیں۔ طحاوی نے اسے قسم نہیں مانا مگر الجامع الصغیر میں ہے کہ امانۃ اللہ جب مضاف و مضاف الیہ بولا جائے تو امانت اللہ کی صفت ہوگی اور حلف اٹھانے والا یہی سمجھ کر اس کی قسم کھائے گا۔ بہر حال یہ ایک فقہی بحث ہے اور حلف سے گریز کیا جائے۔

بَابُ الْمَعَارِيضِ فِي الْاَيْمَانِ

(قسموں میں معاریض کا باب)

۳۲۵۴ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنَا ح وَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبَّادِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهَا صَاحِبُكَ قَالَ مُسَدَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ قَالَ اَبُو دَاوُدَ هُمَا وَاحِدٌ عَبَّادُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي صَالِحٍ ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری قسم اس چیز پر ہے جس پر تیرا ساتھی تیری تصدیق کرے۔ ابوداؤد نے کہا کہ عباد بن ابی صالح اور عبداللہ بن ابی صالح ایک ہی شخصیت ہے اور مسدد نے روایت میں دونوں کا ذکر کیا ہے (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: یعنی فریق ثانی جانتا ہو کہ یہ شخص واقعی قسم کھا رہا ہے، توریہ اور تعریض سے کام نہیں لے رہا۔ توریہ کا معنی چھپانا ہے اور تعریض کا معنی ایسا کلام استعمال کرنا ہے کہ بظاہر اس کا مطلب کچھ اور ہو اور قسم کھانے والا کچھ اور مراد لے۔ راوی حدیث عباد بن ابی صالح یا عبداللہ بن صالح پر محدثین نے تنقید کی ہے۔

۳۲۵۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا إِسْرَائِيلُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ جَدَّتِهِ عَنْ أَبِيهَا سُوَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ خَرَجْنَا نُرِيدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ فَأَخَذَهُ عَدُوٌّ لَهُ فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ أَنْ يَحْلِفُوا وَحَلَفْتُ أَنَّهُ أَخِي فَخَلَّى سَبِيلَهُ فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوا أَنْ يَحْلِفُوا وَحَلَفْتُ أَنَّهُ أَخِي قَالَ صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ۔

سوید بن حنظلہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے وطن سے نکلے اور ہمارے ساتھ وائل بن حجر بھی تھا، پس اس کے ایک دشمن نے اسے پکڑ لیا۔ لوگوں نے قسم کھانے سے گریز کیا (وہ اسے گناہ سمجھتے تھے) اور میں نے قسم کھائی کہ وہ میرا بھائی ہے۔ پس اس دشمن نے اُسے چھوڑ دیا۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو میں نے آپ کو بتایا کہ لوگوں نے قسم کو گناہ جانا تھا اور میں نے قسم کھائی تھی کہ یہ میرا بھائی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے (ابن ماجہ)

شرح: منذری نے کہا کہ سوید بن حنظلہ کا اتہ پتہ نہیں بتایا گیا اور اس حدیث کے سوا اس کی اور کوئی روایت نہیں ہے۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ توریہ و تعریض کے ذریعے جھوٹ سے چھٹکارا ہو سکتا ہے اور یہ بوقت ضرورت ناجائز نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَلِفِ بِالْبَرَاءَةِ مِنْ مِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ

ملت اسلام کے علاوہ بری ہونے کی قسم کے باب نمبر ۸

۳۲۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو قِلَابَةَ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ مِلَّةِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ۔

ثابت بن الضحاکؓ نے ابوقلابہ کو بتایا کہ اُس نے (ثابت ؓ نے) درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے ملتِ اسلام کے سوا کسی اور ملت کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔ اور جس نے اپنے آپ کو کسی چیز کے ساتھ قتل کیا تو قیامت کے دن اس کو اُسی سے عذاب دیا جائے گا، اور آدمی جس چیز کا مالک نہیں اس کی نذر اُس کے ذمہ نہیں (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: یعنی اگر یوں کہے کہ: اگر میں فلاں کام کروں تو یہودی یا نصرانی ہوں گا، یا اسلام سے بری ہوں گا۔ مولانا ؒ نے قاضی عیاض کے حوالے سے بتایا ہے کہ ظاہر حدیث کا منشا تو یہ ہے کہ ایسے شخص کے اسلام میں خلل آجائے اور وہ شخص قسم کے مطابق غیر مسلم ہی ہو جائے۔ اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ قسم توڑنے کی صورت میں وہ ایسا ہو گا۔ بریدہ کی روایت میں ہے کہ ایسی قسم کھانے والا اسلام کی طرف سالم نہیں لوٹے گا بشرطیکہ دل سے قسم کھا رہا ہو۔ اور مراد اس سے شاید تہدید اور مبالغۂ وعید ہے، نہ یہ کہ وہ واقعی غیر مسلم ہو چکا ہے۔ جیسے حضورؐ کا قول ہے: جس نے نماز ترک کی اس نے کفر کیا، اس میں بھی تہدید و تشدید مراد ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس قسم کا کلام شرعاً حلف ہو گا یا نہیں؟ نخعی، اوزاعی، ثوری، اصحاب ابی حنیفہ، احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ یہ یمین ہے اور توڑنے سے کفارہ واجب ہے۔ مالک، شافعی اور ابو عبید نے کہا کہ یہ حلف نہیں مگر ایسا کہنے والا سچ کہے یا جھوٹ بہر صورت گناہ گار ہو گا۔ صاحب ہدایہؒ نے کہا کہ مباح کو حرام کرنا از روئے قرآن حلف ہے: اے نبی جو چیز اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے اسے حرام کیوں کرتے ہو، اور آگے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی قسموں کو توڑنا فرض کیا ہے۔ پس اسی طرح سے یہ صورت جو حدیث میں ہے یہ بھی حلف ہے۔

۳۲۵۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ نَا حُسَيْنٌ يَعْنِي ابْنَ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ اِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا۔

بریدہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قسم کھائی اور کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں، پس اگر وہ قسم جھوٹی تھی تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور اگر وہ سچا تھا تو وہ اسلام کی طرف صحیح و سالم کبھی نہ لوٹے گا۔ (نسائی، ابن ماجہ یہ حدیث لؤلؤی کی روایت میں نہیں ہے)

شرح: یعنی جب وہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو اسلام سے بری ہوں، اور وہ واقعی جھوٹا تھا تو اسلام سے برأت کی وجہ سے وہ واقعی بری ہوگیا۔ بصورت دیگر اگر وہ قسم میں سچا تھا تو بھی اس لفظ میں چونکہ استخفاف اور توہین پائی جاتی ہے لہٰذا وہ کفر کی طرف مائل ہو ہی گیا۔ گویا ہر دو صورت میں وہ صحیح اور پختہ مسلمان نہیں رہا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

بَابُ الرَّجُلِ يَحْلِفُ أَنْ لَا يَتَأَدَّمَ

(اس شخص کا باب جو سالن نہ کھانے کی قسم کھائے)

۳۲۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى نَا يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ تَمْرَةً عَلَى كِسْرَةٍ فَقَالَ هٰذِهِ إِدَامُ هٰذِهِ۔

یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے روٹی کے ایک ٹکڑے پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا: یہ اس کا سالن ہے (ترمذی) اس حدیث کے راوی یحیی بن العلاء پر محدثین نے شدید تنقید کی ہے احمد بن حنبل نے اسے کذاب اور واضع حدیث تک کہا ہے۔ نسائی اور دار قطنی نے متروک الحدیث کہا ہے۔

۳۲۵۹۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ نَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ الْأَعْوَرِ عَنْ يُوسُفَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ مِثْلَهُ

دوسری سند سے وہی حدیث جو اوپر گذری (مطلب ابو داؤد کا یہ ہے کہ اگر کسی نے سالن نہ کھانے کی قسم کھائی ہو تو اس میں کھجور بھی داخل ہے اور اس قسم کی اور چیزیں بھی جن کے ساتھ روٹی کھائی جاتی ہے)

بَابُ الْاِسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ

(قسم میں استثناء کا باب)

۳۲۶۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَقَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدِ اسْتَثْنٰى۔

ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات کہی کہ: جس شخص نے کسی بات پر قسم کھائی اور ان شاء اللہ کہا تو اس نے استثناء کیا (یعنی اس سے وہ حانث نہیں ہوتا، یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔ ترمذی، نسائی۔ نسائی کے لفظ یہ ہیں کہ اس صورت میں وہ چاہے تو قسم پوری کرے اور چاہے تو توڑ دے، کچھ نہیں ہوگا۔ ترمذی نے ابوہریرہ رضہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: جس نے حلف میں ان شاء اللہ کہا تو اس کی قسم نہ لوٹے گی۔ یعنی استثناء سے قسم منعقد نہیں ہوتی، کیونکہ اس صورت جزم وعقد نہیں ہے)

۳۲۶۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَمُسَدَّدٌ وَهٰذَا حَدِيثُهُ قَالَا نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنٰى فَإِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قسم کھائی اور استثناء کیا، پس اگر چاہے تو رجوع کرلے اور اگر چاہے تو ترک کرے (یعنی رجوع نہ کرے) وہ حانث نہیں ہوتا (یہ حدیث ابن العبد اور ابن داسہ کی روایت ہے، لؤلؤی نے اسے روایت نہیں کیا)

شرح: خطابی نے کہا کہ استثناء کا معنیٰ یہ ہے کہ زبان سے استثناء کرے نہ کہ دل سے۔ اوپر حدیث نمبر ۳۲۶۰ میں بھی فَقَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کا لفظ ہے اور اس زیر نظر حدیث میں ابوداؤد کی روایت کے علاوہ: فَقَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کا لفظ موجود ہے۔ اس میں ہر وہ قسم داخل ہے جو طلاق یا عتاق وغیرہ کی ہو کیونکہ الفاظ عام ہیں۔ اس میں کسی کا بھی اختلاف ہے کہ انہوں نے ان دو چیزوں میں استثناء کو لغو ٹھہرایا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي يَمِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَتْ

(باب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کیسی ہوتی تھی؟)

۳۲۶۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَكْثَرُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ بِهٰذَا الْيَمِينِ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یوں قسم کھاتے تھے: نہیں، دلوں کو پھیرنے والے کی قسم! (بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ مقلب القلوب اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔

۳۲۶۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا وَكِيعٌ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ عَاصِمٍ

بْنِ شُمَيْخٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِيْنِ قَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بڑی تاکید سے قسم کھاتے تو یوں فرماتے: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابو القاسم کی جان ہے (ابن ماجہ) اس حدیث کا راوی عاصم بن شمیخ مجہول ہے۔

۳۲۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ رِزْمَةَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ يَقُوْلُ لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللهَ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھاتے تو یوں فرماتے تھے: نہیں، اور میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں (ابن ماجہ) یہ قول بظاہر حلف نہیں ہے بلکہ صرف اس کی صورت قسم کی ہے۔ یا یوں کہیئے کہ اس میں وَاللہ کا لفظ محذوف ہے، سو اس صورت میں یہ حلف ہوگی)

۳۲۶۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ الْحِزَامِيُّ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَيَّاشٍ السَّمْعِيُّ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاجِبِ بْنِ عَامِرِ بْنِ الْمُنْتَفِقِ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمِّهٖ لَقِيْطِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَلْهَمٌ وَحَدَّثَنِيْهِ اَيْضًا الْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيْطٍ اَنَّ لَقِيْطَ بْنَ عَامِرٍ خَرَجَ وَافِدًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقِيْطٌ فَقَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيْثًا فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَمْرُ اِلٰهِكَ۔

لقیط بن عاصم رضی اللہ عنہ بطور وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا۔ اس نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے، پھر اس نے ایک طویل حدیث بیان کی جس میں یہ لفظ بھی تھے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے معبود کی زندگی کی قسم۔ (اس میں اللہ تعالیٰ کی حیات کی قسم ہے اور الحیّ القیوم اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ لقیط بن عاصم رضی اللہ عنہ شاید لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ ہے جو لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ کہلاتا تھا۔

بَابُ ۱۲ الْحِنْثِ إِذَا كَانَ خَيْرًا

۳۲۶۶۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَمَّادٌ نَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي وَاللَّهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ أَوْ قَالَ إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَّرْتُ يَمِينِي۔

ابو موسیٰ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں واللہ اگر اللہ نے چاہا تو کوئی قسم نہ کھاؤں گا پھر اس کے غیر کو اُس سے بہتر دیکھوں گا مگر اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں گا اور اس بہتر چیز کو اختیار کر لوں گا۔ یا یہ فرمایا کہ: مگر میں وہ بہتر کام کر لوں گا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں گا۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ۔ مسلم اور نسائی نے آخری فقرہ روایت نہیں کیا) گفتگو آگے آتی ہے۔

۳۲۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ وَمَنْصُورٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ إِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ يَمِينَكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ يُرَخِّصُ فِيهَا الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحِنْثِ۔

عبدالرحمٰن بن سمرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! جب تو کسی چیز کی قسم کھائے پھر اس کے علاوہ دوسری چیز کو اس سے بہتر دیکھے تو تو اُس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی) ابوداؤد نے کہا کہ میں نے احمد سے سُنا کہ وہ اس میں حنث سے پہلے کفارہ ادا کرنے کی رخصت دیتے تھے۔ بحث آگے آتی ہے۔

۳۲۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ نَحْوَهُ قَالَ فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ ثُمَّ ائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَحَادِيثُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ رُوِيَ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْكَفَّارَةُ

قَبْلَ الْحِنْثِ وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْحِنْثَ قَبْلَ الْكَفَّارَةِ۔

دوسری سند کے ساتھ اوپر کی حدیث کی مانند۔ اس میں عبدالرحمٰن بن سمرہ رضؓ نے حضورؐ کا یہ قول نقل کیا کہ: بس تو اپنی قسم کا کفارہ دے پھر وہ کام کرے جو بہتر ہو۔ ابوداؤدؒ نے کہا کہ ابوموسیٰ اشعری رضؓ کی حدیث، عدی بن حاتم رضؓ کی حدیث اور ابوہریرہ رضؓ کی حدیث، اس باب میں ان میں سے ہر ایک سے کفارہ ادا کرنے سے قبل حنث کا ذکر ہے اور بعض روایتوں میں کفارہ حنث سے پہلے ہے۔

شرح: کفارہ کی ادائگی کا باعث حنث (قسم توڑنا) ہے، جب تک حنث نہ ہو کفارہ واجب نہیں ہوتا، یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔ علامہ خطابی نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کر کے کہا کہ اس میں کفارے کو حنث پر مقدم کرنے کے جواز کی دلیل ہے دلیکن یہ استدلال تب تام ہوگا جب کہ فَ کو ترتیب و تعقیب کے لیے مانا جائے، اور نہ دوسری احادیث میں اس کے خلاف ثابت ہے جیسا کہ ابوداؤدؒ نے صراحت کی ہے) خطابی نے اسے اکثر اہل علم کا قول بتایا ہے اور کہا ہے کہ یہ ابن عمر رضؓ، ابن عباس رضؓ اور عائشہ رضؓ سے مروی ہے، اور یہی حسن بصری اور ابن سیرین کا مذہب ہے اور مالک، اوزاعی، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق نے اسی کو اختیار کیا ہے مگر شافعی نے کہا ہے کہ حنث سے قبل اگر کوئی صوم سے کفارہ دے تو جائز نہیں اور طعام سے دے تو جائز ہے۔ اور اصحاب شافعی کی دلیل اس پر یہ ہے کہ صیام اطعام پر مرتب ہوا ہے لہٰذا جب تک اہل ہے نائب کی طرف نہیں جائیں گے، جیسے کہ تیمم پانی پر مرتب ہے جب تک پانی موجود ہو گا تیمم جائز نہیں۔ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا کہ حنث سے قبل کفارہ کسی طرح بھی کافی نہیں کیونکہ کفارہ حنث سے آتا ہے نہ کہ نفس یمین سے۔

محدث علی القاری نے کہا ہے کہ جب حنث بہتر ہو تو اس حدیث کی رو سے اس کا استحباب ثابت ہوتا ہے، جیسے کہ مثلاً ایک آدمی اپنے والدین کے ساتھ کلام نہ کرنے کی قسم کھاتا ہے تو حنث بہتر ہے کیونکہ اس قسم میں قطع رحمی ہے۔ البدائع میں ہے کہ یمین منعقدہ میں وجوب کفارہ کا وقت وہ ہے جبکہ حنث پایا جائے اس سے قبل عامۃ علماء کے نزدیک واجب نہیں۔ اور ایک قوم نے کہا کہ یمین کے پائے جانے سے ہی کفارہ واجب ہو جاتا ہے (لیکن اس پر میرا سوال یہ ہے کہ حنث نہ ہونے کی صورت میں اس کا وجوب کدھر چلا گیا؟) اور ان کا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لیکن اللہ تم سے تمہاری پختہ منعقدہ قسموں کا مواخذہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ ہے تمہاری قسموں کا کفارہ جبکہ تم قسم کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بس اس کا کفارہ یعنی تمہاری منعقد قسموں کا کفارہ یہ ہے الخ اور اس بنا پر کفارے کو کفارۂ قسم کہا جاتا ہے۔ اور حدیث کے ساتھ ان کا استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنث سے قبل ہی کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اور اس حدیث میں کفارے کو یمین کی طرف منسوب کیا گیا ہے نہ کہ حنث کی طرف، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفارے کا باعث یمین ہے نہ کہ حنث۔ اور استثناء کو وعدے میں لازم کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کسی چیز کے متعلق یہ مت کہو کہ میں کل اسے کروں گا مگر یہ کہ انشاء اللہ کہہ لو۔ سو جب کسی شخص نے استثناء کے بغیر پختہ قسم کھائی تو وہ گنہگار ہو گیا لہٰذا کفارہ واجب ہے، تاکہ یہ گناہ دُور ہو سکے۔

حنفیہ کا استدلال یہ ہے کہ واجب ہونے والی چیز کفارہ ہے جو برائیوں کے لیے ہوتا ہے اور قسم کھانا گناہ کا کام نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر قسم کھائی تھی اور اسی طرح سابق انبیاء نے بھی مثلاً ابراہیم، برادران یوسفؑ، ایوبؑ کی قسموں کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اگر صرف قسم ہی گناہ تھی تو یہ سب معصوم پیغمبر خدانخواستہ گمراہ ثابت ہوئے۔ اس سے

ثابت ہوا کہ صرف قسم ہی کفارے کا باعث نہیں بلکہ حنث ہے۔ اور حضورؐ نے حسب ضرورت قسم کھانے کی اجازت دی ہے، جیسے قسم کھائی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے۔ اگر قسم گناہ ہے اور باعث کفارہ تو حضورؐ سے اس کی اجازت سمجھ میں نہیں آتی۔ کفارہ دراصل اس بات پہ ہے کہ ایک آدمی نے اللہ کی قسم کھا کر گویا اللہ سے عہد کیا ہے، اب اگر وہ عہد پورا نہیں کرتا تو عہد شکنی کا مرتکب ہوتا ہے لہٰذا اسے اس عہد شکنی کا کفارہ دینا چاہیئے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ حلف میں استثناء نہ کرنا گناہ ہے، سوان انبیاء ورسل نے استثناء نہیں کیا تو کیا معاذ اللہ یہ سب گنہگار ہو گئے تھے؟ اور آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں کے انعقاد اور ان کی وفاء کی محافظت پر تم سے مواخذہ کریگا اور جب تم نے وفا نہ کی اور قسم پوری نہ کی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ..... الخ اسی طرح دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ: جب تم قسم کھاؤ اور اس کی محافظت نہ کرو، تو اس کا کفارہ یہ ہے الخ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے: وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ یعنی انہیں پورا کرو۔ حج اور عمرہ کے سلسلے میں فرمایا ہے: پس جو تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو فدیہ دے الخ یعنی سر منڈوا دینے پر فدیہ دے نہ کہ صرف مرض اور سر کی تکلیف پر۔ اس طرح فرمایا: اگر تمہیں گھیر لیا جائے (حج اور عمرہ نہ کرنے دیا جائے) تو جو قربانی میسر ہو دو۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ احصار کے بعد جب تم نے احرام کھول دیا تو یہ فدیہ ہے۔

جہاں تک حدیث کا سوال ہے بقول ابی داؤد واکثر روایات میں کفارہ حنث کے بعد ہے، صرف بعض میں کفارہ کا ذکر پہلے آیا ہے۔ اگر کفارہ صرف قسم کے ساتھ واجب ہو جاتا تو حضورؐ یہ فرماتے کہ: جس نے قسم کھائی وہ کفارہ ادا کرے۔ اور جس چیز پہ قسم کھائی اس کا ذکر نہ فرماتے، پس یہ تمام روایات بھی یہی بتاتی ہیں کہ کفارہ کا باعث حنث ہے صرف قسم نہیں۔

بَاب ۱۳ فِي الْقَسَمِ هَلْ يَكُونُ يَمِينًا

(باب ۱۳۔ کیا قسم یمین ہوتی ہے)

۳۲۶۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَقْسَمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ۔

ابن عباس رض سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دلائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: قسم مت دلاؤ (یہ تعبیر خواب کے سلسلہ میں ہوا تھا) مطلب یہ ہے کہ قسم، حلف، یمین سب ایک ہیں، صرف لفظی فرق ہے قسم اگر حلف نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ: قسم مت دلاؤ۔

۳۲۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ يَحْيَى

كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَرَى اللَّيْلَةَ فَذَكَرَ رُؤْيَا فَعَبَّرَهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَاَخْطَأْتَ بَعْضًا فَقَالَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ لَتُحَدِّثَنِّيْ مَا الَّذِيْ اَخْطَأْتُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ۔

ابن عباس رضؓ نے کہا کہ ابوہریرہؓ بیان کرتے تھے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا: آج میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ...... الخ پھر اس نے خواب بیان کیا، پس حضرت ابوبکر رضؓ نے اس کی تعبیر کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کچھ درست کہا اور کچھ غلطی کی۔ پس ابوبکر رضؓ نے کہا: یا رسول اللہ میرا باپ آپ پہ قربان، میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ فرمایئے میں نے کیا غلطی کی ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: قسم مت دلاؤ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، بعض نے ابوہریرہ رضؓ کا ذکر کیا ہے اور بعض نے نہیں،

شرح: اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضؓ کے الفاظ اَقْسَمْتُ علیک کو حضورؐ نے حلف ہی سمجھا تھا، اسی لیے فرمایا کہ قسم مت دلاؤ۔ لغتِ عرب میں اس قسم میں باللہ کا لفظ محذوف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ۔ یعنی وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ اسی طرح اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ کو اللہ تعالیٰ نے قسم قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا: اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَکُمْ جُنَّۃً اور اسی طرح: اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّھَا کو بھی اللہ تعالیٰ نے حلف قرار دیا ہے حالانکہ اس میں باللہ کا لفظ نہیں ہے۔

۳۲۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا لَمْ يَذْكُرِ الْقَسَمَ زَادَ فِيْهِ وَلَمْ يُخْبِرْهُ۔

ابن عباس رضؓ نے بلا واسطہ ابی ہریرہ رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی اوپر والی حدیث روایت کی اور اس میں قسم کا ذکر نہیں اور یہ اضافہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ بتایا۔

بَابٌ ۱۴ فِي الْحَلْفِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا

(جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کا باب)

۳۲۷۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَا حَمَّادٌ نَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّالِبَ الْبَيِّنَةَ فَلَمْ تَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ فَاسْتَحْلَفَ الْمَطْلُوبَ فَحَلَفَ بِاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَى قَدْ فَعَلْتَ وَلَكِنْ غُفِرَ لَكَ بِإِخْلَاصِ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ يُرَادُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْكَفَّارَةِ ۔

ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے اپنا تنازعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے گواہ طلب کئے مگر اس کا کوئی گواہ نہ تھا، پھر حضورؐ نے مدعا علیہ کو حلف دلایا پس اس نے قسم کھائی: اسی اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تو نے قسم کھائی ہے لیکن اللہ نے تجھے لآ الٰہ الا اللہ کو اخلاص کے ساتھ کہنے کے باعث بخش دیا ہے (نسائی) حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ تو نے گزشتہ بات پر جھوٹی قسم کھائی ہے، یہ یمین غموس تھی جس میں کفارہ تو نہیں البتہ گناہ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن کلمۂ توحید کے اخلاص کے باعث گناہ معاف ہو گیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ حضورؐ نے اسے کفارے کا حکم نہ دیا۔

شرح: یمین غموس میں کفارہ تو نہیں تھا مگر وہ گناہِ کبیرہ تو ضرور تھی، پھر حضورؐ نے یہ کیونکر فرمادیا کہ کلمۂ توحید کو مخلصانہ طور پر کہنے کے باعث تیرا گناہ بخش گیا ہے؟ درانحالیکہ گناہ کبیرہ کی بخشش کے لیے تو توبہ شرط ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کلمۂ توحید کو خلوص کے ساتھ کہنے میں ندامت پائی جاتی تھی جو توبہ کی قائم مقام ہے۔ یا یہ کہیئے کہ جھوٹی قسم کا گناہ جب ہوا تو لا الٰہ الاّ اللہ کہہ کر اس شخص نے تجدیدِ ایمان کر لی اور اس تجدیدِ ایمان کے باعث گناہ کبیرہ کی معافی مل گئی۔ ابوداؤد نے جو کچھ کہا ہے اس میں کچھ غموض ہے۔ یہ یمین غموس تھی جس میں کفارہ نہیں ہوتا۔

بَابٌ ۱۵ كَمِ الصَّاعُ فِي الْكَفَّارَةِ

(باب۔ کفارے میں کتنے صاع ہیں)

۳۲۷۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَرْمَلَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبٍ بِنْتِ ذُؤَيْبِ بْنِ قَيْسٍ الْمُزَنِيَّةِ وَكَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَسْلَمَ ثُمَّ كَانَتْ تَحْتَ

ابْنِ أَخٍ لِصَفِيَّةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ حَرْمَلَةَ فَوَهَبَتْ لَنَا أُمُّ حَبِيبٍ صَاعًا حَدَّثَتْنَا عَنِ ابْنِ أَخِي صَفِيَّةَ عَنْ صَفِيَّةَ أَنَّهُ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَسٌ فَجَرَّبْتُهُ فَوَجَدْتُهُ مُدَّيْنِ وَنِصْفًا بِمُدِّ هِشَامٍ۔

ابن حرملہ نے کہا کہ ہمیں ام حبیب رض بنت ذؤیب نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ صفیہ رض کے ایک بھتیجے کی بیوی تھیں، ہمیں ایک صاع دیا اور حضرت صفیہ رض کے بھتیجے (اپنے خاوند) سے اور اس نے حضرت صفیہ رض سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع تھا۔ انس بن عیاض راویٔ حدیث نے کہا کہ میں نے اس صاع کو ناپا تول یا کہا کہ میں نے اس کا اندازہ کیا، تو میں نے اُسے ہشام بن عبدالملک کے مُد کے حساب سے ۲½ مُد پایا۔ (صاع اور مُد کی تحقیق کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے)

بَابٌ ۱۶ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ

(باب ۱۶۔ مومن لونڈی غلام کے متعلق)

۳۲۷۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَارِيَةٌ لِي صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَفَلَا أُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِي بِهَا قَالَ فَجِئْتُ بِهَا قَالَ أَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ قَالَ فَمَنْ أَنَا قَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔

معاویہ بن الحکم سلمی نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری ایک لونڈی ہے میں نے اسے ایک زور کا چانٹا مارا ہے۔ پس یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گزری تو میں نے کہا کہ کیا میں اُسے آزاد کر دوں؟ آپ ؐ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ معاویہ رض نے کہا کہ میں اسے حضور ؐ کے پاس لے گیا۔ آپ ؐ نے فرمایا: اللہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا: آسمان میں۔ فرمایا: میں کون ہوں؟ وہ بولی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کر دو کیوں کہ یہ مومن ہے (مسلم، نسائی، موطا)

شرح: یہ چانٹا مارنے کا کوئی معین شرعی کفارہ نہیں تھا بلکہ بطور ندب و استحباب تھا، لہٰذا اس سے یہ استدلال نہیں

کیا جا سکتا کہ کفارات میں مومن غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے۔ علامہ خطابی نے اس سے یہی استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال تام نہیں کیونکہ یہ وجوبی کفارہ نہیں تھا۔ ویسے علماء کا کفارہ میں اختلاف ہے کہ آیا مومن لونڈی غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ مالک، اوزاعی، شافعی اور ابو عبید کے نزدیک ان تمام کفارات میں لونڈی غلام کا مومن ہونا شرط ہے۔ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ کفارۂ قتل میں اللہ تعالیٰ نے رقبۂ مومنہ کی شرط قرآن میں لگا دی ہے، اس کے علاوہ ہر کفارے میں صرف رقبہ کا لفظ ہے لہٰذا غیر مومن کو آزاد کرنا بھی کافی ہے، اور یہی مذہب عطاء کا ہے۔ حضورؐ نے اُس لونڈی کی عقل کے مطابق ہی اس سے سوال فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ آسمان سے مراد علو و رفعت ہے نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے معاذ اللہ جسم کے ساتھ آسمان پر تشریف فرما ہے۔ عوام کی طرف سے شرع نے اجمالی ایمان کو کافی سمجھا ہے۔

۳۲۷۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الشَّرِيدِ أَنَّ أُمَّهُ أَوْصَتْهُ أَنْ يُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي أَوْصَتْ أَنْ أُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً وَعِنْدِي جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ نُوبِيَّةٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَرْسَلَهُ لَمْ يَذْكُرِ الشَّرِيدَ۔

الشریدؓ (بن سوید ثقفی) سے روایت ہے کہ ان کی ماں نے انہیں وصیت کی تھی کہ اُس کی طرف سے ایک مومن جان کو آزاد کریں۔ پس شرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! میری ماں نے وصیت کی تھی کہ میں اس کی طرف سے ایک مومن جان کو آزاد کر دوں اور میرے پاس ایک کالی نُوبی (سُوڈانی) لونڈی ہے، پھر اُس نے اوپر کی حدیث کی مانند بیان کیا (نسائی)، اس حدیث نے متنازعہ فیہ مسئلے کا فیصلہ کر دیا کہ مومن لونڈی کو ماں کی وصیت کے مطابق آزاد کیا گیا تھا نہ کہ کسی کفارے میں۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اس سے پوچھا تھا: تیرا رب کون ہے؟ تو اس نے کہا تھا: اللہ۔ پھر حضورؐ نے اپنے متعلق پوچھا اور اُس نے آپ کی رسالت کا احترام کیا۔ آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دو (یعنی ماں کی وصیت میں)، کیونکہ یہ مومن ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ خالد بن عبد اللہ نے اس حدیث کو مرسل بیان کیا ہے۔ شریدؓ کا ذکر نہیں کیا۔

۳۲۷۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزَجَانِيُّ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَقَالَ لَهَا أَيْنَ اللهُ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ بِإِصْبَعِهَا... نَعْنِي أَنْتَ

رَسُولُ اللّٰہِ فَقَالَ اَعْتِقْہَا فَاِنَّہَا مُؤْمِنَۃٌ ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کالی لونڈی کو لایا اور بولا: یا رسول اللہ میرے ذمہ ایک مومن گردن (کی آزادی) ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے اپنی انگلی کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس سے فرمایا: میں کون ہوں؟ پس اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور آسمان کی طرف اشارہ کیا، اس کی مراد یہ تھی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پس حضور نے فرمایا: اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ مومن ہے (اس حدیث میں بھی یہ وضاحت نہیں کہ اُس لونڈی کو کون سے کفارے میں یا مال کی وصیت میں آزاد کرایا گیا تھا)

بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّذْرِ

(نذر کی کراہیت کا باب)

۳۲۷۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مُرَّةَ الْهَمْدَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ النَّذْرِ وَيَقُولُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نذر سے منع کرنے لگے اور فرماتے تھے کہ وہ کسی چیز کو رد نہیں کرتی، صرف اتنی بات ہے کہ اس کے ذریعے سے بخیل سے کچھ نکالا جاتا ہے (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: یعنی اس عقیدے کے ساتھ نذر ماننا کہ اس سے تقدیر الٰہی بدل جائے گی، اس کی ممانعت ہے۔ لوگ نفع حاصل کرنے کی اور مضرت دور کرنے کی نذر مانتے تھے اور یہ بخیلوں کی عادت ہے کہ ذاتی اغراض کے لیے نذر کو استعمال کرتے تھے۔ لیکن جب کوئی آدمی خلوص نیت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نذر کرے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر کی تھی تو یہ ممنوع نہیں ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ نذر جب معصیت کی نہ ہو تو سب مسلمانوں کا اس کے واجب ہونے پر اجماع ہے۔ حضور کا یہ قول کہ: نذر سے بخیل کا کچھ مال نکالا جاتا ہے، بتاتا ہے کہ جب نذر مانے گا تو مال کا نکالنا واجب ہو گا پس اس حدیث کا معنی یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی نذر مانے تو وہ لازم نہ ہو گی۔ مراد یہ ہے کہ نذر کے معاملے کی تاکید کی جائے اور اس میں سہل انگاری سے ڈرایا جائے۔ یعنی نذر بذات خود معصیت نہیں ہے۔ صرف یہ عقیدہ غلط ہے کہ نذر کی وجہ سے نفع وضرر کے بارے میں قضاء و قدر تبدیل ہو جاتی ہے۔

۳۲۷۸۔ حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ قَالَ قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِيْنٍ وَاَنَا شَاهِدٌ اَخْبَرَكُمُ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

هُرمزَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَأْتِيْ ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ الْقَدَرَ بِمَا لَمْ اَكُنْ قَدَّرْتُهُ وَلٰكِنْ يُلْقِيْهِ النَّذْرُ الْقَدَرَ قَدَّرْتُهُ لٰكِنْ يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ يُؤْتِيْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ يُؤْتِيْ مِنْ قَبْلُ۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو چیز میں نے مقدر نہیں کی اسے نذر ابن آدم کے لیے نہیں لاسکتی اور نہ نذر اسے تبدیل کرسکتی ہے۔ تقدیر وہ ہے جسے میں نے مقدر کیا۔ اس کے ساتھ بخیل سے کچھ نکلوایا جاتا ہے اور جو کچھ اس سے پہلے نہیں کروایا جاتا تھا وہ نذر سے کروایا جاتا ہے (بخاری، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی) یہ حدیث ابوالحسن ابن العبد کی روایت والے نسخے میں ہے۔

بَابُ النَّذْرِ فِي الْمَعْصِيَةِ

(معصیت کی نذر کا باب)

۳۲۷۹۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاَيْلِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو کوئی اللہ کی اطاعت کی نذر کرے تو وہ اللہ کی اطاعت ضرور کرے اور جو اس کی نافرمانی کی نذر کرے پس وہ اس کی نافرمانی نہ کرے (بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ معصیت کی نذر لازم نہیں اور اس کے ایفاء کی ممانعت ہے بشافعی اور مالک کا یہ مذہب ہے کہ اس میں کفارہ واجب نہیں۔ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری نے کہا ہے کہ جب کوئی معصیت کی نذر کرے تو اس کا ایفاء تو جائز نہیں مگر کفارہ واجب ہوگیا اور کفارہ وہی قسم کا کفارہ ہے اور ان کا استدلال اگلی حدیث زہری کے ساتھ ہے۔

۳۲۸۰۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ نَا وُهَيْبٌ نَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فِي الشَّمْسِ فَسَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا هٰذَا اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ وَلَا

يَقْعُدُ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُومَ قَالَ مُرُوهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس اثناء میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اچانک آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا جو دھوپ میں کھڑا تھا، آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ ابو اسرائیل ہے جس نے نذر کی ہے کہ کھڑا رہیگا نہیں بیٹھے گا، سائے میں نہیں جائے گا، کلام نہ کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے حکم دو (یعنی آپ کی طرف سے حکم دو) کہ وہ کلام کرے، سائے میں ہو جائے اور بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے (بخاری، ابن ماجہ)

شرح: منذری نے اس حدیث کی ابن ماجہ والی سند پر تنقید کی ہے اور اسے غیر قوی کہا ہے۔ ابو اسرائیل کا نام قیصر تھا اور صحابہ میں کوئی اور شخص اس نام اور کنیت کا نہیں۔ اس کا ذکر فقط اس حدیث میں آیا ہے۔ ابو القاسم بغوی نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا نام قشیر بتایا ہے۔ ابن عبد البرؒ نے اس کا نام بُسَیر بتایا ہے۔ خطیب نے اس روایت کو درج کیا ہے تو ابو اسرائیل کو قریشی (بنی عامر بن لوی سے) بتایا ہے، اس کی نذر معصیت اور طاعت دونوں پر مشتمل تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طاعت کی نذر پورا کرنے (روزہ رکھنے) اور معصیت کی نذر کو ترک کرنے (دیگر اشیائے نذر) کا حکم دیا، کیونکہ ان چیزوں کا کوئی فائدہ نہ تھا محض تکلف اور تکلیف مالایطاق اور بدن کو دکھ دینے والی باتیں تھیں۔ ان میں سے کسی میں بھی قرب الٰہی کی صورت نہ تھی۔ اس امت سے تکلیف مالایطاق اور اصار و اغلال کو دُور کر دیا گیا ہے۔ ایسی نذر کا نہ ایفاء واجب ہے اور نہ اس کے ترک سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ جہلاء میں جو یہ مشہور ہے کہ فلاں بزرگ اتنے سال تک کنویں میں اُلٹا لٹکا رہا۔ یا اس نے اک ٹنگا ہو کر پانی میں کھڑے ہو کر عبادت کی وغیرہ وغیرہ یہ سب افسانے ہیں، ان میں سے اگر کوئی بات بالفرض درست ہو تو خلاف شرع ہے۔ جو واقعی بزرگ ہو وہ خلافِ شرع کام نہیں کرتا۔

بَابُ ١٩ مَنْ رَأَى عَلَيْهِ كَفَّارَةً إِذَا كَانَ فِي مَعْصِيَةٍ

(باب ۱۹۔ معصیت کی نذر میں جنہوں نے کہا کہ کفارہ ہے)

۱۳۲۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو مَعْمَرٍ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ شَبُّوَيْهِ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ الزُّهْرِيَّ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ أَبُو

دَاوُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ اَفْسَدُوْا عَلَيْنَا هٰذَا الْحَدِيْثَ قِيْلَ لَهٗ وَصَحَّ اِفْسَادُهٗ عِنْدَكَ وَهَلْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ اَمْثَلَ مِنْهُ يَعْنِيْ اَيُّوْبَ بْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ وَقَدْ رَوَاهُ اَيُّوْبُ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معصیت میں کوئی نذر نہیں اور اس کا کفارہ قسم کے کفارے جیسا ہے (ترمذی نے روایت کر کے اسے غیر صحیح کہا ہے کیونکہ زہری نے اسے ابو سلمہ سے نہیں سُنا دوسرے محدثین نے کہا کہ زہری کا اسناد اس میں سلیمان بن ارقم ہے جو متروک ہے) ابوداؤد نے کہا کہ میں نے احمد بن شبویہ سے سُنا، اس نے کہا کہ ابن المبارک، اس حدیث، حدیث ابی سلمہ میں کلام کیا جس سے یہ پتہ چلا کہ زہری نے اسے ابو سلمہ سے نہیں سُنا۔ ابوداؤد نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے سُنا۔ انھوں نے یہ حدیث ہم پر فاسد کر دی۔ احمد سے کہا گیا کہ کیا آپ کے نزدیک اس کا افساد صحیح ہے اور کیا ابن ابی اُویس کے سوا کسی اور نے اسے روایت کیا ہے (احمد نے کہا کہ نہیں) اس نے کہا کہ نہیں) اس نے کہا کہ ایوب بن سلیمان بن بلال اُس سے بہتر تھا اور ایوب نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

شرح: احمد بن حنبلؒ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے کا احتمال ہے کیونکہ ایوب جو ابن ابی اویس سے بہتر تھا اس نے یہ حدیث ابن ابی اویس سے روایت کی ہے۔ ابن ابی اویس میں محدثین کا اختلاف ہے اور ایوب بن سلیمان کی ثقاہت سب کے نزدیک مسلّم ہے، اور جب ایوب جیسے آدمی نے یہ روایت ابن ابی اویس سے کی اور اس روایت کی تائید ہو گئی۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ قاعدۂ محدثین کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ کا جواب درست نہیں معلوم ہوتا۔ بہت سے ثقہ اپنے غیر ثقہ اساتذہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حدیث غیر مسلّم ہی رہتی ہے۔ دوسری طرف زہری جیسے جلیل القدر عالم اور محدث پر اس حدیث میں تدلیس کا الزام لگایا گیا ہے حالانکہ نسائی کی روایت میں زہری حدثنا کے لفظ سے ابو سلمہ سے روایت کرتا ہے جس سے کہ تدلیس کا شائبہ دور ہو جاتا ہے۔

اب رہا حدیث کا مطلب، سو علامہ سندھی نے نسائی کے حاشیئے میں کہا ہے کہ حضورؐ کا یہ قول کہ: اس کا کفارہ یمین کا کفارہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی نذر منعقد ہو جاتی ہے مگر حنث واجب ہے اور جب حنث واجب ہوا تو کفارہ واجب ہو گیا۔ یہی مذہب ہے ابو حنیفہ کا۔ فتح الودود میں ہے کہ حدیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ نذر گو معصیت ہے مگر منعقد ہو جاتی ہے اور اس کی وفاء لازم نہیں بلکہ کفارہ ہے۔ اور بعض صحیح روایات میں ہے کہ: معصیت نذر کا ایفاء واجب (بلکہ جائز) نہیں ہے۔ اس سے بھی اس مطلب کی تائید ہوتی ۔

۳۲۸۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمَعْنَاهُ وَاِسْنَادِهٖ لٰكِنْ رَوَاهُ اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ اُوَيْسٍ هٰذَا وَكَانَ اَيُّوْبُ اَمْثَلَ مِنَ ابْنِ اَبِيْ اُوَيْسٍ ۔

اوپر والی ابن شہاب کی روایت اُسی معنی میں اور ابن شہاب کی سند کے ساتھ۔

٣٢٨٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ نَا اَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَبِي اُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنِ ابْنِ اَبِي عَتِيقٍ وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ يَحْيَى بْنَ اَبِي كَثِيرٍ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ اِنَّمَا الْحَدِيثُ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ اَرْقَمَ وَهِمَ فِيهِ وَحَمَلَهُ عَنْهُ الزُّهْرِيُّ وَاَرْسَلَهُ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ -

ایوب بن سلیمان عن ابی بکر بن ابی اویس کی سند سے وہی اوپر کی حدیث۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: معصیت میں کوئی نذر نہیں (یعنی جائز نہیں) اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے (ترمذی) احمد بن محمد المروزی نے کہا کہ حدیث تو دراصل علی بن المبارک کی ہے ..... یحییٰ بن ابی کثیر... محمد الزبیر..... عن ابیہ عن عمران رض بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مروزی کا مطلب یہ ہے کہ سلیمان بن ارقم نے اس حدیث میں وہم کیا ہے اور وہی زہری نے اس سے لے لیا اور اسے ابوسلمہ سے مرسل روایت کیا عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ابوداؤد نے کہا کہ بقیہؒ نے اوزاعی سے اس نے یحییٰ سے اس نے محمد بن زبیر سے علی بن المبارک کی سند کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے۔

شرح: اوپر گزر چکا ہے کہ زہری کی روایت صرف سلیمان بن ارقم سے نہیں جو متروک ہے، بلکہ نسائی کی روایت میں زہری کی روایت حدثنا ابوسلمہ کے لفظ سے ہے جس میں شائبہ تدلیس نہیں ہے اور اس سند میں سلیمان بن ارقم بھی نہیں ہے۔ زہریؒ کی جلالتِ شان اور عظمتِ قدر کے باوجود ان بزرگ لوگوں نے اس پر جو تنقید کی ہے وہ افسوسناک ہے، زہری محدثین کا باوا آدم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی گزشتہ گفتگو سے تو یہ پتہ چلا کہ یہ حدیث اپنے اندر جان رکھتی ہے۔

٣٢٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ قَالَ اَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زَحْرٍ اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُخْتٍ لَهُ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ فَقَالَ

مُرُوْهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلِتَرْكَبْ وَلِتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔

عقبہ بن عامر نے بتایا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ایک بہن کے متعلق سوال کیا جس نے نذر کی تھی کہ ننگے پاؤں، ننگے سر حج کرے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسے حکم دو کہ وہ سر ڈھانکے اور سوار ہو جائے اور تین دن کے روزے رکھے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے گو اس کے ایک راوی ابن زحر پر بقولِ منذری بعض محدثین نے تنقید کی ہے)

شرح: یہ حدیث جو بقولِ ترمذی حسن صحیح ہے، حدیث زہری عن ابی سلمہ (گذشتہ حدیث) کی تائید کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حکم دیا کہ نذرِ معصیت کا ایفا نہ کرے مگر کفارے تین روزے رکھ لے جو قسم کا کفارہ ہے۔ بعینہٖ یہی حنفیہ کا مذہب ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ حضورؐ نے اس عورت کو پردے کا حکم دیا کیونکہ عورتیں پردے پر مامور ہیں۔ جہاں تک ننگے پاؤں کی نذر کا تعلق ہے، سو پیدل چلنے کی نذر اس وقت صحیح ہے جبکہ آدمی اس پر قادر ہو، اگر زیادہ دیر تک نہ چل سکے تو سوار ہو جائے اور ہدی اس پر واجب ہو گی۔ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق وہ عورت پیدل چلنے سے عاجز تھی لہذا اسے سواری کا حکم دیا گیا۔

۳۲۸۵۔ حَدَّثَنَا مُخَلَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ اَبِي اَيُّوْبَ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ اَبِي حَبِيْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّهُ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِيْ اَنْ تَمْشِيَ اِلَى بَيْتِ اللّٰهِ فَاَمَرَتْنِيْ اَنْ اَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَمْشِ وَلِتَرْكَبْ

عقبہ بن عامر جہنی نے کہا کہ میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی اور مجھے حکم دیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھوں پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ چلے بھی اور سوار بھی ہو جائے۔ (گزشتہ حدیث کی شرح دیکھ لیجئے۔ اس حدیث میں کفارے یا ہدی کا ذکر نہیں آیا، لیکن ذکر نہ آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ لازم نہیں ہوں گے)

۳۲۸۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَلَغَهُ اَنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِهَا مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ اَبِي عَرُوْبَةَ نَحْوَهُ

وَخَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلا کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر کی ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کی نذر سے غنی ہے، اسے حکم دو کہ سوار ہو جائے۔ ابو داؤد نے کہا کہ اسے سعید بن ابی عروبہ نے اس طرح روایت کیا ہے۔ اور خالد نے عن عکرمہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روایت کی ہے۔

۳۲۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا ابْنُ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أُخْتِ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ بِمَعْنَى هِشَامٍ لَمْ يَذْكُرِ الْهَدْيَ وَقَالَ فِيهِ مُرْ أُخْتَكَ فَلْتَرْكَبْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بِمَعْنَى هِشَامٍ۔

عکرمہ نے عقبہ بن عامر کی بہن سے ہشام کی روایت کی مانند روایت کی اور اس میں ہدی کا ذکر نہیں کیا اور یہ کہا کہ اپنی بہن کو حکم دو کہ سوار ہو جائے۔ ابو داؤد نے کہا کہ خالد نے عکرمہ سے ہشام کی ہم معنی حدیث روایت کی ہے۔

۳۲۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے اور ایک ہدی قربان کرے (اس میں بھی یہ ثبوت ہے کہ نذر لازم نہ ہونے کے باوجود کفارہ واجب ہوا)

۳۲۸۹۔ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ ابْنُ أَيُّوبَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِمَشْيِ أُخْتِكَ إِلَى الْبَيْتِ شَيْئًا۔

عقبہ بن عامر جہنی سے روایت ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری بہن نے پیدل بیت اللہ تک جانے کی نذر مانی ہے۔ تو حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تیری بہن کے بیت اللہ تک جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۳۲۹۰۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ قَالَ نَا أَبُو النَّضْرِ قَالَ نَا شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ

تَحُجَّ مَا شِيَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِشِقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً وَلْتُكَفِّرْ يَمِيْنَهَا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا: یا رسول اللہ میری بہن نے نذر کی ہے کہ پیدل حج کرے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تیری بہن کی تکلیف سے کچھ فائدہ نہیں، پس اسے سوار ہو کر حج کرنا چاہیئے اور اپنی قسم کا کفارہ دینا چاہیئے۔ (اس حدیث میں تو کفارۂ یمین کا واضح لفظ آگیا کہ نذر لازم نہ ہونے کے باوجود اس پر قسم جیسا کفارہ واجب ہے)

۳۲۹۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ السُّلَمِيِّ ثَنَا أَبِي ثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ مَطَرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيًا وَأَنَّهَا لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ أُخْتِكَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً هَدْيًا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی اور وہ اس کی طاقت نہ رکھتی تھی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ تیری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے، اسے سوار ہو جانا چاہیئے اور ایک اونٹ قربان کرنا چاہیئے (خطابی نے کہا ہے کہ اسی قصے کی بعض احادیث میں تین دن کے روزے کا حکم آیا ہے، پس اسے اس امر کا اختیار تھا کہ ہدی قربان کرے یا تین روزے رکھے۔ اس کا حکم بھی شکار کو قتل کرنے والے کی مانند ہے کہ اسے شکار کی مثل ہدی دینا واجب ہے، یا اس کی قیمت دے یا اس کا بدل مساکین کو کھانا کھلائے۔ شافعی نے کہا کہ ایسی نذر والا اگر چلنے کی طاقت رکھتا ہو تو چلے ورنہ ایک قربانی دے اور سوار ہو جائے۔ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا کہ وہ سوار ہو جائے اور قربانی دے، خواہ اسے چلنے کی طاقت ہو یا نہ ہو)

۳۲۹۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَجُلًا يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهُ وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جسے اس کے دو بیٹے چلا رہے تھے پس آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر کی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ اس بات سے غنی ہے کہ یہ شخص اپنے آپ کو عذاب دے، آپ نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

۳۲۹۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حدیث ۳۲۹۱ کی ایک اور روایت جو اعرج عن ابی ہریرہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۳۲۹۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ نَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سُلَيْمَانُ الْاَحْوَلُ اَنَّ طَاؤُسًا اَخْبَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِاِنْسَانٍ يَقُوْدُهٗ بِخِزَامٍ فِیْ اَنْفِهٖ فَقَطَعَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّقُوْدَهٗ بِيَدِهٖ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طوافِ کعبہ کے دوران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کے پاس سے گزرے جسے نکیل ڈال کر ایک اور شخص طواف کرا رہا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کی نکیل کاٹ دی اور دوسرے کو حکم دیا کہ اسے ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ۔

بَابٌ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّصَلِّیَ فِیْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

(باب جس نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر کی)

۳۲۹۵۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ اَنَا حُبَيْبُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ شَاْنَكَ اِذًا۔

جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اللہ کے لیے نذر کی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپؐ کو مکہ فتح کرا دے تو میں بیت المقدس میں دو رکعات پڑھوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہاں پڑھ لے، اس نے پھر سوال دہرایا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہاں پڑھ لے، اس نے پھر سوال دہرایا تو آپؐ نے فرمایا: پھر تو جان۔

شرح: یعنی اگر تو دو رکعت نماز یہیں مسجد حرام میں پڑھ لے تو تیری نذر پوری ہو جائے گی، لیکن اگر تجھے وہیں پڑھنے پر اصرار ہے تو پھر تو جان اور تیرا کام۔ البا! ئع میں ہے کہ کسی خاص جگہ نماز پڑھنے کی یا خاص جگہ کے فقراء کو صدقہ دینے نذر کی ہو تو ابو

حنیفہ، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کے نزدیک نماز اور صدقہ کی ادائگی اور جگہوں میں بھی جائز ہے۔ زُفر نے کہا کہ مکان مشروط میں ہی ادائگی ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ ابو داؤد نے کہا کہ اسی طرح کی روایت عبدالرحمن بن عوف نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے۔

۳۲۹۶۔ حَدَّثَنَا مُخَلَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ وَثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ الْمَعْنَى قَالَ نَا رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوسُفُ ابْنُ الْحَكَمِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَمْرًا وَقَالَ عَبَّاسٌ ابْنُ حَنَّةَ أَخْبَرَاهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْخَبَرِ زَادَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لَوْ صَلَّيْتَ هٰهُنَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ صَلٰوةً فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ حَيَّةَ وَقَالَ أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عمر بن عبدالرحمن بن عوف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب سے یہی حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ : پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر تو یہاں نماز پڑھ لے تو بیت المقدس میں پڑھنے سے کافی ہو جائیگی۔ ابو داؤد نے ایک اور سند سے: عبدالرحمن بن عوف سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں کئی مردوں سے یہی روایت کی ہے۔

بَابُ قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ

(میت کی طرف سے نذر کو قضاء کرنے کا باب)

۳۲۹۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْضِهِ عَنْهَا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمے ایک نذر ہے جسے اس نے پورا نہیں کیا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس کی طرف سے قضا کر (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی تھا۔ نذر کی دو قسمیں ہیں: یا تو وہ بدنی عبادت کی نذر ہو گی اور یا مالی عبادت کی بدنی عبادت کو وارث اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتے کیونکہ نسائی نے سنن کبریٰ میں ابن عباسؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور کوئی کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے۔ اور اگر وہ مالی عبادت ہے اور میت نے اس کی ادائیگی کی وصیت نہ کی تھی تو وارثوں پر اسے پورا کرنا واجب نہیں۔ اگر میت وصیت کر جائے تو مال میت کے ثلث میں سے اسے پورا کیا جائے گا۔ شافعی کا مذہب یہ ہے کہ میت کی نذر، کفارہ لازمہ بھی قرض کی مانند ہے جسے پورا کرنا وارثوں پر واجب ہے۔

۳۲۹۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ اِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرًا فَنَجَّاهَا اللّٰهُ فَلَمْ تَصُمْ حَتّٰى مَاتَتْ فَجَاءَتْ اِبْنَتُهَا اَوْ اُخْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَصُوْمَ عَنْهَا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بحری سفر کیا، پس اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے اسے سلامت رکھا تو ایک ماہ کے روزے رکھے گی۔ پس اللہ نے اُسے سلامتی بخشی تو اس نے موت تک وہ روزہ نہ رکھا۔ پس اس کی بیٹی یا اُسکی بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اس کی طرف روزے کا حکم دیا (نسائی) اوپر کی حدیث کی شرح میں سنن کبریٰ نسائی کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن عمر رضی اللہ عنہ کا حوالہ گزر چکا۔ مزید بحث اس پر کتاب الصوم میں گزری ہے۔

۳۲۹۹۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ بُرَيْدَةَ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّيْ بِوَلِيْدَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيْدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَجَعَتْ اِلَيْكِ فِي الْمِيْرَاثِ قَالَتْ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ عَمْرٍو۔

بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور بولی کہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی بطور صدقہ (نافلہ) دی تھی اور وہ مرگئی ہے اور اس لونڈی کو وارث میں چھوڑ گئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تیرا اجر واجب ہوگیا اور وہ لونڈی میراث میں تیری طرف لوٹ آئی۔ وہ بولی کہ وہ اس حال میں مری ہے کہ اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں، پھر راوی حدیث احمد بن یونس نے عمرو کی گزشتہ حدیث کی مانند بیان کیا (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) یہ حدیث سند اور متن کے لحاظ سے یہاں مکرر آئی ہے اس سے قبل ہبہ میں گزری ہے۔

باب ۲۲ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنْ وَفَاءِ النَّذْرِ

(نذر پوری کرنے کے حکم کا باب)

۳۳۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ أَبُوقُدَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ قَالَ أَوْفِي بِنَذْرِكِ قَالَتْ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا مَكَانٍ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ لِصَنَمٍ قَالَتْ لَا قَالَ لِوَثَنٍ قَالَتْ لَا قَالَ أَوْفِي بِنَذْرِكِ -

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ آپ کے پاس (یا سامنے) دف بجاؤں گی۔ حضور نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرے۔ وہ بولی کہ میں نے فلاں فلاں جگہ پہ جانور ذبح کرنے کی نذر کی تھی، اور اس جگہ زمانۂ جاہلیت میں ذبح کیا کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ کیا کسی بت کے لئے؟ وہ بولی کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا کسی وثن کے لیے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا: تو اپنی نذر پوری کرے۔

شرح: خطابی نے کہا کہ دف بجانا ایسی چیز نہیں جسے نذر کے باب میں سے طاعات میں سے شمار کیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ اسے مباح کہا جا سکتا ہے، لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض غزوات سے بخیر و خوبی و سلامتی واپسی کا تعلق اس سے تھا اور اس میں کفار و منافقین کی تذلیل اور رنج و غم تھا، لہٰذا یہ بعض نوافل کی مانند ہوگیا۔ یہی سبب ہے کہ دف بجانا مباح ہوا اور اور نکاح کے اعلان کے لیئے مستحب ٹھہرا۔ اور اس کی مثال حضور کا حسان، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک سے شعر پڑھوانا ہے۔ حسان سے تو حضور نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ کافروں کے منہ پر تیر پھینکتا ہے۔ صنم اور وثن میں یہ فرق ہے کہ وثن تو جاندار چیز کی شکل و صورت کا گھڑا ہوا بت ہے اور صنم ان گھڑا پتھر، درخت وغیرہ۔ بعض دفعہ اس کے برعکس بھی

بولا جاتا ہے۔

۳۳۰۱۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوا لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ قَالُوا لَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ۔

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ بُوآنہ کے مقام پر اونٹ ذبح کرے گا، پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بُوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں پر جاہلیت کے اوثان میں سے کوئی وثن تھا؟ جس کی عبادت ہوتی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کیا وہاں پر مشرکوں کی عیدوں میں سے کوئی عید ہوتی تھی؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ تو اپنی نذر پوری کر، کیونکہ اللہ کی نافرمانی میں کسی نذر کا ایفا جائز نہیں اور ابن آدم جس چیز کا مالک نہیں اس کی کوئی نذر نہیں (بُوانہ ساحل بحر کے قریب ایک ٹیلہ تھا۔)

بَابٌ ۲۳ مَا جَاءَ فِيمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

(باب ۲۳: مرنے والے پر واجب روزہ ہو تو اس کی طرف سے ولی رکھے)

۳۳۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ الْمَعْنَى عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّهُ كَانَ عَلَى أُمِّهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا فَقَالَ لَوْ كَانَ عَلَى

اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى ۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اس کی ماں کے ذمہ ایک ماہ کے روزے تھے، کیا میں اس کی طرف سے قضا کروں؟ حضور نے فرمایا کہ اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ اللہ کا قرض ادائگی کا زیادہ حقدار ہے (بخاری، مسلم)، یہ بحث گزر چکی ہے کہ حنفیہ کے نزدیک دلائل شرع کی رو سے اس ادائگی سے مراد فدیہ کی ادائگی ہے جو روزے کا قائم مقام ہے۔

۳۳۰۳۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ ادا کرے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: یہ حدیث سنن ابی داؤد میں نمبر ۲۴۰۰ پر گزری ہے اور وہاں اسی پر مفصل بحث ہوتی تھی۔ خطابی نے کہا کہ اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیئے کو روزے کا بدل ہونے کی بناء پر صوم کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے، یعنی وارث کو فدیہ دینا ہوگا۔ اور محدثین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ "صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ" کا معنی یہ ہے کہ فعل صیام کی مباشرت اُس کا ولی کرے، یعنی روزہ رکھے۔

بَابُ ۲۴ النَّذْرِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ

۳۳۰۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى قَالَا نَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ قَالَ فَاُسِرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي وَثَاقٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ عَلَامَ تَاْخُذُنِي وَتَاْخُذُ سَابِقَةَ الْحَاجِّ قَالَ نَاْخُذُكَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيفٍ قَالَ وَكَانَ ثَقِيفٌ قَدْ اَسَرُوا رَجُلَيْنِ

مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَقَدْ قَالَ فِيمَا قَالَ وَأَنَا مُسْلِمٌ
أَوْ قَالَ وَقَدْ أَسْلَمْتُ فَلَمَّا مَضَى قَالَ أَبُو دَاوُدَ فَهِمْتُ هٰذَا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ
عِيسَى نَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَحِيمًا رَفِيقًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّي مُسْلِمٌ قَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَ
أَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى
حَدِيثِ سُلَيْمَانَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي جَائِعٌ فَأَطْعِمْنِي إِنِّي ظَمْآنُ فَاسْقِنِي قَالَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ حَاجَتُكَ أَوْ قَالَ هٰذِهِ حَاجَتُهُ
فَقَالَ فَفُودِيَ الرَّجُلُ بَعْدُ بِالرَّجُلَيْنِ قَالَ وَحَبَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءَ لِرَجُلِهِ قَالَ فَأَغَارَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى سَرْحِ الْمَدِينَةِ فَذَهَبُوا
بِالْعَضْبَاءِ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهَا وَأَسَرُوا امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ فَكَانُوا إِذَا
كَانَ اللَّيْلُ يُرِيحُونَ إِبِلَهُمْ فِي أَفْنِيَتِهِمْ قَالَ فَنُوِّمُوا لَيْلَةً وَقَامَتِ الْمَرْأَةُ
فَجَعَلَتْ لَا تَضَعُ يَدَهَا عَلَى بَعِيرٍ إِلَّا رَغَا حَتَّى أَتَتْ عَلَى الْعَضْبَاءِ قَالَ فَأَتَتْ عَلَى
نَاقَةٍ ذَلُولٍ مُجَرَّسَةٍ قَالَ فَرَكِبَتْهَا ثُمَّ جَعَلَتْ لِلّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ لَتَنْحَرَنَّهَا
قَالَ فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِينَةَ عُرِفَتِ النَّاقَةُ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجِيءَ بِهَا وَأُخْبِرَ
بِنَذْرِهَا فَقَالَ بِئْسَ مَا جَزَتْهَا أَوْ جَزَيْتِهَا إِنَّ اللّٰهَ أَنْجَاهَا عَلَيْهَا لَتَنْحَرَهَا
لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِي مَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْمَرْأَةُ
هٰذِهِ امْرَأَةُ أَبِي ذَرٍّ۔

عمران بن حصین نے کہا کہ عضباء (حضورؐ کی اونٹنی) دراصل بنی عقیل کے ایک شخص کی تھی، اور وہ حاجیوں کی تیز رفتار اونٹنیوں
میں سے تھی۔ عمران نے کہا کہ وہ شخص گرفتار ہوگیا اور اُسے باندھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم ایک نمدے والے گدھے پر سوار تھے۔ پس وہ شخص بولا: اے محمد! تو مجھے اور حاجیوں کی تیز رفتار اونٹنی کو کیوں گرفتار کرتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: ہم تجھے تیرے حلیف بنی ثقیف کے گناہ میں پکڑتے ہیں۔ عمران رضؓ نے کہا کہ ثقیف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو مردوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ عمران رضؓ نے کہا کہ اس شخص نے باتوں باتوں میں کہا کہ میں مسلم ہوں، یا یہ کہا کہ میں اسلام لا چکا ہوں۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے گزر گئے، ابوداؤد نے کہا کہ یہ میں نے محمد بن عیسیٰ سے سمجھا، تو اس شخص نے پکار کر کہا: اے محمدؐ، اے محمدؐ، عمران رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم دل اور نرم مزاج تھے، پس آپؐ واپس تشریف لائے اور فرمایا: کیا بات ہے؟ اُس نے کہا کہ میں مسلم ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا: اگر تو یہ بات اس وقت کہتا جب تو اپنے معاملے کا خود مالک تھا تو پوری فلاح پا لیتا، ابوداؤد نے کہا کہ میں پھر سلیمان کی حدیث کی طرف لوٹتا ہوں، اُس نے کہا اے محمد میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ، میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلاؤ۔ عمران رضؓ نے کہا کہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیری ضرورت ہے، یا فرمایا کہ یہ ضرورت ہے (پس اس کی ضرورت پوری کی گئی) عمران رضؓ نے کہا کہ اس کے بعد وہ شخص ان دو مردوں کے مقابلے میں بھیجا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عضباء کو اپنی سواری کے لیے رکھ لیا۔ عمران رضؓ نے کہا کہ پھر مشرکوں نے مدینہ کے باہر چرنے والے جانوروں پر غارت ڈالی تو وہ عضباء کو بھی لے گئے۔ پس جب وہ اس کو لے گئے اور مسلمانوں میں سے ایک عورت کو گرفتار کر کے لے گئے، عمران نے کہا کہ جب رات ہوتی تو وہ غارتگر اپنے اونٹوں کو اپنے صحنوں میں بٹھاتے تھے۔ عمران نے کہا کہ پھر ایک رات کو انہیں خوب نیند آئی اور وہ عورت اٹھی اور اپنا ہاتھ جس اونٹ پر بھی رکھتی وہ بلبلا اٹھتا، حتیٰ کہ وہ عضباء کے پاس آئی۔ عمران نے کہا کہ پس وہ ایک مطیع آزمودہ اونٹنی پر آئی تھی، عمران نے کہا کہ پھر وہ اس پر سوار ہو گئی اور اللہ کے لیے نذر مانی کہ اگر اُس نے اسے نجات دے گا تو وہ اسے ذبح کرے گی۔ عمران رضؓ نے کہا کہ جب وہ مدینہ میں آئی تو اس اونٹنی کو پہچان لیا گیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، پس اس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی، حضورؐ نے اس عورت کو بلا بھیجا اور اسے لایا گیا اور اس نے اپنی نذر بتائی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اس عورت نے، یا تو نے اسے بہت برا بدلہ دیا کہ اگر اللہ اسے نجات دے گا تو وہ اسے ذبح کر دے گی۔ اللہ کی نافرمانی میں کسی نذر کو پورا نہیں کیا جاتا اور نہ اس میں کہ جس میں آدمی اس چیز کا مالک ہی نہیں۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ عورت ابوذر کی بیوی تھی۔ (مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، بعض نے پوری حدیث اور بعض نے اس کے بعض حصے روایت کئے۔

شرح: اس عورت کی یہ نذر معصیت بھی تھی اور غیر مملوکہ چیز میں بھی تھی لہٰذا یہ نذر باطل تھی۔ اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس قیدی کے اظہار اسلام کے باوجود اسے دو اصحاب کے ذریعے سے دار الکفر میں کیوں بھیجا؟ نووی رحؒ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر دار الکفر میں اس کا خاندان قوی تھا تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ وہ ان کے باعث وہاں بھی مسلم کی حیثیت سے رہ سکتا تھا۔ گویا دوہرا فائدہ ہوا کہ دو اصحاب بھی رہا ہو گئے اور یہ شخص اگر مخلص مسلمان ہو گیا تھا تو ایک اور مسلمان کا اضافہ ہو گیا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کو جواب ظاہر کرتا ہے کہ وہ دل سے مسلمان نہ ہوا تھا، نفاق سے کام لے رہا تھا اور قید و حبس سے بچنا چاہتا تھا۔ یہ چیز حضورؐ کو بذریعۂ وحی معلوم ہو گئی تھی، اس لیے اُسے فدیئے میں روانہ کیا گیا۔ لیکن اب کوئی ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ رسالت و وحی کا اختتام ہو چکا۔

خطابی رحؒ نے کہا ہے کہ بنی عقیل میں اور ثقیف میں عہد تھا، ثقیف نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور بنی عقیل اس پر راضی تھے لہٰذا وہ بھی حربی ہوئے اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیلی کو یہ جواب دیا تھا کہ: تو اپنے حلیف ثقیف کے گناہ میں محبوس ہوا ہے۔ ابوذر رضؓ کی بیوی اکیلی ہی دشمن کی قید سے بھاگ آئی تھی۔ یہ سفر واجب تھا جو دینی حق کی بنا پر اس کے

محرم تھا لہٰذا اس کے لیے ضرورت نہ تھی کہ کوئی محرم اس کے ساتھ ہوتا۔

بَابٌ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ

(باب: جس نے اپنے مال کے صدقے کی نذر کی)

٣٢٠٥۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِيْنَ عَمِيَ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِي اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلَى رَسُولِهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَقُلْتُ اِنِّي اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری پوری توبہ یہ ہے کہ میں مال سے الگ ہو جاؤں، اسے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر صدقہ کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا کچھ مال روک لے یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنا خیبر کا حصہ روک لیتا ہوں (بخاری، مسلم نے اسے "توبہ" کے قصے میں روایت کیا اور نسائی نے مختصراً)

شرح: یہ اس طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو جنگ تبوک سے باز رہنے والے تین اصحاب کی توبہ کے سلسلے میں وارد ہے۔ حضور نے کعب رضی اللہ عنہ کو کچھ مال روک لینے کا حکم دیا مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اشخاص کے مرتبے اور مقام کے لحاظ سے بھی احکام کبھی مختلف ہوتے ہیں۔ ابوبکر صدیق کا جو مرتبہ ہے وہ انبیاء و مرسل کے بعد کسی اور کا ان کے سوا نہیں۔ علاوہ ازیں حضور کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر جو اعتماد کامل تھا وہ کسی اور پر نہیں ہوا۔ اس حدیث میں نذر وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں آیا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے سارے مال یا بعض مال کے صدقے کی نذر نہیں کی تھی، وہ تو حضور سے بطور مشورہ ایک مسئلہ دریافت کر رہے تھے، ہاں اس سے ابوداؤد نے یہ استنباط کیا کہ جو سارے مال کے صدقے کی نذر کرے، مناسب یہ ہے کہ کچھ مال روک لے۔

٣٢٠٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ ثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ قَالَ قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ فِي قِصَّتِهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ

مِنْ تَوْبَتِيْ اِلَى اللّٰهِ اَنْ اَخْرُجَ مِنْ مَالِيْ كُلِّهٖ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَدَقَةً قَالَ لَا قُلْتُ فَنِصْفُهٗ قَالَ لَا قُلْتُ فَثُلُثُهٗ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَاِنِّيْ سَاُمْسِكُ سَهْمِيْ مِنْ خَيْبَرَ۔

کعبؓ نے اپنی توبہ کے قصے میں کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری پوری اور کامل توبہ اللہ کے حضورؐ یہ ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی خاطر اپنا مال صدقہ کرتے ہوئے اس سے دست بردار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا، نہیں (الیسا مت کر)۔ میں نے کہا کہ پھر نصف مال، فرمایا نہیں، میں نے کہا کہ تیسرا حصہ، فرمایا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ میں اپنا خیبر کا حصہ روک لوں گا۔

٣٣٠٧۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تِيْبَ عَلَيْهِ اِنِّيْ اَنْخَلِعُ مِنْ مَالِيْ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ اِلٰى خَيْرٌ لَّكَ

عبداللہ بن کعب رضہ نے اپنے باپ کعب رضہ سے روایت کی کہ اس نے، جب اس کی توبہ قبول ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں اپنے مال سے دست بردار ہوتا ہوں۔

٣٣٠٨۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اَبُوْ لُبَابَةَ اَوْ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَهْجُرَ دَارَ قَوْمِيْ اَصَبْتُ فِيْهَا الذَّنْبَ وَاَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً قَالَ يُجْزِئُ عَنْكَ الثُّلُثُ۔

کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا ابو لبابہ رضہ نے کہا، یا کسی اور نے جسے اللہ نے چاہا کہا کہ، میری توبہ کا تتمہ یہ ہے کہ اپنی قوم کا محلہ جس میں مجھ سے گناہ سرزد ہوا، چھوڑ جاؤں اور اپنا سارا مال، صدقہ کر کے اس سے دست بردار ہو جاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ: تیرے لیے تیسرا حصہ کافی ہے۔

٣٣٠٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ لُبَابَةَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَالْقِصَّةُ لِاَبِيْ لُبَابَةَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ بَعْضِ بَنِي السَّائِبِ بْنِ اَبِيْ لُبَابَةَ وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ

اَلسَّائِبِ بْنِ اَبِیْ لُبَابَۃَ مِثْلَہٗ -

ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قصہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ ابوداؤد نے دو سندوں سے اسے ابن ابی لبابہ رضی اللہ عنہ سے اوپر کی مانند روایت کیا۔

بَابُ ۲۶ نَذْرِ الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ اَدْرَكَ الْاِسْلَامَ

(باب ۲۶: زمانہ جاہلیت کی نذر کو اسلام میں پورا کرنا)

۳۳۱۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَيْلَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ میں زمانہ جاہلیت میں نذر کی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو (سنن ابی داؤد نمبر ۲۴۷۴، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)۔ اوپر باب الاعتکاف میں اس پر گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ ۲۷ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهٖ

(غیر مسمّٰی نذر کا باب ۲۷)

۳۳۱۱ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبَّادٍ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنِيْ كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ -

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے (مسلم، نسائی، ترمذی)۔ ترمذی کے لفظ میں "كَفَّارَةُ النَّذْرِ اِذَا لَمْ يُسَمَّ" کی عبارت ہے جس میں اس نذر کے غیر مسمّٰی ہونے کی صراحت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً یوں کہے: اللہ کی طرف سے میرے ذمہ نذر ہے۔

۳۳۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شُمَاسَةَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے عقبہ بن عامر رضی سے یہی روایت ہے۔

بَابُ لَغْوِ الْيَمِينِ

(یمین لغو کا باب[۲۸])

۳۳۱۳۔ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ نَا حَسَّانُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي الصَّائِغَ عَنْ عَطَاءٍ فِي اللَّغْوِ فِي الْيَمِينِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ كَلَّا وَاللَّهِ وَبَلَى وَاللَّهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ إِبْرَاهِيمُ الصَّائِغُ قَتَلَهُ أَبُو مُسْلِمٍ بِعَرَنْدَسَ قَالَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ الْمِطْرَقَةَ فَسَمِعَ النِّدَاءَ سَيَّبَهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ مَوْقُوفًا عَلَى عَائِشَةَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ وَمَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ كُلُّهُمْ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ مَوْقُوفًا.

یمین لغو کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی کا اپنے گھر میں کلام ہے: کَلَّا وَاللّٰہِ، بَلٰی وَاللّٰہِ۔ ابوداؤد نے راوی حدیث ابراہیم الصائغ ایک صالح مرد تھا، ابومسلم نے اسے فرندس میں قتل کیا تھا۔ اور وہ جب ہتھوڑا اٹھاتا اور اذان کی آواز سن لیتا تو اُسے چھوڑ دیتا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس حدیث کو داؤد بن ابی الفرات نے ابراہیم الصائغ سے حضرت عائشہ رضی پر موقوف روایت کیا۔ اسی طرح زہری، عبدالملک بن ابی سلمہ، مالک بن مغول ان سب نے اس کو عطاء سے حضرت عائشہ رضی پر موقوف روایت کیا ہے (یعنی بات چیت میں یونہی بطور عادت واللہ، واللہ کہہ دینا لغو قسم ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا)

بَابٌ ۲۹ فِيمَنْ حَلَفَ عَلَى طَعَامٍ لَا يَأْكُلُهُ

(جو شخص کسی کھانے کے متعلق قسم کھائے کہ اسے نہیں کھائے گا اس کا باب)

۳۲۱۴ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَوْ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ نَزَلَ بِنَا أَضْيَافٌ لَنَا وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَتَحَدَّثُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَ لَا أَرْجِعَنَّ إِلَيْكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ ضِيَافَةِ هٰؤُلَاءِ وَمِنْ قِرَاهُمْ فَأَتَاهُمْ بِقِرَاهُمْ فَقَالُوا لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى يَأْتِيَ أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ فَقَالَ مَا فَعَلَ أَضْيَافُكُمْ أَفَرَغْتُمْ مِنْ قِرَاهُمْ قَالُوا لَا قُلْتُ قَدْ أَتَيْتُهُمْ بِقِرَاهُمْ فَأَبَوْا قَالُوا وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى يَجِيءَ فَقَالُوا صَدَقَ قَدْ أَتَانَا فَأَبَيْنَا حَتَّى تَجِيءَ قَالَ فَمَا مَنَعَكُمْ قَالُوا مَكَانَكَ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ قَالَ فَقَالُوا وَنَحْنُ وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ فِي الشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ قَطُّ قَالَ قَرِّبُوا طَعَامَكُمْ قَالَ فَقَرَّبَ طَعَامَهُمْ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَطَعِمَ وَطَعِمُوا فَأُخْبِرْتُ أَنَّهُ أَصْبَحَ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي صَنَعَ وَصَنَعُوا قَالَ بَلْ أَنْتَ أَبَرُّهُمْ وَأَصْدَقُهُمْ۔

عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمارے ہاں کچھ مہمان آگئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بات چیت کیا کرتے تھے، پس انہوں نے کہا کہ میں تیرے پاس واپس نہ آؤں جب تک کہ تو ان کی ضیافت اور مہمانی سے فارغ نہ ہولے۔ پس عبدالرحمٰن ان کے پاس کھانا لایا تو انہوں نے کہا کہ جب تک ابو بکر رضی اللہ عنہ نہ آئیں گے ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ تمہارے مہمانوں کا کیا حال ہے؟ کیا تم ان کی میزبانی سے فارغ ہو لیے؟ گھر والوں نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں کھانا لے کر گیا تھا مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک ابو بکر رضی اللہ عنہ نہ آئیں ہم نہ کھائیں گے۔ مہمانوں نے کہا کہ اس نے سچ کہا، یہ ہمارے پاس کھانا لایا تھا مگر ہم نے ہی انکار کر دیا تھا جب تک کہ آپ نہ آجاتے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہیں کس چیز نے روکا؟ انہوں نے کہا: آپ کے احترام و اکرام نے روکا۔ ابو بکرؓ بولے واللہ میں آج رات اسے نہیں چکھوں گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ مسلمانوں نے کہا: جب تک آپ نہ کھائیں ہم بھی نہ کھائیں گے۔

ابوبکرؓ نے کہا: میں نے آج رات جیسی برائی کبھی نہیں دیکھی، ابوبکرؓ نے کہا کہ کھانا لاؤ۔ عبدالرحمان ؓ نے کہا کہ ان کو کھانا پیش کیا گیا۔ ابوبکرؓ نے کہا: بسم اللہ۔ پھر انہوں نے بھی کھایا۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ بوقت صبح ابوبکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور جو کچھ گزرا تھا، اپنا فعل اور مہمانوں کا فعل، سنا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا: بلکہ تو ان سب سے نیک تر اور صادق تر ہے (کہ قسم کھا کر مہمانوں کی خاطر توڑ ڈالی اور کفارہ واجب ہونے کی پرواہ نہ کی۔ بخاری میں ہے کہ اس کھانے میں بڑی برکت ہوئی تھی اور اس کا کچھ حصہ حضورؐ کے پاس بھی لے جایا گیا تھا (بخاری، مسلم)

۳۲۱۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا سَالِمُ بْنُ نُوْحٍ وَعَبْدُ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ نَحْوَهٗ زَادَ عَنْ سَالِمٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ وَلَمْ يَبْلُغْنِيْ كَفَّارَةٌ۔

عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ایک اور سند کے ساتھ وہی حدیث۔ اس حدیث میں یہ لفظ زائد ہے کہ: سالم راوی نے کہا مجھے اس حدیث میں کفارے کا کوئی ذکر نہیں پہنچا (بقول مولاناؒ اگر یہ حدیث کفارہ کا حکم آنے سے پہلے کی نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس میں کفارے کا ذکر نہیں آیا۔ ذکر نہ آنا عدم کو لازم نہیں کرتا۔ کفارۂ یمین تو قرآن مجید سے ثابت ہو چکا ہے)

بَابُ الْيَمِيْنِ فِيْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ

(قطع رحمی میں قسم کا باب)

۳۲۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا حَبِيْبُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَخَوَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيْرَاثٌ فَسَاَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ فَقَالَ اِنْ عُدْتَ تَسْاَلُنِيْ عَنِ الْقِسْمَةِ فَكُلُّ مَالِيْ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَكَلِّمْ اَخَاكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَمِيْنَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ الرَّبِّ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَلَا فِيْمَا لَا تَمْلِكُ۔

سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ دو انصاری بھائیوں میں میراث کا معاملہ تھا، ایک نے دوسرے سے تقسیم کا مطالبہ

کیا تو دوسرا بولا: اگر تو نے پھر تقسیم کا سوال کیا تو میرا سارا مال کعبہ کے دروازے میں ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: کعبہ تیرے مال سے بے نیاز ہے، تو اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور اپنے بھائی سے کلام کرلے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا تھا کہ رب کی نافرمانی میں اور قطع رحمی میں اور جس چیز کا تو مالک نہیں، ان میں تجھ پر نہ قسم ہے نہ نذر۔

شرح: بقول علامہ خطابی رتاج کا معنی دروازہ ہے مگر یہاں بطور محاورہ اس سے مراد کعبہ کے اخراجات کی نذر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نذر جب بطور حلف ہو تو اس کا کفارہ قسم جیسا ہوگا، یہ قول شافعی، احمد اور اسحاق کا ہے۔ حضرت عائشہؓ، حسن بصری اور طاؤس نے کہا کہ یہ کلام نذر نہیں بلکہ قسم ہے لہٰذا اس کا کفارہ وہی قسم والا ہے۔ شعبی، حکم اور حماد کے قول میں اس قسم کے کلام میں کچھ نہیں ہوگا۔ مالکؒ نے کہا کہ ⅓ مال دینا پڑے گا۔ ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ اس سے وہ مال مراد ہوگا جس میں زکوٰۃ آئے، زمین، مکان، گھر کا سازو سامان اور جانور سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

بَابُ ۱۳ الْحَالِفِ يَسْتَثْنِي بَعْدَ مَا يَتَكَلَّمُ

۳۳۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ أَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نَذْرَ إِلَّا فِيمَا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ وَلَا يَمِينَ فِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر صرف ان چیزوں میں ہے جن سے اللہ کی رضا مطلوب ہو اور قطع رحمی میں کوئی قسم نہیں (مسند احمد) [illegible] اٹھانے والا جب کلام سے خاموش ہو کر استثنا کرے

۳۳۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا وَاللّٰهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا وَاللّٰهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا ثُمَّ قَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدْ أَسْنَدَ هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

عکرمہؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ میں بالضرور قریش کے ساتھ جنگ کروں گا۔ واللہ میں بالضرور قریش سے جنگ کروں گا، واللہ میں بالضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا: انشاء اللہ۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس حدیث کو کئی لوگوں نے عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسند کیا ہے

شرح: امام خطابی نے کہا کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اس قسم کا استثناء گزشتہ تمام کلام کے متعلق ہوتا ہے۔ ابوحنیفہ

اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے حلف میں اللہ کا نام لیا اور حج اور عمرہ کا ذکر کیا، پھر استثنا کیا تو یہ گزشتہ سب چیزوں کے متعلق ہو گا۔ ابن امیر الحاج نے کہا ہے کہ استثناء میں مستثنیٰ منہ کے ساتھ اس کا اتصال جماہیر علماء کے نزدیک شرط ہے مگر سانس لینے، کھانسی، چھینک، ڈکار یا جمائی کے لیے اگر رکا تو حرج نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک استثناء اور مستثنیٰ منہ میں ایک ماہ یا سال کا فاصلہ بھی جائز ہے، لیکن اس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ استثنا نیت میں ہو اور لفظ میں نہ ہو تو پھر یہ حکم ہے کہ بعد میں اسے لفظاً کہہ دے۔ اور اس صورت میں معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گا کہ آیا استثناء کی نیت تھی یا نہ تھی؟ غزالی نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ غلط نقل ہوا ہے کیونکہ یہ ان کے لائق نہیں۔ اس صورت میں تو ہر شخص نکاح، طلاق، عتاق عقد، بیع و شراء، سچ جھوٹ وغیرہ ہر چیز میں استثناء کی نیت کے اس وقت ہونے کا بعد میں دعویٰ کر سکتا ہے اور شرع کا سارا انتظام ہی مختل ہو جائے گا۔ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ کو اس بات پر عتاب کیا کہ آپ مسئلہ استثناء میں میرے دادا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ امام نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم سے بیعت کرنے والے باہر جا کر انشاء اللہ کہہ لیں اور بیعت سے گلو خلاصی کرالیں؟ منصور نے اس بات کو مستحسن سمجھا۔

۳۳۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ بْنِ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ رَفَعَهُ قَالَ وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا ثُمَّ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا ثُمَّ سَكَتَ ثُمَّ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ زَادَ فِيهِ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ شَرِيكٍ ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ۔

عکرمہ نے اس حدیث کو مرفوع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ میں قریش سے بالضرور جنگ کروں پھر فرمایا انشاء اللہ۔ پھر فرمایا: واللہ قریش کے ساتھ بالضرور جنگ کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرمایا کہ واللہ میں قریش کے ساتھ ضرور ہی جنگ کروں، پھر خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا: انشاء اللہ۔ ولید بن مسلم نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ: پھر آپ نے ان سے جنگ نہ کی۔

شرح: خطابی نے کہا کہ عامۂ اہل علم اس مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے خلاف ہیں، کیونکہ اگر ان کی بات مانی جائے تو کسی یہ حلف کا کفارہ کسی صورت میں نہ آئے گا حالانکہ کفارہ کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ راوی ولید بن مسلم کا قول بظاہر غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں قریش پر چڑھائی کی تھی۔ حدیث میں جنگ کا کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا تھا لہذا یہ حلف بالکل صحیح ہوئی۔ بعض محدثین نے اس حدیث کے مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے۔ گو حافظ زیلعی نے اسے نصب الرایہ میں مسند و مرسل دونوں طرح سے بیان کیا ہے۔

۳۳۲۰۔ حَدَّثَنَا الْمُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ وَلَا يَمِيْنَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ وَلَا فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِي قَطِيْعَةِ رَحِمٍ وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا وَلْيَدَعْهَا وَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ فَإِنَّ تَرْكَهَا كَفَّارَتُهَا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نذر نہیں اور کوئی قسم نہیں ان چیزوں میں جن کا ابن آدم مالک نہ ہو، اور نہ اللہ کی نافرمانی میں، اور نہ قطع رحمی میں۔ اور جس نے کسی بات پر قسم کھائی اور اس کے علاوہ دوسری چیز کو اس سے بہتر دیکھا تو وہ اُسے ترک کر دے اور بہتر کو اختیار کرے کیونکہ اس کا ترک اس کا کفارہ ہے۔ (نسائی۔ منذری کے بقول عبداللہ رض بن عمرو کی یہ حدیث ثابت نہیں اور اس مضمون کی ابوہریرہ رض کی حدیث بھی غیر ثابت ہے)

شرح: پیچھے کئی احادیث میں اس صورتِ مسئلہ میں کفارہ کا حکم گزر چکا ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف ہے، اسی لیے بیہقی نے اسے غیر ثابت کہا ہے۔

بَابُ ۳۲ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيْقُهُ

(جس چیز کی طاقت نہ ہو اس کی نذر کا باب ۳۲)

۳۳۲۱۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيْسِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِي مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيْقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا أَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ وَكِيْعٌ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْهِنْدِ أَوْقَفُوْهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ آخِرُ كِتَابِ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ۔

ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کوئی غیر مسمّٰی نذر مانی تو اس کا کفارہ قسم جیسا ہے۔ اور جس نے نافرمانی کی نذر کی تو اس کا کفارہ قسم کے کفارے جیسا ہے اور جس نے ایسی چیز کی نذر کی جس کی اسے طاقت نہیں تو اس کا کفارہ قسم کے کفارے جیسا ہے۔ اور جس نے ایسی نذر مانی جس کی اسے طاقت ہے تو اسے پورا

کرے۔ ابوداؤد نے کہا کہ وکیع وغیرہ نے اس حدیث کو ابن عباس رض پر موقوف بیان کیا ہے (ابن ماجہ) بقول ابی داؤد اس حدیث کو صرف طلحہ بن یحییٰ انصاری نے مسند بیان کیا ہے، اس کا موقوف ہونا راجح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

و تنبیہ، اس کتاب الایمان والنذور میں سنن ابی داؤد کے نسخوں اور لؤلؤی، ابن داسہ اور ابن العبد کی روایات میں بہت تقدیم وتاخیر اور کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ ہم نے بڑی کوشش کی کہ سنن کے مطبوعہ حمصی نسخے کی بعض روایات کسی اور نسخے سے دستیاب ہو سکیں مگر چار کا عدد پھر بھی کم رہ گیا۔ حمصی نسخے میں اس کتاب کی آخری حدیث کا نمبر ۳۳۲۵ ہے اور ہمارا عدد ۳۳۲۱ تک ہی پہنچ سکا ہے والله ہو الهادی۔

کتاب الایمان والنذر تمام ہوئی!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْبُیُوْعِ وَالْاِجَارَاتِ

(اس میں ۹۲ باب اور ۲۴۵ حدیثیں ہیں)

اَوَّلُ کِتَابِ الْبُیُوْعِ

بَابٌ فِی التِّجَارَۃِ یُخَالِطُھَا الْحَلْفُ وَاللَّغْوُ

(تجارت کا باب اور اس میں حلف اور لغو ملا جلا ہوتا ہے)

۳۳۲۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا اَبُوْمُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَۃَ قَالَ کُنَّا فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُسَمَّی السَّمَاسِرَۃَ فَمَرَّبِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ ھُوَ اَحْسَنُ مِنْہُ فَقَالَ یَامَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَیْعَ یَحْضُرُہُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْہُ بِالصَّدَقَۃِ۔

قیس بن ابی غرزہ نے کہا کہ ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سماسرہ کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر گزرے تو آپ نے ہمارا اس سے بہتر نام رکھ دیا اور فرمایا: اے تاجروں کی جماعت بے شک کاروبار میں لغو اور قسم آ جاتی ہے پس تم اس میں سے کچھ صدقہ نکالو (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا اور یہ کہ قیس بن ابی غرزہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہی ایک حدیث ہمیں معلوم ہے)

تشریح: سماسرہ، سمسار کی جمع ہے جس کا معنی آڑھتی یا ایجنٹ ہے۔ بقول خطابی یہ ایک غیر عربی لفظ تھا لہذا حضورؐ نے اسے تاجر سے بدل دیا۔ تاجر کو عربی میں رقاحی اور ترقیح بھی کہتے ہیں۔ رقاحی کا معنی ہے کسب و تجارت کرنے والا اور ترقیح کا معنیٰ ہے کسب و تلاش کرنے والا، محنتی۔ بقول خطابی بعض اہل ظاہر نے اس حدیث سے یہ مطلب نکالا ہے کہ دیگر اموال ظاہرہ کی مانند مال تجارت میں کوئی زکوٰۃ نہیں ورنہ حضورؐ اس موقع پر اس کا ذکر ضرور فرماتے اور صرف یہ نہ حکم دیتے کہ اس میں سے کچھ صدقہ نکالا کرو۔ خطابی نے کہا کہ ان کا استدلال غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں کبھی غیر معین وغیر معلوم مقدار میں صدقہ دینے کا حکم ہے تاکہ حلف و لغو کا کفارہ ہو جائے۔ زکوٰۃ کا حکم سمرہ بن جندب کی حدیث میں اموال تجارت میں سے واضح طور پر کتاب الزکوٰۃ میں موجود ہے۔ اس پر اجماع امت ہو چکا ہے لہذا ان حضرات کا اختلاف بے معنی اور بے وزن ہو جاتا ہے۔

۳۳۲۳۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْبِسْطَامِيُّ وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ وَعَاصِمٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ بِمَعْنَاهُ قَالَ يَحْضُرُهُ الْكَذِبُ وَالْحَلْفُ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ الزُّهْرِيُّ اللَّغْوُ وَالْكَذِبُ۔

اسی معنی میں یہی حدیث دوسری سند کے ساتھ، اس میں کذب اور حلف کا لفظ ہے اور عبداللہ زہری راوی حدیث نے لغو اور کذب کہا۔

بَابٌ فِي اسْتِخْرَاجِ الْمَعَادِنِ

(معدنیات کو نکالنے کا باب)

۳۳۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا لَزِمَ غَرِيمًا لَهُ بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا أُفَارِقُكَ حَتَّى تَقْضِيَنِي أَوْ تَأْتِيَنِي بِحَمِيلٍ قَالَ فَتَحَمَّلَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ بِقَدْرِ مَا وَعَدَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ أَصَبْتَ هَذَا الذَّهَبَ قَالَ مِنْ مَعْدِنٍ قَالَ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهَا لَيْسَ فِيهَا خَيْرٌ فَقَضَاهَا عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنے دس دینار کے قرضے پر اپنے مقروض کو چمٹ گیا اور کہا کہ واللہ میں تجھ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ تو قرض ادا نہ کرے یا میرے پاس کوئی ضامن اور ذمہ دار نہ لائے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ذمہ داری

کٹائی، پھر وہ شخص اپنے وعدے پر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو نے یہ سونا کہاں سے پایا؟ اس نے کہا کہ ایک کان سے حضور نے فرمایا: ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں اور اس میں کوئی خیر نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے قرض ادا فرما دیا (ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس حدیث میں ضمان اور حمالہ کا ثبوت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا اس لئے رد نہیں فرمایا تھا کہ کان سے اس کا حاصل کرنا ناجائز ہے احادیث میں بلال بن الحارث کو حضور کی طرف سے کانوں کی جاگیر دینا مذکور و مشہور ہے سونا چاندی کانوں سے ہی نکالا جاتا ہے۔ شاید یہ اس لئے ہو کہ کان کے مالک اس کی مٹی بیچتے تھے تاکہ لوگ اس مٹی سے سونا حاصل کریں اور یہ دھوکے کی بیع ہوتی تھی کیونکہ معلوم نہ تھا کہ کچھ نکلے گا یا نہیں؟ اس لئے عطاء، شعبی، ثوری اور اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق نے اس بیع کو ناجائز کہا ہے۔ ایک سبب اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور کے ارشاد کا یہ مطلب ہو کہ اس سے ہمارا مطلب پورا نہیں ہوتا۔ آپ نے جس قرض کی ذمہ داری لی تھی وہ دینار تھے اور وہ جو کچھ لایا وہ سونا تھا اور حضور کے پاس ٹکسال نہ تھی جو اسے دینار کی شکل میں ڈھال لے، دینار عرب میں رومی سلطنت کے رائج تھے۔ سب سے پہلے ٹکسال کا انتظام عبدالملک بن مروان نے کیا تھا۔

مولانا نے فرمایا کہ حضور نے اس مقروض کو ایک ماہ کی مہلت دلوائی تھی جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ رد کرنے کا باعث شاید یہ تھا کہ اس میں سے خمس ادا نہیں کیا گیا تھا۔ بقول خطابی اس کا باعث یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کانوں میں سے معدنیات نکالنے والے جو معاملہ کرتے تھے وہ ناجائز تھا، مثلاً یہ کہ پانچویں، دسویں یا تیسرے حصے کی شرط پر نکالتے تھے اور یہ دھوکے کا معاملہ ہوتا تھا۔ کیا معلوم کچھ نکلے گا یا نہ نکلے گا؟

بَابٌ فِي اجْتِنَابِ الشُّبُهَاتِ

(شبہات سے پرہیز کا باب)

۳۳۲۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا اَبُوشِهَابٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ وَلَا اَسْمَعُ اَحَدًا بَعْدَهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُتَشَابِهَاتٌ اَحْيَانًا يَقُوْلُ مُشْتَبِهَةٌ وَسَاَضْرِبُ فِيْ ذٰلِكَ مَثَلًا اِنَّ اللّٰهَ حَمٰى حِمًى وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ وَاِنَّهُ مَنْ يَّرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّخَالِطَهُ وَاِنَّهُ مَنْ يُّخَالِطُ الرِّيْبَةَ يُوْشِكُ اَنْ يَّجْسُرَ۔

شعبی نے کہا کہ میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا اور اس کے بعد کسی اور سے نہ سنوں گا کیونکہ وہ سچا اور قابل اعتماد تھا، اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ

امور ہیں، اور میں اس میں تمہارے لیے ایک مثل بیان کرتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے ایک چراگاہ مخصوص کی اور اس کی مخصوص چراگاہ کے ارد گرد چرائے گا ہوسکتا ہے کہ اس میں بھی خلط ملط کر جائے اور جو شخص شک و ریب میں گڑبڑ کرے ہوسکتا ہے کہ جسارت کر جائے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) گفتگو آگے آتی ہے۔

۳۳۲۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَنَا عِيسَى عَنْ زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ دِينَهُ وَعِرْضَهُ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ۔

عامر شعبی نے نعمان بن بشیرؓ کو کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا الخ اس میں فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان کچھ شبہ والے امور ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنی عزت اور دین کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا (حوالۂ سابقہ)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث تقویٰ و ورع میں اصل ہے، اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو شبہات سے بچنا لازم ہے۔ مشتبہات کا مطلب یہ نہیں کہ خود ان امور میں شبہ ہے اور شریعت نے ان کا کوئی بیان نہیں کیا، بلکہ یہ مطلب ہے کہ کچھ لوگوں پر وہ واضح ہوتے ہیں اور بہت سوں پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کا حکم بیان نہ فرمایا ہو اور دلیل نہ دی ہو۔ لیکن بیان کی دو قسمیں ہیں: ایک واضح و جلی بیان جسے سب لوگ جان لیں اور دوسرا خفی بیان جسے صرف علماء ہی جان سکیں جو اصول و احکام دین پر غور و فکر اور کلام کرتے ہیں اور نصوص کے معانی نکالتے ہیں اور قیاس و استنباط اور تمثیل سے کام لے کر احکام الٰہی کا استخراج کرتے ہیں۔

حضورؐ نے یہ جو فرمایا کہ: بہت سے لوگ انہیں نہیں جانتے، یہ ہمارے مندرجہ بالا بیان کی دلیل ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ کچھ لوگ انہیں جانتے ہیں، پس جب بعض نے انہیں جان لیا تو فی نفسہ وہ چیزیں مشتبہ نہ رہیں۔ ہاں جسے شبہ لاحق ہو یا حکم معلوم نہ ہو اس کا فرض توقف، شک دور کرنا اور بصیرت حاصل کرنا ہے تاکہ اندھا دھند اقدام نہ کر بیٹھے۔ بے سوچے سمجھے اقدام کی صورت میں آدمی کے حرام میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے چراگاہ کی تمثیل بیان فرمائی ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ: حلال بھی واضح ہے، بہت سے احکام و امور میں ایک اصولی فرمان ہے۔ جب تک واقعی کوئی شک و شبہ نہ ہو محض وسوسے کی بناء پر حلال کو ترک کرنا یا حرام کو معاذ اللہ اختیار کرنا قطعاً ناجائز ہوگا۔ تحریم و تحلیل میں جب کسی چیز کی کوئی اصل موجود ہو اسے اختیار کرنا لازم ہے اور محض بے دلیل شکوک و شبہات کی بناء پر حلال یا حرام کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً اگر زوجہ کی طلاق میں محض شبہ ہو یقین نہ ہو تو اسے چھوڑا نہیں جاسکتا حتیٰ کہ وقوع طلاق کا یقین نہ ہوجائے۔ شریعت کا مشہور قاعدہ ہے کہ: یقین محض شک سے زائل نہیں ہوتا۔ اسی طرح مثلاً پانی پاک تھا، تو جب تک اس کی نجاست کی کوئی دلیل نہ ہو محض شک یا وسوسے کی بناء پر اسے نجس قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایک شخص کو وضوء کرنے کا یقین ہے تو جب تک اس کے ٹوٹنے کا علم نہ ہو وضوء کو قائم سمجھا جائے گا۔ اس طرح جو

چیز اصل میں حرام ہے اور محض شرعی شرائط کی بنا پر ہی اسے مباح سمجھا جاسکتا ہو تو ان کی حلت کی واضح شرعی دلیل ہونی ضروری ہے ورنہ وہ اپنی اصلی حرمت پر ہی باقی ہوگی۔ مثلاً فروج صرف نکاح یا ملک یمین سے ہی حلال ہو سکتی ہیں، جب تک نکاح یا ملک یمین کا یقین نہ ہو حرمت باقی رہے گی، اسی طرح جب کسی کی بیوی اجنبی عورتوں میں مل جلی ہو یا مثلاً ایک ذبح شدہ جانور کا گوشت حرام یا غیر مذبوح گوشت میں مل جائے اور امتیاز ممکن نہ ہو تو اس سے اجتناب واجب ہے۔

اوپر کی بیان شدہ دو قسموں کا حکم وجوب و لزوم ہے۔ ایک تیسری قسم اور ہے، وہ یہ کہ کسی چیز کی نہ تحلیل کی دلیل ملے نہ تحریم کی، اب اس میں حلت و حرمت کے دو پہلو مساوی ہیں، پس تقویٰ وورع یہ ہے کہ ایسی چیز سے اجتناب کیا جائے۔ سبب یہ کہ یہ چیز نہ تو پہلی قسم کی مانند فرض وواجب ہے اور نہ دوسری کی مانند صریحاً حرام۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں پڑی ہوئی کھجور پائی (اس کی حلت یا حرمت کا واضح یقین نہ تھا) تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں اسے کھا لیتا۔ اور گوہ کا گوشت جب پیش ہوا تو آپؐ نے نہیں کھایا اور فرمایا: ایک امت مسخ ہوئی تھی، معلوم نہیں شاید یہ اس میں سے ہو۔ پھر خالدؓ بن الولید نے آپ کے سامنے اسے کھایا تو اسے منع نہ فرمایا۔ اسی سلسلے میں وہ چیزیں بھی آتی ہیں کہ مثلاً ایک شخص کے مال میں شبہ ہو یا اس میں سود ملا ہوا ہو تو اس سے معاملہ ترک کرنا ہی اولیٰ ہے۔ مگر یہ حرام نہیں جب تک کہ حرمت کا یقین نہ ہو جائے۔ حضورؐ نے اپنی زرہ یہودی کے پاس رہن رکھی اور اس سے اہل خانہ کے لیے کچھ جو منگوائے، حالانکہ یہ معلوم تھا کہ وہ سودی کاروبار کرتے تھے، شراب کی قیمت کو حلال جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (حرام خور) فرمایا ہے۔

اور حضورؐ کا یہ ارشاد جرح و تعدیل کے باب میں ایک بڑی اصل ہے کہ: جو شبہات سے بچ جائے وہ اپنے دین اور عزت کو بچائے گا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص اپنے کاروبار اور معاش میں شبہات سے نہ بچے وہ مجروح ہوگا کہ اس نے اپنے آپ کو طعن کا ہدف بنایا ہے۔ اور اسی طرح یہ فرمان کہ جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑ گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مشتبہ چیزوں کا عادی ہو جائے اور ان کا استمرار کرے تو وہ حرام میں جا پڑنے کی جسارت ضرور کرے گا پس حرام میں گرنے سے بچاؤ اس طرح ہو سکتا ہے کہ آدمی شبہات سے بچتا رہے۔

۳۳۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى نَا هُشَيْمٌ نَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي خَيْرَةَ يَقُولُ نَا الْحَسَنُ مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ نَا خَالِدٌ عَنْ دَاوُدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي هِنْدٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي خَيْرَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا فَإِنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ بُخَارِهٖ قَالَ ابْنُ عِيسٰى أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهٖ۔

ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ضرور آئے گا کہ کوئی بھی سود کھانے سے نہ بچے گا، اگر وہ کھائے گا نہیں تو اس کا بخار یا غبار اُسے پہنچ کر رہے گا۔ (النسائی، ابن ماجہ) منذری نے کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے، حسن نے ابوہریرہؓ سے سماع نہیں کیا۔ حدیث کا مطلب سودی کاروبار کا پھیلاؤ اور اس کا معاشرے میں دُور دُور تک رواج ہے جیسا کہ اب ہر طرف نظر آرہا ہے۔ اگر کوئی آدمی سود کی حقیقت سے بچ جائے تو اس کے آثار سے نہیں بچ سکتا۔ سارا قومی اور بین الاقوامی کاروبار سود پر مبنی ہے۔ ہر کام میں بنک دخیل ہیں جن کا تمام کاروبار سود پر ہے۔

۳۳۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ نَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْحَافِرَ أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَةٍ فَجَاءَ فَجِيءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَأَكَلُوا فَنَظَرَ آبَاؤُنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوكُ لُقْمَةً ثُمَّ قَالَ أَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ أُخِذَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا فَأَرْسَلَتِ الْمَرْأَةُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى النَّقِيعِ يُشْتَرَى لِي شَاةٌ فَلَمْ أَجِدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى جَارٍ لِي قَدِ اشْتَرَى شَاةً أَنْ أَرْسِلْ إِلَيَّ بِهَا بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوجَدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعِمِيهِ الْأُسَارَى۔

کُلیب نے ایک انصاری مرد سے روایت کی کہ اس نے کہا: ہم ایک جنازے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ گورکن کو حکم دے رہے تھے کہ: پاؤں کی طرف سے قبر کھلی کرو، سر کی طرف سے فراخ کرو۔ جب آپ واپس ہوئے تو ایک عورت کی طرف سے دعوت دینے والا آپؐ سے ملا، آپ تشریف لے گئے تو کھانا لایا گیا، آپؐ نے کھانے میں ہاتھ ڈالا تو سب لوگوں نے کھانا شروع کر دیا۔ ہمارے بڑوں نے (جو حضورؐ کے قریب تھے) دیکھا کہ آپ لقمہ اپنے منہ میں چباتے اور پھراتے تھے۔ پھر فرمایا کہ: میں یہ ایسی بکری کا گوشت پاتا ہوں جس کو مالکوں کی اجازت کے بغیر پکڑا گیا تھا۔ پس اس عورت نے پیغام بھیجا کہ یا رسول اللہ میں نے کسی کو بقیع کی طرف بکری خریدنے کے لئے بھیجا مگر وہ نہ ملی۔ پھر ایک ہمسائے نے بکری خریدی تھی میں نے اسے پیغام بھیجا کہ اس کی قیمت لے کر بکری بھیج دے تو وہ بھی نہ ملا۔ پھر میں نے اس کی عورت کو پیغام بھیجا تو اس نے یہ بکری مجھے بھیج دی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گوشت قیدیوں کو کھلا دو۔

شرح: سنن ابی داؤد کے سب نسخوں میں یہ لفظ ہے: دَاعِي امْرَأَةٍ، جس کا ہم نے اوپر ترجمہ کیا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں

داعی امرأتہ ہے اور علامہ قاری نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ "مرنے والے کی بیوی کا داعی"۔ شاید مشکوٰۃ اور اس کی شرح میں غلطی سے امرأتہ لکھا گیا ہے۔ روایت ابوداؤد کی ہے لہذا اس پہ اعتماد کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اہل میت کے ہاں سے کھانا غیر مشروع ہے۔ ابوداؤد کے بعض نسخوں میں بقیع کے بجائے نقیع کا لفظ ہے۔ نقیع مدینہ منورہ میں ایک منڈی تھی جس میں بھیڑ بکریوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ جن قیدیوں کو کھلانے کا حکم دیا گیا تھا وہ کفار تھے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید تھے۔ شاید بکری والا مل نہ سکا اور کھانے کے بگڑنے کا اندیشہ تھا لہذا یہ حکم دیا گیا۔

بَابٌ فِي أَكْلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ

(سود کھانے اور کھلانے والے کا باب)

۳۳۲۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا سِمَاكٌ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، گواہ اور کاتب سب پر لعنت فرمائی۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مسلم عن حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فقط آکلہ و موکلہ تک۔ بخاری عن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اور اس میں بھی کاتب وشاہد کا ذکر نہیں ہے۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے) سود انسانی معاشرے میں فساد، ناجائز سرمایہ داری، ہوس زر، حسد و بغض اور عداوت کے بیج بوتا ہے۔ اس سے طبقاتی جنگ کی راہ کھلتی ہے، دولت ایک ہی طبقے میں سمٹ آتی ہے، دھوکے فریب اور سازش سے کمائی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور انسانی معاشرہ بگڑ جاتا ہے جیسا کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

بَابٌ فِي وَضْعِ الرِّبَا!

(سود کو ساقط کرنے کا باب)

۳۳۳۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ نَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ أَلَا إِنَّ كُلَّ رِبًا مِنْ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ أَلَا وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ مِنْ دَمِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُ مِنْهَا دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ كَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي لَيْثٍ

فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ - اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ -

عمرو بن الاحوص رضؓ نے کہا کہ میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: خبردار جاہلیت کے سود میں سے ہر سود ساقط ہے۔ تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں، نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ خبردار جاہلیت کے خون میں سے ہر خون ساقط ہے، اور ان میں سے میں پہلا خون جو ساقط کرتا ہوں وہ حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جو بنی لیث میں دودھ پیتا بچہ تھا اور ہذیل نے اسے قتل کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ تین مرتبہ یہی سوال وجواب ہوا۔ فرمایا: اے اللہ گواہ رہ، تین بار فرمایا (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے) سنن ابی داؤد میں کتاب الحج کے اندر ۱۹۰۵ نمبر پر جابر بن عبداللہ رضؓ سے یہ طویل حدیث مروی ہے۔

شرح: بقول علامہ خطابی زمانۂ جاہلیت کے احکام دورِ اسلام میں مردود و ملغی ہیں۔ کافر نے جب کفر کی حالت میں سودی کاروبار کیا تو اسلام کے دور میں اسے صرف اس کا رأس المال ملے گا اور سود ساقط و لغو ہوگا۔ زمانۂ اسلام سے قبل جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا، اسلام اُن احکام سے تعرض نہیں کرتا بلکہ انہیں عفو و درگزر سے دیکھتا ہے کیونکہ نئے سرے سے احکام و قوانین کو شروع کرنے کے لئے اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے کفر کی حالت میں دار الحرب میں قتل کا ارتکاب کیا اور پھر اسلام لے آیا تو اسے پہلے فعل میں ماخوذ نہیں کریں گے۔ ابوداؤد نے الحارث بن عبدالمطلب روایت کیا ہے لیکن باقی سب روایات میں ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے۔ پھر خطابی نے اپنی سند سے ایک روایت بیان کی ہے جس سے بقول ابی عبیدہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ربیعہ بن حارث بھی نہیں تھا، بلکہ اس کا ایک چھوٹا بچہ تھا جو جاہلیت میں قتل ہوا تھا اور حضور رضؓ نے اس کا خون ہدر قرار دیا تھا، حدیث ربیعہ بن حارث کا خون اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خون کا متولی و مدعی تھا۔ ربیعہ بن الحارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضؓ کے زمانے تک زندہ رہا تھا۔

بَابٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْيَمِيْنِ فِي الْبَيْعِ -

(بیع میں قسم کی کراہیت کا باب)

۳۳۳۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ نَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَنْبَسَةُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ وَقَالَ ابْنُ السَّرْحِ لِلْكَسْبِ وَقَالَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ابوہریرہ رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ: قسم سے سودا تو بک جاتا ہے مگر

برکت ختم ہوجاتی ہے، ابن السرح راوی نے: کسب کی برکت روایت کی اور عن سعید عن ابی ہریرہ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا۔ (بخاری، مسلم، نسائی) روحانی برکت تو قسم سے اٹھ گئی مگر مادی برکت بھی اٹھ جاتی ہے کیونکہ تھوڑے عرصے میں ایسا شخص جھوٹا مشہور ہوکر کاروبار کا نقصان برداشت کرتا ہے۔

بَابُ فِي الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ وَالْوَزْنِ بِالْأَجْرِ

(وزن میں رجحان کا باب اور مزدوری سے کر وزن کرنا)

۳۳۳۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ نَا أَبِي نَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ نَا سُوَيْدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ فَأَتَيْنَا بِهِ مَكَّةَ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيلَ فَبِعْنَاهُ وَثَمَّ رَجُلٌ يَزِنُ بِالْأَجْرِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زِنْ وَأَرْجِحْ۔

سوید بن قیس نے کہا کہ میں اور مخرفہ عبدی ہجر کے شہر سے کپڑے خرید کر لائے اور ان کپڑوں کو ہم مکہ میں لائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس پیدل تشریف لائے اور ایک شلوار کا سودا کیا، ہم نے وہ شلوار آپ ؐ کے ہاتھ بیچی، اور وہاں پر ایک آدمی تھا جو مزدوری سے کر وزن کرتا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا: تول اور پلڑا نیچا رکھ (ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

شرح: اس حدیث سے ناپ تول کا کاروبار کرنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے، اور تقسیم کنندہ، حساب کنندہ کی اجرت بھی اس پر قیاس کی جائے گی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس وقت کپڑا بھی تول کر بیچا جاتا تھا۔ پلڑا نیچا رکھنے کا جو حکم حضورؐ نے دیا تھا اس سے کیا مراد ہے؟ عام طور پر بیچی جانے والی چیز کا پلڑا جھکایا جاتا ہے، تو شاید یہ عام حکم اسے دیا گیا ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ حضورؐ نے باٹ والا پلڑا جھکانے کا حکم دیا تھا اور یہ آپؐ کی اپنی ذات کے ساتھ مخصوص تھا کہ کسی کا کوئی حق آپؐ پر نہ رہے۔ وزن کرنے والے سے خطاب حضورؐ نے فرمایا تھا، اس کا مطلب یہ تھا کہ وزن کی مزدوری خریدار کے ذمہ ہے۔

۳۳۳۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى قَرِيبٌ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ أَبِي صَفْوَانَ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَذْكُرْ يَزِنُ بِالْأَجْرِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ قَيْسٌ كَمَا قَالَ سُفْيَانُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ سُفْيَانَ۔

ابو صفوان بن عمیرہ رضؓ نے کہا کہ میں ہجرت سے قبل مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ بیان نہ کیا کہ: وہ اجرت پر وزن کرتا تھا الخ (اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلی حدیث کا راوی صحابی سُوید بن قیس ہی ابو صفوان بن عمیرہ ہے لیکن ابوداؤد نے پہلی حدیث کے نام کو ترجیح دی ہے) ابوداؤد نے کہا کہ قیس نے بھی سفیان کی مانند روایت کی اور سفیان کا قول ہی صحیح ہے (نسائی، ابن ماجہ منذری نے کہا ہے کہ نسائی اور ابن ماجہ دونوں میں مالک کی روایت میں ابو صفوان کا لفظ ہے، مگر نسائی نے بھی ابوداؤد کی مانند حدیث سفیان کو شعبہ کی حدیث پر ترجیح دی ہے)

۳۳۳۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي رِزْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ لِشُعْبَةَ خَالَفَكَ سُفْيَانُ فَقَالَ دَمَغْتَنِي وَبَلَغَنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ قَالَ كُلُّ مَنْ خَالَفَ سُفْيَانَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ سُفْيَانَ۔

ابو رزمہ نے کہا کہ ایک آدمی نے شعبہ سے کہا کہ سفیان نے تیری مخالفت کی ہے تو شعبہ نے کہا کہ تو نے میرے دماغ پر چوٹ لگادی ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ سفیان کی مخالفت جو بھی کرے سفیان کا قول ہی راجح ہے۔

۳۳۳۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ كَانَ سُفْيَانُ اَحْفَظَ مِنِّي۔

شعبہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا: سفیان مجھ سے بڑا حافظ ہے۔

بَابٌ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ الْمَدِينَةِ

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا باب، کہ ناپ مدینہ والوں کا ہے)

۳۳۳۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ نَا ابْنُ دُكَيْنٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَزْنُ وَزْنُ اَهْلِ مَكَّةَ وَالْمِكْيَالُ مِكْيَالُ اَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَكَذَا رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ وَاَبُو اَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ وَافَقَهُمَا فِي الْمَتْنِ وَقَالَ اَبُو اَحْمَدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَكَانَ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ فَقَالَ وَزْنُ الْمَدِينَةِ وَمِكْيَالُ مَكَّةَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَاخْتُلِفَ فِي الْمَتْنِ فِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وزن مکہ والوں کا ہے اور ناپ مدینہ والوں کا (نسائی) ابوداؤد نے کہا کہ فریابی اور ابواحمد نے سفیان سے اسی طرح روایت کیا۔ ابن دُکین نے ان دونوں کی متن میں موافقت کی۔ اور ابواحمد نے ابن عمرؓ کی جگہ ابن عباسؓ کہا۔ اور ولید بن مسلم نے اسے حنظلہ سے روایت کیا، اس میں کہا کہ: مدینہ کا وزن اور مکہ کا ناپ۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس حدیث کے متن میں مالک بن دینار عن عطاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں اختلاف ہے۔

شرح: معالم السنن میں علامہ خطابی نے فرمایا کہ اس حدیث پر گفتگو میں بہت گڑبڑ ہوئی ہے۔ کسی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کے بارے میں معیاری احکام اس میں دیئے ہیں اور فرمایا ہے کہ اوزان کے معاملے میں مکہ کے وزن اور ناپ میں مدینہ کے ناپنے کے آلات معیار ہیں۔ یہ اس لئے فرمایا گیا تاکہ تنازعہ کے وقت وزن میں مکی ترازو اور باٹ کو اور ناپ میں مدنی پیمانوں کو بطورِ حکم وثالث مانا جا سکے۔ خطابی نے فرمایا کہ یہ تاویل فاسد ہے اور اکثر فقہاء کے اقوال کے برخلاف ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب دو آدمیوں میں مثلاً گندم کے ناپ میں جھگڑا ہو جائے تو مفید پیمانہ وہ شمار ہوتا ہے جو اس شہر اور علاقے میں بالعموم رائج و غالب ہوتا ہے۔ اس وقت یہ تکلف نہیں برتا جاتا کہ مکی وزن یا مدنی پیمانے کو معیار بنا کر فیصلہ کریں۔ اور معاملے کے وقت جب کسی پیمانے یا ترازو یا باٹ کا نام لیں تو اس سے وہی معروف پیمانہ یا ترازو مراد ہوتا ہے جو وہاں پر مشہور ہے اس حدیث کا تعلق دراصل بیع وشراء کے ان مادی پیمانوں یا ترازوؤں سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق بعض ان احکامِ شرع سے ہے جو حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔ پس جب فرمایا کہ "وزن اہلِ مکہ کا معتبر ہے"، تو اس سے مراد خصوصیت کے ساتھ سونے چاندی کا وزن ہے، یعنی زکوٰۃ کے احکام میں دس درہم سات مثقال وزن کے برابر ہیں، پس جب "وزن سبعہ" والے دراہم میں سے کوئی دوصد دراہم کا مالک ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں دراہم کے اوزان مختلف تھے مثلاً بعض کو بغلی کہا جاتا، بعض کو طبری، بعض کو خوارزمی وغیرہ وغیرہ۔ بغلی درہم آٹھ کوڑی کا تھا، طبری چار کا اور عام اسلامی شہروں میں لوگوں کے کاروبار میں جو درہم رائج تھا وہ مکی درہم تھا، اسی کا وزن معتبر شمار کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت اہلِ مدینہ دراہم کو وزن سے نہیں بلکہ شمار کر کے معاملہ کیا کرتے تھے اور اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے بریرہؓ کو آزاد کرنے کی خاطر خریدنا چاہا تو فرمایا: اگر تیرے مالک تیری ساری قیمت یک لخت لینا چاہیں تو میں یک مشت ہی شمار کر کے ادا کروں گی، یعنی دراہم جو بریرہؓ کی قیمت میں دیئے جانے والے تھے۔ پس وزنِ دراہم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے یہ فرمایا کہ اس بارے میں اہلِ مکہ کا وزن معیاری اور معتبر ہے نہ کہ اور شہروں کا جن کے اوزان مختلف تھے۔

اور دراہم کا یہ وزن زمانۂ جاہلیت سے ہی معتبر چلا آتا تھا، اسلامی دور میں صرف یہ ہوا کہ اس کی شکل کو بدل کر اس پر اللہ کا نام نقش کیا گیا۔ اور ایک اُوقیہ چالیس درہم کا تھا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ: پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ اور دوسری احادیث کی رو سے وہ دوسو درہم ہیں سو اس حساب سے ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوئے۔ دینار عرب میں نہیں تھے بلکہ رومی سلطنت سے آتے تھے۔ عبدالملک بن مروان نے اپنے زمانے میں جب سکے ڈھلوائے تو وزن سبعہ کے حساب سے ان کا معیاری وزن قائم کیا، یعنی دس دراہم کا وزن سات مثقال، ایک مثقال کا وزن ایک حبہ کم ۲۲ قیراط۔ اور حضورؐ کے ارشاد کا مطلب کہ: ناپ اہلِ مدینہ کا ہے، یہ تھا کہ کفارہ کی ادائگی، صدقہ فطر، نفقات کا حساب وغیرہ کرنے کے لئے وہ صاع شرعی معیاری ہے جو مدینہ میں رائج ہے۔ لوگوں میں کئی صاع رائج تھے۔ اہلِ حجاز کا صاع ۱/۳ ۵ رطل عراقی تھا۔ زعمائے شیعہ کے

بیان کے مطابق اہل بیت کا صاع ۵½ رطل تھا اور اسے وہ جعفری (جعفر بن محمدؒ سے منسوب) بتاتے ہیں اہل عراق کا صاع آٹھ رطل تھا۔ پس جب خالص کاروباری معاملات کا وقت ہوگا تو ہر علاقے کا صاع معتبر ہوگا اور جب شرعی احکام آئیں گے تو مدنی صاع معتبر ہوگا۔ خطابی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک حدیث کا یہ مطلب ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الدَّيْنِ

(دَین (قرض) میں تشدید کا باب)

۳۳۳۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ سَمْعَانَ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ قَالَ هٰهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ قَالَ هٰهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي فِي الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ إِنِّي لَمْ أُنَوِّهْ بِكُمْ إِلَّا خَيْرًا إِنَّ صَاحِبَكُمْ مَأْسُورٌ بِدَيْنِهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَدَّى عَنْهُ حَتّٰى مَا بَقِيَ أَحَدٌ يَطْلُبُهُ بِشَيْءٍ۔

سمرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا: فلاں قبیلے کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے؟ اس پر کوئی نہ بولا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ فلاں قبیلے کا کوئی شخص یہاں ہے؟ پھر بھی کوئی نہ بولا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: فلاں قبیلے میں سے کوئی شخص یہاں ہے؟ تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور بولا کہ یا رسول اللہ میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا پہلے دو بار بلانے سے تو کیوں نہ بولا؟ تمہاری صرف بھلائی کا ہی ذکر کرتا ہوں۔ تمہارا ساتھی اپنے قرض میں محبوس ہے۔ حتیٰ کہ (اس کے وارث نے) اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا اور کوئی بھی اس سے مطالبہ کرنے والا نہ رہا۔ (نسائی)۔ یہ حدیث بقول نسائی شعبی سے مرسلاً مروی ہے۔ بخاری نے تاریخ کبیر میں اس کا ذکر کیا اور کہا کہ شعبی کا سمعان سے اور سمعان کا سمرہؓ سے سماع ثابت نہیں ہوا۔ (منذری) حدیث میں حضورؐ ایک مقروض میت کا ذکر فرماتے ہیں کہ جب تک اس کا قرض ادا نہیں کیا گیا وہ برابر محبوس رہا اور اب وہ آزاد ہے۔ سمعان سے مراد بقول ابی داؤد سمعان بن مشنج ہے۔

۳۳۳۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ نَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْقُرَشِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ يَقُولُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِي نَهَى

اللّٰہُ عَنْھَا اَنْ یَّمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ لَا یَدَعُ لَہٗ قَضَاءً۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن کبائر سے اللہ نے منع فرمایا ہے ان کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ بندہ مقروض ہونے کی حالت میں اللہ سے ملے اور اس کی ادائگی کا انتظام کر کے نہ جائے۔

شرح: حقوق اللہ کے باب میں کچھ رعائت اور سہل انگاری ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، بندے کو بخشنے پر پورا قادر ہے، بخش دے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ لیکن حقوق العباد کا معاملہ ٹیڑھا ہے، وہاں انہیں کوئی نہیں بخشے گا۔ قرض لینا فی نفسہٖ برا نہیں لیکن ادا نہ کرنا، یا مرتے وقت ادائیگی کا بندوبست نہ کرنا یہ شدید بات ہے۔

۳۳۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَکِّلِ الْعَسْقَلَانِیُّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیْ عَلٰی رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ فَاُتِیَ بِمَیِّتٍ فَقَالَ اَعَلَیْہِ دَیْنٌ قَالُوْا نَعَمْ دِیْنَارَانِ قَالَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ فَقَالَ اَبُوْ قَتَادَۃَ الْاَنْصَارِیُّ عَلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِہٖ فَمَنْ تَرَکَ دَیْنًا فَعَلَیَّ قَضَاءُہٗ وَمَنْ تَرَکَ مَالًا فَلِوَرَثَتِہٖ۔

جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس مرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے جس پر قرض ہوتا۔ پس ایک میت کو لایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! دو دینار ہیں، فرمایا اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔ پس ابو قتادہ انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے ذمہ آئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فتوحات کا سلسلہ شروع کیا تو آپ نے فرمایا: میں ہر مومن کی جان سے بھی اس سے قریب تر ہوں، پس جو کوئی قرض چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑ دے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔ (بخاری نے اسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور اس سے قبل سنن ابی داؤد میں ۵۵ ۲۹ پر گزر چکی ہے۔)

شرح: اس حدیث سے ابو یوسف، محمد، مالک، شافعی اور احمد نے استدلال کیا کہ میت کی طرف سے کفالت جائز اور صحیح ہے۔ اگر یہ کفالت جائز نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے تسلیم کر کے اس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ میت اگر مفلس ہو (ادائگی کے قابل نہ ہو، دیوالیہ ہو) تو اس کی طرف سے کفالت صحیح نہیں کیونکہ ایسے شخص کا دین تو از خود ساقط ہے لہٰذا اس کی کفالت باطل ہے۔ حدیث میں جس کفالت کا ذکر ہے، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول پر ممکن ہے کہ کسی سابق کفالت کا اقرار ہو کیونکہ کفالت میں اقرار کا لفظ ہو یا انشاء اللہ کا، دونوں برابر ہیں۔ اور ممکن ہے کہ یہ کفالت نہ ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصدًا یا تشدیدًا نماز جنازہ پڑھنے سے گریز کیا ہو گا کہ کوئی شخص قرض ادا

کر دے، پس یہ ادائیگی تھی نہ کہ کفالت۔ قرض کا معاملہ شدید ہے، شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کا باعث یہ ہوتا تھا کہ یہ آدمی کا حق ہے، اللہ سے استغفار کرنے سے معاف نہ ہو گا اور نماز جنازہ اللہ سے دعاء و استغفار ہے جو اس میت کے حق میں (حقوق العباد کی حد تک) بیکار ہے، پس ایسی دعا نہ کی جائے جو بیکار رہے۔ مگر دوسرے لوگوں کو نماز کا حکم اس لیے دیتے کہ جنازہ کی نماز فرض علی الکفایہ ہے اور اس کی ادائیگی بھی لازم ہے لہٰذا مسلم بلا نماز دفن نہ ہو جائے۔

۳۳۴۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ رَفَعَهُ قَالَ عُثْمَانُ وَثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ قَالَ اشْتَرَى مِنْ عِيرٍ بَيْعًا وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ فَأُرْبِحَ فِيهِ فَبَاعَهُ فَتَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ عَلَى أَرَامِلِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ لَا أَشْتَرِي بَعْدَهَا شَيْئًا إِلَّا وَعِنْدِي ثَمَنُهُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کی روایت کی جو گزری۔ ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قافلے والوں سے کوئی سودا خریدا اور اس کی قیمت پاس نہ تھی، پس آپ نے اسے بیچ ڈالا اور نفع پایا، پس وہ نفع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبدالمطلب کی بیواؤں پر صدقہ کر دیا اور فرمایا آئندہ میں ایسی کوئی چیز نہ خریدوں گا جس کی قیمت میرے پاس نہ ہو۔ (ایک نسخے میں بَیْعًا کے بجائے تَبِیْعًا کا لفظ ہے یعنی اونٹ کا بچہ جو چراگاہ میں ماں کے پیچھے جاتا ہے)

بَابٌ فِي الْمَطْلِ

(ادائیگی قرض میں تاخیر کا باب)

۳۳۴۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دولت مند کی ادائے قرض میں تاخیر ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے (کہ تمہارے مقروض سے وہ قرض کے سلسلے کسی اور پہ ذمہ داری ڈال دے) تو مان لے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: غنی (دولت مند) سے مراد اس حدیث میں وہ شخص ہے جو ادائے قرض پر قادر ہو، وہ اگر ٹال مٹول کرے تو اسکا

ظلم ہے کہ اس کا کوئی عذر نہیں۔ حوالہ غیر دولت مند پر بھی جائز ہے مگر ترغیب کی خاطر اور قرض خواہ کے اطمینان قلب کے لئے فرمایا کہ جب مقروض کسی دولت مند پر حوالہ کرتا ہے تو تمہیں ماننے میں عذر نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ جس کے حوالہ کیا گیا ہے اگر انکار کر دے تو قرض پھر مقروض کے ذمہ ہو گا۔ اس کی موت یا مفلس ہونے کی صورت میں بھی حنفیہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ مالک، شافعی، احمد اور ابو عبید اور ابو ثور کے نزدیک قرض کی ذمہ داری اس صورت میں مقروض پر نہ رہے گی۔ خطابی نے ایک تیسرا قول یہ بیان کیا ہے کہ زندگی بھر تو ذمہ داری اس کی ہے جس کے حوالہ ہوا اور وہ مر جائے تو پھر قرض مقروض پر ہو گا۔

بَابُ فِي حُسْنِ الْقَضَاءِ

(اچھی طرح ادائیگی کا باب)

۳۳۴۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا فَجَاءَتْهُ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ فَقُلْتُ لَمْ أَجِدْ فِي الْإِبِلِ إِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطِهِ إِيَّاهُ فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً۔

ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان اونٹ بطور قرض لیا، پھر آپ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس قرض خواہ کو اس کا جوان اونٹ ادا کر دوں۔ پس میں نے کہا کہ مجھے تو اونٹوں میں ادائے بہترین چھ سالہ اونٹوں کے اور کوئی نہیں ملا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسے وہی دے دو کیونکہ بہترین لوگ وہ ہیں جو ادائیگی میں بہتر ہوں۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو صدقہ و زکوٰۃ دینے کے لیے ہی یہ اونٹ کسی مالدار شخص سے لیا ہو گا ورنہ اس کی ادائیگی اموال زکوٰۃ سے نہ ہوتی کیونکہ صدقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اہل بیت پر حرام تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقت سے پہلے صدقہ و زکوٰۃ دینا جائز ہے اکثر علما کا یہ قول ہے مثلاً اوزاعی، حنفیہ، احمد، اسحاق، شافعی کے نزدیک صرف ایک سال کی زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی جائز ہے اور مالک کے نزدیک بالکل جائز نہیں۔ جب فرض ہو گی تب ادائیگی کرے۔

۳۳۴۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَحْيَى عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مُحَارِبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کچھ تھا آپ نے اسے ادا کیا اور زیادہ دیا (نسائی)

شرح: بعض لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے موجودہ بنکوں کے سُود لینا جائز ہے کیونکہ وہ گاہکوں کو خوشی سے زیادہ رقم دیتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لاکھوں کا خون نچوڑ کر چند ایک کو دے دیتے ہیں اور وہ بھی بطور تبرع اور اجر و ثواب کے لیے نہیں بلکہ اپنے سُودی کاروبار کے فروغ کی خاطر۔ اس لئے یہ استدلال قطعاً باطل ہے اور اس قسم کا استدلال وہی کر سکتا ہے جسے اللہ نے فقاہت سے محروم رکھا ہو۔ حضور کا معاذ اللہ کوئی بینکنگ کا کاروبار نہیں تھا، ایک افرادی معاملہ تھا، جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور علیہ السلام نے ان کے باپ کی جنگ اُحد میں شہادت کے بعد کئی بار تبرع اور حسن سلوک کیا تھا، بعض دفعہ تو حیلے بہانے سے بھی نیک سلوک اُن سے فرمایا تھا۔ اس حسن سلوک کے فعل کو اٹھا کر بینکنگ کو اس پر قیاس کرنا سوائے جہالت و حماقت کے اور کچھ نہیں، یا پھر ایسے لوگوں کی نیت میں فتور ہے اور وہ بعض ذاتی اغراض کی خاطر یا کسی تعصب یا غلط فہمی کی بنا پر یہ فتویٰ دیتے ہیں۔ ہدانا اللہ تعالیٰ۔

شرح السنۃ میں ہے کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ امام فقراء و مساکین کے لیے قرض سے کر صدقہ و زکوٰۃ کا انتظام کر سکتا ہے، بعد میں اُسے بیت المال سے زکوٰۃ کی مد سے ادا کرے۔ اس حدیث میں حیوان قرض لینے کا ثبوت بھی ملا، اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ قرض چاہے ذوات اور امثال (ایک جیسی چیزیں) کا ہو یا قیمت والی چیزوں کا، ادائیگی اُسی چیز کی مانند ہونی چاہیئے جیسے قرض لیا تھا۔ حضور علیہ السلام نے یہی حکم ابو رافع کو دیا تھا۔ اور پھر جب مثل نہ مل سکی تو بہتر کی ادائیگی فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ اگر شرط نہ کی گئی ہو (معلوم ہے کہ بینکنگ میں شرائط، فی صد سُود اور مدت وغیرہ ہر چیز مقرر ہوتی ہے لہٰذا اسے اُس معاملے پر قیاس کرنا غلط ہے) تو ایسا کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں ایک اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے اعلیٰ درجے کا اونٹ واپس کیا حالانکہ وہ مساکین و فقراء کا حق تھا اور صدقہ کے ناظم کو ایسا کرنا جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اونٹ قرض لیا تھا وہ اپنے لیے تھا پھر صدقہ کے اونٹوں میں سے خرید کر ادا کیا تھا، اس صورت میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوئی۔ اس پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، انہوں نے اس کے لیے ایک اونٹ خریدا اور اسے دے دیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس سے اونٹ لیا گیا تھا وہ خود ایک محتاج تھا۔ حضور نے اس سے اپنے لیے اونٹ لیا اور اُسے صدقے کے اونٹوں میں سے اعلیٰ دے دیا۔

اس حدیث کی وجہ سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ حیوان کے قرض کے قائل نہیں۔ ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کی بیع بطور اُدھار حیوان کے ساتھ ناجائز ٹھہرائی ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیوان کی بیع کو حیوان کے ساتھ، گو ایک کے بدلے دو ہوں، جائز ٹھہراتے تھے مگر اس میں نسیئہ (اُدھار) کو مکروہ جانتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ نسیئۃً ممنوع قرار دی۔ اسی طرح سمرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ یہ روایتیں بیان کر کے طحاوی نے معانی الآثار میں کہا کہ یہ احادیث اس روایت کی ناسخ ہیں جس میں حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ نسیئۃً جائز قرار دی گئی ہے۔

بَابٌ فِي الصَّرْفِ

(بیع صرف کا باب)

۳۳۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کا تبادلہ سونے سے ربوا ہے مگر جبکہ نقدا نقد ہو۔ اور گندم کی بیع گندم سے سود ہے مگر جبکہ فوراً دو اور لو کا قصہ ہو۔ اور کھجور کی بیع کھجور سے ربا ہے مگر جب کہ نقدا نقد ہو اور جو کی بیع جو کے ساتھ ربا ہے مگر جب کہ نقدا نقد ہو (بخاری، مسلم، الموطاء، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ھاء، وھاء اور ھاو ھا اور ھاک وھاک سب کا معنیٰ ہے لو اور دو۔ یعنی ان میں نسیئہ جائز نہیں۔ مزید گفتگو آگے ہے۔

۳۳۴۵ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ مُسْلِمٍ الْمَكِّيِّ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ مُدْيٌ بِمُدْيٍ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ وَالشَّعِيرُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ وَهِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ بِإِسْنَادِهِ۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کے بدلے سونا ہے اینٹ ہو یا سکہ، اور چاندی کے بدلے چاندی ہے اینٹ ہو یا سکہ ہو، اور گندم کے بدلے گندم برابر سرابر۔ اور جو کے

بدلے جو برابر برابر۔ اور کھجور کے بدلے کھجور برابر برابر۔ پس جس نے زیادہ دیا یا لیا تو اس نے ربا کیا۔ اور سونے کی بیع کا چاندی کے بدلے میں کوئی حرج نہیں جب کہ چاندی زیادہ ہو بشرطیکہ دست بدست ہو اور اگر ادھار ہو تو نہیں گیہوں کی بیع جو کے بدلے میں کوئی حرج نہیں جبکہ جو زیادہ ہو بشرطیکہ دست بدست ہو اگر ادھار ہو تو نہیں۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ مختلف الفاظ سے)۔

شرح: سونے کا سکہ اور سونا برابر برابر لیا جاسکتا ہے، ان دونوں میں فرق نہیں۔ یعنی سکے میں جتنا سونا ہے اتنا سونا اس کے برابر ہے۔ مُدّی شام اور مصر کا ایک پیمانہ ہے جو ۱۵ مکوک کا ہوتا ہے اور مکوک ۱½ صاع کا تھا۔ ابو داؤد نے کہا کہ اس حدیث کو سعید بن ابی عروبہ ہشام دستوائی نے قتادہ سے اس نے مسلم بن یسار سے اُس کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یعنی قتادہ اور مسلم کے درمیان ابو الخلیل کا واسطہ نہیں جیسا کہ اوپر اہل حدیث کی سند میں ہے۔

۳۳۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا وَكِيعٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْخَبَرِ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ وَزَادَ قَالَ فَإِذَا اخْتَلَفَ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوهُ كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث (ایک اور سند کے ساتھ) روایت کی ہے اور اس میں کچھ کمی بیشی ہے۔ اضافہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ اصناف مختلف ہوں تو جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ دست بدست ہو۔

شرح: اس حدیث کے مضمون کو خطابی نے عامۃ المسلمین کا قول بتایا ہے۔ اسامہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف مروی ہے، وہ ایک درہم کی بیع دو درہم جائز ٹھہراتے ہیں۔ ابن عباس سے رجوع مروی ہے۔ اور اہل عراق نے گندم کی بیع کو جو کے ساتھ بلا دست بدست جائز قرار دیا ہے۔ ان کا یہ مسلک ہے کہ قبضہ صرف صَرف میں مشروط ہے (یعنی سونے اور چاندی میں)، کسی اور چیز میں نہیں۔ خطابی نے کہا کہ از روئے سنت صرف اور غیر صرف میں تقابض کا کوئی فرق نہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ جنس واحد جس میں ربو ہو اس میں تفاضل اور نسیئہ دونوں ناجائز ہیں۔ اور جنس مختلف ہو تو تفاضل جائز ہے نسیئہ جائز نہیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سنت نے سونے چاندی اور دیگر ربوی اموال کیل یعنی گندم، جو، کھجور اور نمک کو صحیح کہا ہے کہ ان کی جنس مختلف ہو اور نوع مختلف ہو تو ان کی بیع میں تفاضل جائز ہے نسیئہ جائز نہیں ان دو امور پر اُمت متفق ہے۔ لیکن سونے چاندی میں تقابض کی شرط اسی حدیث کے علاوہ دوسری احادیث میں ثابت ہے اس حدیث میں نہیں۔ اور سونے چاندی کے علاوہ دوسری اشیاء میں تقابض ثابت نہیں ہوا لہٰذا وہ اپنی اصل پر باقی ہیں یعنی جواز پر۔ اور یہی چیز اہل عراق نے کہی ہے کہ ان کی بیع نسیئہ جائز نہیں اور ان کا تعین واجب ہے، اور جب تعین ہو گیا تو تقابض واجب نہ رہا، مجلس کے بعد بھی قبضہ ہو سکتا ہے کیونکہ تعین ہو چکا ہے۔ اور اس کی دلیل عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ۳۳۴۴ اس کے الفاظ ہیں۔ یدًا بِیَدٍ وَاَمَّا نَسِیْئَۃً فَلَا۔ یعنی اگر ایک جنس زیادہ ہو اور دوسری کم تو

تفاضل جائز اور نسیئہ ناجائز ہے۔ اور یداً بید سے مراد مجلس میں قبضہ کرنا نہیں بلکہ تعین مراد ہے۔ اور جب نسیئہ ہو گا تو تعین نہ ہو گی۔ اور سونے چاندی میں تقابض کے شرط ہونے کے دلائل موجود ہیں۔ مزید گفتگو آگے ہے۔

بَابٌ فِي حِلْيَةِ السَّيْفِ تُبَاعُ بِالدَّرَاهِمِ

(باب: جڑاؤ تلوار کو دراہم سے فروخت کرنا)

۳۳۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالُوا نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح وَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ حَنَشٍ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ مَنِيعٍ فِيهَا خَرَزٌ مُعَلَّقَةٌ بِذَهَبٍ ابْتَاعَهَا رَجُلٌ بِتِسْعَةِ دَنَانِيرَ أَوْ بِسَبْعَةِ دَنَانِيرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ الْحِجَارَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُمَا قَالَ فَرَدَّهُ حَتَّى مُيِّزَ بَيْنَهُمَا وَقَالَ ابْنُ عِيسَى أَرَدْتُ التِّجَارَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَانَ فِي كِتَابِهِ الْحِجَارَةُ فَغَيَّرَهُ فَقَالَ التِّجَارَةَ۔

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنگ خیبر میں ایک ہار لایا گیا جس میں سونا اور جواہرات تھے، ابو بکر راوی اور احمد بن منیع نے کہا کہ اس میں موتی تھے جن پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ اسے ایک آدمی نے نو دینار یا سات دینار میں خریدا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نہیں جب تک کہ سونے اور موتیوں میں امتیاز ہو جائے۔ پس اس شخص نے کہا کہ میں نے صرف موتیوں کا ارادہ کیا تھا۔ پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں جب تک کہ سونے اور پتھر میں جدائی ہو جائے۔ فضالہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس شخص نے اس ہار کو واپس کر دیا تاکہ سونے اور دوسری چیز میں امتیاز کیا جائے۔ راوی ابن عیسیٰ نے یہ لفظ بولا: میں نے تو تجارت کا ارادہ کیا ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ ابن عیسیٰ کی کتاب میں الحجارۃ تھا (مگر اس نے حدیث سناتے وقت التجارۃ پڑھا)

شرح: مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ تم نے یہ ہار نو یا سات دینار کا خریدا ہے اور ممکن ہے اس میں سونا کم و بیش ہو لہٰذا جب سونا مساوی ہو گا تو بھی ربوا ہے کہ موتی کی کوئی قیمت نہ ہوئی اور اگر سونا زیادہ ہے تو بھی ربوا ہے کہ نو دینار کا سونا نو دینار سے زائد اور پھر ساتھ موتی بھی خریدے گئے۔ اس شخص کا کہنا یہ تھا کہ میں نے پتھر

کے موتی خریدے ہیں اموالِ ربوا میں سے نہیں ہیں، مگر سوال یہ تھا کہ پھر سونا کس چیز کا معاوضہ ہے جو ہار کے اندر تھا لہٰذا بات تو بہر صورت ہوا۔ اگر ادا کی جاتے والی قیمت یعنی دینار اس سونے سے زیادہ تھے جو ہار میں تھا تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع جائز تھی کیونکہ زائد دینار کے بدلے وہ موتی ہوئے جو ہار کے اندر تھے۔ مگر دیگر ائمہ نے اس صورت میں بھی بیع کو ناجائز کہا ہے۔

۳۳۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي شُجَاعٍ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُبَاعُ حَتَّى تُفَصَّلَ۔

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جنگ خیبر میں ایک ہار ۱۲ دینار کا خریدا، اس میں کچھ سونا اور کچھ موتی تھے۔ پس میں نے انہیں جدا کیا تو میں نے اس ۱۲ دینار سے زائد پایا اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کی تو آپ نے فرمایا: اسے نہ بیچا جائے جب تک کہ دونوں کو جدا جدا نہ کر دیا جائے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی) یہ حدیث دینار کے شمار میں پہلی حدیث کے خلاف ہے شاید پہلا سودا رد ہو کر پھر دوسرا ہوا تھا یا یوں کہئے کہ پہلی حدیث میں ۹ یا ۷ دینار کے درمیان شک تھا اور اس میں یقین ہے کہ سودا ۱۲ دینار کا تھا۔ اس حدیث میں غالباً سودا رد نہیں کیا گیا بلکہ مزید احتیاط کے لئے مزید بیع کی خاطر سونے اور موتی کو الگ الگ سودوں کے ساتھ بیچنے کا حکم دیا گیا، کیونکہ فضالہ رضی اللہ عنہ کہہ چکے کہ میں نے انہیں جدا کیا۔

۳۳۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنِ الْجُلَاحِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَنَشٌ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ نُبَايِعُ الْيَهُودَ الْوُقِيَّةَ مِنَ الذَّهَبِ بِالدِّينَارِ قَالَ غَيْرُ قُتَيْبَةَ بِالدِّينَارَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ۔

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم یہودیوں سے سونے کے اوقیہ کا دینار کے ساتھ لین دین کرتے تھے۔ قتیبہ کے سوا دوسروں نے کہا: دو اور تین دینار کے ساتھ پھر دونوں راوی متفق ہو گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے ساتھ مت بیچو مگر پورے

پورے وزن سے (مسلم) وقیہ یا اوقیہ ایک ہی چیز ہے جس کی مقدار سات مثقال تھی اور بالفاظ دیگر چالیس درہم۔

بَابٌ فِي اقْتِضَاءِ الذَّهَبِ مِنَ الْوَرِقِ

(چاندی سے سونے تبادلے کا باب)

۳۳۵۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا نَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالنَّقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ وَآخُذُ هٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ وَأُعْطِي هٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رُوَيْدَكَ أَسْأَلُكَ إِنِّي أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالنَّقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ وَآخُذُ هٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ وَأُعْطِي هٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچتا تھا، پس دیناروں کے حساب سے بیچتا اور درہم لیتا اور درہموں کے حساب سے بیچتا تو دینار لیتا تھا، اس کے بجائے یہ لیتا اور اُس کے بجائے وہ دیتا تھا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، پس میں نے کہا یا رسول اللہ ذرا ٹھہریئے میں آپ سے سوال کرتا ہوں۔ میں بقیع میں اونٹ بیچتا ہوں، پس دینار کے حساب سے بیچتا ہوں اور درہم لیتا ہوں اور دراہم کے حساب سے بیچتا ہوں اور دینار لیتا ہوں اور اس کے بجائے یہ لیتا اور اس کے بجائے وہ دیتا ہوں۔ اسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی حرج نہیں کہ تو انہیں اس وقت کے نرخ کے حساب سے لے لے، جب تک کہ تم دونوں الگ نہ ہو جاؤ درانحالیکہ تمہارے درمیان کوئی چیز باقی ہو (ترمذی، النسائی، ابن ماجہ)

شرح: چونکہ درہم و دینار کا تبادلہ بیع صرف ہے اور بیع صرف تقابض کے بغیر صحیح نہیں، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ خریدار اور دوکاندار کے درمیان بات پکی ہو جائے اور کوئی غلط فہمی نہ رہ جائے۔ اکثر اہل علم نے درہم و دینار کے تبادلے کو جائز کہا ہے مگر ابو سلمہ اور ابن شبرمہ نے اس سے منع کیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے صرف وقت کے نرخ کی شرط سے جائز رکھا ہے اور دوسرے فقہا نے یہ شرط لازم نہیں رکھی۔

۳۳۵۱۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ نَا عُبَيْدُ اللهِ أَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ سِمَاكٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ لَمْ يَذْكُرْ بِسِعْرِ يَوْمِهَا۔

اسی حدیث کی دوسری سند، اس میں: "اُس دن کے نرخ کے ساتھ" کی عبارت نہیں ہے (شاید فقہاء نے اسی لیے اس شرط پر زور نہیں دیا)

بَابٌ فِي الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

(حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ اُدھار کا باب)

۳۳۵۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً۔

سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کی حیوان کے ساتھ اُدھار بیع کو ممنوع ٹھہرایا۔ (ترمذی، نسائی، اگلی حدیث بظاہر اس کے خلاف آرہی ہے۔

شرح: علامہ شوکانی نے جمہور کا مذہب یہ بتایا کہ حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ تفاضل کے ساتھ اُدھار بھی مطلقاً جائز ہے۔ مالک نے جنس کے اختلاف کی شرط لگائی ہے۔ ابو حنیفہ وغیرہ اہل کوفہ، احمد بن حنبل اور ہادویہ نے نسیئہ کی صورت میں اسے مطلقاً جائز کہا ہے۔ پہلے فریق کی دلیل عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث اور دیگر آثار ہیں جو اسی معنی میں وارد ہیں۔ حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ سے ان کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں مقال ہے۔ شافعی کے نزدیک نسیئہ سے مراد طرفین سے نسیئہ ہے (یعنی بیع الکالی بالکالی) اور نسیئہ ایک طرف سے ہو یا دونوں طرف سے بہر حال اسے نسیئہ ہی کہا جاتا ہے۔ (خطابی نے معالم میں اس حدیث میں نہی کی علت یہی قرار دی ہے کہ اس میں دونوں طرف سے نسیئہ ہے) اور بیع الکالی بالکالی کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ منع کرنے والوں کی دلیل حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ، جابر بن سمرہ رضا اور ابن عباس رضی اللہ عنہا اور اس معنی میں کئی آثار بھی ہیں۔ انہوں نے ابن عمر رضہ کی حدیث کو منسوخ کہا ہے مگر نسخ ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ ناسخ کا متأخر ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ اور یہاں پر یہ منقول نہیں ہے۔ پس یہاں پر حتی الامکان ان حدیثوں کو جمع کرنے کی کوشش ضروری ہے یا مانا جائے کہ ان میں تعارض ہے۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تاویل سے یہ حدیثیں جمع ہوسکتی ہیں مگر وہ اس بات پر موقوف ہے کہ نسیئہ کا اطلاق بیع المعدوم بالمعدوم پر ثابت ہو جائے۔ اگر لغت عرب میں یہ ثابت ہو تو بہتر ورنہ نہی کی احادیث میں سے ہر ایک میں اگرچہ کلام ہے تاہم یہ تین اصحاب: سمرہ رضی اللہ عنہ، جابر بن سمرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریقوں سے ثابت ہیں اور یہ ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں۔ پس اس صورت

میں یہ تین اس ایک حدیث سے راجح تر ہیں جو خود کلام سے خالی نہیں (علامہ شوکانی کے اس بیان کو اگر ان کے متبعین و مقلدین بنگاہ التفات دیکھیں تو کافی اختلافات کا حل نکل آئے گا!) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث سے، اور خاص کر اس وقت جب کہ سنن ابی داؤد اور ترمذی نے حدیث سمرہ کی تصحیح کی ہے اور یہ اس کی ترجیح ایک اور سبب سے ہے۔ اور اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ تحریم کی دلیل اباحت کی دلیل سے راجح تر ہوتی ہے اور یہ ایک اور سبب ترجیح ہے۔ رہ گئے وہ آثار جو صحابہ رضی اللہ عنہ سے وارد ہیں تو ان میں کوئی حجت نہیں اور اس کے علاوہ ان میں اختلاف بھی ہے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ

(اس میں رخصت کا باب[۱۶])

۳۳۵۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْشٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتِ الْإِبِلُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ فِي قِلَاصِ الصَّدَقَةِ فَكَانَ يَأْخُذُ الْبَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ۔

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا، پس اونٹ ختم ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ صدقہ کی جوان اونٹنیوں کے وعدے پر اونٹ حاصل کرے۔ پس عبداللہ رضی اللہ عنہ صدقہ کے اونٹ آنے تک ایک ایک کو دو دو اونٹ کے بدلے حاصل کرتے تھے۔

شرح: اس حدیث سے تو حیوان کی بیع حیوان سے بالتفاضل نسیئۃً بھی جائز ثابت ہوئی ہے۔ لیکن اس حدیث کی سند میں کلام ہے، ذہبی نے مسلم بن جبیر اور ابوسفیان ہر دو کو مجہول کہا ہے۔ احمد نے سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ثابت تر کہا ہے۔ حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ بطور نسیئہ عطاء، ثوری، احمد، اور حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ مالک کے نزدیک اجناس مختلف ہوں تو جائز ہے (اور حدیث عمرو میں جنس ایک ہے) شافعی کے نزدیک نسیئہ اگر ایک طرف سے ہو تو بیع جائز ہے جنس ایک ہو یا زیادہ ہوں۔ اس حدیث عبداللہ بن عمرو میں محمد بن اسحاق ہے جو عنؔ کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ عمرو بن حریش کو بھی مجہول الحال کہا گیا ہے۔

بَابٌ فِي ذٰلِكَ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

(جب دست بدست ہو تو اس کے جواز کا باب)

۳۳۵۴ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى عَبْدًا بِعَبْدَيْنِ -

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو دو کے مقابلے میں خریدا (مسلم، ترمذی، النسائی) اس حدیث کی رُو سے جب حیوان کی جنس ایک ہو تو تفاضل جائز ہے بشرطیکہ سودا دست بدست ہو۔

بَابٌ فِي التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

(باب - کھجور کے بدلے کھجور)

۳۳۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ زَيْدًا أَبَا عَيَّاشٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ الْبَيْضَاءِ بِالسُّلْتِ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ الْبَيْضَاءُ قَالَ فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ قَالُوا نَعَمْ فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ نَحْوَ مَالِكٍ -

ابو عیاش نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سفید گندم کے بدلے نیلی گندم کے متعلق پوچھا تو سعد نے اس سے کہا کہ ان میں سے افضل کون سی ہے؟ اس نے کہا کہ سفید گندم۔ پس سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خشک کھجور کو تر کھجور کے بدلے لینے کا سوال ہوتے سُنا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تر کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ پس اس سوالی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، المؤطا، ابن خزیمہ، ابن حبان، الحاکم، ترمذی اور آخری تینوں نے اس کی تصحیح کی ہے۔

شرح: اس حدیث کے راوی ابو عیاش کو ابو حنیفہ اور ابن حزم نے بقول حافظ ابن حجر مجہول کہا ہے۔ بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو اسی خوف سے نہیں لیا کہ ابو عیاش مجہول ہے خطابی نے اسے محقق امام مالک کی تقلید میں بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، مگر بقول مولانا جرح و تعدیل کے باب میں تقلید کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ابو عیاش کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا یہ زرقی ہے یا مخزومی یا زہری اور اس کی جہالت میں ہی کافی ہے۔ دراصل اس کی جرح و تعدیل میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مالک کا اختلاف ہے۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعدیل کی ہے مگر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جرح کی ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سُلت کے ساتھ بیضاء کی بیع کے بارے میں جو کچھ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر وہ دست بدست بیع پر مبنی تھا تو ممانعت ورع و احتیاط کے طور پر تھی کہ سُلت چونکہ گندم کے مشابہ تھی لہٰذا اس مشابہت نے اس میں شبہ پیدا کر دیا لہٰذا سعد نے ازراہِ احتیاط اس سے روک دیا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بیع اگر دست بدست ہو تو اس کا حکم یہ نہیں۔ وجہ یہ کہ یہ دونوں ایک جنس نہیں بلکہ الگ الگ جنسیں ہیں۔ پس جس طرح گندم کی بیع جَو کے ساتھ اگر دست بدست ہو تو تفاضل کے ساتھ جائز ہے ویسے ہی یہاں بھی جائز تھی۔ ہاں! اگر ممانعت کو نسیئہ پر محمول کریں تو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ان میں تفاضل جائز نہیں ہے۔ اوپر یہ حدیث صراحۃً گندم اور جَو کی بیع میں تفاضل کے جواز بتا چکی ہے جب کہ بیع دست بدست ہو (حدیث ۳۳۴۴) جہاں تک تر کھجور کے خشک کھجور کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ ہے اس میں اختلاف ہے جب کہ دست بدست ہو۔ البدائع میں ہے کہ تر کی بیع رُطب کے ساتھ، اور منقیٰ کی منقیٰ کے ساتھ مساوی ناپ کے ساتھ، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سب جائز ہیں۔ ابو یوسف نے کہا کہ اور سب کی بیع جائز ہے مگر تمر کی رُطب کے ساتھ جائز نہیں (شاید اس حدیث کی وجہ سے) اور محمد نے کہا کہ ان سب کی بیع فاسد ہے، صرف رُطب کی رُطب کے ساتھ اور انگور کی انگور کے ساتھ جائز ہے۔ شافعی نے کہا کہ یہ سب بیع باطل ہیں۔ ابو حنیفہ نے حالیہ مساوات کا لحاظ کیا یعنی عقدِ بیع کے وقت، اور بعد کے نقصان کا اعتبار نہ کیا، محمد نے عقدِ بیع کے وقت کی مساوات اور بعد کی مساوات کو مدِنظر رکھا۔ ابو یوسف کا اعتبار بھی ابو حنیفہ کی مانند رہا سوائے رُطب اور تمر کے، کہ اس کے فساد میں یہ حدیث موجود ہے۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پھلوں کے اندر جو خشک نہیں ان کے خشک ہونے کے نقصان کا لحاظ پیش نظر رکھا۔ ابو یوسف اور محمد کی دلیل تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث سعد ہے۔ ابو حنیفہ نے قرآنی عمومات اور سنتِ مشہورہ کا اعتبار کیا۔ قرآنی عمومات یہ ہیں: لَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ "اپنے مال باہم باطل طریقے سے مت کھاؤ الا یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی کے ساتھ"، پس ظاہر نص ہر بیع کو جائز قرار دیتی ہے سوائے ان صورتوں کے جو دلیل کے ساتھ مستثنیٰ ہوں۔ اور مخصوص صورت تفاضل کی ہے جو شرعی معیار سے زاید ہو۔ پس جو بیع مساوات کے ساتھ ہو وہ جواز پر باقی رہی۔ اور سُنتِ مشہورہ سے ان کی مراد جو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں حضور علیہ السلام نے گندم کی بیع گندم سے، جَو کی جَو سے، تمر کی تمر سے برابر سرابر مطلقاً بلا تخصیص جائز فرمائی ہے۔ اور گندم کا لفظ اس کی ہر قسم پر اور جَو کا لفظ اس کی ہر قسم اور نوع پر بولا جاتا ہے اسی طرح تمر کا لفظ رُطب اور بُسر اور تر و خشک سب پر بولا جاتا ہے۔ لغت میں ہر کھجور کو چاہے رُطب ہو، بُسر ہو، مذنب ہو، منقع ہو، برابر بولا جاتا ہے۔ جنگِ خیبر کے موقع پر حضور علیہ السلام کی خدمت میں تازہ کھجور کا تحفہ پیش ہوا تو آپ نے

فرمایا: کیا خیبر کی سب تمر اسی طرح کی ہوتی ہیں؟ سو آپ نے رُطب پر تمر کا لفظ بولا۔ یہ حدیث چونکہ ضعیف ہے اور اس کے راویوں پر تنقید ہوئی ہے لہٰذا ابو حنیفہ نے دیگر دلائل شرع کے مقابلہ میں اسے لائق اعتبار نہیں ٹھہرایا۔ واللہ اعلم۔
ابو داؤد نے کہا کہ اس حدیث کو اسماعیل بن امیہ نے بھی مالک کی مانند روایت کیا ہے۔

۳۳۵۶۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَنَّ أَبَا عَيَّاشٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ نَسِيئَةً قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ عَنْ مَوْلًى لِبَنِي مَخْزُومٍ عَنْ سَعْدٍ نَحْوَهُ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر کھجور کی بیع کو خشک کھجور کے ساتھ ادھار سے منع فرمایا۔ ابو داؤد نے کہا کہ عمران بن ابی انس نے بنی مخزوم کے ایک آزاد کردہ غلام (یعنی ابو عیاش جس کا نام زید بن عیاش بتایا جاتا ہے) سے، اس نے سعد رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی۔ (تنبیہ) بقول منذری، دارقطنی، اور بیہقی نے یحییٰ بن ابی کثیر پر تنقید کی ہے کہ اس نے اس حدیث میں نسیئۃ کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر خود ایک ثقہ راوی ہے۔

بَابٌ ۱۹ فِي الْمُزَابَنَةِ

(مزابنہ کا باب)

۳۳۵۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَعَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا وَعَنْ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ کر کھجور کی بیع کے کھجور سے منع فرمایا اور انگور کی بیع کشمش کے ساتھ ناپ کر اور کھڑی فصل کی بیع گندم کے ساتھ ناپ کر کرنے سے منع فرمایا (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، الموطا)

شرح: اس مسئلہ میں ائمہ فقہ و حدیث کے اندر کوئی اختلاف نہیں۔ حدیث سے خود مزابنہ کی تشریح بھی ہو جاتی ہے کہ کھڑی فصل کے ساتھ ناپ کر بیچنا، اُترے ہوئے پھلوں کے ساتھ ان پھلوں کی بیع جو ابھی درختوں پر ہیں، مزابنہ کہلاتا ہے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا

(عرایا کی بیع کا باب)

۳۳۵۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِالتَّمْرِ وَالرُّطَبِ.

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک و تر کھجور کے ساتھ عرایا کی بیع کی رخصت دی تھی (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، المؤطا)

شرح: عرایا عریہ کی جمع ہے، اس کی تفسیر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں یہ کی ہے کہ کھجور کے باغ کا مالک کسی شخص کو ایک یا دو درختوں کا پھل دے دیتا تھا تاکہ اُس کے اہل وعیال یہ پھل کھائیں۔ اس شخص کے لیے بار بار باغ میں جانا اور پھل لانا بعض دفعہ دشوار ہوتا تھا، بعض دفعہ مالک کے اہل وعیال اس سے تکلیف محسوس کرتے تھے، پس وہ شخص جس کو کھجور دی گئی تھی مالک سے مطالبہ کرتا کہ مجھے اس قدر کھجور اس وقت دے دینا جب کہ پھل توڑا جائے اور اس کا اندازہ کر لیا جائے تاکہ اس درخت پر کتنا پھل ہے۔ پس یہ حقیقت میں بیع کوئی نہیں بلکہ ہبہ اور عطیہ ہے جسے توسعا بیع کا لفظ دیا گیا ہے۔ اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ بیع اس لیے بھی نہیں کہ پھل ابھی درخت پر ہے اور اس پر قبضہ نہیں ہوا۔ عریہ کا معنی لغت میں بھی عطیہ ہی ہے۔ علامہ خطابی اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیع ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے لیکن بات وہی ہے جو اوپر امام مالک کی تفسیر میں گزری اور اسے امام محمد نے بھی اپنے مؤطا میں بیان کیا ہے۔ چونکہ لین دین کے حساب سے یہ بیع کی صورت نظر آتی ہے اس لیے راویوں نے اسے بیع کہا ورنہ حقیقت میں یہ بیع نہیں ہے، اگر یہ بیع ہوتی تو یہ بیع التمر بالتمر الی اجل ہے جس کے عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اس سے بچنے کی خاطر ہی رخصت کا لفظ رُواۃ حدیث نے بولا ہے

۳۳۵۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا.

سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو کھجور کے ساتھ بیچنے سے منع فرمایا اور عرایا میں رخصت دی کہ ان کو اندازہ کر کے بیچا جائے اور مالک ان کا پھل تازہ اور تر کھائیں (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی) شرح اوپر دیکھیں۔

بَابٌ ٢١ فِي مِقْدَارِ الْعَرِيَّةِ

(عریّہ کی مقدار کا باب ٢١)

٣٣٦٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ نَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ لَنَا الْقَعْنَبِيُّ فِيمَا قَرَأَ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَاسْمُهُ قُزْمَانُ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ شَكَّ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ ـ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی بیع میں پانچ وسق سے کم میں رخصت دی یا پانچ وسق میں، داؤد بن الحصین راوی کو شک ہے (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، الموطا) ابوداؤد نے کہا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں چار وسق تک ہے۔ پس اس مقدار کے اندر بھی اختلاف و اضطراب ہوا۔ حالانکہ اس کی بنیاد پر علامہ خطابی نے اسے بیع قرار دینے پر بڑا زور دیا ہے۔

بَابٌ ٢٢ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

(عرایا کی تفسیر کا باب ٢٢)

٣٣٦١ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ نَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ الْعَرِيَّةُ الرَّجُلُ يُعْرِي الرَّجُلَ النَّخْلَةَ أَوِ الرَّجُلُ يَسْتَثْنِي مِنْ مَالِهِ النَّخْلَةَ أَوِ الِاثْنَتَيْنِ يَأْكُلُهَا فَيَبِيعُهَا بِتَمْرٍ ـ

عبد ربہ بن سعید الانصاری نے کہا کہ عریّہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کھجور کا درخت (یعنی پھل کے لیے) بطور عطیہ دے یا آدمی اپنے مال میں سے ایک یا دو کھجوریں مستثنیٰ کرے تاکہ ان کا پھل کھائے، پھر انہیں تمر سے بیچ ڈالے (یہ تفسیر بظاہر امام مالک کی تفسیر کے خلاف ہے اور اگر بیچنے والا (یعنی صورۃً بیع کرنے والا) وہ ہے جسے کھجور بطور عطیہ ملی تھی اور مشتری (یعنی بظاہر) باغ کا مالک ہے تو پھر اس تفسیر میں اور مالک کی تفسیر میں فرق نہیں رہتا۔

۳۳۶۲۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدَةَ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ الْعَرَايَا أَنْ يَهَبَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخَلَاتِ فَيَشُقُّ عَلَيْهِ أَنْ يَقُومَ عَلَيْهَا فَيَبِيعُهَا بِمِثْلِ خَرْصِهَا۔

ابن اسحاق نے کہا کہ عرآیا کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو کچھ کھجوریں (یعنی ان کا پھل) ہبہ کرے اور وہ دوسرا شخص ان کی حفاظت اور نگرانی نہ کر سکے تو پھل کا اندازہ کر کے اُسی قدر کھجور سے اُسے بیچ ڈالے (یہ تفسیر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر و مسلک کے مطابق ہے۔

بَابٌ ۲۳ فِي بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

(پھلوں کی صلاحیت شروع ہونے سے قبل ان کی بیع کا باب ۲۳)

۳۳۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی صلاحیت شروع ہونے سے قبل ان کی بیع سے منع فرمایا، بیچنے والا اور خریدار دونوں کو منع فرمایا (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، المؤطا، ابن ماجہ)

شرح: بدوِ صلاح سے مراد یہ ہے کہ پھل کی وہ حالت شروع ہو جائے جس میں اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ بائع کو منع فرمایا تاکہ وہ مشتری کا نقصان نہ کرے اور مشتری کو منع فرمایا تاکہ اس کا نقصان نہ ہو اور پھل تلف نہ ہو جائے۔

۳۳۶۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتَّى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے سُرخ یا زرد ہونے سے قبل کھجور کی بیع سے منع فرمایا اور بالی کی بیع سے منع کیا حتیٰ کہ سفید ہو جائے اور آفت سے محفوظ ہو جائے، بائع اور مشتری کو منع فرمایا (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح: اس حدیث سے غلے کی بیع کا جواز بالیوں میں ثابت ہوا اور اس کی مثال اخروٹ اور بادام جیسی ہے جن کو ان کے چھلکے میں فروخت کیا جاتا ہے۔ امام شافعی نے دانے کی بیع بالی میں ناجائز بتائی ہے اور اسے بیع الغرر (دھوکے کی بیع) کہا ہے، یہ حدیث ان پر حجت ہے۔

۳۳۶۵ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ عَنْ مَوْلًى لِقُرَيْشٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَنَائِمِ حَتَّى تُقْسَمَ وَعَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُحْرَزَ مِنْ كُلِّ عَارِضٍ وَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بِغَيْرِ حِزَامٍ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمتوں کی بیع سے منع کیا حتیٰ کہ وہ تقسیم ہو جائیں۔ اور کھجور کی بیع سے منع کیا حتیٰ کہ وہ ہر آفت سے محفوظ ہو جائیں اور اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی کمر میں پٹکا باندھے بغیر نماز پڑھے (منذری نے کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول آدمی ہے وہ یزید خمیر مولائے قریش ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ کتب رجال میں اس کا کہیں ذکر نہیں ملا) پٹکا باندھنے سے مراد اہل عرب کے لمبے کرتے پر پٹکا باندھنا ہے جس کے بغیر ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۳۳۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشْقِحَ قِيلَ وَمَا تُشْقِحُ قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ يُؤْكَلُ مِنْهَا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے رنگ بدلنے سے پہلے اس کی بیع سے منع فرمایا۔ کہا گیا کہ رنگ بدلنے سے کیا مطلب؟ فرمایا کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائے اور اس میں سے کھایا جائے (بخاری، مسلم، نسائی) "اس میں سے کھایا جائے" یعنی کھانے کے قابل ہو جائے۔

۳۳۶۷ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتَّى يَسْوَدَّ وَ عَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَّ۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو جائے، اور دانے کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سخت ہو جائے (ترمذی، ابن ماجہ) انگور پہلے سبز ہوتا ہے پھر سیاہی مائل ہو کر کھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

۳۳۶۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ

سَأَلْتُ اَبَا الزِّنَادِ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ قَبْلَ اَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَمَا ذُكِرَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ قَبْلَ اَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا فَاِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيْهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ قَدْ اَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ وَاَصَابَهُ قُشَامٌ وَاَصَابَهُ مُرَاضٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا فَلَمَّا كَثُرَتْ خُصُوْمَتُهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْمَشُوْرَةِ يُشِيْرُ بِهَا فَاَمَّا لَا فَلَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَةَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا لِكَثْرَةِ خُصُوْمَتِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے قبل ہی ان کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ پس جب لوگ پھل کاٹتے اور لین دین شروع ہوتا تو خریدار کہتا کہ پھل کو دُمان لگ گیا ہے یا قشام ہو گیا ہے یا مُراض آ پہنچا ہے، یہ آفتیں جن کے باعث وہ قیمت ادا کرنے سے باز رہنے کی دلیل حاصل کرتے تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے جھگڑے بڑھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اس کی بیع سے منع فرما دیا۔ آپ نے بطور مشورہ فرمایا، اگر تم یہ کاروبار نہیں چھوڑتے تو جب تک پھل کی صلاحیت شروع نہ ہو جائے اس کا لین دین مت کرو یہ ان کے جھگڑوں اور اختلاف کی کثرت کے باعث فرمایا (بخاری تعلیقاً)

شرح: دُمان کا معنیٰ ہے پھل پکنے سے پہلے اس کا سڑ جانا اور بدبودار ہو جانا۔ قُشام کا معنیٰ ہے پھل کے پلنے (اگنے) بننے سے قبل پھٹ جانا۔ مُراض پھل کے اندر پیدا ہونے والی آفت ہے جس کے باعث وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

۳۳۶۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الطَّالَقَانِيُّ نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا يُبَاعُ اِلَّا بِالدَّنَانِيْرِ اَوْ بِالدَّرَاهِمِ اِلَّا الْعَرَايَا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے سے قبل اس کی بیع سے منع فرمایا اور یہ کہ وہ صرف دینار اور درہم کے بدلے فروخت کیا جائے، عرایا کے سوا (ابن ماجہ) یعنی بیع کی وہ ممنوع صورتیں اختیار نہ کی جائیں جن میں پھل کے بدلے پھل ہوتا ہے۔ عرایا کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ یہ صرف صورۃً بیع تھی درحقیقت ہبہ و عطیہ تھا اور آسانی کی خاطر تر پھل کے بجائے خشک پھل لے لیتے تھے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ السِّنِينَ ٢٤

(کئی سال کی بیع کا باب)

۳۳۷۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيقٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ السِّنِينَ وَوَضَعَ الْجَوَائِحَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثُّلُثِ هُوَ رَأْيُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سال کی بیع سے منع فرمایا اور آفتوں کو وضع کرنے کا حکم دیا (نسائی، مسلم، ابن ماجہ) ابوداؤد نے کہا کہ ثلث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر کچھ ثابت نہیں ہوا اور وہ اہل مدینہ کی رائے ہے۔

شرح: اس بیع سے مراد یہ ہے کہ درختوں یا باغوں کے پھل کا کئی سال کا پیشگی سودا کر لیتے ہیں، قیمت لے لیتے ہیں یا طے کر لیتے ہیں کہ کس حساب سے لیں گے۔ یہ معدوم چیز کی بیع ہے، جو پھل ابھی پیدا ہی نہیں ہوا اس کی بیع کا کیا سوال ہے؟ عاہات و آفات کے باعث قیمت وضع کرنے کا حکم اکثر علماء کے نزدیک بطور ندب و استحباب ہے، کیونکہ مبیع پر قبضہ کے بعد جو نقص پیدا ہو اس کی ذمہ داری مشتری پر ہونی چاہیئے۔ طحاوی کے نزدیک یہ حکم خراجی زمینوں کا ہے تاکہ زمین کی آبادی باقی رہے۔ آج کل کی حکومتیں بھی سیلاب و طوفان یا زلزلہ وغیرہ کی صورت میں کسی علاقے کو آفت زدہ قرار دے کر سرکاری واجبات معاف کر دیتی ہیں اور بعض دفعہ قرض پر یا مفت کاشت کاروں کو سہولتیں بہم پہنچاتی ہیں تاکہ زمین کی آبادی کا انتظام قائم رہے۔ اہل مدینہ کے نزدیک آفات کی صورت میں چونکہ ایک ثلث یا زیادہ میں وضع کرنے کا قول ہے (یعنی مالکیہ میں) ابوداؤد نے بتایا کہ یہ ان کی اجتہادی رائے ہے جس کا کوئی ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملا۔

۳۳۷۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُعَاوَمَةِ وَقَالَ أَحَدُهُمَا بَيْعُ السِّنِينَ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاومہ سے منع فرمایا، اور ان میں سے ایک (ابوالزبیر اور سعید بن میناء) نے "کئی سال کی بیع" کا لفظ بولا (مسلم، ابن ماجہ) معاومہ کا لفظ عام (بمعنی سال) سے نکلا ہے اور معنی اس کا وہی ہے جو بیع السنین کا ہے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْغَرَرِ

(فریب کی بیع کا باب)

٣٣٧٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُثْمَانُ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ زَادَ عُثْمَانُ وَالْحَصَاةِ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الغرر (فریب کی بیع) سے منع فرمایا، عثمان راوی نے اضافہ کیا کہ: کنکری کی بیع سے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: بیع الغرر سے مراد ہر وہ سودا ہے جس میں دھوکا ہو یا گاہک کو دھوکا دیا گیا ہو، مثلاً مجہول چیز کی بیع، ہوا کے پرندے کی بیع، پانی کی مچھلی کی بیع اور ہر وہ بیع کہ بائع اسے مشتری کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو۔ کنکری کی بیع کی صورت یہ تھی کہ مثلاً بکریوں کے ریوڑ پر کنکری پھینک کر جس کو پکڑا جائے اس کی بیع، یا بائع و مشتری کا ایک دوسرے سے کہنا کہ جب میں کنکری پھینکوں گا تو سودا پختہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

٣٣٧٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ أَمَّا الْبَيْعَتَانِ فَالْمُلَامَسَةُ وَالْمُنَابَذَةُ وَأَمَّا اللِّبْسَتَانِ فَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهِ أَوْ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کی بیع اور دو لباسوں سے منع فرمایا اور بیع تو یہ ہیں: ملامسہ اور منابذہ۔ اور لباس یہ ہیں: اشتمال الصماء اور یہ کہ آدمی ایک ہی کپڑے میں احتباء کرے در انحالیکہ اس کی شرم گاہ کھلی ہو، یا یہ فرمایا کہ اس شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

شرح: ملامسہ لمس سے نکلا ہے۔ ملامسہ کا یہ معنیٰ ہے کہ آدمی دن یا رات کو دوسرے کا کپڑا چھوئے اور اسے کھول کر نہ دیکھے، اور اس مس کو ہی بیع قرار دیا جائے، ایجاب و قبول نہ ہو۔ منابذہ کا مادہ نبذ ہے جس کا معنیٰ ہے پھینکنا، دونوں فریق اپنا اپنا کپڑا ایک دوسرے کی طرف پھینکتے کہ بیع ہوگئی۔ یا جس چیز کو بیچنا مدنظر ہوتا اسے مشتری کی طرف پھینک دیتے اور اسے ایجاب و قبول کا قائم مقام سمجھتے تھے۔ اشتمال الصماء کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی کپڑا ایک کندھے پر ڈالے اور دوسرا سرا دائیں کندھے پہ لٹکا دے۔ احتباء کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سرینوں پہ بیٹھ جائے، پنڈلیاں کھڑی کرلے، تہبند یا پاجامہ پہنے ہوئے نہ ہو۔ پھر ایک ہی کپڑے کو اوپر لے کر گھٹنوں

پر باندھ دے، جب بھی ہوا چلے تو ستر کھل جائے۔

۳۳۷۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ زَادَ فَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ يَشْتَمِلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ يَضَعُ طَرَفَيِ الثَّوْبِ عَلٰى عَاتِقِهِ الْاَيْسَرِ وَيُبْرِزُ شِقَّهُ الْاَيْمَنَ وَ الْمُنَابَذَةُ اَنْ يَقُولَ اِذَا نَبَذْتُ هٰذَا الثَّوْبَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَالْمُلَامَسَةُ اَنْ يَمَسَّهُ بِيَدِهِ وَلَا يَنْشُرُهُ وَلَا يَقْلِبُهُ فَاِذَا مَسَّهُ وَجَبَ الْبَيْعُ۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کی۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ آدمی ایک ہی کپڑا اپنے اوپر لپیٹ کر اس کے دونوں اطراف کو بائیں کندھے پر رکھے اور دایاں کندھا ننگا کرے۔ اور منابذہ یہ ہے کہ کہے: جب میں یہ کپڑا پھینک دوں تو یہ بیع واجب ہو گئی۔ اور ملامسہ یہ ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے چھوئے، نہ پھیلائے نہ الٹ پلٹ کر دیکھے، صرف مس سے ہی بیع واجب ہو جائے (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

۳۳۷۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَنْبَسَةُ نَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ سُفْيَانَ وَعَبْدِ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا الخ اوپر کی دونوں حدیثوں کی ہم معنیٰ حدیث ایک اور سند سے۔

۳۳۷۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچے کے حمل کی بیع سے منع فرمایا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی) اس کی تفسیر آگے آتی ہے۔

۳۳۷۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ بَطْنَهَا ثُمَّ تَحْمِلُ الَّتِي نُتِجَتْ۔

دوسری سند کے ساتھ اوپر کی حدیث۔ ابوداؤد نے کہا کہ حَبَلُ الحُبلہ کا مطلب یہ ہے کہ اونٹنی بچہ دے اور پھر وہ پیدا ہونے والی بچی حاملہ ہو (حوالہ سابقہ)، پس ممنوع یا تو حمل کی بیع ہے یا اُس حمل کے آگے حمل کی۔ یا بیع کی مُدت اس فرضی مدت تک مقرر کرنا مراد ہے۔ بہرصورت یہ بیع الغرر ہے اور فرضی چیز کی بیع ہے جس کا تا حال کوئی وجود نہ ہو۔ بقول خطابی یہ زمانۂ جاہلیت کی بیع کی اقسام میں سے تھی اور اس میں جہل اور فریب جمع تھے لہٰذا اس سے منع فرمایا گیا۔

بَابٌ ۲۶ فِي بَيْعِ الْمُضْطَرِّ

(مجبور کی بیع کا باب)

۳۳۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى نَا هُشَيْمٌ أَنَا صَالِحُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَذَا قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ نَا شَيْخٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَوْ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ ابْنُ عِيسَى هٰكَذَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعَضُّ الْمُوسِرُ عَلَى مَا فِي يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّونَ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ وَبَيْعِ الْغَرَرِ وَبَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْرِكَ۔

بنی تمیم کے ایک بوڑھے نے کہا کہ ہمیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ یا صرف علی کرم اللہ وجہہ کا لفظ بولا۔ انہوں نے کہا کہ عنقریب لوگوں پر ایک کاٹ کھانے والا (ظلم وستم کا) زمانہ آئے گا جب کہ دولت مند اپنے ہاتھ کی چیز کو کاٹ کھائے گا (بخل کے باعث کچھ خرچ نہ کرے گا) اللہ تعالیٰ نے اسے یہ حکم نہیں دیا۔ ارشاد الٰہی ہے کہ باہم احسان ومروت کو مت بھولو۔ اور مجبور لوگوں سے بیع وشراء کی جائے گی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور کی بیع سے اور فریب کی بیع سے اور پھل کے پختہ ہونے سے پہلے اس کی بیع کو ممنوع قرار دیا تھا۔

شرح: خطابی نے مجبور کی بیع کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ کسی شخص کو زبردستی کی بیع پر مجبور کیا جائے، یہ بیع فاسد ہے جو منعقد نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ کسی شخص کو قرض یا کوئی جائز گھریلو شدید ضرورت آپڑے اور کوئی اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس کی چیزیں اونے پونے خرید لے، یہ چیز فضل واحسان اور مروت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسے قرض دینا، مہلت دینا، تعاون کرنا مستحب ہے۔ ہمارے پاکستانی معاشرے میں یہ بیع المضطر عام ہے اور خود ہمیں اس کا تلخ تجربہ ہوا ہے۔ دوسری صورت میں بیع تو منعقد ہو جائے گی مگر اسکی برکت وفضیلت مفقود رہے گی۔ دُرّ مختار اور اس کی شرح شامی میں مضطر کی بیع وشراء کو فاسد قرار دیا ہے۔ بقول خطابی باوجودیکہ اس حدیث کی سند میں ایک مجہول راوی ہے عامۃ اہل علم کا عمل اس پر ہے۔

بَابٌ ۲۷ فِي الشِّرْكَةِ

(شرکت کا باب)

۳۳۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو مرفوع کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں دو کاروباری شریکوں میں تیسرا ہوتا ہوں جب تک کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے ساتھ بد دیانتی نہ کرے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

شرح: رضائے الٰہی اور برکت وفضل ان دونوں کے شامل حال رہتا ہے جب تک دیانت داری کو اپنا شعار بنائے رکھیں، جب اس کے خلاف ہو گا اللہ کی رضا اور رحمت و برکت اٹھ جائے گی اور ان کا معاملہ خالص خود غرضانہ و مادہ پرستانہ رہ جائے گا۔

بَابٌ ۲۸ فِي الْمُضَارِبِ يُخَالِفُ

(مضارب کا باب جو مالک مال کے خلاف کرے)

۳۳۸۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَيُّ عَنْ عُرْوَةَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ قَالَ أَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ أُضْحِيَةً أَوْ شَاةً فَاشْتَرَى شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ۔

عروہ بن ابی الجعد بارقی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک دینار دیا تاکہ قربانی یا جانور بکری خرید لائے۔ پس اس نے دو بکریاں خریدیں، پھر ایک کو ایک دینار میں بیچ ڈالا اور حضورؐ کی خدمت میں ایک بکری اور ایک دینار لے کر حاضر ہو گئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اس کی خرید و فروخت میں برکت کی دعا کی۔ پس اگر وہ مٹی بھی خریدتا تو اس میں نفع پاتا تھا۔ (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: آخری فقرہ بطور مبالغہ بولا گیا ہے۔ اگر حقیقت پر محمول ہو تو بھی ممکن ہے کیونکہ مٹی کی بعض اقسام بکتی ہیں اور مکانات کی تعمیر میں تو عام مٹی بھی بہت مہنگے داموں بکتی ہے، گاچنی بکتی ہے، کمہاروں کے برتنوں

میں کام آنے والی مٹی بکتی ہے وعلی ہذا القیاس۔ اس حدیث سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ عروہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور علیہ السلام نے کوئی مضاربت کا معاملہ کیا تھا اور پھر اُس نے اپنے شریک مضاربت کے احکام کی خلاف ورزی کی تھی۔ بلکہ واضح تر بات یہ ہے کہ عروہ اس سودے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وکیل ہونے کی حیثیت سے مضارب (شریک بیع) تھا۔ ایسا شخص جب رب المال کی ایسی مخالفت کرے جو بھلائی پیدا کرے، ناجائز سودا نہ کرے تو جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مخالفت کو بحال رکھا اور اس کی توثیق فرمادی۔

۳۳۸۱۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ نَا أَبُو الْمُنْذِرِ نَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ أَخُو حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ نَا الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ عَنْ أَبِي لَبِيدٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ بِهَذَا الْخَبَرِ وَلَفْظُهُ مُخْتَلِفٌ۔

ایک دوسری سند کے ساتھ عروۃ البارقی رضی اللہ عنہ کی حدیث باختلاف الفاظ مروی ہے۔

۳۳۸۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ أَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي أَبُو حُصَيْنٍ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِدِينَارٍ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَةً فَاشْتَرَاهَا بِدِينَارٍ وَبَاعَهَا بِدِينَارَيْنِ فَرَجَعَ فَاشْتَرَى أُضْحِيَةً بِدِينَارٍ وَجَاءَ بِدِينَارٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَصَدَّقَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَهُ أَنْ يُبَارَكَ لَهُ فِي تِجَارَتِهِ

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک دینار دے کر قربانی کا جانور خریدنے کے لئے بھیجا۔ پس اس نے ایک دینار سے بکری خرید کر دو دینار میں بیچ دی، پھر واپس ہو کر ایک دینار میں قربانی کا جانور خریدا اور ایک دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دینار صدقہ کر دیا اور اس کے لیے دعاء کی کہ اس کی تجارت میں برکت ہو رہتہ مذی۔ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ جو دینار دیا تھا اس کے متعلق نیت کر لی تھی کہ اس کی قربانی خرید کر صدقہ کریں گے، اب وہ قربانی کا جانور تو آ گیا مگر دینار بھی حاصل ہو گیا تو آپ نے اسے صدقہ کر دیا تاکہ وہ بھی اُسی راہ پہ جائے جس پہ اصل کو جانا تھا۔ عقد میں کسی کراہت کے باعث صدقہ نہیں کیا گیا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انکار فرماتے اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے لئے برکت کی دعا نہ فرماتے۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ وکیل جب مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کرے اور پھر مالک اس کی اجازت دے دے تو جائز ہے۔ حکیم

بن حزام نے، اور اوپر کی حدیث میں عروہ بن الجعد بارقی رضی اللہ عنہ نے پہلا سودا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کیا تھا مگر آپ کے لیے خریدکردہ جانور کو آپ کے اذن کے بغیر بیچا اور پھر دوسرا سودا بھی اذن کے بغیر کیا، بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی توثیق فرما دی تو یہ تصرفات جائز ہو گئے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علامہ خطابی وغیرہ نے عروہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ۳۳۸۰ کو اس لیے ضعیف ٹھہرایا ہے کہ شبیب بن ابی عزقدہ الحی سے روایت کرتا ہے لیکن ابو لبید کی حدیث ۳۳۸۱ کو ثابت شدہ اور حجت ہے کیونکہ بقول منذری اس کی جو روایت ترمذی نے کی ہے وہ حسن ہے۔ حکیم بن حزام کی حدیث کو ترمذی نے حبیب بن ابی ثابت عن حکیم بن حزام کے طریق سے روایت کیا ہے اور حبیب کے حکیم رضی اللہ عنہ سے سماع کا انکار کیا ہے مگر اس کی دلیل کوئی نہیں دی۔

بَابٌ ۲۹ فِی الرَّجُلِ یَتَّجِرُ فِی مَالِ الرَّجُلِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ

(دوسرے آدمی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تجارت کرنے کا باب)

۳۳۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ نَا عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ اَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ یَّكُوْنَ مِثْلَ صَاحِبِ فَرَقِ الْاَرُزِّ فَلْیَكُنْ مِثْلَهٗ قَالُوْا وَ مَنْ صَاحِبُ الْاَرُزِّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَكَرَ حَدِیْثَ الْغَارِ حِیْنَ سَقَطَ عَلَیْهِمُ الْجَبَلُ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ اُذْكُرُوْا اَحْسَنَ عَمَلِكُمْ قَالَ وَقَالَ الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّیْ اسْتَاْجَرْتُ اَجِیْرًا بِفَرَقِ اَرُزٍّ فَلَمَّا اَمْسَیْتُ عَرَضْتُ عَلَیْهِ حَقَّهٗ فَاَبٰی اَنْ یَّاْخُذَهٗ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُهٗ لَهٗ حَتّٰی جَمَعْتُ لَهٗ بَقَرًا وَّرِعَاءَهَا فَلَقِیَنِیْ فَقَالَ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَقُلْتُ اِذْهَبْ اِلٰی تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَاءِهَا فَخُذْهَا فَذَهَبَ فَاسْتَاقَهَا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میں سے جو دھان کے ۱۶ رطل والے کی مانند ہو سکے تو ہو جائے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ دھان کے ۱۶ رطل والا کون تھا؟ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار والی حدیث بیان کی جب کہ ان پر پہاڑ گر گیا تھا اور ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ اپنے بہترین عمل کا ذکر کرو۔ فرمایا اور تیسرے نے کہا: اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور کے ساتھ ۱۶ رطل دھان پر معاملہ کیا تھا۔ جب شام ہوئی تو میں نے اس پر اس کا حق پیش کیا تو اس نے اسے لینے سے انکار کیا اور چلا گیا۔ پس میں نے اس کی خاطر اسے زراعت میں لگا دیا حتی کہ گائیں اور ان کے چرواہے جمع کر لئے۔ پھر وہ مجھ سے ملا اور کہا

کہ میرا حق مجھے دو۔ تو میں نے کہا کہ ان گایوں کی طرف جاؤ اور ان کے گڈریوں کی طرف جا اور انہیں لے لے۔ پس وہ گیا اور انہیں ہانک کر لے گیا (بخاری اور مسلم نے یہ طویل حدیث پوری روایت کی ہے)

شرح: اس حدیث کا باب کے عنوان سے بظاہر کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس مزدور کا جو حق تھا وہ ۱۶ رطل دھان تھا جو مالک نے اسے ادا کیا مگر اس نے لینے سے انکار کیا اور چھوڑ کر چلا گیا، پس وہ حق اس کے ذمہ بطور دین تھا جو اس نے حاصل نہیں کیا اور اسی کی ملک میں رہنے دیا، مالک نے اس میں جو تصرف کیا وہ اپنے ملک میں تھا نہ کہ مالِ غیر میں مگر بعد میں وہ اس نے اسے بطور صدقہ دے دیا۔ اس مسئلہ میں علامہ خطابی نے بھی تقریباً یہی کچھ لکھا ہے۔

بَابٌ٣٠ فِي الشَّرِكَةِ عَلَى غَيْرِ رَأْسِ مَالٍ

(راس مال کے بغیر شرکت کا باب ۳۰)

۲۳۸۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ يَحْيَى نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ اشْتَرَكْتُ أَنَا وَعَمَّارٌ وَسَعْدٌ فِيمَا نُصِيبُ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ فَجَاءَ سَعْدٌ بِأَسِيرَيْنِ وَلَمْ أَجِئْ أَنَا وَعَمَّارٌ بِشَيْءٍ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اور عمار اور سعد رضی اللہ عنہم جنگ بدر کے مال غنیمت میں شریک ہوئے۔ کہا کہ سعد دو قیدی لائے اور میں اور عمار رضی اللہ عنہما کچھ نہ لائے (نسائی اور ابن ماجہ)

شرح: یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابو عبیدہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو ان حضرات کا باہم اشتراک مالِ غنیمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا۔ زمانہ جاہلیت میں مالِ غنیمت پر لوٹنے والے کا ہوتا تھا جتنا وہ لوٹ لے اتنا اس کا۔ اسلام نے پہلے تو اسے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ٹھہرایا اور آخر میں اس کا حکم یہ نازل ہوا کہ ۴/۵ غازیوں کا اور ۱/۵ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اندریں احوال اس حدیث کا ترجمہ اس باب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ یہ حدیث کسی کے لئے یا اس کے خلاف حجت بن سکتی ہے۔ شرکۃ الابدان حنفیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہے اور وہ یہ کہ دو مزدور کام کریں اور جو کچھ کما کر لائیں اسے بحصہ معلوم تقسیم کر لیں۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ اس کی دلیل یہ حدیث بنے، اگو علامہ خطابی نے اسے حنفیہ اور ثوری کی دلیل قرار دیا ہے۔

بَابٌ٣١ فِي الْمُزَارَعَةِ

(مزارعت کا باب ۳۱)

۲۳۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ مَا كُنَّا نَرَى بِالْمُزَارَعَةِ بَأْسًا حَتَّى سَمِعْتُ رَافِعَ ابْنَ خَدِيجٍ

يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا فَذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ فَقَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا وَلَكِنْ قَالَ لِيَمْنَحْ أَحَدُكُمْ أَرْضَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا خَرَاجًا مَعْلُومًا.

عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم مزارعت میں کوئی حرج نہ جانتے تھے حتیٰ کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ پس میں نے اسے طاؤس کے ساتھ ذکر کیا تو اس نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ فرمایا کہ زمین کا مقرر حصہ لینے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی زمین اپنے مسلمان بھائی کو بطور عطیہ دے دے (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مزارعت کے خلاف دلیل قرار دیا گیا ہے، لیکن اسی باب میں رافع بن خدیج کی ایک اور روایت ہے جس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ مزارعت ممنوع نہیں اس کی ایک خاص صورت ممنوع ہے۔ عبداللہ بن عباس نے اس سے جو کچھ سمجھا وہ یہ ہے کہ اس ممانعت سے مراد تحریم نہیں بلکہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کی ترغیب ہے۔ جب صورت حال یہ ہو تو بات بالکل مختلف ہو جاتی ہے۔ آج کل بھی بعض اشتراکیت زدہ لوگوں نے اس حدیث کو اپنی اغراض (یا کسی خفیہ اغراض) کے لیے بہت اچھالا ہے۔ بقول علامہ شوکانی اس حدیث کے مطلب اور اس کے بارے میں نقل مذاہب میں بالخصوص متاخرین میں بہت خبط واقع ہوا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مزارعت کے عقد کی کئی مختلف صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ عقد مقررہ تعداد کے روپے پیسے پر ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غلے کی صورت میں ہو خواہ وہ اسی زمین میں بویا گیا یا نہ بویا گیا ہو، اور اس کی مقدار متعین ہو۔ یا اس زمین میں سے حاصل ہونے والی فصل کی مقررہ و متعینہ جزء کی صورت میں ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ½ یا ⅓ - یا ¼ وغیرہ حصہ فریقین میں مقرر کیا گیا ہو۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ زمین کے فلاں حصے کی پیداوار مالک کی ہوگی اور فلاں حصے کی پیداوار کاشتکار کی۔

شوکانی نے کہا کہ طاؤس وغیرہ بعض علماء کے نزدیک حصہ بٹائی کی کوئی صورت کسی حال میں جائز نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ طاؤس کا قول جو خود اس حدیث میں نقل ہوا ہے وہ شوکانی کے بیان کہ وہ مذہب طاؤس کے خلاف ہے۔ اس حدیث کے آخری حصے کا بیان تو یہ ثابت کرتا ہے کہ مزارعت کی شکل کوئی بھی ہو وہ طاؤس کے نزدیک جائز ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری نے البتہ مزارعت کی مخالفت کی ہے اور اس کے خلاف مطلق احادیث کے دلائل دیئے ہیں شوکانی نے کہا کہ شافعی ائمہ اہل بیت، حنفیہ اور دوسرے بہت سے لوگوں کے نزدیک مزارعت جائز ہے، عقد خواہ سونے چاندی پہ ہو، سکے پہ ہو، طعام پہ ہو، غلے پہ ہو، خواہ وہ اس زمین میں بوئی جانے والی فصل کے حصے پہ ہو یا کسی اور فصل کے حصے پہ۔ شوکانی نے کہا کہ شافعی، ابوحنیفہ، ائمہ عترت اور بہت سے دوسرے لوگوں کے نزدیک مزارعت جائز ہے۔ ابن المنذر نے تو یہاں تک کہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس پہ اجماع کر چکے ہیں کہ زمین کا کرایہ حاصل کرنا جائز ہے جب کہ سونے چاندی کے ساتھ ہو۔

ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے رافع بن خدیج کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے،

اور کہا ہے کہ وہ: بہت سے رنگوں والی ہے، یعنی اس کی روایات میں اختلاف ہے۔ کبھی وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا اور کبھی یہ کہ میرے چچاؤں نے مجھے بتایا۔ اور احمد نے مزارعت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور بطور دلیل ارض خیبر کا معاملہ پیش کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی سرزمین کو مزارعت پہ یہود کو دیا تھا اور اس کے باغوں کو مساقات پہ دیا تھا۔ ابن ابی لیلی، ابو یوسف بن الحسن اور محمد نے اسے جائز رکھا ہے اور یہی قول ابن المسیب اور ابن سیرین، زہری اور عمر بن عبدالعزیز کا ہے۔ ابو حنیفہ مالک اور شافعی نے اسے باطل کہا ہے۔ اور شوکانی کا بیان گزر چکا ہے۔ کہ مزارعت کے باب میں نقل مذاہب اور بیان مسالک میں بڑی گڑ بڑ ہوئی ہے، خطابی نے کہا کہ ان حضرات کا قول ظاہر حدیث پہ مبنی ہے لیکن انہوں نے اس علت پر غور نہیں کیا جو اس حدیث میں پائی جاتی ہے۔ احمد نے یہ علت دریافت کی ہے لہٰذا اُن کا قول ان سے مختلف ہے۔ محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے اس مسئلے کو کھول کر بیان کیا ہے اور مزارعت پہ کتاب تصنیف کی ہے اور اس باب میں وارد احادیث کی علل بیان کی ہیں۔ پس نصف، ثلث، ربع پہ اور فریقین کی رضا کے مطابق ہر جائز صورت پہ جائز ہے جب کہ ان کے حصے معلوم ہوں اور فاسد شرائط نہ پائی جائیں۔ اور عالم اسلام کے ہر ملک، علاقے اور شہر میں اس پر عمل در آمد ہوتا ہے۔ شرق و غرب کے مسلمان مزارعت کرتے ہیں۔ اور میں دنیائے اسلام کے کسی علاقے یا شہر کو نہیں جانتا کہ　　وہاں کے مسلمان اس پہ عمل کو باطل جانتے ہوں۔ ابو داؤد نے اس کے بعد ایک باب میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مختلف طرق بیان کئے ہیں۔ ہم نے اس حدیث کے اضطراب کی طرف اوپر اشارہ کیا ہے۔ مجمل احادیث کو مفسر کی طرف لوٹانا لازم ہے تا کہ ان کا تعارض رفع ہو اور بات صاف ہو سکے۔ ابن بطال نے بقول علامہ شوکانی مزارعت کے جواز کو تمام فقہائے امصار کا مذہب قرار دیا ہے۔ اور نہی کی احادیث کو اس زمین میں پیدا ہونے والے غلے کے ایک جزء پہ معاملہ کرنا محمول کیا ہے۔

مانعین نے کہا ہے کہ خیبر بزورِ شمشیر فتح ہوا تھا، اس کی زمین اور اہل خیبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، پس جو کچھ اس میں سے آپ نے لیا وہ بھی جائز تھا اور جو کچھ چھوڑ دیا وہ بھی جائز تھا۔ آپ کو ہر طرح کا اختیار اور حق حاصل تھا۔ مگر یہ بات خارج از فہم ہے اگر یہ بات تھی تو حضور علیہ السلام نے اُن کے ساتھ معاملہ کیوں کیا اور بٹائی مقرر کیوں کی؟ اور خیبر سارے کا سارا بزور فتح نہیں ہوا تھا۔ اس کا کافی حصہ صلح سے ہاتھ آیا تھا۔ یہودیوں کے ساتھ شرائط کا باقاعدہ تقرر ہوا، تحریر لکھی گئی اور بٹائی لینے کے لیے اصحاب جاتے رہے مثلاً عبداللہ بن رواحہ۔ اصحاب سُنن اور بخاری نے کئی آثار نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل خیبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ مزارعت کا تھا۔ شوکانی نے کہا ہے کہ بخاری نے صحیح میں جو آثار نقل کئے ہیں ان سے غالباً اس کے پیش نظر یہ تھا کہ ثابت کیا جائے کہ صحابہ خصوصاً اہل مدینہ کا مزارعت کے جواز میں اختلاف نہ تھا۔ مزارعت کا جواز علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، محمد بن سیرین، عمر بن عبدالعزیز، ابن ابی لیلی، ابو یوسف، محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ ان کے نزدیک کھیتی ہو یا باغ، ان میں مزارعت اور مساقات بٹائی پہ جائز ہے۔ اس طرح اگر زمین میں فصل ہو اور پھلدار درخت بھی ہوں تو بیک وقت دونوں پر مزارعت اور مساقات جائز ہے۔ نہی کی احادیث کو ان حضرات نے تنزیہ پہ محمول کیا ہے، یا اگر زمین کا مالک زمین کے کسی خاص حصے یا باغ کے خاص درختوں کو اپنے لئے مخصوص کرلے تو یہ عقد ناجائز ہے

۳۳۸۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا بِشْرٌ الْمَعْنَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ اَبِي الْوَلِيْدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ اَنَا وَاللّٰهِ اَعْلَمُ بِالْحَدِيْثِ مِنْهُ اِنَّمَا اَتَاهُ رَجُلَانِ قَالَ مُسَدَّدٌ مِنَ الْاَنْصَارِ ثُمَّ اتَّفَقَا قَدِ اقْتَتَلَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ هٰذَا شَاْنُكُمْ فَلَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ زَادَ مُسَدَّدٌ فَسَمِعَ قَوْلَهُ لَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ۔

عروہ بن زبیر نے کہا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ رافع بن خدیج کو بخشے، واللہ میں اس کی نسبت اس حدیث کا زیادہ عالم ہوں۔ انصار کے دو شخص جو لڑ پڑے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اگر یہ حال ہے تو کھیت کرائے پر مت دو۔ پس رافع نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف آخری فقرہ "کھیت کرائے پر مت دو" سن لیا (نسائی، ابن ماجہ)

۳۳۸۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَبِيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا نُكْرِي الْاَرْضَ بِمَا عَلَى السَّوَاقِيْ مِنَ الزَّرْعِ وَمَا سَعِدَ بِالْمَاءِ مِنْهَا فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ وَاَمَرَنَا اَنْ نُكْرِيَهَا بِذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ زمین کو کرائے پر دیتے تھے اُس غلے کی شرط پر جو اس کے اندر نالیوں پر پیدا ہوتا تھا اور زمین کا جو حصہ پانی سے سیراب ہوتا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ سونے چاندی (کے سکوں) پر معاملہ کریں (نسائی)

شرح: خطابی نے کہا کہ یہ فاسد شرطیں تھیں جن کے باعث اُس مزارعت سے روکا گیا اور اصل مزارعت کو جائز و باقی رہ گیا۔ جب نالیوں پر پیدا ہونے والا غلہ اور ان کھیتوں کا غلہ جو پانی سے خوب سیراب ہوتے تھے بطور شرط مالکِ زمین نے رکھ لیا تو مزارع کی حق تلفی ہوئی۔ اس صورت میں حصہ بھی مجہول تھا کیونکہ نالیوں اور سیراب

کھیتوں میں پیدا ہونے والا غلہ کم وبیش ہوتا تھا، پس یہ مجہول پر معاملہ ہوا۔ ہوسکتا ہے صرف وہ حصہ بچے جو مالک نے ٹھہرا رکھا ہے اور باقی فصل ہلاک ہو جائے۔ اس حدیث کی ممنوعہ صورت سب ائمہ فقہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

۳۳۸۸۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ اَنَا عِيسَى نَا الْاَوْزَاعِيُّ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا لَيْثٌ كِلَاهُمَا عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاللَّفْظُ لِلْاَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي حَنْظَلَةُ بْنُ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَاَلْتُ رَافِعَ بْنَ خُدَيْجٍ عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهَا اِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُؤَاجِرُونَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَاِقْبَالِ الْجَدَاوِلِ وَاَشْيَاءَ مِنَ الزَّرْعِ فَيَهْلِكُ هٰذَا وَيَسْلَمُ هٰذَا وَيَسْلَمُ هٰذَا وَيَهْلِكُ هٰذَا وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ كِرَاءٌ اِلَّا هٰذَا فَلِذٰلِكَ زُجِرَ عَنْهُ فَاَمَّا شَيْءٌ مَضْمُونٌ مَعْلُومٌ فَلَا بَاْسَ بِهٖ وَحَدِيثُ اِبْرَاهِيمَ اَتَمُّ وَقَالَ قُتَيْبَةُ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ رَافِعٍ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رِوَايَةُ يَحْيٰى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ نَحْوَهٗ۔

حنظلہ بن قیس انصاری نے کہا کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مزارعت کا معاملہ اگر سونے چاندی (یعنی ان کے سکوں) پر ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس نے کہا کہ یہ جائز ہے اس میں حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ ان انہار اور نالیوں پر معاملہ کرتے تھے اور پانی کے زمین میں پڑنے کی جگہ پر جو زمین میں ہوتی تھیں اور فصل میں سے بھی کچھ حصہ مقرر کر لیتے تھے، پس کھیتی ضائع ہو جاتی اور مالک کا حصہ بچ رہتا اور کبھی اس کے خلاف مالک کا حصہ ہلاک ہو جاتا اور باقی کھیتی بچ جاتی (اور تنازعات اٹھ کھڑے ہوتے) اور لوگوں کا زمین کی مزارعت کا صرف یہی طریقہ تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ جب ایسی چیز پر معاملہ ہو جس کی ذمہ داری ہو اور وہ معلوم ہو تو اس میں حرج نہیں۔ ابراہیم کی حدیث اتم ہے اور قتیبہ نے حنظلہ سے اس نے رافع سے عن کے ساتھ روایت کی ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یحییٰ بن سعید عن حنظلہ کی روایت بھی اسی طرح ہے (بخاری، مسلم، نسائی) یہ حدیث رافع رضی اللہ عنہ کی ان روایات کے خلاف ہے جن میں مزارعت کی نہی کی صراحت ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے متنازعہ فیہ مزارعت پر نفیاً یا اثباتاً کچھ نہیں فرمایا گیا۔ اس وقت کی رائج ایک صورت کی ممانعت ہے۔

۳۳۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِ

الرَّحْمٰنِ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ اَنَّهٗ سَاَلَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ فَقُلْتُ اَبِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَقَالَ اَمَّا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَلَا بَاْسَ بِهٖ۔

اوپر کی حدیث کی ایک اور روایت۔ حنظلہ بن قیس نے رافع بن خدیج سے زمین کے کرائے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے کرائے (بٹائی) سے منع فرمایا۔ میں نے کہا کہ کیا سونے چاندی کے ساتھ ؟ تو کہا کہ اگر سونے چاندی کے ساتھ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

شرح: بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جس کے پاس زمین ہو وہ خود بوئے یا اپنے بھائی کو دیدے کہ وہ اس میں زراعت کرے۔ جابر سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کے پاس فالتو اراضی تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو وہ اس میں زراعت کرے یا اپنے بھائی کو عطا کردے، اگر انکار کرے تو اپنی زمین کو روک رکھے حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد کی تعلیق میں کہا ہے کہ یہ متفق علیہا احادیث ہیں اور جن لوگوں نے مزارعت کو باطل کہا ہے ان کا استدلال انہی سے ہے۔ لیکن جن لوگوں نے مزارعت کے جواز کی احادیث کو صحیح کہا ہے مثلاً امام احمد بن حنبل کہ وہ فقہائے حدیث میں، اور بخاری اور اسحاق اور لیث بن سعد اور ابن خزیمہ اور ابن المنذر اور ابو داؤد، اور یہی قول ہے ابو یوسف اور محمد بن الحسن کا اور عمر بن عبد العزیز، قاسم بن محمد عروہ، محمد بن سیرین اور بہت سے حضرات۔ بخاری نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ قیس بن مسلم نے ابو جعفر سے روایت کی کہ مدینہ میں کوئی مہاجر گھر ایسا نہیں جو ثلث اور ربع کی بٹائی پر مزارعت نہ کراتے ہوں اور ان حضرات نے مزارعت کرائی: علی، سعید بن مالک، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبد العزیز اور القاسم، اور عروہ رحمۃ اللہ علیہ اور آل ابو بکر اور آل عمر اور آل علی رضی اللہ عنہما اور ابن سیرین۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس شرط پر معاملہ کیا کہ جب بیج ہمارا ہو تو ہمارا حصہ نصف ہوگا اور اگر بیج وہ ڈالیں گے تو انہیں اس قدر ملے گا۔ احادیث میں محاقلہ اور مزابنہ سے منع کیا گیا ہے۔ سونے اور چاندی کی شرط کا شاید یہی منشاء ہے کہ حصہ فریقین کا مجہول نہ رہے۔ نسائی کی حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگ زراعت کرتے ہیں: ایک خود زمیندار، دوسرا وہ جسے کسی نے زمین بخش دی ہو اور تیسرا وہ جس نے زمین کرائے پر لی ہو، اور وہ سونے چاندی پر معاملہ کرے۔ ابو داؤد اور نسائی کی حدیث میں ہے کہ سونے چاندی پر زمین کو کرایہ پر دو۔

بَابٌ ٣٢ فِي التَّشْدِيْدِ فِيْ ذٰلِكَ

٣٣٠٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ

عُمَرَ كَانَ يُكْرِى اَرْضَهُ حَتّٰى بَلَغَهُ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجِ الْاَنْصَارِيَّ حَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهٰى عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ خَدِيْجٍ مَاذَا تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كِرَاءِ الْاَرْضِ فَقَالَ رَافِعٌ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ سَمِعْتُ عَمَّيَّ وَكَانَا قَدْ شَهِدَا بَدْرًا يُحَدِّثَانِ اَهْلَ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْاَرْضَ تُكْرٰى ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنْ يَكُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْدَثَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلِمَهُ فَتَرَكَ كِرَاءَ الْاَرْضِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ اَيُّوْبُ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ وَكَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَمَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ حَفْصِ بْنِ عِنَانٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ رَوٰى زَيْدُ بْنُ اَبِيْ بُرْدَةَ فَقَالَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ اَتٰى رَافِعًا فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَكَذَا رَوَاهُ عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ اَبِي النَّجَاشِيِّ عَنْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ اَبِي النَّجَاشِيِّ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سالم بن عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما زمین کو مزارعت کے لئے دیتے تھے حتیٰ کہ انہیں یہ خبر ملی کہ رافع بن خدیج انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے کہ حضور علیہ السلام زمین کا کرایہ لینے سے منع فرماتے تھے۔ پس عبداللہ رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور کہا! اے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزارعت کے متعلق کیا حدیث بیان کرتے ہو؟ رافع نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ میں نے اپنے دو چچاؤں سے (ظہیر اور مظہر بن رافع)، جو شرکائے بدر میں سے تھے، سُنا ہے کہ وہ گھر والوں کو بتاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے۔ عبداللہ بولے واللہ میں خوب جانتا تھا کہ زمین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے عہد میں کرائے پر دیا جاتا تھا۔ پھر عبداللہ کو یہ خدشہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں اس بارے میں تازہ حکم نہ دے دیا ہو جسے وہ نہیں جانتا، پس عبداللہ بن عمر نے اس بنا پر زمین کا کرایہ ترک کر دیا (بخاری، مسلم، نسائی)

ابوداؤد نے کہا کہ اسے ایوب، عبیداللہ، کثیر بن فرقد اور مالک نے عن نافع عن رافع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔ اور اوزاعی نے اسے حفص بن عنان حنفی سے اس نے نافع سے روایت کیا، اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ اور اسی طرح زید بن ابی انیسہ نے الحکم سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے روایت کی کہ وہ رافع کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں۔ اور اسی طرح اس کو عکرمہ بن عمار نے ابو النجاشی سے روایت کیا اس نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے، اُس نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا۔ اور اس کو اوزاعی نے ابو النجاشی سے اس نے رافع بن خدیج سے اس نے اپنے چچا ظہیر بن رافع سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ ابو النجاشی عطاء بن صہیب ہے۔

شرح: ابوداؤد کا مطلب اس باب سے یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے محض شدتِ ورع و تقویٰ کی بنا پر مزارعت ترک کر دی تھی اور وہ اتباعِ سنت میں شدید تھے ورنہ خود انہیں معلوم تھا کہ یہ عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوتا رہا تھا۔ پھر ابوداؤد نے مختلف روایات بیان کیں، جن میں سے بعض میں رافع براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور بعض میں اپنے دو چچاؤں یا ایک چچا کی وساطت سے۔ اور نہی کا منشاء اس سے قبل خود رافع کی زبان سے گزر چکا ہے کہ محض استحباب و ندب کا حکم تھا اور مطلقاً مزارعت کی حرمت مراد نہ تھی۔

۳۳۹۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ نَا سَعِيْدٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُخَابِرُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّ بَعْضَ عُمُوْمَتِهِ أَتَاهُ فَقَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا وَ طَوَاعِيَةُ اللهِ وَرَسُوْلِهِ أَنْفَعُ لَنَا وَأَنْفَعُ قَالَ قُلْنَا وَمَا ذَاكَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيُزْرِعْهَا أَخَاهُ وَلَا يُكَارِيْهَا بِثُلُثٍ وَلَا بِرُبُعٍ وَلَا بِطَعَامٍ مُسَمًّى۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مخابرہ (مزارعت) کیا کرتے تھے۔ پھر اس نے ذکر کیا کہ اس کے بعض چچاؤں نے میرے پاس آکر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امر سے نہی فرمائی ہے جو ہمارے لئے مفید تھا اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے لئے زیادہ نافع ہے اور بہت ہی نافع ہے۔

رافع نے کہا کہ ہم نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس کے پاس زمین ہو وہ خود بوئے یا اپنے بھائی کو کاشت کے لئے دے دے اور ثلث و ربع پر مقررہ غلے پر اسے کرائے پر نہ دے (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے ملتا جلتا حکم اس وقت دیا تھا جب دو آدمی تنازعہ لے کر حاضر ہوئے تھے۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ یہ امر ندب و استحباب کی بناء پر تھا۔ اور یہ بات تو بہت ہی بہتر ہے کہ کسی کو زمین بطور عطیہ دے دی جائے تاکہ وہ اس سے اپنا گزارہ چلائے۔ پچھلی احادیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ مالک زمین مزارع کے ساتھ یہ شرط کر لیتے تھے کہ زمین کی نالیوں پر اور فلاں فلاں زرخیز جگہوں پر جو کچھ پیدا ہوگا وہ ہمارا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

۳۳۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ أَنِّي سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ بِمَعْنَى إِسْنَادِ عُبَيْدِ اللهِ وَحَدِيثِهِ۔

ایوب نے کہا کہ یعلی بن حکیم نے مجھے لکھا کہ: میں نے سلیمان بن یسار سے سنا الخ وہی اوپر والی حدیث۔

۳۳۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا وَكِيعٌ نَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَنَا أَبُو رَافِعٍ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ يَرْفُقُ بِنَا وَطَاعَةُ اللهِ وَطَاعَةُ رَسُولِهِ أَرْفَقُ بِنَا نَهَانَا أَنْ يَزْرَعَ أَحَدُنَا إِلَّا أَرْضًا يَمْلِكُ رَقَبَتَهَا أَوْ مَنِيحَةً يَمْنَحُهَا رَجُلٌ۔

رافع بن خدیج نے کہا کہ ہمارے پاس ابو رافع رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے امر سے روک دیا ہے جو ہمارے لیے مفید تھا اور اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی ہمارے لیے زیادہ مفید ہے۔ حضور نے منع فرما دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی زمین کاشت کرے مگر اس صورت میں کہ خود اس کا مالک ہو یا وہ عطیہ ہو جو کوئی آدمی اسے عطا کرے (اس سے پہلے وضاحت ہو چکی کہ یہ حکم استحبابی تھا)

۳۳۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ ظُهَيْرٍ قَالَ جَاءَنَا رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَنْهَاكُمْ عَنْ اَمْرٍ كَانَ لَكُمْ نَافِعًا وَطَاعَةُ اللّٰهِ وَطَاعَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفَعُ لَكُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنِ الْحَقْلِ وَقَالَ مَنِ اسْتَغْنٰى عَنْ اَرْضِهٖ فَلْيَمْنَحْهَا اَخَاهُ اَوْ لِيَدَعْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰكَذَا رَوَاهُ شُعْبَةُ وَمُفَضَّلُ بْنُ مُهَلْهَلٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ قَالَ شُعْبَةُ اُسَيْدٌ ابْنُ اَخِيْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ۔

اُسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے پاس رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ایک امر سے روکتے ہیں جو تمہارے لئے مفید تھا اور اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی تمہارے لئے زیادہ مفید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں مزارع کی ٹھائی سے روکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو اپنی زمین سے بے نیاز ہو وہ اسے اپنے بھائی کو دے ڈالے یا اُسے چھوڑ دے۔ (نسائی، ابن ماجہ) ابوداؤد نے کہا کہ اسی طرح سے شعبہ نے اور مفضل بن مہلھل نے منصور سے روایت کیا اور شعبہ نے کہا: اُسید جو رافع بن خدیج کا بھتیجا تھا۔

شرح: شوکانی نے کہا کہ یہ حدیث اور گذشتہ حدیث جابر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمین کو معطل چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔ زمین کو اگر بلا زراعت چھوڑ دے تو بھی اس کے منافع پوری طرح ضائع نہیں ہوتے۔ اس میں جانوروں کے لئے گھاس وغیرہ پیدا ہوتی ہے۔ درخت اُگتے ہیں اور یہ سب اس کے منافع ہیں۔ کبھی کبھی زمین کو ایک آدھ سال چھوڑ دیا جائے تو اس کی زرخیزی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

۳۳۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا يَحْيٰى نَا اَبُوْ جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ قَالَ بَعَثَنِيْ عَمِّيْ اَنَا وَغُلَامًا لَهٗ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قُلْنَا لَهٗ شَيْءٌ بَلَغَنَا عَنْكَ فِي الْمُزَارَعَةِ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَرٰى بِهَا بَاْسًا حَتّٰى بَلَغَهٗ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ حَدِيْثٌ فَاَتَاهُ فَاَخْبَرَهٗ رَافِعٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى بَنِيْ حَارِثَةَ فَرَاٰى زَرْعًا فِيْ اَرْضِ ظُهَيْرٍ فَقَالَ مَا اَحْسَنَ زَرْعَ ظُهَيْرٍ قَالُوْا لَيْسَ لِظُهَيْرٍ قَالَ اَلَيْسَ اَرْضُ ظُهَيْرٍ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّهٗ زَرْعُ فُلَانٍ قَالَ فَخُذُوْا زَرْعَكُمْ وَرُدُّوْا عَلَيْهِ النَّفَقَةَ قَالَ رَافِعٌ فَاَخَذْنَا زَرْعَنَا وَرَدَدْنَا اِلَيْهِ النَّفَقَةَ قَالَ سَعِيْدٌ اَفْقِرْ اَخَاكَ اَوْ اَكْرِهٖ بِالدَّرَاهِمِ

ابوجعفر خطمی نے کہا کہ مجھے اور اپنے ایک غلام کو میرے چچا نے سعید بن مسیب کی طرف بھیجا۔ ہم نے جا کر اُسے کہا کہ ہمیں مزارعت کے متعلق کوئی بات تم سے پہنچی ہے۔ اس نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں حرج نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ انہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پہنچی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما رافع کے پاس گئے

تو رافع نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی حارثہ کے پاس گئے تو ظہیر کی زمین میں فصل دیکھ کر فرمایا کہ ظہیر رضی اللہ عنہ کی فصل کیسی اچھی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ظہیر کی فصل نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا یہ ظہیر کی زمین نہیں؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ کھیتی فلاں شخص کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی فصل لے لو اور اس مزارع کا خرچ اسے دے دو۔ رافع نے کہا کہ اس پر ہم نے اپنی فصل لے لی اور اس کا خرچ واپس کر دیا۔ سعید نے کہا کہ اپنے بھائی کو زمین عاریۃً دے دو یا دراہم پر اسے کرائے پر دے دو (نسائی، مزارعت تو اس حدیث میں بھی ثابت ہے مگر قطع نزاع کے لئے یہ حکم ہے کہ نقدی پر معاملہ کیا جائے۔

۳۳۹۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ نَا طَارِقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَقَالَ إِنَّمَا يَزْرَعُ ثَلَاثَةٌ رَجُلٌ لَهُ أَرْضٌ فَهُوَ يَزْرَعُهَا وَرَجُلٌ مُنِحَ أَرْضًا فَهُوَ يَزْرَعُ مَا مُنِحَ وَرَجُلٌ اسْتَكْرٰى أَرْضًا بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تین آدمی کھیتی باڑی کرتے ہیں: ایک خود زمیندار جو اپنی زمین خود کاشت کرے۔ دوسرا وہ جسے زمین بطور عطیہ ملے اور وہ کاشت کرے اور تیسرا وہ آدمی جو سونے اور چاندی پر زمین کو کرائے پر لے (نسائی مرسلاً و مسنداً، ابن ماجہ

۳۳۹۷۔ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَرَأْتُ عَلٰى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيِّ قُلْتُ لَهُ حَدَّثَكُمُ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدٍ أَبِي شُجَاعٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ سَهْلِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ إِنِّي لَيَتِيمٌ فِي حِجْرِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَحَجَجْتُ مَعَهُ فَجَاءَهُ أَخِي عِمْرَانُ بْنُ سَهْلٍ فَقَالَ أَكْرَيْنَا أَرْضَنَا فُلَانَةَ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَقَالَ دَعْهُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَى الْأَرْضِ۔

ابو داؤد نے کہا کہ میں نے سعید بن یعقوب طالقانی کے سامنے پڑھا۔ اس سے میں نے کہا کہ تم سے ابن المبارک نے حدیث بیان کی۔۔۔ عثمان بن سہل بن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور یتیم پرورش پاتا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ حج کیا اور میرا بھائی عمران بن سہل اس کے پاس آیا اور کہا کہ ہم نے اپنی فلاں زمین کو دو سو درہم پر کرائے پر دے دیا ہے، پس رافع نے کہا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے کرائے سے منع فرمایا تھا (نسائی، اور اس میں عیسیٰ بن سہل بن رافع رضی اللہ عنہ ہے اور وہی درست ہے)

شرح: حدیث ۳۳۹۶ میں محاقلہ اور مزابنہ کا لفظ آیا ہے۔ محاقلہ یہ ہے کہ گندم کی بیع اس کی کھڑی فصل سے کریں۔ مزابنہ یہ ہے کہ خشک کھجور یا کشمش کی بیع درخت کے اوپر والے پھل سے کریں۔ اس میں بطور سود کا احتمال ہے

لہٰذا اس سے منع فرمایا گیا۔ حدیث ۳۳۹۰ میں مطلقاً زمین کے کرائے سے رافع رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور ایک حدیث سُنائی جس میں وضاحت وصراحت نہیں کہ کون سی مزارعت سے حضور علیہ السلام نے روکا تھا۔ قبل ازیں کئی احادیث گزر چکی ہیں جن میں سونے چاندی پر یہ معاملہ کرنا ناجائز ٹھہرایا گیا ہے، اور بعض میں صراحت ہے کہ نہی کا منشاء ندب واستحباب تھا۔

۳۳۹۸۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ نَا بُكَيْرٌ يَعْنِي ابْنَ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ أَنَّهُ زَارَعَ أَرْضًا فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْقِيهَا فَسَأَلَهُ لِمَنِ الزَّرْعُ وَلِمَنِ الْأَرْضُ فَقَالَ زَرْعِي بِبَذْرِي وَعَمَلِي لِيَ الشَّطْرُ وَلِبَنِي فُلَانٍ الشَّطْرُ فَقَالَ أَرْبَيْتُمَا فَرُدَّ الْأَرْضَ عَلَى أَهْلِهَا وَخُذْ نَفَقَتَكَ۔

ابن ابی نعم نے کہا مجھ سے رافع بن خدیج نے حدیث بیان کی کہ اس نے ایک زمین میں زراعت کی، وہ اسے پانی دے رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے۔ آپ نے پوچھا کہ فصل کس کی ہے؟ اور زمین کس کی ہے؟ رافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فصل تو میری ہے اس شرط پر کہ بیج میرا اور محنت میری ہوگی۔ میرا نصف اور بنی فلاں کا نصف ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سُود کا کام کیا ہے، زمین کو زمیندار کے سپرد کرو اور اپنا خرچ لے لو۔ منذری نے کہا ہے کہ اس کی سند میں بکیر بن عامر بجلی کوفی ہے جس میں کئی محدثین کو کلام ہے۔

شرح: اوپر گذر چکا ہے کہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ڈ والوان ورنگارنگ کی، کہا ہے فتح الودود سے مولانا نے نقل کیا ہے کہ رافع کی حدیث مضطرب ہے لہٰذا اس کا ترک واجب ہے۔ اور حدیث خیبر کی طرف رجوع لازم ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ زمین اور باغوں کے غلّے اور پھل کے نصف پر معاملہ کیا تھا اور یہ مزارعت کے جواز کی دلیل ہے۔ احمد بن حنبل نے اور حنفی فقہا میں ابو یوسف و محمد بن الحسن نے یہی کہا ہے، بہت سے دیگر علماء کا یہی مذہب ہے۔ اور بہتوں نے مزارعت کو مطلقاً ناجائز کہا اور بعض نے کہا کہ جب وہ مساقاۃ کے ضمن میں نہ ہو تو ناجائز ہے۔ مانعین نے خیبر کے متعلق کہا ہے کہ یہ مزارعت نہ تھی بلکہ وہ مقاسمت کا خراج تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر عائد کیا تھا۔ اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ اس کی مدت مقرر نہ تھی دراں حالیکہ مزارعت میں مدت کا تعین ہوتا ہے۔

بَابٌ ۳۵ فِي زَرْعِ الْأَرْضِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهَا

(زمین کے مالک کے اذن کے بغیر زمین کو بونے کا باب)

۳۳۹۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَطَاءٍ

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَلَهُ نَفَقَتُهُ۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر فصل بوئی تو اس کا فصل میں کوئی حصّہ نہیں، اور اسے صرف اس کا خرچ ملے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے اسے حدیث غریب ہے اور بتایا کہ بخاری نے اسے حسن کہا تھا)

شرح: خطابی نے کہا کہ حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ موسیٰ بن ہارون نے اسے ضعیف ٹھہرایا اور منکر قرار دیا ہے۔ شریک اس کی روایت میں ابو اسحاق سے منفرد ہے اور ابو اسحاق اس کی روایت میں عطاء سے منفرد ہے۔ اور عطاء نے رافع بن خدیج سے کچھ نہیں سُنا۔ بخاری نے بھی اسے ضعیف قرار دیا اور کہا کہ ابو اسحاق اوہام کا شکار ہے۔ اگر یہ حدیث ثابت اور صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی زمین میں بلا اجازت زراعت کرنے والا غاصب ہے لہٰذا اسے بطور سزا یہ فرمایا گیا۔ اور فصل عامّۂ فقہاء کے نزدیک اس کی ہے جس نے بیج ڈالا۔ ابن المنذر نے ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے سُنا، اور ان سے حدیث رافع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ: رافع رضی اللہ عنہ سے کئی قسم کی احادیث آئی ہیں۔ لیکن ابو اسحاق نے اس میں یہ لفظ بڑھایا ہے: بغیر اذنہ۔ اور دوسروں نے اس لفظ کا انکار نہیں کیا۔

بَابٌ ۳۴ فِي الْمُخَابَرَةِ

(باب ۳۴ مخابرہ کے بیان میں)

۳۴۰۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا إِسْمَعِيلُ ح وَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّ حَمَّادًا وَ عَبْدَ الْوَارِثِ حَدَّثَاهُمْ كُلُّهُمْ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ عَنْ حَمَّادٍ وَ سَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ ثُمَّ اتَّفَقُوا عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ قَالَ عَنْ حَمَّادٍ وَقَالَ أَحَدُهُمَا وَالْمُعَاوَمَةِ وَقَالَ الْآخَرُ بَيْعِ السِّنِينَ ثُمَّ اتَّفَقُوا وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ، محاقلہ، مخابرہ اور معاومہ سے منع فرمایا ایک راوی نے معاومہ اور دوسرے نے کئی سال کی بیع کا لفظ بولا اور استثناء سے منع فرمایا اور عرایا کی رخصت دی (مسلم، ابن ماجہ)

شرح: ان الفاظ میں اکثر کی شرح اوپر گزر گئی ہے، محاقلہ کا معنی ہے کھڑی فصل کی بیع غلّے کے ساتھ، مخابرہ کا

معنی ہے مزارعت، مزابنہ کا معنی ہے تر کھجور کی بیع خشک کھجور کے ساتھ۔ معاومہ کا معنی ہے کئی سال کے لئے باغ کا پھل بیچنا، یہ بھی فاسد ہے کیونکہ معدوم چیز کی بیع ہے۔ ثنیا کا معنی ہے باغ کا پھل بیچنا مگر اس میں سے ایک غیر معلوم جز کو مستثنیٰ کر لینا۔ یہ بھی مجہول کی بیع ہے۔ اگر مستثنیٰ معلوم چیز ہو مثلاً ثلث یا ربع وغیرہ تو یہ جائز ہے۔ عرایا کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔

۳۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يَزِيدَ السَّيَّارِيُّ أَبُو حَفْصٍ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَعَنِ الثُّنْيَا إِلَّا أَنْ يُعْلَمَ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ اور ثنیا سے منع فرمایا مگر یہ کہ وہ معلوم ہو (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ثنیا کا ذکر صرف ترمذی اور نسائی نے کیا ہے) ان سب الفاظ کی تفسیر اوپر گزری ہے۔

۳۴۰۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ نَا ابْنُ رَجَاءٍ يَعْنِي الْمَكِّيَّ قَالَ ابْنُ خُثَيْمٍ حَدَّثَنِي عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَمْ يَذَرِ الْمُخَابَرَةَ فَلْيُؤْذِنْ بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص مخابرہ نہ چھوڑے تو پھر وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے (اس حدیث سے صراحتہً مزارعت کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

۳۴۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ قُلْتُ وَمَا الْمُخَابَرَةُ قَالَ أَنْ تَأْخُذَ الْأَرْضَ بِنِصْفٍ أَوْ ثُلُثٍ أَوْ رُبُعٍ

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا۔ ثابت راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا مخابرہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ زمین کو نصف یا ثلث یا ربع پر لینا (یہ حدیث بھی مزارعت کی مخالفت میں واضح ہے۔ مفصل بحث اوپر گزر چکی ہے)

بَابٌ ۳۵ فِي الْمُسَاقَاةِ

(مساقات کا باب ۳۵)

۳۴۰۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ نصف پھل یا غلّے پر معاملہ کیا تھا (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: مساقات کا معنیٰ ہے پھلوں کے معلوم ومتعین حصّے پر کسی اور کو درختوں کی ذمہ داری سونپنا تاکہ وہ ان کی خبر گیری اور اصلاح کرے۔ حنفیہ کے نزدیک مساقات کا حکم بھی مزارعت کی مانند ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ رافع بن خدیج کی حدیث جو مزارعت کی نہی میں ہے اسکے ضعف کے ہوتے ہوئے یہ حدیث مزارعت کا اثبات کرتی ہے۔ اس حدیث کا راوی ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے جو محض شدّت تورّع واحتیاط کے باعث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث سن کر مزارعت ترک کر بیٹھا تھا۔ حالانکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے یہ معاملہ کیا اور پھر انہیں اس پر قائم رکھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے ساتھ یہی سلسلہ قائم رہا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے جلاوطن کیا۔ یہ تو اتنا طویل عرصہ تھا اور ان کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ اتنا واضح اور صاف تھا کہ اس میں شک وشبہ یا کسی الجھن کی گنجائش نہ تھی۔ اور اس حدیث میں مساقات کا اثبات ہے جسے اہل عراق معاملت کہتے ہیں (اور اسکی تعریف اوپر گزری) اس میں سے ایک فریق کی طرف سے درختوں کا باغ ہوتا ہے اور دوسری طرف سے محنت، مزارعت کی مانند۔ مساقات کا قول اکثر فقہاء کا ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی نے اس کے خلاف نہیں کہا، مگر اس کے دونوں ساتھیوں نے اس کے برخلاف جماعت اہل فقہ وحدیث کا ساتھ دیا ہے۔ پھر مساقات میں یہ اختلاف ہے کہ یہ کون کون سے درخت اور پھل میں جائز ہے اور کس کس میں نہیں۔ شافعی کے نزدیک یہ صرف کھجور کے درخت اور انگور میں جائز ہے کیونکہ ان کا پھل واضح اور نظروں کے سامنے ہوتا ہے اور ان کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جن درختوں کا پھل پتوں میں پوشیدہ ہو مثلاً انجیر اور زیتون اور سیب، ان کے متعلق شافعی نے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی۔ مالک، ابویوسف اور محمد بن الحسن مساقات کو ہر درخت میں جائز رکھتے تھے جن کی جڑ قائم ہو۔ بلکہ مالک رحمۃ اللہ علیہ تو تربوز اور خربوزہ اور ککڑی تک میں مساقات کے جواز کے قائل تھے۔ لیکن مالک نے ایسی شرطیں لگا دی ہیں جو ناقابل فہم ہیں۔ ابوثور نے کہا کہ مساقات کھجور، انگور، تر سبزیوں، بادنجان اور ہر اس چیز میں جائز ہے جس کا پھل کچھ دیر رہ سکے۔ ابوثور کی دلیل اہل خیبر کا معاملہ ہے۔

۳۴۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ غُنْجٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ إِلَى يَهُودِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا عَلَى أَنْ يَعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَأَنَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرَ ثَمَرَتِهَا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی کھجور کے درخت اور زمین یہودیوں کے سپرد کی تھی تاکہ وہ انہیں اپنے اموال سے سعی و محنت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کے پھل کا نصف ہوگا۔ (مسلم اور نسائی)

۳۴۰۶۔ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ نَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ نَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ افْتَتَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَاشْتَرَطَ أَنَّ لَهُ الْأَرْضَ وَكُلَّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ وَقَالَ أَهْلُ خَيْبَرَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِالْأَرْضِ مِنْكُمْ فَأَعْطَانَاهَا عَلَى أَنَّ لَكُمْ نِصْفَ الثَّمَرَةِ وَلَنَا نِصْفٌ فَزَعَمَ أَنَّهُ أَعْطَاهُمْ عَلَى ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ حِينَ يُصْرَمُ النَّخْلُ بَعَثَ إِلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَحَزَرَ عَلَيْهِمُ النَّخْلَ وَهُوَ الَّذِي يُسَمِّيهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْخَرْصَ فَقَالَ فِي ذِهْ كَذَا وَكَذَا قَالُوا أَكْثَرْتَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ رَوَاحَةَ قَالَ فَأَنَا إِلَيَّ حَزْرُ النَّخْلِ وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ قَالُوا هٰذَا الْحَقُّ وَبِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ قَدْ رَضِينَا أَنْ نَأْخُذَهُ بِالَّذِي قُلْتَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا اور یہ شرط کی کہ زمین اور سونا چاندی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے (کیونکہ خیبر بزور شمشیر فتح ہوا تھا) اہل خیبر نے کہا کہ ہم زمین کو (اس میں زراعت وغیرہ کو) خوب جانتے ہیں، آپ یہ ہمارے سپرد کر دیں اس شرط پر کہ آپ کو نصف پھل اور ہمیں بھی نصف پھل ملیگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر زمین وغیرہ ان کے سپرد کر دی پس جب پھل توڑنے کا وقت ہوا تو عبداللہ بن رواحہ کو ان کی طرف بھیجا۔ اس نے پھل کا تخمینہ لگایا، یہ تخمینہ وہی ہے جسے اہل مدینہ خرص (اندازہ) کہتے ہیں۔ پس عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان درختوں پر اتنا اور اتنا پھل ہے۔ انہوں نے کہا: اے ابن رواحہ تو نے زیادہ اندازہ کیا ہے۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ میں تخمینہ لگاتا ہوں اور تمہیں اس مقدار کا نصف دیتا ہوں جو میں نے بتائی ہے۔ انہوں نے کہا یہ حق بات ہے (عدل و انصاف ہے)

اور اسی سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ ہم تیرے کہنے کے مطابق نصف لینے پر راضی ہیں (ابن ماجہ) مطلب یہ کہ اگر تمہارا اندازہ زیادہ ہے تو ہمیں جب اس میں سے نصف ملا تو زیادہ ملا اس لئے ہم راضی ہیں۔

۳۴۰۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ نَا زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ فَحَزَرَ وَقَالَ عِنْدَ قَوْلِهِ وَكُلَّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ يَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ لَهُ۔

ایک اور سند کے ساتھ یہی حدیث۔ اس میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہ نے اندازہ کیا۔ اور حدیث کے صفراء اور بیضاء کے وقت کہا، یعنی سونا اور چاندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوگی۔

۳۴۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ نَا كَثِيرٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ نَا مَيْمُونٌ عَنْ مِقْسَمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ زَيْدٍ قَالَ فَحَزَرَ النَّخْلَ وَقَالَ فَأَنَا أَلِي جِذَاذَ النَّخْلِ وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ۔

مقسم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کیا تو... پھر راوی نے اوپر کی حدیث کے مانند بیان کیا۔ راوی نے کہا کہ: اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کھجوریں توڑنے کی ذمہ داری لیتا ہوں اور جو میں نے کہا اس کا نصف تمہیں دوں گا (ابن ماجہ) یہ حدیث مرسل ہے۔

بَابٌ فِي الْخَرْصِ ۳۶

(تخمینے کا باب ۳۶)

۳۴۰۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ نَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ ثُمَّ يُخَيِّرُ الْيَهُودَ يَأْخُذُونَهُ بِذَلِكَ الْخَرْصِ أَمْ يَدْفَعُونَهُ إِلَيْهِمْ بِذَلِكَ الْخَرْصِ لِكَيْ تُحْصَى الزَّكَوٰةُ قَبْلَ أَنْ تُؤْكَلَ الثِّمَارُ وَتُفَرَّقَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجتے، وہ پھل

پکنے پر قبل اس کے کہ اس میں سے کھایا جائے پھل کا تخمینہ کرتے تھے۔ پھر یہودیوں کو اختیار دیتے کہ یا تو تم اس اندازے کے مطابق نصف پھل لے لو یا اس تخمینے کے مطابق اصحاب کے سپرد کر دو تاکہ پھلوں کے کھائے جانے اور متفرق ہو جانے سے پہلے زکوٰۃ متعین کی جا سکے (منذری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک مجہول راوی ہے، یعنی ابن جریج اور ابن شہاب کے درمیان)

۱۰ ۳۴۱ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ خَيْبَرَ فَأَقَرَّهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانُوا وَجَعَلَهَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَبَعَثَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَخَرَصَهَا عَلَيْهِمْ۔

جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خیبر کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فئ بنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حسب معمول وہیں رہنے دیا اور خیبر (کے غلے اور پھل کو) اپنے اور ان کے درمیان نصفا نصف قرار دیا۔ پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا جس نے خیبر کا یہودیوں پر تخمینہ لگایا۔

۳۴۱۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَا نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ خَرَصَهَا ابْنُ رَوَاحَةَ أَرْبَعِينَ أَلْفَ وُسْقٍ وَزَعَمَ أَنَّ الْيَهُودَ لَمَّا خَيَّرَهُمُ ابْنُ رَوَاحَةَ أَخَذُوا الثَّمَرَ وَعَلَيْهِمْ عِشْرُونَ أَلْفَ وُسْقٍ

ابو الزبیر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ ابن رواحہ نے چالیس ہزار وسق کا تخمینہ لگایا اور ابو الزبیر نے کہا کہ ابن رواحہ نے جب یہود کو اختیار دیا تو انہوں نے پھل کو لے لیا اور ان کے ذمہ بیس ہزار وسق آئے (یعنی یہود اس شرط پر راضی ہو گئے تھے کہ جو فریق پھل لے لے وہ دوسرے کو ۲۰ ہزار وسق پھل ادا کر دے، چنانچہ یہود نے پھل کو اختیار کر لیا۔

كِتَابُ الْإِجَارَةِ

کتاب الاجارہ (دراصل یہ کتاب البیوع کا ہی حصہ ہے)

اجارہ کا لفظ اجرۃ سے نکلا ہے اور اس کا معنیٰ از روئے لغت اجرت ہے یعنی مزدور کی مزدوری۔ اجارہ کا شرعی معنیٰ ہے کسی چیز کے عوض میں کسی کو منافع کا مالک بنانا۔

بَابٌ فِي كَسْبِ الْمُعَلِّمِ

(معلم کے کسب کا باب)

۳۴۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا وَكِيعٌ وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ زِيَادَةَ عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ نُسَيٍّ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ عَلَّمْتُ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ الْقُرْآنَ وَالْكِتَابَ فَأَهْدَى إِلَيَّ رَجُلٌ مِنْهُمْ قَوْسًا فَقُلْتُ لَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَآتِيَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَسْأَلَنَّهُ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ أَهْدَى إِلَيَّ قَوْسًا مِمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْآنَ وَلَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اہل صفہ میں سے کچھ لوگوں کو لکھنا اور قرآن سکھایا، پس ان میں سے ایک نے مجھے ایک کمان بطور ہدیہ دی میں نے کہا کہ یہ مال نہیں ہے (یعنی نقدی نہیں ہے اور اس کا اجرت میں دینا رسم و رواج کے خلاف ہے) اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر چلاؤں گا۔ میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور آپ سے ضرور سوال کروں گا۔ پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ ایک آدمی نے مجھے ایک کمان کا ہدیہ دیا ہے اور یہ اُن لوگوں میں سے ہے جن کو میں لکھنا اور قرآن سکھاتا تھا، اور یہ کوئی بڑا مال بھی نہیں اور میں اس سے خدا کی راہ میں تیر چلاؤں گا۔ حضور نے فرمایا: اگر تو پسند کرتا ہے کہ آگ کا ایک طوق تجھے پہنایا جائے تو اُسے قبول کر لے (ابن ماجہ، منذری نے کہا ہے کہ اس کی سند میں مغیرہ بن زیادہ متکلم فیہ راوی ہے۔ احمد نے کہا ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے اور منکر حدیثوں کی روایت کرتا ہے، اس کی ہر مرفوع حدیث منکر ہے)

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اہل صُفّہ ایک فقراء کی جماعت تھی جو لوگوں کے صدقہ پر گزر اوقات کرتی تھی، پس ان سے کوئی چیز لینا مکروہ تھا، بلکہ انہیں صدقہ دینا مستحب تھا۔ اس حدیث کے معنیٰ اور تاویل میں اختلاف ہے۔ کچھ علماء نے اس کے ظاہر پر نظر رکھ کر تعلیم قرآن پر اجر و عوض کو غیر مباح کہا ہے اور یہ مذہب زہری، ابوحنیفہ اور اسحاق بن راہویہ کا ہے۔ بعض علماء مثلاً حسن بصری، ابن سیرین اور شعبی نے کہا ہے کہ اگر شرط نہ کی گئی ہو تو اس میں حرج نہیں۔ عطاء، مالک، شافعی اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ اُجرت مُباح ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا اور اس کے پاس مہر نہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تیرے پاس

جو قرآن ہے اس پر میں تم دونوں کا نکاح کرتا ہوں۔ اور انہوں نے حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل بیان کی ہے کہ عبادہ نے یہ کام بطورِ حصول ثواب اور بغرض تبرع کیا تھا اور تعلیم کے وقت کوئی عوض لینے کی اس کی نیت نہ تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنا اجر باطل کرنے سے ڈرایا اور ڈانٹا تھا۔ عبادہ کے فعل کی مثال یوں تھی جیسے کوئی کسی کی گم شدہ چیز فی سبیل اللہ تلاش کر دے یا سمندر میں ڈوبا ہوا مال بغرض رضائے الٰہی و حصول ثواب نکال دے، پس اس کے لئے یہ روا نہیں کہ اس پر اجر لے۔ اگر کام کرنے سے پہلے اجرت ٹھہرا لیتا تو جائز تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے کئی حالات ہیں۔ پس اگر مسلمانوں میں کچھ اور لوگ بھی ہیں جو یہ کام کر سکیں تو اس کے لئے اجرت لینا جائز ہے کیونکہ یہ فریضہ تعین کے ساتھ صرف اس پر عائد نہیں۔ اور اگر ایسی حالت ہو یا ایسی جگہ ہو کہ کوئی اور یہ کام نہ کر سکے تو اس کے لئے اجرت لینا حلال نہیں۔ احادیث کے اختلاف کو اسی اختلافِ احوال و امکنہ پر محمول کرنا ہو گا۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شائد استاد شاگرد میں یہ شرط ہو چکی تھی یا ان کے دل میں یہ نیت تھی، یہ بات صحابہ سے فروتر تھی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا۔ تعلیم قرآن عبادت ہے اور واجب ہے لہٰذا اس کا حال وہ نہیں ہے کہ بطورِ معالجہ قرآن پر اجرت لی جائے۔ وجہ یہ کہ علاج کرنا مکلف پر واجب تھا۔ اصل مذہب تو یہی ہے مگر متاخرین نے ضرورت کی بناء پر شافعی کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

۳۴۱۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَا نَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ نُسَيٍّ عَنْ جُنَادَةَ ابْنِ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ نَحْوَ هٰذَا الْخَبَرِ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ فَقُلْتُ مَا تَرٰى فِيهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ جَمْرَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْكَ تَقَلَّدْتَهَا أَوْ تَعَلَّقْتَهَا۔

دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور پہلی حدیث اتم ہے۔ اس میں ہے کہ: میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا اس میں کیا مشورہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک انگارہ ہے جو تو نے اپنے کندھوں کے درمیان پہنا ہے یا لٹکایا ہے (منذری نے کہا کہ اس طریق میں بقیۃ بن ولید راوی ہے جس پر کئی محدثین نے تنقید کی ہے)

بَابٌ ۳۸ فِي كَسْبِ الْأَطِبَّاءِ

(طبیبوں کی کمائی کا باب)

۳۴۱۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَهْطًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوا

فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا فَنَزَلُوا بِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ قَالَ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَشَفَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ أَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا بِكُمْ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ يَنْفَعُ صَاحِبَكُمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَشَفَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ يَعْنِي رُقْيَةً فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ إِنِّي لَأَرْقِي وَلٰكِنِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَأَبَيْتُمْ أَنْ تُضَيِّفُونَا مَا أَنَا بِرَاقٍ حَتّٰى تَجْعَلُوا لِي جُعْلًا فَجَعَلُوا لَهُ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ فَأَتَاهُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَيَتْفُلُ حَتّٰى بَرِئَ كَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ قَالَ فَأَوْفَاهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ فَقَالُوا اقْتَسِمُوا فَقَالَ الَّذِي رَقٰى لَا تَفْعَلُوا حَتّٰى نَأْتِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْتَأْمِرَهُ فَغَدَوْا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ عَلِمْتُمْ أَنَّهَا رُقْيَةٌ أَحْسَنْتُمْ وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت کسی سفر میں گئی، اور وہ عربی قبائل میں سے ایک قبیلے کے پاس اُترے مگر انہوں نے ان کی مہمانی سے انکار کر دیا۔ ابوسعید نے کہا کہ پھر اسی قبیلے کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا انہوں نے اس کے لئے ہر چارہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو ان میں سے کسی نے کہا کہ اگر تم اس جماعت کے پاس جاؤ جو تمہارے پاس اُتری ہے، تو شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہو جس سے تمہارے ساتھی کو نفع ہو۔ پس ان میں سے کسی نے کہا کہ ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہم نے اس کا ہر علاج کیا ہے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پس کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو ہمارے ساتھی کو نفع دے؟ یعنی کوئی جھاڑ پھونک؟ پس مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں اسے دم پڑھوں گا، لیکن ہم نے تم سے مہمانی کا حق مانگا تو تم نے انکار کیا، میں اُس وقت تک جھاڑ پھونک نہ کروں گا جب تک کہ تم میرا کوئی انعام (معاوضہ) مقرر نہ کر دو۔ پس انہوں نے ان کے لئے بکریوں کا ایک حصہ مقرر کیا، پس وہ اس شخص کے پاس گیا اور اس پر سورۂ فاتحہ پڑھی اور پھونک مارتا رہا یہاں تک کہ وہ تندرست ہو گیا گویا کہ اُسے قید سے چھوڑ دیا گیا ہو پس اس نے اُس انعام کا وعدہ پورا کیا جو اس نے ان کے لئے مقرر کیا تھا۔ اصحاب نے کہا کہ انہیں بانٹ لو، جھاڑ پھونک کرنے والا بولا: ایسا مت کرو جب تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر مشورہ

نہ کریں۔ پس وہ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور یہ بات کہہ سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ کہاں سے جان لیا کہ یہ ایک جھاڑ پھونک بھی ہے؟ تم نے اچھا لیا اور اس میں میرا حصہ بھی نکالو۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: خطابی نے اس حدیث سے تعلیم قرآن کی اجرت کے جواز کا استدلال کیا ہے (لیکن اوپر گزر چکا ہے کہ تعلیم قرآن میں اور قرآن کی آیات پڑھ کر علاج کرنے میں فرق ہے) خطابی نے کہا کہ اس سے مصاحف کی بیع اور ان کی کتابت پر اجرت لینے کا جواز نکلتا ہے۔ اس میں دم پھونک کا جواز بھی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے اسماء کے ساتھ ہو۔ اور اس میں طبیب اور معالج کی اجرت کے جواز کی دلیل ہے۔ وجہ یہ کہ پڑھنا، جھاڑنا اور پھونک مارنا یہ سب مباح افعال ہیں اسی طرح طبیب جو کچھ کرتا ہے وہ بھی افعال ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ فرق نہیں ہے۔ یہ دلائل تو ایک فریق کے ہیں، مانعین نے کہا ہے کہ تعلیم قرآن عبادت ہے، جبکہ اسے پڑھ کر دم کرنا عبادات میں سے نہیں بلکہ فعل مباح ہے ان دونوں میں فرق ہے اور اوپر اس پر کچھ کلام ہو چکا ہے۔

۳۴۱۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَخِيهِ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ایک اور سند سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہی روایت جو اوپر گزری (اسی سند سے بخاری نے بھی اسے روایت کیا)

۳۴۱۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ نَا أَبِي نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ فَأَتَوْهُ فَقَالُوا إِنَّكَ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ هَذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَارْقِ لَنَا هَذَا الرَّجُلَ فَأَتَوْهُ بِرَجُلٍ مَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ فَرَقَاهُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً وَكُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَهُ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلْ فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ.

خارجہ بن صلت نے اپنے چچا (علاقہ بن صحار تمیمی یا علاقہ) سے روایت کی کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرا تو وہ لوگ اس کے پاس آئے اور بولے: تو اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے بخیریت آیا ہے پس ہمارے اس آدمی کو دم کر۔ پس وہ اس کے پاس ایک مجنون آدمی کو لائے جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ پس اس نے

تین دن تک اس کو صبح وشام سورۂ فاتحہ کا دم کیا اور جب وہ ختم کر لیتا تو اپنا تھوک جمع کرتا پھر اس جنونی پر پھینک دیتا، تو یوں ہوا کہ وہ گویا قید سے رہا کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے اسے کچھ دیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس کا ذکر کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو کھالے، مجھے اپنی جان کے خالق کی قسم کچھ لوگ تو باطل جھاڑ پھونک سے کھاتے ہیں، تو نے برحق جھاڑ پھونک کے ذریعے سے حاصل کیا ہے (نسائی) گفتگو اوپر گزر چکی ہے

بَابٌ فِي كَسْبِ الْحَجَّامِ

(حجام کے کسب کا باب)

۳۴۲۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَا أَبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ قَارِظٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ وَثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ مَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجام کی کمائی خبیث ہے اور کتے کی قیمت خبیث ہے اور بدکار عورت کی خرچی خبیث ہے۔ (ترمذی، مسلم، نسائی)

شرح: علامہ خطابی نے کہا کہ محیصہ رضی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس باب پر دلالت کرتی ہے کہ حجام (سینگی لگانے والا) کی اجرت حرام نہیں ہے اور اس کا خبث صرف اس کے مخرج کی گھٹیا پن کے باعث ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور حجام کو اس کی مزدوری دی، اگر یہ حرام ہوتی تو آپ اسے نہ دیتے۔ اگلی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اونٹنی کو اس کا چارہ کھلا دے اور اپنے غلام کو دے دے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حجام کی کمائی حرام نہیں ورنہ اس کے لئے اس کی ملکیت ثابت نہ ہوتی، جب ملک ثابت ہوا تو اس کی اباحت بھی ثابت ہو گئی۔ لہٰذا اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ گھٹیا ذریعۂ معاش سے بچایا جائے اور پاکیزہ تر اور احسن ذریعۂ معاش کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اس میں تو شک نہیں کہ بعض کاروبار اعلیٰ وارفع ہوتے ہیں اور بعض گھٹیا ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں جہاں تک حجام کی کمائی کے خبیث ہونے کا سوال ہے اس سے مراد دنی (پست، گھٹیا) ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ۔ البقرہ، ۲۶۷۔ "تم اپنے مال میں سے گھٹیا کو خرچ نہ کرنے لگو"، یعنی کم تر درجے کی چیزوں کو راہِ حق میں خرچ نہ کرو، خطابی نے کہا کہ جہاں تک کتے کی قیمت اور بدکار عورت کی کمائی کا سوال ہے ان کے لئے بھی اس حدیث میں خبیث کا لفظ آیا ہے اور مراد اس سے حرام ہے کیونکہ کتا نجس العین ہے اور اس کی قیمت حرام ہے۔ زنا کا فعل حرام ہے اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہونے کے باعث اس کا عوض بھی حرام ہے۔ بعض دفعہ ایک جیسے الفاظ میں کئی چیزوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے مگر معانی مختلف ہوتے ہیں۔ اور یہ حکم ان کے اغراض

ومقاصد کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ کلام بعض دفعہ ایک ہی فعل میں بعض حصوں میں وجوب پر، بعض میں ندب پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ اس کا بعض حصہ حقیقت پر اور بعض مجاز پر محمول ہوتا ہے۔

علامہ علی القاری نے کہا کہ اس حدیث سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتے کی بیع کے حرام ہونے پر استدلال کیا ہے، چاہے سدھایا ہوا شکاری کتا ہو یا غیر معلم۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حدیث کا لفظ "خبیث" اس کی کراہت پر ضرور دلالت کرتا ہے مگر حرمت پر نہیں۔ جیسا کہ کسب الحجام خبیث میں بھی خبیث کا معنی حرام نہیں بلکہ پست اور گھٹیا ہے۔

۳۴۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ مُحَيِّصَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِجَارَةِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ عَنْهَا فَلَمْ يَزَلْ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَأْذِنُهُ حَتَّى أَمَرَهُ أَنْ أَعْلِفْهُ نَاضِحَكَ وَرَقِيقَكَ۔

محیصہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجام کے اجارے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس سے منع فرمایا، پس وہ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا اور اجازت مانگتا رہا حتی کہ حضور نے فرمایا کہ: وہ اپنی پانی ڈھونے والی اونٹنی اور غلام کو کھلا دو (ترمذی، ابن ماجہ گفتگو اوپر گزری ہے۔

۳۴۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ نَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ عَلِمَهُ خَبِيثًا لَمْ يُعْطِهِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور حجام کو اس کی مزدوری دی، اگر آپ اسے خبیث جانتے تو ایسا نہ کرتے (بخاری، گفتگو اوپر گزری ہے۔

۳۴۲۰۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو طیبہ نے (نام نافع تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی لگائی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے کھجور کے ایک صاع کا حکم دیا اور اس کے مالکوں کو حکم دیا کہ اس کے خراج میں تخفیف کریں (بخاری، مسلم، ترمذی)، پس اگر اس کی اجرت خبیث بمعنی حرام ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے۔

بَابٌ فِي كَسْبِ الْإِمَاءِ

(لونڈیوں کی کمائی کا باب)

۳۴۲۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ نَا أَبِي نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں کے کسب سے منع فرمایا (بخاری)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ اہل مکہ و اہل مدینہ کی لونڈیوں کے ذمہ مالکوں کی طرف سے مقررہ شدہ رقوم ہوتی تھیں۔ وہ لوگوں کی خدمت کرتیں، روٹی پکاتی پانی ڈھوتی اور دیگر کئی قسم کے کام کرتی تھیں۔ اس طرح جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ مالکوں کو ادا کرتی تھیں۔ ان حالات میں گھروں کے آمد ورفت رکھنے کے باعث اور اپنے اوپر مقرر شدہ رقوم ہونے کے باعث یہ بات یقین سے نہ کہی جاسکتی تھی کہ وہ پاک باز رہیں گی اور بدکاری کے ذریعے سے کمائی نہ کریں گی۔ یہ سبب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمائی سے منع فرمایا۔ اور اگر ان کی کمائی کا کوئی معلوم و مقرر جائز طریقہ نہ ہوتا تو کراہت اور بھی شدید تھی۔ اگر لونڈی کے ہاتھ میں کوئی صنعت ہے تو اس کے کسب (یعنی جائز کمائی) کی اجازت ہے جو آگے حدیث ۳۴۲۲ میں آتی ہے۔ شرح وقایہ (حنفی فقہ کی کتاب) کے بعض حواشی میں ہے کہ زانیہ کی اجرت حلال ہے۔ اس سے مراد زنا کی اجرت نہیں جس کے خبیث اور حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں بلکہ اس حدیث کی مانند بدکار عورت اگر کوئی جائز کام کر کے اجرت حاصل کرے تو اس کا ذکر ہے۔

۳۴۲۲۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ نَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنِي طَارِقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ قَالَ جَاءَ رَافِعُ بْنُ رِفَاعَةَ إِلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لَقَدْ نَهَانَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَذَكَرَ أَشْيَاءَ وَنَهَانَا عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ إِلَّا مَا عَمِلَتْ بِيَدِهَا وَقَالَ هٰكَذَا بِأَصَابِعِهِ نَحْوَ الْخُبْزِ وَالْغَزْلِ وَالنَّفْشِ۔

رافع بن رفاعہ رضی اللہ عنہ انصار کی مجلس میں آیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ہمیں ان چیزوں سے منع فرمایا، پس اس نے بعض چیزوں کا ذکر کیا اور کہا کہ: اور لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا مگر جو وہ اپنے ہاتھ سے کمائے اور اپنی انگلیوں سے یوں اشارہ کیا جیسے روٹی پکانا، کاتنا، اون دھنکنا اور نوچنا (اگلی حدیث میں اس مضمون کی مزید وضاحت آتی ہے۔

۳۴۲۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ

هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَافِعٍ هُوَ ابْنُ خُدَيْجٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ حَتَّى يُعْلَمَ مِنْ أَيْنَ هُوَ۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں سے ہے۔

شرح: یعنی جو مال وہ کماتی ہے اس کے متعلق ذرائع و وسائل کا علم ہونا لازم ہے کہ آیا حلال ذرائع سے ہے یا حرام طریقوں سے۔

بَابٌ ۴۱ فِي عَسْبِ الْفَحْلِ

(نر کی جفتی کا باب)

۳۴۲۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ ابْنُ مُسَرْهَدٍ نَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کی جفتی کی اُجرت سے منع فرمایا (ترمذی، نسائی)

شرح: نر کی جفتی کی اجرت حلال نہیں کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔ نر کی جفتی سے کبھی حمل ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا، ہو سکتا ہے مادہ میں کوئی نقص ہو اور وہ حاملہ نہ ہو، بہر صورت اس میں دھوکا موجود ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت سے اس اُجرت کی تحریم ثابت ہے اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ مالک نے کہا کہ جب نر جانور کو اجارے پر لے کر رکھے اور اس وقت تک مادہ سے ملاتا رہے جب تک وہ حاملہ نہ ہو جائے، تو اس میں حرج نہیں۔ ہاں اس شرط پہ اگر نر کی جفتی کی اجرت دی جائے کہ اگر مادہ حاملہ ہو گئی تو اتنی اجرت ہے، ورنہ نہیں، یہ باطل ہے۔ بعض مالکیہ نے اسے رضاع کی اجرت اور کھجور کو پیوند کرنے کی اُجرت کے مشابہ ٹھہرایا اور کہا کہ یہ مصلحت ہے اور اگر اس سے روک دیں تو نسل منقطع ہو جائے گی۔ خطابی نے کہا کہ یہ سنت کے برخلاف اجتہاد ہے جو باطل ہے۔ لوگوں کو یہ کام خود بطورِ معروف مفت انجام دینا چاہیئے۔

بَابٌ ۴۲ فِي حُلْوَانِ الْكَاهِنِ

(کاہن کی رشوت کا باب)

۳۴۲۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ

وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

ابومسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے کتے کی قیمت، بدکار عورت کی خرچی اور کاہن کی رشوت سے منع فرمایا:

شرح: کاہن اپنی کہانت پر جو اُجرت لیتا ہے اسے حلوان یا شنع یا صہیم بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح عرّاف کی مزدوری بھی حرام ہے۔ کاہن تو غیبی امور اور اسرارِ کائنات کا علم رکھنے کا مدعی ہوتا ہے اور عرّاف وہ ہے جو چوری یا گم شدہ چیز کا پتہ چلانے کا دعویٰ رکھتا ہے۔

بَابٌ ۴۳ فِي الصَّائِغِ

(سُنار کا بیان)

۳۴۳۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَا حَمَّادٌ نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ قَالَ قَطَعْتُ مِنْ أُذُنِ غُلَامٍ أَوْ قُطِعَ مِنْ أُذُنِي فَقَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ حَاجًّا فَاجْتَمَعْنَا إِلَيْهِ فَرَفَعَنَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ هَذَا قَدْ بَلَغَ الْقِصَاصَ اُدْعُوا لِي حَجَّامًا لِيَقْتَصَّ مِنْهُ فَلَمَّا دُعِيَ الْحَجَّامُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي وَهَبْتُ لِخَالَتِي غُلَامًا وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَارَكَ لَهَا فِيهِ فَقُلْتُ لَهَا لَا تُسَلِّمِيهِ حَجَّامًا وَلَا صَائِغًا وَلَا قَصَّابًا.

ابو ماجدہ نے کہا کہ میں نے ایک لڑکے کا کان کاٹ دیا، یا اُس نے میرے کان کا کچھ حصّہ کاٹ دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حج کرنے تشریف لائے تو ہم ان کے پاس جمع ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمارا معاملہ حضرت عمر بن الخطاب کے سپرد کیا، پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قطع تو حدِّ قصاص تک پہنچ گیا ہے، مجھے کوئی حجام بلا دو تاکہ وہ اس سے قصاص لے۔ پس جب حجام کو بلایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا: میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام ہبہ کیا اور مجھے امید ہے کہ اس میں اُسے برکت دی جائے گی۔ پس میں نے اس سے کہا کہ: اسے کسی حجام یا سُنار یا قصّاب کے سپرد مت کرنا۔

شرح: حجام اور قصاب کا پیشہ تو نجاست، کپڑوں کی آلودگی اور غلاظت کے باعث ناپسند فرمایا۔ رہ گیا سُنار، سو اس کے پیشے میں کھوٹ، بد دیانتی اور جھوٹ شامل ہوتا ہے وہ وعدے بھی کثرت سے کرتا اور جھوٹ بولتا ہے، حتیٰ کہ یہ چیزیں بقول امام خطابی اس کی علامت بن کر رہ گئی ہیں۔ زیوروں میں کھوٹ ملاتا ہے، کھوٹے کو کھرا اور کھرے کو کھوٹا قرار دیتا ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ ابن اسحاق کا قول ہے: ابن ماجدہ بنی سہم کا ایک مرد ہے جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔

۳۴۲۷. حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُرَقِيُّ عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَهْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمَعْنَاهُ.

ابن ماجدہ سہمی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آلخ

۳۴۲۸. حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى نَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ نَا ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ السَّهْمِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے یہی روایت جو ابن ماجدہ نے حضرت عمر سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آلخ

بَابٌ فِي الْعَبْدِ يُبَاعُ وَلَهُ مَالٌ

(جس غلام کو بیچا گیا اس کے مال کا باب)

۳۴۲۹. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا مُؤَبَّرًا فَالثَّمَرَةُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: جس نے کوئی غلام فروخت کیا اور اس کا کچھ مال تھا تو اس کا مال فروخت کرنے والے کا ہے، مگر یہ کہ خریدار شرط کرے۔ اور جس نے پیوند شدہ کھجور کا درخت فروخت کیا تو پھل فروخت کنندہ کا ہو گا مگر یہ کہ خریدار شرط کرے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: معالم السنن میں ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا غلام کا اپنا کوئی مال نہیں بلکہ اس کا مال اس کے مالک کا ہے۔ یہی مذہب حنفیہ اور شافعی کا ہے۔ مالک اور ظاہریہ نے کہا کہ جب مالک اسے مال کا مالک بنا دے تو غلام مالک ہو جاتا ہے۔ اسی حدیث کے ظاہر کے مطابق مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا مذہب ہے کہ جب تک مشتری شرط نہ کرے غلام کا مال اس کے پہلے مالک کا ہے۔ کھجور کے پھل کا جہاں تک تعلق ہے جب اُسے پیوند کیا گیا تو گویا وہ پھل اپنے حکم میں منفرد ہو گیا۔ پیوند نہ ہونے کی صورت میں وہ کھجور کی بعض شاخوں کی مانند تھا۔ مالک، شافعی اور احمد کا قول یہی ہے کہ پیوند ہو جانے پر پھل کھجور کے تابع نہیں رہتا لہٰذا وہ اس کے بیع کے سودے میں داخل نہیں تھا، جب تک کہ

خریدار اس کی شرط نہ کرے۔ حنفیہ نے کہا کہ کھجور کا پھل بہر صورت اس سے جدا ہے، پیوند کیا ہوا ہو یا نہ ہو۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ پھل بہر صورت کھجور کے تابع ہے پیوند کیا ہوا ہو یا نہ ہو۔

۳۴۳۰۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ الْعَبْدِ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ النَّخْلِ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ علیہ وسلم سے غلام کا قصہ (گزشتہ حدیث کا پہلا حصہ) روایت کیا۔ ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھجور کا قصہ روایت کیا (یعنی گزشتہ حدیث کا دوسرا حصہ) ابوداؤد نے کہا کہ زہری اور نافع نے چار احادیث میں اختلاف کیا ہے، یہ ان میں سے ایک ہے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بقول منذری نسائی نے موقوف روایت کی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بخاری، مسلم اور ابن ماجہ میں ہے۔)

۳۴۳۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَالْمَالُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام فروخت کیا اور اس کا کچھ مال تھا وہ مال بیچنے والے کا ہے۔ مگر یہ کہ خریدار شرط کر لے (اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے)

بَابٌ ۴۵ فِي التَّلَقِّي

(تلقی کا بیان)

۳۴۳۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا الْأَسْوَاقَ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، اور سامان کو باہر جا کر آگے سے مت حاصل کرو جب تک کہ وہ بازاروں میں نہ لا ڈالا جائے (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ) تلقی کا معنیٰ ہے سامان تجارت کو شہر میں آنے سے قبل ہی بالا بالا خرید لیا جائے۔
شرح: جب دو شخصوں کا سودا ہو جائے لیکن ابھی قیمت اور چیز کا لین دین نہیں ہوا اور خیار باقی ہے تو تیسرا

آدمی آکر پہلے گاہک سے زیادہ قیمت دے کر وہی چیز خرید لے یا وہ اپنا سودا لاکر گاہک کو پہلی بیع فسخ کرانے پر اور سستے داموں اپنا اچھا سودا خریدنے پر راضی کرے تو یہ ناجائز ہے۔ اگر بائع اور مشتری ابھی سودا کر رہے ہوں اور بات ختم نہ ہوئی ہو تو اس وقت گنجائش موجود ہے کہ کسی وقت بھی سودا چھوڑ دیں۔ جہاں تک تلقی کا سوال ہے۔ شاید کچھ لوگ سستے داموں سودا خریدنے کی غرض سے شہروں سے باہر جاکر قافلہ تجارت والوں سے سودا کر لیتے ہوں گے۔ بعد میں بائع کو دھوکے کا پتہ چلتا ہوگا تو وہ نقصان پر نادم ہوتا ہوگا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔ فقہاء نے تلقی کو مکروہ کہا ہے مگر بیع کو فاسد قرار نہیں دیا۔ حنفیہ کے نزدیک اس وقت مکروہ ہے جب کہ شہر والوں کو اس سے نقصان پہنچے، اگر نقصان نہ پہنچے تو اس میں حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر بازار کا بھاؤ چھپایا جائے اور دھوکے سے مال خرید لیا جائے تو بھی اس میں کراہت ہے، ورنہ نہیں۔

۳۴۳۳۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو الرَّقِّيَّ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ فَإِنْ تَلَقَّاهُ مُتَلَقٍّ مُشْتَرٍ فَاشْتَرَاهُ فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ إِذَا وَرَدَتِ السُّوقَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ سُفْيَانُ لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ أَنْ يَقُولَ إِنَّ عِنْدِي خَيْرًا مِنْهُ بِعَشَرَةٍ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: ہر لائی جانے والی چیز کو شہر سے باہر جاکر خریدنے سے منع فرمایا۔ اگر بائع کو کوئی باہر جاکر گاہک ملا اور اُس نے اس سے سودا خرید لیا

توجب بازار میں آئے تو بائع کو اختیار ہے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، بخاری) بائع جب بازار میں پہنچ کر دیکھے کہ مجھ سے دھوکا ہوا ہے اور جھوٹ بول کر سودا خرید لیا گیا ہے تو اُسے بیع کے رد کر دینے کا اختیار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بیع صحیح ہوگئی تھی ورنہ اختیار نہ ہوتا۔ ابوداؤد نے کہا کہ سفیان نے کہا: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ کا مطلب یہ ہے کہ: میرے پاس اس سے بہتر مال دس روپے میں موجود ہے، یا دس گنا بہتر موجود ہے۔

بَابٌ ۴۶ فِي النَّهْيِ عَنِ النَّجْشِ

(نجش سے ممانعت کا باب)

۳۴۳۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنَاجَشُوا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو دھوکا مت دو (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: نیلامی میں محض قیمت بڑھانے کے لئے بولی دینا حالانکہ خریدنے کا ارادہ نہ ہو نجش کہلاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے مال کی جھوٹی تعریف کر کے اسے رائج کیا جائے تاکہ لوگ اس کی خرید کی طرف متوجہ ہوں۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ

(شہری کے بدوی کی خاطر بیع کرنے کی ممانعت کا باب)

۳۴۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ نَا أَبُو ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کے بدوی کی خاطر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس نے پوچھا کہ شہری کے بدوی کی خاطر بیچنے کا مطلب کیا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کا ایجنٹ نہ بنے (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: ایجنٹ وہ ہے جو لوگوں کے لئے خرید و فروخت کرے، پس یہ حکم خرید و فروخت دونوں کو مشتمل ہے۔ خطابی نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ باہر سے سودا لانے والا تو حاضر نرخ پر بیچے گا جس سے لوگوں کو فائدہ ہو گا۔ اب ایجنٹ اس سے کہتا ہے کہ: میں تمہیں گراں دام پر فروخت کر دیتا ہوں، اور سودا سے کر اسے جمع کر لیتا اور زیادہ قیمت وصول کرتا ہے۔ مقصد چونکہ لوگوں کو ضرر سے بچانا ہے لہذا اگر ایجنٹ کی اس حرکت سے لوگوں کو ضرر نہ پہنچے اور ان کے لئے کچھ فرق نہ پڑے تو کہا گیا ہے کہ اس میں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

۳۴۳۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الزِّبْرِقَانِ أَبَا هَمَّامٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ زُهَيْرٌ وَكَانَ ثِقَةً عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ أَوْ أَبَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ نَا أَبُو هِلَالٍ نَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ يُقَالُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَهِيَ كَلِمَةٌ جَامِعَةٌ لَا يَبِيعُ لَهُ شَيْئًا وَلَا يَبْتَاعُ لَهُ شَيْئًا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری کسی بدوی کے لئے خرید و فروخت نہ کرے چاہے وہ اس کا بھائی یا باپ ہو۔ ابو داؤد نے حفص بن عمر کے طریق سے انس بن مالک کا قول روایت کیا ہے کہ یہ حدیث ایک جامع کلمہ ہے جس میں خرید و فروخت دونوں شامل ہیں (اصل حدیث نسائی میں موجود ہے) حدیث

کے مضمون پر اوپر بات ہو چکی۔

۳۴۳۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ سَالِمٍ الْمَكِّيِّ أَنَّ أَعْرَابِيًّا حَدَّثَهُ أَنَّهُ قَدِمَ بِحَلُوبَةٍ لَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ عَلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَكِنْ اِذْهَبْ إِلَى السُّوقِ فَانْظُرْ مَنْ يُبَايِعُكَ فَشَاوِرْنِي حَتَّى آمُرَكَ وَأَنْهَاكَ۔

سالم مکی کو ایک بدوی نے بتایا کہ وہ ایک شیر دار اونٹنی یا کوئی اور سامان تجارت لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آیا اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس اُترا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو بدوی کے لئے خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن تو خود بازار میں جا اور دیکھ تجھ سے کون خرید و فروخت کرتا ہے پھر مجھ سے مشورہ کر لینا، میں تمہیں اثبات یا نفی میں جواب دوں گا (بدوی کا لایا ہوا سودا اگر حلوبہ تھا تو اس کا معنٰی ہے شیر دار اونٹنی)، اگر جلوبہ تھا تو معنٰی ہے فروخت کی غرض سے لایا ہوا سامان تجارت)

۳۴۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا زُهَيْرٌ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَذَرُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ۔

جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری کسی بدوی کے لئے خرید و فروخت نہ کرے اور لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق دے (مسلم، ترمذی، النسائی، ابن ماجہ) خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو عقد بیع فاسد نہیں ہوتا ورنہ یہ نہ فرمایا جاتا کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق حاصل کرنے دو۔ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ بیع مکروہ ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس کی کراہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی آج کل نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس میں نہی ارشاد کے لئے ہے ایجاب کے لئے نہیں۔

بَابٌ (۴۸) مَنِ اشْتَرَى مُصَرَّاةً فَكَرِهَهَا

(باب ۴۸۔ جس نے مصراۃ کو خریدا اور پھر ناپسند کیا)

۳۴۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِلْبَيْعِ وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید وفروخت کے لئے کہ قافلوں کو خرید وفروخت کے لئے باہر جا کر مت ملو اور ایک دوسرے کی بیع پر بیع مت کرو اور اونٹنی اور بھیڑ بکری کا دودھ مت روکو، اس کے بعد جس نے اُسے خریدا تو دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں سے بہتر کا اختیار ہے، اگر وہ اس پر راضی ہے تو رکھ لے اور اگر راضی نہیں تو اسے واپس کر دے اور کھجور کا ایک صاع بھی (بخاری، مسلم)

شرح: مصراۃ اس جانور کو کہتے ہیں جس کا دودھ روک کر اسے فروخت کیا جائے تاکہ خریدار دودھ کی کثرت پر بھول کر دھوکا کھا جائے۔ اس کا پتہ دودھ نکالنے پر ہی چلتا ہے، اس لئے فرمایا کہ دودھ دوہنے پر اگر سودا ناپسند ہو تو واپس کر دو۔ رہا اس کے ساتھ ایک صاع کھجور واپس کرنے کا معاملہ ہو اس پر گفتگو آگے ہے۔

۳۴۴۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَهِشَامٍ وَحَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ إِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دودھ روکی ہوئی بکری خریدی تو اس کو تین دن تک اختیار رہے، چاہے تو رد کر دے اور ایک صاع طعام بھی جو گندم نہ ہو (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: پچھلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشتری کو فوری طور پر رد کرنے کا اختیار ہے چنانچہ بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ اختیار علی الفور ہے بشرطیکہ پتہ چل گیا کہ یہ جانور فروخت کے لئے دوہنے سے روکا گیا تھا، ورنہ تین دن تک اس حدیث کی رو سے اختیار رہے گا۔ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ جب دودھ روکے جانے کا علم ہو جائے تو اس وقت اختیار حاصل ہو جاتا ہے چاہے دودھ دوہا جائے۔ پچھلی حدیث میں ایک صاع کھجور بھی واپس کرنے کا حکم تھا مگر یہاں گندم کے علاوہ ایک صاع طعام کا حکم ہے۔ مزید گفتگو آگے دیکھئے۔

۳۴۴۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَخْلَدٍ التَّمِيمِيُّ نَا الْمَكِّيُّ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰى غَنَمًا مُصَرَّاةً احْتَلَبَهَا فَاِنْ رَضِيَهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا فَفِيْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دودھ روکی ہوئی بھیڑ بکری خریدی اور اسے دوہا تو اگر اسے پسند کرے تو رکھ لے اور اگر ناپسند کرے تو اس کے دوہے ہوئے دودھ کے عوض میں کھجور کا ایک صاع ہوگا (مسلم) آگے چلیے۔

۳۴۴۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْكَامِلٍ نَا عَبْدُالْوَاحِدِ نَا صَدَقَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ مُحَفَّلَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ اَوْمِثْلَيْ لَبَنِهَا قَمْحًا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دودھ جمع کی ہوئی مادہ کو خریدا تو اسے تین دن تک کا اختیار ہے پھر اگر وہ اسے رد کرے تو اس کے دودھ کی مقدار پر یا دودھ کی مقدار سے دُگنی گندم بھی واپس دے۔ (ابن ماجہ، خطابی اور منذری نے کہا کہ اس حدیث کی سند لائق اعتماد نہیں ہے)

شرح: حافظ ابن حجر نے کہا کہ جمہور اہل علم نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے۔ علامہ عینی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ حدیث مصراۃ پر ترکِ عمل میں منفرد نہیں بلکہ یہ سب اہل کوفہ کا مذہب ہے اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی، اور ایک روایت میں مالک کا مذہب بھی یہی ہے۔ اس حدیث پر ترکِ عمل کا باعث اس کا اصولِ شرع کے خلاف ہونا ہے جس کی آٹھ وجوہ ہیں (۱) امت اس قاعدہ کلیہ پر متفق ہے کہ بائع اور مشتری کو متفرق ہونے تک (خواہ تفرق بالابدان کہو یا تفرق بالکلام) اختیار حاصل ہے۔ اس کے بعد اگر کسی کو اختیار رہے تو وہ شرط کے ساتھ ہے یعنی جب اختیار کی شرط کی گئی ہو تو تین دن تک خیار باقی ہے لیکن اس حدیث عیب یا شرط کے بغیر ہی ردِ بیع کو واجب کیا گیا ہے (۲) تین دن کا اختیار خیارِ شرط میں ہوتا ہے اور یہاں اس کے بغیر یہ اختیار پایا گیا ہے (۳) یہاں پر بیع کا ایک جزء جاتا رہنے پر بھی رد کو واجب کیا گیا ہے (۴) اس میں مُبدل کے قیام کے باوجود بدل کو واجب کیا گیا ہے، یعنی دودھ باقی ہے پھر بھی ایک صاع تمر یا طعام کو بدل ٹھہرایا گیا ہے (۵) اس حدیث میں بدل کو تمر یا طعام ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ شرع میں بدل یا تو مثل ہوتی ہے یا قیمت (۶) دودھ ذوات الامثال میں سے ہے مگر اس حدیث میں اسے تمر یا طعام فرمایا گیا ہے جو قیمت ہے۔ حالانکہ بدل ذوات الامثال میں مُبدل کا مثل ہوتا ہے (۷) اس میں ربوا پایا جاتا ہے (۸) اس میں عوض اور معوض کو جمع کیا گیا ہے۔

اب حدیثِ مُصرّاۃ پر سنداً کلام کیا جاتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ابوداؤد نے جُمیع بن عُمیر تیمی کی روایت سے بیان کیا ہے، خطابی نے اس کی سند کو بیکار ٹھہرایا بخاری نے کہا کہ اس میں کلام ہے۔ ابن حبان نے اسے ضعفا میں شمار کیا اور رافضی گردانا جو حدیثیں گھڑتا تھا، دیگر محدثین نے بھی اس پر تنقید کی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابویعلیٰ

نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں اسماعیل بن مکی ضعیف ہے۔ مسند احمد میں یہ حدیث "ایک آدمی صحابی" کی طرف سے آئی ہے۔

اس حدیث میں تین دن کا اختیار آیا ہے اور ظاہر ہے کہ اتنے دن میں کئی مرتبہ جو دودھ دوہا گیا ہوگا وہ اس مقدار سے بہت زاید ہوگا جسے رد کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی ایک صاع کھجور یا طعام جو گندم نہ ہو، پھر ان تین دنوں میں اس جانور نے نئے مالک کے ہاں چارہ وغیرہ بھی ضرور کھایا ہوگا، اس کا کوئی حساب و منع نہیں کیا گیا۔ نیز مصراۃ کی بیع بر وئے حدیث دھوکا ہے، پس یہ حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوئی، لہٰذا بطور عقوبت ایک تمر صاع رد کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ حدیث اس زمانے کی ہے جب کہ گناہوں پر مالی سزائیں ہوتی تھیں، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مصراۃ کی حدیث دوسری نصوص کے خلاف ہے لہٰذا یوں کہا جانا اولیٰ ہے کہ یہ بعض ان جزئی واقعات کے بارے میں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیش آئے تھے۔ اس حدیث کا خلاف قواعد و نصوص ہونا تو امام خطابی شافعیؒ نے بھی معالم السنن میں تسلیم کیا ہے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْحُكْرَةِ

(احتکار کی ممانعت کا باب)

۳۴۴۳۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ نَا خَالِدٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ أَبِي مَعْمَرٍ أَحَدِ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ فَإِنَّكَ تَحْتَكِرُ قَالَ وَمَعْمَرٌ كَانَ يَحْتَكِرُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَأَلْتُ أَحْمَدَ مَا الْحُكْرَةُ قَالَ مَا فِيهِ عَيْشُ النَّاسِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ الْمُحْتَكِرُ مَنْ يَعْتَرِضُ السُّوقَ

بنو عدی بن کعب کے ایک شخص معمر بن ابی معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذخیرہ وہی کرتا ہے جو خطاکار ہو۔ راوی محمد بن عمرو نے سعید سے کہا کہ تو بھی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، اس نے کہا کہ معمر بھی ذخیرہ اندوزی کرتا تھا۔ ابو داؤد نے کہا کہ میں نے احمد سے پوچھا: احتکار کیا ہے؟ اس نے کہا ان چیزوں کا ذخیرہ جو لوگوں کی گزرانی کے لئے ضروری ہیں۔ اوزاعی نے کہا کہ ذخیرہ اندوز وہ ہے جو بازار سے اشیائے صرف خرید کر لائے (مسلم ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ سعید رضی اللہ عنہ کا یہ قول: "معمر رضی اللہ عنہ ذخیرہ اندوزی کرتا تھا" ظاہر کرتا ہے کہ احتکار کی کئی اقسام ہیں جن میں بعض ناجائز ہیں۔ سعید جیسے صاحب علم و فضل سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روایت کرے اور پھر خود ہی اس کی ممانعت کرے، اور صحابی سے تو ایسا کرنا بہت ہی بعید ہے۔ مالک اور ثوری نے طعام اور دوسرے ساز و سامان کا احتکار ممنوع ٹھہرایا ہے۔ حتیٰ کہ مالک کے نزدیک اون

اور روئی اور روغن زیتون کی ذخیرہ اندوزی بھی ممانعت میں داخل ہے مگر پھل اس حکم سے خارج ہیں۔ احمد بن حنبل نے کہا کہ احتکار کا تعلق بالخصوص طعام سے ہے کیوں کہ لوگوں کی غذا ہے۔ لہٰذا احتکار کا تعلق مکہ، مدینہ اور سرحدی شہروں سے ہے، بغداد اور بصرہ میں تجارتی جہاز آتے جاتے ہیں اور سامان ہر وقت آتا ہے لہٰذا ان میں کوئی احتکار نہیں۔ آدمی کی اپنی زمین سے جو غذائی اجناس گھر آئیں ان کا ذخیرہ احتکار نہیں۔ حسن اور اوزاعی نے کہا کہ جو شخص ایک شہر سے دوسرے میں اشیائے خوردنی لے جائے اور نرخ کی زیادتی کا منتظر رہے تو وہ محتکر نہیں۔ محتکر وہ ہے جو مسلمانوں کے بازار سے چیزیں خرید کر ذخیرہ کرے۔ معمر رضی اللہ عنہ اور ابن المسیب کا احتکار اس طرح کا تھا جو احمد نے بتایا ہے۔ ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ وہ روغن زیتون کا احتکار کرتا تھا۔ بس اس حدیث کے لفظ عام اور معنیٰ خاص ہے۔ آج کل مصنوعی قلت پیدا کر کے رقم بنانے کے جو ہتھکنڈے بڑے بڑے تاجر کرتے ہیں وہ ممنوع احتکار میں داخل ہیں۔ خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ تجارت میں ذخیرہ تو ہوگا ہی مگر جس چیز کی لوگوں کو ضرورت ہے اسے صرف نرخ بڑھانے کے خیال سے روکے رکھنا احتکار ممنوع ہے۔

۳۴۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَيَّاضٍ نَا أَبِي ح وَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى نَا يَحْيَى بْنُ الْفَيَّاضِ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ لَيْسَ فِي التَّمْرِ حُكْرَةٌ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ عَنِ الْحَسَنِ فَقُلْنَا لَهُ لَا تَقُلْ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا الْحَدِيثُ عِنْدَنَا بَاطِلٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَانَ سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يَحْتَكِرُ النَّوَى وَالْخَبَطَ وَالْبِزْرَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ يُونُسَ قَالَ سَأَلْتُ سُفْيَانَ عَنْ كَبْسِ الْقَتِّ قَالَ كَانُوا يَكْرَهُونَ الْحُكْرَةَ وَسَأَلْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ الْعَيَّاشِ فَقَالَ اكْبِسْهُ۔

قتادہ نے کہا کہ کھجور میں کوئی احتکار نہیں۔ ابن المثنیٰ نے کہا کہ یحییٰ بن فیاض نے کہا عَنِ الْحَسَنِ، پس ہم نے اس سے کہا کہ عن الحسن مت کہو (یعنی یہ قول حسن کا نہیں بلکہ قتادہ کا ہے)۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک باطل ہے اور سعید بن المسیب گٹھلیوں، سوکھے پتوں اور بوٹیوں کے بیج کا ذخیرہ کرتا تھا ابوداؤد نے کہا کہ میں نے احمد بن یونس سے سُنا، اس نے کہا میں نے سفیان سے سبز چارے کا ذخیرہ کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: پہلے بزرگ احتکار کو مکروہ جانتے تھے۔ اور میں نے ابوبکر بن عیاش سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اسے جمع کرو۔

بَابٌ فِي كَسْرِ الدَّرَاهِمِ

(دراہم کو توڑنے کا باب)

۳۴۴۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ فَضَاءٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اَنْ تُكْسَرَ سِكَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَائِزَةُ بَيْنَهُمْ اِلَّا مِنْ بَأْسٍ.

عبداللہ المزنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے اندر چلنے والے سکے کو توڑنے سے منع فرمایا سوائے کسی ضرورت کے (ابن ماجہ) بأس کا ترجمہ ہم نے عام معنوں کے لحاظ سے ضرورت کیا ہے، ورنہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر سکے میں کوئی نقص ہو مثلاً کھوٹ وغیرہ یا وہ جعلی ہو تو اسے توڑنا جائز ہوگا

شرح: سکہ دراصل لوہے کی وہ ٹکسال ہے جس پر سکہ بنتا ہے اور اس کے باعث دراہم و دینار کو سکہ کہا جاتا ہے اس وقت میں سکوں کو توڑ کر بھی چلایا جاتا تھا مثلاً نصف درہم یا ثلث درہم وغیرہ۔ سکہ توڑنے سے وہ بیکار ہو جاتے اور بازار میں چلنے کے قابل نہ رہے گا لہٰذا اس سے منع فرمایا گیا۔ بعض لوگ سکوں کے اطراف کو توڑ کر کم کر دیتے تھے اور پورے سکے کے طور پر انہیں چلاتے تھے۔

بَابٌ فِي التَّسْعِيْرِ

(نرخ مقرر کرنے کا باب)

۳۴۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ بِلَالٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ فَقَالَ بَلْ اَدْعُوْ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ فَقَالَ بَلِ اللّٰهُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ لِاَحَدٍ عِنْدِيْ مَظْلَمَةٌ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ نرخ مقرر کر دیجئے، آپ نے فرمایا: بلکہ میں دعا کروں گا۔ پھر ایک آدمی آیا تو بولا: یارسول اللہ نرخ مقرر فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نرخ کو پست اور بلند کرتا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ کسی کا مجھ پر کوئی مطالبہ نہ ہو۔

شرح: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں فرمایا ہے کہ ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا یہی قول ہے کہ نرخ مقرر نہ کئے جائیں اور لوگوں کو فطری اتار چڑھاؤ کے مطابق کاروبار کرنے کی اجازت دی جائے۔ آج کل تو ہم نے دیکھ لیا ہے کہ حکومت کے مقرر کردہ نرخوں پر کوئی بھی خرید و فروخت نہیں کرتا، نرخ موسمی احوال، بارش، غلے کی کمی بیشی اور دیگر احوال عالم کے ساتھ ساتھ خود بخود بدلتے رہتے ہیں۔ حضور نے واضح الفاظ میں اس سے منع بھی نہیں فرمایا۔ بعض دفعہ شدید ضرورت کے موقع پر حکومتوں کو قیمتوں پر کنٹرول کرنا پڑتا ہے۔ منافع خور اور ذخیرہ اندوز اس کے بغیر دونوں ہاتھوں سے لوٹے بغیر نہیں رہتے۔ پھر بھی نرخ بدلتے رہتے ہیں اور حکومتوں کو بار بار دخل اندازی کرنی پڑتی ہے۔

۳۴۴۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا عَفَّانُ نَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ نَا ثَابِتٌ عَنْ

أَنَسٍ وَقَتَادَةَ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ غَلَا السِّعْرُ فَسَعِّرْ لَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يُطَالِبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! نرخ گراں ہو گئے آپ نرخ مقرر فرما دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی نرخ مقرر کرنے والا، تنگی کرنے والا، وسعت پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں گا کہ تم سے کوئی بھی مجھ سے خون یا مال میں کسی زیادتی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے)

بَابٌ ۵۲ فِي النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ

(دھوکہ، ملاوٹ، فریب دینے کا باب)

۳۴۴۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَسَأَلَهُ كَيْفَ تَبِيعُ فَأَخْبَرَهُ فَأُوحِيَ إِلَيْهِ أَنْ أَدْخِلْ يَدَكَ فِيهِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ فَإِذَا هُوَ مَبْلُولٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو طعام بیچ رہا تھا تو آپ نے اس سے پوچھا: کس طرح بیچتے ہو؟ تو اس نے بتایا۔ پس آپ پر یہ وحی آئی کہ اپنا ہاتھ اس میں (غلے) داخل کیجئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا تو دیکھا کہ وہ تو بھیگا ہوا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: لَيْسَ مِنَّا کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہماری سنت، طریقے اور اخلاق و کردار کے خلاف ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ دین سے خارج ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ أَنَا مِنْكَ وَإِلَيْكَ۔ مطلب یہ کہ میں تیرا متبع اور مقتدی اور خیر خواہ ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي۔ (ابراہیم۔ ۳۶)

۳۴۴۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ ابْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ يَحْيَى قَالَ كَانَ سُفْيَانُ يَكْرَهُ هٰذَا التَّفْسِيرَ لَيْسَ مِنَّا لَيْسَ مِثْلَنَا۔

یحییٰ بن سعید القطان نے کہا کہ سفیان اس تفسیر کو ناپسند کرتا تھا: لَیْسَ مِنَّا، وہ ہماری مثل نہیں ہے (یعنی سفیان کا مطلب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ ڈانٹنے اور ڈرانے کے لئے فرمایا تھا لہٰذا اس کی یہ تفسیر مناسب نہیں، بلکہ اس کلمے کو اس کے ظاہر پہ رہنے دیا جائے، اور ظاہری معنیٰ تو اس کا یہ ہے کہ: وہ شخص مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔)

باب ۵۳ فِیْ خِیَارِ الْمُتَبَایِعَیْنِ

(مشتری اور بائع کے خیار کا باب)

۳۴۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ عَنْ مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُتَبَایِعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا بِالْخِیَارِ عَلٰی صَاحِبِہٖ مَا لَمْ یَفْتَرِقَا اِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں خرید و فروخت کرنے والوں کو ایک دوسرے پر اختیار حاصل ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں۔ سوائے بیع خیار کے (کہ اس میں اختیار فسخ پھر بھی باقی رہتا ہے۔ (بخاری، مسلم، النسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: بقول خطابی، امام مالک، نخعی اور حنفیہ کے نزدیک مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا سے مراد ہے: جب تک وہ بات پختہ نہ کر لیں۔ یعنی تفرقِ اقوال و کلام مراد ہے نہ کہ تفرقِ ابدان۔ لیکن دوسرے گروہ کے نزدیک تفرقِ ابدان مراد ہے، یعنی وہ مادی و بدنی طور پہ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابو برزہ اسلمی، قاضی شریح، سعید بن المسیب، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، زہری، اوزاعی، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق، ابو عبید اور ابو ثور کا یہی مذہب ہے، علامہ خطابی نے معالم السنن میں اس مقام پہ مَا لَمْ یَفْتَرِقَا یا لَمْ یَتَفَرَّقَا (جیسا کہ سنن ابی داؤد کے ایک نسخے میں ہے) سے تفرق بالابدان ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے حتیٰ کہ امام مالک پہ لے دے بھی کی ہے جسے بیان کرنا درست نہیں ہوگا، لیکن یہ بھی مانا ہے کہ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا سے مراد تفرق فی الکلام ہے جبکہ مَا لَمْ یَفْتَرِقَا سے مراد تفرق بالابدان ہے۔ لیکن دیگر عقود جو بیع کی طرح ایجاب و قبول سے تمام ہو جاتے ہیں مثلاً نکاح اجارات، ان میں سے کسی میں بھی تفرق بالابدان شرط نہیں ہے۔ بلکہ ایجاب و قبول ہو چکنے کے بعد عقد مکمل ہو جاتا ہے۔ بیع میں چونکہ گفتگو وغیرہ کی مجال زیادہ ہوتی ہے اس لئے مَا لَمْ یَفْتَرِقَا فرمایا گیا، ورنہ عقد تو یہاں بھی ایجاب و قبول سے مکمل و تمام ہو جاتا ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ فرقت بالابدان کی کوئی حد معلوم نہیں ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ فرقت بالاقوال والکلام مراد ہے کہ جب عقد تمام ہو گیا، فریقین راضی ہو گئے، رقم اور مبیع کا لین دین ہو گیا تو بیع مکمل ہے۔ ہاں اخیارِ شرط یا خیارِ عیب کی بات دوسری ہے کہ اس میں پھر بھی اختیار باقی رہے گا۔

۳۴۵۱۔ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاہُ قَالَ اَوْ یَقُوْلُ اَحَدُہُمَا لِصَاحِبِہٖ اِخْتَرْ۔

دوسری سند سے وہی روایت ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ: یا ان میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ: اِخْتَرْ، یعنی تجھے اختیار حاصل ہے (تو اس صورت میں خیار باقی رہے گا۔ اِخْتَرْ کا ایک معنیٰ اور بھی ہے کہ: بیع کو اختیار کرے، اور جب دوسرے نے ایسا کر لیا تو بیع مکمل ہو گئی (گویا اس صورت میں تفرق کا سوال نہ رہے گا!)

۳۴۵۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں، مگر یہ کہ خیار کا سودا ہو۔ اور اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ بیع کے واپس کرنے کے خوف سے اپنے ساتھی کو چھوڑ دے (ترمذی، نسائی)

شرح: اس حدیث کے آخری الفاظ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ایجاب و قبول سے بیع تمام ہو گئی، اب اس خوف سے ان کا بدنی طور پر جدا ہونا جائز نہیں ہے کہ مبادا دوسرا فریق بیع کو فسخ کرائے، گویا بدنی طور پر جدا ہو کر بیع کو پختہ کرنے کا ارادہ کرنے والا دوسرے فریق کے اقالے (فسخ) سے بچنا چاہتا ہے اور خیار کی صورت میں تفرق کی کوشش کرنا ویسے ہی بیکار ہے کیونکہ ان میں ہر آدمی فسخ کے اختیار میں منفرد ہو گا۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ابن العربی کے بقول اس حدیث کا یہ اضافہ بظاہر پہلی حدیث کے خلاف ہے۔ چونکہ اس کے باعث دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا ہے لہٰذا تر جیح و قیاس سے کام لے کر استقالہ کو فسخ پر محمول کریں گے نہ کہ خیار کو استقالہ پر۔ قاضی کی یہ بات بڑی مزے دار ہے مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بے دلیل کہا ہے!

۳۴۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا حَمَّادٌ عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْوَضِيءِ قَالَ غَزَوْنَا غَزْوَةً لَنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَبَاعَ صَاحِبٌ لَنَا فَرَسًا بِغُلَامٍ ثُمَّ أَقَامَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا فَلَمَّا أَصْبَحْنَا مِنَ الْغَدِ حَضَرَ الرَّحِيلُ قَامَ إِلَى فَرَسِهِ يُسْرِجُهُ فَنَدِمَ فَأَتَى الرَّجُلَ وَأَخَذَهُ بِالْبَيْعِ فَأَبَى الرَّجُلُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَيْهِ فَقَالَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَبُو بَرْزَةَ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيَا أَبَا بَرْزَةَ فِي نَاحِيَةِ الْعَسْكَرِ فَقَالَا لَهُ هَذِهِ الْقِصَّةَ فَقَالَ أَتَرْضَيَانِ أَنْ أَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا قَالَ هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ حَدَّثَ جَمِيلٌ أَنَّهُ قَالَ

مَا أَرَاكُمَا افْتَرَقْتُمَا۔

ابوالوضی (عباده بن نسیب) نے کہا کہ ہم نے ایک جنگ کی اور ایک منزل پر اترے، پس ہمارے ایک ساتھی نے ایک گھوڑا غلام کے بدلے فروخت کیا۔ پھر وہ دونوں باقی دن اور رات ٹھہرے۔ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو کوچ کا وقت آگیا، پس وہ اپنے گھوڑے پر زین ڈالنے کے لئے اٹھا تو نادم ہوگیا پھر وہ اس آدمی کے پاس گیا اور اسکو اس بیع کی وجہ سے پکڑا۔ اس آدمی نے اسے واپس کرنے سے انکار کیا اور کہا: میرے اور تیرے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ابوبرزہ رضی اللہ عنہ فیصلہ کرے گا۔ پس وہ لشکر کے ایک طرف ابوبرزہ رضہ کے پاس گئے اور اس کے سامنے یہ قصہ بیان کیا تو اس نے کہا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ میں تمہارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے دونوں اختیار رکھتے ہیں جب تک کہ جدا نہ ہوجائیں۔ جمیل بن مرہ راوی نے کہا کہ ابوبرزہ نے کہا کہ: میرا خیال یہ ہے کہ تم دونوں جدا نہیں ہوئے (ابن ماجہ)

شرح: ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کے بقول اتنی دیر میں بھی ان دونوں میں تفرق بالابدان واقع نہ ہوا تھا، حالانکہ اس دوران میں وہ نماز پڑھنے، قضائے حاجت وغیرہ ضروریات کے لئے ضرور جدا ہوئے۔ پس یہ ابوبرزہ کا اجتہاد تھا۔ میرے خیال میں اسی لیے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہوگا کہ تفرق بالابدان کی کوئی حد یا وقت مقرر نہیں کیا جاسکتا یعنی اس کا ابہام دور نہیں کیا جاسکتا۔

۳۴۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ قَالَ مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ أَخْبَرَنَا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ كَانَ أَبُو زُرْعَةَ إِذَا بَايَعَ رَجُلًا خَيَّرَهُ قَالَ ثُمَّ يَقُولُ خَيِّرْنِي فَيَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْتَرِقَنَّ اثْنَانِ إِلَّا عَنْ تَرَاضٍ۔

یحیٰی بن ایوب نے کہا کہ ابوزرعہ جب کسی کے ساتھ خرید و فروخت کرتا تو اسے فسخ کا اختیار دیتا، پھر وہ کہتا کہ مجھے اختیار دے اور کہتا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دو آدمی جدا نہ ہوں مگر رضامندی کے ساتھ (ترمذی نے اسے ابوزرعہ کے قصے کے بغیر روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ: إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ۔ یعنی بیع کے بعد کسی کے دل میں ندامت و کراہت باقی نہ ہو۔

۳۴۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ

لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتِ الْبَرَكَةُ مِنْ بَيْعِهِمَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ وَحَمَّادٌ وَأَمَّا هَمَّامٌ فَقَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا أَوْ يَخْتَارَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے دونوں مختار ہیں جب تک کہ جدا نہ ہو جائیں پس اگر انہوں نے سچ بولا اور ظاہر کر دیا (کچھ چھپا کر نہ رکھا) تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی، اور اگر انہوں نے چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیع میں برکت مٹا دی جائے گی (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی) ابو داؤد نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ اور حماد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ لیکن ہمام نے کہا، حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں یا وہ تین بار اختیار کریں۔

شرح: اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ عنہ نے کہا کہ بیع صرف ایجاب و قبول سے تمام نہیں ہوتی حتیٰ کہ دونوں فریق ایک دوسرے کو اختیار دیں، جب وہ دونوں بیع کو اختیار کریں گے تو بیع تمام ہوگی۔ اور اس سے قبل جب تک وہ دونوں مجلس میں رہیں گے انہیں فسخ کا اختیار ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جب سودا ہو گیا، ایجاب قبول ہو چکا تو بیع تمام ہو گئی، اب صرف خیارِ شرط یا خیارِ عیب کا اختیار رہو گا اور کوئی نہیں۔ شافعی حضرات نے گزشتہ احادیث سے استدلال کیا ہے مگر ان میں تفرقِ ابدان اور تفرق اقوال دونوں کا احتمال ہے کہ: وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ "اگر میاں بیوی جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی وسیع رحمت سے غنی کرے گا"۔ اس آیت میں تفرّق سے مراد طلاق ہے، اور ظاہر ہے یہ تفرقِ ابدان سے واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق اقوال سے ہے۔ پس جب ان احادیث میں یہ دونوں احتمال ہیں تو ان سے استدلال باطل ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے افعال ان کی اپنی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہیں۔ حجت قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے نہ کہ فہمِ صحابی میں۔ بالخصوص جبکہ دو صحابیوں کے فہم میں اختلاف ہو یا فہمِ صحابی ظاہرِ نص کے خلاف ہو۔

حنفیہ کا استدلال قرآن کی اس آیت سے ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں تراضیٔ طرفین کی شرط لگائی ہے کہ اس سے تم اپنے اموال باہم کھا سکتے ہو، یعنی اس سے تجارت اور لین دین تمام ہو جائے گا۔ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ عقدِ بیع کی جگہ سے تفرّق بھی ضروری ہے۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایجاب و قبول (تراضیٔ طرفین) کے بعد بھی مجلس میں فسخ کا اختیار رہتا ہے اگر ایک فریق بیع فسخ کر دے تو اس کا تمام ہونا اور "اکلِ مال" جائز نہ ہوگا۔ یہ بات نصِ قرآنی کے ظاہر کے خلاف ہے۔ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک جوان سخت اونٹ خریدا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کا ہبہ کر دیا۔ وہاں پر تفرّقِ ابدان نہ ہوا تھا مگر بیع تمام ہو گئی، ورنہ بیع میں تصرف کرنا اور اس کا ہبہ کر دینا جائز نہ ہوتا۔

بَابٌ ۵۴ فِي فَضْلِ الْإِقَالَةِ

(اقالہ کی فضیلت کا باب)

۳۴۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ نَا حَفْصٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللَّهُ عَثْرَتَهُ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان (کے مطالبے پر اس) کی بیع فسخ کی اللہ تعالیٰ اس کی لغزش کو معاف فرمائے گا (ابن ماجہ) یعنی سودا کر چکنے کے بعد ایک شخص اگر نادم ہوا اور اس نے دوسرے سے فسخ کا مطالبہ کیا۔ دوسرے نے اسے مان کر بیع فسخ کر دی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمائے گا۔

بَابٌ ۵۵ فِي مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ

(اس شخص کا باب ۵۵ جو ایک بیع میں دو سودے کرے)

۳۴۵۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَوا ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک بیع میں دو سودے کرے تو اس کے لئے کم تر قیمت والا سودا ہے یا ربا ہے۔

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ میرے علم میں کوئی فقیہ ایسا نہیں ہے جس کا مذہب اس حدیث کے ظاہر پر ہو یا اس نے یہ کہا ہو کہ دونوں قیمتوں میں سے کم تر قیمت پر بیع صحیح ہے۔ اوزاعی کے متعلق بتایا گیا ہے کہ ان کا مذہب یہ تھا مگر وہ ایک فاسد مذہب ہے کیونکہ اس عقد میں دھوکا بھی ہے اور جہالت بھی، مشہور مرفوع حدیث اتنی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع فرمایا ہے۔ ابو داؤد کی روایت کے متعلق شاید یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ ایک متعین واقعہ کا معاملہ تھا جس کا فیصلہ اس طرح کیا گیا۔ گویا کہ اس شخص نے ایک دینار دے کر بیع سلف کی تھی اور مدت ایک ماہ کی تھی کہ اس مدت کے اختتام پر میں ایک قفیز گندم لے لوں گا۔ جب مدت گزر گئی اور اس نے قفیز گندم مانگی تو دوسرا شخص کہنے لگا کہ ایک ماہ کی مدت بڑھا دو تو میں تمہیں دو قفیز دوں گا۔ سو یہ دوسری بیع تھی جو پہلی بیع پر داخل ہوئی تو اس طرح ایک بیع میں دو بیع ہو گئیں، پس فیصلہ یہ ہے کہ انہیں کم تر کی طرف لوٹایا جائے گا، یعنی ایک دینار پر ایک ہی قفیز کا حق دار ہوگا ورنہ یہ سودا ربا ہوگا۔

خطابی نے کہا کہ اس فقرے کی تفسیر دو طرح پر ہے: ایک یہ کہ مثلاً بائع کہے کہ یہ کپڑا میں تجھے نقد تو دس درہم دیتا ہوں مگر ادھار پندرہ درہم میں، پس یہ بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع معلوم نہیں کہ مشتری ان میں سے کون سی قیمت کو پسند کرے گا، اور جب قیمت مجہول ہے تو بیع باطل ہوگئی۔ دوسری تفسیر اس کی یہ ہے کہ مثلاً یوں کہے: میں تجھے اپنا یہ غلام بیس دینار میں دیتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے اپنی لونڈی دس دینار میں دے دے۔ پس یہ ایک سودے میں دو سودے ہوگئے جن کی شرط باطل ہے۔

لیکن اگر ایک ہی بیع میں دو چیزیں فروخت کی جائیں تو جائز ہے کیونکہ بیع واحد ہوگی مثلاً: یہ مکان اور یہ کپڑا اتنی قیمت پر دیتا ہوں۔ یہاں مبیع دراصل ایک ہی ہے جو دو چیزوں کا مجموعہ ہے اور اس میں جہالت بھی نہیں۔ اکثر فقہاء کے نزدیک اوپر بیان کردہ ایک بیع میں دو سودوں والی صورتیں فاسد ہیں۔ طاؤس سے الحکم اور حماد نے پہلی صورت کو جائز کہا ہے۔ مگر اس کے جواز کی کوئی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْعِينَةِ

(عینہ کی نہی کا باب)

۳۴۵۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ ح وَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى الْبُرُلُّسِيُّ أَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ إِسْحَاقَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخُرَاسَانِيِّ أَنَّ عَطَاءً الْخُرَاسَانِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْإِخْبَارُ لِجَعْفَرٍ وَهَذَا لَفْظُهُ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: جب تم عینہ کی بیع کرو، اور بیلوں کی دُمیں پکڑ لو، اور کاشتکاری پر راضی ہو جاؤ اور جہاد کو چھوڑ دو تو اللہ تم پر ایسی ذلت مسلط کرے گا جسے اس وقت تک نہیں ہٹائے گا جب تک اپنے دین کی طرف نہ لوٹو گے۔ ابو داؤد نے کہا کہ جعفر راوی حدیث نے اخبار کا لفظ بولا ہے اور یہ حدیث اس کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

شرح: عینہ کا معنی سلف کی وہ خاص قسم ہے جس میں مثلاً ایک شخص دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز دو سو روپے ادھار پر بیچے اور اس چیز کو مشتری کے حوالے کر دے پھر اس سے قیمت لینے سے قبل وہی چیز اس کے ہاتھ سے ایک سو روپے میں خرید لے اور قیمت نقد ادا کر دے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا دوسرے کے ذمہ ایک سو روپیہ ادھار رہ جائیگا

اسے ہم آج کل کی سٹہ بازی کی ایک قسم کہہ سکتے ہیں، فرق یہ ہے کہ جدید سٹہ بازی کو اس کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا جا سکتا ہے۔ بیلوں کی دُم پکڑنے سے مراد کاشت کاری پہ قناعت کر لینا ہے۔ اس حدیث کا مضمون موجودہ دور کے مسلمانوں پہ صادق آتا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام محمد بن الحسن نے فرمایا: سود خواروں نے یہ بیع (عینہ) جو ایجاد کی ہے اس کا بوجھ میرے دل پہ یوں ہے جیسے پہاڑوں کا بوجھ۔ یہ سود خواری کی ایک بھونڈی شکل ہے۔

بَابٌ فِي السَّلَفِ

(بیع سلف کا باب)

۳۴۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثَّمَرِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَسْلَفَ فِي ثَمَرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ کھجور کے پھل میں ایک، دو، اور تین سال کی بیع سلف کرتے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص کھجور میں بیع سلف کرے وہ مقررہ ناپ میں، مقررہ وزن میں، مقررہ مدت تک کرے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: اس بیع کو سلف یا سَلَم کہتے ہیں۔ اس کی صحت کی شرطیں خود اس حدیث میں آ گئی ہیں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص زمیندار کو یا آڑھتی کو ایک ہزار روپیہ اب دے دیتا ہے اور آپس میں طے یہ ہو جاتا ہے کہ فلاں مہینے میں فلاں جگہ پہ فلاں قسم کی گندم اتنے روپے من کے حساب سے اتنے من سے لوں گا۔ بظاہر تو یہ سودا جائز نہ ہونا چاہئے تھا مگر کاروباری آسانی اور انسانی ضروریات کی خاطر اسے جائز رکھا گیا ہے۔ بیع سلم میں ہر چیز، ہر شرط، ہر نرخ، مقدار، مہینہ جنس و نوع وغیرہ واضح طور پہ طے ہو جانی چاہئے۔ اس وقت نرخ خواہ کچھ ہو مگر اس بیع میں جو باہم طے ہو گیا تھا اس کی پابندی لازم ہو گی۔ بیع سلم صرف آئندہ مدت کے لئے ہی ہو سکتی ہے ورنہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ مدت طے شدہ ہو، وزن اور ناپ وغیرہ ہر چیز عیاں ہو تو بیع سلم یا سلف جائز ہے۔ یہ ایک ایسا عقد ہے جو بطور رُخصت مشروع ہے۔ کیونکہ اصل میں تو یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو انسان کے پاس نہیں، بلکہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اصطلاح شرع میں رخصت کا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسی چیز ہے جسے اصلی امر سے تخفیف کے عذر کی بناء پہ ہٹا کر کچھ اور کر دیا گیا ہے۔ بیع سلم میں جو اصلی حکم بیع کا تھا یعنی یہ کہ صرف موجود و مقدار چیز کی بیع ہو، اُسے انسانی ضرورت کے لئے جائز رکھا گیا ہے۔ جب کسی چیز پہ قدرت ہو اور وہ موجود نہ ہو تو اس میں بیع سلم نہیں ہو سکتی۔

۳۴۶۰ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا شُعْبَةُ ح وَنَا ابْنُ كَثِيرٍ أَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُجَالِدٍ قَالَ اخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ إِنْ كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيبِ زَادَ ابْنُ كَثِيرٍ إِلَى قَوْمٍ مَا هُوَ عِنْدَهُمْ ثُمَّ اتَّفَقَا وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ـ

محمد یا عبداللہ بن (ابی) مجالد نے کہا کہ عبداللہ بن شدّاد اور ابو بردہ رضی اللہ عنہما کا سلف میں اختلاف ہوا تو انہوں نے مجھے ابن ابی اوفیٰ کی طرف بھیجا۔ پس میں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں گندم، جو، کھجور، کشمش میں ایسے لوگوں سے یہ بیع کرتے تھے جن کے پاس یہ چیزیں نہ ہوتی تھیں اور میں نے ابن ابزیٰ سے پوچھا تو اس نے بھی اسی طرح کہا (بخاری، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے لکھا ہے کہ وہ امور جن کے ساتھ کوئی چیز ضبط کی جا سکے، یعنی مدت، ناپ تول، مقدار وغیرہ، بیع سلف کو ان سب چیزوں کا پابند بنانا لازم ہے، اگر ان میں سے کسی چیز میں اختلاف رہا یا ابہام اور شک وشبہ پیدا ہو گیا تو بباعث جہالت بیع سلف باطل ہو جائے گی۔ کوئی چیز سال کے جن دنوں میں غالباً موجود ہوتی ہے، سلف ان دنوں تک مقرر کی جا سکتی ہے حالانکہ بوقت عقد وہ غیر موجود ہوتی ہے۔ مجہول مدتوں تک بیع سلف جائز نہیں مثلاً کٹائی کا موسم، حاجیوں کی واپسی، فلاں فصل کی بوائی وغیرہ۔ یہ مدتیں واضح نہیں ہیں، بعض دفعہ مہینوں تک طویل ہو سکتی ہیں، لہٰذا اختلاف کا قوی امکان باقی رہا اور جہالت کے باعث سلف جائز نہ رہی۔ گزشتہ حدیث میں صرف کھجور کا ذکر تھا، زیر نظر حدیث میں اور بھی کئی چیزوں کا ذکر موجود ہے جن میں دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و دور خلافت راشدہ میں بیع سلف ہوتی تھی۔

۳۴۶۱ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا يَحْيَى وَابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ الْمُجَالِدِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ مَا هُوَ عِنْدَهُمْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالصَّوَابُ ابْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ وَشُعْبَةُ أَخْطَأَ فِيهِ ـ

وہی حدیث ہے، اس میں ابوداؤد نے بتایا ہے کہ شعبہ نے عبداللہ بن مجالد روایت کیا ہے اور عبدالرحمن بن مہدی نے عبداللہ بن ابی المجالد۔ اور صحیح عبداللہ ابی المجالد ہے اور غلطی شعبہ کی ہے۔

۳۴۶۲ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى نَا أَبُو الْمُغِيرَةِ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَّةَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى الْأَسْلَمِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّامَ فَكَانَ يَاتِيْنَا اَنْبَاطٌ مِنْ اَنْبَاطِ الشَّامِ فَنُسْلِفُهُمْ فِى الْبُرِّ وَالزَّيْتِ سِعْرًا مَعْلُوْمًا وَاَجَلًا مَعْلُوْمًا فَقِيْلَ لَهُ مِمَّنْ لَهُ ذٰلِكَ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ۔

عبداللہ بن ابی اوفیٰ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر شام میں (تبوک میں) جب وہ قتال کیا، پس ہمارے پاس شام کے نبطی آتے تھے اور ہم ان کے ساتھ گندم اور روغن زیتون میں معلوم نرخ پر معلوم مدت تک بیع سلف کرتے تھے۔ پس عبداللہ سے کہا گیا کہ کیا یہ عقد ان کے ساتھ ہوتا تھا جن کے پاس یہ چیزیں ہوتیں؟ تو اس نے کہا کہ ہم ان سے نہیں پوچھتے تھے۔

شرح: انباط، نبط کی جمع ہے، یہ ایک معروف قوم ہے جو اصل میں عرب تھے مگر عجم میں داخل ہو گئے تو ان کے القاب اور زبانیں بگڑ گئیں۔ یہ شام کے کسان اور کاشتکار تھے۔ اصل میں ان کا نام انباط الماء سے نکلا ہے جس کا معنیٰ ہے پانی نکالنا۔ کاشت کاری کے باعث یہ زمینوں کو سیراب کرتے، کنویں وغیرہ کھودتے تھے اس لئے ان کا نام نبط یا نبطی ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ وہ شام کے عیسائی تھے۔

بَابٌ فِى السَّلَمِ فِى ثَمَرَةٍ بِعَيْنِهَا

(کسی معین پھل میں بیع سلم کا باب)

۳۴۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى اِسْحَاقَ عَنْ رَجُلٍ نَجْرَانِيٍّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَلَّفَ رَجُلًا فِى نَخْلٍ فَلَمْ تُخْرِجْ تِلْكَ السَّنَةَ شَيْئًا فَاخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِمَا تَسْتَحِلُّ مَالَهُ اُرْدُدْ عَلَيْهِ مَالَهُ ثُمَّ قَالَ لَا تُسْلِفُوْا فِى النَّخْلِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ساتھ ایک کھجور میں بیع سلف کی مگر اس کھجور نے بالکل پھل نہ دیا۔ ان دونوں نے اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا تو آپ نے فرمایا، تو اس کا مال کس بناء پر حلال سمجھتا ہے، اس کا مال اسے واپس کر دو۔ پھر فرمایا کہ کھجوروں میں سلف نہ کرو جب تک کہ اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے (اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے)

شرح: شرط کے مطابق جب مشتری کو اس کی مطلوبہ چیز نہ ملی تو بیع سلم باطل ہو گئی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رقم واپس کرنے کا حکم دیا۔ رہا دوسرا حکم سو اس قسم کا حکم عام بیع کے لئے بھی موجود ہے۔ مقصد تنازعہ دور کرنا اور لوگوں کے لئے آسانی بہم پہنچانا ہے۔

بَابُ ۵۹ اَلسَّلَفُ لَا يُحَوَّلُ

(باب ۵۹. بیع سلف میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے)

۳۴۶۴. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى نَا اَبُوْ بَدْرٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ خَيْثَمَةَ عَنْ سَعْدٍ يَعْنِي الطَّائِيَّ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَلَا يَصْرِفْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی چیز میں سلف کرے تو اُسے کسی اور چیز کی طرف نہ پھیرے (ابن ماجہ، منذری نے اس حدیث کے راوی عطیہ بن سعد پر تنقید کی ہے۔

شرح: مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں بیع سلف ہوئی تھی جب اُس کا وقت آئے تو اسی پر قبضہ کیا جائے، یہ نہیں کہ اسے کسی اور چیز سے بدل دیا جائے۔ مثلاً سودا تو ہوا تھا گندم کا اور جب مدت مقررہ آگئی تو بائع کہے کہ گندم کے بجائے جَو لے لو۔ یہ جائز نہیں ہے، بیع سلم تو پہلے ہی بطور رخصت وار تفاق جائز تھی لہٰذا اسے اس کی حد تک ہی محدود رکھنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں اس صورت میں ایک سودے کے اندر دو سودے ہیں جو ممنوع ہیں۔

بَابُ ۶۰ فِيْ وَضْعِ الْجَائِحَةِ

(آفت کو وضع کرنے کا باب)

۳۴۶۵. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ اُصِيْبَ رَجُلٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَيْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پھل خریدے تو اسے کوئی آفت آپڑی، پس اس کا قرض زیادہ ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اس پہ صدقہ کرو۔ لوگوں نے اسے صدقہ دیا لیکن اس سے بھی اس کا قرض پورا نہ ہو سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تمہیں مل گیا ہے یہ لے لو اور اس کے سوا تمہیں اور کچھ نہیں ملے گا (مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی)

شرح: عنوانِ باب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آفت، طوفان، سیلاب یا بیماری وغیرہ سے پھل ضائع ہو جائیں تو کیا

خریدار کو کچھ رعایت دی جا سکتی ہے؟ لیکن حدیث میں کسی آفت کا ذکر نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ پھل توڑنے کے بعد کسی چور نے اسے چرا لیا ہو یا سیلاب بہا لے گیا ہو یا اس نے پھل فروخت کئے ہوں مگر خریدار نے اس کا حق مارا ہو۔ ان تمام صورتوں میں آفت کی اضافت پھلوں کی طرف ہو سکتی ہے مگر ان میں باغ والے کا قصور نہیں۔ حدیث میں یہ بھی نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ کے مالکوں کو کچھ رقم وضع کرنے کا حکم دیا ہو۔ پس یہ شخص مفلس تھا جسے آج کل دیوالیہ کہتے ہیں۔ حضور نے لوگوں کو اس کی مدد کی ترغیب دی اور جو کچھ اسے ملا اس کے قرض خواہوں کو دلوا دیا، ہر دیوالئے کا حکم یہی ہے (خطابی)

۳۴۶۶۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ الْمَعْنَى أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ أَخْبَرَهُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ تَمْرًا فَأَصَابَتْهَا جَائِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے اپنے بھائی کو کھجوریں مول دیں، پھر ان پر کوئی آفت آپڑی تو تیرے لئے حلال نہیں کہ تو کچھ اس سے لے، تو ناحق اپنے بھائی کا مال کیوں کرے گا؟ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: فتح الودود میں ہے کہ اس حدیث سے غیر مشروط طور پر آفت زدگی کی صورت میں قیمت نہ لینے کا حکم ظاہر ہوتا ہے۔ جو لوگ اس کے قائل نہیں ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ صورت ہے جب کہ پھل کو مشتری کے سپرد کرنے سے پیشتر نقصان پہنچا ہو، اس صورت میں وہ ضائع کی ذمہ داری میں تھا لہٰذا وضع کا حکم وجوبی تھا اور مشتری کو کچھ ادا کرنا لازم نہ تھا۔ اس پر سب علماء متفق ہیں۔ لیکن اگر مشتری کے قبضے کے بعد پھل تلف ہوا تو حکم وجوبی نہ تھا بلکہ استحبابی تھا اور اس میں تہدید کا انداز تھا کہ خوفِ خدا کا تقاضا یہ نہیں کہ تو مشتری سے رقم وصول کرے جب کہ پھل تباہ ہو چکا ہے۔

بَابٌ فِي تَفْسِيرِ الْجَائِحَةِ

(جائحہ کی تفسیر کا باب)

۳۴۶۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ الْجَوَائِحُ كُلُّ ظَاهِرٍ مُفْسِدٍ مِنْ

مَطَرٍ اَوْ بَرَدٍ اَوْ جَرَادٍ اَوْ رِيحٍ اَوْ حَرِيقٍ.

عطاؔ نے کہا کہ جائحہ سے مراد ہر غالب بگاڑنے والی چیز ہے مثلاً بارش، کہر، ٹڈی دل، آندھی یا آگ لگ جانا (ظاہر کا لفظ اس لئے بولا گیا کہ اُس کے باعث حکم یقینی طور پر لگایا جا سکتا ہے، اور غیر ظاہر میں کذب کا احتمال ہے۔ ہاں اس صورت میں بھی اگر شرعی شہادت موجود ہو تو یہی حکم ہوگا۔

۳۴۶۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ اَنَّهُ قَالَ لَا جَائِحَةَ فِيمَا اُصِيبَ دُونَ ثُلُثِ رَاْسِ الْمَالِ قَالَ يَحْيَى وَذٰلِكَ فِي سُنَّةِ الْمُسْلِمِينَ.

یحییٰ بن سعید نے کہا کہ راس المال کے ایک ثلث سے کم کا نقصان جائحہ نہیں کہلاتا اور مسلمانوں کا رواج یہی ہے (یعنی ان کے دور میں یہ تھا)

بَابٌ فِي مَنْعِ الْمَاءِ ۶۲

(پانی روکنے کا باب)

۳۴۶۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَاُ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فالتو پانی نہ روکا جائے کیونکہ اس طرح گھاس اُگنا بند ہو جائے گی (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، النسائی سنن کبریٰ)

شرح: بقول علامہ خطابی اس فالتو پانی سے مراد اس کنویں کا پانی ہے جو کسی شخص نے غیر آباد زمین میں کھودا ہو اور اس طرح وہ اس کنویں اور اس کے ماحول کی زمین کو آباد کر کے اس کا مالک ہو گیا ہو۔ اس زمین کے متصل دوسری غیر آباد زمین ہو جس میں گھاس پیدا ہوتی ہو اور لوگوں کے مویشی وہاں چرتے ہوں۔ لوگوں کو پانی صرف اس کنویں سے مل سکے اور گھاس کی پیدائش کی صورت صرف یہ ہو کہ وہ ضرورت سے زائد پانی کو لوگوں کے جانوروں اور باہر کے غیر آباد غیر مملوکہ کھیتوں سے نہ روکے۔ اس صورت میں اس شخص کو پانی روکنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے مگر دوسرے اسے استحبابی قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی ضروریات کے لئے یا کھیت کی سیرابی کے لئے کسی ندی نالے وغیرہ کا پانی کسی حوض وغیرہ میں جمع کر لیتا ہے تو یہ پانی خالص اس کا ہے اور وہ اس پر پابندی لگا سکتا ہے۔

۳۴۷۰ - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ نَا وَكِيعٌ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ فَضْلَ مَاءٍ عِنْدَهٗ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ يَعْنِيْ كَاذِبًا وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا فَاِنْ اَعْطَاهُ وَفٰى لَهٗ وَاِنْ لَمْ يُعْطِهٖ لَمْ يَفِ لَهٗ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کلام نہ ہو گا (ناراض ہو گا)، ایک وہ آدمی جس نے اپنے پاس زائد پانی روک لیا اور مسافر کو نہ دیا۔ دوسرا وہ جس نے عصر کے بعد کسی سودے پر جھوٹی قسم کھائی۔ تیسرا وہ شخص جس نے کسی امام سے بیعت کی، پس اگر اس نے اسے مال عطا کیا تو بیعت کا وعدہ پورا کیا اور اگر اس نے عطا نہ کیا تو بیعت کا وعدہ پورا نہ کیا (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ ترمذی)

شرح: یعنی بُخل کی آخری حد تک پہنچ گیا کہ مسافروں کو بھی ان کی شدید ضرورت کے وقت پانی دینے کو تیار نہیں حالانکہ اس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد پانی موجود ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر مفت نہیں دے سکتا، اور پانی اس کی ذاتی ملکیت میں ہے، تو قیمت لے لے۔ جھوٹی قسم کے ساتھ بعد العصر کی قید اتفاقی ہے یہ وقت بائع اور خریدار دونوں کے لئے بالعموم بھاگ دوڑ اور فکر و تردد کا ہوتا ہے۔ ویسے بھی یہ وقت قبولیت دعاء اور ذکر کے لئے اولیٰ ہے۔ پس اور وقتوں میں بھی جھوٹی قسم حرام ہے مگر اس وقت میں بالخصوص ناجائز ہو گی۔ تیسرا شخص اپنی بیعت کو ذاتی اغراض اور دنیوی طمع کے لئے استعمال کرنے والا ہے۔

٣٤٧١۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَقَالَ فِي السِّلْعَةِ بِاللّٰهِ لَقَدْ اُعْطِيَ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ الْاٰخَرُ وَاَخَذَهَا۔

اوپر کی حدیث اسی اعمش کی سند اور معنی کے مطابق۔ اس میں کہا کہ: اور اللہ انہیں پاک نہ کرے گا اور ان کے لئے دردناک سزا ہے۔ اور سودے میں (جھوٹی قسم کے متعلق) کہا کہ: خدا کی قسم اس نے (یعنی بائع نے) اس کی اتنی اور اتنی قیمت ادا کی تھی، پس دوسرے نے اس کی تصدیق کر دی اور سودا لے لیا۔ (حوالۂ سابقہ)

٣٤٧٢۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ نَا اَبِيْ نَا كَهْمَسٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ مَنْظُوْرٍ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ فَزَارَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ امْرَاَةٍ يُقَالُ لَهَا بُهَيْسَةُ عَنْ اَبِيْهَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ اَبِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَمِيْصِهٖ فَجَعَلَ يُقَبِّلُ وَيَلْتَزِمُ ثُمَّ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ الْمَاءُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ الْمِلْحُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ

مَا الشَّیْءُ الَّذِی لَا یَحِلُّ مَنْعُهُ قَالَ إِنْ تَفْعَلِ الْخَیْرَ خَیْرٌ لَکَ ۔

بُهَیسہ نامی عورت نے اپنے باپ سے روایت کی، بُهَیسہ نے کہا کہ میرے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی کہ آپ کے بدن کو بلا قمیص چھوئے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسے دینے لگا۔ پھر بولا : اے اللہ کے نبی وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟ آپ نے فرمایا: پانی۔ اس نے پھر پوچھا: اے اللہ کے نبی وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟ آپ نے فرمایا: نمک۔ وہ پھر بولا کہ اے اللہ کے نبی وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟ حضور نے (سلسلۂ سوال قطع کرتے ہوئے) فرمایا: اگر تو نیکی کرے تو وہ تیرے لئے بہتر ہے۔

شرح : خطابی نے کہا کہ نمک جب اپنی کان میں ہو اور کسی کی ملک نہ ہو، اسی طرح ساحل سمندر پر جہاں پانی سے نمک حاصل ہوتا ہے، تو اس سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ لیکن جب کسی کی ملک میں ہو تو وہی اس کا حق دار ہے اور وہ اسے دوسروں سے روک سکتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں بُهَیسہ نامی عورت کو مجہول کہا گیا ہے۔

۳۴۷۳ ۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ اللُّؤْلُؤِیُّ نَا حَرِیزُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ حِبَّانَ بْنِ زَیْدٍ الشَّرْعَبِیِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَرْنٍ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عِیسَی بْنُ یُونُسَ نَا حَرِیزُ بْنُ عُثْمَانَ نَا أَبُو خِدَاشٍ وَهٰذَا لَفْظُ عَلِیٍّ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِینَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا أَسْمَعُهُ یَقُولُ الْمُسْلِمُونَ شُرَکَاءُ فِی ثَلَاثٍ فِی الْمَاءِ وَالْکَلَإِ وَالنَّارِ ۔

ابو خداش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مہاجر صحابی سے روایت کی کہ اُسی نے کہا: میں نے تین بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا اور آپ کو فرماتے سُنا کہ: سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: گھاس پانی اور آگ۔

شرح : بقولِ علامہ خطابی اس گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو کسی غیر مملوکہ بنجر زمین میں یا غیر مملوک صحراء اور جنگل میں اُگی ہو، اس پر کسی کا خصوصی حق نہیں ہے۔ سب لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایسی چراگاہوں پر خواہ مخواہ بلا سبب قبضہ جما لیتے اور دوسروں کو ان سے روکتے تھے لہٰذا اس حدیث میں حضور نے ایسے فعل سے منع فرمایا۔ ورنہ کسی کی مملوکہ زمین میں جو گھاس پیدا ہو وہ دوسروں کو اس کے استعمال سے روک سکتا ہے۔ آگ میں شرکت سے مراد یہ ہے کہ کسی کو آگ سے آگ جلانے، شعلہ حاصل کرنے سے نہیں روکا جا سکتا کوئلے اور انگارے اگر چولھے اور بھٹی والا چاہے تو دے اور نہ چاہے تو نہ دے۔ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔

بَابٌ ۶۳ فِی بَیْعِ فَضْلِ الْمَاءِ

(زائد پانی کو بیچنے کا باب ۶۳)

۳۴۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ نَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِی الْمِنْہَالِ عَنْ اِیَاسِ بْنِ عَبْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ بَیْعِ فَضْلِ الْمَاءِ۔

ایاس بن عبد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائد پانی کو بیچنے سے منع فرمایا (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، یعنی وہ پانی جو کسی کی ملک نہیں، برتنوں میں اور کسی کے زیر زمین خزانے میں نہیں بلکہ برساتی یا ندی نالے یا سیلاب کا پانی ہے جو ہر ایک کی کھیتی کو سیراب کر کے آگے گذر جاتا ہے۔

بَابٌ ۶۴ فِیْ ثَمَنِ السِّنَّوْرِ

(بلی کی قیمت کا باب ۶۴)

۳۴۷۵۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاہِیْمُ بْنُ مُوْسَی الرَّازِیُّ وَالرَّبِیْعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُوْ تَوْبَۃَ وَعَلِیُّ بْنُ بَحْرٍ قَالَا ثَنَا عِیْسٰی وَقَالَ اِبْرَاہِیْمُ اَخْبَرَنَا عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا (ترمذی نے اس کی روایت کی اور کہا کہ اس کی سند میں اضطراب ہے۔ ابن ماجہ نے بلی کی قیمت کی ممانعت کی حدیث الگ اور دوسری الگ بیان کی)

شرح: کتے کی بیع کا مسئلہ تو آگے آرہا ہے۔ بلی کی قیمت سے ممانعت کا سبب بقول علامہ خطابی یہ ہے کہ بلی بہت کم مانوس ہوتی ہے، گھروں میں پھرتی رہتی ہے اور کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں رہتی، لہٰذا اس کا پکڑنا اور سپرد کرنا مشکل اور غیر صحیح ہوگا۔ یہ نہ تو ان جانوروں کی مانند ہے جنہیں تھان پہ باندھا جا سکے اور نہ ان پرندوں کی طرح ہے جنہیں پنجروں میں روکا جا سکے۔ دوسرا سبب اس کا یہ ہے کہ یہ کوئی ایسا نفیس اور قیمتی جانور بھی نہیں جسے کوئی اپنے ہاں باندھ کر یا روک کر رکھے۔ بعض علماء نے اس کی دو قسمیں قرار دی ہیں: ایک مانوس اور دوسری وحشی یعنی غیر مانوس۔ اور کہا کہ ممانعت وحشی بلی کی قیمت کی ہے۔ مانوس اور پالتو کی قیمت لی جا سکتی ہے، یہ مسلک ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، ابن سیرین، حماد، مالک بن انس، سفیان ثوری، حنفیہ، شافعی، احمد و اسحاق رحمۃ اللہ علیہما کا ہے۔ ابوہریرہ جابر رضی اللہ عنہما، طاؤس اور مجاہد نے مطلقاً بلی کی قیمت کو ممنوع کہا ہے۔

۳۴۷۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَا عُمَرُ بْنُ زَیْدٍ الصَّنْعَانِیُّ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ ثَمَنِ الْہِرِّ

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی قیمت سے منع فرمایا (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی۔ ترمذی نے اسے حدیث غریب کہا اور نسائی نے اُسے منکر بتایا ہے، عمر بن زید صنعانی جو اس حدیث کا راوی ہے بقول ابن حبان منکر روایات بیان کرتا ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کو غیر ثابت کہا ہے لیکن صحیح مسلم میں معقل الجزری عن ابی الزبیر کے طریق سے اس کے ساتھ ملتی جلتی حدیث مروی ہے۔

باب ۶۵ فِي أَثْمَانِ الْكِلَابِ

(کتوں کی قیمتوں کا باب ۶۵)

۳۴۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ۔

ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے کتے کی قیمت اور بدکار عورت کی خرچی اور کاہن کے معاوضے سے منع فرمایا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: یہ حدیث کچھ دور پہلے بھی گزر چکی ہے۔ علامہ علی القاری نے کہا ہے کہ کتے کی قیمت کی حرمت اس وقت تھی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کا حکم دیا تھا اور اس دور میں اُن سے کام لینا حرام تھا۔ پھر بعض ضرورتوں کی بنا پر، مثلاً شکار، ریوڑ کی حفاظت، گھر کی حفاظت، جب کتوں سے انتفاع جائز ٹھہرا تو ان کی قیمت میں بھی رخصت مل گئی حتیٰ کہ مروی ہے کہ کسی نے دوسرے کا شکاری کتا مار ڈالا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ۴۰ درہم یہ فیصلہ فرمایا اور ریوڑ کے محافظ کتے کے بارے میں ایک مینڈھے کا حکم دیا جیسا کہ ابن الملک نے بیان کیا ہے۔ طیبی نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک کتے کی بیع درست ہے لیکن کوئی اسے تلف کر دے تو اس پر کوئی تاوان یا قیمت واجب نہیں خواہ کتا سدھایا ہوا ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس کا پالنا جائز ہو یا نہ ہو۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتے کی بیع کو جائز کہا ہے جس میں منفعت ہے اور اس کے تلف کرنے والے پر اس کی قیمت واجب کی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کئی روایات ہیں: ایک یہ کہ اس کی بیع جائز نہیں مگر تلف کرنے والے پر قیمت واجب ہے۔ دوسری امام ابو حنیفہ کے قول کی مانند اور تیسری جمہور کے قول کی مانند۔

۳۴۷۸۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ قَيْسِ بْنِ حَبْتَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَإِنْ جَاءَ يَطْلُبُ ثَمَنَ الْكَلْبِ فَامْلَأْ كَفَّهُ تُرَابًا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُتّے کی قیمت سے منع فرمایا اور اگر کوئی کُتّے کی قیمت مانگنے آئے تو اس کی ہتھیلی کو مٹی سے بھر دے۔

شرح: مٹی سے ہتھیلی بھر دینے سے مراد ناکام و نامراد لوٹانا ہے۔ مٹی کا محاورہ محرومی کے لئے آتا ہے۔ اور اس طرح حدیث میں ہے: اور زانی کے لئے پتھر ہے یعنی لڑکا تو اُسے ملے گا نہیں لہٰذا وہ ناکام و نامراد ہے، اُلٹا سزا کا مستوجب ٹھہرا جو پتھراؤ ہے۔

۳۴۷۹۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الطَّیَالِسِیُّ نَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِیْ عَوْنُ بْنُ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُتّے کی قیمت لینے سے منع فرمایا (بخاری)

۳۴۸۰۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِیْ مَعْرُوْفُ بْنُ سُوَیْدٍ الْجُذَامِیُّ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ رَبَاحٍ اللَّخْمِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ ثَمَنُ الْکَلْبِ وَلَا حُلْوَانُ الْکَاهِنِ وَلَا مَهْرُ الْبَغِیِّ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کُتّے کی قیمت حلال نہیں، اور نہ کاہن کا معاوضہ، اور فاحشہ عورت کا معاوضہ (نسائی)

بَابٌ ۶۶ فِیْ ثَمَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَةِ

(شراب اور مُردار کی قیمت کا باب ۶۶)

۳۴۸۱۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ صَالِحٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ بُخْتٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْمَیْتَةَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْخِنْزِیْرَ وَثَمَنَهٗ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو حرام فرمایا اور مُردار اور اس کی قیمت کو حرام فرمایا اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام فرمایا۔

شرح: ہر نجس العین کی بیع کا یہی حکم ہے، حرام جانوروں کی لید کا بھی یہی حکم ہے (حلال جانوروں کی لید وغیرہ کا نہیں!) حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ مُردار کے چمڑے کی بیع نا جائز ہے کیونکہ اس کا چمڑا بھی اس کے حکم میں ہے۔ دباغت کے بعد چمڑے کا حکم مختلف ہو جائے گا کیونکہ دباغت سے چمڑا بروئے حدیث پاک ہو جاتا ہے۔ خنزیر کے بالوں سے آیا کام لینا جائز ہے یا نہیں؟ ابن سیرین، حکم، حماد، شافعی، احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم نے اسے ناجائز کہا۔ الحسن، اوزاعی اور حنفیہ نے جائز قرار دیا ہے (یعنی صرف انتفاع)

۳۴۸۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا أَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے فتح مکہ کے سال مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا کہ: اللہ تعالٰے نے شراب، مُردار، خنزیر اور بتوں کی بیع حرام کی ہے۔ پس کہا گیا یا رسول اللہ مُردار کی چربی کے متعلق فرمائیے جس سے جہازوں کو روغن کیا جاتا اور چمڑوں کو ملا جاتا ہے اور لوگ اس کو جلا کر روشن حاصل کرتے ہیں؟ تو حضور نے فرمایا: نہیں، وہ حرام ہے۔ پھر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی یہودیوں کو تباہ کرے، جب اس نے اُن پر جانوروں کی چربی حرام کی تو انہوں نے اسے پگھلا لیا اور بیچ کر اس کی قیمت کھالی (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: جمی ہوئی چربی شحم اور پگھلی ہوئی ودک کہلاتی ہے۔ یہودیوں نے سمجھا کہ جب ایک حرام چیز کا نام بدل جائے تو وہ حلال ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ محض ایک ناجائز حیلہ تھا۔ اس حدیث میں ہر ایسے حیلے کا بطلان ہے جس کے ذریعے سے انسان حرام تک پہنچنے کی کوشش کرے، اگر وہ اس مقصد کے لئے کسی چیز کا نام یا ہیئت بدل ڈالے گا تو اس کا حکم نہیں بدلے گا۔ پھر اس میں نجس تیل کو جلا کر روشنی کرنے کا جواز نکلتا ہے لیکن اس کی بیع جائز نہ ہو گی۔ اصنام کی قیمت کو جو حرام فرمایا گیا ہے تو اس میں ہر قسم کے بُت اور تصاویر شامل ہیں۔ اور اس حدیث سے اصنام کا ثبوت نکلتا ہے درانحالیکہ بعض ظاہریہ کا قول اس کے خلاف ہے۔

۳۴۸۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ نَحْوَهُ لَمْ يَقُلْ هُوَ حَرَامٌ

دوسری سند سے وہی حدیث۔ اس میں یزید ابی حبیب کہتا ہے کہ عطاء نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے یہ حدیث مجھے لکھی مگر اس میں یہ لفظ نہ تھا: "ھُوَ حَرَامٌ"۔

۳۴۸۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَنَّ بِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ وَخَالِدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَاهُمُ الْمَعْنٰى عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ بَرَكَةَ قَالَ مُسَدَّدٌ فِىْ حَدِيْثِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ بَرَكَةَ اَبِى الْوَلِيْدِ ثُمَّ اتَّفَقَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا عِنْدَ الرُّكْنِ قَالَ فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَضَحِكَ فَقَالَ لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ ثَلَاثًا إِنَّ اللهَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمَ فَبَاعُوْهَا وَاَكَلُوْا اَثْمَانَهَا وَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى إِذَا حَرَّمَ عَلٰى قَوْمٍ اَكْلَ شَىْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ وَلَمْ يَقُلْ فِىْ حَدِيْثِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَأَيْتُ وَقَالَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُوْدَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن (کعبہ) کے پاس بیٹھے دیکھا۔ ابن عباس نے کہا کہ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور ہنس پڑے، پھر فرمایا: اللہ یہودیوں پر لعنت کرے، تین مرتبہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربیاں حرام کی تھیں، پس انہوں نے انہیں بیچا اور ان کی قیمت کھائی اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کسی چیز کو کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام کر دیتا ہے۔ خالد بن عبد اللہ کی روایت میں "رأیت" کا لفظ نہیں اور اس نے کہا کہ: اللہ یہودیوں کو برباد کرے۔ (یعنی جب کسی چیز کی نجاست کے باعث اسے حرام کرے تو اس کی قیمت بھی حرام ہے)

۳۴۸۵ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ ثَنَا ابْنُ إِدْرِيْسَ وَوَكِيْعٌ عَنْ طُعْمَةَ بْنِ عَمْرٍو الْجَعْفَرِىِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ بَيَانٍ التَّغْلَبِىِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ الْخَمْرَ فَلْيُشَقِّصِ الْخَنَازِيْرَ۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شراب بیچے وہ بے شک خنزیروں کو بھی حلال سمجھے۔

شرح: یہ ارشاد بطور تہدید و مبالغہ ہے کہ جب اس نے ایک کبیرہ کا ارتکاب اس دھڑلے سے کر لیا تو اب خنزیر حلال جاننے اور اس کا گوشت کھا لینے میں اسے کیا باک رہ گیا ہے؟ وہ بے شک انہیں بھی ذبح کر لے گا اور ان کے اعضائے جسم کے ٹکڑے کر کے کھا جائے گا۔ آج کل کی شراب خوار قومیں ان دونوں چیزوں کا استعمال بالعموم اکٹھا کرتی ہیں جیسا کہ مغرب اور اشترا کی ممالک میں ہوتا ہے۔

۳۴۸۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْآيَاتُ الْأَوَاخِرُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُنَّ عَلَيْنَا وَقَالَ حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات اتریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور وہ آیتیں ہمارے سامنے پڑھیں اور فرمایا: شراب کی تجارت حرام کر دی گئی (بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

شرح: یہ آیات ۲۷۵ سے ۲۸۱ تک ہیں اور ان میں سود کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے۔ حرمت خمر کی آیت سورۂ المائدہ میں ہے اور وہ تحریم ربا سے ایک عرصہ پہلے نازل ہو چکی تھی کیونکہ بقول قاضی عیاض تحریم ربا کی آیات آخری اترنے والی آیات میں سے ہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ خمر کی تجارت کی حرمت اصل خمر کی حرمت کے بعد آئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حرمت خمر کا اعلان کرتے ہوئے اس کی تجارت کی حرمت بیان فرمائی ہے اور اس کے بعد آیت ربا کے نزول کے بعد پھر اس کی وضاحت کی ہو۔ ہر مجلس میں ہر شخص کی موجودگی تو نہیں ہوتی تھی۔

۳۴۸۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ الْآيَاتُ الْأَوَاخِرُ فِي الرِّبَا۔

دوسری سند کے ساتھ وہی حدیث۔ اس میں ہے کہ: سورۂ البقرہ کی آخری آیات جو ربوا میں ہیں۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفَى

(قبضہ سے قبل طعام کی بیع کا باب)

۳۴۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے طعام خریدا وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بیچے (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: علامہ خطابی نے علماء کا اس مسئلے پر اجماع نقل کیا ہے کہ طعام کی بیع اس پر قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے۔ دوسری چیزوں میں ان کا اختلاف ہے۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ طعام کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی یہی حکم ہے جو طعام کا ہے لیکن مکانات، زمین کا یہ حکم نہیں (یعنی غیر منقولہ جائداد) ان کی بیع قبل القبض جائز ہے۔ شافعی اور محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی حکم ہے کہ قبضہ سے قبل اس کی بیع

جائز نہیں۔ اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ مالک بن انس کے نزدیک کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ ہر چیز کو قبضہ سے قبل فروخت کرنا جائز ہے۔ اوزاعی اور احمد اور اسحاق نے کہا کہ ناپ تول کی چیزوں کے علاوہ ہر چیز کی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے اور یہی روایت ابن المسیب، حسن بصری، حکم اور حماد سے ہے

۳۴۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيهِ إِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ قَبْلَ أَنْ نَبِيعَهُ يَعْنِي جِزَافًا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں طعام خریدتے تھے تو حضور ہمیں پیغام بھیجتے تھے کہ اسے اس جگہ سے منتقل کرو جہاں سے تم نے اسے خریدا ہے، اس بیچنے سے قبل کسی اور جگہ لے جاؤ۔ یعنی جب خرید و فروخت اندازے سے ہوتی تھی۔ (مسلم، نسائی)

شرح: اگر خرید و فروخت ناپ تول کے ساتھ ہوا ور ایک دوسرے کی موجودگی میں جب وزن ناپ ہو جائے تو اسے منتقل کرنے کی ضرورت نہیں، خود یہ ناپ تول ہی قبضے کے مترادف ہے۔ ابو سلیمان خطابی نے قبضے کی کئی صورتیں لکھی ہیں۔ بعض چیزوں کا قبضہ مشتری کو ہاتھ میں دے دینے سے ہوتا ہے، بعض کا اس طرح کہ اسے مشتری کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرے، بعض کا ایک جگہ سے منتقل کر کے دوسری جگہ لے جانے سے ہوتا ہے۔ کیلی چیز کا قبضہ کیل سے ہوتا ہے۔ جس چیز کو اندازے سے ہی بیچا گیا ہو اس کا قبضہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے ہوتا ہے۔ اگر کسی نے طعام کو ناپ کر خریدا ہو تو اب اسے بیچتے وقت پھر ناپنا ہوگا۔ پہلا ناپ کافی نہیں۔ یہ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ اس پر دو صاع نہ چل جائیں، بائع کا صاع اور مشتری کا صاع۔ دوبارہ کیل جن لوگوں کے نزدیک ضروری ہے، وہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، شافعی، احمد اور اسحاق ہیں۔ اور حسن بصری، ابن سیرین اور شعبی کا بھی یہی مذہب ہے مالک نے کہا کہ اگر مشتری اس چیز کو نقد بیچ رہا ہو تو پہلا کیل کافی ہے، ادھار کی صورت میں پہلے کیل پر اکتفاء مکروہ ہے اور عطاء سے مروی ہے کہ اس نے ہر صورت میں اس کی بیع کو پہلے کیل کے ساتھ جائز رکھا ہے۔

۳۴۹۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الطَّعَامَ جِزَافًا بِأَعْلَى السُّوقِ فَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يَنْقُلُوهُ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لوگ بازار کے اوپر کی طرف طعام اندازے سے بیچتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا کہ دوسری جگہ منتقل کئے بغیر جدید سودا کریں (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ) شرح اوپر گزر چکی ہے۔

۳۴۹۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ نَا عَمْرٌو عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ عُبَيْدٍ الْمَدِينِيِّ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَبِيعَ أَحَدٌ طَعَامًا اشْتَرَاهُ بِكَيْلٍ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی کیل کے ساتھ خریدے ہوئے طعام پر قبضہ کئے بغیر اسے بیچ دے (نسائی)

۳۴۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُثْمَانُ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَكْتَالَهُ زَادَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ لِمَ قَالَ أَلَا تَرَى أَنَّهُمْ يَبْتَاعُونَ بِالذَّهَبِ وَالطَّعَامُ مُرَجًّى۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے طعام خریدا وہ اُسے نہ بیچے حتی کہ ناپ لے۔ ابو بکر راوی نے اتنا اضافہ کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ایسا کیوں؟ ابن عباس نے کہا کہ کیا تو دیکھتا نہیں کہ لوگ سونے کے ساتھ خرید و فروخت کرتے ہیں درانحالیکہ طعام مؤخر ہوگا،

شرح: اس کی مثال خطابی نے یہ لکھی ہے کہ ایک شخص دوسرے سے چند دن کے وعدے پر ایک دینار کا طعام خریدے اور اس پر قبضہ کئے بغیر اُسے دو دینار پر فروخت کر دے، پس حقیقت میں یہ ایک دینار کی بیع دو دینار سے ہوئی کیونکہ طعام تو موجود نہیں وہ مؤخر ہے۔ علاوہ بریں یہ سودا نقد اور حاضر ہونا چاہیے تھا مگر طعام کی عدم موجودگی نے اسے "حاضر کی بیع غائب کے ساتھ" بنا دیا ہے۔

۳۴۹۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ ح وَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو عَوَانَةَ وَهَذَا لَفْظُ مُسَدَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَرَى أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ زَادَ مُسَدَّدٌ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَ الطَّعَامِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی

طعام خریدے تو اس پر قبضہ کئے بغیر اُسے نہ بیچے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ہر چیز کو طعام کی مانند سمجھتا ہوں (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: علامہ خطابی نے ابن عباس کے قول کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ بیع پر جب قبضہ نہ ہوا تو ہر چیز طعام کی مانند ٹھہری۔ اس پر پیچھے کچھ گفتگو ہو چکی ہے اور بتایا جا چکا ہے کہ غیر منقولہ جائداد کے علاوہ باقی سب چیزوں میں حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ اہل علم کے مذاہب و دلائل کا کچھ ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

۳۴۹۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّاسَ يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَرَوُا الطَّعَامَ جِزَافًا أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ إِلَى رَحْلِهِ

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس بات پر پٹتے دیکھا تھا کہ جب وہ طعام کو اندازے سے فروخت کرتے تو اپنے ڈیرے تک لے جائے بغیر اسے بیچ ڈالتے تھے (بخاری، مسلم، نسائی)۔ اس سے پہلے یہ بحث ہو چکی ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہی کافی ہے، مزید تاکید وہ بائع کے لئے یوں کہا جاتا ہوگا۔ پیٹنے والے محتسب ہوتے تھے جو بازار کی نگرانی پر مامور تھے۔

۳۴۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ نَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ابْتَعْتُ زَيْتًا فِي السُّوقِ فَلَمَّا اسْتَوْجَبْتُهُ لَقِيَنِي رَجُلٌ فَأَعْطَانِي بِهِ رِبْحًا حَسَنًا فَأَرَدْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى يَدِهِ فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي بِذِرَاعِي فَالْتَفَتُّ فَإِذَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَقَالَ لَا تَبِعْهُ حَيْثُ ابْتَعْتَهُ حَتَّى تَحُوزَهُ إِلَى رَحْلِكَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ حَتَّى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے بازار میں روغن زیتون خریدا، جب میں نے بیع پکی کر لی تو مجھے ایک آدمی ملا جس نے مجھے اچھا خاصا نفع دینے کا وعدہ کیا، پس میں نے چاہا کہ اس سے بات پکی کر لوں تو پیچھے سے ایک آدمی نے میرا بازو پکڑ لیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ زید بن ثابت تھے، انہوں نے کہا اسے مت بیچو جہاں پر تم نے خریدا ہے حتیٰ کہ تم اسے اپنے ڈیرے میں نہ لے جاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا تھا کہ چیزیں جہاں خریدی جائیں وہ فروخت نہ کی جائیں جب تک کہ تاجر انہیں اپنے گھروں میں محفوظ نہ کر لیں۔

شرح: اس حدیث میں گو اس کا ذکر نہیں آیا مگر معلوم یوں ہوتا ہے کہ روغن زیتون کو اندازے سے ہی خریدا گیا ہوگا، اور اوپر گزر چکا ہے کہ جس چیز کی خرید و فروخت اس طرح ہو اس کا قبضہ نقل مکانی سے ہوتا ہے مگر کیلی اور وزنی چیز کا قبضہ صرف کیل و وزن سے ہی کافی ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ عِنْدَ الْبَيْعِ لَا خِلَابَةَ

(اس آدمی کا باب جو بیع میں کہے: دھوکا مت دینا)

۳۴۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا بَايَعَ يَقُولُ لَا خِلَابَةَ ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا کہ اُسے بیع میں دھوکا دیا جاتا ہے، پس اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو خرید و فروخت کرے تو کہہ: دھوکا نہیں۔ پس وہ شخص جب خرید و فروخت کرتا تو کہتا: دھوکا نہیں (نسائی، بخاری، مسلم)

شرح: اس حدیث کے الفاظ خود بتاتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا، یہی سبب ہے کہ بقول خطابی یہ حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ (صاحب معاملہ) کے ساتھ خاص ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قول اسکی بیع میں شرط قرار دے دیا تھا تاکہ جب اسے اپنے سودے میں غبن معلوم ہو تو وہ اُسے ردّ کر سکے۔ پس گویا اس کی مثال یوں سمجھو جیسے کسی نے خرید و فروخت میں خیار کی شرط کر لی ہو۔ اس کی مثال ہمارے ہاں یہ ہے کہ خرید و فروخت کیا کرتے ہیں: "بھول چوک لینا دینا" اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعد میں کوئی غلطی، فریب، خطاء و نسیان معلوم ہو جائے تو اس کی تلافی کی جائے گی۔ اکثر فقہا کہتے ہیں کہ جب بائع اور مشتری نے رضامندی سے سودا کر لیا اور وہ خوشی خوشی سے ایک دوسرے سے الگ ہوئے، اور وہ عقلمند ہوں، مجبور نہ ہوں (یعنی ان پر قانونی پابندی نہ ہو کہ بیع و شراء نہ کر سکیں)، تو بعد میں ثابت ہونے والے نقصان کی تلافی نہیں کی جا سکتی۔

۳۴۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَرُزِّيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ أَبُو ثَوْرٍ الْمَعْنَى قَالَا نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ مُحَمَّدٌ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ أَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْتَاعُ وَفِي عُقْدَتِهِ ضُعْفٌ فَأَتَى أَهْلُهُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللهِ احْجُرْ عَلَى فُلَانٍ فَإِنَّهُ يَبْتَاعُ وَفِي عُقْدَتِهِ ضُعْفٌ فَدَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُ عَنِ الْبَيْعِ فَقَالَ

يَارَسُولَ اللهِ إِنِّي لَا أَصْبِرُ عَنِ الْبَيْعِ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كُنْتَ غَيْرَ تَارِكٍ لِلْبَيْعِ فَقُلْ هَاءَ وَهَاءَ وَلَا خِلَابَةَ قَالَ أَبُو ثَوْرٍ عَنْ سَعِيدٍ۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خرید وفروخت کرتا تھا اور بیچارہ عقل کا کمزور تھا، پس اُس کے گھر والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: اے نبی اللہ فلاں شخص پر پابندی لگا دیجئے کیونکہ وہ خرید فروخت کرتا ہے اور اس کی عقل میں ضعف ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اسے خرید وفروخت سے منع فرمایا، تو وہ بولا، یا رسول اللہ! میں خرید وفروخت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو خرید وفروخت کو ترک نہیں کر سکتا تو کہہ کہ: دو اور لو اور فریب مت دو۔ راوی ابو ثور نے عَنْ سَعِیدٍ کا لفظ بولا ہے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو بائع پر حجر (پابندی) کے قائل نہیں۔ یعنی حکومت ایسے شخص پر یہ پابندی لگا سکتی ہے کہ وہ خرید وفروخت اور لین دین نہ کرے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر بائع پر پابندی لگائی جا سکتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص (حبان بن منقذ) پر لگا دیتے اور اسے حکم دیتے کہ تو معاملات سرانجام نہیں دے سکتا۔ خطابی نے کہا کہ بائع پر پابندی اس وقت لگائی جا سکتی ہے جبکہ وہ احمق ہو اور اپنا مال ضائع کرتا ہو۔ اور یہ حدیث جس شخص کے قصے میں آئی ہے اسے صرف بیع میں فریب دیا جاتا تھا، اور یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص جس کو بیع میں نقصان ہو اس پر پابندی لگا دی جائے۔ پابندی کے لئے بھی ایک حد ہے اور جب تک کوئی اس حد کو نہ پہنچے تو اس پر پابندی نہیں لگائی جاتی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ عنہ اور صاحبین میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک حجر کے تین سبب ہیں، جنون، نابالغی اور غلامی۔ اور یہی زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ہے۔ ابو یوسف، محمد بن الحسن، شافعی اور عام فقہا کے نزدیک، فضول خرچی، مالداری کے باوجود ادائیگی میں تاخیر کرنا، قرض میں دب جانا، تجارت سے مال ضائع ہونے کا خوف، غیر قرض خواہوں کے سامنے بھی قرض کا اعتراف کرتے پھرنا بھی حجر کے اسباب میں داخل ہیں۔ حنفیہ کا فتویٰ اس مسئلہ میں صاحبین کے قول پر ہے جو دیگر ائمہ فقہ کے مطابق ہے۔

بَابٌ ۶۹ فِي الْعُرْبَانِ

(عربان کا باب)

۳۴۹۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ قَالَ مَالِكٌ وَذٰلِكَ فِيمَا نَرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ أَوْ يَتَكَارَى الدَّابَّةَ ثُمَّ يَقُولُ أُعْطِيكَ دِينَارًا عَلَى إِنِّي إِنْ

تَرَكْتُ السِّلْعَةَ أَوِ الْكِرَاءَ فَمَا أَعْطَيْتُكَ لَكَ ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے عُریان کی بیع سے منع فرمایا۔ مالک نے کہا کہ ہمارے خیال میں ۔ واللہ اعلم ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی غلام خریدے یا سواری کرائے پر لے، پھر کہے: میں تمہیں ایک دینار دیتا ہوں اس شرط پر کہ اگر میں سودا یا کرایہ ترک کر دوں تو جو کچھ تمہیں دے چکا وہ تمہارا ہوگا (ابن ماجہ، المؤطا)

شرح: معالم السنن میں ہے کہ اس بیع کے جواز میں اختلاف ہے۔ مالک اور شافعی نے اس حدیث کے باعث اور اس فاسد شرط اور دھوکے کے باعث جو اس میں پایا جاتا ہے اسے باطل قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ باطل طریقے سے مال کھانے میں داخل ہے۔ حنفیہ نے بھی اسے باطل ٹھہرایا ہے، مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اس بیع کو جائز قرار دیا اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ احمد بن حنبل کا میلان بھی اس کی اجازت کی طرف ہے اور انہوں نے اس حدیث کو منقطع ہونے کی بناء پر ضعیف کہا ہے اور مالک کی روایت اس میں بلاغ (بَلَغَنَا کے لفظ) سے تھی۔ زرقانی نے کہا کہ یہ روایت منقطع یا ضعیف نہیں ہے۔ منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند سے کوئی راوی صحابی سے قبل ساقط ہو جائے یا جو متصل نہ ہو۔ یہ حدیث متصل ہے مگر اس میں ایک مبہم راوی ہے۔ اور موطا میں عُربان کی جو تفسیر آئی ہے وہ ابوداؤد میں وارد تفسیر سے واضح تر ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی سے غلام یا لونڈی خریدے یا سواری کرائے پر لے پھر اس سے کہے کہ میں تجھے یہ رقم دیتا ہوں (مثلاً ایک دینار یا درہم) اگر میں نے سودا لے لیا یا کرائے کے جانور کو استعمال کر لیا تو یہ رقم قیمت میں سے یا کرائے میں سے شمار ہوگی ورنہ میں نے جو کچھ تمہیں دیا ہے وہ مفت میں تمہارا ہوگا۔ لیکن جب کوئی شخص عقد کو ترک کر دے تو بیع عُربان بالاتفاق رد ہو جاتی ہے۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آج کل ہمارے ہاں بھی یہ رواج ہے کہ سودا چک جائے تو کچھ پیشگی دے دیتے ہیں، مدت مقررہ کے اندر اگر پوری رقم کی ادائیگی ہو جائے تو بہتر ورنہ پیشگی ضبط۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَبِيعُ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ

(اس آدمی کا باب جو ایسی چیز بیچے جو اس کے پاس نہیں)

۳۴۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيُرِيدُ مِنِّي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي أَفَأَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ فَقَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۔

حکیم بن حزام رضی اللہ نے کہا یا رسول اللہ! کوئی آدمی میرے پاس آئے اور ایسی چیز خریدنا چاہے جو میرے پاس نہیں تو کیا میں وہ اسے بازار سے خرید کر دے دوں؟ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تیرے پاس نہیں وہ مت بیچ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد معین چیز کی بیع ہے نہ کہ صفات کی بیع، کیوں کہ بیع سلم جائز کی گئی ہے اور حقیقت میں تو وہ بھی ایسی بیع ہے جس میں مبیع موجود نہیں ہوتی۔ بیع سلم کے ذکر میں گزر چکا ہے کہ اسے ضرورت کی بنا پر جائز رکھا گیا ہے۔ زیر نظر حدیث میں جن چیزوں کی بیع کو روکا گیا ہے ان کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی آدمی اپنے بھاگے ہوئے غلام یا آوارہ ہو جانے والے اونٹ کی بیع کرے۔ اس بیع میں مبیع ایک فرضی چیز ہے، اور دھوکے کی بنا پر اسے ناجائز ٹھہرایا گیا ہے۔ اگر بطور دلال کسی کی چیز کا سودا کرے تو وہ ایک الگ صورت ہے اور اس میں بائع دراصل مالک ہوتا ہے جس کی طرف سے دلال سودا کرتا ہے۔ کسی دوسرے کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر بیچ دینا بھی اسی میں داخل ہے۔ ہاں، اگر وہ دوسرا اس بیع کو جائز قرار دیدے تو پھر صورت دوسری ہو جائے گی اور مالک، اصحاب ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک مالک کی اجازت سے بیع جائز ہو جائے گی۔

۳۵۰۰- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ نَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ حَتَّى ذَكَرَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ وَلَا رِبْحُ مَالَمْ تَضْمَنْ وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرض کی شرط کے ساتھ بیع حلال نہیں، اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں، اور جس چیز کی ضمانت تجھ پر نہیں اس کا نفع بھی حلال نہیں اور نہ اس چیز کی بیع جو تیرے پاس نہیں ہے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے۔ منذری نے کہا کہ اس حدیث کی تصحیح ترمذی نے اس بناء پر کی ہے کہ اس میں عبداللہ بن عمرو کا ذکر موجود ہے، ورنہ شاید اس کا مذہب یہ ہو کہ عن جدّہ سے مراد محمد بن عبداللہ بن عمرو ہے اور جب تک صحابی کی صراحت نہ ہو اس کی سند مشکوک ہے۔ اس سے قبل گزر چکا ہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ کی سند محدثین کے نزدیک بالعموم قابل قبول اور متصل ہے۔

شرح: "سلفٌ و بیع" کا مطلب یہ ہے کہ قرض کی شرط کے ساتھ بیع کرے کہ میں تمہارے ہاتھ یہ چیز اتنے میں فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے ایک ہزار روپیہ قرض دے۔ یا مثلاً تم ایک شخص کو کچھ قرض دو اور پھر اس کے ہاتھ ایک چیز نہایت گراں قیمت پر فروخت کرو، اس صورت میں گرانی کا باعث قرض ہے لہٰذا یہ سود ہوا۔ شرطان فی بیع کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیز نقد سو روپے کی ہے اور ادھار دو سو کی ہے۔ امام احمد کے نزدیک اس حدیث کا مطلب ہے کہ بیع میں ایک شرط لگانا جائز ہے اور دو ناجائز۔ مگر جمہور کے نزدیک معنیٰ وہ ہے جو پہلے بیان ہوا۔ ربح مالم تضمن کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز خریدی مگر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی جبکہ وہ پہلے بائع کی ضمانت میں تھی، اسے بیچ ڈالا۔

بَابٌ فِي شَرْطٍ فِي بَيْعٍ

(بیع میں ایک شرط کا باب)

۳۵۰۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ زَكَرِيَّا نَا عَامِرٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بِعْتُهُ يَعْنِي بَعِيرَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَرَطْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي قَالَ فِي آخِرِهِ تَرَانِي إِنَّمَا مَاكَسْتُكَ لِأَذْهَبَ بِجَمَلِكَ خُذْ جَمَلَكَ وَثَمَنَهُ فَهُمَا لَكَ۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنا اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا اور یہ شرط کرلی کہ میں گھر پہنچنے تک اس پر سواری کروں گا۔ حدیث کے آخر میں جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) تیرا خیال یہ ہے کہ میں نے تیرا اونٹ لینے کے لئے کم قیمت ادا کی ہے، تو اپنا اونٹ بھی لے لے اور اس کی قیمت بھی لے لے، یہ دونوں تیرے ہیں (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ یا تو آپ جابر رضی اللہ عنہ کی غلط فہمی دور فرمانا چاہتے تھے کہ چونکہ میں نے تجھے اس اونٹ پر جو تجھ سے خریدا ہے۔ مدینہ تک سواری کی اجازت دی ہے۔ مبادا تیرے دل میں یہ خیال آئے کہ اس شرط کے باعث میں نے تیرے اونٹ کی قیمت کم ادا کی ہے، اور یہ فرما کر نہ صرف اس کا اونٹ واپس کر دیا بلکہ اس کی قیمت بھی دے دی اور یا یہ گویا جابر کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا ایک بہانہ تھا۔ خطابی نے لکھا ہے کہ اس سودے میں شرائط بیع یعنی قبض و تسلیم وغیرہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا لہٰذا اس طرح حضور صلی اللہ عنہ نے صرف جابر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کرنا چاہا اور اس کی صورت بیع کی بنا دی۔ جہاں تک سواری کی شرط کے ساتھ بیع کا تعلق ہے حنفیہ اور شافعی کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور دیگر ائمہ نے اسے اس حدیث کی بناء پر جائز کہا ہے۔ حنفیہ کی دلیل عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا۔

بَابٌ فِي عُهْدَةِ الرَّقِيقِ

(غلام کی ذمہ داری کا باب)

۳۵۰۲ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا أَبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُهْدَةُ الرَّقِيقِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام کی ذمہ داری تین دن تک ہے (ابن ماجہ) منذری نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے کیونکہ حسن کا سماع عقبہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ہوا

شرح: خطابی نے اس ذمہ داری سے یہ مراد لی ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے سے غلام خریدے اور خیارِ عیب کی شرط نہیں ہوئی تو مشتری تین دن تک کسی عیب کی بناء پر اسے رد کر سکتا ہے اور تین دن تک کسی دلیل وشہادت کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اگر کسی عیب کی بناء پر رد کرنا چاہے گا تو شہادت کی ضرورت ہوگی۔ اگلی روایت میں یہ تفسیر قتادہ سے آ رہی ہے۔ جنون، جذام اور برص کی صورت میں ایک سال کی مدت ہے، سال گزرنے کے بعد بائع کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی، اور یہ ذمہ داری بالخصوص لونڈی غلام میں ہے اور یہی اہل مدینہ، زہری اور ابن المسیب کا مذہب ہے، یعنی ہر لاعلاج بیماری میں ایک سال کی ذمہ داری کی شرط۔ شافعی نے تین دن یا ایک سال کی مدت کو معتبر نہیں سمجھا اور مرض کے احوال پر نظر رکھی ہے۔ احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ عہدہ کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں

۳۵۰۳۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ إِنْ وَجَدَ دَاءً فِي ثَلَاثِ لَيَالٍ رُدَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ وَإِنْ وَجَدَ دَاءً بَعْدَ الثَّلَاثِ كُلِّفَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ وَبِهِ هَذَا الدَّاءُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا التَّفْسِيرُ مِنْ كَلَامِ قَتَادَةَ۔

دوسری سند سے قتادہ کی حدیث اسی معنیٰ میں۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر تین دن میں وہ کوئی بیماری پائے تو شہادت کے بغیر بیع کو رد کر دے اور اگر تین دن کے بعد کوئی بیماری پائے تو اس سے یہ شہادت لی جائے گی کہ اس نے یہ غلام خریدا تھا اور اسے یہ بیماری ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ تفسیر قتادہ کا کلام ہے۔

بَابٌ فِي مَنِ اشْتَرَى عَبْدًا فَاسْتَعْمَلَهُ ثُمَّ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا!

(باب اس شخص کے متعلق جس نے غلام خریدا، اس سے کام لیا پھر اس میں کوئی عیب پایا)

۳۵۰۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: خراج ضمانت کے ساتھ ہے (ترمذی نسائی، ابن ماجہ، ترمذی، ابن ماجہ۔ ترمذی، ابن حبان، ابن الجارود، حاکم اور ابن القطان نے اسے صحیح کہا ہے)

شرح: بخاری نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے کیونکہ ابن ابی ذئب کا سماع مخلد بن خفاف سے مشکوک ہے۔ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ خریدا ہوا غلام یا کوئی اور چیز جو کما کر لائے یا جو نفع دے اور پھر کچھ مدت کے بعد اس میں کوئی عیب نظر آئے جو بائع کے پاس تھا، نئے سرے سے حادث نہیں ہوا، سو وہ مشتری اس غلام وغیرہ کو واپس کر سکتا ہے، اپنی رقم واپس لے لے اور جو کچھ مشتری کے پاس اس نے کمایا ہو وہ مشتری کا ہے کیونکہ وہ اس کی ضمان میں تھا، اگر اس کے پاس تلف ہوتا تو ذمہ داری اس کی ہوتی

۳۵۰۵. حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ نَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ أُنَاسٍ شَرِكَةٌ فِي عَبْدٍ فَاقْتَوَيْتُهُ وَبَعْضُنَا غَائِبٌ فَأَغَلَّ عَلَيَّ غَلَّةً فَخَاصَمَنِي فِي نَصِيبِهِ إِلَى بَعْضِ الْقُضَاةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَرُدَّ الْغَلَّةَ فَأَتَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَحَدَّثْتُهُ فَأَتَاهُ عُرْوَةُ فَحَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ

مخلد بن خفاف غفاری نے کہا کہ میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان ایک غلام میں شرکت تھی، پس میں نے اس سے خدمت لی اور ہم میں سے بعض غائب تھے۔ پس وہ غلام کچھ کما کر لایا۔ شریک نے ایک قاضی کے پاس میرے خلاف دعویٰ دائر کر دیا اور اس نے مجھے حکم دیا کہ اس کا حصّہ اسے دے دوں۔ پس میں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اسے یہ واقعہ بتایا۔ پھر عروہ اس قاضی کے پاس گیا تو عروہ نے اُسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سُنائی کہ: خراج ضمان کے ساتھ ہے۔

۳۵۰۶. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْوَانَ نَا أَبِي نَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ غُلَامًا فَأَقَامَ عِنْدَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يُقِيمَ ثُمَّ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَخَاصَمَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدِ اسْتَغَلَّ غُلَامِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا إِسْنَادٌ لَيْسَ بِذَاكَ۔

حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ایک غلام خریدا اور وہ جب تک اللہ نے چاہا اس کے پاس رہا، پھر اس نے اس میں ایک عیب پایا اور وہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ غلام بائع کو واپس کر دیا۔ اُس شخص نے کہا یا رسول اللہ اس شخص نے میرے غلام سے نفع حاصل کیا ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خراج ضمان کے ساتھ ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ سند کچھ قوی نہیں ہے۔

شرح: منذری نے کہا کہ ابوداؤد کا اشارہ بخاری کے قول کی طرف ہے کہ اس لئے اس کے راوی مسلم بن خالد زنجی کو ضعیف کہا ہے۔ ترمذی نے اسے عمر بن علی المقدمی عن ہشام بن عروہ کی سند سے روایت کر کے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے۔ بخاری نے مقدمی والی روایت کو بھی غریب کہا ہے، مقدمی کے ثقہ ہونے پہ بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔

بَابٌ إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَالْمَبِيعُ قَائِمٌ

(باب: جب مبیع قائم ہو اور بائع اور مشتری کا اختلاف ہو جائے)

۳۵۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ نَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ أَنَا أَبِي عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَيْسِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ اشْتَرَى الْأَشْعَثُ رَقِيقًا مِنْ رَقِيقِ الْخُمُسِ مِنْ عَبْدِ اللهِ بِعِشْرِينَ أَلْفًا فَأَرْسَلَ عَبْدُ اللهِ إِلَيْهِ فِي ثَمَنِهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا أَخَذْتُهُمْ بِعَشَرَةِ آلَافٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ فَاخْتَرْ رَجُلًا يَكُونُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ قَالَ الْأَشْعَثُ أَنْتَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِكَ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَهُوَ مَا يَقُولُ رَبُّ السِّلْعَةِ أَوْ يَتَتَارَكَانِ.

محمد بن الاشعث نے کہا کہ اشعث رضی اللہ عنہ نے خمس کے غلاموں سے کچھ غلام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیس ہزار میں خریدے۔ پھر عبداللہ نے ان کی قیمت دینے کا پیغام بھیجا تو اشعث نے کہا کہ میں نے تو دس ہزار میں خریدے تھے۔ پس عبداللہ نے کہا کہ تو میرے اور اپنے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے کوئی آدمی چن لے۔ اشعث نے کہا: تو خود اپنی جان کے اور اپنے درمیان ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے اور گواہی ان میں ہے کوئی نہیں تو قول معتبر وہ ہوگا جو مبیع کا مالک کہے یا پھر وہ دونوں بیع ترک کر دیں۔ (نسائی)

۳۵۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا هُشَيْمٌ أَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ بَاعَ مِنَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ رَقِيقًا فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَالْكَلَامُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

قاسم بن عبدالرحمن نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ابن مسعود نے اشعث بن قیس کے ہاتھ غلام فروخت کئے پھر اس نے اوپر کی حدیث کی مانند بیان کیا اور اس کا بیان کم و بیش ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، ترمذی نے اس حدیث کو منقطع بتایا ہے کیونکہ عون نے عبداللہ کو نہیں پایا۔

شرح: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ مالک اور شافعی نے کہا کہ بائع سے قسم اٹھوائی

جائے گی کہ اس نے وہ سامان اتنی قیمت پہ بیچا تھا۔ اگر وہ قسم کھائے تو مشتری سے کہا جائے گا کہ یا تو بائع کی قسم کے مطابق قیمت ادا کرو ورنہ قسم کھاکہ واقعی میں نے یہ سودا اتنے میں خریدا تھا اگر وہ بھی قسم کھالے تو وہ سودے سے بری ہوا اور وہ چیز بائع کو لوٹا دی جائے گی۔ شافعی نے اتنا اور کہا ہے کہ چاہے وہ چیز قائم ہو یا تلف ہو چکی ہو، یہی صورت اختیار کی جائے گی۔ محمد بن الحسن کا قول بھی یہی ہے۔ نخعی، ثوری، اوزاعی، ابوحنیفہ اور ابو یوسف نے کہا کہ جب مبیع ضائع ہو جائے تو پھر قسم سمیت مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا۔ مالک سے مشہور تر روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جب خریدار اور فروخت کنندہ میں اختلاف ہو جائے اور مبیع قائم ہو تو پھر بائع کا قول معتبر ہوگا اور بیع رد ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مبیع قائم نہ ہو تو حکم اس کے خلاف ہے۔

بَابٌ فِي الشُّفْعَةِ

(شفعہ کا باب)

۳۵۰۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شِرْكٍ رَبْعَةٍ أَوْ حَائِطٍ لَا يَصْلُحُ أَنْ يَبِيعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ فَإِنْ بَاعَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ حَتّٰى يُؤْذِنَهُ۔

جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شفعہ ہر مشترکہ جائداد یا باغ میں ہے۔ ایک شریک کو درست نہیں کہ اسے بیچے جب تک کہ اپنے شریک کو اطلاع نہ دے، پس اگر وہ بیچ دے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے حتی کہ وہ اسے اطلاع دے۔ (مسلم، نسائی)

شرح: اس حدیث میں شرکت کے اندر شفعہ کا اثبات ہے اور یہ اہل علم کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا شفعہ صرف زمین اور مکان وغیرہ میں ہے، حیوانات، گھریلو سامان اور مال و متاع میں شفعہ نہیں۔ شرکت چاہے نفس مبیع میں ہو یا اس کے حقوق میں مثلاً راستہ، پانی پینے یا گزارنے کا حق۔

۳۵۱۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِنَّمَا جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر (غیر منقولہ) مال میں شفعہ اس وقت تک مقرر فرمایا تھا جب تک کہ وہ تقسیم نہ ہو، پس جب حدود واقع ہو گئیں اور راستے موڑ لئے گئے تو کوئی شفعہ نہیں

(بخاری، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: گزشتہ حدیث کی نسبت اس کی دلالت اس مضمون میں واضح تر ہے کہ غیر شریک کے لئے شفعہ نہیں۔ انما کا لفظ حصر کے لئے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقسیم شدہ جائداد میں شرکت کی بناء پر شفعہ نہیں شافعیہ نے اس لفظ کو مطلق لیا ہے کہ اس صورت میں کسی لحاظ سے بھی شفعہ نہیں ہوتا۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ شفعہ تین چیزوں سے ثابت ہوتا ہے (۱) نفس بیع میں شرکت (۲) حق بیع میں شرکت (۳) ہمسائیگی کی شرکت۔ پس راستے الگ ہو جانے اور حدود مقرر ہو جانے کی صورت میں نفس بیع کے اندر کوئی شفعہ باقی نہیں رہتا۔ اور نہ حق بیع میں شفعہ رہتا ہے۔ ہمسائیگی کی شرکت کا شفعہ ایک اور حدیث سے ثابت ہے جو کہ آگے آرہی ہے۔

۳۵۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ فَارِسٍ نَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَوْ عَنْهُمَا جَمِيعًا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُسِمَتِ الْأَرْضُ وَحُدَّتْ فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا۔

ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمین تقسیم ہو جائے اور اس کی حدیں مقرر ہو جائیں تو اس میں کوئی شفعہ نہیں (ابن ماجہ، نسائی)، اس حدیث کے الفاظ سے بھی واضح ہے کہ حد بندیوں کے بعد جس شفعہ کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد اس جائداد کے اندر شرکت کا شفعہ ہے جس کی حد بندی کی گئی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے ہم نفس بیع میں شرکت کا شفعہ کہتے ہیں۔

۳۵۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ مَيْسَرَةَ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ الشَّرِيدِ سَمِعَ أَبَا رَافِعٍ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ۔

عمرو بن الشرید نے ابو رافع سے سنا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہمسایہ اپنے قرب کا زیادہ حق دار ہے (بخاری، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: ہمسائے کے قرب کے باعث زیادہ حق دار ہونے کا مطلب شفعہ ہی ہو سکتا ہے لیکن خطابی نے اس حدیث کی شرح میں الجار کے لفظ کو اس کے ظاہری معنیٰ سے پھیر کر اس سے شریک مراد ہونے کا احتمال بھی پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ دوسری احادیث کے ساتھ اسے متفق کرنے کا یہ ایک اچھا طریقہ ہے۔ لیکن متفق کرنے کا سوال تو تب ہو گا جب پہلے اختلاف ثابت ہو جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں قسم کی احادیث میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ان احادیث میں اگر بیع کی شرکت کی بنا پر حق شفعہ دیا گیا ہے تو اس میں ہمسائیگی کے قرب کے باعث یہی حق دیا گیا ہے۔ دونوں الگ الگ حقوق ہیں اور متصادم نہیں ہیں۔ پھر بعض محدثین نے اس حدیث کی سند میں اضطراب بھی ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحیح بخاری کی حدیث مضطرب

ہے۔امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ کی حدیث روایت کی ہے جس کے الفاظ ہیں: ہمسایہ اپنے ہمسائے کے شفعہ کا زیادہ حق دار ہے، اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے، جبکہ ان کا راستہ ایک ہو۔ انس کی روایت کے الفاظ ہیں: گھر کا ہمسایہ گھر کا زیادہ حقدار ہے۔ یہی حدیث طحاوی نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے پھر طحاوی نے ابورافع سے یہ زیر بحث حدیث ایک قصے کے ضمن میں روایت کی ہے اور پھر یہی روایت شرید بن سوید سے روایت کی ہے۔ علاوہ ازیں کئی آثار نقل کئے ہیں بالخصوص علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اثر، جن سے حق ہمسائیگی کی بناء پر شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ علامہ خطابی نے بحث کے دوران میں شفعہ کا فائدہ یہ بیان کیا ہے کہ تنازعات و اختلافات پیدا نہ ہوں، اگر ہوں تو ان کا بطریق احسن تصفیہ ہو جائے۔ پس عقلاً یہ بات ثابت ہے اور تجربہ بھی شاہد ہے کہ حق شفعہ اگر نہ ہوتا تو ہمسایوں کو شدید الجھنیں پیش آتیں اور نت نئے اختلافات پیدا ہوا کرتے۔ شریک کو اگر تکلیف سے بچانے کے لئے شرع نے شفعہ رکھا ہے تو بالکل یہی دلیل ہمسائے کے لئے بھی ہے۔

۳۵۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِدَارِ الْجَارِ وَالْأَرْضِ

سمرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ گھر کا ہمسایہ ہمسائے کے گھر یا زمین کا زیادہ حقدار ہے (ترمذی نسائی، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے بھی ہمسائے کا حق شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

۳۵۱۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا هُشَيْمٌ أَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَةِ جَارِهِ يُنْتَظَرُ بِهَا وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمسایہ اپنے ہمسائے کے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے، اس کا انتظار کیا جائے گا اگرچہ وہ غائب ہو، جب کہ ان کا راستہ ایک ہو (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ترمذی نے اسے حدیث حسن غریب کہا۔

شرح: اس حدیث کا حوالہ ہم نے اوپر طحاوی کی روایت سے بھی دیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کی روایت میں عبدالملک منفرد ہے۔ مگر وہ ائمہ حفاظ میں سے ہے اور بقول ابن معین ثقہ و صدوق ہے لہذا اس کی روایت رد نہیں کی جاسکتی۔ ابن عمار موصلی نے اسے ثقہ حجت اور عجلی نے ثقہ اور ثبت فی الحدیث کہا ہے۔ سفیان، نسائی اور ترمذی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ہمسائے کے لئے حق شفعہ کا مذہب ان ائمہ اعلام کا ہے، النخعی، شریح القاضی، عمرو بن حریث، حسن بن حیی، قتادہ، حسن بصری، حماد بن سلیمان، ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد امام محمد بن الحسن نے شفعہ کی ترتیب یہ بتائی ہے: سب سے پہلے ملکیت میں شریک جس سے بٹائی نہ ہوئی ہو، پھر وہ شریک جس سے بٹائی ہو گئی ہو مگر اس کا راستے اور پانی کا حق قائم ہو۔ اور تیسرے نمبر پہ ملحق ہمسایہ۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفْلِسُ فَيَجِدُ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ

(باب: کوئی آدمی مفلس ہو جائے اور دوسرا شخص اپنا سامان بعینہ اس کے پاس پائے)

۳۵۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ ح وَنَا النُّفَيْلِيُّ نَا زُهَيْرٌ الْمَعْنَى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ أَفْلَسَ فَأَدْرَكَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی دیوالیہ ہو جائے تو جو آدمی اپنا سامان بعینہ پائے وہ دوسروں سے اس کا زیادہ حقدار ہے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: اس حدیث کا ایک لفظ قابل غور ہے اور وہ ہے "فَأَدْرَكَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ" آدمی نے اپنا سامان بعینہ پایا، اس کا مطلب قواعد شرع کی رُو سے سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ دیوالیہ ہونے والے نے کسی شخص سے ایک چیز خریدی تھی مگر ابھی اس کا اُس پر قبضہ نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ بائع کا قبضہ جب ختم ہو گیا اور وہ چیز مشتری کے قبضہ میں چلی گئی تو بعینہ باقی نہ رہی۔ پہلے وہ آ کی ملک میں تھی اب وہ ب کی ملک میں آگئی پس وہ "بائع کی چیز بعینہ" نہیں ہے۔ اسی فقہی واصولی نکتے کی بناء پر ابراہیم نخعی، ابوحنیفہ اور ابن شبرمہ نے کہا کہ جو شخص دیوالیہ ہو جائے اس کی تمام چیزیں قرضخواہوں کی ہیں کسی ایک شخص کی نہیں۔ قاضی شرع خود یا اس کا نمائندہ قرضخواہوں میں وہ چیزیں ان کے قرض کے حساب سے تقسیم کرے گا۔ اسی کو کہتے ہیں: أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ۔ مزید وضاحت کے لئے آئندہ حدیثوں کو پیش نظر رکھئے۔

۳۵۱۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعًا فَأَفْلَسَ الَّذِي ابْتَاعَهُ وَلَمْ يَقْبِضِ الَّذِي بَاعَهُ مِنْ ثَمَنِهِ شَيْئًا فَوَجَدَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ وَإِنْ مَاتَ الْمُشْتَرِي فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ۔

ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے کوئی سامان بیچا، پھر وہ خریدار مفلس (دیوالیہ) ہو گیا اور بائع نے ابھی اپنے ثمن (قیمت) پر قبضہ نہ کیا تھا اور اُس نے

اپنا سامان بعینہ پایا تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر مشتری مرگیا تو صاحب متاع (بائع) بھی دوسرے قرضخواہوں کی مانند ہے (یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہا ہے)

شرح: اس مرسل حدیث پر امام مالک کے مسلک کی بنیاد ہے اور انہوں نے پہلی حدیث کی شرح اس حدیث کے مطابق کی ہے، مالک نے کہا کہ اگر بائع نے اپنے سامان کی کچھ قیمت لے لی تھی تو اب وہ سامان نہیں لے سکتا بلکہ باقی ماندہ قیمت میں وہ بھی دوسرے قرضخواہوں کی مانند ہے۔ اگر بائع نے سامان کی قیمت بالکل نہ لی تھی تو وہ اپنے بیچے ہوئے سامان کا زیادہ حق دار نہیں بلکہ دوسرے قرض خواہوں کی مانند وہ بھی ایک قرضخواہ ہے۔ جس حساب سے دوسروں کو کچھ ملے گا اسے بھی مل جائے گا۔ یاد رہے کہ مالک کا مسلک اس مسئلے میں شافعی، احمد اور اسحاق سے مختلف ہے مگر علامہ خطابی نے معالم میں مالک کو بھی ان سب حضرات کے ساتھ شمار کیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آگے ایک اور روایت آتی ہے جو اس کے خلاف ہے۔

۳۵۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ يَعْنِي الْخَبَائِرِيَّ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ فَإِنْ كَانَ قَضَاهُ مِنْ ثَمَنِهَا شَيْئًا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ وَأَيُّمَا امْرِئٍ هَلَكَ وَعِنْدَهُ مَتَاعُ امْرِئٍ بِعَيْنِهِ اقْتَضَى مِنْهُ شَيْئًا أَوْ لَمْ يَقْتَضِ فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ۔

اس روایت میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن جناب ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر کی حدیث کی مانند۔ اس میں ہے کہ: اگر مشتری نے اس چیز کی کچھ قیمت بائع کو دے دی تھی تو بقیہ میں وہ بھی باقی قرضخواہوں کی مانند ہے۔ اور جو آدمی مرگیا اور اس کے پاس کسی شخص کا سامان بعینہ موجود ہے خواہ وہ اس کی کچھ قیمت ادا کی تھی یا نہ کی تھی، پس وہ بائع بھی عام قرض خواہوں کی مانند ہے۔

شرح: اس روایت سے معلوم ہوا کہ اوپر کی حدیث کی سند میں جس صحابی کا نام چھوٹ گیا ہے وہ یہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ امام مالک نے اس باب کی پہلی حدیث کو بھی اسی حدیث پر محمول کیا ہے۔ شرح اس کی اوپر گذری شافعی نے پہلی حدیث کو ترجیح دی اور کہا کہ بائع نے کچھ قیمت لی ہو یا نہ لی ہو بہر صورت وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے جو اس نے مفلس کے ہاتھ بیچی تھی۔

۳۵۱۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ زَادَ وَإِنْ كَانَ قَدْ قَضَى مِنْ ثَمَنِهَا شَيْئًا فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ فِيهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ حَدِيثُ مَالِكٍ أَصَحُّ۔

ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ پھر مالک کی حدیث کا معنی بیان کیا یعنی حدیث نمبر ۳۵۱۲۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر بائع اس چیز کی کچھ قیمت لے چکا ہو تو وہ بھی عام قرضخواہوں کی مانند ہے۔ ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۵۱۷ کے راوی زبیدی کے متعلق کہا کہ وہ محمد بن الولید ابوالہذیل الحمصی ہے۔

۳۵۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا أَبُودَاوُدَ نَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ أَبِي الْمُعْتَمِرِ عَنْ عُمَرَ بْنِ خَلْدَةَ قَالَ أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِي صَاحِبٍ لَنَا أَفْلَسَ فَقَالَ لَأَقْضِيَنَّ فِيكُمْ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَفْلَسَ أَوْ مَاتَ فَوَجَدَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ۔

عمر بن خلدہ نے کہا کہ ہم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے ایک ساتھی کے بارے میں آئے جو دیوالیہ ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ جو شخص مفلس (دیوالیہ) ہو گیا یا مر گیا، پس کسی شخص نے اپنا سامان بعینہ پا لیا تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے (ابن ماجہ)

شرح: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ان کی گزشتہ روایت کے خلاف ہے کہ: وہ دیگر قرض خواہوں کی مانند ہے (حدیث ۳۵۱۷) پھر پچھلی روایات میں مفلس کے زندہ ہونے اور مر جانے ہر دو صورت کے احکام مختلف گزرے ہیں مگر اس روایت میں جو در اصل ابوہریرہ کا فیصلہ ہے ان دونوں صورتوں کو ایک ہی حکم میں جمع کیا گیا ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ بیع تام ہو جانے کی صورت میں مبیع بائع کی نہیں رہتی بلکہ مشتری کی ہو جاتی ہے۔ تمام دلائل شرع اور احکام کتاب و سنت کا یہی تقاضا ہے۔ لہٰذا دیوالیہ پن یا موت کی صورت میں "بعینہ" کسی چیز کے موجود ہونے کی فقط یہی توجیہ ہو سکتی ہے کہ وہ چیز اس وقت تک مشتری کے قبضہ میں نہ گئی ہو بلکہ بائع کے قبضہ میں ہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہی اس کا مالک ہو گا۔

بَابٌ فِي مَنْ أَحْيَى حَسِيرًا

(باب۔ جس نے تھکے ماندے جانور کو زندہ کیا)

۳۵۲۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا مُوسَى نَا أَبَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَقَالَ عَنْ أَبَانٍ أَنَّ عَامِرًا الشَّعْبِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا أَهْلُهَا أَنْ يَعْلِفُوهَا فَسَيَّبُوهَا فَأَخَذَهَا فَأَحْيَاهَا فَهِيَ لَهُ وَقَالَ فِي حَدِيثِ أَبَانٍ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَقُلْتُ عَنْ مَنْ قَالَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُودَاوُدَ هَذَا حَدِيثُ حَمَّادٍ وَهُوَ أَبْيَنُ وَأَتَمُّ۔

عامر شعبی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی جانور یا جس کے مالک اس سے عاجز ہو گئے تھے کہ اسے چارا دیں، پھر انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا، پس اس شخص نے اسے پکڑا اور اسے از سر نو زندہ کیا تو وہ اسی کا ہے۔ عبید اللہ کے سوال پر شعبی نے کہا کہ اس کے حدیث کے راوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب ہیں۔
ابو داؤد نے کہا کہ یہ حماد کی روایت ہے اور یہ واضح تر اور کامل تر ہے۔
شرح: شعبی جلیل القدر تابعی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب سے مروی ہے۔ اور اصول میں یہ بات مسلّم ہے کہ صحابی کا مبہم ہونا مضر نہیں، پس یہ حدیث مسند ہے۔ تعجب ہے کہ خطابی نے اسے مرسل کہا ہے۔ رہ گیا حدیث کا مضمون، سو وہ واضح ہے۔ اگر تھکے ماندے بوڑھے بیمار جانور کے مالک نے اسے عوام کے لئے مباح کر دیا اور اپنی ملک سے نکال لینے کا اعلان کر دیا تھا تو پھر جو بھی اسے لے جائے گا وہ اسی کا ہوگا۔ اس صورت میں دوسرے کی ملک پہلے مالک کی رضامندی اور اباحت کے سبب سے ہے۔

۳۵۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ حَمَّادٍ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ دَابَّةً بِمَهْلَكٍ فَأَحْيَاهَا رَجُلٌ فَهِيَ لِمَنْ أَحْيَاهَا۔

دوسری سند کے ساتھ شعبی اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی جانور کو مرنے کے لئے چھوڑ دیا اور کسی آدمی نے اسے زندہ کر لیا تو وہ اس زندہ کرنے والے کا ہے (مرنے کے لئے چھوڑ دیا یعنی مثلاً جنگل وغیرہ میں چھوڑ دیا کہ بے شک اسے درندے کھا جائیں)

بَابٌ فِي الرَّهْنِ

(رھن کا باب)

۳۵۲۲۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَبَنُ الدَّرِّ يُحْلَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَالظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يَحْلُبُ وَيَرْكَبُ النَّفَقَةُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هُوَ عِنْدَنَا صَحِيحٌ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیر دار جانور جب رھن میں ہو تو اس کا دودھ اس کے خرچے کے عوض میں دوہا جاتا ہے اور سواری جب رھن میں ہو تو اس کے خرچے کے عوض اس پر سوار ہوا جاتا ہے، اور جو دودھ دوہے یا سواری کرے اس کے ذمہ خرچ ہے (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ) ابو داؤد نے کہا کہ یہ ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

شرح: ظاہر حدیث سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دودھ دوہنے اور سواری کرنے کی اجازت مرتہن (رہن پر قبضہ رکھنے والے) کو دی گئی ہے نہ کہ راھن (رھن کرنے والے) کو۔ علامہ خطابی اور شوکانی نے اس حدیث کو مجمل قرار دیا ہے یعنی ان کے بقول اس سے یہ نہیں ہوتا کہ مرہون جانور پر خرچ کرنے والا اور اس کے دودھ اور سواری سے فائدہ اٹھانے والا کون ہوگا؟ شافعی کے نزدیک خرچ بھی راھن کا ہوگا اور نفع بھی وہی پائے گا۔ مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی صورت نہیں بتائی کہ یہ کیونکر ہوگا؟ مرہون جانور یا چیز تو مرتہن کے قبضے میں ہے اور فرض کرو کہ وہ راہن سے مثلاً دس بارہ میل کے فاصلے پر رہتا ہے تو راہن خرچ کیونکر کرے گا اور دودھ اور سواری کا نفع کیوں کر اٹھائے گا؟ احمد بن حنبل اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ مرتہن ہی خرچ کرے گا اور وہی نفع اٹھائے گا اور یہی ظاہر حدیث ہے۔ ابو ثور نے کہا کہ اگر راہن اخراجات ادا کرتا ہے تو نفع کا حق اسی کو ہے ورنہ مرتہن کو۔ دیگر روایات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں اس کی شرط صرف یہ ہے کہ مرتہن کا انتفاع اس کے لئے ہوئے خرچ سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ مالک اجازت دے یا نہ دے، مرتہن جتنا خرچ کرتا ہے اتنا نفع اٹھا سکتا ہے زیادہ نہیں۔ شعبی، ابن سیرین، احمد، اسحاق اور لیث وغیرہم کا یہی مذہب ہے۔

ابو حنیفہ، شافعی، مالک اور جمہور علماء اس کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ مرتھن مرہون شئے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، فوائد بھی راہن کے لئے ہیں اور خرچ بھی اسی پر ہے۔ ان علماء کے نزدیک یہ حدیث دو سبب سے خلاف قیاس واقع ہوئی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس میں بظاہر مالک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو سواری کرنے اور دودھ پینے کی اجازت دی گئی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ مرتہن کو قیمت کے ساتھ ضامن بنایا گیا بلکہ نفقہ کے ساتھ بنایا گیا ہے جو مجہول ہے۔ حافظ ابن البر نے کہا ہے کہ شریعت کے ثابت شدہ اصول وقواعد اور آثار اس حدیث کے خلاف ہیں۔ بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ: مالک کے اذن کے بغیر کوئی بکری دوہی نہیں جا سکتی۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رہن والی زیر بحث حدیث منسوخ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ امام طحاوی نے اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ تحریم ربا سے پہلے کی ہے۔ جب ربوا کو حرام کیا گیا تو اس کی سب صورتیں حرام ہو گئیں۔

۳۵۲۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِمَكَانِهِمْ مِنَ اللَّهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللَّهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ الْآيَةَ۔

یہ حدیث بذل المجہود کے حاشئے پر درج ہے مگر سنن ابی داؤد کے حمصی نسخے کے متن میں ہے (ترجمہ) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے کچھ انسان ایسے بھی ہیں جو نبی یا شہید نہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجے پر نبی اور شہید رشک کریں گے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ آپ بتائیں گے کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایک ایسی قوم ہے جنہوں نے خونی رشتوں کے بغیر اور آپس میں مال کے لین دین کے بغیر محض اللہ کی رحمت کے سبب سے باہم محبت کی، سو واللہ ان کے چہرے منور ہوں گے اور ان پر نور چھایا ہوا ہوگا۔ جب لوگوں کو خوف ہوگا تو وہ نہ ڈریں گے اور جب لوگوں کو غم ہوگا تو انہیں نہیں ہوگا اور آپ نے یہ آیت پڑھی: سنو! اللہ کے دوستوں پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

شرح: یہ حدیث بہت سے نسخوں میں نہیں ہے اور یہ لؤلؤی کی روایت سے نہیں بلکہ ابن داسہ کی روایت سے ہے۔ منذری کے نسخے میں یہ موجود تھی اور انہوں نے اس پر لکھا ہے: یہ حدیث ابواب رہن سے متعلق نہیں ہے۔ شاید ابوداؤد نے اسے باہم تعاون و نصرت اور محتاجوں کی مدد کی ترغیب کی خاطر اسے یہاں پر درج کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهِ

(اولاد کا مال کھانے کا باب)

۳۵۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَمَّتِهِ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ فِي حَجْرِي يَتِيمٌ أَفَآكُلُ مِنْ مَالِهِ فَقَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدُهُ مِنْ كَسْبِهِ۔

عمارہ بن عمیر کی پھوپھی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: میری گود میں (یعنی میرے ہاں) ایک یتیم ہے کیا میں اس کے مال میں سے کھاؤں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پاکیزہ مال وہ ہے جو آدمی اپنی کمائی سے کھائے، اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی میں سے ہے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: حسب ضرورت والدین کا نفقہ اولاد کے ذمہ ہے۔ جب وہ محتاج ہوں تو اولاد کے اذن کے بغیر بھی اس کا مال کھا سکتے ہیں۔ خطابی نے کہا ہے کہ فقہاء میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں کمائی کے لائق نہ ہونے کی شرط بھی لگائی ہے جو اور کسی فقیہ نے نہیں لگائی۔ بہرحال یہ حدیث بتاتی ہے کہ والدین کا نفقہ اولاد کے ذمہ ہے۔ تفاصیل فقہ میں مذکور ہیں۔

۳۵۲۵۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّهِ

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ وَلَدُ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهِ وَمِنْ اَطْيَبِ كَسْبِهِ فَكُلُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حَمَّادُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ زَادَ فِيْهِ اِذَا احْتَجْتُمْ وَهُوَ مُنْكَرٌ۔

عمارہ بن عمیر کی والدہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا: آدمی کی اولاد اس کی کمائی میں سے ہے، اس کی پاکیزہ ترین کمائی میں سے، پس تم ان کے مال کھاؤ (نسائی) ابو داؤد نے کہا کہ حماد بن ابی سلیمان نے اس میں یہ اضافہ کیا: جب تمہیں ضرورت ہو۔ اور یہ اضافہ منکر ہے۔

شرح: مولانا نے فرمایا کہ ابو داؤد کا یہ قول زیادتی پر مبنی ہے کیونکہ اصولِ حدیث کی رُو سے ثقہ راوی کا اضافہ مقبول ہے۔ ثقہ کی مخالفت اگر ضعیف راوی کرے تو وہ منکر ہے اور ثقہ راوی جب اپنے سے ثقہ تر کی مخالفت کرے تو اس کا اضافہ شاذ ہوتا ہے، زیرِ بحث حدیث میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ ابن ابی سلیمان ثقہ ہے، حجت ہے، میزان ہے اور امامِ حق ہے۔ شعبہ کے علاوہ اس میں کسی نے کلام نہیں کیا اور وہ بھی صرف حدیث شفعۃ الجار کے باعث! اور اس کی روایت دیگر صحاح کے عین مطابق ہے، مثلاً گزشتہ روایت۔

۳۵۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَالًا وَّوَلَدًا وَاِنَّ وَالِدِيْ يَحْتَاجُ مَالِيْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ۔

عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس مال ہے اور میرا ایک والد ہے جو میرے مال کا محتاج ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے والد کا ہے۔ تمہاری اور تمہارے پاکیزہ ترین کسب میں سے ہے پس تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ (ابن ماجہ) اسی کتاب میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

شرح: اس حدیث میں یُحْتَاجُ کا لفظ ہے۔ شائد خطابی کے نسخے میں یجتاح کا لفظ تھا، جس کا معنیٰ ہے: وہ میرا مال سارا چھین لیتا ہے۔ خطابی نے یہ جو کہا ہے کہ کسی فقیہ کا یہ مذہب نہیں وہ اسی لفظ کی بنا پر ہے ورنہ حسبِ ضرورت اولاد کے مال میں سے خرچ کرنے پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ عَيْنَ مَالِهٖ عِنْدَ رَجُلٍ

(باب۔ جو آدمی اپنا اصل مال کسی آدمی کے پاس پائے)

۳۵۲۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مُوسَى بْنِ السَّائِبِ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ وَيَتَّبِعُ الْبَيِّعُ مَنْ بَاعَهُ۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا مال ہو بہو کسی آدمی کے پاس پائے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے اور خریدار اس کی قیمت اس سے وصول کرے جس نے اسے بیچا (نسائی)

شرح: اس حدیث کا تعلق مغصوب یا مسروق مال کے ساتھ ہے جسے غصب کرنے والا یا چور کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے۔ مال کا مالک جس کے پاس اُسے پائے اُس سے لے گا (یعنی قاعدے قانون کے مطابق) اور اس نے جس سے وہ چیز خریدی ہو گی اُس سے اپنی ادا کردہ قیمت واپس حاصل کرے گا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَأْخُذُ حَقَّهُ مِنْ تَحْتِ يَدِهِ

(باب۸۱۔ آدمی اپنے قبضے میں سے اپنا حق وصول کرے)

۳۵۲۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ هِنْدَ اُمَّ مُعَاوِيَةَ جَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَاِنَّهُ لَا يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَبَنِيَّ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ جُنَاحٍ اَنْ اٰخُذَ مِنْ مَالِهِ شَيْئًا قَالَ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَبَنِيكِ بِالْمَعْرُوفِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں ہند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ابو سفیان ایک بخیل آدمی ہے اور وہ مجھے اور میری اولاد کو کافی خرچ نہیں دیتا، تو کیا اگر میں اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا مجھ پر اس کا کوئی گناہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معروف طریقے سے جتنا تیرے اور تیری اولاد کے لئے کافی ہو اتنا لے لیا کرو (بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

شرح: معروف سے مراد اس جگہ عام عرف وعادت ہے۔ یعنی عرف عام میں جس قدر ضروریات کے لئے کافی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ شکایت اور فتوے پوچھنے (اور اس طرح مشورہ طلب کرنے) کے موقع پر کسی کی ناپسندیدہ عادات کا ذکر جائز ہے اور یہ حرام غیبت میں نہیں آتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق دار اپنے حق کی مقدار کے موافق اس کے مال میں سے لے سکتا ہے جس میں اس کا حق ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ قضاء علی الغائب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند کے استفتاء کا جواب دیا تھا اور مفتی ایک فریق کی عدم موجودگی میں بھی سوال کا جواب دے سکتا ہے کیونکہ وہ قاضی نہیں ہے۔ حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ ازواج واولاد کا نفقہ صاحب خانہ پر واجب ہے۔ نیز نفقہ علی قدر کفایت ہے۔

۳۵۲۹۔ حَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مُمْسِكٌ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ حَرَجٍ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى عِيَالِهِ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُنْفِقِي عَلَيْهِمْ بِالْمَعْرُوفِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: یا رسول اللہ! ابوسفیان ایک ممسک آدمی ہے تو کیا اس کی اجازت کے بغیر میرے اس کی اولاد پر خرچ کرنے میں کوئی حرج (گناہ) ہے؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر کوئی حرج نہیں کہ تو معروف کے ساتھ خرچ کرے (بخاری، مسلم، نسائی)

۳۵۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَهُمْ نَا حُمَيْدٌ يَعْنِي الطَّوِيلَ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ الْمَكِّيِّ قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ لِفُلَانٍ نَفَقَةَ أَيْتَامٍ كَانَ وَلِيَّهُمْ فَغَالَطُوهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَأَدَّاهَا إِلَيْهِمْ فَأَدْرَكْتُ لَهُمْ مِنْ مَالِهِمْ مِثْلَيْهَا قَالَ قُلْتُ أَقْبِضُ الْأَلْفَ الَّذِي ذَهَبُوا بِهِ مِنْكَ قَالَ لَا حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ۔

یوسف بن ماھک مکی نے کہا کہ میں فلاں شخص کے لئے یتیموں کا نفقہ لکھتا تھا جن کا یہ ولی تھا، پس انہوں نے اسے ایک ہزار درہم کا مغالطہ دیا اور اس نے وہ انہیں ادا کر دیئے۔ پھر میں نے ان کے مال میں سے اس سے دگنا پایا۔ یوسف نے کہا کہ میں نے کہا: تیرا جو ہزار درہم لے گئے تھے کیا وہ میں وصول کر لوں؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا: جس نے تجھے امانت دی وہ امانت اس کو ادا کر اور جو تجھ سے خیانت کرے تو اس سے خیانت نہ کر اور اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے)

شرح: یعنی اگر کوئی تجھ سے بد دیانتی کرے تو تو جواب میں اس کے ساتھ بد دیانتی مت کر۔ ہند کی روایت میں خیانت کے بدلے خیانت نہیں بلکہ کسی کے مال میں سے بد دیانتی کے بغیر اپنا جائز حق وصول کرنا ہے، لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے۔ یہ حدیث فضائل کے باب سے ہے، ورنہ اگر کوئی بطور بدلہ و قصاص خائن کے ساتھ خیانت کرے تو وہ: جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا میں داخل ہو گی۔

۳۵۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا نَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ

عَنْ شَرِيكٍ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ وَقَيْسٌ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تجھے امانت دے اس کی امانت ادا کر اور جو تجھ سے خیانت کرے اس سے خیانت نہ کر (ترمذی)

بَابٌ ۸۲ فِي قُبُولِ الْهَدَايَا

(ہدیئے قبول کرنے کا باب ۸۲)

۳۵۳۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ قَالَا نَا عِيسَى هُوَ ابْنُ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور اس کی جزاء دیتے تھے (بخاری، ترمذی)

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ہدیئے کو باعث محبت قرار دیا ہے: تہادوا تحابوا۔ پہلی مقدس کتابوں میں نبی آخر الزمان کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت لکھی ہے کہ وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ نہ لیں گے ہدیہ حسن تعلق، حسن معاشرت اور کرم کے باب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے دلوں میں الفت و یگانگت پیدا ہوتی ہے (بشرطیکہ صرف مخلصانہ ہدیہ ہو، رشوت نہ ہو جس کے ساتھ اغراض نفسانی وابستہ ہوتی ہیں) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیئے کی جزاء دیتے تھے تاکہ آپ پر کسی کا احسان نہ رہے۔ اس سے بروئے حدیث ابوبکر صدیق مستثنیٰ ہے۔

۳۵۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ نَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَايْمُ اللَّهِ لَا أَقْبَلُ بَعْدَ يَوْمِي هَذَا مِنْ أَحَدٍ هَدِيَّةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُهَاجِرِيًّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا أَوْ دَوْسِيًّا أَوْ ثَقَفِيًّا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم آج کے دن کے بعد میں کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا سوائے اس کے جو قریشی مہاجر ہو۔ یا انصاری ہو یا دوسی ہو یا ثقفی ہو۔ (ترمذی)

شرح: مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جوان اونٹنی بطور ہدیہ دی آپ نے اسے چھ اونٹنیاں دیں مگر وہ خوش نہ ہوا تو حضور نے حمد و ثناء کے بعد خطبے میں، یہ الفاظ فرمائے جو زیر نظر حدیث میں ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ ہدیئے سے مقصود تو خلوص قلب اور اکرام ہے، جب کوئی اس سے خالی ہو تو اس کا ہدیہ قبول کرنے سے کیا حاصل؟ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی عارض کی بناء پر قبولیت ہدیہ سے انکار کرنا جائز ہے۔

بَابُ الرُّجُوْعِ فِي الْهِبَةِ

(ہبہ میں رجوع کا باب)

۳۵۳۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ نَا اَبَانُ وَهَمَّامٌ وَشُعْبَةُ قَالُوْا نَا قَتَادَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ قَالَ هَمَّامٌ وَقَالَ قَتَادَةُ لَا نَعْلَمُ الْقَيْءَ اِلَّا حَرَامًا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ کو واپس لینے والا اس طرح ہے جس طرح کہ قے کر کے کھا جانے والا (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ) قتادہ کا قول ہے کہ ہم قے کو حرام ہی جانتے ہیں۔

شرح: اپنی قے چاٹ لینا صرف کتے کا فعل ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں آتا ہے۔ حدیث سے مراد یہ ہے کہ ہبہ کو واپس لے لینے کی قباحت بیان کی جائے۔ ان الفاظ سے اس فعل کی تقبیح و تشنیع ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اگلی حدیث میں والد کا استثناء آ رہا ہے۔

۳۵۳۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ نَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً اَوْ يَهَبَ هِبَةً فَيَرْجِعَ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدَ فِيْمَا يُعْطِيْ وَلَدَهٗ وَمَثَلُ الَّذِيْ يُعْطِي الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَاْكُلُ فَاِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِيْ قَيْئِهٖ۔

ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ کوئی عطیہ دے یا کوئی ہبہ کرے اور پھر اُسے واپس لے لے سوائے باپ کے جو وہ اپنے بیٹے کو عطا کرتا ہے۔ اور جو شخص عطیہ دے کر واپس لیتا ہے اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ وہ کھاتا ہے حتیٰ کہ جب سیر ہو جائے تو قے کرتا ہے اور پھر اسے چاٹ لیتا ہے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)۔

شرح: طحاوی نے کہا کہ لا یحل کے لفظ سے لازمًا تحریم ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ یہاں اس سے مراد کراہت کی تغلیظ ہے کیونکہ کتے کے قے کھا جانے کی جو مثال دی گئی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس سے مراد شرعی تحریم نہیں کیونکہ کتے پر شرعًا

کوئی چیز حرام نہیں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ کتوں جیسے فعل سے بچنا ضروری ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ہبہ کرنے والا اپنے ہبے کا زیادہ مستحق ہے جب تک کہ اُسے بدلہ نہ دیا جائے۔ باپ کو جو ہبہ میں رجوع کی اجازت دی گئی ہے اس کا باعث یہ ہے کہ گزشتہ احادیث کے مطابق اولاد کا مال ایک طرح سے باپ ہی کا مال ہے۔ پھر باپ بعض دفعہ تربیت وسیاست کے پیش نظر بھی ایسا کرتا ہے، گو ہبہ اور عطیہ دے کر واپس لینا بہر حال بُرا ہی ہے۔ ہاں! امام ابو حنیفہ کے نزدیک ضرورت کے باعث باپ ہبہ واپس لے سکتا ہے۔

۳۵۳۶۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ شُعَيْبٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِي يَسْتَرِدُّ مَا وَهَبَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيءُ فَيَأْكُلُ قَيْئَهُ فَإِذَا اسْتَرَدَّ الْوَاهِبُ فَلْيُوقَفْ فَلْيُعَرَّفْ بِمَا اسْتَرَدَّ ثُمَّ لِيُدْفَعْ إِلَيْهِ مَا وَهَبَ۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کہ آپ نے فرمایا: ہبہ دے کر واپس لینے والا یوں ہے جیسے کتا جو تے کر کے اپنی قے کو کھا لیتا ہے۔ پس جب ہبہ کرنے والا واپس مانگے تو اسے ٹھہرایا جائے اور بتایا جائے کہ کیا واپس لے رہا ہے، پھر اس کی ہبہ کی ہوئی چیز اسے واپس دی جائے (نسائی، ابن ماجہ) اس سے پتہ چلا کہ ہبہ کی واپسی میں بہت کراہت کے باوجود واہب کو اپنا ہبہ واپس لے لینے کا حق ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو اس سے بالکل ہی روک دیا جاتا اور واپسی کی راہ مسدود کر دی جاتی۔ اس باب میں بھی حنفیہ کا مذہب ہے۔

بَابٌ فِي الْهَدِيَّةِ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ

(کسی کی ضرورت پوری کرنے پہ ہدیئے کا باب)

۳۵۳۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عِمْرَانَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَفَعَ لِأَخِيهِ شَفَاعَةً فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيمًا مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی کوئی سفارش کی اور اس نے اسے اس پہ ہدیہ دیا۔ سفارش کرنے والے نے اسے قبول کر لیا تو وہ سود کے ایک بڑے دروازے پر آ پہنچا۔

شرح: اچھی اور جائز سفارش مستحسن اور مستحب کام ہے، کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے۔ سو جس نے اس پہ ہدیہ لے لیا اس نے اپنا اجر ضائع کر دیا جیسے کہ سود خوار نے حلال کو ضائع کر دیا ہے۔

بَابٌ ٨٥ فِي الرَّجُلِ يُفَضِّلُ بَعْضَ وَلَدِهِ فِي النُّحْلِ

(باب ۸۵ جو شخص عطیے میں اپنی بعض اولاد کو ترجیح دے)

٣٥٣٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا هُشَيْمٌ نَا سَيَّارٌ وَأَنَا مُغِيرَةُ وَنَا دَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَنَا مُجَالِدٌ وَإِسْمَعِيلُ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَنْحَلَنِي أَبِي نُحْلًا قَالَ إِسْمَعِيلُ بْنُ سَالِمٍ مِنْ بَيْنِ الْقَوْمِ نِحْلَةً غُلَامًا لَهُ قَالَ فَقَالَتْ لَهُ أُمِّي عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ ائْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشْهِدْهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ قَالَ فَقَالَ لَهُ إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي النُّعْمَانَ نُحْلًا وَإِنَّ عَمْرَةَ سَأَلَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَ النُّعْمَانَ قَالَ لَا قَالَ فَقَالَ بَعْضُ هٰؤُلَاءِ الْمُحَدِّثِينَ هٰذَا جَوْرٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا تَلْجِئَةٌ فَأَشْهِدْ عَلَى هٰذَا غَيْرِي قَالَ مُغِيرَةُ فِي حَدِيثِهِ أَلَيْسَ يَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا لَكَ فِي الْبِرِّ وَاللُّطْفِ سَوَاءً قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَشْهِدْ عَلَى هٰذَا غَيْرِي وَذَكَرَ مُجَالِدٌ فِي حَدِيثِهِ أَنَّ لَهُمْ عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ أَنْ تَعْدِلَ بَيْنَهُمْ كَمَا أَنَّ لَكَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ أَنْ يَبَرُّوكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ قَالَ بَعْضُهُمْ أَكُلَّ بَنِيكَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَلَدِكَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ فِيهِ أَلَكَ بَنُونَ سِوَاهُ وَقَالَ أَبُو الضُّحٰى عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَلَكَ وَلَدٌ غَيْرُهُ۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا جو ایک غلام کی صورت میں تھا۔ پس میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ کو اس پر گواہ بنا لو۔ پس وہ گواہ بنانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس کا ذکر کیا، اس نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ کو ایک عطیہ دیا ہے اور عمرہ نے کہا ہے کہ میں آپ کو اس پر گواہ بناؤں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا اس کے

علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح تو نے نعمان کو عطیہ دیا ہے اسی طرح اوروں کو بھی دیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ اس پر بعض راویوں کے بقول آپ نے فرمایا کہ یہ جور ہے اور بعض کے بقول فرمایا کہ اس کام کا ظاہر باطن کے خلاف ہے لہذا اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بناؤ، مغیرہ راوی نے اپنی روایت میں کہا کہ: کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تیری سب اولاد نیکی اور شفقت میں برابر ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: پھر تو میرے سوا کسی اور کو گواہ بنا۔ مجالد راوی کی روایت میں ہے کہ: ان کا تجھ پر یہ حق ہے تو ان میں عدل کرے جیساکہ ان کے ذمہ تیرا حق ہے کہ وہ تیرے ساتھ نیکی کریں (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی) ابوداؤد نے کہا کہ زہری کی حدیث میں بعض راویوں نے: أَكُلَّ بَنِيكَ کا لفظ بولا ہے۔ اور بعض نے: وَلَدِكَ کا لفظ۔ ابن ابی خالد کی روایت میں ہے: أَلَكَ بَنُونَ سِوَاهُ؟ اور ابوالضحیٰ نے کہا: أَلَكَ وَلَدٌ غَيْرُهُ۔

شرح: اولاد میں سے بعض کو ہبہ کرنا اور بعض کو نہ کرنا ابوحنیفہ، مالک اور شافعی کے نزدیک مکروہ ہے مگر ہبہ صحیح ہو جاتا ہے۔ احمد، ثوری اور اسحاق کے نزدیک ایسا کرنا حرام ہے۔ ان حضرات نے لفظ جور سے استدلال کیا ہے پہلے ائمہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی اور کو گواہ بناؤ۔ پس اگر یہ حرام اور باطل ہوتا تو آپ نہ فرماتے۔ اور اگر ہبہ سرے سے نافذ نہ ہوتا تو آپ رجوع کا حکم نہ دیتے۔ بہر صورت یہ ایک نامناسب بات تھی کیونکہ اس میں اولاد کے درمیان عدل و مساوات سے گریز تھا۔

۳۵۳۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ أَعْطَاهُ أَبُوهُ غُلَامًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْغُلَامُ قَالَ غُلَامِي أَعْطَانِيهِ أَبِي قَالَ أَفَكُلَّ إِخْوَتِكَ أُعْطِيَ كَمَا أُعْطِيتَ قُلْتُ لَا قَالَ فَارْدُدْهُ۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کو (یعنی خود نعمان کو) اس کے باپ نے ایک غلام عطا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ غلام کیسا ہے؟ نعمان نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے جو میرے باپ نے مجھے عطا کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیری طرح تیرے سب بھائیوں کو عطا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ حضور نے فرمایا: اسے واپس کر دو (مسلم، نسائی)

شرح: خطابی نے لکھا ہے کہ نعمان کے باپ کا یہ فعل افضل و احسن کے خلاف تھا۔ اگر کوئی شخص اپنا سارا مال کسی اجنبی کو دے ڈالے تب بھی قانونِ شرع میں یہ جائز و نافذ ہے گو نامناسب اور نادرست ہوگا۔ جب اجنبی کے معاملے میں یہ ہے تو ایک بچے کو دے کر دوسروں کو محروم رکھنا گو خلافِ اولیٰ و خلافِ احسن تھا مگر نافذ تھا۔ بعض دفعہ کسی مصلحت سے اولاد سے میں کسی ایک کو ترجیح دینا بھی درست ہوتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیس وسق کھجور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطا کئے تھے اور حضور نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اس معاملے میں مذکر و مؤنث کا بھی فرق نہیں ہے۔

۳۵۴۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ حَاجِبِ بْنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ الْمُهَلَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَبْنَائِكُمْ اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَبْنَائِكُمْ۔

نعمان بن رضی اللہ عنہ بشیر کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد میں عدل کرو، اپنے بیٹوں میں عدل کرو (النسائی) یہ امر بھی گزشتہ دلائل کی بنا پر استحباب وندب پر مبنی ہے

۳۵۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَتِ امْرَاَةُ بَشِيْرٍ اِنْحَلْ اِبْنِيْ غُلَامَكَ وَاَشْهِدْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَاَلَتْنِيْ اَنْ اَنْحَلَ اِبْنَهَا غُلَامًا فَقَالَتْ لِيْ اَشْهِدْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُلَّهُمْ اَعْطَيْتَ مَا اَعْطَيْتَهٗ قَالَ لَا قَالَ فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا وَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ اِلَّا عَلَى الْحَقِّ۔

جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بشیر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا: اپنے غلام کو میرے بیٹے کے سپرد کر دو بطور عطیہ اور میرے لئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت رکھو۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا کہ فلاں کی بیٹی (عمرہ بنت رواحہ) نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں اس کے بیٹے کو غلام عطا کر دوں اور یہ بھی کہا ہے کہ اس پر میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی رکھو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کے بھائی ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ حضور نے فرمایا: تو نے انہیں بھی اس طرح عطا کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات درست نہیں ہے اور میں صرف حق پر ہی گواہ بن سکتا ہوں (مسلم) کہیں نظر سے نہیں گزرا مگر واللہ اعلم بالصواب معلوم یوں ہوتا ہے کہ بشیر رضی اللہ عنہ کی دوسری اولاد کسی اور بیوی سے ہو گی، یہی سبب ہے کہ نعمان کی ماں اپنے بیٹے کو عطیہ دلوا کر حضور علیہ السلام کی شہادت رکھنا چاہتی تھی اور چونکہ اس سے بھائیوں میں بدمزگی کا اندیشہ تھا اس لئے حضور علیہ السلام نے انکار فرمایا ہو گا۔

بَابٌ ۸۶ فِيْ عَطِيَّةِ الْمَرْاَةِ بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا

(خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کے عطیئے کا باب ۸۶)

۳۵۴۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ نَا حَمَّادٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ وَحَبِيْبٍ

الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ أَمْرٌ فِي مَالِهَا إِذَا مَلَكَ زَوْجُهَا عِصْمَتَهَا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب خاوند عورت کی عصمت کا مالک ہو جائے تو عورت کے مال میں اُس کا (عورت کا) کوئی حکم نہیں چلتا۔

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک حسن عشرت کے معنوں میں ہے تاکہ خاوند کا دل اس سے خوش رہے، لیکن ملک بن انس نے کہا ہے کہ عورت (کا مال گو اسی کا ہے) مگر خاوند کی اجازت کے بغیر وہ اس میں تصرف نہیں کر سکتی خطابی نے کہا کہ ممکن ہے یہ حکم نابالغ یا احمق عورت کے متعلق ہو ورنہ حدیث صحیح میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن عورتوں کو صدقے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنے زیور اتار پھینکے جو بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر میں جمع کئے تھے، اور یہ سب کچھ خاوندوں کی اجازت کے بغیر ہی تھا۔ پھر حدیث میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب نے حضور سے دریافت کیا تھا کہ عبداللہ مفلس آدمی ہیں، کیا میں اپنے مال سے ان کو صدقہ دے سکتی ہوں؟ اگر عورتیں اپنے مال کی خود مالک نہ ہوتیں تو اس سوال و جواب کا کیا مطلب تھا؟

۳۵۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ نَا حُسَيْنٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کے لئے کوئی عطیہ دینا جائز نہیں ہے (نسائی، ابن ماجہ) مگر اس حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ عورت کا یہ عطیہ خاوند کے مال سے ہوگا یا خالص اپنے مال سے؟ دوسری احادیث کے پیش نظر (جو کتاب النکاح میں گزر چکی ہیں) اس حدیث کا تعلق خاوند کے مال کے ساتھ ہے۔ اگر بیوی کے مال سے ہو تو حسن معاشرت اور ادب پر محمول ہے۔

بَابٌ فِي الْعُمْرَى

(عمریٰ کا باب)

۳۵۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَى جَائِزَةٌ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمریٰ جائز ہے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح: عمریٰ کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے سے کہے: میں نے یہ مکان تجھے عمر بھر کے لئے دیا۔ جب اس کے ساتھ قبضہ بھی ہو جائے تو وہ مکان اس شخص کا ہو گا، وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے اور اس کے بعد اس کے وارث اس کے مالک ہوں گے۔ یہ بقول خطابی امام شافعی اور ابوحنیفہ کا قول ہے۔ امام مالک کے نزدیک عمریٰ سے مراد منفعت کی تملیک ہے نہ کہ خود مکان وغیرہ کی۔ اگر کسی نے دوسرے کو مکان بطور عمریٰ دیا تو وہ عمر بھر اس سے نفع اٹھا سکتا ہے مالک نہیں ہو سکتا اور یہ اس کے وارثوں کو نہیں ملے گا۔ اور اگر اس نے یہ کہا کہ: یہ عمر بھر تیرے لئے اور تیرے وارثوں کو منتقل ہو گی اور اصل چیز دینے والے کی ملکیت میں رہے گی مگر بقول علامہ خطابی اگلی احادیث مالک کے مسلک کی نفی کرتی ہے۔

۳۵۴۵۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

سمرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گزشتہ حدیث کی مانند روایت کی ہے (ترمذی)

۳۵۴۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ نَا اَبَانٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ الْعُمْرٰى لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: عمریٰ اس کے لیے ہے جس کو ہبہ کیا گیا (بخاری، نسائی)

شرح: اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمریٰ کی صرف منفعت نہیں بلکہ اصل چیز بھی اس کو منتقل ہو گی جسے ہبہ کی گئی حسب تفصیل سابق۔

۳۵۴۷۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ اَخْبَرَنِي الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُعْمِرَ عُمْرٰى فَهِيَ لَهُ وَلِعَقِبِهِ يَرِثُهَا مَنْ يَرِثُهُ مِنْ عَقِبِهِ۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو عمریٰ دیا گیا وہ اس کے لئے اور اس کے وارثوں کے لئے ہے۔ اس کے بعد جو اس کے وارث ہوں گے انہیں یہ عمریٰ بھی بطور وراثت حاصل ہو گا (نسائی)

شرح: اس حدیث سے وضاحتہً ثابت ہو گیا کہ عمریٰ نہ صرف موہوب لہ کو بلکہ اس کے وارثوں کو بھی بطور ملکیت ملے گا۔ اوپر گزر چکا ہے کہ حنفیہ اور شافعی کا یہی قول ہے۔ صرف اس میں قبضہ شرط ہے کہ جس کو بخشا گیا اس نے قبضہ بھی کر لیا ہو، کچھ گفتگو اوپر گزر چکی ہے۔

۳۵۴۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي الْحَوَارِيِّ نَا الْوَلِيدُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ وَعُرْوَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ

اَبُوْدَاوُدَ وَهٰكَذَا رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ۔

دوسری سند کے ساتھ بھی جابر رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی روایت آئی ہے (نسائی) ابوداؤد نے اس کی ایک اور روایت کا بھی حوالہ دیا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ فِيْهِ وَلِعَقِبِهٖ

(باب۔ جنہوں نے کہا کہ اس کو اور اس کے وارثوں کو ملے گا)

۳۵۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ نَا مَالِكٌ يَعْنِي ابْنَ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ اُعْمِرَ عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَاِنَّهَا لِلَّذِيْ يُعْطَاهَا لَا تَرْجِعُ اِلَى الَّذِيْ اَعْطَاهَا لِاَنَّهٗ اَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ۔

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو عمریٰ دیا گیا اور اس کے وارثوں کو تو وہ اسی کا ہے جس کو دیا گیا، دینے والے کی طرف واپس نہیں آتا کیونکہ اس نے ایسا عطیہ دیا ہے جس میں وراثتیں واقع ہو چکی ہیں (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) خطابی نے کہا کہ اس حدیث کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ آخری فقرہ مسلم کی روایت کے مطابق راوی ابوسلمہ کا مدرج کلام ہے۔ ہاں! مسلم میں یہ اضافہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ہے کہ: وہ قطعی طور پر اُسی کا ہے، مُعطی کی کوئی شرط یا استثناء اس میں جائز نہیں ہے۔

۳۵۵۰۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِيْ يَعْقُوْبَ نَا يَعْقُوْبُ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ كَذٰلِكَ رَوَاهُ عُقَيْلٌ وَيَزِيْدُ بْنُ حَبِيْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَاخْتُلِفَ عَلَى الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِيْ لَفْظِهٖ وَرَوَاهُ فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

اوپر کی حدیث ابن شہاب کی سند اور اُسی معنی کے مطابق جو اوپر گزرا۔ ابن شہاب سے ابو صالح کے علاوہ عقیل نے، یزید بن ابی حبیب نے اور اوزاعی نے بھی روایت کی مگر اوزاعی کی روایت کے الفاظ دوسروں سے مختلف ہیں۔ اور فلیح بن سلیمان نے بھی اسی طرح روایت کی۔

۳۵۵۱۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ نَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ

سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّمَا الْعُمْرٰى الَّتِيْ اَجَازَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلَ هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ فَاَمَّا اِذَا قَالَ هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ فَاِنَّهَا تَرْجِعُ اِلٰى صَاحِبِهَا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ عُمریٰ جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ اس شخص کے لیے اور اس کے وارثوں کے ہے، وہ یہ ہے کہ یوں کہے: یہ تیرے لیے اور تیرے وارثوں کے لئے ہے، مگر جب کہے کہ: یہ زندگی بھر تیرے لیے ہے تو وہ مالک کی طرف واپس لوٹ آتا ہے (مسلم)، ظاہر ہے کہ یہ حضرت جابر کا اپنا اجتہاد ہے ورنہ اوپر کی احادیث کو دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ معاملہ یوں نہیں ہے۔ محض صحابی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے مطابق احادیث جو اوپر مذکور ہوئیں ان میں تخصیص نہیں ہو سکتی۔

۳۵۵۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِسْمَاعِيْلُ نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُرْقِبُوْا وَلَا تُعْمِرُوْا فَمَنْ اُرْقِبَ شَيْئًا اَوْ اُعْمِرَهٗ فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ۔

جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رُقبیٰ اور عُمریٰ مت دو کیونکہ جس کو کوئی چیز بطور رُقبیٰ یا عُمریٰ دی گئی وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے (نسائی)

شرح: رُقبیٰ کا باب آگے آتا ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے سے کہے: اگر میں تجھ سے پہلے مر جاؤں تو یہ مکان تیرا ہے۔ بس اس صورت میں دوسرا آدمی گویا اس کی موت کا منتظر ہے کہ کب مرے اور مکان مجھے ملے، رقابت کا یہی معنی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک رُقبیٰ باطل ہے، خطابی نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک رقبیٰ عاریت ہے اور عُمریٰ موروث ہے۔ شافعی کے نزدیک دونوں موروث ہیں مزید گفتگو آگے آتی ہے۔ رُقبیٰ میں حنفی ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے ابو یوسف نے اسے جائز رکھا اور ابو حنیفہ و محمد بن الحسن نے ناجائز کہا۔ سو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر موہوب لہ پہلے مر جائے تو مکان واہب کی طرح لوٹ جائے گا۔ اور جن بزرگوں نے اسے باطل کہا وہ اس بنا پر کہا کہ تملیک کو ایک کی موت سے معلق کیا گیا ہے: اگر تو پہلے مر گیا تو یہ مکان میرا ہے اور اگر میں پہلے مر گیا تو تیرا ہے۔ یہ شرط چونکہ قمار ہے اور وجود کے خطرے پر مبنی ہے لہٰذا باطل ہے۔ رُقبیٰ کی تفسیر دراصل دونوں طرح کی گئی ہے لہٰذا یہ اختلاف اس تفسیر پر مبنی ہے۔

۳۵۵۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ حُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ عَنْ طَارِقٍ الْمَكِّيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَاَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ اَعْطَاهَا ابْنُهَا حَدِيْقَةً مِنْ نَخْلٍ فَمَاتَتْ قَالَ ابْنُهَا اِنَّمَا اَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا

حَيَاتَهَا وَلَهُ إِخْوَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ لَهَا حَيَاتَهَا وَ مَوْتَهَا قَالَ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ بِهَا عَلَيْهَا قَالَ ذَلِكَ أَبْعَدُ لَكَ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا جسے اس کے بیٹے نے کھجوروں کا ایک باغ دیا تھا پس اس کے بیٹے نے کہا: میں نے تو اسے اس کی زندگی تک ہی دیا تھا، اور اس مرد کے کچھ بھائی بھی تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس کی زندگی میں اور بعد از موت بھی اُسی کا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ اس پر صدقہ کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تیرے لیے بہت بعید ہے۔

شرح: اس حدیث میں رُقبیٰ کا لفظ نہیں ہے اور نہ عُمریٰ کا۔ الفاظِ حدیث سے ابو داؤد نے اسے عُمریٰ کے باب میں لکھا ہے اور اوپر گزر چکا ہے کہ عُمریٰ موصوب لہ کے لئے اور اس کے وارثوں کے لئے ہے۔ واہب کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔ ہبہ کرنے والے نے صدقہ کا سہارا لیا تو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات نہ مانی بلکہ فرمایا کہ اس صورت میں تو اس کی واپسی بعید تر ہے۔

بَابٌ فِي الرُّقْبَى ۸۹

(رُقبیٰ کا باب ۸۹)

۳۵۵۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا هُشَيْمٌ نَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُمْرَى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا وَالرُّقْبَى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا۔

جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عُمریٰ اس کے اہل کے لیے جائز ہے اور رُقبیٰ اس کے اہل کے لیے جائز ہے (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) پیچھے گزر چکا ہے کہ رُقبیٰ کی دو تعریفیں ہیں، ایک کی رُو سے ابو یوسف نے اسے جائز کہا اور دوسری کی رُو سے ابو حنیفہ محمد بن الحسن نے اسے ناجائز کہا ہے۔ دیکھئے شرح حدیث نمبر ۳۵۵۲۔

۳۵۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَعْقِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ حُجْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعْمَرَ شَيْئًا فَهُوَ لِمُعْمَرِهِ مَحْيَاهُ وَمَمَاتَهُ وَ لَا تُرْقِبُوا فَمَنْ أَرْقَبَ شَيْئًا فَهُوَ سَبِيلُهُ۔

زید بن ثابت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی چیز بطور عُمریٰ دی تو وہ زندگی اور موت میں اُس کی ہے جس کو عطا کی گئی۔ اور رقبیٰ مت دو، پس جس نے کوئی چیز بطور رقبیٰ دی تو وہ بھی عُمریٰ کی مانند ہے (نسائی۔ ابن ماجہ

اس حدیث سے پتہ چلا کہ در حقیقت عمریٰ اور رُقبیٰ میں لفظی فرق ہے اور حقیقت دونوں کی ایک ہے۔ اس معنیٰ کی رُو سے ابو یوسف نے رُقبیٰ کو جائز کہا ہے۔

۳۵۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ مُوْسٰی عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ اَلْعُمْرٰی اَنْ یَّقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ ھُوَ لَکَ مَا عِشْتَ فَاِذَا قَالَ ذٰلِکَ فَھُوَ لَہٗ وَلِوَرَثَتِہٖ وَالرُّقْبٰی ھُوَ اَنْ یَّقُوْلَ الْاِنْسَانُ ھُوَ لِلْاٰخِرِ مِنِّیْ وَمِنْکَ۔

مجاہد نے کہا کہ: عمریٰ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے: یہ چیز زندگی بھر تیری ہے۔ پس جب وہ یہ کہے تو وہ اس کی اور اس کے وارثوں کی ہے۔ اور رُقبیٰ یہ ہے کہ انسان یوں کہے: یہ ہم دونوں میں سے پچھلے کی ہے (رُقبیٰ کی یہ وہ تفسیر ہے جس میں تملیک زندگی کے خطرے پر ہے لہٰذا ابو حنیفہ اور محمد نے اس تفسیر کی بناء پر رُقبیٰ کو باطل کہا ہے۔

بَابٌ فِیْ تَضْمِیْنِ الْعَارِیَۃِ

(عاریت کی تضمین کا باب)

۳۵۵۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْھَدٍ نَا یَحْیٰی عَنِ ابْنِ اَبِیْ عُرُوْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَی الْیَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰی تُؤَدِّیَ ثُمَّ اِنَّ الْحَسَنَ نَسِیَ فَقَالَ ھُوَ اَمِیْنُکَ لَاضَمَانَ عَلَیْہِ۔

سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ کے ذمہ ہے جو اس نے پکڑا حتیٰ کہ ادا کرے پھر حسن بھول گیا تو کہا کہ: وہ تیرا امین ہے اس پر کوئی ضمان نہیں (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: پھر حسن بھول گیا الخ یہ قتادہ کا قول ہے کہ اس کے بعد حسن بھول گیا کہ اس سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کیا تھا؟ جہاں تک پہلے جملے کا تعلق ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ عاریت کی ضمان ہے، جس کے پاس عاریت ہے اس کی واپسی اس کا فرض ہے، اگر ضائع کر دے گا تو ذمہ دار ہو گا۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عاریت کے با ضمان (مضمون) ہونے کی دلیل ہے، عَلَی الْیَدِ مَا اَخَذَتْ اس کی دلیل ہے۔ عَلٰی کا لفظ التزام کے لیے ہے۔ اگر وہ چیز موجود ہو تو اس کی واپسی لازم ہے ورنہ اس کی قیمت دینا ہو گی۔ حسنؒ نے یہ جو کہا کہ: وہ تیرا امین ہے اس پر کوئی ضمان نہیں، یہ الفاظ خود حسن کے ہیں کہ حدیث کو بھول کر اپنی طرف سے یہ لفظ کہے۔ مولانا نے فرمایا کہ قتادہ کا خیال صحیح نظر نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اور حسن کے کلام میں تضاد ہے۔ حدیث میں لفظ عاریت کی واپسی کا وجوب بیان ہوا ہے اور اس کے علاوہ وہ خاموش ہے۔ پس اس میں اور حسن کے کلام میں مخالفت نہیں ہے۔

۳۵۵۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَا نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ نَا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ مِنْهُ أَدْرُعًا يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ أَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ لَا بَلْ عَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذِهِ رِوَايَةُ يَزِيدَ بِبَغْدَادَ وَفِي رِوَايَتِهِ بِوَاسِطَ تَغَيَّرَ عَلَى غَيْرِ هَذَا۔

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے (یعنی صفوان سے) کچھ زرہیں مستعار لیں تو صفوان نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ غصب ہے؟ تو حضور نے فرمایا: نہیں بلکہ عاریت ہے با ضمانت (نسائی)۔ ابوداؤد نے کہا کہ بغداد میں یزید کی یہ روایت تھی اور واسط میں جو روایت اس نے کی اس میں کچھ تبدیلی تھی۔

شرح: صفوان بن امیہ فتح مکہ کے طُلقاء میں سے تھا اور جنگ حنین تک مسلمان نہیں ہوا تھا مؤلفۃ القلوب میں شامل تھا اسی لیے اس نے اس قسم کے الفاظ بولے۔ اس کی تالیف قلب کی خاطر اور اسلام کی طرف مائل کرنے کی خاطر حضور نے فرمایا کہ یہ عاریت با ضمانت ہے مولانا نے فرمایا کہ یہ ایک خاص عاریت کے متعلق تھا ہر عاریت کے متعلق نہیں۔

۳۵۵۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ أُنَاسٍ مِنْ آلِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا صَفْوَانُ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ سِلَاحٍ قَالَ عَارِيَةً أَمْ غَصْبًا قَالَ لَا بَلْ عَارِيَةً فَأَعَارَهُ مَا بَيْنَ الثَّلَاثِينَ إِلَى الْأَرْبَعِينَ دِرْعًا وَغَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَلَمَّا هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ جُمِعَتْ دُرُوعُ صَفْوَانَ فَفَقَدَ مِنْهَا أَدْرَاعًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَفْوَانَ إِنَّا قَدْ فَقَدْنَا مِنْ أَدْرَاعِكَ أَدْرَاعًا فَهَلْ نَغْرَمُ لَكَ قَالَ لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِأَنَّ فِي قَلْبِي الْيَوْمَ مَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ۔

عبداللہ بن صفوان کے گھر والوں میں سے کچھ لوگوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صفوان! کیا تیرے پاس کچھ اسلحہ ہے؟ اس نے کہا کہ: عاریت ہوگی یا غصب؟ حضور نے فرمایا: غصب نہیں بلکہ عاریت ہوگی۔ پس صفوان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس اور چالیس کے درمیانی زرہیں عاریۃً دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُنین کی جنگ لڑی، پس جب مشرکوں کو شکست ہوگئی تو صفوان کی زرہیں جمع کی گئیں تو ان میں سے کچھ زرہیں گم تھیں پس رسول اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے فرمایا: ہم نے تیری زرہوں سے کچھ زرہیں گم کر دی ہیں تو کیا تجھے ان کا عوض دیں؟

اس نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! کیونکہ میرے دل میں آج وہ کچھ ہے جو اُس دن نہ تھا۔ ابو داؤد نے کہا کہ صفوان نے یہ عاریت اسلام سے قبل دی تھی، پھر اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ (اس حدیث میں بعض مجہول راوی ہیں)

۳۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ نَاسٍ مِنْ اٰلِ صَفْوَانَ قَالَ اِسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ۔

عطاء نے صفوان کے خاندان کے کچھ لوگوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان نے کچھ زرہیں مستعار لیں الخ پھر عطاء نے گزشتہ حدیث کی مانند حدیث بیان کی۔

۳۵۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ نَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وَلَا تُنْفِقُ الْمَرْاَةُ شَيْئًا مِنْ بَيْتِهَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ اَفْضَلُ اَمْوَالِنَا ثُمَّ قَالَ الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ

ابو امامہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، پس کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں اور عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے پس کہا گیا: یا رسول اللہ طعام بھی نہیں؟ حضور نے فرمایا کہ وہ ہمارا سب سے بہتر مال ہے۔ پھر فرمایا: عاریت ادا کی جائے گی اور عطیہ واپس کیا جائے گا اور قرض ادا کیا جائے گا اور کفیل قرض کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: منحہ (عطیہ) زمین یا جانور کا عطیہ ہے جس کو کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانے کی خاطر کسی کے سپرد کیا جاتا ہے، یا درخت کا پھل کھانے کے لیے کسی کو دیا جاتا ہے۔

۳۵۶۲۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ نَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَتْكَ رُسُلِيْ فَاَعْطِهِمْ ثَلَاثِيْنَ دِرْعًا وَثَلٰثِيْنَ بَعِيْرًا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعَارِيَةٌ مَضْمُوْنَةٌ اَوْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ قَالَ بَلْ مُؤَدَّاةٌ۔

صفوان بن یعلیٰ نے اپنے باپ سے روایت کی، اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، جب میرے قاصد تیرے پاس آئیں تو انہیں تیس زرہیں اور تیس اونٹ دے دو۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ باضمانت عاریت ہے یا ادا کی جانے والی عاریت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ ادا کی جانے والی (نسائی)

ابوداؤد نے کہا کہ حبان ہلال اسرائی کا ماموں تھا۔

شرح: اس حدیث سے پتہ چلا کہ عاریت جب تعدی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو اس کی ضمانت نہیں ہوتی۔ بقول علامہ خطابی اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عاریت کی ضمانت ساقط ہے۔ شریح اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ اس میں کوئی ضمان نہیں اور یہی سفیان ثوری اور حنفیہ کا مذہب ہے اور اسحاق بن راہویہ کا بھی۔ ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس کی ضمانت ہے اور یہی قول عطاء، شافعی اور احمد بن حنبل کا ہے۔ مالک نے کہا کہ جن چیزوں کی ہلاکت ظاہر ہوتی ہے جیسے حیوان وغیرہ، اس کی ضمانت نہیں۔ اور جس کی ہلاکت مخفی ہے مثلاً کپڑا وغیرہ، اس کی ضمانت ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ أَفْسَدَ شَيْئًا يَغْرَمُ مِثْلَهُ

(باب: جو کسی چیز کو بگاڑے وہ اس کی مثل کا ضامن ہے)

۳۵۶۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى نَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ قَالَ فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِسْرَتَيْنِ فَضَمَّ إِحْدَاهُمَا إِلَى الْأُخْرَى فَجَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ وَيَقُولُ غَارَتْ أُمُّكُمْ زَادَ ابْنُ الْمُثَنَّى كُلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى جَاءَتْ قَصْعَتُهَا الَّتِي فِي بَيْتِهَا ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى لَفْظِ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ قَالَ كُلُوا وَحَبَسَ الرَّسُولَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَى الرَّسُولِ وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِهِ۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے پاس تھے تو امہات المؤمنین میں سے ایک نے اپنی خادمہ کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کھانے کی چیز تھی۔ انس نے کہا کہ اس بیوی نے اپنا ہاتھ مارا اور پیالہ توڑ دیا۔ ابن المثنی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ٹکڑے پکڑے اور انہیں جوڑا اور ان میں کھانا جمع کرنے لگے اور فرماتے تھے یہ تمہاری ماں نے غیرت (رشک) کیا ہے ابن المثنی نے یہ اضافہ کیا کہ (حضور نے فرمایا) کھاؤ۔ پس انہوں نے کھایا یہاں تک حضور جس کے گھر میں تھے اس کا پیالہ آگیا پھر ہم مسدد کی حدیث کے لفظ کی طرف مڑتے ہیں، حضور نے فرمایا: کھاؤ۔ اور آپ نے قاصد اور پیالہ روک لیا حتی کہ لوگ فارغ ہو گئے۔ پھر حضور نے صحیح پیالہ قاصد کو دیا

اور ٹوٹا ہوا اپنے گھر میں رکھ لیا (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، النسائی)

شرح: منذری نے کہا کہ یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پیش آیا تھا۔ اور جس کا پیالہ ٹوٹا تھا وہ زینب بنت جحش یا کوئی اور خاتون تھیں (بقول خطابی صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں) اور حضور نے جو کچھ کیا تھا یہ حسن معاشرت، تربیت و اصلاح اور معونت کے باب سے تھا کیونکہ پیالے اور طعام کی مثل غیر معلوم ہے۔ پس یہ حقوق و احکام کے باب سے نہیں تھا اس حدیث کی سند میں کلام بھی ہے اور مجھے کوئی فقیہ معلوم نہیں جس کا یہ قول ہو کہ غیر مکیل اور غیر موزون چیزوں کا مثل بھی ہو سکتا ہے۔ ہاں داؤد ظاہری رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ اس نے حیوان کے بدلے حیوان، غلام کے بدلے غلام، پرندے کے بدلے میں پرندہ واجب کیا ہے اور اسے احرام یا حرم میں شکار کی صورت کے مشابہ قرار دیا ہے۔

۳۵۶۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي فُلَيْتٌ الْعَامِرِيُّ عَنْ جَسْرَةَ بِنْتِ دَجَاجَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَأَيْتُ صَانِعًا طَعَامًا مِثْلَ صَفِيَّةَ صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَبَعَثَتْ بِهِ فَأَخَذَنِي أَفْكَلٌ فَكَسَرْتُ الْإِنَاءَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا كَفَّارَةُ مَا صَنَعْتُ قَالَ إِنَاءٌ مِثْلُ إِنَاءٍ وَطَعَامٌ مِثْلُ طَعَامٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضرت صفیہ جیسا کوئی کھانا پکانے والا نہیں دیکھا۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور اسے حضور کی طرف بھیجا۔ اس پر مجھے شدید غصہ آگیا کہ میرے گھر میں حضور کو کوئی اور کھانا بھیجے؟ تو میں نے برتن توڑ دیا۔ پھر میں نے کہا رسول اللہ میرے اس کام کا کفارہ کیا ہے؟ حضور نے فرمایا: برتن کی مانند برتن اور کھانے کی مانند کھانا (نسائی) گفتگو اوپر گزر چکی ہے۔

بَابُ الْمَوَاشِي تُفْسِدُ زَرْعَ قَوْمٍ

(مواشی کا باب جو کسی قوم کی کھیتی خراب کر دیں)

۳۵۶۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَرَامِ بْنِ مُحَيِّصَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطَ رَجُلٍ فَأَفْسَدَتْهُ عَلَيْهِمْ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْأَمْوَالِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ وَعَلَى أَهْلِ الْمَوَاشِي حِفْظَهَا بِاللَّيْلِ۔

محیصہ سے روایت ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک اونٹنی ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئی اور اسے خراب کر دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اہل اموال دن کو ان کی حفاظت خود کریں اور اہل مویشی رات کو ان کی نگرانی کریں (ابن ماجہ، نسائی) آگے دیکھئے۔

۳۵۶۶۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ نَا الْفِرْيَابِيُّ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَرَامِ بْنِ مُحَيِّصَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَتْ لَنَا نَاقَةٌ ضَارِيَةٌ فَدَخَلَتْ حَائِطًا فَاَفْسَدَتْ فِيْهِ فَكُلِّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقَضٰى اَنَّ حِفْظَ الْحَوَائِطِ بِالنَّهَارِ عَلٰى اَهْلِهَا وَاَنَّ حِفْظَ الْمَاشِيَةِ بِاللَّيْلِ عَلٰى اَهْلِهَا وَاَنَّ عَلٰى اَهْلِ الْمَاشِيَةِ مَا اَصَابَتْ مَاشِيَتُهُمْ بِاللَّيْلِ

اٰخِرُ كِتَابِ الْبُيُوْعِ۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی ایک ضرر رساں اونٹنی تھی، پس وہ ایک باغ میں داخل ہوئی اور اس میں گڑبڑ کی پس اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی گئی تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ دن کو باغوں کی حفاظت ان کے مالکوں کے ذمہ ہے اور رات کو جانوروں کی نگرانی ان کے مالکوں کے ذمہ ہے، اور رات کو ان کے چارپائے جو نقصان کر جائیں اس کا تاوان ان پر آئے گا۔

شرح: بقول خطابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ اس حقیقت پر مبنی تھا کہ عُرف میں کھیتی باڑی اور باغ کی حفاظت ان کے مالکوں کا ہی کام ہوتا ہے اور وہ اس کے لئے نگران اور محافظ مقرر کرتے ہیں۔ اور ڈھور ڈنگر کے مالک عادۃً دن کے وقت انہیں چھوڑتے اور چراتے ہیں اور رات کو باڑوں وغیرہ میں بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس کی مخالفت کرے تو گویا اس نے اپنے مال کی حفاظت میں تقصیر کی اور اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی اپنا سامان شارع عام میں پھینک دے یا ایسی جگہ چھوڑ دے جہاں اس کی حفاظت نہ ہو سکے، پس ان میں کسی پر بھی سزا نہیں آئے گی۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ ان دونوں امور میں کوئی فرق نہیں، اور انہوں نے مواشی کے مالکوں پر کوئی تاوان نہیں ڈالا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اَلْعُجْمَاءُ جُبَارٌ، بے زبان جانور کا نقصان ضائع ہے (یعنی جس میں مالک کا قصور اور کوتاہی نہ ہو) واللہ اعلم بالصواب کتاب البیوع ختم ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَوَّلُ كِتَابِ الْقَضَاءِ

بَابٌ فِي طَلَبِ الْقَضَاءِ

(طلب قضاء کا باب ۱۔ اس میں ۳۱ باب اور ۷۰ حدیثیں ہیں۔

۳۵۶۷۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ نَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي عَمْرٍو عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وُلِّيَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے قاضی بنایا گیا تو اُسے چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا (ترمذی)

شرح: چھری کے ساتھ ذبح کرنے سے مذبوح کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی چھری کے بغیر ذبح کرنے سے ہوتی ہے۔ اس سے مذبوح سسک سسک کر مرتا ہے۔ امام خطابی کا قول ہے کہ اس حدیث میں قاضی بننے کی خواہش سے بچانا مقصود ہے کیونکہ جو شخص قاضی بنا وہ چھری کے بغیر ذبح ہو گیا۔ عام عادت و عرف یہی ہے کہ مذبوح کو چھری سے ذبح کیا جاتا ہے، سو جو شخص اتنی بڑی ذمہ داری کا کام سنبھالتا اور اس کی حرص کرتا ہے وہ اپنے دین اور جسم و جان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے، گویا وہ اپنے آپ کو چھری کے بغیر ہی ذبح کرنے کے لئے پیش کر رہا ہے۔

۳۵۶۸۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْاَخْنَسِيِّ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ وَالْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ: جس کو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا تو اسے چھری کے بغیر ہی ذبح کر دیا گیا (نسائی اور ابن ماجہ) چھری کے بغیر ذبح کیا جانے والا بالفاظ دیگر گلا گھونٹنے اور شدید تعذیب کے ساتھ مارا جاتا ہے۔ قضاء کی ذمہ داریاں سمجھانے کے لئے اس سے زیادہ فصیح و بلیغ اور مبالغہ آمیز محاورہ استعمال نہیں ہو سکتا تھا۔

بَابٌ فِي الْقَاضِي يُخْطِئُ

(قاضی کے خطاء کرنے کا باب ۲)

۳۵۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانِ السَّمْتِيُّ نَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ اَبِي هَاشِمٍ

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ ۔

بریدہ نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاضی تین ہیں ایک جنتی اور دو جہنمی۔ سو وہ جو جنتی ہے وہ وہ آدمی ہے جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور جس نے حق کو پہچانا پھر فیصلے میں ظلم کیا تو وہ جہنمی ہے اور جس شخص نے جہالت سے لوگوں کے لئے فیصلہ کیا وہ بھی جہنمی ہے (ترمذی، ابن ماجہ) ابو داؤد نے اس حدیث کو صحیح ترین کہا ہے۔

شرح: اس حدیث کی رو سے قاضی کے لئے تین باتیں ضروری ہیں: علم، اس علم صحیح کے مطابق فیصلہ کرنا، عدل کرنا۔ ان میں سے ایک چیز میں بھی کوتاہی ہوگئی تو انجام بخیر نہیں اس لئے تو پچھلی حدیث میں قضاء کی طلب اور قبولیت پر اتنی سخت بات فرمائی گئی ہے۔

۳۵۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ رَجَاءٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بِشْرٍ الْأَزْرَقِ قَالَ دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ أَبْوَابِ كِنْدَةَ وَأَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ جَالِسٌ فِي حَلْقَةٍ فَقَالَا أَلَا رَجُلٌ يُنَفِّذُ بَيْنَنَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْحَلْقَةِ أَنَا فَأَخَذَ أَبُو مَسْعُودٍ كَفًّا مِنْ حَصًى فَرَمَاهُ بِهِ وَقَالَ مَهْ إِنَّهُ كَانَ يُكْرَهُ التَّسَرُّعُ إِلَى الْحُكْمِ ۔

عبدالرحمن بن بشر الازرق نے کہا کہ دو آدمی (کوفہ کے) کندہ والے دروازے سے داخل ہوئے اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ ایک حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پس وہ دونوں بولے: کیا کوئی آدمی ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے؟ پس حلقے میں سے ایک آدمی بولا: میں۔ تو ابومسعود نے کنکریوں کی ایک مٹھی پکڑی اور اس پر پھینکی اور کہا: رک جا، کیونکہ فیصلے میں جلدی کرنا مکروہ سمجھا جاتا تھا (یعنی رسول اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اسے ناپسند کرتے تھے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے اور بیجا جرأت کا کام ہے اس کے لئے علم و تقویٰ اور احتیاط کی ضرورت ہے)

۳۵۷۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

فَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ فَحَدَّثْتُ بِهِ أَبَا بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ فَقَالَ هٰكَذَا حَدَّثَنِیْ أَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ ۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے، پھر صحیح فیصلے پر پہنچ جائے تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ اور جب وہ فیصلہ کرے اور خوب کوشش کرنے کے باوجود خطا کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ راوی یزید بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابوبکر بن حزم کو سنائی تو وہ بولا: اسی طرح مجھے ابوسلمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حدیث سنائی تھی (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی)

شرح: علامہ خطابی نے کہا کہ مجتہد خطا کار کو طلب حق میں پوری پوری کوشش کرنے (اجتہاد) پر اجر اس لئے ملتا ہے کہ اس کا اجتہاد عبادت ہے اور یہ اجر خطا پر نہیں ملتا بلکہ اس کے نتیجے میں صرف گناہ معاف کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایسے مجتہدین کے بارے میں ہے جو آلۂ اجتہاد کے جامع ہوں، اصول سے واقف ہوں اور وجوہ اجتہاد کی خبر رکھتے ہوں۔ لیکن جو شخص اجتہاد کا اہل نہیں وہ محض تکلیف کرنے والا ہے اور فیصلے میں خطا کرنے پر اسے معذور نہیں سمجھا جا سکتا (وہ نا اہل تھا تو اس نے فیصلہ ہی کیوں کیا؟) بلکہ خوف ہے کہ اسے بہت بڑا گناہ ہوگا جیسا کہ اوپر ایک جنتی اور دو جہنمی قاضیوں کا ذکر حدیث نمبر ٣٥٦٩ میں گزرا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر مجتہد مصیب نہیں (اس کا اجتہاد درست نہیں ہوتا) کیونکہ اگر مجتہد مصیب ہوتا تو حضور کی یہ تفسیر خدانخواستہ بے معنی ہوتی۔ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مجتہد (اگر غلطی کرے تو [illegible]) رہے۔ اور یہ حکم مختلف وجوہ میں ان فروع کے بارے میں ہے جن کا احتمال موجود ہو نہ کہ اصول میں جو ارکان شریعت ہیں۔ اسی طرح بنیادی احکام جو مختلف وجوہ کا احتمال نہیں رکھتے اور جن میں تاویل کا دخل نہیں وہ بھی اس سے خارج ہیں۔ ان میں خطا کرنے والا [illegible] نہیں ہوتا اور اس کا حکم و فیصلہ مردود ہے۔

٣٥٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَنَا إِسْرَائِيْلُ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰی عَنْ بِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وَاسْتَعَانَ عَلَیْهِ وُكِلَ إِلَیْهِ وَمَنْ لَّمْ يَطْلُبْهُ وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلَیْهِ أَنْزَلَ اللّٰهُ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ۔

انس بن مالک نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے قضا کو طلب کیا اور اسے حاصل کرنے میں (لوگوں سے) مدد مانگی اُسے اُسی کے سپرد کر دیا جائے گا (وہ اعانت الٰہی سے محروم ہوگا) اور جس نے اسے طلب نہ کیا اور نہ کسی سے اس پر مدد مانگی، اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ اتارے گا جو اُسے راہ حق پر سیدھا چلائے گا (ترمذی) ایسا شخص ذمہ داری کا احساس کرے گا، احتیاط سے بچ بچ کر چلے گا اور ذاتی اغراض کی

پیروی نہ کرے گا، پس اسے درستی کی توفیق ملے گی جبکہ پہلا شخص اس سے محروم ہوگا۔

۳۵۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ نَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ نَجْدَةَ عَنْ جَدِّهِ يَزِيدَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ أَبُو كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِينَ حَتّٰى يَنَالَهُ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهُ عَدْلَهُ فَلَهُ النَّارُ۔

ابو کثیر نے کہا کہ مجھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سُنائی حضور نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا قاضی بننا چاہے اور کوشش سے مقصد حاصل کرے، پھر اس کا عدل جَور پہ غالب رہے تو اس کے لئے جنت ہے، اور جس کا جور عدل پہ غالب ہوا اُس کے لئے جہنم ہے۔

شرح: طلب قضاء اگرچہ مکروہ ہے مگر جب اس شخص نے قضاء کی ذمہ داریوں کو درست طور پہ نبھایا تو اس کی یہ غلطی نظر انداز کر دی جائے گی۔ بعض دفعہ احوال و ظروف کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اہلیت دی ہو وہ آگے بڑھ کر خود پیش کش کرے۔

۳۵۷۴۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي يَحْيَى الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ نَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ إِلٰى قَوْلِهِ الْفٰسِقُونَ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتُ الثَّلٰثُ نَزَلَتْ فِي يَهُودَ خَاصَّةً فِي قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ۔

ترجمہ: ابن عباس نے کہا: یہ تین آیتیں خاص طور پہ بنو قریظہ و بنو نضیر کے یہودیوں کے متعلق اتری تھیں: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ المائدہ ۴۴، ۴۵، ۴۷۔ الفاسقون تک۔

شرح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے خلاف فیصلے کرنے والوں کو ظالم، کافر اور فاسق فرمایا ہے شان نزول ان کا گو یہودیوں کے خصائص ہیں مگر حکم عام ہے کیونکہ اصول کا قاعدہ ہے کہ: اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص مورد کا

بَابٌ ۳ فِي طَلَبِ الْقَضَاءِ وَالتَّسَرُّعِ إِلَيْهِ

(طلب قضاء اور اس کی طرف جلدی کرنے کا باب)

۳۵۷۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَنْ نَسْتَعْمِلَ اَوْلَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَہٗ۔

ابو موسیٰ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہم سے عہدہ طلب کرے گا ہم اسے ہرگز عامل نہ بنائیں گے، یا یہ فرمایا کہ ہم اسے عامل نہیں بناتے (بخاری، مسلم، نسائی، یہی حدیث سنن ابی داؤد کی کتاب الحدود میں مطول آئے گی) یہ ایک طویل حدیث کا اختصار ہے اور الفاظ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عمل سے مراد یہاں امارت اور قضاء ہے۔ حکومت کی عام ملازمتوں کا معاملہ ان سے مختلف ہے کیونکہ یہ مقامات انتظامیہ اور عدلیہ کے نہایت اونچے، کافی حد تک خود مختار اور بہت ذمہ دارانہ ہیں۔ اس قسم کے دیگر اعلیٰ عہدوں کو بھی انہی پہ قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ حدیث کا لفظ عَلٰی عَمَلِنَا بہت عام اور حاوی ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ فِیْ کَرَاهِیَةِ الرِّشْوَةِ

(رشوت کی کراہیت کا باب ۴)

۳۵۷۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ نَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی (ابن ماجہ ترمذی)

شرح: خطابی نے کہا کہ راشی رشوت دینے والا اور مرتشی رشوت لینے والا ہے۔ جب ان کا مقصد و ارادہ ایک جیسا ہو تو ہر دو کو اکٹھی لعنت و عقوبت ہوگی۔ رشوت دینے والا جب باطل مقصد کو حاصل کرنے اور ظلم کرنے کے لیے رشوت دے تو ملعون ہے۔ لیکن اگر وہ اپنا حق لینے کے لیے اور اپنے آپ سے ظلم کا دفاع کرنے کے لئے رشوت دے تو وہ اس وعید میں نہیں ہے (لیکن رشوت لینے والا کسی حال میں بھی معذور نہ ہوگا اور نہ انشاء اللہ اسے معاف سمجھا جائے گا) مروی ہے کہ ابن مسعود کو سرزمین حبشہ میں کسی غلط اقدام میں پکڑ لیا گیا تو انہوں نے دو دینار دے کر خلاصی کرائی، حسن، شعبی، جابر بن زید اور عطاء سے منقول ہے کہ ظلم سے بچاؤ کے لئے جان و مال کی حفاظت کرنے میں اگر رشوت دے گا تو معذور ہوگا۔

بَابٌ فِیْ هَدَایَا الْعُمَّالِ

(عمال کے تحفوں کا باب ۵)

۳۵۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا یَحْیٰی عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ قَیْسٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَدِیُّ بْنُ عُمَیْرَةَ الْکِنْدِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عُمِّلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلَى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِنْهُ مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ فَهُوَ غَلٌّ يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَسْوَدُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ قَالَ وَمَا ذَلِكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَأَنَا أَقُولُ ذَلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَأْتِ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهَى۔

عدی بن عمیرہ کندی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جس کسی کو ہمارے کسی عمل پہ مقرر کیا گیا پھر اس نے ہم سے سوئی یا اس سے کوئی چھوٹی بڑی چیز بھی چھپائی تو وہ خیانت ہے (اور اس کے گلے میں طوقِ لعنت ہے) جسے وہ لے کر میدانِ قیامت میں آئے گا۔ پھر انصار میں سے ایک سیاہ فام شخص اٹھا گویا کہ میں اب بھی (چشمِ تصور میں) اسے دیکھ رہا ہوں اور بولا: یا رسول اللہ مجھ سے اپنا عمل (عہدۂ حکومت) واپس لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیوں؟ اس نے کہا: میں نے آپ کو یہ اور یہ فرماتے سنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں (پھر وہی) کہتا ہوں کہ جس شخص کو ہم نے کسی عمل پہ مقرر کیا تو وہ اس عمل کا کم و بیش (ہر چھوٹی بڑی چیز) لا کر پیش کرے، پھر اسے اس میں سے جو دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روکا جائے رک جائے (یعنی اس کے کام کا معاوضہ جو ملے وہ لے لے کیونکہ وہ جائز ہے، اس کے علاوہ جو کچھ لے گا، رشوت کے نام پہ ہو یا ہدیے کے نام پر سب ناجائز ہے)

بَابُ كَيْفَ الْقَضَاءُ

(قضاء کی کیفیت کا باب)

۳۵۷۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ نَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ حَنَشٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ فَإِذَا جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْكَ الْخَصْمَانِ فَلَا تَقْضِيَنَّ حَتَّى تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا أَوْ مَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے روانہ فرما رہے ہیں حالانکہ میری عمر کم ہے اور مجھے قضاء کا کچھ علم نہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل کی رہنمائی کرے گا اور تیری زبان کو (حق فیصلہ کرنے کے لئے) درست رکھے گا۔ پس جب مقدمہ کے دو فریق تیرے سامنے بیٹھیں تو (صرف ایک کا بیان سن کر) فیصلہ مت کر جب تک کہ دوسرے کی بات بھی اسی طرح نہ سن لے جس طرح پہلے کی سنی تھی۔ اس سے بہت امید ہے کہ تیرے سامنے فیصلہ واضح ہو جائے گا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں ہمیشہ فیصلے کرتا رہا اور اس کے بعد مجھے کسی فیصلے میں شک نہ ہوا۔ (ترمذی)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غائب کے خلاف فیصلہ جائز نہیں کیونکہ جب مقدمہ کے دونوں فریق موجود ہوں تو دونوں کی بات سنے بغیر فیصلہ جائز نہیں تو غائب پر فیصلہ کیسے جائز ہو گا؟ سبب یہ ہے کہ فریقین کو سنے بغیر مقدمہ واضح نہیں ہو ہو سکتا ہے دوسرے کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس سے مقدمے کی نوعیت ہی بدل جائے۔ شریح، عمر بن عبد العزیز، ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کا یہی مذہب ہے۔ مالک اور شافعی کا قول یہ ہے کہ غائب پر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ ابو عبید نے کہا کہ جب قاضی پر واضح ہو جائے کہ ایک فریق جان بوجھ کر چھپا ہوا ہے اور وہ حق سے فرار کرنا چاہتا ہے تو غائب کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے (گویا مطلقاً غائب کے خلاف فیصلہ جائز نہیں صرف اس کی یہ ایک شق جائز ہے)

بَابٌ فِي قَضَاءِ الْقَاضِي إِذَا أَخْطَأَ

(قاضی کے فیصلے کا باب جب کہ وہ خطا کرے)

۳۵۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک انسان ہی ہوں اور تم لوگ میرے پاس جھگڑے لاتے ہو اور شاید تم میں سے کوئی دوسرے کی نسبت اپنی دلیل پیش کرنے میں زیادہ فصیح و بلیغ ہو اور میں اس کی بات کو سن کر اس کے مطابق فیصلہ کر دوں، سو میں جس کے لئے اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں تو وہ اس میں سے کچھ نہ لے کیونکہ اس وقت میں اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا قطع کر رہا ہوں گا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: مولانا نے فرمایا کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ انسان غیب نہیں جانتا اور فیصلہ ظاہر پر ہوتا ہے گو اس قسم کے مقدمے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ برحق ہی ہوگا کیونکہ آپ نے قواعد شرع کے مطابق فیصلہ کیا ہوگا، قصور جج کا نہیں بلکہ فریق مقدمہ کا ہوگا۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ قاضی کا فیصلہ ظاہر و باطن میں نافذ ہے یا صرف ظاہر میں۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ صرف ظاہر میں نافذ ہے اور ابوحنیفہ کا قول ہے کہ جب قاضی کا فیصلہ قواعد شرعیہ، ضوابط قضاء اور آداب قضاء کے مطابق ہو تو ظاہر و باطن میں نافذ ہے چاہے نکاح و طلاق میں ہو یا اموال میں۔ اور یہ مسلک اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضور نے فرمایا ہے کہ: جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق میں سے کوئی فیصلہ کروں اور عقود و فسوخ (معاملات) میں جج اس کے بھائی کے خلاف فیصلہ نہیں کرتا عقد اور فسخ میں اپنا حق استعمال کرتا ہے جو اسے حاکم یا قاضی ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔ ہاں! قاضی جب عقد اور فسخ کی صورت کے سوا کسی اور صورت میں فیصلہ کرے تو اس کا حکم صرف ظاہر میں نافذ ہوگا باطن میں نہیں کیونکہ اللہ کے نزدیک وہ ایک فریق کے خلاف اور دوسرے کے حق میں ہے، حق حاکم و قاضی میں نہیں ہے۔

۳۵۸۰۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلِمَةَ عَنْ أُمِّ سَلِمَةَ قَالَتْ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي مَوَارِيثَ لَهُمَا لَمْ تَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ إِلَّا دَعْوَاهُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَبَكَى الرَّجُلَانِ وَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَقِّي لَكَ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِذَا فَعَلْتُمَا مَا فَعَلْتُمَا فَاقْتَسِمَا وَتَوَخَّيَا الْحَقَّ ثُمَّ اسْتَهِمَا ثُمَّ تَحَالَّا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (دو آدمی) وراثت کے بارے میں جھگڑا لے کر آئے، ان دونوں کے پاس کوئی دلیل (گواہی) نہ تھی اور صرف دعویٰ ہی دعویٰ تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الخ

شرح خطابی نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث میں بیان کردہ صورت میں حاکم و قاضی کا فیصلہ دماء و اموال میں تو صرف ظاہر میں نافذ ہوگا۔ نکاح و طلاق کے معاملے میں اختلاف ہے، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس میں بھی وہی ہے جو دماء و اموال میں ہے مگر صاحبین اور دوسرے فقہائے حنفیہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ وہ جمہور کے ساتھ ہیں۔

یعنی اوپر کی حدیث کی مانند۔ پس وہ دونوں آدمی رو پڑے اور ان میں سے ہر ایک نے کہا: کہ میرا حق تیرے لئے ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اب جب کہ تم نے کیا جو کیا پس مال کو آپس میں تقسیم کر لو اور حق ہی لینے کی سعی کرو (ہر ایک اپنا حق ہی لے) پھر قرعہ اندازی کرو اور ایک دوسرے کو معاف کر دو۔ (بقول قاری علیہ الرحمۃ یہ حکم از راہ ورع و تقویٰ تھا نہ کہ از راہ حکم و فیصلہ، اور مجہول براءۃ حنفیہ کے نزدیک صحیح

ہے، یعنی پوری کوشش کے باوجود بھی اس امر کا امکان تھا کہ یہ ایک دوسرے کی حق تلفی کر جائیں، مگر کس قدر؟ یہ نہیں معلوم۔ اور یہ احتیاط کے طور پر تھا، اس حدیث میں ہے کہ ان میں کسی کے پاس گواہ نہ تھے، پس حضور نے جو کچھ فرمایا جس کا ذکر اوپر کی حدیث میں ہے وہ بظاہر اس خاص مقدمے کے متعلق تھا جس میں کوئی شرعی دلیل اور گواہی نہ تھی۔ اور اس بارے میں ابوحنیفہ کی دلیل قوی معلوم ہوتی ہے کہ جب فیصلہ دلائل شرع اور ضوابط قضاء کے مطابق ہوا تو چاہے وہ نفس الامر کے خلاف ہو، وہ ظاہر و باطن میں نافذ ہو جائے گا، کیونکہ یہ مانے بغیر چارہ بھی نہیں اور قاضی نے فیصلہ نفسانیت پر نہیں بلکہ حسب قواعد شرع دیا ہے۔)

۳۵۸۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَنَا عِيسَى نَا أُسَامَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ يَخْتَصِمَانِ فِي مَوَارِيثَ وَأَشْيَاءَ قَدْ دَرَسَتْ فَقَالَ إِنِّي إِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ۔

ایک اور سند سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اس میں ہے کہ: وہ دونوں میراث میں اور مٹی ہوئی اشیاء میں جھگڑتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن باتوں میں مجھ پر اللہ کا حکم نازل نہ ہو ان میں میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔

۳۵۸۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الرَّأْيَ إِنَّمَا كَانَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصِيبًا لِأَنَّ اللَّهَ كَانَ يُرِيهِ وَإِنَّمَا هُوَ مِنَّا الظَّنُّ وَالتَّكْلِيفُ۔

ابن شہاب زہری نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر کہا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رائے اور اجتہاد میں بھی بر سر حق ہوتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ صواب دکھاتا تھا اور ہماری طرف سے وہ ظن اور تکلف ہے (یعنی اجتہاد و رائے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دوسرے لوگوں سے مختلف تھا۔ مگر اس میں کچھ استثناء بھی ہیں مثلاً بدر کے قیدیوں کا معاملہ، ابن اُبی کی نماز جنازہ وغیرہ۔ اور بعض خالص دنیوی معاملات جن کا تعلق محض عادت اور تجربے پر تھا مثلاً تأبیر نخل کا قصہ) یہ اثر منقطع ہے کیونکہ زہری نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا تھا۔

۳۵۸۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ أَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عُثْمَانَ الشَّامِيُّ وَلَا إِخَالُنِي رَأَيْتُ شَامِيًّا أَفْضَلَ مِنْهُ يَعْنِي حَرِيزَ بْنَ عُثْمَانَ۔

یہ صرف ایک سند ہے آگے کوئی حدیث موجود نہیں، سنن ابی داود کے سب نسخوں میں یہ سند موجود ہے۔

بَابٌ كَيْفَ يَجْلِسُ الْخَصْمَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْقَاضِي ۸

(باب قاضی کے سامنے فریقین کیوں کر بیٹھیں)

۳۵۸۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ نَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ مقدمے کے فریقین حاکم کے سامنے بیٹھیں (حدیث میں صرف بیٹھنے کا حکم ہے کیفیت نہیں آئی لہٰذا عنوان باب میں کیفیت کا ذکر زائد ہے)

بَابُ الْقَاضِي يَقْضِي وَهُوَ غَضْبَانُ ۹

(قاضی کا باب ۹ جبکہ وہ غصے کی حالت میں فیصلہ کرے)

۳۵۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْضِي الْحَكَمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غضبناک ہونے کی حالت میں قاضی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: غضب کی حالت ہو یا اسی قسم کی اور چیزیں مثلاً پیاس، بھوک وغیرہ، ان سے عقل میں تغیر آجاتا ہے اور طبیعت حالتِ اعتدال سے منحرف ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں فیصلے کے اندر غلطی، جانبداری، خود غرضی وغیرہ کا آجانا قابل تعجب نہیں ہوتا اس لیے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

بَابُ الْحُكْمِ بَيْنَ أَهْلِ الذِّمَّةِ

(اہل ذمہ میں فیصلے کا باب)

۳۵۸۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَاِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ فَنُسِخَتْ قَالَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت: پس اگر وہ تیرے پاس آئیں تو اُن میں فیصلہ کر۔ یا اُن سے منہ پھیر لے۔ المائدہ۔ ۴۲۔ اس آیت کے ساتھ منسوخ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق ان میں فیصلہ کر۔ المائدہ۔ ۴۷۔

شرح: ابن عباسؓ کا مطلب یہ ہے کہ پہلی آیت میں فیصلہ کرنے نہ کرنے میں تخییر تھی مگر دوسری میں حتمی حکم تھا کہ ضرور فیصلہ کرو

۳۵۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَاِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ قَالَ كَانَ بَنُو النَّضِيرِ اِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ اَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ وَاِذَا قَتَلَ بَنُو قُرَيْظَةَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ اَدَّوْا اِلَيْهِمُ الدِّيَةَ كَامِلَةً فَسَوَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب یہ آیت اتری: پھر اگر وہ تیرے پاس آئیں تو ان میں فیصلہ کر یا ان سے اعراض کر۔ اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں عدل سے فیصلہ کر، بلاشبہ اللہ عادلوں کو پسند کرتا ہے۔ المائدہ۔ ۴۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بنو نضیر جب بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کرتے تو نصف خون بہا ادا کرتے اور بنو قریظہ جب بنو نضیر میں سے کسی کو قتل کرتے تو پوری دیت دیتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان برابری کر دی تھی (نسائی) زمانہ جاہلیت میں ان دو یہودی قبائل میں بھی فضیلت اور بڑائی میں فرق وامتیاز تھا حالانکہ یہ خود ان کے اپنے احکام مذہب کے خلاف تھا۔

بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاءِ

(قضاء میں اجتہادِ رائے کا باب)

۳۵۸۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي عَوْنٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ اَخِي الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اُنَاسٍ مِنْ اَهْلِ حِمْصَ مِنْ اَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ

جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ اَنْ یَبْعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَھِدُ بِرَاْیِیْ وَلَا اٰلُوْ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدْرَہٗ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَا یَرْضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بعض حمصی شاگردوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ کو یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو فرمایا: جب فیصلے کی ضرورت پڑی تو کس طرح فیصلے کرے گا؟ اس نے کہا میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ حضور نے فرمایا کہ اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے تو؟ اس نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلے کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اور کتاب اللہ میں بھی نہ پائے تو پھر؟ معاذ نے کہا میں اپنی رائے نکالنے کی کوشش کروں گا اور اس معاملے میں تقصیر نہ کروں گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس رسول اللہ کے رسول کو وہ توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے (ترمذی، مگر بقول ترمذی اس کی سند متصل نہیں ہے۔ اصحاب معاذ بن جبل مجہول ہیں اور صحابی کا نام بھی غائب ہے)

شرح: خطابی فرماتے ہیں کہ معاذ بن جبل کے اس قول کا: اَجْتَھِدُ رَاْیِیْ مطلب یہ ہے کہ میں قیاس کے طریقے سے اس قضیئے کو کتاب وسنت کے معانی کی طرف لوٹانے کی پوری کوشش (اجتہاد) کروں گا۔ ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کتاب وسنت کو چھوڑ کر میں اپنی رائے استعمال کروں گا۔ اس سے قیاس واجتہاد کا ثبوت ملا اور یہ بھی کہ وہ کب ضروری ہوگا۔ وَلَا آلُوْ کا معنی یہ ہے کہ میں اجتہاد میں کمی نہ کروں گا اور اس کے استعمال میں کوتاہی نہ کرونگا مولانا نے فرمایا کہ اس حدیث کے کئی شواہد ہیں جو حضرت عمر، ابن مسعود، زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ عنہم پر موقوف ہیں اور بیہقی نے انہیں سنن میں روایت کیا ہے۔

۳۵۸۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا یَحْیٰی عَنْ شُعْبَۃَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْعَوْنِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ نَاسٍ مِنْ اَصْحَابِ مُعَاذٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ بِمَعْنَاہُ۔

ایک اور سند سے گزشتہ حدیث کی ہم معنی حدیث۔

باب ۱۲ فِي الصُّلْحِ

(صلح کا باب ۱۲)

۳۵۹۰. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ح وَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الدِّمَشْقِيُّ نَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ أَوْ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ شَكَّ الشَّيْخُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ زَادَ أَحْمَدُ إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا زَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلح مسلمانوں میں جائز ہے، احمد راوی نے یہ اضافہ کیا: مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام کرے۔ سلیمان راوی نے یہ اضافہ کیا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان اپنی شرطوں پر ہیں (ترمذی)

شرح: ابوسلیمان الخطابی نے کہا کہ صلح مغاوضات کی مانند ہے لہٰذا صرف ان چیزوں میں جائز ہے جہاں مال کا وجوب ہو اور دعوائے قذف میں یا دعوائے زوجیت میں اور نہ کسی مجہول چیز پر جائز ہے اور نہ اس بات پر کہ اپنے کسی قرض کو بھوسے بسرے مال پر محمول کر کے صلح کی جائے کیونکہ یہ نسیئہ بعا وضہ نسیئہ کی مانند ہوگا۔ اور مالک کے قول کے مطابق اقرار پر صلح جائز نہیں اور شافعی کے قول پر انکار پر جائز نہیں اور حنفیہ کے نزدیک ان دونوں پر بیک وقت جائز ہے۔ اور صلح کی ایک اور قسم ہے وہ یہ کہ کسی مال پر مصالحت کی جائے کہ بطور نقد اس کا بعض حصہ ہی ادا کرنا ہے۔ اور یہ اگرچہ صلح کہلاتی ہے مگر دراصل یہ بات الابراء کی قسم سے ہے۔ اور حدیث کے یہ الفاظ کہ: المسلمون علی شروطھم کا مطلب یہ ہے کہ جائز شروط نہ کہ فاسد شرطیں، جیسا کہ اللہ تعالے نے عقود کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حلال و حرام سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی حلت و حرمت دائما شرع میں ثابت ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ حرام صلح کے بعد بھی حرام رہے گا اور حلال صلح کے بعد بھی حلال رہیگا گو صلح سے اس کی تحریم لازم آئے۔ اور حلال کو حرام کرنے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زوجہ خاوند سے یہ مصالحت کرے کہ وہ اسے طلاق نہ دے گا یا اس پر نکاح ثانی نہ کرے گا یا اس کی سوت کے ہاں رات نہ گزارے گا۔ حرام کو حلال کرنیکی مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی دوسرے سے اس شرط پر صلح کرے کہ فلاں لونڈی سے مقاربت کرے گا حالانکہ اس پر

یہ حلال نہیں یا مثلاً کسی مال کو کھا جانے پر صلح کرے جس کا کھانا اس پر حلال نہیں۔ حدیث میں ہے کہ ہر شرط جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے۔ حرام کو حلال کرنے کی شرط یہ بھی ہے کہ ظالم کی مدد یا باغی کی مدد یا مسلمانوں سے جنگ کرنے کی شرط لگائی جائے۔ حلال کو حرام کرنے کی مثال یہ ہے کہ وہ اپنی زوجہ سے وطی نہ کرے گا یا اپنی لونڈی سے مقاربت نہ کرے وغیرہ۔

۳۵۹۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ وَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا كَعْبُ فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَشَارَ لَهُ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهِ۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس نے ابن ابی حدرد سے ایک قرض کی ادائیگی کا تقاضا کیا جو اس کے ذمہ تھا۔ یہ مسجد کا واقعہ ہے اور دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں حتیٰ کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لیا جب کہ آپ اپنے گھر میں تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے کا پردہ اٹھا کر باہر تشریف لائے اور کعب بن مالک کو پکارا۔ فرمایا: اے کعب! اس نے کہا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! پس حضور نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ نصف قرض چھوڑ دو۔ کعب بولا: یا رسول اللہ میں نے چھوڑا۔ حضور نے دوسرے شخص سے فرمایا: اٹھ اور قرض کو ادا کر (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس حدیث سے قاضی کے صلح کرانے کا جواز نکلا کہ وہ مقدمہ کے فریقین میں مصالحت کرائے، اور یہ بھی کہ جب صلح میں اصل قرض یا مطالبے سے کچھ کم کیا جائے تو باقی کا نقد ادا کرنا واجب ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقروض کو مسجد میں پکڑنا اور قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

بَابٌ ۱۳ فِي الشَّهَادَاتِ

(شہادتوں کا باب ۱۳)

۳۵۹۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ

وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِيْ يَاْتِيْ بِشَهَادَتِهِ اَوْ يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ اَنْ يُسْاَلَهَا شَكَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ اَيَّتَهُمَا قَالَ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ قَالَ مَالِكٌ الَّذِيْ يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ وَلَا يَعْلَمُ بِهَا الَّذِيْ هِيَ لَهُ قَالَ الْهَمْدَانِيُّ وَيَرْفَعُهَا اِلَى السُّلْطَانِ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ اَوْ يَاْتِيْ بِهَا الْاِمَامَ وَالْاِخْبَارُ فِيْ حَدِيْثِ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ ابْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ لَمْ يَقُلْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

زید بن خالد جہنی نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں بہترین گواہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہے جو سوال کئے جانے سے پہلے اپنی شہادت پیش کرے، یا کہا کہ اس کی خبر دے، شک عبداللہ بن ابی بکر راوی کو ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ مالک نے یہ لفظ بولا ہے: جو اپنی شہادت کی خبر دے اور جس کے لئے وہ شہادت ہے اسے علم بھی نہ ہو۔ ہمدانی نے کہا: اور اسے حاکم کو پہنچائے۔ ابن السرح نے کہا: یا وہ گواہی امام کے پاس لائے۔ ہمدانی کی حدیث میں اخبار کا لفظ ہے اور ابن السرح نے عبدالرحمٰن نہیں کہا بلکہ ابن ابی عمرہ کہا ہے (یہ حدیث بخاری، ترمذی، ابن ماجہ اور بقول منذری نسائی میں بھی ہے)

شرح: بقول خطابی اس شہادت سے مراد وہ گواہی ہے جس کا صاحب حق کو علم نہ تھا اور گواہ نے بتایا کہ میں فلاں بات کا شاہد ہوں۔ بعض نے کہا کہ اس کا تعلق امانت اور ودیعت کے ساتھ ہے۔ کوئی حق دار جب کسی حق کا دعوی کرے تو جب تک حاکم کے پاس شہادت نہ ہو گی اس کا کوئی مول نہیں۔ اور یہ تب ہوگا جب کہ حق دار شاہد سے شہادت دینے کا مطالبہ کرے۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ کچھ لوگ آئیں گے جو قسم اٹھوائے بغیر حلف اٹھائیں گے اور شہادت کے مطالبے کے بغیر گواہی دیں گے، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بلا ضرورت و مطالبہ خواہ مخواہ شہادت دیتے ہیں۔ یا وہ لوگ غیبی امور پر یوں ہی قسمیں کھائیں گے مثلاً یہ کہ فلاں جنتی ہے اور فلاں جہنمی۔ یہ اللہ پر جرأت ہے جو مذموم و ممنوع ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُعِيْنُ عَلٰى خُصُوْمَةٍ مِّنْ غَيْرِ اَنْ يَّعْلَمَ اَمْرَهَا

(اس آدمی کا باب جو لاعلمی کے باوجود کسی مقدمے میں مدد کرے)

۳۵۹۳۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ نَا زُهَيْرٌ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنْ يَحْيٰى

بن راشد قال جلسنا لعبد الله بن عمر فخرج إلينا فجلس فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من حالت شفاعته دون حد من حدود الله فقد ضاد الله ومن خاصم في باطل وهو يعلمه لم يزل في سخط الله حتى ينزع عنه ومن قال في مؤمن ما ليس فيه أسكنه الله ردغة الخبال حتى يخرج مما قال۔

یحییٰ بن راشد نے کہا کہ ہم لوگ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتظار میں بیٹھے تھے، وہ ہماری طرف نکلا اور ہمارے پاس بیٹھ کر بولا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا کہ جس شخص کی سفارش اللہ کی حدوں میں سے کسی حد میں حائل ہوگئی تو اس نے اللہ سے جنگ کی۔ اور جس شخص نے جان بوجھ کر باطل میں جھگڑا کیا، تو جب تک باز نہ آئے گا برابر اللہ کی ناراضگی میں مبتلا رہے گا۔ اور جو کسی ایماندار کے بارے میں وہ بات کہے جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو جہنمیوں کی پیپ ملی مٹی میں ٹھہرائے گا حتیٰ کہ وہ اپنے قول سے باہر نکلے (توبہ کرے) بقولِ خطابی ردغہ کا معنیٰ کیچڑ ہے اور یہاں اس کا معنیٰ ہے: اہل جہنم کے بہنے والے مادّوں سے جس مٹی میں کیچڑ بن گیا ہوگا۔ معاذ اللہ منہ۔

۳۵۹۴۔ حدثنا علي بن الحسين بن إبراهيم نا عمر بن يونس نا عاصم بن محمد بن زيد العمري قال حدثني المثنى بن يزيد عن مطر الوراق عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم بمعناه قال ومن أعان على خصومة بظلم فقد باء بغضب من الله۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی معنیٰ میں نافع کی روایت۔ فرمایا: جس نے ظلم کے ساتھ کسی مقدمے میں مدد کی تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا۔

باب ۱۵ في شهادة الزور

(جھوٹی گواہی کا باب)

۳۵۹۵۔ حدثنا يحيى بن موسى البلخي نا محمد بن عبيد حدثني سفيان يعني العصفري عن أبيه عن حبيب بن النعمان الأسدي عن خريم بن فاتك قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الصبح فلما انصرف قام قائما فقال عدلت شهادة الزور بالإشراك بالله

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ۔

خریم بن فاتک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور اسے ختم کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: جھوٹی گواہی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر ٹھہرایا گیا ہے، تین بار فرمایا۔ پھر یہ آیت پڑھی: پس بتوں کی پلیدی سے اجتناب کرو اور جھوٹ بولنے سے اجتناب کرو، درانحالیکہ تم توحید الٰہی کا اقرار کرنے والے ہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانے والے نہیں ہو۔ الحج۔ ۳۰ (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ جھوٹی بات کے بہت سے درجے اور مراتب ہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا بھی جھوٹ کے مراتب میں سے ہے کیونکہ یہ ایک بڑی ہی جھوٹی بات ہے۔ شاید اسی لئے اس حدیث میں جھوٹ کو شرک کی مانند اور اس کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ ۱۶ مَنْ تُرَدُّ شَهَادَتُهٗ

(باب ۱۶۔ جن کی شہادت رد کی جاتی ہے)

۳۵۹۶۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ شَهَادَةَ الْخَائِنِ وَالْخَائِنَةِ وَذِي الْغِمْرِ عَلٰى اَخِيْهِ وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِاَهْلِ الْبَيْتِ وَاَجَازَهَا لِغَيْرِهِمْ قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ الْغِمْرُ الْحِقْدُ وَالشَّحْنَاءُ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خائن مرد و عورت کی شہادت رد کی اور اس کی جو اپنے بھائی سے کینہ رکھے۔ اور کسی گھر پر انحصار کرنے والے کی شہادت اس گھر والوں کے لئے رد کی اور دوسروں کے لئے جائز رکھی۔ ابوداؤد نے کہا کہ حدیث کے لفظ الغمر کا معنی کینہ اور بغض ہے اور قانع کا معنی یہاں تابع مزدور ہے جیسا کہ خاص مزدور۔

شرح: فتح الودود میں ہے کہ خیانت سے مراد صرف انسانی معاملات میں ہی بد دیانتی نہیں ہے بلکہ اللہ کے احکام و فرائض میں خیانت بھی اس میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کا نام امانت رکھا ہے: "اے ایمان والو! اللہ اور آپس کی باہمی امانتوں میں خیانت مت کرو"، پس جس نے اللہ کے احکام کو ضائع کیا اور اس کی گواہی کو توڑا تو وہ بھی خائن ہے۔ جو شخص کسی خاندان پر انحصار رکھتا ہے، ان کے ہاں ملازم ہے یا اجرت پہ کام کرتا ہے اور انہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی شہادت ان کے حق میں تہمت کے باعث رد کی جاتی ہے کہ یہ شخص جا و بیجا حمایت اور اعانت پہ مجبور ہے۔

۳۵۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفِ بْنِ طَارِقٍ الرَّازِيُّ نَا زَيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ الْخُزَاعِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى بِإِسْنَادِهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ وَلَا ذِي غِمْرٍ عَلَى أَخِيهِ -

اوپر کی حدیث کو سلیمان بن موسیٰ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خائن مرد اور خائن عورت کی شہادت جائز نہیں اور نہ زانی مرد اور زانی عورت کی اور نہ اس کی جو اپنے بھائی کے خلاف کینہ رکھتا (ابن ماجہ، ترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

شرح: زانی اور زانیہ سے مراد وہی ہے جو سورۂ نور میں ہے یعنی جن کو اس جرم میں کوڑے لگ چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے مردود الشہادت ہیں۔ واللہ اعلم۔

بَابُ شَهَادَةِ الْبَدَوِيِّ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ

(شہریوں کے خلاف صحرائی کی شہادت کا باب)

۳۵۹۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَنَافِعُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلَى صَاحِبِ قَرْيَةٍ -

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کسی بدوی کی گواہی کسی شہر والے کے خلاف جائز نہیں ہے (ابن ماجہ، منذری نے کہا کہ اس کی سند کے راوی مسلم کے راوی ہیں)

شرح: معالم السنن میں خطابی نے کہا ہے کہ بدوی کسی دینی نقص کے باعث مردود الشہادۃ نہیں بلکہ اس کے کھردرے پن اور بالعموم جہالت کے باعث اور شہری معاملات سے بے خبری کے باعث اس کی شہادت کو ناپسند کیا گیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ نے اس کی ایک اور توجیہ کی ہے کہ جو شخص بدوی کی شہادت پیش کرتا ہے اور اپنے قریب رہنے والے شہریوں کی شہادت سے گریز کرتا ہے اس کا مقدمہ مشکوک ہے ورنہ وہ ایسا کیوں کرتا؟ ہاں اگر کوئی شہری صحراء میں گیا ہوا ہے تو وہاں کے پیش آمدہ واقعات و معاملات میں بدوی کی شہادت جائز ہے خطابی نے کہا کہ بدوی جب عادل ہو اور شہادت کے نشیب و فراز جانتا ہو، شہادت کو درست طور پر ادا کر سکے تو اس کی شہادت عامۃ علماء کے نزدیک جائز ہے (کیونکہ اس کو رد کرنے کا سبب ختم ہو چکا ہے)

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الرَّضَاعِ

(رضاعت پر شہادت کا باب)

۳۵۹۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَحَدَّثَنِيهِ صَاحِبٌ لِي عَنْهُ وَأَنَا لِحَدِيثِ صَاحِبِي أَحْفَظُ قَالَ تَزَوَّجْتُ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِهَابٍ فَدَخَلَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْنَا جَمِيعًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَأَعْرَضَ عَنِّي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا لَكَاذِبَةٌ قَالَ وَمَا يُدْرِيكَ وَقَدْ قَالَتْ مَا قَالَتْ دَعْهَا عَنْكَ۔

عقبہ بن حارث نے کہا کہ میں نے ام یحیٰی بنت ابی اھاب سے نکاح کیا تو ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی اور بولی کہ اس نے ہم دونوں (میاں بیوی) کو دودھ پلایا تھا۔ پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور یہ واقعہ آپ کو بتایا، آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ جھوٹی ہے آپ نے فرمایا: تجھے کیا معلوم؟ حالانکہ وہ کہہ چکی جو کہہ چکی؟ اس عورت کو چھوڑ دے (بخاری، ترمذی، نسائی)

شرح: خطابی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد کے پہلے جملے: وَمَا يُدْرِيكَ الخ میں بات کو معلق رکھا گویا ایک علت بیان فرمائی اور اس کے بعد دوسرا جملہ: دَعْهَا عَنْكَ فرمایا جس میں یہ اشارہ تھا کہ یہ تقاضائے ورع وتقویٰ ہے فیصلہ اور حکم نہیں۔ اور اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جن چیزوں کی مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی ان میں (مطلقاً) ایک عورت کی گواہی معتبر ہے اور اس کا قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ گواہ مرد ہو یا عورت، اس کا عادل ہونا ضروری ہے۔ شہادت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ائمہ و حکام اور قضاۃ کے پاس ادا ہوتی ہے۔ یہ ایک انفرادی واقعہ تھا کہ اتفاقاً ایک عورت آئی اور اس نے عقبہ رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ تیری بیوی تیری رضاعی بہن ہے۔ وہ کشمکش و پیچ میں تھا، تصدیق و تکذیب یقینی طور پر نہ کر سکتا تھا۔ عورت کا یہ قول (کسی مقدمہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور شہادت نہ تھا جو کہ فیصلے کی بنیاد بنتا یا اس کے حجت ہونے نہ ہونے کی بحث و تحمیص کی جاتی۔ رضاعت کے باب میں شہادت دینے والی عورتوں کے عدد میں اختلاف ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ جن چیزوں پر مرد مطلع نہیں ہوتے ان میں صرف ایک عورت کی شہادت مقبول ہے اور بچے کی پیدائش پر اس کی زندگی کے بارے میں صرف قابلہ (دایہ) کی شہادت جائز ہے۔ یہی قول شعبی اور نخعی سے مروی ہے۔ عطاء، قتادہ اور شافعی اس معاملے میں کم از کم چار عورتوں کی شہادت کو قابل قبول گردانتے ہیں۔ مالک نے کہا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے اور یہی قول ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا بھی ہے۔

۳۶۰۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ نَا الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ الْبَصْرِيُّ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ الْحَارِثِ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ وَلَكِنِّي لِحَدِيثِ عُبَيْدٍ أَحْفَظُ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ۔

عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ وہی حدیث۔ ابو داؤد نے کہا کہ حماد بن زید نے الحارث بن عمیر کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ ایوب کے ثقہ شاگردوں میں سے ہے۔

بَاب ۱۹ شَهَادَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ فِي الْوَصِيَّةِ فِي السَّفَرِ

(اہل ذمہ کی شہادت کا باب اور سفر میں وصیت)

۳۶۰۱ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ نَا هُشَيْمٌ أَنَا زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ بِدَقُوقَاءَ هٰذِهِ وَلَمْ يَجِدْ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُشْهِدُهُ عَلَى وَصِيَّتِهِ فَأَشْهَدَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقَدِمَا الْكُوفَةَ فَأَتَيَا أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ فَأَخْبَرَاهُ وَقَدِمَا بِتَرِكَتِهِ وَوَصِيَّتِهِ فَقَالَ الْأَشْعَرِيُّ هٰذَا أَمْرٌ لَمْ يَكُنْ بَعْدَ الَّذِي كَانَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَفَهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ بِاللّٰهِ مَا خَانَا وَلَا كَذَبَا وَلَا بَدَّلَا وَلَا كَتَمَا وَلَا غَيَّرَا وَإِنَّهَا لَوَصِيَّةُ الرَّجُلِ وَتَرِكَتُهُ فَأَمْضَى شَهَادَتَهُمَا۔

شعبی سے روایت ہے کہ مقام دقوقاء میں ایک مسلمان کی موت کا وقت آگیا اور اُسے اپنی وصیت پر گواہ بنانے کے لئے کوئی مسلمان نہ ملا تو اس نے اہل کتاب میں سے دو مردوں کو گواہ بنا دیا۔ وہ دونوں کوفہ میں گئے اور ابو موسیٰ اشعری کے پاس جا کر اسے واقعہ بتایا اور اس مسلمان کا ترکہ اور وصیت بھی ساتھ لائے۔ اشعری نے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیش آنے والے واقعہ کے بعد یہ اس قسم کا پہلا واقعہ ہے۔ پھر ان دونوں کو عصر کے بعد قسم دلائی کہ واللہ انہوں نے نہ خیانت کی، نہ جھوٹ بولا اور نہ تبدیلی کی اور نہ چھپایا اور نہ اس میں تغیر کیا اور یہ کہ یہ وصیت اُسی شخص کی ہے۔ پھر ان کی شہادت کو نافذ کر دیا۔

شرح: دقوقاء بغداد اور اربل کے درمیان ایک شہر تھا۔ حضور کے زمانے کے جس واقعہ کی طرف ابو موسیٰ نے اشارہ کیا وہ عدی بن بداء اور تمیم داری کا قصہ ہے جو اگلی حدیث میں آتا ہے۔ خطابی نے کہا کہ اس امر کی دلیل ہے کہ حالت سفر میں ذمیوں کی شہادت مسلم کی وصیت پر مقبول ہے، اس قسم کی حالت میں ان کی شہادت کے مقبول ہونے کا

قول شرح: ابراہیم نخعی، اوزاعی اور احمدؒ سے مروی ہے۔ شافعی کے نزدیک ذمی کی شہادت مسلم یا کافر کسی پر بھی کسی حالت میں مقبول نہیں اور یہی مالک کا قول ہے۔ احمدؒ کے نزدیک اہل کتاب کی شہادت ایک دوسرے پر جائز نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک تمام کافروں کی شہادت ایک دوسرے پر مقبول ہے اور کفر ایک ہی ملت ہے (یہود و نصاری یا کسی اور میں اس بات میں فرق نہیں ہے) کچھ اور فقہاء کا قول ہے کہ یہودی کی شہادت یہودی پر جائز ہے مگر نصرانی پر نہیں کیونکہ یہ مختلف ملتیں ہیں اور ایک ملت کی شہادت دوسری پر جائز نہیں، یہ شعبی، ابن ابی لیلیٰ اسحاق بن راھویہ اور زہری کا قول ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر عداوت کا ذکر کیا ہے۔

٣٦٠٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَهْمٍ مَعَ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِأَرْضٍ لَيْسَ فِيهَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوا جَامَ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا بِالذَّهَبِ فَأَحْلَفَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ فَقَالُوا اشْتَرَيْنَاهُ مِنْ تَمِيمٍ وَعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَاءِ السَّهْمِيِّ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَأَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِنَا قَالَ فَنَزَلَتْ فِيهِمْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الْآيَةَ -

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بنی سہم کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر پر گیا پس وہ سہمی مرگیا اور ایسی سرزمین میں مرا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ جب یہ دونوں اس کا ترکہ لے کر آئے تو لوگوں نے ایک چاندی کا جام گم پایا جس پر سونے کی لکیریں تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو قسم دلائی۔ اس کے بعد وہ جام مکہ میں پایا گیا تو لوگوں نے کہا ہم نے تمیم اور عدی سے خریدا تھا۔ پس سہمی کے اولیاء میں سے دو مرد اٹھے اور انہوں نے قسم کھائی کہ ہماری گواہی پہلے دو گواہوں کی شہادت سے قبولیت کی زیادہ مستحق ہے اور یہ کہ جام اُن کے (یعنی قسم کھانے والوں کے) ساتھی کا ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت اتری: اے ایمان والو جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو تمہارے اندر شہادت یوں ہوگی آخر المائدہ ۱۰۶ (ترمذی، بخاری نے اسے علی بن المدینی پر معلق کر کے روایت کیا ہے)

شرح: منذری نے سہمی کا نام بدیل بن ابی ماریہ سہمی لکھا ہے اور یہ بنی سہم کا غلام تھا۔ دو قسم کھانے والوں کا نام اس حدیث میں نہیں آیا ہے۔ بعض کے نزدیک وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص اور مطلب بن سہمی تھے۔ عدی بن بداء نصرانی تھا اور اسی مذہب پر مرا۔ ترمذی نے یہ قصہ یوں لکھا ہے کہ تمیم نے کہا، جب وہ شخص مرگیا تو ہم نے وہ جام لیا اور ایک ہزار درہم میں فروخت کر کے رقم بانٹ لی۔ جب ہم اس مرنے والے

کے گھر آئے تو انہیں وہ سامان دیا جو ہمارے پاس تھا، انہوں نے ہم سے جام کے متعلق پوچھا تو ہم نے کہا کہ اس کا تو کہ فقط اسی قدر تھا اور یہی اس نے ہمارے سپرد کیا تھا۔ تمیم نے کہا کہ پھر جب میں اسلام لایا (یعنی حضور کی ہجرت مدینہ کے بعد) تو اس واقعہ کی وجہ سے گناہ کے احساس سے شرمندہ ہوا اور پھر اس سہمی کے گھر والوں کے پاس گیا اور انہیں سب کچھ بتا دیا۔ میں نے اپنا حصہ پانچ صد درہم بھی ادا کر دیا اور انہیں بتایا کہ میرے ساتھی عدی کے پاس بھی اتنی ہی رقم ہے۔ وہ لوگ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، آپ نے گواہ مانگے جو انہوں نے نہ پائے۔ پھر حضور نے انہیں حکم دیا کہ اسے وہ قسم دلائیں جو اس کے اہل دین کے نزدیک بہت بڑی ہو تو اس نے قسم کھالی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ آلخ پس عمرو بن العاص اور ایک اور آدمی اٹھا (بنی سہم کے قبیلے والے) ان دونوں نے قسم کھائی تو پانچ صد درہم کی رقم عدی بن بداء سے نکلوائی گئی (اس سے معلوم ہوا کہ مرنے والا شخص تو مسلمان تھا اور وصیت وغیرہ کے گواہ عیسائی، تمیم رضی اللہ عنہ اس وقت کے بعد مسلمان ہوا)

خطابی نے کہا کہ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو مدعی پر قسم کے رد ہونے کے قائل ہیں۔ اور یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حسن بصری اور عمر بن شرجبیل کا قول ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سورۂ مائدہ قرآن کی آخری نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے اور اس میں سے کچھ بھی منسوخ نہیں ہوا۔ جن لوگوں کا قول اس کے خلاف ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ آیت وصیت کے متعلق ہے شہادت کے متعلق نہیں، آیت کا نزول ہوا ہی وصیت میں تھا۔ تمیم داری اور اس کا ساتھی عدی بن عداء وصی تھے شاہد نہ تھے۔ شاہدوں سے حلف نہیں لیا جاتا درانحالیکہ ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف لیا تھا۔ اسے شہادت کا نام اس امانت کے باعث دیا گیا جو ان کے پاس تھی۔ آیت میں شہادت اللہ سے مراد امانت اللہ ہے۔

بَابٌ اِذَا عَلِمَ الْحَاکِمُ صِدْقَ شَھَادَۃِ الْوَاحِدِ یَجُوْزُ لَہٗ اَنْ یَّقْضِیَ بِہٖ

(باب۲۔ جب حاکم کو ایک شاہد کے صدق کا علم ہو تو اس پر فیصلہ کرنا جائز ہے)

۳۶۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی ابْنِ فَارِسٍ اَنَّ الْحَکَمَ بْنَ نَافِعٍ حَدَّثَھُمْ قَالَ اَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ خُزَیْمَۃَ اَنَّ عَمَّہٗ حَدَّثَہٗ وَھُوَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَ فَرَسًا مِنْ اَعْرَابِیٍّ فَاسْتَتْبَعَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَقْضِیَہٗ ثَمَنَ فَرَسِہٖ فَاَسْرَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَشْیَ وَاَبْطَاَ الْاَعْرَابِیُّ فَطَفِقَ رِجَالٌ یَعْتَرِضُوْنَ الْاَعْرَابِیَّ فَیُسَاوِمُوْنَہٗ بِالْفَرَسِ وَلَا یَشْعُرُوْنَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِبْتَاعَهُ فَنَادَى الْأَعْرَابِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ مُبْتَاعًا هٰذَا الْفَرَسَ وَإِلَّا بِعْتُهُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ سَمِعَ نِدَاءَ الْأَعْرَابِيِّ فَقَالَ أَوَلَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ قَالَ الْأَعْرَابِيُّ لَا وَاللّٰهِ مَا بِعْتُكَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ فَطَفِقَ الْأَعْرَابِيُّ يَقُوْلُ هَلُمَّ شَهِيْدًا فَقَالَ خُزَيْمَةُ أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهُ فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خُزَيْمَةَ فَقَالَ بِمَ تَشْهَدُ فَقَالَ بِتَصْدِيْقِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ۔

عمارہ بن خزیمہ نے اپنے چچا سے روایت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھا، اس کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے گھوڑے کی قیمت ادا کرنے کے لئے چلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تیز چلے اور اعرابی آہستہ چل کر پیچھے رہ گیا۔ کچھ لوگ اس بدّو سے ملتے اور اس سے گھوڑے کا سودا کرتے تھے، انہیں معلوم نہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید کر چکے ہیں۔ پس اس بدّو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بآوازِ بلند پکار کر کہا کہ اگر آپ کو یہ گھوڑا خریدنا ہو تو بہتر ورنہ میں اسے بیچ ڈالوں۔ بدّو کی آواز سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا: کیا تو نے اس کو بیچ نہیں دیا تھا؟ اور میں نے اسے خریدا نہ تھا؟ بدّو بولا۔ نہیں، واللہ میں نے اسے آپ کے ہاتھ نہیں بیچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں؟ میں نے یہ تجھ سے خرید لیا تھا۔ وہ بدّو کہنے لگا کہ گواہ لائیے، خزیمہ بن ثابت نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے حضور سے اس گھوڑے کی بیع کی ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم کیسے شہادت دیتے ہو؟ خزیمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کی تصدیق کے باعث۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت جیسا قرار دیا (نسائی)

شرح: منذری نے کہا ہے کہ اس اعرابی کا نام سوار بن حارث یا سوار بن قیس محاربی تھا اور لوگوں نے اسے صحابی شمار کیا ہے، کہتے ہیں کہ بعض منافقوں کے کہنے پر اس نے بیع کا انکار کیا تھا اور اس گھوڑے کا نام المرتجز تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں میں مذکور ہوتا ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب بعض لوگ غلط لیتے اور اس سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض بدعتیوں نے اس کا یہ مطلب نکالا ہے کہ فلاں شخص جو ہمارے نزدیک سچا ہے وہ جس بات کی بھی شہادت دے گا شرعاً قبول اور نافذ ہو گی (حالانکہ حدیث کا یہ موقع و محل اور مطلب ہے ہی نہیں۔ اُس بدّو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو گواہ طلب نہیں کئے تھے نہ یہ قصہ بطور مقدمہ خدانخواستہ کسی قاضی کے سامنے پیش تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدّعی تھے اور آپ پر دو گواہ پیش کرنا قانوناً لازم تھا۔ اسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بھی شمار کر سکتے ہیں مگر فقہی بات وہ ہے جو علامہ خطابی نے لکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے پرائے کے نزدیک) صادق و امین تھے اور خزیمہ کی شہادت آپ کی شہادت

وعلم پر بطور تاکید اور فریق ثانی پر بطور اتمام حجت تھی۔ قانوناً بھی اس معاملے میں فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مقبول تھا مگر خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک اور حجت کو ظاہر کیا کہ ہم جب آپ کو دعوائے رسالت میں صادق القول اور امین مانتے ہیں تو آپ کی ہر بات برحق ہے۔ خزیمہ کی بات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تائید و توکید کی لہٰذا اس کا قول دو مردوں کی شہادت کے برابر ٹھہرا۔ اگر قضاء اور قانونِ شہادت کے نقطۂ نگاہ سے دیکھیں تو مدعی وہ اعرابی تھا اور شہادت پیش کرنا اس کے ذمہ آتا تھا، مگر حضور نے معاملے کو اس الجھن میں نہیں پڑنے دیا (واللہ اعلم بالصواب) اس پر مزید گفتگو کی گنجائش ہے جس کا یہ محل نہیں۔

بَابُ الْقَضَاءِ بِالْيَمِينِ وَالشَّاهِدِ

(یمین اور شاہد کے ساتھ فیصلے کا باب)

۳۶۰۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ أَنَّ زَيْدَ بْنَ الْحُبَابِ حَدَّثَهُمْ قَالَ نَا سَيْفٌ الْمَكِّيُّ قَالَ عُثْمَانُ سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور گواہ کے ساتھ فیصلہ فرمایا (مسلم، ابن ماجہ، نسائی)

شرح، فتح الودود میں ہے کہ جمہور کے نزدیک اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس صرف ایک گواہ ہو اور وہ دوسرے گواہ کے بدلے میں خود حلف اٹھالے تو اس طرح اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ اور جن لوگوں کا یہ قول نہیں شاید وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرسکیں کہ جب مدعی کے پاس شہادت کا پورا نصاب یعنی دو گواہ موجود نہ ہوں تو پھر فیصلہ مدعیٰ علیہ کی قسم پر ہوگا کیونکہ اسلام کا بنیادی قانونی فیصلہ یہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔ گواہی بذمۂ مدعی ہے اور قسم بذمۂ مدعا علیہ۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس حدیث کا لفظ یمین و شاہد ایک جنس ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ کبھی آپ نے فیصلہ یوں فرمایا اور کبھی یوں۔ یعنی جب مدعی کے پاس گواہ ہو تو فیصلہ گواہوں پر ہوا اور ایسا نہ ہو تو فیصلہ قسم پر جو مدعا علیہ پر ہوتی ہے۔ ان تاویلات کی ضرورت اس لئے ہے کہ حضور کا وہ ارشاد جو اس باب میں ایک قاعدہ کلیہ پیش کرتا ہے، یعنی اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔ یہ احادیث اس کے مطابق ہو جائیں۔ بصورتِ دیگر احادیث میں تضاد رہے گا۔ یہ حدیث مشہور بلکہ متواتر کے قریب ہے۔ اخبارِ آحاد سے قواعدِ کلیہ نہیں ٹوٹ سکتے اور اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ قضاء کا اصل قاعدہ یہی ہے کہ ثبوت بذمہ مدعی اور قسم بذمہ مدعا علیہ ہے۔ یعنی مدعی اور مدعا علیہ کے وظائف و فرائض الگ الگ ہیں، ایک کا وظیفہ شہادت پیش کرنا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرسکے تو دوسرے کے ذمہ حلف ہے۔

البدائع میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کو مدعیٰ علیہ پر واجب کیا ہے لہٰذا اگر اسے مدّعی کی دلیل مانا جائے تو وہ مدعا علیہ پر واجب نہیں رہتی۔ اور یہ بات خلافِ نص ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الیمین کے لفظ سے لام تعریف کے ساتھ قسم کی جنس کو مدعا علیہ کے ساتھ خاص کیا ہے، مطلب یہ کہ قسم (ساری کی ساری بوجہ لام استغراق) صرف مدعا علیہ کے لئے ہے۔ اب اگر اُسے مدّعی کے لئے ٹھہرایا جائے تو الیمین مدعا علیہ پر نہ رہی کیونکہ اس کا کچھ حصہ مدّعی کے لئے ہوگیا اور کچھ مدعا علیہ کے لئے۔ گویا اس قاعدۂ کلیہ کے خلاف یمین کبھی مدّعی کی حجت بھی ہوتا ہے درانحالیکہ وہاں اُسے مدعیٰ علیہ کی ہی حجت بتایا گیا ہے۔ اور یہ بات نص کے خلاف ہے، جہاں تک اس زیر بحث حدیث کا تعلق ہے تو امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شاہد اور یمین (منجانب مدّعی) کے ساتھ کوئی فیصلہ ثابت نہیں ہے۔ زہری سے جب شاہد و یمین کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا: یہ بدعت ہے۔ اور مروی ہے کہ ایک شاہد و یمین کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا۔ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ صحابہ کے دَور میں فیصلہ مدّعی کے لئے دو شاہدوں کے ساتھ ہوتا تھا اور سب سے پہلے ایک شاہد پر فیصلہ عبدالملک بن مروان نے کیا۔ یہ ایک انفرادی فعل تھا جو کسی کے لئے حجت نہیں۔ یہ حدیث آحاد میں سے ہے جو مشاہیر اور قواعدِ کلیہ کے مقابلے میں حجت نہیں ہو سکتی۔ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہ نے امان کے بعض مقدمات میں ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ ہو سکتا ہے جب کہ شاہد عادل ہو، مثلاً ایک شخص جو مومن عادل ہے ایک گواہ اور قسم پیش کرتا ہے کہ میں نے اس کافر کو امان دی ہے تو اس کافر کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اسے غلام ضرور بنایا جائیگا (دماء کے معاملے میں اور غیر مسلموں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرنے میں احتیاط و وسعت کے تقاضوں کے پیش نظر) پس اس بحث سے واضح اور ثابت ہوگیا کہ حلف کو مدّعی کی حجت قرار دینا بے محل ہے لہٰذا ظلم ہے۔ ترمذی نے العلل میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن دینار نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نہیں سُنی، پس یہ منقطع بھی ہے گو مسلم نے بھی اسے قیس بن سعد عن عمرو بن دینار عن ابن عباس روایت کیا ہے۔ فتح الودود کی بحث تمام ہوئی۔

۳۶۰۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ يَحْيٰى وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ سَلَمَةُ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ عَمْرٌو فِي الْحُقُوْقِ۔

یہی حدیث عبدالرزاق کی روایت سے اوپر کی سند یعنی عمرو بن دینار عن ابن عباس کے ساتھ اُسی معنی سے ہے اس میں سلمہ راوی کا یہ اضافہ بھی ہے کہ عمرو نے کہا: "حقوق میں" (گویا اس روایت کی رُو سے حدیث محدود ہوگئی اور دماء و جروح اس کے دائرے سے نکل گئے)

۳۶۰۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ اَبُوْ مُصْعَبٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ نَا الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَنَا الشَّافِعِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسُهَيْلٍ فَقَالَ أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ وَهُوَ عِنْدِي ثِقَةٌ إِنِّي حَدَّثْتُهُ إِيَّاهُ وَلَا أَحْفَظُهُ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَدْ كَانَ أَصَابَتْ سُهَيْلًا عِلَّةٌ أَذْهَبَتْ بَعْضَ عَقْلِهِ وَنَسِيَ بَعْضَ حَدِيثِهِ فَكَانَ سُهَيْلٌ بَعْدُ يُحَدِّثُهُ عَنْ رَبِيعَةَ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ۔

ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمین اور شاہد کے ساتھ فیصلہ فرمایا۔ ابو داؤد نے کہا کہ اس حدیث میں ربیع بن سلیمان مؤذن نے مجھے یہ اضافہ بتایا: عبد العزیز نے سہیل راوی حدیث سے یہ حدیث پوچھی تو اس نے کہا کہ مجھے ربیعہ نے بتایا ہے جو خود ثقہ تھا کہ میں نے اسے یہ حدیث سنائی تھی۔ عبد العزیز نے کہا کہ کسی بیماری کے باعث سہیل کی عقل کا کچھ حصہ جاتا رہا تھا اور وہ اپنی کچھ احادیث بھول گیا تھا۔ اس کے بعد سہیل اس حدیث کو ربیعہ کے حوالے سے بیان کیا کرتا تھا کہ وہ کہتا ہے میں نے اسے یہ حدیث بتائی تھی

۳۶۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ نَا زِيَادٌ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ بِإِسْنَادِ أَبِي مُصْعَبٍ وَمَعْنَاهُ قَالَ سُلَيْمَانُ فَلَقِيتُ سُهَيْلًا فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ مَا أَعْرِفُهُ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ رَبِيعَةَ أَخْبَرَنِي بِهِ عَنْكَ قَالَ فَإِنْ كَانَ رَبِيعَةُ أَخْبَرَكَ عَنِّي فَحَدِّثْ بِهِ عَنْ رَبِيعَةَ عَنِّي۔

سلیمان بن بلال نے ربیعہ سے ابو مصعب کی سند اور معنیٰ کے مطابق حدیث روایت کی۔ سلیمان نے کہا کہ پھر میں سہیل سے ملا اور اس سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو وہ بولا کہ میں اسے نہیں پہچانتا۔ میں نے اس سے کہا کہ ربیعہ نے یہ حدیث مجھ کو تیری طرف سے سنائی تو کہنے لگا کہ اگر ربیعہ نے تجھے میری طرف سے بتایا ہے تو اس کو ربیعہ سے میرے حوالے سے روایت کر۔

۳۶۰۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ نَا عَمَّارُ بْنُ شُعَيْثِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْبِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ جَدِّي الزُّبَيْبَ يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا إِلَى بَنِي الْعَنْبَرِ فَأَخَذُوهُمْ بِرُكْبَةٍ مِنْ نَاحِيَةِ الطَّائِفِ فَاسْتَاقُوهُمْ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبْتُ فَسَبَقْتُهُمْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ أَتَانَا جُنْدُكَ

فَاَخَذُوْنَا وَقَدْ كُنَّا اَسْلَمْنَا وَخَضْرَمْنَا اٰذَانَ النَّعَمِ فَلَمَّا قَدِمَ بَلْعَنْبَرُ قَالَ لِيْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكُمْ بَيِّنَةٌ عَلٰى اَنَّكُمْ اَسْلَمْتُمْ قَبْلَ اَنْ تُؤْخَذُوْا فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَنْ بَيِّنَتُكَ قَالَ سَمُرَةُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْعَنْبَرِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ سَمَّاهُ لَهٗ فَشَهِدَ الرَّجُلُ وَاَبٰى سَمُرَةُ اَنْ يَّشْهَدَ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبٰى اَنْ يَّشْهَدَ لَكَ فَتَحْلِفُ مَعَ شَاهِدِكَ الْاٰخَرِ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاسْتَحْلَفَنِيْ فَحَلَفْتُ بِاللّٰهِ لَقَدْ اَسْلَمْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ خَضْرَمْنَا اٰذَانَ النَّعَمِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبُوْا فَقَاسِمُوْهُمْ اَنْصَافَ الْاَمْوَالِ وَلَا تَمَسُّوْا ذَرَارِيَّهُمْ لَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُحِبُّ ضَلَالَةَ الْعَمَلِ مَا رَزَيْنَاكُمْ عِقَالًا قَالَ الزُّبَيْبُ. فَدَعَتْنِيْ اُمِّيْ فَقَالَتْ هٰذَا الرَّجُلُ اَخَذَ زِرْبِيَّتِيْ فَانْصَرَفْتُ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ لِيْ اِحْبِسْهُ فَاَخَذْتُ بِتَلْبِيْبِهٖ وَقُمْتُ مَعَهٗ مَكَانَنَا ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْنَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمَيْنِ فَقَالَ مَا تُرِيْدُ بِاَسِيْرِكَ فَاَرْسَلْتُهٗ مِنْ يَدِيْ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلرَّجُلِ رُدَّ عَلٰى هٰذَا زِرْبِيَّةَ اُمِّهِ الَّتِيْ اَخَذْتَ مِنْهَا قَالَ نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهَا خَرَجَتْ مِنْ يَدِيْ قَالَ فَاخْتَلَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْفَ الرَّجُلِ فَاَعْطَانِيْهِ فَقَالَ لِلرَّجُلِ اذْهَبْ فَزِدْهُ اٰصُعًا مِنْ طَعَامٍ قَالَ فَزَادَنِيْ اٰصُعًا مِنْ شَعِيْرٍ۔

زبیب عنبری کہتا تھا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عنبر کی طرف ایک لشکر بھیجا، پس لشکر نے انہیں رکبہ کے مقام پر (طائف کے قریب) جا لیا اور انہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہانک کر لے گئے۔ پس میں سوار ہوا اور ان سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچا اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ آپ کا لشکر ہمارے پاس آیا اور ہمیں پکڑ لیا اور ہم اسلام لا چکے تھے اور ہم نے جانوروں کے کان کاٹ دیئے تھے (جو مسلم اور غیر مسلم کے مال میں فرق و امتیاز شمار ہوتا تھا) راوی کہتا ہے کہ جب بنی عنبر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا، کیا تمہارا گواہ ہے کہ ان دنوں میں پکڑے جانے سے قبل تم اسلام لا چکے تھے؟ میں نے کہا کہ ہاں! فرمایا: تیرا گواہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ بنی عنبر کا ایک شخص سمرہ اور ایک اور آدمی جس کا راوی نے حضور کو نام بتایا۔ پس اُس آدمی نے شہادت دی اور سمرہ نے گواہی دینے سے انکار کیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس نے تیرے لئے گواہی دینے سے انکار کیا ہے، پس کیا تو اپنے دوسرے گواہ کے ساتھ قسم کھاتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں! پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قسم دلائی تو میں نے قسم کھائی کہ ہم فلاں فلاں دن مسلمان ہوئے تھے اور ہم نے جانوروں کے کان کاٹے تھے۔ پس نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اس سے نصفا نصف مال تقسیم کر لو اور ان کے بیوی بچوں کو مت چھوڑ۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالٰے عمل کا نقصان نہیں چاہتا ہم تمہیں ایک رتی کا بھی نقصان نہ پہنچاتے۔ زبیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پہ میری ماں نے مجھے بلایا اور کہا کہ: اس آدمی نے میرے قالین کو پکڑ لیا ہے، پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی، پس آپ نے مجھے فرمایا: اسے روک کر رکھو۔ پس میں نے اس کی گردن میں کپڑا ڈال کر اسے پکڑ لیا اور اسے کہ اپنی جگہ پہ کھڑا ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو کھڑے دیکھا تو فرمایا: تو اپنے قیدی سے کیا کرنا چاہتا ہے؟ پس میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس آدمی سے فرمایا: اس شخص کی ماں کا قالین جو تو نے لیا ہے واپس کر دے۔ اس نے کہا اے نبی اللہ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ زبیب نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تلوار چھینی اور مجھے دے دی اور اس آدمی سے فرمایا: جا اور اسے طعام کے کچھ صاع اور دے دے۔ زبیب نے کہا کہ اس نے مجھے جو کے کچھ صاع دیئے (ابن عمری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

شرح: خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کوئی ایسی اچھی نہیں ہے، فتح الودود میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہد مع الیمین کو صلح و امان کا سبب قرار دیا تھا اور مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان راہ اعتدال اختیار فرمائی اوپر گزر چکا ہے کہ امان میں ایک شاہد اور حلف کے ساتھ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ یہ صورت دراصل قضائے قاضی اور مدعی مدعا علیہ کی نہیں بنتی بلکہ دل سے رعائت کرنے کا ارادہ ہوتا ہے اور دماء کا معاملہ سنگین ہے لہٰذا یہ ایک صورت فیصلہ اختیار فرمائی گئی۔ اُدھر مجاہدین جو اس قدر محنت کر چکے تھے ان کا معاملہ تھا ادھر اس گرفتار شدہ قوم کے اسلام کا سوال تھا جس میں بے احتیاطی سنگین نتائج پیدا کر دیتی۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ جن حضرات نے اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد و یمین کے ساتھ فیصلہ کرنے کے ثبوت کی دلیل بنایا ہے ان کی دلیل کمزور ہے کیونکہ حضور نے اس شخص سے جو قسم لی تھی وہ اثبات حکم کے لئے نہیں لی تھی بلکہ محض اس کے دعوے کا صدق و کذب جانچنے کی خاطر ایسا کیا تھا۔ اگر وہ انکار کر دیتا تو پتہ چل جاتا کہ دعوائے اسلام محض دنیوی اغراض کے لیے کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک حکم کا سوال ہے وہ اس کی قسم سے بھی ثابت نہیں ہوا کیونکہ نصاب شہادت پورا نہ ہوا تھا اور مدعی کی قسم مفید نہ تھی، اور اس قصے میں کوئی مدعیٰ علیہ ہی نہ تھا جس کے خلاف یا حق میں فیصلہ ہوتا یا جس کو قسم اٹھانے کا حکم ملتا۔ یہ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام پر مامور تھا۔ لہٰذا زبیب کا دعوےٰ اور قسم وغیرہ محض اس قوم کی حالت کو پیش کرنے کے لیے تھی۔ اس حدیث کو دلیل ماننے والوں نے گویا یہ سمجھا ہے کہ لشکر مدعا علیہ تھا اور اموال کا دعویٰ تھا، لشکر گویا اس قوم کے استحقاق کا منکر تھا کیونکہ یہ لوگ قید ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔ حالانکہ یہ سب باتیں فرضی ہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس شخص کی شہادت اور مدعی کی حلف کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف اموال کا فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ حقیقت تو الٹی اس بات کی دلیل ہے کہ شاہد اور یمین سے مُدعا ثابت نہیں ہوتا ورنہ یہ فیصلہ نہ کیا جاتا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ان کا اسلام دعوے کے مطابق ثابت ہو جاتا تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اموال بالکل ہی نہ لیتے۔ اور اہلِ لشکر کے اس فعل کی توثیق حضور کے اس قول سے ہوتی ہے کہ: اللہ تعالیٰ عمل کے بے نتیجہ ہوتے کو پسند نہیں کرتا، اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ لشکر نے اُن کے اموال لے کر غلط کام نہ کیا تھا۔ اگر اہلِ لشکر کا فعل غلط تھا تو ان کی حیثیت غاصب یا ڈاکو جیسی بنتی ہے کیونکہ ان گرفتار شدہ لوگوں کا اسلام ثابت ہو گیا تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ ان کا اسلام ان کی قسم سے ثابت نہیں ہوا تھا کیونکہ مدّعی کی قسم مفید نہیں ہوتی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ان لوگوں کا دعوائے اسلام فقط دعویٰ تھا اور چونکہ نصابِ شہادت پورا نہ ہوا لہٰذا اسلام کا ثبوت مخفی رہ گیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خائب و خاسر لوٹنا ناپسند نہ کیا لہٰذا ان کے نصف مال دلوا دیئے، جیسا کہ ہوازن کے تمام اموال واپس دلوائے تھے اور وہ لشکر کے اذن و رضا سے ہوا تھا۔ قالین کے قصے میں کوئی حجت نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قالین والے کو اس لئے پکڑوایا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور وعدے کی مخالفت کی تھی کہ ان لوگوں کے نصف مال واپس کئے جائیں، اس شخص نے اس کے بعد بھی اس بڑھیا کا مال لے لیا تھا۔ قاضی ایسا کر سکتا ہے کہ مقروض سے قرض خواہ کے لئے اس کے حق کے برابر مال ضبط کر لے گو وہ اصل مال کی جنس سے نہ ہو جیسا کہ یہاں پر قالین کے عوض میں تلوار دلوائی گئی۔

بَابُ ۲۲ الرَّجُلَيْنِ يَدَّعِيَانِ شَيْئًا وَلَيْسَتْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ

(دو آدمیوں کا باب ۲۲ جو دعویٰ کریں اور ان کے پاس گواہی نہ ہو)

۳۶۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ نَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيرًا أَوْ دَابَّةً إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا یا کسی اور جانور کا، ان میں سے کسی کے پاس گواہی نہ تھی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان دونوں کا قرار دیا (نسائی، ابن ماجہ)

۳۶۱۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ نَا عَبْدُ الرَّحِيمِ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ۔

ایک اور سند سے سعید کی یہی حدیث اسی معنیٰ میں۔

۳۶۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ بِمَعْنَى إِسْنَادِهِ أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيرًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ۔

اور سند کے ساتھ قتادہ سے وہی اوپر کی حدیث جس میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا اور ان میں سے ہر ایک نے دو گواہ پیش کئے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان دونوں میں نصفا نصف تقسیم فرمایا۔ (نسائی، لیکن ابو داؤد کی حدیث کے رجال نسائی سے مختلف ہیں۔)

شرح: اس باب کی پہلی حدیث کا مضمون اس کے خلاف ہے۔ اس میں تھا کہ ان میں کسی کے پاس گواہ نہ تھا، یہاں ہے کہ دونوں نے دو دو گواہ پیش کئے خطابی نے کہا ہے کہ ممکن ہے یہ وہی پہلا قصہ ہو مگر چونکہ دونوں کی گواہی مساوی تھی لیکن ساقط قرار دی گئی اور یوں ہو گیا کسی کے پاس گواہی نہ ہو۔ اور جانور پر دونوں کا حکم برابر تسلیم کیا گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے ان دونوں کی گواہی کے باعث ان کا اونٹ جو کسی اور کے قبضے میں تھا اس سے لے کر انہیں دیا گیا۔ جب کوئی چیز کسی تیسرے شخص کے قبضے میں ہو اور دو آدمی دعویدار ہوں اور دونوں شہادت پیش کریں تو اس کے فیصلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ احمد اور اسحاق نے کہا کہ ان میں قرعہ اندازی سے فیصلہ ہوگا، شافعی کا قول قدیم بھی یہی تھا مگر قول جدید میں کہا کہ فیصلہ یا تو یوں کیا جائے کہ ان دونوں کی ملکیت نصفا نصف مانی جائے اور یہی قول حنفیہ اور ثوری کا ہے۔ دوسرا قول قرعہ اندازی کا ہے، جس کے نام پر قرعہ نکلے اس سے حلف لے کر چیز اس کے حوالے کر دی جائے۔ امام مالک کا قول ہے کہ جب وہ چیز کسی تیسرے شخص کے ہاتھ میں ہے تو ان میں سے کسی کے لئے فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ایک قول مالک کا یہ ہے کہ جس کے گواہ زیادہ عادل اور صلاحیت میں مشہور تر ہوں اسے دی جائے گی۔ اوزاعی کے نزدیک چیز اس کی ہے جس کے گواہوں کی تعداد زیادہ ہو۔ شعبی کے نزدیک گواہوں کی تعداد پر دونوں کا حصہ ہوگا (خطابی)

۳۶۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ نَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا فِي مَتَاعٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِينِ مَا كَانَ أَحَبَّا ذٰلِكَ أَوْ كَرِهَا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو آدمی کچھ سامان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لائے، ان میں کسی کے پاس گواہ نہ تھے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلف پر قرعہ اندازی کر لو، حلف کیسی بھی ہوا سے وہ پسند کریں یا ناپسند کریں (نسائی، ابن ماجہ)

شرح: یعنی پہلے اس بات پر قرعہ اندازی کریں کہ حلف کون اٹھائے، پھر جس کے نام پر قرعہ نکلے وہ قسم کھائے،

یہ پسند کرے یا نہ کرے اسی طرح دوسرے کا بھی حال ہے کہ اس کی پسند اور ناپسندیدگی پر فیصلے کا مدار نہ ہو گا۔
علی بن ابی طالب سے اسی قسم کا واقعہ مروی ہے۔ ایک خچر بازار میں بک رہا تھا، اسے دو آدمی لائے اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے۔ پہلے نے پانچ گواہ اپنے دعویٰ اور دوسرے نے دو گواہ پیش کئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا تو صلح کر لو یا پھر فیصلہ ہو گا۔ صلح یہ ہے کہ خچر فروخت کر کے اس کے سات حصے کر دو، پانچ اس کے اور دو اسکے ہیں۔ اگر صلح منظور نہیں تو فیصلہ یہ ہے کہ تم میں سے ایک حلف اٹھائے اور خچر لے جائے۔ حلف پر اگر کوئی راضی نہیں تو قرعہ اندازی سے جس کا نام نکلے اسے حلف اٹھانی ہو گی۔

۳۶۱۳۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَسَلَمَةُ ابْنُ شَبِيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَحْمَدُ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَرِهَ الْاِثْنَانِ الْيَمِيْنَ اَوِ اسْتَحَبَّاهَا فَلْيَسْتَهِمَا عَلَيْهَا قَالَ سَلَمَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَقَالَ اِذَا اُكْرِهَ الْاِثْنَانِ عَلَى الْيَمِيْنِ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دونوں قسم کو ناپسند کریں یا دونوں ہی قسم اٹھانا چاہیں تو پھر قرعہ اندازی سے یہ فیصلہ ہو گا کہ حلف کون اٹھائے: معمر کی روایت میں ہے کہ: جب دونوں کو حلف پر مجبور کیا جائے الخ (بخاری) لفظ اکراہ سے مراد یہاں پر کراہت ہے کیونکہ کسی کو قسم پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

۳۶۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ بِاِسْنَادِ ابْنِ مِنْهَالٍ مِثْلَهُ قَالَ فِيْ دَابَّةٍ وَلَيْسَ لَهُمَا بَيِّنَةٌ فَاَمَرَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِيْنِ۔

ابن منہال کی سند سے سعید بن ابی عروبہ کی روایت حدیث نمبر ۳۶۰۷ کی مانند۔ اس میں راوی نے کہا کہ تنازع کس جانور کے بارے میں تھا اور کسی کے پاس گواہ نہ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ حلف پر قرعہ اندازی کر لیں (ابن ماجہ)

بَابُ ۲۳ الْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

(باب ۲۳۔ حلف مدعا علیہ پر ہے)

۳۶۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى

بِالْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ۔

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے میری طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے (بخاری، مسلم، ترمذی ابن ماجہ)۔ یہ حدیث مطلق ہے اور جیسا کہ اوپر گزرا ایک قاعدہ کلیہ پیش کرتی ہے کہ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے نہ کہ مدعی پر۔

بَابٌ ۲۴ كَيْفَ الْيَمِيْنُ

(قسم کی کیفیت کا باب ۲۴)

۳۶۱۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ نَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ أَبِي يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْنِيْ لِرَجُلٍ أَحْلَفَهُ إِحْلِفْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ مَا لَهٗ عِنْدَكَ شَيْءٌ يَعْنِيْ لِلْمُدَّعِيْ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حلف دیا تو فرمایا: اس اللہ کی قسم کھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس کی (مدعی کی) کوئی چیز تیرے پاس یا تیرے ذمہ نہیں ہے (نسائی)۔ اللہ تعالیٰ کی بعض کامل صفات کا ذکر کرنے سے حلف میں شدت پیدا ہوتی ہے، بعض دفعہ کوئی ڈر کر اس سے دریغ کرے تو اس کے بغیر ہی اس کے خلاف فیصلہ ہو جاتا ہے۔

بَابٌ ۲۵ إِذَا كَانَ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ ذِمِّيًّا أَيَحْلِفُ

(باب ۲۵۔ اگر مدعیٰ علیہ ذمی ہو تو کیا اُسے حلف دی جائے)

۳۶۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهٗ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ إِحْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذًا يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِيْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔

اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین تھی، یہودی نے انکار کر دیا تو میں اُسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا تیرا کوئی گواہ ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے یہودی سے فرمایا: حلف اٹھاؤ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ تب تو وہ قسم کھائے گا اور میرا

مال لے جائے گا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: بلاشبہ جو لوگ عہد خداوندی اور اپنی قسموں کو تھوڑے مول پر بیچ دیتے ہیں الخ - آل عمران آیت ،، البخاری ابن ماجہ ترمذی نسائی اس قسم کی روایات پہلے بھی گزر چکی ہیں اس حدیث سے پتہ چلا ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے اور یہ گویا کہ یہی قاعدہ کلیہ اور ضابطہ شرع ہے۔

بَابُ ٢٦ الرَّجُلِ يَحْلِفُ عَلٰى عِلْمِهٖ فِيْمَا غَابَ عَنْهُ

(باب - آدمی نے جو چیز دیکھی نہ ہو اپنے علم کے مطابق اس میں حلف اٹھائے)

۳۶۱۸ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ نَا الْفِرْيَابِيُّ نَا الْحَارِثُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ كُرْدُوْسٌ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِّنْ حَضْرَمَوْتَ اِخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَرْضٍ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَرْضِيْ اِغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْ هٰذَا وَهِيَ فِيْ يَدِهٖ فَقَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اُحَلِّفُهٗ وَاللّٰهِ مَا يَعْلَمُ اَنَّهَا اَرْضِيْ اِغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْهُ فَتَهَيَّاَ الْكِنْدِيُّ يَعْنِيْ لِلْيَمِيْنِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ۔

اشعث بن قیس سے روایت ہے کہ کندہ کے ایک آدمی اور حضر موت کے ایک آدمی نے یمن میں ایک زمین کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تنازعہ پیش کیا۔ حضرمی بولا: یارسول اللہ اس کے باپ نے میری زمین چھین لی تھی اور وہ اس کے قبضے میں ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، لیکن اسے قسم دلایئے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ زمین میری ہے جو اس کے باپ نے چھینی تھی۔ پس کندی قسم کے لیے تیار ہوگیا الخ یہ حدیث بھی باب الایمان میں گزر چکی ہے۔

۳۶۱۹ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِنْدَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ كَانَتْ لِاَبِيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ فِيْ يَدِيْ اَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ فَاجِرٌ لَيْسَ يُبَالِيْ مَا حَلَفَ لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ

فَقَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ۔

وائل بن حجر حضرمی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی حضرموت سے آیا اور ایک آدمی کندہ سے آیا، پس حضرمی نے کہا: یا رسول اللہ یہ شخص میری ایک زمین پر جو میرے باپ کی تھی جبراً قبضہ جما چکا ہے۔ کندی بولا کہ وہ میری زمین ہے، میرے قبضے میں ہے، میں اس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں۔ اس کا اس میں کوئی حق نہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تجھے اس کی قسم ماننی ہوگی۔ پس وہ بولا یا رسول اللہ یہ ایک فاجر آدمی ہے، قسم کی اسے پرواہ نہیں جس چیز پر بھی کھالے۔ وہ کسی چیز میں خدا سے نہیں ڈرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی طرف تجھے یہی مل سکتا ہے (مسلم، ترمذی، نسائی، یہ حدیث بھی کتاب الایمان والنذور میں اسی سند کے ساتھ گزر چکی ہے۔ اس میں واضح طور پر یہ فیصلہ موجود کہ گواہ پیش کرنا مدعی کا کام ہے اور قسم مدعا علیہ پر ہے۔

بَابُ الذِّمِّيِّ كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ

(باب ذمی کیسے حلف اٹھائے)

۳۶۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ نَا رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ لِلْيَهُوْدِ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ عَلٰى مُوْسٰى مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرٰىةِ عَلٰى مَنْ زَنٰى۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا: میں تمہیں اس اللہ کے نام سے پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات اتاری کہ تورات میں تم زنا کرنے والے کی کیا سزا پاتے ہو؟ الخ اور پھر ابوہریرہ نے رجم کے قصے میں تمام حدیث بیان کی۔ (یہ حدیث آگے کتاب الحدود میں پوری کی پوری آئے گی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودی کو قسم دلانی ہو تو اللہ کی قسم اور اس کی اس صفت کی قسم دلائیں گے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام پر اتاری تھی۔ بالفاظ دیگر یہودی کی قسم اللہ تعالیٰ ہی کے نام و صفات سے ہوتی ہے

۳۶۲۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيٰى اَبُو الْاَصْبَغِ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَبِاِسْنَادِهٖ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّبِعُ الْعِلْمَ وَيَعِيْهِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ۔

یہی حدیث زہری سے محمد بن اسحاق نے روایت کی اس میں سعید بن المسیب کے پاس ایک مزینہ کے شخص کے حدیث بیان کرنے کا ذکر کیا، جو آدمی علم کی تلاش میں رہتا تھا اور اسے یاد رکھتا تھا الخ (مگر اس روایت اور گزشتہ روایت میں مزینہ کا وہ شخص مجہول ہے اوپر کی حدیث کے معنوں میں۔

۳۶۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی نَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَعْنِي لِابْنِ صُوْرِيَا اُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي نَجَّاكُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَاَقْطَعَكُمُ الْبَحْرَ وَظَلَّلَ عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلَ عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ عَلٰى مُوْسٰى اَتَجِدُوْنَ فِيْ كِتَابِكُمُ الرَّجْمَ قَالَ ذَكَّرْتَنِي بِعَظِيْمٍ وَلَا يَسَعُنِي اَنْ اَكْذِبَكَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ ۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یعنی ابن صوریا کو فرمایا (جو یہودیوں کا سب سے بڑا عالم تھا): میں تمہیں وہ خدا یاد دلاتا ہوں جس نے تم کو آل فرعون سے نجات دلائی اور سمندر سے گزارا اور تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا اور تم پر موسیٰ کی معرفت تورات نازل کی، کیا تم اپنی کتاب میں رجم کا ذکر پاتے ہو؟ ابن صوریا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑے صاحب عظمت کی یاد دلائی ہے اور مجھے یہ گنجائش نہیں رہی کہ آپ سے جھوٹ بولوں الخ اور راوی نے یہ حدیث پوری بیان کی (منذری نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عکرمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے جو خود صحابی نہیں ہے)

بَابُ ۲۸ الرَّجُلِ يَحْلِفُ عَلٰى حَقِّهٖ

(اپنے حق پر قسم کھانے والے کا باب ۲۸)

۳۶۲۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ وَمُوْسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ قَالَا نَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ سَيْفٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ لَمَّا اَدْبَرَ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَلُوْمُ عَلَى الْعَجْزِ وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْكَيْسِ فَاِذَا غَلَبَكَ اَمْرٌ فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔

عوف بن مالک نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ فرمایا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے واپس جاتے ہوئے کہا: مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سستی و کاہلی پر ملامت کرتا ہے، مگر تجھ پر لازم ہے کہ عقلمندی اور ہوشیاری سے کام لے۔ پھر جب تجھ پر کوئی امر غالب آجائے تو کہہ میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔ (نسائی لعنی)

خود کچھ کئے بغیر اللہ پر بھروسہ کرنا غلط ہے، اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کر چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے تو اس کا نام توکل ہے۔ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا توکل نہیں بلکہ عجز و تعطل ہے۔

بَابٌ فِي الدَّيْنِ هَلْ يُحْبَسُ بِهِ ۲۹

(قرض میں محبوس کرنے کا باب ۲۹)

۳۶۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ وَبْرِ بْنِ اَبِي دُلَيْلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوْبَتَهُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُحِلُّ عِرْضَهُ يُغَلَّظُ عَلَيْهِ وَعُقُوْبَتَهُ يُحْبَسُ لَهُ۔

شرید نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؟ مالدار کی تاخیر اس کی عزت اور سزا کو حلال کرتا ہے ابن المبارک نے کہا کہ پہلے لفظ کا معنی یہ ہے کہ اس پر سخت کلامی کی جاتی ہے اور دوسرے کا معنی یہ کہ اسے محبوس کیا جاتا ہے (ابن ماجہ، نسائی)

شرح: خطابی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نادار کو محبوس نہیں کیا جاتا کیونکہ حضور نے صرف "واجد" یعنی مال دار کا حبس بتایا ہے اور مفلس آدمی واجد نہیں ہوتا لہٰذا وہ محبوس نہیں ہوسکتا۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے شریح کے نزدیک ٹال مٹول کرنے والے اور مفلس دونوں کو محبوس کرنا جائز ہے اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے۔ مالک نے کہا کہ تنگ دست کو محبوس نہیں کیا جاسکتا اسے مہلت دی جائے۔ شافعی نے کہا کہ اگر وہ اپنے ظاہری احوال سے نادار نظر آئے تو محبوس نہ کیا جائے ورنہ اُسے قید کیا جاسکتا ہے۔ حنفیہ کے مذہب پر جواب یہ مناسب ہوگا کہ حدیث میں کوئی حکم بیان نہیں کیا جارہا بلکہ واقعہ بتایا جارہا ہے کہ جو شخص مال ہوتے ہوئے ٹال مٹول کرے اسکی بے عزتی کی جاتی ہے اور سزا ملتی ہے۔ حبس کا ذکر راوی نے اپنی طرف سے کیا ہے اور صرف حبس کا نہیں بلکہ سخت کلامی اور بے عزتی کا بھی، یہ تو کوئی بھی جائز نہ رکھے گا کہ بد کلامی اور بدسلوکی کی جائے۔ پس یہ شرعی حکم کا بیان نہیں ہے۔

۳۶۲۵۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ نَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ نَا هِرْمَاسُ بْنُ حَبِيْبٍ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَرِيْمٍ لِي فَقَالَ لِيَ الْزَمْهُ ثُمَّ قَالَ لِي يَا اَخَا بَنِي تَمِيْمٍ مَا تُرِيْدُ اَنْ تَفْعَلَ بِاَسِيْرِكَ۔

ہرماس بن حبیب اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک مقروض کو لایا تو آپ نے فرمایا: اس سے چمٹے رہو، پھر فرمایا: اے بنی تمیم کے آدمی تو اپنے قیدی

کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟ (ابن ماجہ) حافظ ابن حجر نے ہرماس بن حبیب کے دادا کا نام ثعلبہ بتایا ہے۔ بعض محدثین اسے صحابی قرار دیتے ہیں مگر ہرماس کا باپ اور دادا دونوں غیر معروف ہیں۔

٣٦٢٦۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ۔

بہز بن حکیم نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا (معاویہ بن حیدہ قشیری) سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کسی تہمت میں محبوس کیا (نسائی، ترمذی۔ ان دونوں نے یہ اضافہ کیا، پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

شرح: خطابی نے کہا کہ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حبس دو قسم کا ہے ایک بطور سزا اور دوسرا حقیقت کا سراغ لگانے اور تحقیق کے لئے۔ پس سزا تو صرف واجب میں ہوتی ہے اور تہمت میں صرف اس شخص سے پوچھ گچھ کی جاتی ہے اور حالت کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضور نے کسی شخص کو دن میں ایک گھڑی تک محبوس رکھا اور پھر رہا کر دیا تھا۔

٣٦٢٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ وَمُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ بْنِ قُدَامَةَ حَدَّثَنِي إِسْمٰعِيلُ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ إِنَّ أَخَاهُ أَوْ عَمَّهُ وَقَالَ مُؤَمَّلٌ إِنَّهُ قَامَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ جِيرَانِي بِمَا أُخِذُوا فَأَعْرَضَ عَنْهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلُّوا لَهُ عَنْ جِيرَانِهِ لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ وَهُوَ يَخْطُبُ۔

بہز بن حکیم نے اپنے باپ سے اس نے اس کے دادا سے روایت کی، بقول راوی ابن قدامہ اس کا بھائی یا چچا، اور بقول راوی مؤمل وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اٹھا جب کہ آپ خطبہ دے رہے تھے، تو کہا کہ: میرے ہمسائے کس جرم میں پکڑے گئے ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اس سے اعراض کیا، پھر اس نے کچھ کہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے اس کے ہمسایوں کو چھوڑ دو۔ اور مؤمل نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے (مسند احمد)

شرح: مسند کی روایت کے مطابق جو طویل ہے، اس کھڑا ہونے والے آدمی کی زبان سے بعض نامناسب باتیں بھی نکلیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو وہ سنی نہیں یا سن کر اعراض فرمایا اور بعد میں اس کے ہمسایوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ یہ لوگ کسی تہمت کے باعث تفتیش کے لئے بٹھائے گئے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ٣٦٢٦ میں بالاختصار گزرا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابٌ فِي الْوَكَالَةِ

(وکالت کا باب)

۳۶۲۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ نَا عَمِّي نَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ قَالَ أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ إِذَا أَتَيْتَ وَكِيلِي فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقًا فَإِنِ ابْتَغَى مِنْكَ آيَةً فَضَعْ يَدَكَ عَلَى تَرْقُوَتِهِ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور سلام کہا اور عرض کیا کہ میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے۔ حضور نے فرمایا جب تو میرے وکیل کے پاس جائے تو اس سے پندرہ وسق لے لینا اور اگر وہ تجھ سے کوئی علامت طلب کرے تو اسکی ہنسلی پہ ہاتھ رکھ دینا (وکیل سے مراد کارندہ اور کارمختار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں اپنے کارندے رکھے ہوئے تھے جو آپ کی طرف سے آپ کے مفاد کی نگرانی کرتے اور یہود سے جو معاہدہ ہوا تھا اس کی ان سے پابندی کراتے تھے)

بَابٌ مِنَ الْقَضَاءِ

(قضاء کا باب یا ابواب)

۳۶۲۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ بَشِيرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَدَارَأْتُمْ فِي طَرِيقٍ فَاجْعَلُوهُ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب راستے کے متعلق تمہارا اختلاف ہوجائے تو اسے سات ہاتھ رکھو (ترمذی، ابن ماجہ، مسلم)

شرح: خطابی نے کہا کہ یہ حکم ان راستوں کے متعلق ہے جو بہت مصروف ہوں حضور نے انکی توسیع کا حکم دیا تاکہ آمدورفت میں آسانی رہے اور کوئی تنگی میں مبتلا نہ ہو۔ یہ حکم بطور حصر و تحدید اور بطور وجوب نہیں بلکہ ندب و ارشاد کے لئے ہے کہ اس طرح معاشرہ کی راہیں کشادہ رہیں گی اور تضییق و تکلیف کا شکار نہ ہوں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کا تعلق اس راستے کے ساتھ ہے جس کے ارد گرد لوگ عمارتیں تعمیر کریں اور اختلاف کے باعث خدشہ ہو کہ شارع عوام تنگ ہو جائے گی

اگر اس مقدار سے کم وبیش پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے تو فبہا ورنہ یہ مقدار ملحوظ خاطر رکھی جائے گی۔ اگر کوئی راستہ پہلے سے موجود ہے اور وہ مثلاً دس بارہ ہاتھ ہے تو اس پر کسی کا غلبہ اور اسے تنگ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں معالم (نشانات، راستے) مٹانے والے پر لعنت آئی ہے۔

۳۶۳۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ فَلَا يَمْنَعْهُ فَنَكَسُوا فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ قَدْ أَعْرَضْتُمْ لَأُلْقِيَنَّهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي خَلَفٍ وَهُوَ أَتَمُّ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے اجازت مانگے کہ اس کی دیوار میں کھونٹی ٹھونکے تو وہ اسے اس سے منع نہ کرے۔ اس پر لوگوں نے گردنیں جھکا لیں تو فرمایا: کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ میں اسے تمہارے کندھوں کے درمیان ضرور پھینکوں گا۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ ابن ابی خلف کی روایت ہے اور اتم ہے (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح: بقول خطابی عامۃ علماء کے نزدیک یہ حکم ندب و استحباب اور حسن جوار کے باب سے ہے نہ کہ بطور وجوب و تحدید۔ مگر احمد بن حنبل اسے ایک وجوبی حکم قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قاضیوں کو اس پر فیصلے کرنے چاہئیں تاکہ لوگوں کا اس پر عمل درآمد ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ آخری فقرہ اسی حدیث کا حصہ نہیں ہے۔ لوگوں نے جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر سوچنے کے انداز میں سر جھکائے تو ابوہریرہ نے اپنی طرف سے یہ کہا کہ تم سنو یا نہ سنو، مانو یا نہ مانو تو اس حدیث کو تمہارے اندر پھینک کر رہوں گا۔

۳۶۳۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ لُؤْلُؤَةَ عَنْ أَبِي صِرْمَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ غَيْرُ قُتَيْبَةَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ أَبِي صِرْمَةَ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ ضَارَّ أَضَرَّ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

ابوصرمہ صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دوسروں کو ضرر پہنچائے اللہ اسے ضرر دے گا اور جو دوسروں کو تنگ کرے اللہ اسے تنگی میں مبتلاء کر دے گا (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

شرح: دوسروں کو ضرر و مشقت میں ڈالنے والے کی یہ سزا دنیا میں بھی ہو سکتی ہے اور آخرت میں بھی۔

۳۶۳۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ نَا حَمَّادٌ نَا وَاصِلٌ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ يُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّهُ كَانَتْ

لَهُ عَضُدٌ مِنْ نَخْلٍ فِي حَائِطِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ وَمَعَ الرَّجُلِ أَهْلُهُ قَالَ فَكَانَ سَمُرَةُ يَدْخُلُ إِلَى نَخْلِهِ فَيَتَأَذَّى بِهِ وَيَشُقُّ عَلَيْهِ فَطَلَبَ إِلَيْهِ أَنْ يَبِيعَهُ فَأَبَى فَطَلَبَ إِلَيْهِ أَنْ يُنَاقِلَهُ فَأَبَى فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهُ ذَلِكَ فَطَلَبَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَهُ فَأَبَى فَطَلَبَ إِلَيْهِ أَنْ يُنَاقِلَهُ فَأَبَى قَالَ فَهَبْهُ لَهُ وَلَكَ كَذَا وَكَذَا أَمْرًا رَغَّبَهُ فِيهِ فَأَبَى فَقَالَ أَنْتَ مُضَارٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِيِّ اذْهَبْ فَاقْلَعْ نَخْلَهُ۔

ابو جعفر محمد بن علی الباقر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اس نے کہا: انصار کے لوگوں میں سے ایک کے باغ میں سمرہ کی چھوٹی موٹی کھجوریں تھیں اور سمرہ جب اپنی کھجوروں میں جاتا تو باغ والے کو تکلیف ہوتی اور اُسے یہ شاق گزرتا تھا۔ انصاری نے سمرہ سے کہا کہ انہیں بیچ دو مگر اس نے انکار کیا، پھر انصاری نے مطالبہ کیا کہ ان کا تبادلہ کر لو تو سمرہ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پھر وہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو یہ واقعہ بتایا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہ سے کہا کہ انہیں بیچ دے مگر اس نے انکار کیا (حتمی حکم نہ جانتے ہوئے) آپ نے ان کے تبادلے کا حکم دیا تو بھی اُس نے انکار کر دیا۔ حضور نے سمرہ کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا پھر یہ کھجوریں اس انصاری کو بخش دو اور تمہیں یہ اور یہ ملے گا اس نے انکار کیا۔ حضور نے فرمایا: تو ضرر رساں شخص ہے، اور انصاری سے حضور نے فرمایا: جا اور اس کی کھجوروں کو اکھاڑ پھینک (یعنی زمین دوسرے کی ہے جس کو تجھ سے ضرر و مشقت پہنچ رہی ہے اور تو مصالحت کی کسی صورت کو بھی قبول نہیں کرتا تو اب آخری علاج یہی ہے کہ اس کی زمین سے تیرے درخت اکھاڑ دیئے جائیں تاکہ ان کا ضرر رفع ہو۔ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ درخت واقعی اکھاڑے گئے تھے، بقول علامہ خطابی ممکن ہے حضور کا یہ ارشاد محض ایک دھمکی کے رنگ میں ہو تاکہ وہ ضرر سے باز آئے۔ اس سے پتہ چلا کہ دفع ضرر کی خاطر ایسا کرنا جائز ہے)

۳۶۳۲۔ **حَدَّثَنَا** أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ نَا اللَّيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَأَبَى عَلَيْهِ الزُّبَيْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ قَالَ فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اسْقِ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ الْآيَةَ۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک انصاری کا حضرت زبیر کے ساتھ حرہ کے نالے کے متعلق جھگڑا ہو گیا، جس میں سے لوگ باغوں کو پانی دیتے تھے۔ پس انصاری نے کہا کہ پانی کو چھوڑ دو تاکہ وہ آگے گزرے مگر زبیر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے فرمایا: اے زبیر! اپنے باغ کو پانی دو پھر اسے اپنے ہمسائے کی طرف چھوڑ دو۔ راوی نے کہا کہ اس پر انصاری غضب ناک ہو گیا اور بولا: یا رسول اللہ یہ آپ کا پھوپھی زاد ہے نہ؟ (اس لئے گویا آپ اس کی رعائت فرماتے ہیں) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا تو فرمایا: پانی دو پھر پانی کو روکو حتیٰ کہ وہ دیواروں یا درختوں کی جڑوں کے اوپر تک چلا جائے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ میرے خیال میں یہ آیت اس قصے میں اتری تھی: تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہوں گے جب تک تجھے حَکَم نہ مان لیں آخر النساء ۶۵۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بخاری، مسلم، بخاری و مسلم نے اسے عروہ بن زبیر کی حدیث سے روایت کیا ہے)

شارح: یہ برساتی نالے کا پانی تھا جو کسی کی ملکیت نہ تھا، لیکن جو مختلط کر کے اس کا پانی اپنی زمین میں سے جاتا ہے وہ اس کا دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ حدیث یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کے پانی سے فائدہ اٹھانے کا حق بتدریج ہوتا ہے، پہلے نالے سے متعلق زمین والے کا اور پھر اگلے کا و علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن اگر پانی کا منبع چند آدمیوں کی ملکیت ہو تو سب کا حق برابر ہو گا۔ اگر وہ مصالحت کے ساتھ کام کریں تو بہتر ورنہ باری مقرر کی جائے گی جس کی سب کو پابندی کرنا لازم ہو گا۔ اگر جھگڑا ہو تو قرعہ اندازی سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ زبیر کو حضور کا پہلا حکم بطور مشورہ و ارشاد تھا تاکہ اس سے انصاری کی دلجوئی ہو۔ جب انصاری باز نہ آیا تو پھر جو بات فرمائی وجوبی و لازمی حکم تھا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ دراصل ایک منافق تھا ورنہ حضور کے حکم سے یوں سرتابی نہ کرتا اور الٹا آپ پر جانبداری کا الزام نہ لگاتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۳۶۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ مٰلِكِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ عَنْ اَبِيْهِ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِيْ مَالِكٍ اَنَّهُ سَمِعَ كُبَرَاءَهُمْ يَذْكُرُوْنَ اَنَّ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ كَانَ لَهُ سَهْمٌ فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَخَاصَمَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَهْزُوْرٍ يَعْنِي السَّيْلَ الَّذِيْ يَقْتَسِمُوْنَ مَاءَهُ فَقَضٰى بَيْنَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَاءَ اِلَى الْكَعْبَيْنِ لَا يَحْبِسُ الْاَعْلٰى عَلَى الْاَسْفَلِ۔

ثعلبہ بن ابی مالک کا بیان ہے کہ اس نے اپنی قوم کے بزرگوں سے سنا کہ قریش کے ایک شخص کا بنی قریظہ میں کچھ حصہ تھا، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی قریظہ کی مہزور نامی وادی کا جھگڑا لے کر آیا، یعنی وہ نالہ جس کے پانی کو وہ تقسیم کرتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں یہ فیصلہ فرمایا کہ ٹخنے ٹخنے پانی سب کا حق ہے۔ اوپر والا نیچے والے سے نہ روکے (یعنی جب اس کی کھیتی میں اتنی مقدار تک پانی بھر جائے

تو وہ آگے چھوڑ دے)

شرح: مہزور اور مہروز دو مختلف چیزوں کے نام تھے۔ مہزور بنی قریظہ کی وادی کا نام تھا اور مہروز مدینہ ایک بازاری مقام تھا جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں پر صدقہ فرما دیا تھا۔

۳۶۳۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ نَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِى السَّيْلِ الْمَهْزُوْرِ اَنْ يُّمْسَكَ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلُ الْاَعْلٰى عَلَى الْاَسْفَلِ۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہزور کے سیل (برساتی نالے) میں یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ اوپر والا پانی روک کر اپنی کھیتی ٹخنوں تک پانی سے بھرے اور پھر اسے نیچے والوں کے لیے چھوڑ دے (ابن ماجہ)

۳۶۳۶۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عُثْمَانَ حَدَّثَهُمْ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ طُوَالَةَ وَعَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ قَالَ اخْتَصَمَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فِىْ حَرِيْمِ نَخْلَةٍ فِىْ حَدِيْثِ اَحَدِهِمَا فَاَمَرَ بِهَا فَذُرِعَتْ فَوُجِدَتْ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ وَفِىْ حَدِيْثِ الْاٰخَرِ فَوُجِدَتْ خَمْسَةَ اَذْرُعٍ فَقَضٰى بِذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ فَاَمَرَ بِجَرِيْدَةٍ مِنْ جَرِيْدِهَا فَذُرِعَتْ۔ اٰخِرُ كِتَابِ الْاَقْضِيَةِ۔

ابوسعید خدری نے کہا کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھجور کے حریم (ماحول) کا جھگڑا لے کر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کھجور کو ناپا جائے، پس اسے سات ہاتھ پایا گیا، دوسرے راوی نے پانچ ہاتھ بتایا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ فرمایا۔ عبدالعزیز راوی نے کہا کہ حضور نے اس کی ایک شاخ کو ناپنے کا حکم دیا تو اسے ناپا گیا۔ (مطلب یہ ہے کہ ہر کھجور کا اتنا ماحول، اس میں جو کچھ گرے وہ اس کے مالک کا ہے جب کہ اردگرد اور کھجوریں دوسروں کی ہوں۔ یہ اس لئے کہ ہر روز جھگڑا نہ ہوا کرے۔

آخر کتاب الاقضیہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس میں ۲۳ باب اور ۲۸ احادیث ہیں۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْعِلْمِ

علم کی فضیلت کا باب یا طالب علم کی ترغیب کا باب

۳۶۳۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ رَجَاءِ ابْنِ حَيْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيْلٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِي اَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ

ترجمہ: کثیر بن قیس نے کہا کہ میں ابو الدرداءؓ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا! اے ابو الدرداءؓ میں تیرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں جس کے متعلق مجھے پتہ چلا ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے۔ میں کسی ذاتی کام کے لیے نہیں آیا۔ ابو الدرداءؓ نے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو فرماتے ہوئے سنا ” جو شخص کوئی راستہ اختیار کرے جس میں وہ علم طلب کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کی جنت کی راہوں میں سے ایک راہ پر چلائے گا اور فرشتے طالب علم سے راضی ہو کر اپنے پَر بچھاتے ہیں (یا جھکاتے ہیں) اور عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی مخلوق استغفار کرتی ہے اور پانی کے اندر مچھلیاں بھی۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسی چودہویں کے چاند کی فضیلت باقی سب ستاروں پر ہے اور علماء ہی نبیوں کے وارث ہیں اور نبیوں نے دینار اور درہم کی وراثت نہیں چھوڑی، ان کی وراثت علم ہے پس جس نے اسے لیا اس نے وافر حصہ لے لیا۔ (ابن ماجہ) (ترمذی)

(شرح) فرشتوں کے پَر رکھنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فرشتے طالب علم کے سامنے اس کی تعظیم کے لیے تواضع اور خشوع سے پیش آتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ اسرائیل میں اولاد کو والدین کے سامنے رحمت کے باعث بازو پست کرنے (خفض جناح) کا حکم دیا ہے۔ یعنی ان کی تعظیم کریں اور عاجزی سے پیش آئیں جیسے کہ پالتو پرندہ مالک کے سامنے پر جھکا لیتا ہے بعض کے نزدیک اس کا معانی ہے۔ فرشتوں کا طالب علم پر نزول اور اس وقت اُڑنے سے باز رہنا۔ جیسا کہ حضورؐ نے ذکر کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے کہ فرشتے ان پر چھا جاتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔ بعض نے کہا کہ فرشتے طالب علم کے آگے پر زمین بچھا دیتے ہیں کہ وہ ان پر چل کر منزل مقصود تک جائے، یعنی فرشتے طلب علم میں اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور عالم کے لیے مچھلیوں کے استغفار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کی زبان پر تمام مخلوق کے لیے بہت سے منافع رکھے ہیں۔ مثلاً حلت و حرمت کے احکام اور پرندوں اور مچھلیوں وغیرہ کے منافع اور اس تمام مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا اور ان پر ظلم و ستم سے باز رہنا وغیرہ، پس اس کی جزاء میں اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے عالم کے لیے استغفار نکلواتا ہے (خطابی)، اب سوال یہ رہ گیا کہ اس آنے والے شخص سے ابوالدرداءؓ نے اس کی مطلوبہ حدیث پوچھی اور نہ اُسے بتائی، اس کا کیا باعث تھا؟ سو ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ رہ گیا کہ سُننا ہو۔ یا اُس اصل بات سے پہلے بطورِ بشارت یہ حدیث سنائی ہو، اور پھر اس سے اس کا مقصد دریافت کرنے اور وہ حدیث سنانے کا ذکر اس حدیث میں نہ آیا ہو۔

اس حدیث میں عالم کو چودہویں کے چاند سے اور عابد کو دیگر ستاروں سے تشبیہہ دی گئی ہے کیونکہ عابد کی عبادت کا نور اُسی تک محدود ہے اس سے آگے نہیں جاتا اور چاند کی روشنی دُور دُور تک پھیلتی ہے، اور جس طرح چاند کا نور سورج سے مستعار ہے اسی طرح عالم کا نور رسالت کے نور سے لیا جاتا ہے۔ اس حدیث میں انبیاءؑ کا لفظ رسولوں پر بھی حاوی ہے۔ بعض علماء رسولوں کے وارث ہیں مثلاً فقہائے عظام جو اصحاب مذاہب اور ارباب اقاویل ہیں اور باقی علماءؒ اپنے درجات و مراتب کے مطابق انبیاءؑ کے وارث ہیں مثلاً نبی جو مادی چیزیں چھوڑ جائیں وہ تمام مسلمانوں پر صدقہ آئی ہیں اور ان کی ازدواج و اولاد اور دیگر وارث اس سے اس طور حصہ نہیں پاتے جیسے کہ عام وارث پاتے ہیں۔

۳۶۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الدِّمَشْقِيُّ نَا الْوَلِيدُ قَالَ لَقِيتُ شَبِيبَ بْنَ شَيْبَةَ فَحَدَّثَنَا بِهِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ بِمَعْنَاهُ يَعْنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ترجمہ) عثمان بن ابی سودہ نے ابوالدرداءؓ سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی الخ اسی کے معنی ہیں۔

۳۶۳۹۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا زَائِدَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَسْلُكُ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا اِلَّا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ اَبْطَاَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ

(ترجمہ) ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو آدمی علم کی تلاش میں کوئی راستہ اختیار کرے اللہ اس کے باعث اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دے گا اور اس کا عمل پیچھے کر دے اس کا نسب اس کے آگے نہیں لے جا سکتا (مسلم، ترمذی)، یعنی خدا کے قرب و رضا کی منزل عمل سے طے ہوتی ہے نہ کہ نسب سے، جو عمل میں پھڈی ہے اس کا نسب اسی کمی کو پورا نہیں کر سکتا۔

بَابُ رِوَايَةِ حَدِيثِ اَهْلِ الْكِتَابِ

(اہل کتاب کی حدیث کی روایت کا باب نمبر ۲)

۳۶۴۰۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي نَمْلَةَ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَتَكَلَّمُ هٰذِهِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ الْيَهُودِيُّ اِنَّهَا تَتَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثَكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ فَاِنْ كَانَ بَاطِلًا لَمْ تُصَدِّقُوهُ وَاِنْ كَانَ حَقًّا لَمْ تُكَذِّبُوهُ

(ترجمہ) ابو نملہؓ انصاری کا بیان کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اور اس وقت آپ کے پاس ایک یہودی بھی تھا جو ایک جنازے کے پاس سے گزرا تھا۔ اس یہودی نے کہا "اے محمدؐ! کیا یہ جنازہ کلام کرتا ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ یہودی بولا کہ وہ کلام کرتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا "اہل کتاب جو کچھ تم سے کہیں اس میں ان کی تصدیق نہ کرو نہ تکذیب کرو اور کہو۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں پر بھی۔ اس طرح اگر ان کا قول باطل ہوا تو تم نے اس کی تصدیق نہ کی اور اگر حق ہوا تو تم نے ان کی تکذیب نہ کی۔ یہودی نے شاید اپنی دینی کتابوں میں یہ پڑھا ہوگا۔ وہ کتابیں بالیقین محرّف ہیں معلوم نہیں یہ بات بھی تحریف و تبدیل شدہ باتوں میں سے تھی یا نہیں۔ اہل کتاب کی جو باتیں کتاب و سنت کے مطابق ہیں انہیں ماننا دراصل کتاب و سنت کو ماننا ہے اور جو کچھ ان کی کتب میں کتب و سنت کی تعلیم کے خلاف ہے اس کی تصدیق و توثیق ہرگز نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ یا تو محرّف ہوگا یا منسوخ۔ غرض اس حدیث میں ایک خاص قسم کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ عوام کو دیگر ادیان و مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ جائز نہیں۔ علماء اعتبار و تقابل کے لیے مطالعہ کرتے ہیں جو ایک مقصود شرع کام ہے۔)

۳۶۴۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ زَيْدٌ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَعَلَّمْتُ لَهُ كِتَابَ يَهُودَ وَقَالَ إِنِّي وَاللَّهِ مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابِي فَتَعَلَّمْتُهُ فَلَمْ يَمُرَّ بِي إِلَّا نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى حَذَقْتُهُ فَكُنْتُ أَكْتُبُ لَهُ إِذَا كَتَبَ وَأَقْرَأُ لَهُ إِذَا كُتِبَ إِلَيْهِ

(ترجمہ) زید بن ثابت نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے آپ کے لیے یہودیوں کی زبان کا لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اور آپ نے فرمایا "واللہ میں اپنی کتابت کے لیے یہودیوں پر اعتماد نہیں کرسکتا، پس میں نے اسے سیکھا اور نصف ماہ سے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں اس کا ماہر ہوگیا۔ آپ کو جب لکھوانے کی ضرورت ہوتی تو میں لکھتا تھا اور جب آپ کی طرف کوئی خط آتا تو آپ کے لیے اسے پڑھتا تھا۔ (ترمذی) بخاری نے کتاب الاحکام میں اسے تعلیقاً روایت کیا ہے۔)

(شرح) اس سے پتہ چلا کہ دینی مقاصد کی خاطر دوسری زبانوں کا سیکھنا دائرہ شرع میں داخل ہے۔

كِتَابَةُ الْعِلْمِ

علم کی کتابت کا باب

۳۶۴۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْدُ حِفْظَهُ فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ وَقَالُوا اَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَاَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابَةِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَوْمَأَ بِاِصْبَعِهِ اِلٰى فِيْهِ فَقَالَ اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ۔

ترجمہ :۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ زبانی یاد کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہر بات لکھ لیتا تھا۔ پس قریش نے مجھے منع کیا اور کہا "تو ہر چیز سن کر لکھ لیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں جو ناراضگی اور رضا ہر حالت میں کلام کرتے ہیں۔ پس میں نے لکھنا موقوف کر دیا اور اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ پس آپ نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا "لکھ، اور جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اسی کی قسم، اس سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (یعنی آپ کی ہر ہر بات اور ہر حرکت و سکون سے شرعی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ جو باتیں بظاہر محض دنیوی ہیں ان سے بھی احکام نکلتے ہیں مثلاً تابیر نخلی کا قصہ، اس سے بھی شرعی حکم نکلا ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نے ایک شرعی ضابطہ بیان فرمایا۔ اسی طرح ہر وہ بات جو محض دنیوی یا ذاتی نظر آئے وہ بھی اپنے اندر احکام شرع کے انبار رکھتی ہے !) اس حدیث سے حضورؐ کی حدیث و سنت کی کتابت کا جواز بلکہ ترغیب ثابت ہوئی۔

۳۶۴۳ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ نَا كَثِيْرُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ قَالَ دَخَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَسَاَلَهُ عَنْ حَدِيْثٍ فَاَمَرَ اِنْسَانًا يَكْتُبُهُ فَقَالَ لَهُ زَيْدٌ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا اَنْ لَا نَكْتُبَ شَيْئًا مِنْ حَدِيْثِهٖ فَمَحَاهُ۔

ترجمہ :۔ زید بن ثابتؓ معاویہؓ کے پاس گئے اور معاویہؓ نے ان سے ایک حدیث پوچھی اور ایک آدمی کو اسے لکھ لینے کا حکم دیا۔ پس زیدؓ نے ان سے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم آپ کی حدیث میں سے کچھ نہ لکھیں، پس اس نے اسے مٹا دیا۔

شرح :۔ معالم السنن میں حضرت امام ابوسلیمان خطابی نے فرمایا ہے کہ کتابت سے نہی مقدم تھی اور اباحت آخری امر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کے ساتھ ملا کر حدیث کو ایک جگہ پر لکھنے سے منع فرمایا تھا تاکہ خلط ملط نہ ہونے پائے اور پڑھنے والے الجھن میں نہ پڑ جائیں۔ صرف لکھنا اور علم کو کتابت کے ذریعے محفوظ کرنا جائز نہ تھا۔ رسول اللہ صلعم نے اپنی امت کو تبلیغ کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ۔ حاضرین غیر حاضروں تک پہنچا دیں، اور جب حاضرین حضورؐ کی باتوں کو محفوظ نہ کر لیتے تو غائبوں تک کیسے پہنچاتے ؟ اس طرح تو نہ صرف تبلیغ نا ممکن ہو

جاتی بلکہ علم کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ پہلی صدیوں میں اگر حدیث و سنت کو محفوظ نہ کر لیا جاتا تو پچھلی صدیوں تک امت تک وہ پہنچ نہ پاتی۔ نسیان انسانی طبیعت میں موجود ہے اور صرف زبانی حفظ سے غلطی کا امکان دور نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظے کی خرابی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا تھا "اِسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ" اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لے"۔ یعنی لکھ لیا کر۔ اور خطبۂ فتح مکہ کو حضورؐ نے ابو شاہ یمنی کے لیے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صدقات، خون بہا اور دیات کے احکام لکھوائے تھے جنہیں راویوں نے سلسلہ وار نقل کیا اور امت نے ان پر عمل کیا اور سلف و خلف کے کسی عالم نے اس پر نکیر نہیں کی۔ پس ان دلائل سے حدیث اور علم کی کتابت کا پتہ چلا۔ زیدؓ بن ثابت نے جس ممانعت کا ذکر کیا ہے وہ پہلے تھی اور خاص چیزوں میں بعض خاص اسباب و علل کی بناء پر تھی۔ معاویہؓ سے ان کے اس حدیث کو بیان کرنے کا منشاء احتیاط بھی ہو سکتی ہے۔ اور کوئی اور مصلحت بھی جس کا ذکر اس حدیث میں نہیں آیا۔ واللہ اعلم۔

۳۶۴۴۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ نَا ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِي عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ مَا كُنَّا نَكْتُبُ غَيْرَ التَّشَهُّدِ وَالْقُرْآنِ

ترجمہ:۔ ابو سعیدؓ الخدری نے کہا کہ ہم تشہد اور قرآن کے سوا کچھ نہ لکھتے تھے (یعنی زمانۂ ممانعت میں یا بالعموم سب لوگ تو نہیں لکھتے تھے اور خواص کو اجازت تھی جیسا کہ عبداللہؓ بن عمرو بن عاص) یہ روایت لؤلؤی کی روایت میں نہیں بلکہ ابن العبد سے ہے۔

۳۶۴۵۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ نَا الْوَلِيدُ وَحَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا اَبُو سَلَمَةَ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِي اَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْخُطْبَةَ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ اَبُو شَاهٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اكْتُبُوا لِي فَقَالَ اكْتُبُوا لِاَبِي شَاهٍ

ترجمہ:۔ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ جب مکہ فتح ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے، پس راوی نے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کے خطبے کا ذکر کیا، کہا کہ اہل یمن میں سے ابوشاہ نامی ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا "یا رسول اللہ مجھے لکھوا دیجئے اس پر حضور نے فرمایا "ابوشاہ کو لکھ دو" (بخاری، ترمذی، فتح مکہ کے خطبے کو بخاری نے کتاب العلم میں اور کئی جگہ اور بھی صحیح میں درج کیا ہے) یہ روایت بھی ابوالحسن بن العبد کی ہے، لولوی نے اسے درج نہیں کیا، اور اسی طرح اگلی روایت بھی۔

۳۶۴۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَمْرٍو مَا يَكْتُبُوهُ قَالَ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَ يَوْمَئِذٍ مِنْهُ

ترجمہ:۔ ولید نے کہا کہ میں نے ابوعمرو سے پوچھا کہ حدیث میں کسی چیز کے لکھوانے کا حکم تھا؟ اس نے کہا کہ وہ خطبہ جو ابوشاہ نے اس دن حضور سے سنا تھا! (حافظ مزی نے الاطراف میں اس روایت کو بھی ابن العبد کی حدیث سے بتایا ہے۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی تشدید کا باب نمبر ۴)

۳۶۴۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنَا ح. وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا خَالِدٌ الْمَعْنَى عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ قَالَ مُسَدَّدٌ أَبُو بِشْرٍ عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُحَدِّثَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ عَنْهُ أَصْحَابُكَ قَالَ أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُ وَجْهٌ وَمَنْزِلَةٌ وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

ترجمہ:۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ میں زبیر سے پوچھا "آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرنے سے کون سی چیز روکتی ہے جیسا کہ حضور کے اور اصحاب بیان کرتے ہیں؟ زبیر نے کہا "واللہ حضور کے ہاں میرا وقار اور درجہ تھا لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ "جو مجھ پر عمداً جھوٹ باندھے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (بخاری ابن ماجہ، نسائی)

شرح:۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔ اس کی روایت کرنے والے عشرہ مبشرہ کے علاوہ دوسرے تقریباً ایک سو سے زائد اصحاب ہیں۔ بعض کی روایات کو ابن الجوزی نے موضوعات کے مقدمہ میں درج کیا ہے۔

ان میں سے بہت سی احادیث میں "مُتَعَمِّداً" کا لفظ نہیں ہے جس کے پیش نظر محتاط لوگ روایت حدیث سے گریز کرتے رہے ہیں۔ بخاری اور نسائی کی روایت میں حضرت زبیرؓ کی حدیث میں بھی یہ لفظ مروی نہیں ہے۔ زبیرؓ کا مطلب بھی اس حدیث کی روایت سے یہ ہے کہ میں اس وعید کے خوف سے روایت نہیں کرتا۔

بَابُ الْكَلَامِ فِي كِتَابِ اللهِ بِلَا عِلْمٍ

کتاب اللہ میں علم کے بغیر کلام کا باب نمبر ۵

۳۶۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُقْرِئُ نَا سُهَيْلُ بْنُ مِهْرَانَ نَا أَبُو عِمْرَانَ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي كِتَابِ اللهِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ

ترجمہ:۔ جندبؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اللہ کی کتاب میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور درست کہا تو بھی خطا کی (ترمذی، نسائی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے) اس حدیث کا راوی سہیل بن مہران متکلم فیہ ہے۔

شرح:۔ یعنی جو رائے کسی دلیل پر مبنی نہ ہو محض اغراض نفسانی اور ذاتی خیالات و وساوس پر مبنی ہو اس سے قرآن کی تفسیر کرنا ناجائز ہے۔ اس قسم کی تفسیر کو تفسیر بالرائی المذموم کہا گیا ہے۔ جو رائے اصول و قواعد شرع کے مطابق ہو اس سے کام لینا جائز ہے۔ لیکن تفسیر قرآنی کے لیے سب سے پہلے قرآن پر نظر لازم ہے۔ پھر حدیث و سنت پر، پھر اقوال و آثار اصحابہ، تابعین پر، پھر اہل تفسیر کی اقاویل کا علم بھی لازم ہے۔ اس کے علاوہ لغت عربی کا علم ضروری ہے جس کے بغیر قرآن میں بات کرنا خطرناک ہوگا۔ ان شرائط کے بغیر اگر کوئی تفسیر کرے اور فرض کرو کہ اتفاق سے اس کی بات درست ہو پھر بھی مذموم ہے، کیونکہ اس کے پاس اس میدان میں اترنے کے لیے اسلحہ اور آلات ہی موجود نہیں۔ شریعت اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات ہے، جو آدمی اس میں کسی اور چیز کی ملاوٹ کرتا ہے اس سے بڑا ظالم انسان کون ہے؟ گویا بالفاظ دیگر وہ خدا اور رسولؐ ہونے کا مدعی ہے۔ معاذ اللہ منہ۔

۳۶۴۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے قرآن میں جھوٹی بات کہی (یا اس قسم کی

کوئی اور بات فرمائی، تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیئے۔ (یہ حدیث بذل المجہود کے نسخے کے حاشیے پر درج ہے)

بَابُ تَكْرِيرِ الْحَدِيثِ

بات کو مکرر کرنے کا باب نمبر ۶

۳۶۵۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْمَرْزُوقِ أَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَقِيلٍ هَاشِمِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ سَابِقِ بْنِ نَاجِيَةَ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ عَنْ رَجُلٍ خَدَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَدَّثَ حَدِيثًا أَعَادَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

ترجمہ:۔ ابو سلام نے ایک ایسے مرد سے روایت کی جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی حدیث بیان فرماتے تو اسے تین بار دہراتے تھے۔

تشریح:۔ ابو السلام کا نام ممطور الحبشی تھا اور یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا۔ ابن ماجہ نے صبح وشام کے وظیفے رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا کی حدیث مع فضیلت روایت کی ہے جس میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ ابو سلام خود خادم رسول اللہ ؐ تھا اور صحابی تھا۔ زیر نظر حدیث کا مضمون دوسرے اصحاب مثلاً ام المومنین عائشہؓ اور انسؓ سے بھی مروی ہے۔ تین بار سے غرض تاکید بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی کہ لوگ اس ارشاد کو خوب یاد کرلیں اور وہ محفوظ ہو جائے۔

بَابٌ فِي سَرْدِ الْحَدِيثِ

جلدی جلدی بات کرنے کا باب نمبر ۷

۳۶۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ جَلَسَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَجَعَلَ يَقُولُ اسْمَعِي يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ مَرَّتَيْنِ فَلَمَّا قَضَتْ صَلَاتَهَا قَالَتْ أَلَا تَعْجَبُ إِلَى هٰذَا وَحَدِيثِهِ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحَدِّثُ الْحَدِيثَ لَوْ شَاءَ الْعَادُّ أَنْ يُحْصِيَهُ أَحْصَاهُ

ترجمہ:۔ عروہ نے کہا کہ ابو ہریرہؓ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے پہلو میں بیٹھا تھا اور حضرت عائشہؓ اس

وقت نماز پڑھ رہی تھیں۔ پس ابوھریرہؓ کہنے لگا "اے حجرے کی مالکہ! دو مرتبہ یہ کہا۔ جب حضرت عائشہؓ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا "کیا تو اس شخص اور اس کی بیان کردہ حدیث پر حیران نہیں ہوتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جب حدیث بیان فرماتے تو اپنے آرام اور سکون اور آہستگی سے فرماتے کہ، اگر گننے والا چاہتا تو اس کے الفاظ بھی گن سکتا تھا۔ (بخاری، مسلم)

شرح:۔ ابوھریرہؓ شاید ام المؤمنینؓ سے اپنی بیان کردہ حدیث کی تصدیق کرانا چاہتے تھے اس لیے انھیں پکارا۔

۳۶۵۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَنُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَلَا يُعْجِبُكَ أَبُو هُرَيْرَةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَى جَانِبِ حُجْرَتِي يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْمِعُنِي ذٰلِكَ وَكُنْتُ أُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ أَنْ أَقْضِيَ سُبْحَتِي وَلَوْ أَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيثَ سَرْدَكُمْ

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سلام اللہ علیہا نے عروہ بن زبیر (اپنے بھانجے) سے فرمایا "کیا تجھے ابوھریرہؓ پر تعجب ہوا؟ وہ آیا اور میرے حجرے کے پہلو میں بیٹھ گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مجھے سنا سنا کر بیان کر رہا تھا اور میں نفل پڑھ رہی تھی، پھر میرے نفل ختم کرنے سے پہلے اٹھ گیا، اور اگر میں اسے یہاں پاتی تو اس کا رد کرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تیز تیز حدیث بیان نہیں کرتے تھے جس طرح تم لوگ کرتے ہو۔ (ترمذی، مسلم، نسائی)

بَابُ التَّوَقِّيْ فِي الْفُتْيَا

(فتویٰ دینے میں احتیاط و گریز کا باب نمبر ۸)

۳۶۵۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ نَا عِيسَى عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْغُلُوطَاتِ

ترجمہ:۔ حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچیدہ باتوں سے منع فرمایا۔

شرح:۔ حدیث کا آخری لفظ اُغلوطات اور غلوطات دونوں طرح سے مروی ہے اوزاعی نے کہا کہ اغلوطات برے مسائل ہیں یعنی گورکھ دھندے یہ پیچیدہ مسائل اور لا یعنی بے مطلب مسائل جن کا عوام سے تعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ انھیں سن کر پریشانی میں

مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے مسائل صرف علماء کے لیے ہیں اور عوام کی رسائی سے بالاتر ہیں، ان کے ذکر کا عوام کو کچھ فائدہ نہیں بلکہ اُلٹا نقصان ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ قابلیت جتلانے اور فضیلت بگھارنے کے لیے ایسے مسائل بیان کیا کرتے ہیں۔ بزرگانِ سلف اس پر نکیر کرتے ہیں۔ اُبَیّ بن کعب سے کسی نے ایک پیچیدہ مسئلہ پوچھا تو فرمایا "کیا یہ پیش آیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر اسے پیش آنے تک مجھے مہلت دے دو۔ ایک آدمی نے مالک بن انس سے پوچھا کہ جو شخص نماز میں بھول کر پانی پی لے اس کا کیا حکم ہے؟ مالک نے کہا کہ "اس نے بھول کر کھایا کیوں نہیں؟ حدیث میں ہے کہ لایعنی باتوں کا ترک کر دینا آدمی کے اسلام کے اچھا ہونے کی علامت ہے۔ (خطابی)

۳۶۵۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ نَا سَعِيْدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ

ترجمہ:۔ ابوہریرہ سے روایت ہے جس نے فتویٰ دیا بغیر علم رکھنے۔ اس کا گناہ اسپر ہوگا جس نے اس کو فتویٰ دیا۔

۳۶۵۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ ابْنُ دَاوُدَ نَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي نُعَيْمَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الطُّنْبُذِيِّ رَضِيعِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ زَادَ سُلَيْمٰنُ الْمَهْرِيُّ فِي حَدِيْثِهِ وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيْهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ وَهٰذَا لَفْظُ سُلَيْمٰنَ

ترجمہ:۔ ابوہریرہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جس کو علم کے بغیر فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔ سلیمان المہری نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ "اور جس شخص نے اپنے بھائی پر کسی ایسے امر کا اشارہ کیا کہ وہ جانتا ہے کہ بھلائی اس کے علاوہ میں ہے تو اس نے اس کے ساتھ خیانت کی (ابن ماجہ فی المقدمہ)

شرح:۔ اس حدیث سے علم کے بغیر فتویٰ دینے کی سنگینی کا حال معلوم ہوا۔ لوگ تو عالم تما جاہل سے فتویٰ پوچھتے ہیں، یہ اس کا فرض ہے کہ اپنی جہالت کا اقرار کرے۔ اور علمی مسائل پر گفتگو نہ کرے، اگر کسی عامی نے اس جاہل کو عالم سمجھ کر فتویٰ پوچھا

تو غلط جواب دینے کا گناہ اس مفتی پر ہوگا۔ یہ بد دیانتی ہے کہ جس چیز کو وہ نہ جانتے اس میں منہ مارنے سے گریز نہ کرے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ " لا ادری (میں نہیں جانتا) نصف علم ہے، کیونکہ ایسا شخص جو لا ادری کہہ دے کم از کم غلط فتویٰ دینے سے گناہ سے تو محفوظ رہا۔ مفتی بھی امین ہوتا ہے، اگر غلط فتویٰ دیتا ہے تو امانت میں خیانت کرتا ہے۔

بَابُ۹ كَرَاهِيَةِ مَنْعِ الْعِلْمِ

علم کے روکنے کی کراہیت کا باب ۹

۳۶۵۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ نَا حَمَّادٌ أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللّٰهُ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ:۔ ابوھریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے اسے چھپا لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں دے گا۔ (ترمذی)

شرح:۔ نہ بولنے والا یوں ہے گویا اس نے اپنے منہ میں لگام دے رکھی ہے، سو جو شخص اسے موقع پر نہیں بولتا جبکہ اسے بولنے پر مامور کیا گیا ہے، عالم کو اپنا علم وقت پر ظاہر کرنا واجب ہے، تو اس نے اپنے منہ میں لگام دے رکھی ہے جس کی سزا یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے منہ میں جہنم کی لگام چڑھا دی جائے۔ گناہ کی سزا اس کے مطابق ہوتی ہے، جیسے کہ سود خوار کی مخبوط الحواسی کو اللہ تعالیٰ نے قبر سے مخبوط الحواس اٹھنے کی سزا سنائی ہے۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس طرح اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ البقرہ ۲۷۵۔ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ اس علم کو چھپانے کی سزا ہے جس کا ظاہر کرنا عالم پر فرض ہے۔ جیسے کوئی کافر مسلمان ہونا چاہے اور کہے کہ مجھے بتاؤ اسلام کیا ہے؟ یا ایک نماز سے جاہل انسان کسی سے پوچھے کہ مجھے بتاؤ نماز کیا ہے اور کیونکر پڑھی جاتی ہے۔ یا کوئی حلت و حرمت کا کوئی مسئلہ پوچھتا ہے۔ ان صورتوں میں علم کا اظہار فرض ہے اور اسے چھپانے سے گناہ ہوگا۔ جن چیزوں کی عوام کو حاجت نہیں یا جو دقیق مسائل ان کی فہم سے بالاتر ہیں ان کا یہ حکم نہیں۔ فضیل بن عیاض سے اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم انھوں نے جواب دیا کہ جو عمل تم پر فرض ہے اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے اور جو عمل تم پر فرض نہیں اس کا علم بھی فرض نہیں

بَابُ۱۰ فَضْلِ نَشْرِ الْعِلْمِ

اشاعتِ علم کی فضیلت کا باب ۱۰

۳۶۵۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْمَعُونَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ

ترجمہ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تم سنتے ہو اور تم سے سُنا جائے گا اور جو تم سے سنیں گے ان سے بھی سُنا جائے گا۔ (یعنی جس طرح تم مجھ سے علم سُنتے ہو اور لوگ تم سے سُنیں گے اور پھر ان کے شاگرد اُن سے سُنیں گے اور اس طرح یہ علم پھیلتا رہے گا اور دُنیا کے آفاق تک جائے گا۔ گویا علم کی نشر و اشاعت نبوی کاموں میں سے ہے۔)

۳۶۵۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي عُمَرُ وَبْنُ سُلَيْمَانَ مِنْ وُلْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ

ترجمہ۔ زیدؓ بن ثابت نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو فرماتے سُنا (اللہ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جو ہم سے کوئی حدیث سُنے اور اُسے محفوظ رکھے حتیٰ کہ اسے آگے پہنچا دے کیونکہ کئی فقہ کو اُٹھا کر ان لوگوں تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں اور کئی فقہ کے حامل خود نہیں ہوتے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

شرح:۔ ہر علم اٹھانے والا خود فقیہ نہیں ہوتا، پس محض ہے وہ اس شخص تک علم کو پہنچا دے جو فقیہ ہے اور اسے اس علم سے فائدہ پہنچے۔ بعض علم کے حامل معمولی سمجھ بوجھ کے ہوتے ہیں اور جنہیں وہ تبلیغ کرتے ہیں وہ ان سے فقیہ تر ہوتے ہیں۔ جن سے خود ان کو اور خلق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ پس جو شخص غیر فقیہ ہے یا کم فقیہ ہے اسے علم کو بے کم و کاست دوسروں تک پہنچانا لازم ہے تاکہ ان میں جو فقیہ ہو وہ اس پر غور و فکر کرے اور اس میں سے احکام کا استنباط کرے۔ اس حدیث سے فقہ کی اہمیت و فضیلت ثابت ہوئی اور معلوم ہوا کہ علم سے اصل فائدہ فقیہ اُٹھا سکتا ہے۔

۳۶۵۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ

اَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاللهِ لَاَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِهُدَاكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ

ترجمہ :- سہل بن سعد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " واللہ یہ بات تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری ہدایت یعنی رہنمائی اور تبلیغ سے ایک آدمی کو ہدایت دے دے (بخاری، مسلم، نسائی) یہ ارشاد حضور نے علی بن ابی طالب کو کیا تھا جبکہ انھیں یمن کی طرف روانہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص کو بھی اسلام کی دولت سے یا علم کی دولت سے مالامال کر دینا اس قدر اجر و ثواب رکھتا ہے کہ دنیوی مال و دولت اس کے سامنے ہیچ ہے۔

بَابُ الْحَدِيثِ عَنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ

بنی اسرائیل سے روایت کرنے کا باب نمبر ۱۱

۳۶۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِّثُوا عَنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ

ترجمہ :- ابوھریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " بنی اسرائیل سے روایت کرو اور کوئی حرج نہیں۔

شرح :- اس سے قبل حدیث نمبر ۳۶۴۴ میں بنی اسرائیل کی تصدیق و تکذیب کی ممانعت گزر چکی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ابتدائے اسلام میں بنی اسرائیل سے باتیں لے کر روایت کرنے سے منع فرمایا گیا تھا۔ پھر جب اسلام کا معاملہ ثابت قدم ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب روایت میں ماہر و مضبوط ہو گئے اور انھیں پتہ چل گیا کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہے اور اپنے دین میں ملاوٹ اور خلط ملط کی ہے، تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے روایت لینے کی اجازت دے دی۔ ان کی حدیث میں جو بات اسلام کے موافق ہو گی وہ قابل قبول ہے اور جو اسلام کے خلاف ہو گی اسے رد کر دیا جائے گا، اس صورت میں ان سے روایت لینے میں حرج نہیں ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ اہل کتاب کی جھوٹی روایات کو لینا مباح ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بطور بلاغ ان سے روایت لینا جائز ہے۔ اہل کتاب میں روایت، نقد رجال، اسناد، جرح و تعدیل کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ ان کی کتابیں کذب و تحریف سے پر ہیں۔ ان کی آسمانی کتابوں میں بھی بے شمار خرابیاں راہ پا گئی ہیں، اصل کتابیں گم ہو چکی ہیں۔ ان کے ترجمے جو ان کے علماء نے نقل کیے ہیں ان میں بے شمار تضاد اور تناقصات ہیں۔ یہ سب کچھ ثابت کرنے کے لیے بطور حوالہ اگر اہل کتاب سے روایت لی جائے تو حرج نہیں ہے اہل کتاب کی تحریفات کا مطالعہ کرنے کے لیے ابن حزم کی "الفصل" ابن تیمیہ کی الجواب الصحیح، علامہ رحمت اللہ

کیرانوی کی اظہار الحق کا مطالعہ مفید ہے۔ لیکن عوام کو بتادینا چاہیئے کہ یہ کتابیں آسمانی نہیں ہیں اور نہ ان کے کام کی ان میں کوئی بات ہے۔

۳۶۶۰ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُعَاذٌ نَا اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ حَسَّانٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ نَبِیُّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُنَا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَتّٰی یُصْبِحَ مَا یَقُوْمُ اِلَّا اِلٰی عُظْمِ صَلٰوةٍ

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بنی اسرائیل کی باتیں بتاتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور آپؐ صرف فرض نماز کی خاطر اٹھتے۔ (بخاری، باختلاف الفاظ، ترمذی)

شرح:۔ پس اگر کوئی عالم جو اہل کتاب کی کتابوں اور ان کے دینی خیالات کا صحیح علم رکھتا ہے لوگوں کو تفصیل سے ان کی باتیں بتائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری رات وعظ وخطبہ ثابت نہیں ہے، پس اس روایت میں عبداللہ بن عمرو کے بیان کو مبالغہ پر مبنی ماننا لازم ہے۔ یا یوں کہو کہ حضورؐ کبھی کبھی نماز تہجد سے پہلے یا بعد وعظ وارشاد کے لیے بیٹھے اور صرف نماز تہجد یا نماز فجر کا وقفہ ہوا، وعظ وارشاد برابر جاری رہا۔ اس میں حضورؐ کا ایک ظاہر و زندہ معجزہ بھی ہے کہ آپؐ نے پچھلی کتابوں کا علم کسی استاد سے نہیں سیکھا تھا نہ خود مطالعہ کر سکتے تھے کہ اُمّی تھے، پس یہ سب کچھ تعلیم الٰہی سے تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَابٌ ۱۲ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ لِغَیْرِ اللهِ

غیر اللہ کی خاطر علم طلب کرنے کا باب، ۱۲

۳۶۶۱ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا سُرَیْجُ بْنُ النُّعْمَانِ نَا فُلَیْحٌ عَنْ اَبِیْ طُوَالَةَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللهِ لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَعْنِیْ رِیْحَهَا

ترجمہ:۔ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ جس علم سے غرض صرف رضائے خداوندی کی طلب ہے، جو شخص اسے دنیوی اغراض کے لیے طلب کرے تو وہ قیامت کے دن جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا۔ (ابن ماجہ فی المقدمہ، ترمذی) اس علم سے مراد

علوم شرعیہ ہیں ورنہ کاروبار اور کسب مال کے لیے تو لوگ کسی نہ کسی علم یا فن یا پیشے کو سیکھتے ہی ہیں۔ دنیا کے لیے دینی علوم کو استعمال کرنا قطعی یہودیت ہے جس پر قرآن گواہ ہے۔

بَابٌ فِي الْقَصَصِ

تذکیر کا باب ۱۳

۳۶۶۲۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ نَا أَبُو مُسْهِرٍ نَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْخَوَّاصُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ السَّيْبَانِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَقُصُّ إِلَّا أَمِيرٌ أَوْ مَأْمُورٌ أَوْ مُخْتَالٌ

ترجمہ:۔ عوف بن مالک اشجعی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا "تذکیر صرف امیر کرتا ہے یا جو اس کی طرف سے مقرر ہو یا پھر متکبر آدمی۔

شرح:۔ قصص سے مراد معروف معنوں میں تاریخی یا فرضی قصے نہیں ہیں بلکہ یہ مصدر ہے جس کا معنی تذکیر ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابن شرح خطبے میں یہ حدیث پڑھا کرتا تھا۔ خطبہ اُمراء پڑھتے تھے اور لوگوں کو ان میں وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے۔ مامور وہ ہے جو امیر کی طرف سے اس منصب پر مقرر ہو کہ لوگوں کو وعظ ونصیحت اور تذکیر کرے۔ مختال (متکبر) وہ خود غرض شخص ہے جو خود ساختہ واعظ یا خطیب ہو اور ریاست طلبی یا مال اکٹھا کرنے کے لیے قصہ گوئی کا پیشہ اختیار کرے۔ جیسا کہ آج کل آپ کو گلی کوچوں کی مسجدوں میں ایسے لوگ ہر روز ملیں گے۔ یہ ریاکار اور متکبر لوگ ہیں جو یہودی مولویوں سے مشابہ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میری آیات کے بدلے میں تھوڑا مال مت خریدو (یعنی دین کے نام پر دنیا پرستی کی دکان مت چمکاؤ)۔ علامہ خطابی مزید فرماتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے خطاب وکلام کرنے والے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ مذکر، واعظ اور قصہ گو۔ مذکر وہ ہے، جو لوگوں کو اللہ کی نصیحتیں اور اس کے فضل واحسان اور لوگوں کے فرائض دینی یاد دلائے اور شکر پر آمادہ کرے۔ واعظ وہ ہے انہیں اللہ کا خوف دلائے اور آخرت کے عذاب سے ڈرا کر گناہ ترک کرنے پر آمادہ کرے۔ قصہ گو وہ ہے جو انہیں اصلی یا فرضی قصے سنائے، تیسرا شخص کبھی بھی سے بچ نہیں سکتا جبکہ پہلے دو اس سے مامون ہیں۔

۳۶۶۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنِ

الْعَلَاءِ بْنِ بَشِيرٍ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسْتُ فِي عِصَابَةٍ مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَإِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِنَ الْعُرْيِ قَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ كَانَ قَارِئٌ لَنَا يَقْرَأُ عَلَيْنَا فَكُنَّا نَسْتَمِعُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فِينَا ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوا وَبَرَزَتْ وُجُوهُهُمْ لَهُ قَالَ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ مِنْهُمْ أَحَدًا غَيْرِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ

ترجمہ:۔ ابو سعیدؓ خدری نے کہا کہ میں ضعیف مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا، عریانی کے باعث ان میں سے بعض دوسرا کی اوٹ میں چھپتے تھے اور ایک قاری ہمارے سامنے قرآن پڑھتا تھا۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے اور کھڑے ہوگئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر کھڑے ہوئے تو قاری خاموش ہوگیا۔ پس حضورؐ نے سلام کہا، پھر فرمایا "تم لوگ کیا کر رہے تھے؟" ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ایک قاری قرآن پڑھتا تھا اور ہم کتاب اللہ کو غور سے سنتے تھے۔ ابو سعیدؓ نے کہا، پس رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس اللہ ہی کی تعریف ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے جن کے ساتھ صبر کرنے کا مجھے حکم ملا ہے۔ ابو سعیدؓ نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے وسط میں بیٹھ گئے تاکہ ہر ایک سے عدل فرمائیں (سب کو برابر دیکھیں اور خطاب فرمائیں) پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا تو لوگوں نے حلقہ باندھ لیا اور ان کے چہرے حضورؐ کے سامنے واضح ہو گئے، ابو سعیدؓ نے کہا، میں نے نہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے علاوہ ان میں سے کسی کو پہچانتے ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے مفلس مہاجروں کی جماعت قیامت کے دن پورے نور کی خوشخبری پاؤ۔ تم جنت میں

غنی لوگوں سے نصف دن پہلے داخل ہوں گے اور وہ پانچ سو سال کا عرصہ ہے (ابن ماجہ، ترمذی، اور مسلم کی حدیث میں چالیس خریف کا لفظ آیا ہے۔)

شرح:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے، کہ مجھے کچھ لوگوں کے ساتھ صبر کا حکم ملا ہے، یہ اشارہ تھا سورۂ کہف کی آیت کی طرف، اور تو جا کر رکھ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔ اُسی کی رضا چاہتے ہیں۔ تو اپنی آنکھوں کو ان کی طرف سے مت پھیر۔ عُریانی سے مراد اس حدیث میں ستر کی عریانی نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس لباس بہت کم تھے اور بہت تھوڑے کپڑوں والا اپنے سے زیادہ کپڑوں والے کی آڑ لیتا ہے حضور ؐ نے ان حضرات کو اس وقت سلام کہا جبکہ قاری خاموش ہو گیا، اس سے معلوم ہوا کہ قاری اور سامع کو حالتِ قرأت و سماعت میں سلام نہیں کیا جا سکتا۔ ابو سعید ؓ نے یہ جو کہا کہ میرے سوا کسی اور کو حضور ؐ نے نہیں پہچانا تو شاید یہ رات کی تاریکی کے باعث تھا اور حضور ؐ کے قریب ابو سعید ؓ تھا۔

۳۶۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ السَّلَامِ يَعْنِي بْنَ مُطَهَّرٍ نَا مُوسَى بْنُ خَلَفٍ الْعَمِّيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ تَعَالَى مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً مِنْ وُلْدِ إِسْمٰعِيلَ وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلٰى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً

ترجمہ:۔ انس ؓ بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ نماز فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک بیٹھنا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ اولادِ اسماعیل ؑ میں سے چار غلاموں کو آزاد کروں۔ اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک بیٹھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ چار غلاموں کو آزاد کروں (یہ دونوں وقت قبولیتِ دعا کے ہیں۔ ذکرِ خداوندی سے مراد یہاں پر اجتماعی ذکر یعنی وعظ و تذکیر اور تعلیم کتاب و سنت ہے۔ اسی لیے ابوداؤد نے یہ حدیث اس باب میں درج کی ہے۔)

۳۶۶۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ عَلَيَّ سُورَةَ النِّسَاءِ قَالَ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ

أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ حَتَّى إِذَا انْتَهَيْتُ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ الْآيَةَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا عَيْنَاهُ تَهْمِلَانِ آخِرُ كِتَابِ الْعِلْمِ

ترجمہ:۔ عبداللہؓ (ابن مسعود) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے سورۂ نساء پڑھ کر سنا" عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں آپؐ کے سامنے پڑھوں حالانکہ قرآن تو آپؐ پر اترا ہے؟ فرمایا "میں دوسروں سے سننا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ پس میں نے سورۂ نساء آپؐ کو پڑھ کر سنائی حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ کے اس قول تک پہنچا "سو کیا کیفیت ہو گی اس وقت جبکہ ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے"، تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی) یعنی قیامت کے نظارے کا خیال کر کے آپؐ رو رہے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتاب الاشربہ اس میں ۲۲ باب اور ۲۷ حدیثیں ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ

تحریم خمر کا باب

۳۶۶۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نَا أَبُو حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ يَوْمَ نَزَلَ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ وَثَلَاثٌ وَدِدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُفَارِقْنَا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَا فِيهِنَّ عَهْدًا نَنْتَهِي إِلَيْهِ الْجَدُّ وَالْكَلَالَةُ وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا

ترجمہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تحریم خمر جس دن نازل ہوئی تو خمر پانچ چیزوں سے بنتا تھا۔ انگور سے، اور کھجور سے اور شہد سے اور گندم سے اور جَو سے۔ اور خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔ اور تین چیزیں ایسی ہیں کہ میں چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوں جب تک کہ ان میں ہم سے عہد نہ لے لیں جس تک ہم منتہی ہوں۔ جد، کلالہ اور ربا کے ابواب میں سے کچھ باب۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

شرح :- ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈال دے (جس میں خمار ہو) وہ خمر کے حکم میں ہے، گو لغت میں خمر صرف انگور کے شیرے کو کہتے ہیں۔ اہل لغت کے دراصل اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مختص ہے۔ انگور کے شیرے کے ساتھ جب کہ اس میں نشہ دینے کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ دوسرا قول یہ کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ پہلے قول والوں نے کہا کہ خمر تو لغت میں یہی ہے مگر اس کے علاوہ مسکر چیزوں کے بہت سے نام ہیں مثلاً، سکر، فضیخ، نقیع، زبیب، طلاء، باذق منصف، مجبوری، الوالسقیار، حنیطانی، مزر، جعہ، تبراء، پس یہ اختلاف اسماء اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصلی لغت میں خمر صرف شیرۂ انگور ہے جبکہ وہ گاڑھا اور سخت ہو جائے اور حدِ سکر کو پہنچ جائے۔ گندم اور جو کی نبیذ جب مسکر ہو جائے تو اس کا نام جعہ ہے۔ شہد کی نبیذ جب حدِ سکر کو پہنچ جائے تو وہ بتع ہے۔ تازہ کھجور کا پانی جب گاڑھا ہو جائے، اور نشہ آور ہو جائے تو اس کا نام سکر ہے۔ نصف پختہ کھجور کا تازہ پانی جب سکر کو پہنچے تو وہ فضیخ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شراب اس وقت بالعموم ان چیزوں سے بنتی تھی، ورنہ احادیث سے ثابت ہے کہ مکئی اور جوار سے بھی شراب بنتی تھی جس کا حکم حضورؐ سے پوچھا گیا تھا۔ دوسری بات جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تین چیزوں کا کافی وشافی، واضح اور صریح) دو ٹوک بیان ثابت نہ ہو سکا۔ جد سے مراد ان کی یہ ہے کہ میت کے بھائیوں کی موجودگی میں جد کا حصہ کتنا ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے۔ یہ مسئلہ عنقریب کتاب الفرائض میں آئے گا۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس میں کئی فیصلے کیے تھے۔ کلالہ کا بیان بھی انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الفرائض میں آئے گا۔ ابواب ربا سے حضرت عمرؓ کی مراد شاید ربائے فضل ہے کیونکہ ربائے نسیئہ کے مسئلے میں تو صحابہؓ متفق تھے۔ حضرت عمرؓ کا قول ظاہر کرتا ہے کہ ربوا کے بعض ابواب میں ان کے پاس نص موجود تھی اور بعض میں نہ تھی جن کی وضاحت وہ چاہتے تھے۔

۳۶۶۷ حَدَّثَنَا عَبَّادُ ابْنُ مُوسَى الْخَتْلِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ قَالَ عُمَرُ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ الْآيَةَ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ قَالَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي النِّسَاءِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ يُنَادِي أَلَا لَا يَقْرَبَنَّ الصَّلٰوةَ سَكْرَانُ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً

فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ فَقَالَ عُمَرُ انْتَهَيْنَا

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب خمر کی تحریم نازل ہوئی تو عمرؓ نے کہا "اے اللہ خمر کے بارے میں واضح بیان نازل فرما۔ پھر وہ آیت اتری جو سورۃ البقرہ میں ہے کہ "تجھ سے خمر اور قمار کا حکم پوچھتے ہیں، تو کہہ کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں (الجزء البقرہ ۲۱۹) فرمایا کہ اس پر عمرؓ کو بلایا گیا اور یہ آیت اس پر پڑھی گئی تو اس نے کہا" اے اللہ ہمارے لیے خمر میں شافی بیان نازل فرما۔ پھر وہ آیت اتری جو النساء ۴۳ میں ہے "اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی اقامت صلوٰۃ کے وقت پکارتا تھا" خبردار کوئی نشہ والا نماز کے قریب نہ جائے۔ پھر عمرؓ کو بلایا گیا اور یہ آیت اس پر پڑھی گئی تو اس نے کہا" اے اللہ ہمارے لیے خمر میں شفا بخش بیان واضح فرما۔ پس یہ آیت (المائدہ ۹۱) هَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (سو کیا تم باز آؤ گے؟) اتری تو عمرؓ نے کہا "ہم باز آگئے" (نسائی، ترمذی)

شرح: اس حدیث کی ابتداء میں اس جملے، جب خمر کی تحریم نازل ہوئی، کا یہ مطلب ہے کہ مقدمات تحریم کی ابتداء ہوگئی، ورنہ تحریم خمر کا نزول اس کے بعد کا حصہ ہے۔ شارح طیبی نے کہا ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت میں تحریم خمر کے سات دلائل ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کا قول رِجْسٌ، رجس نجس کو کہتے ہیں اور ہر نجس چیز حرام ہے۔ دوسرا لفظ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اور ہر شیطانی عمل حرام ہے۔ تیسرا اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَاجْتَنِبُوْهُ اور جس چیز سے اجتناب کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ حرام ہے۔ چوتھا اللہ تعالیٰ کا یہ قول لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ پس جس چیز کے اجتناب پر فلاح معلق ہو اس کا کرنا حرام ہے۔ پانچواں اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے" اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ الْخَمْرَ اور جو چیز مسلمانوں میں بغض و عداوت کا سبب ہو وہ حرام ہے۔ چھٹا" وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ اور جس چیز کے ساتھ شیطان ذکر اللہ اور نماز سے روکے وہ حرام ہے۔ ساتواں" هَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ، اور جس چیز سے باز رہنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا اس کا کرنا حرام ہے۔

۳۶۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ نَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ دَعَاهُ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَسَقَاهُمَا قَبْلَ اَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ فَاَمَّهُمْ عَلِيٌّ فِي الْمَغْرِبِ وَقَرَاَ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ فَخَلَطَ فِيْهَا فَنَزَلَتْ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

ترجمہ: علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک مرد نے اسے بلایا اور عبدالرحمان بن عوف کو بھی اور شراب کی حرمت سے قبل انہیں شراب پلائی، پھر مغرب کی نماز میں علیؓ نے ان کی امامت کی اور سورۃ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ

لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھا۔ ان احادیث کے مطابق پہلے البقرہ میں خمر سے صرف نفرت دلائی گئی۔ پھر النساء میں سکر پر پابندیاں لگائی گئیں اور آخر میں المائدہ میں خمر سے بالصراحت روک کر اس کا اعلان فرمایا گیا۔ جب تک کوئی چیز صریحاً حرام نہ ہو اس کا استعمال کرنے والوں پر کوئی نکیر نہیں کی جا سکتی تھی۔ جنگ بدر کے شہدائے جن کا رتبہ اسلامی تاریخ میں اتنا بلند ہے ان میں سے بعض اس حالت میں شہید ہوئے تھے کہ ان کے پیٹ میں شراب تھی کیونکہ اس وقت تک ابھی شراب کی حرمت نازل نہ ہوئی تھی۔ بعض انسانوں کو خدائی کا مرتبہ دینے والوں کی سمجھ میں شاید یہ بات نہ آسکے۔

٣٦٦٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ نَسَخَتْهُمَا الَّتِيْ فِي الْمَائِدَةِ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ الْاٰيَةُ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی (النساء ۴۳)

ان دونوں کو اس آیت نے منسوخ کیا جو المائدہ ۔ ۹۰ میں ہے۔

شرح:۔ بقول شاہ ولی اللہ (الفوز الکبیر) لفظ نسخ کا معنی متقدمین کے نزدیک بہت وسیع تھا۔ اس حدیث میں لفظ نسخ سے مراد دائمی و قطعی حرمت ہے۔ یعنی البقرہ اور النساء کی آیات میں حرمت کا اعلان نہ تھا جو المائدہ کی آیت میں کیا گیا۔

٣٦٧٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ حَيْثُ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فِيْ مَنْزِلِ اَبِيْ طَلْحَةَ وَمَا شَرَابُنَا يَوْمَئِذٍ اِلَّا الْفَضِيْخُ فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ وَنَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا هٰذَا مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔ انسؓ نے کہا کہ ابو طلحہؓ کے گھر میں میں قوم کا ساقی تھا جبکہ شراب کی حرمت نازل ہوئی اور ان دنوں

ہماری شراب صرف فضیخ تھی (نیم پختہ تازہ کھجور کا گاڑھا مسکر پانی) پس ایک مرد ہم پر داخل ہوا اور بولا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے پکار کر اعلان کیا تو ہم نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کنندہ ہے۔

شرح :۔ فتح الودود میں ہے کہ انسؓ کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ نزولِ آیت کا محل فضیخ تھی لہٰذا آیت اسے بدرجۂ اولیٰ مشتمل ہے۔

بَابُ الْعَصِيرِ لِلْخَمْرِ

انگور کے شیرے کا باب ۲ جس کی خمر بنائی جائے

۳۶۷۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعُ ابْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِي عَلْقَمَةَ مَوْلَى هُمْ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْغَافِقِيِّ اَنَّهُمَا سَمِعَا ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ اِلَيْهِ

ترجمہ :۔ ابن عمرؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو اللہ تعالیٰ نے خمر پر اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر اس کے خریدنے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے نچوڑنے والے پر، اس نچڑوانے پر، اس کے اٹھانے والے پر، اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی گئی، یہ سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابن ماجہ)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَمْرِ تُخَلَّلُ

خمر کو سرکہ بنانے کا باب ۳

۳۶۷۲۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِي هُبَيْرَةَ قَالَ اَفَلَا اَجْعَلُهَا خَلًّا قَالَ لَا

ترجمہ :۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ابوطلحہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ یتیموں کے متعلق پوچھا جن کو شراب وراثت میں ملی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا دو اسے بہا دو۔ اس نے کہا کہ میں اس کا سرکہ نہ بنالوں؟ فرمایا نہیں۔ (مسلم)

شرح :۔ اس حدیث سے ظاہر کے مطابق احمد کا قول ہے۔ شافعی نے کہا کہ اگر شراب کے مالک نے نمک وغیرہ

ڈال کر کسی تدبیر سے سرکہ بنایا تو یہ جائز نہیں اور وہ سرکہ حلال نہیں، لیکن اگر اس نے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر کے یعنی چھاؤں سے دھوپ میں رکھ کر، سرکہ بنا لیا تو اس میں شافعی کے دو قول ہیں، صحیح یہ قول ہے کہ وہ پاک ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ شراب کو کسی طرح بھی نمک یا سرکہ وغیرہ ڈال کر سرکہ بنا لیں یا وہ خود بخود سرکہ بن جائے تو جائز ہے مالک سے تین روایتیں ہیں، صحیح تر یہ ہے کہ سرکہ بنانے والا گناہ گار ہے مگر سرکہ جب بن گیا تو وہ حلال ہے۔ اس حدیث میں جو ممانعت ہے، وہ اس لیے ہے کہ شراب کی الفت بالکلیہ دلوں سے نکال دی جائے اور اس کے خلاف نفرت پیدا کی جائے تاکہ خمر کی تخلیل کو حرام کا ذریعہ نہ بنا لیا جائے۔ جب تحریم پر عرصہ گزر گیا اور یہ سبب باقی نہ رہا تو چونکہ خمر کی حقیقت بدل جانے سے وہ خمر نہیں رہتا لہٰذا اس میں حرج نہیں۔ شروع میں شراب کے استعمال کے برتن بھی حرام کیے گئے تھے۔ حدیث میں ہے کہ "سرکہ بہت اچھا سالن ہے"۔ اس حدیث میں اشارۃ النص کے طور پر شراب کو سرکہ بنا لینے میں حرج نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ ابو حنیفہ پر بلا سبب محض اختلافِ رائے کے باعث تبرا بازی کا شوق رکھنے والے حضرات اپنا یہ شوق بے شک پورا کرتے چلے جائیں مگر یہ دیکھ لیں کہ اس لپیٹ میں اور کون کون آتا ہے! عمر اس میں کچھ پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں۔!! عطاءؒ، اور عمرؒ بن عبدالعزیز کا قول بالکل ابو حنیفہ جیسا ہے۔

بَابُ الْخَمْرِ مِمَّا هِيَ

خمر جن چیزوں سے ہوتا ہے ان کا باب

۳۶۷۶۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْعِنَبِ خَمْرًا وَاِنَّ مِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَاِنَّ مِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا وَاِنَّ مِنَ الْبُرِّ خَمْرًا وَاِنَّ مِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا

ترجمہ:۔ نعمانؓ بن بشیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انگور کی بھی شراب ہے، کھجور کی شراب ہے، شہد کی بھی شراب ہے، گندم کی بھی شراب ہے، جَو کی بھی شراب ہے (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی۔ ترمذی نے اسے حدیث غریب کہا ہے۔

شرح:۔ جب مذکورہ بالا اشیاء کی نبیذ حدِ مسکر کو پہنچ جائے تو خمر ہو جائے گی اور اس کا حکم خمر کا حکم ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک ان اشربہ کے احکام میں یہ فرق ہے کہ "خمر کے کچھ احکام ہیں" وہ اپنے عین کے لحاظ سے حرام ہے اور اس میں سے قلیل یا کثیر کا پینا حرام ہے۔ اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے لہٰذا اسے حلال سمجھنے والا کافر ہوگا۔ اس کی تھوڑی مقدار یا زیادہ مقدار کو پینے والا حد کا مستوجب ہے اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔ اگر کوئی اسے پانی سے ملا کر پیئے تو غلبہ اگر خمر کا ہو تو بھی حد واجب ہے اور اگر خمر پر پانی غالب آجائے جس سے اس کا مزہ زائل ہو جائے اور بو

بھی جاتی رہے تو حد نہیں آئے گی لیکن اس کا پینا فعل حرام ہے کیونکہ وہ نجس ہے۔ شرب خمر اور سکر کی حد اسّی دُرّے ہے۔ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ مسلمان پر اس کا مالک ہونا یا کسی اور کو اس کا مالک بنانا حرام ہے (چاہے اسباب ملک میں سے کسی سبب سے ہو) اگر کوئی اسے تلف کر دے تو ضامن نہیں ہے بشرطیکہ کسی مسلم ملک میں ہو۔ اگر ذمی کی ملک میں ہو تو حنیفہ کے نزدیک ضامن ہے اور شافعی کے نزدیک نہیں۔ چونکہ شراب نجس ہے لہٰذا اگر ایک درہم کی مقدار پر اگر کپڑے کو لگ جائے تو اس میں نماز جائز نہیں۔

رہا سُکر، فضیخ اور نقیع الزبیب کا سوال، سو اس کی قلیل یا کثیر مقدار میں پینے والا فعل حرام کا مرتکب ہے، مگر اسے حلال جاننے والا کافر نہیں ہاں گمراہ ہے۔ کیونکہ اس کی حرمت اخبار احاد سے ثابت ہوئی ہے۔ جو دلیل قطعی نہیں بلکہ ظنی ہیں اس میں سے قلیل پینے والے کو حد نہیں لگتی کیونکہ حد صرف خمر میں ہے خواہ سکر ہو یا نہ ہو، لیکن اگر اتنی پیئے کہ سکر ہو جائے تو حد واجب ہے۔ کیونکہ حد کا ثبوت ہر اس مشروب میں ہے جس سے سکر ہو جائے۔ گویا سُکر (نشہ) کی حرمت نص کتاب اللہ سے ثابت ہے جیسے کہ خمر کی حرمت ثابت ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی بیع مکروہ ہے مگر اس کا جواز مع الکراہت ہے۔ ابو یوسف اور محمد کے نزدیک بالکل جائز نہیں۔ اس کی نجاست کے متعلق امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ اگر مقدار درہم سے زائد کسی کپڑے کو لگ جائے تو اس کے ساتھ نماز جائز نہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ نص قطعی کے ساتھ خمر کی حرمت ثابت ہے لہٰذا وہ اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ ابو یوسف نے اس میں زیادہ مقدار کا اعتبار کیا ہے جو حد فحش تک پہنچے۔

۳۶۷۴۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى الْفُضَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَرِيزٍ أَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُ أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْخَمْرَ مِنَ الْعَصِيرِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ وَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ

ترجمہ:۔ نعمان بن بشیر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا کہ خمر انگور کے شیرے، کشمش، کھجور، گندم، جو، جوار سے ہے، اور میں تمہیں ہر مسکر سے منع کرتا ہوں۔

۳۶۷۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ نَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ وَالْعِنَبَةِ

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خمر ان دو درختوں سے ہے، انگور اور کھجور سے۔ ابوداؤد نے کہا کہ ابوکثیر غبری کا نام یزید بن عبدالرحمان بن غفیلہ سحمی ہے۔ غفیلہ صحیح ہے گو بعض نے اذینہ کہا ہے۔ اصل حدیث مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی میں بھی ہے، یعنی زیادہ تر شراب انگور اور کھجور کی بنتی ہے مگر ان میں دو محصور نہیں ہے، غالب کے باعث یہ فرمایا گیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي السُّكْرِ

سکر اور مسکر کی ممانعت کا باب ۵

۳۶۷۶۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ دَاوُدَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى فِي اٰخَرِيْنَ قَالُوْا نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْاٰخِرَةِ

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔ اور جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ شراب کا عادی تھا وہ اسے آخرت میں نہ پیئے گا۔ (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح:۔ جیسا کہ اوپر کی بحث میں گزرا ہر نشہ آور چیز حرمت میں شراب ہی کے حکم میں ہے، لہذا خمر کہلائی۔ اس حکم میں مشروب وغیر مشروب کا بھی فرق نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو نشہ آور ہے، حد سکر میں آتی ہے۔ اس کی حرمت خمر ہی کی مانند ہے۔ ایسا شخص جنت میں نہ جائے گا۔

۳۶۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُوْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُمَرَ الصَّنْعَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مُخَمِّرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ مُسْكِرًا بُخِسَتْ صَلَاتُهُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ قِيْلَ وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَدِيْدُ اَهْلِ النَّارِ وَمَنْ سَقَاهُ صَغِيْرًا لَا يَعْرِفُ حَلَالَهُ مِنْ

حَرَامٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر عقل کو ڈھانپ لینے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور شئے حرام ہے اور جس نے مسکر کو پیا اس کی نماز چالیس دن تک ناقص وغیر مفید رہی۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر چوتھی مرتبہ پھر لوٹ کر پیئے تو اللہ پر حق ہوگا کہ اسے خبال کیچڑ پلائے۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ خبال کا کیچڑ کیا ہے؟ فرمایا جہنم کی پیپ، اور جو شخص کسی چھوٹے بچے کو شراب پلا دے جو حرام و حلال کی تمیز نہیں رکھتا تو اس کو پلانے والے کو بھی اللہ تعالیٰ خبال کا کیچڑ پلائے گا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

شرح:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چیز بالغوں پر حرام ہے اسے بچوں کو استعمال کرانا بھی حرام ہے۔ مثلاً ریشم مردوں کے لیے حرام ہے لہٰذا نابالغ لڑکوں کو پہنانا بھی حرام ہے۔ امام شافعیؒ نے بچوں کو ریشم پہنانا مباح کیا ہے کیا فرماتے ہیں حضرات تبرا باز ان حنفیہ بیچ اس مسئلے کے؟

۳۶۷۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ بَكْرِ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ

ترجمہ:۔ جابر بن عبداللہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز میں کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

شرح:۔ اگر یہ مسکر خمر ہے تو اس میں سے قلیل و کثیر حرام ہے۔ اور اگر خمر نہیں بلکہ بنیذ ہے تو اس کے قلیل کی حرمت اس بنا پر ہے کہ قلیل مقدار کثیر کی داعی ہے۔ اگر لہو و معصیت کے لیے پی جائے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں ہے۔ غیر مسکر بنیذ کا پینا شرعی دلائل سے ثابت ہے اور صحابہ نے بھی اسے استعمال کیا ہے۔

۳۶۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَرَأْتُ عَلَى يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ الْجُرْجُسِيِّ حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ زَادَ وَالْبِتْعُ نَبِيذُ الْعَسَلِ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُونَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مَا كَانَ أَثْبَتَهُ مَا كَانَ فِيهِمْ مِثْلُهُ يَعْنِي فِي أَهْلِ حِمْصَ يَعْنِي

الْجُرَجِسِيَّ

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتع کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا ہر مشروب جو نشہ آور ہو وہ حرام ہے (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح: بتع شہد کی نبیذ تھی گاڑھی ہو جائے اور نشہ آور ہو۔ ابو داؤد نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی روایت کی ہے۔ اس میں زبیدی راوی نے کہا بتع شہد کی نبیذ تھی۔ ابن شہاب زہری نے کہا اہل یمن پیتے تھے۔

۳۶۸۰۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ نَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ مَرْثَدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ دَيْلَمٍ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا بِأَرْضٍ بَارِدَةٍ نُعَالِجُ فِيْهَا عَمَلًا شَدِيْدًا وَإِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا مِنْ هٰذَا الْقَمْحِ نَتَقَوّٰى بِهِ عَلٰى أَعْمَالِنَا وَعَلٰى بَرْدِ بِلَادِنَا قَالَ هَلْ يُسْكِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاجْتَنِبُوْهُ فَقُلْتُ فَإِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَارِكِيْهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَتْرُكُوْهُ فَقَاتِلُوْهُمْ

ترجمہ :۔ دیلم حمیری نے کہا کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ ہم سرد علاقے کے باشندے ہیں اور ہمارا کام بڑا سخت ہے اور ہم گندم کا مشروب بناتے ہیں جس سے ہم اپنے اعمال پر اور اپنے علاقے کی سردی پر قوت پاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا وہ نشہ آور ہے؟ میں نے کہا ہاں! حضورؐ نے فرمایا پھر اس سے پرہیز کرو۔ دیلم کہتا ہے کہ میں نے کہا لوگ اسے نہیں چھوڑیں گے۔ آپؐ نے فرمایا" اگر وہ اسے ترک نہ کریں تو ان سے قتال کرو (کہ وہ ایک مسکر چیز کو پینے پر مصر ہیں اور احکام شرع کو نہیں مانتے۔)

۳۶۸۱۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَاصِمِ ابْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ مِنَ الْعَسَلِ فَقَالَ ذٰلِكَ الْبِتْعُ قُلْتُ وَيُنْتَبَذُ مِنَ الشَّعِيْرِ وَالذُّرَةِ قَالَ ذٰلِكَ الْمِزْرُ ثُمَّ قَالَ أَخْبِرْ قَوْمَكَ أَنَّ كُلَّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

ترجمہ :۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شہد کی شراب کے متعلق پوچھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ بتع ہے میں نے کہا کہ جو اور جوار سے ایک نبیذ بنائی جاتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ مزر ہے، پھر فرمایا کہ اپنی قوم کو خبر

کر دو کہ ہر مسکر حرام ہے۔ (بخاری) (مسلم) (نسائی)۔ تبع اور مزر کی حرمت کا ذکر بشرط مسکرا اوپر بھی گزر چکا ہے۔

۳۶۸۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر، قمار بازی، طبلہ و بربط، اور جوار کی شراب سے منع فرمایا، اور فرمایا کہ ہر مسکر حرام ہے۔ (کوبہ کا معنی ہے طبلہ و بربط وغیرہ بجانے کے آلات) غبیرا جوار کی شراب ہے جسے سکر کر بھی کہتے تھے اور حبشہ میں بنتی تھی۔ خطابی نے کہا ہے ہر آلہ عفاد و لہو کا یہی حکم ہے۔

۳۶۸۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا أَبُو شِهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ

ترجمہ:۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر سے منع فرمایا (مفتر کا لفظ فتور سے نکلا ہے۔ ہر وہ چیز جو اعضاء میں فتور اور شدید سستی پیدا کرے اسے سکر کا مقدمہ اور ذریعہ ہونے کی بناء پر حرام فرمایا گیا ہے)

۳۶۸۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُوسَى ابْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ نَا مَهْدِيٌّ يَعْنِي ابْنَ مَيْمُونٍ قَالَ نَا أَبُو عُثْمَانَ قَالَ مُوسٰى وَهُوَ عَمْرُو بْنُ سَالِمٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر مسکر حرام ہے اور جس کے سولہ ۱۶ رطل نشہ آور ہوں تو اس کی ایک مٹھی بھر بھی حرام ہے۔

(ترمذی)

بَابٌ فِي الدَّاذِيِّ

داذی کا باب نمبر۶

۳۶۸۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَنْمٍ فَتَذَاكَرْنَا الطِّلَاءَ فَقَالَ حَدَّثَنِي اَبُو مَالِكٍ الْاَشْعَرِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا

ترجمہ :۔ مالکؓ بن ابی مریم نے کہا کہ ہمارے پاس عبدالرحمان بن غنم آیا تو ہم نے طلاء کا باہم ذکر کیا ۔ اس نے کہا کہ ابو مالکؓ اشعری نے مجھے حدیث سنائی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ؛ میری اُمت کے کچھ لوگ ضرور خمر پئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے ۔ (ابن ماجہ)

شرح :۔ داذی ایک غلہ ہے جسے نبیذ میں ڈالتے ہیں تو وہ گاڑھی ہو جاتی ہے ۔ اسے شراب الفساق کہا جاتا ہے طلاء انگور کا شیرہ ہے جسے پکا کر تیسرا حصہ رہنے دیتے ہیں ۔ داذی بھی اسی طرح گاڑھی مُسکر نبیذ ہے ۔

۳۶۸۶۔ حَدَّثَنَا قَالَ اَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شَيْخٌ مِنْ اَهْلِ وَاسِطٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو مَنْصُورٍ الْحَارِثُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ وَسُئِلَ عَنِ الدَّاذِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ :۔ سفیان ثوری سے داذی کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری اُمت کے کچھ لوگ بالضرور شراب کا کچھ اور نام رکھ کر پئیں گے ۔ ابو داؤد نے کہا سفیان ثوری نے کہا " داذی فاسقوں کی شراب ہے ۔ یہ دراصل اوپر کی حدیث کی دوسری (مرسل) روایت ہے ۔ ابن ماجہ نے اس کے ساتھ یہ عبارت بھی روایت کی ہے :" ان کے سروں پر آلاتِ موسیقی بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی ، الٰہی زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا ۔

بَابٌ فِي الْاَوْعِيَةِ

شراب کے برتنوں کا باب

۳۶۸۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا مَنْصُورُ بْنُ

حَبَّانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا نَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُبّاء، حَنتَم، مزفّت اور نقیر سے منع فرمایا تھا (مسلم، نسائی)

شرح:۔ دُبّاء کدو ہوتا تھا جسے خالی کر کے اس میں شراب بنائی جاتی تھی۔ حنتم شراب کے بڑے بڑے مٹکے ہوتے تھے۔ نقیر کھجور کی جڑ میں سوراخ کر کے برتن کا بنا کر اس میں شراب بناتے تھے۔ مُزفّت روغنی مٹکے ہوتے تھے جن پر روغن زفت مل کر اُن کے اندر شراب بناتے تھے۔ خطابی نے کہا کہ ان برتنوں کے استعمال سے اس لیے روکا گیا کہ ان میں بنبیذ بنائی جاتی تو پھلے اثرات کی بنا پر اس کے شدید اور مسکر ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا۔ پس بیش بندی کے طور پر ممانعت کی گئی۔ زمانۂ جاہلیت میں ان برتنوں میں شراب بنتی تھی، لہٰذا یہ بھی پیش نظر تھا کہ پچھلی نشانیاں مٹائی جائیں اور گزشتہ عادتیں بھلائی جائیں۔ یہ ممانعت ابتداء میں تھی، بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ جیسا کہ بُریدہؓ اسلمی کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا (میں نے تمہیں شراب کے برتنوں سے روکا تھا۔ اب تم ہر برتن میں پیو مگر نشہ آور چیز مت پیو۔ خطابی نے کہا کہ یہ صحیح ترین قول ہے (یعنی نسخ کا قول) اور بعض حضرات کے نزدیک ممانعت باقی ہے چنانچہ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے یہی مروی ہے اور مالکؒ بن انس احمدؒ بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا یہ قول ہے۔

۳۶۸۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنْ يَعْلَى يَعْنِي ابْنَ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ فَخَرَجْتُ فَزِعًا مِنْ قَوْلِهِ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ قَدْ خَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ أَمَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ ابْنُ عُمَرَ قَالَ وَمَا ذَلِكَ قُلْتُ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ قَالَ صَدَقَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ قُلْتُ مَا الْجَرُّ قَالَ كُلُّ شَيْءٍ يُصْنَعُ مِنْ مَدَرٍ

ترجمہ:۔ عبداللہؓ بن عمر کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹکوں کی بنیذ کو حرام فرمایا ہے۔ سعد بن جبیر

نے کہا کہ میں ابن عمرؓ کی بات سن کر گھبرا اٹھا اور باہر نکل گیا، پھر میں ابن عباسؓ کے پاس گیا اور کہا کہ دو سنئے نہیں ابن عمرؓ کیا کہتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ کیا؟ میں نے کہا کہ اس نے (ابن عمرؓ) نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹکوں کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اس نے سچ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹکوں کی نبیذ کو حرام ٹھہرایا تھا۔ میں نے کہا مٹکے کیا؟ ابن عباسؓ نے کہا ہر وہ چیز جو مٹی سے بنائی جائے۔ (مسلم) یہ وہ روایت ہے جس کی بناء پر خطابی نے کہا کہ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ دونوں ان برتنوں کی دائمی حرمت کے قائل تھے۔ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ شاید ان حضرات کو حلت کی خبر نہیں پہنچی، مگر یہ بات حیرت انگیز ہے! کہ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے درجے کے لوگ اتنی اہم حدیث سے بے خبر رہیں۔

۳۶۸۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ اَبِي حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا حَدِيْثُ سُلَيْمٰنَ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ قَدْ حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِيْ شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَاْخُذُ بِهٖ وَنَدْعُوْ اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَنَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهٖ وَاحِدَةً وَقَالَ مُسَدَّدٌ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوا الْخُمُسَ مِمَّا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْمُقَيَّرِ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ النَّقِيْرِ مَكَانَ الْمُقَيَّرِ قَالَ مُسَدَّدٌ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُقَيَّرِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمُزَفَّتَ قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَاَبُوْ حَمْزَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو انہوں نے کہا اے یا رسول اللہ ہم ربیعہ کے قبیلہ میں سے ہیں (اس کی ایک شاخ ہیں) ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر

کے کافر حائل ہیں، اور ہم آپ کے پاس صرف بائرمت مہینے میں ہی آسکتے ہیں رجب کا احترام زمانۂ جاہلیت میں کفار بھی کرتے تھے، پس آپ ہمیں کسی بات کا حکم دیں جسے ہم اختیار کریں اور اپنے پچھلوں کو اس کی طرف بلائیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ (حکم یہ ہیں کہ) اللہ پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے معبودِ واحد ہونے کی شہادت دینا اور اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے آپ نے ایک شمار کیا، مسدّد کی روایت میں ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لانا، پھر حضورؐ نے انہیں اس کی تفسیر بتائی کہ وہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم رکھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور یہ کہ تم مال غنیمت کا خمس ادا کرو۔ اور میں تمہیں دُبّاء، حنتم، مزفت اور مقیر سے منع کرتا ہوں۔ ابن عُبَید نے مُقیّر کے بجائے نقیر کہا ہے اور مسدّد نے نقیر اور مقیر کا ذکر کیا مگر مزفّت کا نہیں (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی)۔

شرح:۔ عبد القیس اس نام کے قبیلے کا مورث اعلیٰ تھا۔ یہ بحرین میں مقیم تھے ۸ھ میں ۱۴ یا بروایت دیگر ۴۰ کی تعداد میں حضورؐ علیہ السلام کی خدمت میں اپنی قوم کے نمائندے بن کر آئے تھے۔ مقیر اور مزفت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ بخاری و مسلم کی روایت میں صوم رمضان کا ذکر بھی موجود ہے۔ حج کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے، کیونکہ حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ روای ابو جمرہ کا نام نصر بن عمران ضُبعی تھا۔

۳۶۹۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ نُوحِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ أَنْهَاكُمْ عَنِ النَّقِيْرِ وَالْمُقَيَّرِ وَالْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالْمَزَادَةِ الْمَجْبُوْبَةِ وَلٰكِنِ اشْرَبْ فِيْ سِقَائِكَ وَأَوْكِهِ

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے وفد سے فرمایا دو میں تم کو نقیر، مقیر، حنتم، دُبّاء اور سر کٹی مشک سے منع کرتا ہوں، لیکن تو اپنی مشک میں پانی پی اور اس کا منہ باندھ دے (مسلم، نسائی)

المزادہ المجوبہ کا لفظ اس حدیث میں وارد ہے، یہ ایسی مشک ہے، جس کا لٹکا ہوا حصہ کاٹ دیا جائے اور اس میں ہوا کا گذر نہ ہو سکے۔ اس میں پانی یا جو مشروب بھی ہو بدمزہ اور بدبودار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ خطابی نے کہا کہ حضورؐ نے یہ جو فرمایا تھا کہ اپنی مشک سے پانی پی اور اسے بند کر دے، اس کا مطلب یہ تھا کہ مشک میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے یا پانی زیادہ دیر رہ کر باسی ہو جائے تو پتہ چل جاتا ہے لیکن مٹی کے برتنوں میں ہوا نہیں جا سکتی۔ اور زمانۂ جاہلیت میں لوگ ان میں شراب سازی کے عادی تھے، ممکن ہے ان میں پانی ڈالتے یا نبیذ بناتے تو پرانے بچے کھچے اثرات اس میں داخل ہو جاتے، اس بنا پر ان سے منع فرمایا گیا۔

۳۶۹۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ثَنَا أَبَانُ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قِصَّةِ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالُوا فِيمَا نَشْرَبُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِأَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلَى أَفْوَاهِهَا

ترجمہ:۔ ابن عباس رضؓ کے قصے میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا! اے نبی اللہ ؐ ہم کس چیز میں پیئں؟ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ! چمڑے کے مشکیزوں میں جن کے منہ باندھ دیئے جاتے ہیں (نسائی مرسلاً ومسنداً ۔ مسلم)

۳۶۹۲۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي الْقَمُوصِ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ كَانَ مِنَ الْوَفْدِ الَّذِينَ وَفَدُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ يَحْسَبُ عَوْفٌ أَنَّ اسْمَهُ قَيْسُ بْنُ النُّعْمَانِ فَقَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي نَقِيرٍ وَلَا مُزَفَّتٍ وَلَا دُبَّاءٍ وَلَا حَنْتَمٍ وَاشْرَبُوا فِي الْجِلْدِ الْمُوكَاءِ عَلَيْهِ فَإِنِ اشْتَدَّ فَاكْسِرُوهُ بِالْمَاءِ فَإِنْ أَعْيَاكُمْ فَأَهْرِيقُوهُ

ترجمہ:۔ قیس بن نعمان، وفد عبدالقیس کے ایک شخص نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دباء، مزفت، نقیر اور حنتم میں مت پیئو اور اس مشک میں پیئو جو چمڑے کی ہو اور اس کا منہ باندھ دیا جاتا ہو، اگر نبیذ چمڑے کی مشک میں بھی سخت ہو جائے تو پانی ڈال کر اس کی سختی کو توڑ دو اور اگر اس طرح بھی وہ درست نہ ہو سکے تو اسے بہا دو۔

۳۶۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ بَذِيمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ حَبْتَرٍ النَّهْشَلِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فِيمَا نَشْرَبُ قَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ وَلَا فِي النَّقِيرِ وَانْتَبِذُوا فِي الْأَسْقِيَةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنِ اشْتَدَّ فِي الْأَسْقِيَةِ قَالَ فَصُبُّوا عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ لَهُمْ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ أَهْرِيقُوهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ أَوْ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ قَالَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ قَالَ سُفْيَانُ فَسَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ بَذِيمَةَ عَنِ الْكُوبَةِ قَالَ الطَّبْلُ

ترجمہ:۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ وفد عبدالقیس نے کہا: یا رسول اللہ ؐ ہم کن برتنوں میں پیئں؟ فرمایا! "دباء، مزفت اور نقیر میں

مت پیو، اور چمڑے کی مشکوں میں نبیذ بناؤ۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ اگر وہ مشکوں میں گاڑھی ہو جائے تو؟ فرمایا پھر اس پر پانی ڈال دو۔ انہوں نے پھر کہا کہ یا رسول اللہ اگر اس کی شدت اس سے زیادہ ہو تو پھر؟ تیسری یا چوتھی مرتبہ آپؐ نے ان فرمایا کہ اسے بہا دو۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حرام فرمایا، یا فرمایا کہ مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔ خمر اور قمار بازی اور گانا بجانے کے آلات۔ فرمایا اور نشہ آور چیز حرام ہے۔ سفیان نے کہا کہ میں نے علی بن بذیمہ سے پوچھا کہ کوبہ کیا ہے؟ فرمایا طبلہ۔

شرح:۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا ہے جس کے لفظ کچھ مختلف مگر مضمون واحد ہے۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مشکوں کی نبیذ گو گاڑھی ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مباح فرمایا اور بار بار کے سوال پر اس کی شدت کو توڑنے کے لیے اس پر پانی ڈال دو۔ اس سے یہ واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ جو نبیذ حد سکر تک پہنچے وہ حرام ہے اس سے ورے ورے حلال ہے۔ یعنی نبیذ اگر کم ہو تو مباح ہے اور اگر زیادہ پی لیں کہ اس سے نشہ ہو جائے تو حرام ہے، پس اس حدیث کا معانی اس روشنی میں کیا جائے گا جس میں گزرا ہے۔ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ۔ دوسری اس سے یہ معلوم ہوتی کہ خمر اور دوسری نشہ آور چیزوں میں فرق ہے۔ خمر نجس ہے اور اس کا قلیل و کثیر حرام ہے، حتیٰ کہ فرض کرو اس سے نشہ نہ بھی ہو تب بھی وہ حرام ہے، مگر دوسرے مشروبات کا یہ حال نہیں ہے، ان کی حرمت اس بات سے وابستہ ہے کہ وہ نشہ آوری کی حد تک پہنچ جائیں، اور اگر اس حد تک نہ پہنچیں تو حرام نہیں ہیں، کیونکہ نبیذ کے لیے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ سخت ہو جائے (نشہ آوری تک جا پہنچے) تو اس کی سختی کو پانی ڈال کر توڑ دو۔ اگر دوسرے مسکرات کا حکم بھی خمر جیسا ہوتا تو وہ نجس ہوتے اور پانی ڈالنے سے حلال یا پاک نہ ہو سکتے، بلکہ اگر کوئی ان میں خدانخواستہ آب زمزم بھی ملا دے تب بھی ان کا پینا حلال نہ ہو سکتا! پس ان کی حرمت علت سکر کے باعث ہے نہ کہ ان کی اصل میں اور ذاتی طور پر۔

۳۶۹۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ سَمِيْعٍ قَالَ نَا مٰلِكُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْجِعَةِ

ترجمہ:۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دبا، حنتم، نقیر اور جعہ سے منع فرمایا (نسائی) جعہ جو کی شراب کو کہتے تھے۔

۳۶۹۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ ثَنَا مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ وَاَنَا اٰمُرُكُمْ بِهِنَّ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّ فِيْ زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْاَشْرِبَةِ اَنْ لَا تَشْرَبُوْا اِلَّا فِيْ ظُرُوْفِ الْاَدَمِ فَاشْرَبُوْا فِيْ كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ اَنْ لَا تَشْرَبُوْا

مُسْكِرًا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ أَنْ تَأْكُلُوهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ فَكُلُوا وَاسْتَمْتِعُوا بِهَا فِي أَسْفَارِكُمْ

ترجمہ :۔ بریدہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا اور اب میں تمہیں ان کا حکم دیتا ہوں میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا پس ان کی زیارت کرو کیونکہ ان کی زیارت میں نصیحت اور موت کی یاد ہے اور میں نے تمہیں مشروبات سے منع کیا تھا اور یہ کہ صرف چمڑے کے برتنوں میں پیو، پس تم سب برتنوں میں پیو مگر یہ کہ کوئی نشہ آور چیز مت پیو اور میں نے تمہیں قربانیوں کے گوشت سے منع کیا تھا کہ تین دن کے بعد انہیں مت کھاؤ، پس کھاؤ اور ان سے اپنے سفروں میں فائدہ اٹھاؤ (مسلم بالمعنیٰ۔ نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح :۔ یہ حدیث منسوخ اور ناسخ دونوں پر مشتمل ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ نہی کے بعد امر ہو تو اس کا مفاد اباحت ہے

۳۶۹۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَوْعِيَةِ قَالَ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا قَالَ فَلَا إِذًا

ترجمہ :۔ جابرؓ بن عبداللہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتنوں سے منع فرمایا تو انصار نے کہا کہ برتن تو ہمارے لیے ضروری ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا! پس تب ممانعت نہیں ہے (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ) اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت محض سد ذرائع کے طور پر تھی اور جب ان کے بعد رخصت ہو گئی تو ممانعت منسوخ ہو گئی۔

۳۶۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ نَا شَرِيكٌ عَنْ زِيَادِ بْنِ فَيَّاضٍ عَنْ أَبِي عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَوْعِيَةَ الدُّبَّاءَ وَالْحَنْتَمَ وَالْمُزَفَّتَ وَالنَّقِيرَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ إِنَّهُ لَا ظُرُوفَ لَنَا فَقَالَ اشْرَبُوا مَا حَلَّ

ترجمہ :۔ عبداللہؓ بن عمرو نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کا ذکر فرمایا " دُبّاء، حنتم، مزفت، اور نقیر، تو ایک اعرابی نے کہا کہ ہمارے پاس تو اور برتن نہیں ہیں، پس آپ نے فرمایا " حلال چیزوں کو پیو (مسلم، بخاری) یعنی اصل مقصود حرام مشروبات کی ممانعت ہے۔ نہ کہ برتنوں کی، ان برتنوں میں اگر حلال مشروبات پیو، تو حرج نہیں۔

۳۶۹۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ يَعْنِي ابْنَ عَلِيٍّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ شَرِيكٌ بِإِسْنَادِهِ قَالَ اجْتَنِبُوا مَا أَسْكَرَ

ترجمہ:۔ شریک نے اوپر کی سند کے ساتھ یہی حدیث روایت کی ہے، اس میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا" اس چیز سے پرہیز کرو جو نشہ دے۔

۳۶۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ قَالَ نَا زُهَیْرٌ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کَانَ یُنْتَبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سِقَاءٍ فَاِذَا لَمْ یَجِدُوْا سِقَاءً نُبِذَ لَہٗ فِیْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَۃٍ

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مشک میں نبیذ بنائی جاتی تھی، جب مشک نہ ملتی تو پتھر کے ایک بڑے پیالے میں نبیذ بنائی جاتی۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

بَابٌ فِی الْخَلِیْطَیْنِ

دو مخلوط چیزوں کی نبیذ کا باب نمبر ۸

۳۷۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا اللَّیْثُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَہٰی اَنْ یُّنْتَبَذَ الزَّبِیْبُ وَالتَّمْرُ جَمِیْعًا وَنَہٰی اَنْ یُّنْتَبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطَبُ جَمِیْعًا

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضورؐ نے کشمش اور کھجور کو ملا کر ان کی نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ تازہ کھجور اور نیم پختہ کھجور کو ملا کر ان کی نبیذ بنائی جائے (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی، ترمذی۔)

شرح:۔ خطابی نے کہا کہ بعض علماء نے ظاہر حدیث کے مطابق دو مخلوط چیزوں کی نبیذ کی حرمت کا فتویٰ دیا گو اس میں سکر کی کیفیت پیدا نہ ہو۔ یہ عطاء، طاؤس، مالک، احمد بن حنبل، اسحاق اور عام اہل حدیث کا مسلک ہے۔ شافعی کا غالب مذہب بھی یہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو شخص دو مخلوط چیزوں کی نبیذ مسکر ہونے سے قبل پیئے تو وہ مخالفت حدیث کے باعث گنہگار ہے اور جو شخص شدت (تیزی، ابتدائے سکر) پیدا ہونے کے بعد پیئے تو وہ دو وجہوں سے گنہگار ہے، ایک مخالفت حدیث اور دوسرے مسکر کو پینا۔ سفیان ثوری اور ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس کی رخصت دی ہے۔ اور لیث کا قول ہے کہ دو مخلوط چیزوں کی نبیذ میں کراہت کا سبب یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی تیزی کو بڑھاتے ہیں۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ یہی فقہ کا تقاضا ہے، ورنہ بظاہر اگر زبیب اور تمر کی نبیذ الگ الگ جائز ہے تو مخلوط ہونے کی صورت میں قباحت کی علت کیا ہے۔

۳۷۰۱۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ نَا اَبَانُ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ

بْنِ اَبِي قَتَادَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ نَهَى عَنْ خَلِيطِ الزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ وَعَنْ خَلِيطِ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ وَعَنْ خَلِيطِ الزَّهْوِ وَالرُّطَبِ وَقَالَ انْتَبِذُوا كُلَّ وَاحِدَةٍ عَلَى حِدَةٍ قَالَ وَحَدَّثَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ

ترجمہ:۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کشمش اور کھجور کی مخلوط نبیذ، نیم پختہ اور خشک کھجور کی نبیذ، رنگدار نیم پختہ کھجور تازہ پختہ کھجور کو ملا کر ان کی نبیذ سے منع کیا اور کہا کہ ہر ایک کی الگ الگ نبیذ بناؤ، دوسری سند سے یہ حدیث موقوف نہیں بلکہ مسند و مرفوع ہو گئی ہے۔ (اس حدیث، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔

۲۷۰۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ رَجُلٍ قَالَ حَفْصٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَهٰى عَنِ الْبَلَحِ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ

ترجمہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور نے تھوڑی سی پختہ کھجور اور خشک کھجور، اور کشمش اور کھجور کی نبیذ سے منع فرمایا (الغالیم) علت اس ممانعت کی وہی ہے جو امام لیث سے اوپر گزری ہے کہ مخلوط چیزوں کی نبیذ کے شدید اور مسکر ہونے کا اندیشہ زیادہ تر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نہی تحریم کے لیے نہیں محض کراہت کے لیے ہے۔

۲۷۰۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُمَارَةَ حَدَّثَتْنِي رَيْطَةُ عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ اَبِي مَرْيَمَ قَالَتْ سَاَلْتُ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُ قَالَتْ كَانَ يَنْهَانَا اَنْ نَعْجُمَ النَّوٰى طَبْخًا اَوْ نَخْلِطَ الزَّبِيبَ وَالتَّمْرَ

ترجمہ:۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز سے منع فرماتے تھے تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں گٹھلیوں کو زیادہ پکانے سے روکتے تھے اور کشمش اور کھجور کو مخلوط کر کے نبیذ بنانے سے منع فرماتے تھے (گٹھلیوں کو زیادہ پکانے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اس طرح وہ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کی قوی خوراک نہیں رہتی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے بھی حدیث میں نہی کا لفظ آیا ہے حالانکہ یہ کراہت محض تنزیہی اور بطور ارشاد ہے، اس میں کوئی شرعی حرمت یا ممانعت نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری طرح دوسری چیز کو سمجھ لیں کہ اس کی ممانعت کا حکم بھی یہی ہے۔ جن لوگوں نے ان میں فرق کیا ہے ان پر تعجب ہے کہ دوسری چیز کو تو بلاوجہ انہوں نے حرام کر دیا حالانکہ حرمت کی کوئی چیز اور علت اس میں نام کو بھی نہیں ہے اور پہلی نہی کو انہوں نے بھی محض

کراہت پر محمول کیا ہے جیسا کہ خطابی نے صراحت کی ہے۔

۳۷۰۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ زَبِيبٌ فَيُلْقِي فِيهِ تَمْرًا أَوْ تَمْرٌ فَيُلْقَى فِيهِ زَبِيبٌ

ترجمہ:۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش کی نبیذ بنائی جاتی تو اس میں کھجور ڈالی جاتی اور کھجور کی نبیذ بنائی جاتی تو اس میں کشمش ڈالی جاتی (حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے والی بنی اسد کی عورت مجہول ہے۔)

۳۷۰۵۔ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ نَا أَبُو بَحْرٍ قَالَ نَا عَتَّابُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْحِمَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَتْنِي صَفِيَّةُ بِنْتُ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلْتُ مَعَ نِسْوَةٍ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلْنَاهَا عَنِ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ فَقَالَتْ كُنْتُ آخُذُ قَبْضَةً مِنْ تَمْرٍ وَقَبْضَةً مِنْ زَبِيبٍ فَأُلْقِيهِ فِي إِنَاءٍ فَأَمْرُسُهُ ثُمَّ أَسْقِيهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔ صفیہ بنت عطیہ نے کہا کہ میں قبیلہ عبد القیس کی کچھ عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؓ سے ہم نے کھجور اور کشمش کی مخلوط نبیذ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک مٹھی کھجور لیتی اور ایک مٹھی کشمش لیتی اور دونوں کو ایک برتن میں ڈال دیتی اور انہیں انگلیوں سے ملتی، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پلا دی تھی۔ (اوپر کی روایت میں تو ایک مجہول راویہ تھی مگر اس کی سند متصل ہے اور کوئی مجہول راوی بھی نہیں۔ اس میں مخلوط چیزوں کی نبیذ کی دلیل ہے جس کے جواز کے قول پر لوگ لاٹھیاں اور کلہاڑیاں لے کر حنفیہ کو مارنے پر تلے بیٹھے تھے!)

بَابٌ فِي نَبِيذِ الْبُسْرِ

بسر کی نبیذ کا باب نمبر ۹

۳۷۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ أَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الْبُسْرَ وَحْدَهُ وَيَأْخُذَانِ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْشٰى أَنْ يَكُونَ الْمِزَّاءُ الَّتِي نُهِيَتْ عَنْهُ عَبْدُ الْقَيْسِ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَا الْمِزَّاءُ قَالَ النَّبِيذُ فِي الْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ

ترجمہ:۔ جابر بن زید اور عکرمہ دونوں اکیلی بسر کی نبیذ کو مکروہ جانتے تھے اور اس مسئلے کو ابن عباسؓ سے لیتے تھے، اور ابن عباسؓ نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ مزّاء ہو جس سے کہ عبد القیس کو منع کیا گیا تھا۔ ہشام راوی نے کہا کہ میں نے قتادہ سے

پوچھا کہ مزار کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ حتم اور مزفت میں نبیذ۔ ابو عبید نے مزار کی تعریف میں کہا ہے کہ وہ ایک نشہ آور مشروب کا نام ہے خطابی کہتے ہیں کہ اس نے اس سے زیادہ وضاحت نہ کی۔ ہاں اخطل شاعر کا ایک شعر بطور شاہد پیش کیا ہے۔ قتادہ اور ابو عبیدہ ہر دو کے برعکس ابن عباسؓ کے قول کا مطلب یہ نظر آتا ہے کہ مزار نامی مسکر شراب بسر سے بنتی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ فِي صِفَةِ النَّبِيذِ

نبیذ کی صفت کا باب نمبر ۱

۳۷۰۷۔ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا ضَمْرَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَلِمْتَ مَنْ نَحْنُ وَمِنْ أَيْنَ نَحْنُ وَإِلَى مَنْ نَحْنُ قَالَ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لَنَا أَعْنَابًا مَا نَصْنَعُ بِهَا قَالَ زَبِّبُوهَا قُلْنَا مَا نَصْنَعُ بِالزَّبِيبِ قَالَ انْبِذُوهُ عَلَى غَدَائِكُمْ وَاشْرَبُوهُ عَلَى عَشَائِكُمْ وَانْبِذُوهُ عَلَى عَشَائِكُمْ وَاشْرَبُوهُ عَلَى غَدَائِكُمْ وَانْبِذُوهُ فِي الشِّنَانِ وَلَا تَنْبِذُوهُ فِي الْقُلَلِ فَإِنَّهُ إِذَا تَأَخَّرَ عَنْ عَصْرِهِ صَارَ خَلًّا

ترجمہ:۔ فیروزؓ الدیلمی (عبداللہ دیلمی کا باپ) نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! آپ کو علم ہے کہ ہم کون ہیں اور کہاں کے ہیں پس ہم کس کی طرف ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا! "اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف (یعنی وہ تمہارے ولی ہیں) پھر ہم نے کہا یا رسول ہمارے انگور ہیں ہم انہیں کیا کریں؟ (یعنی شراب تو ان کی نکال نہیں سکتے) حضورؐ نے فرمایا ان کی کشمش بنالو۔ ہم نے کہا کہ ہم کشمش کو کیا کریں گے؟" فرمایا صبح کو اس کی نبیذ بناؤ اور رات کے کھانے پر پیو، اور رات کو نبیذ بناؤ اور صبح کے کھانے کے ساتھ پیو۔ اور ان کی نبیذ چمڑے کی مشکوں میں بناؤ اور مٹکوں میں مت بناؤ۔ کیونکہ جب وہ اپنے وقت سے متاخر ہو جائے تو سرکہ بن جاتا ہے (نسائی)

شرح:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مٹکوں کی نبیذ پر جب زیادہ وقت گزرے تو وہ سرکہ بن جاتی ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نبیذ جب زیادہ دیر تک مشکوں میں رہ جائے تو سرکہ بن جاتی ہے۔ اور اسے بطور نبیذ نہیں پیا جا سکتا۔

۳۷۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ يُوكَأُ أَعْلَاهُ وَلَهُ عَزْلَاءُ يُنْبَذُ

غُدْوَةً فَيَشْرَبُهُ عِشَاءً وَيُنْبَذُ عِشَاءً فَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً

ترجمہ:۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مشک میں نبیذ بنائی جاتی تھی جس کے منہ کو بند کر دیا جاتا تھا اور اس کے نیچے کی طرف بھی ایک راستہ تھا۔ صبح کو نبیذ بنائی جاتی تو آپ اسے بوقت عشاء پیتے اور عشاء کو بنائی جاتی تو اسے آپ صبح کو پیتے تھے۔ (مسلم، ترمذی)

٣٧٠٩۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ شَبِيبَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ يُحَدِّثُ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمَّتِي عَمْرَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَنْبِذُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدْوَةً فَإِذَا كَانَ مِنَ الْعَشِيِّ فَتَعَشَّى شَرِبَ عَلَى عَشَائِهِ فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ صَبَبْتُهُ أَوْ فَرَغْتُهُ ثُمَّ تُنْبِذُ بِاللَّيْلِ فَإِذَا أَصْبَحَ تَغَدَّى فَشَرِبَ عَلَى غَدَائِهِ قَالَتْ نَغْسِلُ السِّقَاءَ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً فَقَالَ لَهَا أَبِي مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ قَالَتْ نَعَمْ

ترجمہ:۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صبح کو نبیذ بناتی تھیں، پس پچھلے پہر جب آپ رات کا کھانا کھاتے تو اس پر اسے پیتے تھے۔ اور کچھ بچ رہتی تو اسے کسی اور برتن میں ڈال دیتی تھی، پھر رات کو آپ کے لیے نبیذ بنائی جاتی، پس دوسرے دن پہلے پہر جب آپ صبح کا کھانا کھاتے تو اسے پیتے تھے۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ مشک کو صبح و شام دھویا جاتا تھا راویۂ حدیث عمرہؓ سے حیان نے پوچھا کہ کیا دن میں دو بار دھوئی جاتی تھی؟ اس نے کہا کہ ہاں۔

٣٧١٠۔ حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي عُمَرَ يَحْيَى الْبَهْرَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ يُنْبَذُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّبِيبُ فَيَشْرَبُهُ الْيَوْمَ وَالْغَدَ وَبَعْدَ الْغَدِ إِلَى مَسَاءِ الثَّالِثَةِ ثُمَّ يَأْمُرُ بِهِ فَيُسْقَى الْخَدَمُ أَوْ يُهَرَاقُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَمَعْنَى يُسْقَى الْخَدَمُ يُبَادِرُ بِهِ الْفَسَادُ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش کی نبیذ بنائی جاتی تھی، پس آپ اسے آج، کل اور پرسوں شام تک پیتے تھے۔ پھر حکم دیتے تو وہ خادموں کو پلائی جاتی یا بہا دی جاتی تھی۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ) ابوداؤد نے کہا کہ خادموں کو پلائی جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے خراب ہونے سے پہلے پہلے پلا دی جاتی تھی۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ کی حدیث کا تعلق شاید موسم سرما کے ساتھ ہو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا تعلق موسم گرما کے ساتھ ہو۔

بَابٌ ١١ فِي شَرَابِ الْعَسَلِ

شہد کی شراب کا باب نمبر ١١

١١٧٣۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَيَّتُنَا مَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُنَّ فَقَالَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ فَنَزَلَتْ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي إِلَى إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا لِقَوْلِهِ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا

ترجمہ:۔ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مکرمہ حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا خبر دیتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زینبؓ بن جحش کے پاس ٹھہرتے تھے اور اس کے پاس شہد پیتے تھے۔ پس میں نے اور حفصہؓ نے باہم اتفاق کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو وہ کہے کہ میں آپؐ سے مغافیر کی بُو پاتی ہوں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیوی کے ہاں گئے تو اس نے یہی کہا۔ تو حضورؐ نے فرمایا "بلکہ میں نے زینبؓ بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے اور پھر کبھی نہ پیوں گا۔ پس یہ آیت اتری "اے نبیؐ! آپ اپنی ازواج کی خوشنودی کی خاطر اللہ کی حلال کردہ چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں ۔ . . . . اور تم دونوں اللہ سے توبہ کرو" یعنی یہ عائشہؓ اور حفصہؓ سے فرمایا، اور "جب نبیؐ نے اپنی ایک بیوی کو ایک پوشیدہ بات آہستہ سے بتائی" یہ آپؐ کا یہ قول تھا کہ بلکہ میں نے شہد پیا ہے (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح:۔ خطابی نے کہا ہے کہ ایک حدیث میں اس سلسلے میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت سودہؓ نے کہا، بلکہ آپؐ نے مغافیر کھائے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ میں نے شہد پیا ہے جو مجھے حفصہؓ نے پلایا۔ سودہؓ نے کہا کہ شہد کی مکھی نے عرفط کا پھول چوسا تھا۔ مغافیر کا واحد مغفور ہے۔ یہ عرفط سے پیدا ہونے والی ایک چیز ہے جو میٹھی ہوتی ہے مگر بدبودار۔ عرفط ایک کانٹے دار درخت ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم شہد کے متعلق تھی نہ کہ ماریہ قبطیہ کے بارے میں جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے۔ یہ آیات جو اس حدیث میں بطور حوالہ آئی ہیں سورۃ التحریم کی ابتدائی آیات ہیں

۳۷۱۲۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الْخَبَرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ اَنْ تُوْجَدَ مِنْهُ الرِّيْحُ وَفِي الْحَدِيْثِ قَالَتْ سَوْدَةُ بَلْ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ قَالَ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ نَبْتٌ مِنْ نَبْتِ النَّحْلِ

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز کو اور شہد کو پسند کرتے تھے۔ پھر راوی نے اوپر کی حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بڑی شاق گزرتی تھی کہ آپ سے بدبو آئے اور حدیث میں ہے کہ سودہؓ نے کہا "بلکہ آپ نے مغافیر کھائے ہیں"۔ آپ نے فرمایا "نہیں بلکہ میں نے شہد پیا ہے جو مجھے حفصہؓ نے پلایا۔ پس میں نے کہا کہ شہد کی مکھیوں نے عُرفط کو چوسا ہے، عرفط شہد کی مکھیوں کے چوسنے کی ایک بوٹی ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ مغافیر ایک لیس دار گانٹھ ہے۔ جرست کا معنی ہے پیا۔ چر اُچگا، اور عُرفط شہد کی مکھیوں کی ایک بوٹی ہے (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) جس حدیث میں حضرت حفصہؓ کے شہد پلانے کا ذکر ہے وہ کسی راوی کی غلطی ہے، شہد حضرت زینبؓ بنت جحش نے پلایا تھا۔

بَابٌ ۱۲ فِي النَّبِيْذِ اِذَا غَلَا

نبیذ جب گاڑھی ہو جائے کا باب نمبر ۱۲

۳۷۱۳۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ فَتَحَيَّنْتُ فِطْرَهُ بِنَبِيْذٍ صَنَعْتُهُ فِيْ دُبَّاءٍ ثُمَّ اَتَيْتُهُ بِهٖ فَاِذَا هُوَ يَنِشُّ فَقَالَ اِضْرِبْ بِهٰذَا الْحَائِطِ فَاِنَّ هٰذَا شَرَابُ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ مجھے معلوم تھا رسول اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے، پس میں نے آپ کے روزہ نہ رکھنے کا دن تاڑا اور آپ کے پاس ایک نبیذ لیکر آیا جو کدو میں تھی اور میں نے آپ کے لیے بنائی تھی۔ وہ اُبل رہی تھی، حضورؐ نے فرمایا اسے اس دیوار پر دے مارو کیونکہ یہ ان لوگوں کا مشروب ہے، جن کا اللہ اور قیامت پر ایمان نہ ہو"۔

(نسائیؒ، ابن ماجہ)

بَابٌ ۱۳ فِی شَرَابٍ قَائِمًا

کھڑے ہو کر پینے کا باب نمبر ۱۳

۳۷۱۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا

ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح:۔ یہ حکم ندب و استحباب کے لیے ہے اور انسانوں کے لیے ادب و تنزیہ کا باعث ہے، کیونکہ بیٹھ کر کھایا پیا جائے تو وہ سکون و اطمینان کی حالت ہوتی ہے اور کھانا پینا زیادہ مفید اور لذیذ ہوتا ہے۔ کھڑا ہونے کی حالت سکون و اطمینان کی نہیں لہٰذا اس حالت میں جو کچھ تناول کیا جائے وہ اضطراب و تحریک پیدا کرتا ہے اور اس سے فساد اور بدہضمی پیدا ہوتی ہے۔ اس سے حضورؐ کا زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستثنیٰ ہے۔ وہ جگہ بھیڑ اور ہجوم کی ہوتی ہے لہٰذا بیٹھ کر پینا متعذر تھا۔ اس عذر کی بناء پر آپؐ نے کھڑے ہو کر پیا۔ اس میں یہ بھی ملحوظ تھا کہ لوگ آپؐ کے اعمال و افعال کو دیکھیں اور اقتداء کریں پس یہ ایک عذر کی حالت ہے۔

۳۷۱۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ اَنَّ عَلِيًّا دَعَا بِمَاءٍ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رِجَالًا يَكْرَهُ اَحَدُهُمْ اَنْ يَفْعَلَ هٰذَا وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ مِثْلَ مَا رَاَيْتُمُوْنِيْ فَعَلْتُ

ترجمہ:۔ نزالؓ بن سبرہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا اور اسے کھڑے ہو کر پیا۔ پھر فرمایا کہ کچھ لوگ ایسا کرنے کو مکروہ جانتے ہیں حالانکہ جس طرح تم نے مجھے کرتے دیکھا ہے میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا۔ (بخاری، نسائی، ترمذی)

بَابُ ۱۴ الشَّرَابِ مِنْ فِی السِّقَاءِ

مشک کے منہ سے پانی پینے کا باب نمبر ۱۴

۳۷۱۶۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ اَنَا قَتَادَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرَابِ مِنْ فِی السِّقَاءِ

وَعَنْ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ الْجَلَّالَةُ الَّتِي تَاكُلُ الْعَذِرَةَ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پینے منع فرمایا اور گندگی خور جانور اور باندھ کر ماری جانے والی سے منع فرمایا۔ (بخاری، ترمذی۔ ابن ماجہ، نسائی، مگر بخاری اور ابن ماجہ نے جلّالہ اور مجثمہ کا ذکر نہیں کیا) ابوداؤد نے کہا کہ جلالہ غلاظت خور جانور ہے۔

شرح:۔ مشک کے منہ سے پانی پینے سے اچھو آنے کا خدشہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کوئی چیز حلق سے اتر جائے جسے انسان دیکھ نہ سکے۔ جلّالہ غلاظت خور جانور ہے۔ گائے بھینس اور اونٹ، گھوڑا، گدھا، خچر وغیرہ سواری کے جانور سبزی خور اور گھاس پھوس چرنے والے ہیں۔ غلاظت ان میں بالکل خلافِ فطرت اور خلافِ عادت ہے لہٰذا ان میں سے اگر کوئی جانور گندگی کھائے تو اس کی کراہت میں شبہ نہیں رہتا۔ اس کی غلاظت کا اثر پسینے میں بھی ہوگا جو سواری کی صورت میں سوار کو بھی لگے گا۔ مجثمہ وہ جانور ہے جسے ہدف بنا کر نشانہ بازی کی جائے۔ یہ فعل ظلم و سنگدلی پر دلالت کرتا ہے۔ جلّالہ کو اگر کچھ دن باندھ کر رکھا جائے تو کراہت جاتی رہے گی۔

بَابٌ فِي اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ

مشکوں کا منہ موڑنے کا باب نمبر ۱۵

۳۷۱۷۔ حَدَّثَنَا قَالَ الزُّهْرِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ

ترجمہ:۔ ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکوں کا منہ دہرا کرنے سے منع فرمایا۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ) یہ کبھی تنزیہ کے لیے ہے۔ خطابی نے لکھا ہے کہ اس طرح مشک میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اور اس سے پانی کے بہنے اور کپڑے بھیگنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ بعض احادیث میں اس کے خلاف بھی آیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ممانعت دراصل عادت بنا لینے کی ہے ورنہ فروخت کے وقت ایسا کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۳۷۱۸۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِاِدَاوَةٍ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ اخْنُثْ فَمَ الْاِدَاوَةِ ثُمَّ شَرِبَ مِنْ فِيهَا

ترجمہ:۔ عبداللہ بن انیس نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن ایک مشکیزہ منگوایا اور فرمایا "مشک کا منہ موڑو، پھر آپؐ نے اس کے منہ سے پیا۔ (ترمذی) ایک نسخے میں یہ لفظ ہے کہ مشک کا منہ اور اس کے منہ سے پانی پی لے۔

بَابٌ١٦ فِی الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَۃِ الْقَدَحِ

پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے کا باب نمبر ١٦

۳۷۱۹۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ قُرَّۃُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَۃِ الْقَدَحِ وَاَنْ یُّنْفَخَ فِی الشَّرَابِ

ترجمہ:۔ ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے سے اور مشروب میں پھونک مارنے سے منع فرمایا (پیالے کی شکستہ جگہ سے پانی وغیرہ پیا جائے تو اس کے کپڑوں اور جسم پر گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ٹوٹی ہوئی جگہ پر منہ بھی نہیں جم سکتا، پھر ٹوٹی ہوئی جگہ صاف و شفاف نہیں ہوتی اور اس میں میل کچیل اور بدبو کے جمع رہنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس طرح پانی وغیرہ میں پھونک مارنے یا برتن کے اندر سانس لینے میں بھی کراہت ہے۔)

بَابٌ١٧ فِی الشُّرْبِ فِیْ اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ

سونے چاندی کے برتن میں پینے کا باب نمبر ١٧

۳۷۲۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کَانَ حُذَیْفَۃُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقٰی فَاَتَاہُ دِھْقَانٌ بِاِنَاءٍ مِنْ فِضَّۃٍ فَرَمَاہُ بِہٖ فَقَالَ اِنِّیْ لَمْ اَرْمِہٖ بِہٖ اِلَّا اَنِّیْ قَدْ نَھَیْتُہٗ فَلَمْ یَنْتَہِ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ وَعَنِ الشُّرْبِ فِیْ اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَقَالَ ھِیَ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَکُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہؓ مدائن میں تھے، آپ نے پانی مانگا تو بستی کا رئیس چاندی کے برتن میں لایا، پس حذیفہؓ نے اسے پھینک دیا اور کہا کہ میں نے یہ اس لیے پھینکا ہے کہ میں نے اسے منع کیا تھا مگر یہ باز نہیں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور دیباج سے اور سونے چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ "یہ ان کے لیے دنیا میں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی۔)

تشریح:۔ مدائن ایک بڑا شہر بلکہ کئی شہروں کا مجموعہ تھا۔ فارس کا تخت نشین یا فاتح بادشاہ اس میں اضافے کرتا رہتا تھا۔ یہ شہر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صفر ۱۶ھ میں سعد بن ابی وقاص نے فتح کیا تھا۔ موجودہ مدائن ایک چھوٹی بستی

ہے تو لیۃ آوسے چھ فرلانگ پر ہے اور اس کے باشندے کاشت کار اور کسان ہیں اور زیادہ تر شیعہ امامیہ ہیں۔ (معجم البلدان)
سعدؓ اس علاقے کے عامل تھے۔ حضرت علیؓ کے دور میں حذیفہؓ نے یہ عہدہ سنبھالا۔

بَابٌ فِي الْكَرْعِ

ہاتھ اور برتن کے بغیر پینے کا باب۔ یعنی مثلاً پانی کے بھرے ہوئے حوض یا نالی سے منہ لگا کر پینا، ہاتھ یا برتن کا استعمال نہ کرنا حسب ضرورت یہ جائز ہے۔

۳۷۲۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي فُلَيْحٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنٍّ وَإِلَّا كَرَعْنَا قَالَ بَلَى عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَنٍّ

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کا ساتھی ایک انصاری کے پاس گئے جبکہ وہ اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تیرے پاس مشک میں رات بھر رہنے والا پانی ہو تو لا۔ ورنہ ہم (اباغ کی نالی سے) جھک کر پی لیں"۔ آپ نے کہا کہ کیوں نہیں، میرے پاس مشک کا پانی ہے جو رات بھر مشک میں رہا ہے۔ (بخاری، ابن ماجہ)

بَابٌ فِي السَّاقِي مَتَى يَشْرَبُ

باب۔ ساقی کب پیئے؟

۳۷۲۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْمُخْتَارِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا

ترجمہ:۔ عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیئے"۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۳۷۲۳۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ وَعَنْ يَسَارِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ اَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ وَقَالَ الْاَيْمَنُ فَالْاَيْمَنُ.

ترجمہ:۔ انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی ملا دودھ لایا گیا اور آپ کے دائیں ہاتھ پر ایک اعرابی اور بائیں طرف ابوبکرؓ تھے۔ پس حضورؐ نے خود پیا پھر اعرابی کو دیا اور فرمایا دو دائیں والا پھر بائیں والا (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی)

شرح:۔ اوپر کی حدیث میں جو ساقی القوم آخرھم فرمایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مشروب سب میں مشترک ہو اور سب کو پلانا مدنظر ہو تو ادب و استحباب یہ ہے کہ پلانے والا سب سے آخر میں پیے، مبادا اس کے برخلاف کرے تو اس کو شدتِ حرص اور قلتِ ادب پر محمول کیا جائے۔ لیکن جب عام مشروب نہ ہو اور سب کو پلانا پیش نظر نہ ہو تو اس کے خلاف ہو سکتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

۳۷۲۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْ عِصَامٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ ثَلَاثًا وَقَالَ هُوَ اَهْنَاُ وَاَمْرَاُ وَاَبْرَاُ

ترجمہ:۔ انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ پیتے تو تین بار سانس لیتے اور فرماتے کہ یہ بہت ہلکی پھلکی، خوش گوارا اور پیاس بجھانے والی چیز ہے (مسلم، ترمذی، نسائی) منذری نے اس کے راوی ابوعصام کو غیر معروف کہا ہے اور یہ کہ مسلم میں اس کی صرف یہی ایک روایت آئی ہے۔ ایک ہی سانس میں پانی پینے سے بعض طبی نقصان واقع ہوتے ہیں اور معدے پر یکبارگی شدید بوجھ پڑتا ہے۔

بَابٌ فِي النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

مشروب میں پھونک مارنے کا باب نمبر۲

۳۷۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا (ترمذی ابن ماجہ، اور بخاری، ترمذی، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، نے ابوقتادہ سے بھی روایت کی ہے۔

شرح:۔ بقول خطابی اس ممانعت کی علت یہ ہے کہ پھونک مارنے یا برتن کے اندر سانس لینے سے ممکن ہے کہ لعاب گر جائے یا منہ کی رطوبت برتن میں جب پڑے یا کسی کے منہ کی نکہت متغیر ہو تو اس سے پانی اور برتن متاثر ہوا اور دیکھنے والوں کو اس سے کراہت و نفرت کا احساس ہو۔ ادب و تہذیب کا تقاضا یہ ہے کہ ہر سانس پر برتن کو منہ سے الگ کر دیا جائے پھونک مارنے کا باعث یا تو مشروب کا گرم ہونا ہے۔ تو اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے الگ رکھ دیا جائے اور جب پینے کے قابل ہو تب پیا جائے۔ اگر اس میں کوئی تنکا وغیرہ نظر آتا ہے تو پانی بہا کر یا انگلی وغیرہ سے نکالا جائے، بہرحال پھونک مارنے کی حاجت تو کسی صورت میں نہیں ہوتی۔

۳۷۲۶۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ خُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُسْرٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي فَنَزَلَ عَلَيْهِ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ طَعَامًا فَذَكَرَ حَيْسًا أَتَاهُ بِهِ ثُمَّ أَتَاهُ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ فَنَاوَلَ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ فَأَكَلَ تَمْرًا فَجَعَلَ يُلْقِي النَّوَى عَلَى ظَهْرِ إِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى فَلَمَّا قَامَ قَامَ أَبِي فَأَخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهِ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ لِي فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

ترجمہ:۔ عبداللہ بن بسر سُلمی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کے پاس تشریف لائے اور سواری سے اترے میرے باپ نے آپؐ کے سامنے کھانا پیش کیا، راوی نے حیس کا ذکر کیا جو میزبان لایا، اور پینے کی چیز بھی لایا، آپؐ نے پانی پیا۔ پھر دائیں ہاتھ والے کو عطا فرمایا۔ پھر آپؐ نے کھجوریں کھائیں اور ان کی گٹھلیاں اپنی درمیانی اور سبابہ انگلی کی پشت پر پھینکتے رہے۔ پھر جب اٹھے تو میرا باپ اٹھا اور آپؐ کی سواری کی لگام پکڑی اور کہا "میرے لیے دعا فرمایئے" حضورؐ نے یہ دعا فرمائی "اے اللہ جو رزق تو نے انہیں دیا ہے، اس میں برکت دے اور انہیں بخش اور ان پر رحم فرما" (مسلم، ترمذی، نسائی۔) یہ حضور کی نظافت و طہارت اور ادب کی دلیل ہے کہ گٹھلیاں سیدھے ہاتھ سے نہیں پکڑیں بلکہ انگلیوں کی پشت پر ڈال کر پرے ڈال دیں۔ منہ سے نکلی ہوئی گٹھلی کو سیدھے ہاتھ سے پکڑنا اور پھر اسی ہاتھ سے مزید کھجوریں کھانا بھی حضورؐ کو اعلیٰ وارفع ادب و تہذیب کے خلاف لگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَابٌ ۱۲ مَا يَقُولُ إِذَا شَرِبَ اللَّبَنَ

باب نمبر ۱۲ دودھ پی کر کیا کہے؟

۳۷۲۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَجَاءُوا بِضَبَّيْنِ مَشْوِيَّيْنِ عَلَى ثُمَامَتَيْنِ فَتَبَزَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَالِدٌ أَخَالُكَ تَقْذَرُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَجَلْ ثُمَّ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَإِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا لَفْظُ مُسَدَّدٍ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں میمونہؓ کے گھر میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور آپؐ کے ساتھ خالدؓ بن الولید بھی تھا۔ پس دو گوہ لائی گئیں جن کو دو پتلی لکڑیوں پر بھونا گیا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیا تو خالدؓ نے کہا، میرے خیال میں یا رسول اللہؐ آپؐ اسے مکروہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا جو آپؐ نے پیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو یوں کہے "اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت دے اور اس سے بہتر ہمیں کھلا، اور جب کوئی دودھ پیئے، تو کہے اے اللہ اس میں ہمیں برکت دے اور اس میں ہمارے لیے اضافہ فرما"، کیونکہ دودھ کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو طعام اور مشروب دونوں کا کام دے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ مسدد کا لفظ ہے۔ (ترمذی) خالدؓ حضورؐ کے ساتھ میمونہؓ کے ہاں اس لیے آئے کہ میمونہؓ ان کی بھی خالہ تھیں جیسا کہ ابن عباسؓ کی خالہ تھیں۔

شرح:۔ حضورؐ کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے تھے اگر گوہ کو از راہ کراہت تناول نہیں فرمایا اور زبان سے مذمت کرنے کی بجائے تھوک دیا۔ بحث اس پر شاید آگے کتاب الاطعمہ میں آئے گی۔

بَابٌ ۲۲ فِي إِيكَاءِ الْآنِيَةِ

برتنوں کو ڈھانکنے کا باب ۲۲

۳۷۲۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ

جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَاَطْفِ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرْ اِنَاءَكَ وَلَوْ بِعُودٍ تَعْرِضُهُ عَلَيْهِ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ

ترجمہ:۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنا دروازہ بند کر اور اللہ کا نام لے اور اپنے برتن کو ڈھانک دے۔ گو ایک لکڑی سے ہو جسے تو اس پر رکھ دے اور اللہ کا نام لے اور اپنی مشک کا منہ باندھ اور اللہ کا نام لے (بخاری، مسلم۔ نسائی) یہ سب احکام بطور ارشاد ہیں جن کا تعلق آداب زندگی کے ساتھ ہے صیغے گو امر کے ہیں مگر وجوب کے لیے نہیں کیونکہ ان چیزوں کا تعلق حلت وحرمت سے نہیں بلکہ ارتفاقات حیات کے ساتھ ہے۔

۳۷۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْخَبَرِ وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ قَالَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا غَلَقًا وَلَا يَحُلُّ وِكَاءً وَلَا يَكْشِفُ اِنَاءً وَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى النَّاسِ بَيْتَهُمْ اَوْ بُيُوتَهُمْ

ترجمہ:۔ ایک اور سند سے جابر بن عبداللہ کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، مگر پوری (اوپر جیسی) نہیں۔ اس میں ہے کہ حضور نے فرمایا "کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا اور ڈھکنا نہیں کھولتا اور برتن کو ننگا نہیں کرتا، اور چوہیا لوگوں پر ان کے گھر کو جلا ڈالتی ہیں، یا ان کے گھر (بلفظ جمع) فرمایا۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ) بند دروازے کو جب بسم اللہ پڑھ کر بند کیا جائے تو شیطان اسے نہیں کھول سکتا۔ فویسقہ کا لفظ فاسق کی تصغیر ہے جو ازراہ تحقیر بیان ہوئی ہے چوہے جلتے ہوئے چراغ کی بتی مکان کے ان حصوں خصوصاً چھتوں میں لے کر گھس جاتے تھے جہاں آگ بھڑک سکتی تھی۔

۳۷۳۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَفُضَيْلُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ السُّكَّرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ كَثِيرِ بْنِ شِنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَفَعَهُ قَالَ اكْفِتُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْعِشَاءِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً

ترجمہ:۔ جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی، اس میں یہ لفظ بھی ہیں "عشاء کے وقت بچوں کو گھروں میں روک کر رکھو، مسدد نے پچھلے پہر کا لفظ بولا، کیونکہ اس وقت جن پھیل جاتے اور اچک لے جاتے ہیں۔

۳۷۳۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِي

صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَسْقَى فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَلَا نَسْقِيكَ نَبِيذًا قَالَ بَلَى قَالَ فَخَرَجَ الرَّجُلُ يَشْتَدُّ فَجَاءَ بِقَدَحٍ فِيهِ نَبِيذٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ الْأَصْمَعِيُّ تَعْرِضُهُ عَلَيْهِ

ترجمہ:۔ جابرؓ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپؐ نے پانی مانگا۔ لوگوں میں ایک شخص بولا "کیا ہم آپ کو نبیذ نہ پلائیں؟" فرمایا "کیوں نہیں"۔ جابرؓ نے کہا کہ وہ آدمی دوڑتا ہوا نکلا اور ایک پیالہ لے کر آیا جس میں نبیذ تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اسے تو نے ڈھانکا کیوں نہیں، گو ایک لکڑی چوڑائی کے بل رکھ کر ہی ہوتا۔ (بخاری، اور مسلم) ابوداؤد نے کہا کہ اصمعی نے تعرضہ علیہ کا لفظ بولا۔

۳۷۳۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَاءُ مِنْ بُيُوتِ السُّقْيَا قَالَ قُتَيْبَةُ هِيَ عَيْنٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَدِينَةِ يَوْمَانِ آخِرُ كِتَابِ الْأَشْرِبَةِ

ترجمہ:۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیوت السقیا کے مقام سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ قتیبہ نے کہا کہ یہ ایک چشمہ تھا جس کا فاصلہ مدینہ سے دو دن کی مسافت تھا۔ (سبب یہ تھا کہ مدینہ کا عام پانی کھاری تھا)۔

أَوَّلُ كِتَابِ الْأَطْعِمَةِ

اس میں ۵۵ باب اور ۱۱۹ حدیثیں ہیں

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجَابَةِ الدَّعْوَةِ

دعوت قبول کرنے کا باب

۳۷۳۳۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی طرف بلایا جائے تو وہ اس میں جائے ۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

شرح:۔ ولیمہ ہر وہ دعوت تھی جو کسی خوشی کے موقع پر کی جاتی تھی مگر اس کا استعمال بالعموم دعوت نکاح پر ہوتا ہے۔ حدیث میں امر کا صیغہ ہے جو بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے، اور بعض کے نزدیک یہ واجب ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ امر ہر دعوت میں اور ولیمہ میں بھی ندب و استحباب کے لیے ہے۔ جن لوگوں کے لیے اجابت دعوت واجب ہے وہ کہتے ہیں کہ دعوت قبول کرنا واجب ہے مگر کھانا واجب نہیں، گو بلایا جانے والا روزے سے بھی نہ ہو۔ یہ بحث اس وقت ہے جبکہ داعی خاص طور پر کسی کو نام لے کر بلائے۔ اگر عام دعوت ہے تو اس میں جانا بھی واجب نہیں، بالخصوص اس وقت جبکہ دعوت میں صرف اغنیاء و رؤساء کو بلایا گیا ہو اور فخر و مباہات کے لیے یہ تقریب منعقد کی گئی ہو۔ کسی عالم نے بقول خطابی کیا اچھی بات کہی ہے کہ سلف کو بلایا جاتا تو وہ دعوت قبول کرتے تھے اور بلاتے والے اخوت (بھائی چارے) کے خیال سے بلاتے تھے اور آج کل تم لوگ مباہات و مکافات کے لیے بلاتے ہو اور اس میں شامل ہونا ضروری نہیں ہے۔

۳۷۳۴۔ حَدَّثَنَا مُخَلَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ زَادَ فَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ وَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيَدْعُ

ترجمہ:۔ ایک اور سند کے ساتھ وہی حدیث، عبداللہ بن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الخ اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا کھالے اور اگر روزے سے ہو تو دعا کرے (یا کھانا نہ کھائے) مسلم۔ ابن ماجہ، مگر ان کی حدیث میں یہ فقرہ نہیں کہ اگر روزے سے نہ ہو تو الخ

۳۷۳۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ اَوْ نَحْوَهُ

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی دعوت کرے تو وہ قبول کرے، نکاح ہو یا اس طرح کی کوئی دعوت (مسلم)، یعنی کوئی خوشی کا موقع ہو۔ یہ بات تو مسلّمہ ہی ہے کہ کوئی خلاف شرع دعوت یا موقع نہ ہو۔

۳۷۳۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفّٰى قَالَ نَا بَقِيَّةُ قَالَ نَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ نَافِعٍ بِاِسْنَادِ

اَيُّوبَ وَمَعْنَاهُ

ترجمہ:۔ ایوب راوی کی سند کے ساتھ اسی معنی کا حدیث جیسی گزری ہے۔

۳۷۳۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلْيُجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ

ترجمہ:۔ جابرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو دعوت دی جائے وہ قبول کرے، پھر اگر چاہے تو کھائے اور چاہے تو نہ کھائے (مسلم، ابن ماجہ، نسائی)۔

۳۷۳۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا دُرُسْتُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبَانَ ابْنِ طَارِقٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيرًا

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی، اور جو دعوت کے بغیر داخل ہوا وہ جاتے وقت چور اور آتے وقت غارت گر تھا۔ (کیونکہ وہ مالک کے اذن کے بغیر چوروں کی طرح گیا تھا اور اس کا وہاں طعام کھانا غصب اور ڈاکے کے حکم میں تھا کہ مالک کی دعوت اور رضامندی کے بغیر کھانا کھالیا یا ساتھ اٹھا کر لے گیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس کا راوی ابان ابن طارق مجہول ہے (ابو زرعہ اور ابن عدی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

۳۷۳۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِينُ وَمَنْ لَمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ

ترجمہ:۔ ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتا تھا ولیمہ کا کھانا سب سے برا کھانا ہے، اس کے لیے اغنیاء کو بلایا جاتا ہے اور مساکین کو چھوڑ دیا جاتا ہے، اور جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی۔ اس موقوف حدیث کو اسی طرح موقوفاً بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ مسلم نے اسے ایک دوسری سند سے مسند روایت کیا ہے۔ تیں

اول تو یہ حدیث مسند ہو گئی، اگر موقوف ہو تب بھی اس قسم کے شرعی احکام سے صحابی کا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے جیسا کہ اصول حدیث میں آ چکا ہے۔

بَابٌ فِي اسْتِحْبَابِ الْوَلِيمَةِ لِلنِّكَاحِ

(نکاح کے ولیمے کا مستحب ہونے کا باب ۲)

۳۷۴۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ ذُكِرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا أَوْلَمَ بِشَاةٍ

ترجمہ:۔ زینبؓ بنت جحش کے نکاح کا ذکر انسؓ بن مالک کے پاس کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا ولیمہ زینبؓ کے نکاح پر کرتے دیکھا تھا، اپنی ازواج میں سے اور کسی کا ایسا ولیمہ حضورؐ نے نہ کیا، آپؐ نے ایک بکری ذبح کی تھی۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ) ولیمہ نکاح کے بعد یا رخصتی کے بعد یا بیوی سے ملاقات کے بعد کیا جاتا ہے، اور تیسری صورت بہتر ہے۔

۳۷۴۱۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا وَائِلُ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِهِ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِسَوِيقٍ وَتَمْرٍ

ترجمہ:۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ پر ستّو اور کھجور کا ولیمہ کیا تھا (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) مطلب یہ ہے کہ ولیمہ اظہار مسرت اور اعلانِ تزویج کی خاطر ہے، کسی کھانے پینے کی چیز سے بھی کیا جا سکتا ہے مگر مقدار و تعداد وغیرہ متعین نہیں ہے۔

بَابُ الْإِطْعَامِ عِنْدَ الْقُدُومِ مِنَ السَّفَرِ

(سفر سے واپسی پر کھانا کھلانے کا باب ۳)

۳۷۴۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبٍ

ابن دینارٍ عن جابرٍ قال لمّا قدم النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم المدینۃ نحر جزورًا او بقرۃً

ترجمہ:۔ جابرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تشریف لا کر ایک اونٹ یا گائے ذبح فرمائی (یہ واقعہ بقول مولانا شاید جنگ تبوک سے واپسی کا ہے۔

باب فی الضّیافۃ

(ضیافت کا باب ۴)

۳۷۴۳۔ حدّثنا القعنبیّ عن مالکٍ عن سعیدٍ المقبریّ عن ابی شریحٍ الکعبیّ انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ یومہ ولیلتہ الضّیافۃ ثلٰثۃ ایّامٍ وما بعد ذٰلک فھو صدقۃ ولا یحلّ لہ ان یثوی عندہ حتّی یحرجہ

ترجمہ:۔ ابو شریحؓ کعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے۔ اس کا جائزہ (حق) ایک دن رات ہے، ضیافت تین دن ہے اور جو اس کے بعد ہو وہ صدقہ ہے، اور مہمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ میزبان کے ہاں اتنی دیر رہے کہ اسے تنگ کردے۔

(بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

شرح:۔ جائزہ سے مراد بقول امام مالک مہمان کا اعزاز واکرام کچھ اظہار تکلف، تحفے تحائف دینا، اس سے خصوصیت برتنا اور ہر طرح سے اس کی نگرانی اور حفاظت کرنا ہے۔ تین دن رات کا عرصہ مہمان نوازی کہلائے گا۔ دوسرے اور تیسرے دن تعلقات سے قطع نظر عام کھانا جو اس گھر میں بالعموم عادتاً پکتا ہے وہی کھلایا جائے گا۔ اس کے بعد جو کچھ ہو وہ صدقہ ہے جو کرنے والے کی مرضی پر منحصر ہے، اور اس کے بعد بھی اگر مہمان نوازی کا بلا استدعا ڈیرے سبب پڑے رہتے ہیں، ٹلنے کا نام نہیں لیتے، تو وہ فعلِ حرام کا ارتکاب کرتے ہیں۔

۳۷۴۴۔ حدّثنا موسی بن اسمٰعیل ومحمّد بن محبوبٍ قالا نا حمّادٌ عن عاصمٍ عن ابی صالحٍ عن ابی ھریرۃ انّ النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال الضّیافۃ ثلٰثۃ ایّامٍ فما سوٰی ذٰلک فھو صدقۃ قال ابو داوٗد قرئ علی

الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكُمْ أَشْهَبُ قَالَ وَسُئِلَ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ قَالَ يُكْرِمُهُ وَيُتْحِفُهُ وَيَحْفَظُهُ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ضِيَافَةٌ

ترجمہ:۔ ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ضیافت تین دن تک ہے اور جو اس کے علاوہ ہے، وہ صدقہ ہے" ابوداؤد نے اپنی سند سے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "مہمان کا جائزہ ایک ایک دن رات ہے"، اس کا مطلب یہ ہے کہ میزبان اس کا اکرام کرے، اسے تحفے دے اور ایک دن رات اس کی حفاظت و نگرانی کرے اور تین دن کی مدت مہمانی ہے۔ (یعنی جیسا کہ اوپر گزرا ایک دن رات تکلف کیا جا سکتا ہے، باقی دو دن حسب عادتِ عام کھانا کھلایا جائے۔

بَابٌ فِي كَمْ تُسْتَحَبُّ الْوَلِيمَةُ

(باب ۵ ولیمہ کتنے دن میں مستحب ہے)

۳۷۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُثْمَانَ الثَّقَفِيِّ عَنْ رَجُلٍ أَعْوَرَ مِنْ ثَقِيفٍ كَانَ يُقَالُ لَهُ مَعْرُوفًا أَيْ يُثْنِي عَلَيْهِ خَيْرًا إِنْ لَمْ يَكُنْ اِسْمُهُ زُهَيْرُ بْنُ عُثْمَانَ فَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَلِيمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ وَالثَّانِي مَعْرُوفٌ وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَرِيَاءٌ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ دُعِيَ أَوَّلَ يَوْمٍ فَأَجَابَ وَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّانِيَ فَأَجَابَ وَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَلَمْ يُجِبْ وَقَالَ أَهْلُ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ

ترجمہ:۔ عبداللہؓ بن عثمان ثقفی نے ثقیف کے ایک چشم شخص سے روایت کی جسے معروف کہتے تھے، (یعنی اس کی تعریف میں اسے یہ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام اگر زہیر بن عثمان نہیں تو مجھے اس کا نام نہیں آتا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ولیمہ پہلے دن حق ہے، دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن شہرت و ریاکاری ہے (نسائی مسنداً و مرسلاً) قتادہ نے کہا کہ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ سعید بن المسیب کو پہلے دن بلایا گیا تو وہ چلے گئے۔ دوسرے دن بلایا گیا تو چلے گئے، تیسرے دن بلایا تو نہیں گئے اور کہا کہ "وہ یہ لوگ شہرت پسند اور ریاکار ہیں۔

شرح:۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کہا ہے کہ زھیرؓ بن عثمان صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔ ابن ابی خیثمہ، ابوحاتم رازی،

ترمذی، اور ازدی نے اسے صحابی کہا ہے۔ بخاری نے اس سے انکار کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ سے اور سعید بن المسیب کے فعل سے حضورؐ کی مراد یہ سمجھ میں آتی ہے کہ یہ وہ صورت ہے کہ ولیمہ تین دن جاری رہے، لیکن بقول مولانا اگر بستی بڑی ہو تو زیادہ دیر تک ولیمہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ شہرت پسندی اور ریاکاری کو اس میں دخل نہ ہو کیونکہ جس چیز کی مذمت ہوئی ہے وہ یہی شہرت پسندی اور ریاکاری ہے۔

۳۷۴۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَلَمْ يُجِبْ وَحَصَبَ الرَّسُولَ

ترجمہ :۔ قتادہ نے سعید بن المسیب سے یہی اوپر واقعہ قصہ روایت کیا کہ جب سعید کو تیسرے دن بلایا گیا تو انہوں نے دعوت قبول نہ کی اور قاصد پر کنکریاں پھینکیں۔

بَابٌ مِنَ الضِّيَافَةِ أَيْضًا

(یہ باب بھی ضیافت میں ہے)

۳۷۴۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي كَرِيمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةُ الضَّيْفِ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَصْبَحَ بِفِنَائِهِ فَهُوَ عَلَيْهِ دَيْنٌ إِنْ شَاءَ اقْتَضَى وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ

ترجمہ :۔ ابو کریمہ (مقدامؓ بن معدیکرب) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو مہمان کی شب بسری ہر مسلم پر حق ہے۔ جس کے صحن میں کوئی مہمان ہو وہ اس پر قرض ہے، چاہے تو ادا کرے اور چاہے تو ترک کرے۔ (ابن ماجہ)

شرح :۔ چاہے تو ترک کرے کا یہ مطلب نہیں کہ ترک کی صورت میں گناہ نہ ہوگا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ اس کے اختیار میں ہے کہ اس کی فضیلت کو حاصل کرے یا نہ کرے۔ خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کو بحد حق اس لیے فرمایا ہے کہ یہ معروف اور اچھی عادات کے طریقے میں داخل ہے۔ مہمان نوازی ہمیشہ سے شرفاء کی عادت رہی ہے اور صالحین نے اسے اپنایا ہے۔ اس کے برخلاف دوسری صورت کو ہمیشہ زبانوں سے ملامت کی گئی ہے اور بخیل کو برا سمجھا گیا ہے۔ حضورؐ کی حدیث میں ہے کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا مہمان کا اکرام کرے۔ ابتدائے اسلام میں مہمان نوازی واجب رہی ہے اور پھر صرف مستحب رہ گئی۔ سیوطی نے یہی کہا ہے اور ابوداؤد اس کے بعد والے باب میں اسے بیان کریں گے۔

۳۷۴۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي أَبُو الْجُودِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْمُهَاجِرِ عَنِ الْمِقْدَامِ أَبِي كَرِيمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ أَضَافَ قَوْمًا فَأَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُومًا فَإِنَّ نَصْرَهُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَتَّى يَأْخُذَ بِقِرَى لَيْلَةٍ مِنْ زَرْعِهِ وَمَالِهِ

ترجمہ :۔ المقدام ابو کریمہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے کچھ لوگوں کو مہمان بنایا لیکن مہمان (اس کی مہمان نوازی سے) محروم رہا، تو اس کی مدد کرنا ہر مسلم پر برحق و ثابت ہے، حتیٰ کہ اس رات کی مہمانی وہ اس کی کھیتی اور مال سے لے لے۔"

شرح :۔ بقول خطابی یہ اس شخص کے لیے ہے جو مضطر (مجبور) ہو کہ اسے کچھ نہیں ملتا اور بھوک پیاس سے مر جانے کا خطرہ ہو۔ یا پھر یہ منسوخ ہے جیسا کہ اوپر سیوطی کے حوالے سے گزرا ہے۔

۳۷۴۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَنَا فَمَا تَرَى فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ

ترجمہ :۔ عقبہ بن عامرؓ نے کہا کہ ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ ہمیں (جہاد و تبلیغ وغیرہ کے لیے) بھیجتے ہیں اور ہم کسی قوم پر جا کر اترتے ہیں جو مہمان نوازی نہیں کرتے تو آپؐ اس میں کیا فرماتے ہیں؟ پس ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم کسی قوم پر اترو اور وہ تمہارے لیے وہ حکم دیں جو مہمان کے لیے مناسب ہے تو قبول کر لو، لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق وہ لے لو جو ان پر مناسب ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح :۔ مولانا محمد یحییٰ مرحوم نے لکھا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری ضیافت بھی نہیں کرتے اور قیمتاً بھی کچھ نہیں دیتے ہیں حتیٰ کہ ہم بھوکے رہ جاتے ہیں۔ یہ فعل ذمی لوگ از راہ عناد کرتے تھے، اور یہ جو فرمایا کہ ان سے مہمان کا حق لے لو، اس سے مراد قیمت سے لینا ہے لیکن اگر مسلم فوجیوں یا وفدوں کی ضیافت کرنے کا وعدہ ان کے عہد ذمہ میں داخل ہو تو پھر بلا قیمت بھی لیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ تھی بلکہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں گئی۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ اس شخص کی دلیل ہے جو اس چیز کو زبردستی لے لیتا ہے جو اس کا حق ہو۔

بَابٌ فِي نَسْخِ الضَّيْقِ فِي الْأَكْلِ مِنْ مَالِ غَيْرِهِ

(مہمان کے لیے دوسرے کا مال کھانے کے نسخ کا باب)

۳۷۵۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ فَكَانَ الرَّجُلُ يُحْرَجُ أَنْ يَأْكُلَ عِنْدَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَنَسَخَ ذٰلِكَ الْآيَةُ الَّتِي فِي النُّورِ فَقَالَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا كَانَ الرَّجُلُ الْغَنِيُّ يَدْعُو الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِهِ إِلَى الطَّعَامِ قَالَ إِنِّي لَأَجْنَحُ أَنْ آكُلَ مِنْهُ وَالتَّجَنُّحُ الْحَرَجُ وَيَقُولُ الْمِسْكِينُ أَحَقُّ بِهِ مِنِّي فَأُحِلَّ فِي ذٰلِكَ أَنْ يَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأُحِلَّ طَعَامُ أَهْلِ الْكِتٰبِ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی " اپنے مال میں باطل طریقے سے مت کھاؤ مگر یہ کسی باہمی رضامندی سے تجارت ہو، تو لوگ کسی بھی دوسرے کے پاس کھانے میں حرج (گناہ) جاننے لگے، پھر سورۂ نور کی اس آیت نے اسے منسوخ کیا۔ تم پر گناہ نہیں کہ اپنے گھروں سے کھاؤ۔ الخ یا الگ الگ کھاؤ۔ اس سے قبل جب کوئی غنی اپنے گھر (کنبہ و خاندان) کے لوگوں میں سے کسی کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دیتا تو وہ کہتا کہ میں اس سے کھانے میں گناہ سمجھتا ہوں۔ تجنح کا معنیٰ حرج (گناہ) ہے۔ اور وہ کہتا کہ مسکین مجھ سے زیادہ حقدار ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کا گوشت حلال کیا جن کو خدا کے نام پر ذبح کیا جائے اور اہل کتاب کا کھانا بھی حلال کیا۔

شرح:۔ میرے خیال میں ابن عباسؓ کی مراد یہاں نسخ سے وضاحت و تفصیل ہے، نسخ کا لفظ بقول شاہ ولی اللہؒ (الفوز الکبیر) متقدمین کے ہاں صرف معروف نسخ کے لیے نہیں بولا جاتا تھا بلکہ اس میں عام کو خاص کرنا یا اس کے برعکس کرنا، وضاحت، کسی قید کو اٹھانا، ابہام کو دور کرنا وغیرہ سب داخل تھا۔ بعض اہل تفسیر نے غالباً ابن عباس ہی کی تفسیر کے مطابق کہا ہے کہ سورۂ نساء (آیت ۲۹ کی آیات کو سورۂ نور کی آیت ۶۱ نے منسوخ کیا ہے۔ ابن جریر طبری نے اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سورۂ نساء کی آیت میں ۲۹ میں باطل طریقوں سے مال کھانے کو حرام کیا گیا ہے اور یہ بہرحال اب بھی حرام ہے۔ اور کسی باطل طریقے سے بھی کسی مسلمان کا مال کھانا جائز نہیں۔ پس ان آیتوں کا مطلب اپنی اپنی جگہ پر بالکل درست ہے اور ان میں ناسخ و منسوخ کا کوئی سوال نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کچھ لوگوں نے سورۂ

نساء کی آیت سے مراد تھا کہ کسی کے ہاں دعوت بھی نہ کھائی جائے۔ اور سورۂ نور کی آیت نے اس غلط فہمی کو دُور کر دیا۔ مہمان نوازی حالتِ جاہلیت میں بھی ایک فضیلت رہی ہے۔ جس میں اہل عرب مشہور و ممتاز تھے۔ اسلام نے ضیافت کو ہرگز حرام نہیں کہا۔ ابوداؤد کے مختلف نسخوں میں اس باب کا عنوان مختلف ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ وہی ہے جو اوپر گزرا کہ مہمانداری ابتدا میں واجب تھی اور پھر مستحب رہ گئی۔

بَابٌ فِي طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ

(فخر و مقابلوں سے کھانا کھلانے والوں کا باب ۸)

۳۷۵۱۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِي الزَّرْقَاءِ قَالَ نَا اَبِي قَالَ نَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيْتٍ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ اَنْ يُّؤْكَلَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اَكْثَرُ مَنْ رَوَاهُ عَنْ جَرِيْرٍ لَا يَذْكُرُ فِيْهِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَهٰرُوْنُ النَّحْوِيُّ ذَكَرَ فِيْهِ ابْنَ عَبَّاسٍ اَيْضًا وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر سے مقابلتہً کھانا کھلانے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا
شرح:۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر از راہ فخر و ریاء کھانا کھلانا مکروہ فعل ہے اور ایسا کھانا کھانے سے گریز کرنا ہی انسب ہے۔ اس سے دولت مندی کی نمائش مدِ نظر ہوتی ہے جو خود ایک ناجائز فعل ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ جریر کے اکثر شاگردوں نے اس روایت میں ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کیا، ہارون نحوی نے کہا ہے مگر حماد بن زید نے نہیں کہا۔

بَابُ الرَّجُلِ يُدْعٰى فَيَرٰى مَكْرُوْهًا

(باب نمبر ۹ جب دعوت میں کوئی مکروہ کام ہو۔)

۳۷۵۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِيْنَةَ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَجُلًا اَضَافَ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَ

مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَاءَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى عِضَادَتَيِ الْبَابِ فَرَأَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ بِهِ فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لِعَلِيٍّ الْحَقْهُ فَانْظُرْ مَا أَرْجَعَهُ فَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا رَدَّكَ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ لِي أَوْ لِنَبِيٍّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا

ترجمہ:۔ سفینہؓ ابو عبدالرحمان سے روایت ہے کہ ایک آدمی علیؓ بن ابی طالب کا مہمان ہوا اور انہوں نے اس کے لیے کھانا بنایا۔ پس حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائیں اور آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔ پس ان لوگوں نے حضورؐ کو بلایا۔ آپؐ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ دروازے کے پٹ پر رکھا تو دیکھا کہ گھر کے ایک جانب ایک منقش پردہ لٹکا ہوا تھا۔ پس حضورؐ واپس تشریف لے گئے تو فاطمہؓ نے علیؓ سے کہا کہ جلدی جائیے اور دیکھیے آپ کیوں واپس تشریف لے گئے ہیں۔ علیؓ کا بیان ہے کہ میں آپ کے پیچھے گیا اور کہا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے واپس تشریف لے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے لیے یا کسی نبی کے لیے روا نہیں کہ کسی مزین گھر میں داخل ہوں (ابن ماجہ) حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دعوت دینے والا کوئی خلاف شرع کام کرے تو مہمان واپس جا سکتا ہے، اگر پہلے سے علم ہو تو دعوت قبول کرنے سے انکار بھی کر سکتا ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پردہ منقش و مزین تھا۔ مولانا محمد یحیٰیؒ نے فرمایا کہ شاید اس میں کچھ تصویریں بھی تھیں، اگر نہ بھی ہوتیں تو حضورؐ کا مقام اور علیؓ سے تعلقات کی نوعیت ایسی تھی، اور حضرت علیؓ کو حضورؐ جس شان میں دیکھنا پسند فرماتے تھے، یہ صریحاً اس کے خلاف تھا۔

بَابٌ إِذَا اجْتَمَعَ دَاعِيَانِ أَيُّهُمَا أَحَقُّ

(باب ۱۰۔ دو آدمی دعوت دیں تو زیادہ حق کس کا ہے؟)

۳۷۵۲۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ الْأَوْدِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَأَجِبْ أَقْرَبَهُمَا بَابًا فَإِنَّ أَقْرَبَهُمَا بَابًا أَقْرَبُهُمَا جِوَارًا وَإِنْ سَبَقَ أَحَدُهُمَا فَأَجِبِ الَّذِي سَبَقَ

ترجمہ:۔ حمید ابن عبدالرحمان حمیری نے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو داعی

جمع ہو جائیں تو اس کی دعوت قبول کرو جس کا دروازہ تجھ سے قریب تر ہو کیونکہ جس کا دروازہ قریب تر ہے اس کی ہمسائیگی قریب ہے لیکن اگر ایک شخص پہلے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو (دوسری صورت تو واضح ہے کہ اس میں زیادہ حق پہل کرنے والے کا حق ہے مگر پہلی صورت میں ہمسائیگی کی بنا پر ہمسائے کا حق فائق ہے)

بَابُ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَالْعَشَاءُ

(باب ۱۱ جب نماز اور کھانا دونوں حاضر ہوں۔)

۳۷۵۴۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ اَلْمَعْنٰی قَالَ اَحْمَدُ حَدَّثَنِی یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِی نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا یَقُوْمُ حَتّٰی یَفْرُغَ زَادَ مُسَدَّدٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُهٗ اَوْ حَضَرَ عَشَاءُهٗ لَمْ یَقُمْ حَتّٰی یَفْرُغَ وَاِنْ سَمِعَ الْاِقَامَةَ وَاِنْ سَمِعَ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کی اقامت ہو جائے تو کھانے سے فارغ ہوئے بغیر نہ اٹھے۔ مسدد کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ "عبداللہ کا کھانا جب رکھا جاتا یا حاضر ہو جاتا تو فراغت سے پہلے نہ اٹھتے، اگرچہ اقامت سن لیتے اور اگرچہ امام کی قرات سن لیتے (اصل حدیث بخاری، مسلم میں موجود ہے)۔ ابن عمرؓ کے فعل کا ذکر مسلم کی روایت میں مروی نہیں ہوا) اس صورت میں کھانا پہلے کھانے کی ہدایت اس سبب سے ہے کہ نماز میں تشویش نہ ہو اور توجہ نہ بٹ جائے۔

۳۷۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِیْعٍ قَالَ نَا مُعَلّٰی یَعْنِی ابْنَ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَخِّرِ الصَّلٰوةَ لِطَعَامٍ وَّلَا لِغَیْرِهٖ

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے کی خاطر یا کسی اور کام کی خاطر نماز کو مؤخر مت کرو۔

شرح:۔ یہ حدیث بظاہر ابن عمرؓ کی روایت کے خلاف ہے، گویا اس میں جو صورت ہے وہ یہ ہے کہ کھانا دسترخوان پر لگا ہوا

اور آدمی کو اپنے آپ پر اعتماد ہو تو پہلے نماز پڑھے اور پھر کھانا کھائے یا کوئی اور کام کرے، گویا اس معاملے میں احوال و اشخاص کا اختلاف دیکھا جائے گا۔ ابن عمرؓ کی حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے کہ کھانا حاضر ہے، آدمی کو بھوک لگی ہوئی ہے جس کا وہ دفاع نہیں کر سکتا اور وقت بھی کافی ہو کہ بعد میں اطمینان سے نماز ادا ہو سکے، صحابہؓ جلدی کھا کر فارغ ہو جاتے تھے۔ کیونکہ کم کھاتے تھے، دسترخوان وغیرہ کے تکلفات میں نہ پڑتے تھے اور کئی مقسم کے کھانے نہ کھاتے تھے۔ مثلاً دودھ پی لیا، ستو پی لئے، مٹھی بھر کھجوریں کھالیں اور فارغ ہو گئے۔ اس صورت میں نماز کے امام کے ساتھ پا لینے کی بھی قوی امید ہوتی تھی۔ اور تشویش بھی نہ ہوتی تھی۔

۳۷۵۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ الطُّوسِيُّ قَالَ نَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ أَبِي فِي زَمَانِ ابْنِ الزُّبَيْرِ إِلَى جَنْبِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ إِنَّا سَمِعْنَا أَنَّهُ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ وَيْحَكَ مَا كَانَ عَشَاؤُهُمْ أَتُرَاهُ كَانَ مِثْلَ عَشَاءِ أَبِيكَ

ترجمہ:۔ عبداللہؓ بن عبید بن عمیر نے کہا کہ میں ابن زبیرؓ کے عہد میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا پس عبادؓ بن عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ پہلے کھانا کھایا جائے اور پھر نماز پڑھیں۔ عبداللہؓ بن عمر نے کہا۔ "تیرا بھلا ہو اُن لوگوں کا کھانا ہی کیا تھا؟ کیا وہ تیرے باپ کے کھانے کی طرح ہوتا تھا؟"

شرح:۔ عبداللہؓ بن عمر کی مراد خاص ابن زبیرؓ کا حال بیان کرنا نہ تھی بلکہ یہ کہ آج کے زمانے میں جو تعلقات پیدا ہو چکے ہیں وہ پہلے نہ تھے۔ لہٰذا وہ کھانے سے جلدی فارغ ہو جاتے تھے، اور نماز باجماعت بھی پا لیتے تھے۔

بَابُ۱۲ غَسْلِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الطَّعَامِ

کھانے کے وقت ہاتھ دھونے کا باب ۱۲

۳۷۵۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوا أَلَا نَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ فَقَالَ إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلٰوةِ

ترجمہ :۔ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے برآمد ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ کیا ہم آپ کے لیے وضو کا پانی نہ لائیں؟ آپ نے فرمایا" مجھے وضو کا حکم اس وقت ملا ہے جب میں نماز کی طرف کھڑا ہوں۔ (ترمذی، نسائی)

شرح :۔ حضورؐ کا اشارہ آیت وضو کی طرف تھا کہ اس میں وضو کا حکم نماز کے لیے دیا گیا ہے۔ عام حالات میں ہر وقت باوضو رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ فضیلت اس میں ضرور ہے کہ باوضو رہنے کی کوشش کی جائے لیکن نماز کے سوا کسی اور کام کے لیے وضو کرنا مامور بہ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ کھانے کے لیے وضو ضروری نہیں، رہ گیا محض ہاتھ دھونا اور منہ صاف کرنا تو یہ لغوی وضو ہے شرعی نہیں۔

بَابُ ۱۳ غَسْلِ الْيَدِ قَبْلَ الطَّعَامِ

(کھانے پر ہاتھ دھونے کا باب ۱۳)

۳۷۵۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ نَا قَيْسٌ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ زَاذَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ وَكَانَ سُفْيَانُ يَكْرَهُ الْوُضُوءَ قَبْلَ الطَّعَامِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَيْسَ هٰذَا بِالْقَوِيِّ

ترجمہ :۔ سلمانؓ نے کہا کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کی برکت یہ ہے کہ اس سے پہلے وضو ہو۔ پس میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ طعام کی برکت اس میں ہے کہ اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی وضو ہو۔ سفیانؒ کھانے سے قبل وضو کو مکروہ جانتا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے (اصل حدیث ترمذی میں ہے) ابوداؤد نے ضعف کا سبب نہیں بتایا۔

شرح :۔ اس حدیث میں وضو سے اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی ہاتھ دھونا۔ درمختار میں ہے کہ کھانے کی سنت یہ ہے کہ اس سے قبل بسم اللہ پڑھیں اور بعد میں الحمد للہ پڑھیں اور اول آخر دونوں موقعوں پر ہاتھ دھوئیں۔

بَابُ ۱۴ فِي طَعَامِ الْفُجَاءَةِ

(اچانک طعام کا باب ۱۴)

۳۷۵۹۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّي يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّهُ قَالَ اَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شِعْبٍ مِنَ الْجَبَلِ وَقَدْ قَضٰى حَاجَتَهُ وَبَيْنَ اَيْدِينَا تَمْرٌ عَلٰى تُرْسٍ اَوْ حَجَفَةٍ فَدَعَوْنَاهُ فَاَكَلَ مَعَنَا وَمَا مَسَّ مَاءً

ترجمہ:۔ جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی گھاٹی سے تشریف لائے اور آپؐ نے قضائے حاجت کی تھی ہمارے سامنے ایک ڈھال پر کھجوریں پڑی تھیں، ہم نے آپؐ کو بلایا تو آپؐ نے ہمارے ساتھ کھائیں حالانکہ پانی کو چھوا تک نہ تھا۔

شرح:۔ اچانک کھانے سے مراد یہ ہے کہ جسے پہلے سے دعوت نہ دی گئی ہو اور وہ اچانک کھانے کے وقت پر آجائے تو کھانے والوں کے ساتھ شامل ہو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کھانے سے قبل پوری طہارت ضروری نہیں۔ تیسری بات یہ کہ شاید اس وقت حضورؐ کو کھانے کی حاجت نہ ہو مگر جب اصحاب نے دعوت دی تو ان کی دلجوئی کے لیے ان کے ساتھ کچھ کھجوریں تناول فرمالیں۔ یہ بھی واضح ہے کہ آپ کی شمولیت سے انہیں مسرت ہوئی ہوگی۔ اگر آنے والا یہ محسوس کرے کہ میرے بے وقت اور بلائے بن دعوت کے شامل ہونا لوگوں پر شاق گزرے گا تو اچانک کھانے میں شامل ہو جانا اچھا نہیں ہوتا۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ ذَمِّ الطَّعَامِ

(طعام کی مذمت کی کراہیت کا باب ۱۵)

۳۷۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا عَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهُ وَاِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ

ترجمہ:۔ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی برائی بیان نہیں کی، اگر خواہش ہوتی تو کھا لیتے اور اگر ناپسند ہوتا چھوڑ دیتے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی۔ ابن ماجہ) طبعی کراہت کا اظہار زبان سے نہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ گوہ کے معاملے میں پیش آیا تھا کہ زبان سے کچھ نہ فرمایا لیکن طبیعت خراب ہوئی اور تھوک دیا تھا۔

بَابٌ ۱۶ فِي الْاِجْتِمَاعِ عَلَى الطَّعَامِ

(کھانے پر اجتماع کا باب ۱۶)

۳۷۶۱ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي وَحْشِيُّ بْنُ حَرْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اِذَا كُنْتَ فِي وَلِيْمَةٍ فَوُضِعَ الْعَشَاءُ فَلَا تَاْكُلْ حَتّٰى يَاْذَنَ لَكَ صَاحِبُ الدَّارِ

ترجمہ :- وحشی بن حرب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے کہا "یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے، حضورؐ نے فرمایا "شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟" انہوں نے کہا "ہاں"! حضورؐ نے فرمایا "کہ اپنے طعام پر اکٹھے ہو جاؤ اور اس پر اللہ کے نام کا ذکر کرو تمہارے لیے اس میں برکت دی جائے گی۔ (ابن ماجہ) ابوداؤد نے کہا کہ جب تم ولیمہ میں ہو اور کھانا رکھا جائے تو گھر والے کی اجازت کے بغیر مت کھاؤ۔

شرح :- حدیث کا راوی جو وحشی بن حرب کا دادا ہے یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت حمزہؓ کو جنگ احد میں قتل کیا تھا اور اسلام لانے کے بعد دورِ خلافت صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے قتل میں شامل ہوا تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طائف کے وفد میں آیا تھا۔ حضورؐ نے اس سے حمزہؓ کے قتل کی کیفیت پوچھی تھی اس نے بتائی تو حضورؐ نے (از راہِ غم و الم) فرمایا تھا "میرے سامنے نہ آؤ"، اس کا نام وحشیؓ بن حرب تھا اور اس کی فقط یہی ایک روایت ہے۔

بَابٌ ۱۷ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ

(کھانے پر بسم اللہ پڑھنے کا باب ۱۷)

۳۷۶۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ

طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ فَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ

ترجمہ:۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا "جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اللہ کو یاد کرے اور کھانے پر بھی اللہ کا ذکر کرے تو شیطان کہتا ہے (اپنے چیلوں سے) کہ تمہاری یہاں نہ شب بسری ہے اور نہ رات کا کھانا ملے گا، اور جب داخل ہو اور داخل وقت اللہ کو یاد نہ کرے تو شیطان کہتا ہے، تم نے شب بسری کی جگہ پالی۔ پھر جب وہ کھانے کے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے "تم نے رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا پالیا (مسلم، ابن ماجہ، النسائی) یعنی جس گھر میں اللہ کا نام ہو وہاں شیطان نہیں رہتا، اور جس کھانے پر بسم اللہ پڑھی جائے اس میں شیطان کا حصہ نہیں ہوتا۔

۳۷۶۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِيْ حُذَيْفَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ يَضَعْ اَحَدُنَا يَدَهٗ حَتّٰى يَبْدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ طَعَامًا فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَذَهَبَ لِيَضَعَ يَدَهٗ فِي الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ ثُمَّ جَاءَتْ جَارِيَةٌ كَاَنَّمَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ قَالَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا وَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ الَّذِيْ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاَنَّهٗ جَاءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَجَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهَا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ يَدَهٗ لَفِيْ يَدِيْ مَعَ اَيْدِيْهِمَا

ترجمہ:۔ حذیفہؓ نے کہا کہ جب ہم کھانے پر موجود ہوتے تو جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا شروع نہ فرماتے، ہم میں سے کوئی کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتا، ایک بار ہم آپؐ کے ساتھ کھانے پر حاضر ہوئے تو ایک اعرابی آیا گویا اسے دھکیلا

جا رہا تھا یا وہ لوگوں کو دھکیل کر بڑھ رہا تھا (حرص اور بھوک کی شدت کے باعث) پس وہ اپنا ہاتھ کھانے پر رکھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک لڑکی بھی اسی طرح آئی گویا کہ اسے کھانے پر دھکیلا جا رہا تھا، پس اس نے اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، اور شیطان اس اعرابی کو لایا تاکہ اس کے ذریعے سے وہ اس کھانے کو حلال کرے۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اور وہ اس بچی کو لایا تاکہ اس کے ذریعے سے کھانے کو حلال سمجھ لے اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اور جس اللہ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے اس کا ہاتھ بھی ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے۔ (مسلم نسائی)
جاریہ چھوٹی سی لڑکی کو کہتے ہیں۔

۳۷۶۴۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتُوَائِيَّ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا أُمُّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ

ترجمہ:۔ عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے اور اگر پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کہے ”پہلے اور آخر میں اللہ کے نام سے (ترمذی، نسائی) یعنی آخر میں یہ کہہ لے تو پہلی بسم اللہ پڑھنے کا کفارہ بھی ہو گیا۔ یا اگر درمیان میں یاد آئے تو یہ کہہ لے تاکہ اول و آخر میں برکت ہو جائے۔

۳۷۶۵۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ قَالَ نَا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ صُبْحٍ قَالَ نَا الْمُثَنّٰى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْخُزَاعِيُّ عَنْ عَمِّهِ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلٰى فِيهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ

ترجمہ:۔ امیہ بن مخشی صحابی نے کہاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا، پس اُس نے بسم اللہ نہ پڑھی حتیٰ کہ اس کے کھانے کا ایک لقمہ باقی رہ گیا، سو جب اس نے وہ لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو کہنے لگا۔ "پہلے بھی بسم اللہ اور آخر میں بھی بسم اللہ"! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، پھر فرمایا و شیطان برابر اس کے ساتھ کھاتا رہا مگر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا اسے قے کر دیا (نسائی) ابوداؤد نے کہاکہ حدیث کا ایک راوی جابر بن صبیح ہے جو سلیمان بن حرم کا نانا تھا۔

بَابٌ فِي الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

(سہارا لگاکر کھانے کا باب ۱۸)

۳۷۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا آكُلُ مُتَّكِئًا

ترجمہ:۔ ابوجحیفہؓ نے کہاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سہارا لے کر نہیں کھاتا (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ) حدیث کا ظاہری معنی تو یہی نظر آتا ہے کہ اس سے مراد تکیہ لگاکر یا ٹیک لگاکر یا کسی چیز کے سہارے بیٹھ کر کھانا مراد ہے لیکن علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے جم کر یعنی چوکڑی مار کر زمین پر بیٹھنا، کیونکہ اس لفظ کا مادہ وکاء ہے جس کا معنی ڈھکنا ہے جو آدمی چوکڑی مار کر بیٹھے گویا اس نے اپنے جسم کے حصہ زیریں کو ڈھکنے سے باندھ رکھا ہے۔ حضورؐ اس طرح بیٹھ کر نہیں بلکہ اکڑوں بیٹھ کر یا ایک گھٹنا تہ کرکے اور دوسرا اٹھاکر کھاتے تھے۔ روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقعاء کرکے، ایڑیوں کے سہارے بیٹھ کر کھاتے تھے اور فرماتے تھے وہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے، یعنی عاجزانہ انداز میں۔

۳۷۶۷ حَدَّثَنَا:۔ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ قَالَ أَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَوَجَدْتُهُ يَأْكُلُ تَمْرًا وَهُوَ مُقْعٍ۔

ترجمہ:۔ انسؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا پس میں واپس آیا تو دیکھاکہ آپؐ کھجوریں کھا رہے تھے اور اقعاء کرکے بیٹھے تھے (اس حدیث میں اقعاء کا معنی بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ بباعث ضعف پیچھے کو سہارا لگائے ہوئے تھے) اگر یہ ترجمہ درست ہے تو عذر پر محمول ہوگا، ترمذی کی روایت میں ہے مُقعٍ مِنَ الجُوعِ کہ بھوک کے پاس پیچھے کو سہارا لگائے ہوئے تھے) مسلم، ترمذی، نسائی میں یہ حدیث مروی ہے۔

۳۷۶۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا رُئِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مُتَّكِئًا قَطُّ وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلَانِ۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا لگا کر کبھی کھاتے نہیں دیکھا گیا اور دو آدمی بھی آپؐ کی ایڑیوں کو نہ لتاڑتے تھے (ابن ماجہ فی المقدمہ) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راہ تواضع و انکسار اپنے سب اصحاب کے پیچھے چلتے تھے آگے نہیں۔ یہ حدیث شعیب بن عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے، شعیب عبداللہؓ بن عمرو کا بیٹا نہیں بلکہ پوتا تھا اور نسب یوں تھا۔ شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو پس شعیب نے اگر عبداللہؓ بن عمروؓ سے روایت کی ہے تو روایت مسند ہے۔ اگر اپنے باپ محمد سے روایت کی ہے تو روایت مرسل ہے کیونکہ اس صورت میں کوئی صحابی سند میں نہیں۔ شعیب کا سماع اپنے دادا عبداللہؓ بن عمرو سے ثابت ہو چکا ہے۔

بَابٌ ١٩ فِي الْأَكْلِ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ

(پیالے کے اوپر سے کھانا کا باب)

۳۷۶۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَأْكُلْ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ وَلَكِنْ يَأْكُلُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَإِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ مِنْ أَعْلَاهَا۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو پیالے کے اوپر کی طرف سے نہ کھائے بلکہ نچلی طرف سے کھائے کیونکہ برکت اس کے اوپر سے اترتی ہے (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) اعلیٰ سے مراد برتن کا وسط ہے، یعنی اپنے سامنے سے کھاؤ نہ یہ کہ برتن کے وسط سے کھانے لگو جس سے شدت حرص کا اظہار ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نہی کا تعلق اس صورت سے ہو جبکہ کوئی آدمی دوسروں کے ساتھ کھا رہا ہو جیسا کہ خطابی نے لکھا ہے کہ ایسا کرنا بے ادبی اور بدتہذیبی کی علامت ہے۔

۳۷۷۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ قَالَ نَا أَبِي نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عِرْقٍ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحَى أُتِيَ

بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ يَعْنِي وَقَدْ ثُرِدَ فِيهَا فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ مَا هَذِهِ الْجِلْسَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيهَا۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن بسر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طبق تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے، اسے غرا کہا جاتا تھا پس جب چاشت کا وقت ہوا اور لوگوں نے نماز چاشت ادا کی تو وہ طبق لایا گیا، یعنی اس میں ثرید بنایا گیا تھا۔ لوگ اس کے اردگرد بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل پر بیٹھ گئے، ایک بدو بولا "یہ کس طرح بیٹھک ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کریم بندہ بنایا ہے اور مجھے سرکش جبار نہیں بنایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کے اردگرد سے کھاؤ اور اس کی درمیانی چوٹی کو چھوڑ دو کہ اس میں برکت ہو۔ (ابن ماجہ)

شرح:۔ روٹی توڑ کر اس میں گوشت کا شوربا ملاتے تھے اور پھر بوٹیاں اوپر ڈال دیتے تھے، اسے ثرید کہا جاتا تھا۔ غرا بمعنی سقبار ہے۔ یعنی سیر کنندہ۔

۱۷۷۳ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ نَا أَبُو مَعْشَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّكِّينِ فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ وَانْهَسُوهُ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "گوشت کو چھری سے مت کاٹو کیونکہ یہ عجمیوں کی عادت ہے اور اسے نوچ کر کھاؤ کیونکہ وہ بہت خوش گوار اور لذیذ ہوتا ہے۔ ابوداؤد نے کہا یہ حدیث قوی نہیں۔

شرح:۔ اس حدیث کی سند میں ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی پر بعض محدثین نے کڑی تنقید کی ہے، اسے کاذب بلکہ اکذب تک کہا گیا ہے۔ پختہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانے کا ثبوت حضورؐ سے بعض صحیح احادیث میں وارد ہے پس اگر حدیث زیر نظر صحیح ہے تو اس سے مراد وہ گوشت ہوگا جو خوب پک چکا ہو اور جس کے کاٹنے کی ضرورت نہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى مَائِدَةٍ عَلَيْهَا بَعْضُ مَا يُكْرَهُ

(ایسے دستر خوان پر بیٹھنے کا باب جس پر بعض مکروہ چیزیں ہوں)

۳۷۷۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَطْعَمَيْنِ عَنِ الْجُلُوسِ عَلَى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ وَأَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلَى بَطْنِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَسْمَعْهُ جَعْفَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ مُنْكَرٌ

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کھانوں (یا کھانے کے دو مقامات) سے منع فرمایا ہے۔ ایک ایسے دسترخوان پر بیٹھا جس پر شراب پی جائے اور دوسرا یہ کہ آدمی پیٹ کے بل لیٹ کر کھائے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث جعفر بن برقان نے زہری سے نہیں سنی اور یہ منکر حدیث ہے۔ (منذری نے اسے نسائی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

۳۷۷۳۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ الزَّرْقَاءِ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا جَعْفَرٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيثُ۔

ترجمہ:۔ اس حدیث کی دوسری سند جس میں ہے کہ جعفر کو یہ روایت زہری سے بطریق بلاغ پہنچی تھی۔

بَابُ الْأَكْلِ بِالْيَمِينِ

(دائیں ہاتھ سے کھانے کا باب (۲))

۳۷۷۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ۔

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں سے پیتا ہے (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح:۔ یہ تو ایک واضح اور ثابت شدہ بات ہے کہ شیطان نے گمراہ کرنے اور اسلام سے بہکانے اور بدی پھیلانے کا علم بلند کر رکھا ہے۔ اس نے ازل میں ہی اللہ تعالیٰ سے مہلت اس لیے مانگی تھی کہ انسانوں کو سیدھی راہ سے بہکائے، پس ہر وہ کام جو اسلامی ہے وہ اس کی مخالفت کرتا ہے اور ہر وہ کام جو اسلام کے خلاف ہے، اس کی سرپرستی کرتا ہے۔

۳۷۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَبِي وَجْزَةَ

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُدْنُ بُنَيَّ فَسَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ۔

ترجمہ:۔ عمرؓ بن ابی سلمہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پیارے بیٹے قریب آؤ، اللہ کا نام لو اور اپنے سامنے سے کھاؤ (ترمذی، بخاری، ابن ماجہ) عمرؓ بن ابی سلمہ حضورؐ کا لے پالک تھا، ام سلمہؓ کے بطن سے ان کے پہلے خاوند ابوسلمہؓ کی اولاد میں سے تھا۔ ابوسلمہؓ رضاعی رشتے میں حضورؐ کا بھائی بھی، اس تعلق کی بناء پر حضورؐ نے ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا تھا۔

بَابٌ ۲۲ فِي أَكْلِ اللَّحْمِ

(گوشت کھانے کا باب ۲۲)

۳۷۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ كُنْتُ آكُلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخُذُ اللَّحْمَ مِنَ الْعَظْمِ فَقَالَ أَدْنِ الْعَظْمَ مِنْ فِيكَ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ۔

ترجمہ:۔ صفوانؓ بن امیہ کا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ پس میں ہڈی سے گوشت کو ہاتھ سے پکڑ کر جدا کرتا تھا حضورؐ نے فرمایا۔ ہڈی کو اپنے منہ سے قریب لے جاؤ کیونکہ ایسا کرنا بڑا خوش گوار اور لذیذ ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ عثمان نے صفوان نہیں سنا پس یہ حدیث مرسل ہے۔

۳۷۷۷۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ أَحَبَّ الْعُرَاقِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرَاقُ الشَّاةِ۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ سب سے پسندیدہ ہڈی حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی ہڈی تھی (نسائی) یعنی جس ہڈی کو چوس کر اندر سے مغز نکالا جائے۔

۳۷۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ هُمْ سَمُّوا۔

ترجمہ:۔ ایک اور سند سے یہی حدیث، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت پسند تھا، عبد اللہ رض نے کہا کہ آپؐ کو زہر بھی اسی میں دیا گیا تھا اور آپؐ سمجھتے تھے کہ یہود نے زہر دیا ہے (ترمذی، بخاری میں ابو ہریرہؓ سے اس کا ایک فقرہ مروی ہے) زہر خورانی کا واقعہ مشہور ہے جو جنگ خیبر کے بعد پیش آیا تھا۔

بَابٌ ۲۳ فِیْ اَکْلِ الدُّبَّاءِ

(کدو کھانے کا باب ۲۳)

۳۷۷۹۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ اِنَّ خَیَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَہٗ قَالَ اَنَسٌ فَذَھَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِیْرٍ وَمَرَقًا فِیْہِ دُبَّاءٌ وَقَدِیْدٌ قَالَ اَنَسٌ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَیِ الصَّحْفَۃِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ یَوْمَئِذٍ۔

ترجمہ:۔ انسؓ بن مالک کہتے تھے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پکایا اور آپؐ کو دعوت دی۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں بھی اس دعوت آپؐ کے ساتھ گیا تھا، پس اس درزی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو تھا اور خشک گوشت تھا انسؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبق کے اردگرد سے کدو چنتے ہوئے دیکھا اور اس دن کے بعد میں ہمیشہ کدو سے پیار کرتا رہا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی) سبحان اللہ حضور کو طبعی طور پر کدو مرغوب تھا لیکن اصحاب کا کیا کہنا کہ وہ ہر چیز میں اپنی پسند کو حضورؐ کی پسند میں فنا کر دیتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم۔

بَابٌ ۲۴ فِیْ اَکْلِ الثَّرِیْدِ

(ثرید کھانے کا باب ۲۴)

۳۷۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ السَّمْتِیُّ قَالَ نَا الْمُبَارَكُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَھْلِ الْبَصْرَۃِ عَنْ عِكْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَحَبَّ الطَّعَامِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الثَّرِیْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِیْدُ

مِنَ الْحَيْسِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ ضَعِيفٌ ۔

ترجمہ :۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین کھانا ثرید تھا ، اور حَیس کا ثرید تھا ۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے (کیونکہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے جو عکرمہ سے روایت کرتا تھا اور اُس سے عمرو بن سعید روایت کرتا ہے ۔) ثرید کا معنیٰ گزر چکا ہے کہ روٹیاں توڑ کر اسے شوربے میں بھگو دیتے تھے حَیس توڑی ہوئی روٹیوں ، کھجور ، پنیر ، اور گھی سے بنتا تھا ۔ اگر اسے شوربے میں بھگو دیتے تو یہ حَیس کا ثرید ہوتا تھا ۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّقَذُّرِ لِلطَّعَامِ ۲۵

(کھانے سے ناک بھوں چڑھانے کی کراہت کا باب ۲۵)

۳۷۸۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا قَبِيصَةُ بْنُ هُلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا أَتَحَرَّجُ مِنْهُ فَقَالَ لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ ضَارَعْتَ فِيهِ النَّصْرَانِيَّةَ ۔

ترجمہ :۔ ھلبؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے سُنا اور ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا تھا کہ بعض کھانوں سے میں گناہ سمجھ کر پرہیز کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے جی میں کوئی ایسی چیز نہ کھٹکے جس میں تو نصرانیت کے مشابہ ہو جائے ۔ (ترمذی ، ابن ماجہ)

شرح :۔ خلجان یا خلج کا معنیٰ ہے حرکت و اضطراب ، دل کے شک و ریب کو خلجان کہتے ہیں ، ضارعت یعنی تو مشابہت اختیار کرے ۔ مطلب یہ ہے کہ نصرانیت میں رہبانیت کا فیض تھا اور راہب لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اعراض کرتے تھے ۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کرنے کی اجازت ہے ۔ محض وسوسے اور شک وشبہے کی بناء پر کسی چیز کو چھوڑ دینا بھی رہبانیت ہے ۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا ۲۶

(غلاظت خور جانور کو کھانے اور اس کے دودھ کا باب ۲۶)

۳۷۸۲ ۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ اَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَاَلْبَانِهَا۔

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاظت خور جانور کو کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

شرح:۔ خطابی نے لکھا ہے کہ پاخانہ کھانے والے جانور کو جلالہ کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ جلّہ سے نکلا ہے جس کا معنی ہے، غلاظت اور پاخانہ، اس کے گوشت اور دودھ سے پرہیز کا حکم تنزیہ و تنظیف کے طور پر دیا گیا ہے۔ جب پاخانہ اس کی غذا بن جائے تو اس کے گوشت اور دودھ اس کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے، اور یہ اس وقت ہے۔ جبکہ اس کی زیادہ تر غذا ایسی ہو جب عام طور پر وہ گھاس اور چارہ کھائے اور کبھی کچھ غلاظت بھی کھا جائے تو وہ جلالہ نہیں ہے بلکہ وہ مرغی وغیرہ کی طرح ہے جو کبھی کبھی غلاظت بھی کھا لیتی ہے۔ جب اس کی زیادہ تر غذا یہ نہ ہو تو اس گوشت اور دودھ میں حرج نہیں ہے۔ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، شافعی، احمد بن حنبل نے کہا کہ جلالہ کا گوشت اور دودھ مکروہ ہے جبتک کہ اسے چند روز محبوس نہ رکھا جائے، ان دنوں میں انہیں صرف چارا دیا جائے۔ جب اس کا گوشت اور دودھ صاف ہو جائے، اس میں سے بدبو وغیرہ نہ آئے اور اس کا اثر ظاہر نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایسی گائے کو چالیس دن محبوس رکھا جائے، ابن عمرؓ مرغی کو تین دن محبوس رکھ کر پھر ذبح کرتے تھے۔ اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ اس کے گوشت اچھی طرح دھولیں تو اس کا کھانا جائز ہے۔ حسن بصری اور مالک کے نزدیک اس کا گوشت کھانے اور دودھ پینے میں کوئی حرج نہیں، گویا ان حضرات کے نزدیک نہی صرف تنزیہی ہے۔

۳۷۸۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لَبَنِ الْجَلَّالَةِ۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاظت خور جانور کے دودھ سے منع فرمایا۔ (نسائی)

۳۷۸۴۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ سُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَهْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِيْ قَيْسٍ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْاِبِلِ اَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا اَوْ يُشْرَبَ مِنْ اَلْبَانِهَا۔

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے غلاظت خور اونٹنی پر سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔

شرح:۔ سواری کی ممانعت کی علت شاید یہ ہو کہ اس کے پسینے سے بدبو آتی ہے اور سوار کو وہ تنگ جاتا ہے۔

بَابٌ فِيْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ

(گھوڑوں کا گوشت کھانے کا باب ۲۷)

۳۷۸۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَاَذِنَ لَنَا فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ۔

ترجمہ:۔ محمد بن علی (الباقر) نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت فرمائی اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح:۔ اس مسئلے میں مذاھب کا بیان یہ ہے کہ ابن عباس، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور مالک نے گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ کہا ہے۔ الحکم نے اس قرآنی آیت سے استدلال کر کے کہا کہ گھوڑوں کا گوشت حرام ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے اس لیے ہیں کہ تم ان پر سواری کرو اور یہ زینت کا سامان ہیں۔ النحل۔ ۸ شریح، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، حماد بن ابی سلیمان، شافعی، احمد اور اسحاق نے گھوڑوں کے گوشت کی رخصت دی ہے، اور آیت سورہ نحل کے متعلق کہا ہے کہ اس میں سواری زینت کا ذکر اس لیے آیا ہے کہ ان جانوروں کا بڑا فائدہ یہی ہے۔ اور اس میں حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ مُردار اور خنزیر کا گوشت حرام فرمایا گیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گوشت کے علاوہ باقی سب چیزیں حلال ہیں، گوشت کا ذکر اس لیے ہے کہ زیادہ تر ان کا فائدہ گوشت ہی ہوتا ہے اور خون اور تمام اجزاء اس حکم میں آتے ہیں، لیکن میری گزارش یہ ہے کہ ان حضرات کا استدلال تام نہیں ہے۔ کچھ بحث آگے دیکھیے۔

۳۷۸۶۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ذَبَحْنَا يَوْمَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ وَلَمْ يَنْهَنَا عَنِ الْخَيْلِ۔

ترجمہ:۔ جابر بن عبداللہ نے کہا کہ ہم نے جنگ خیبر میں گھوڑے، خچر اور گدھے ذبح کیے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خچروں اور گدھوں سے منع فرمایا اور گھوڑوں سے منع نہیں کیا (مسلم) بحث آگے آتی ہے

۳۷۸۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ شَبِيْبٍ وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ قَالَ حَيْوَةُ نَا بَقِيَّةُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ زَادَ حَيْوَةُ وَكُلِّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ

ترجمہ:۔ خالد بن ولید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کے گوشت سے جنگ خیبر میں منع فرمایا تھا۔ حیوہ راوی نے یہ اضافہ کیا "اور ہر کچلی دار درندے بھی"۔ ابوداؤد نے کہا کہ مالک کا یہی قول ہے۔

(ابن ماجہ، نسائی)

شرح :۔ ایک نسخے میں یہ عبارت بھی ہے کہ " ابوداؤد نے کہا کہ گھوڑوں کے گوشت میں کوئی حرج نہیں، اور اس حدیث پر عمل نہیں ہے ۔ خالدؓ بن الولید کی حدیث پر خطابی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں کلام ہے ۔ صالح کا سماع اپنے باپ یحییٰ سے اور اس کا سماع مقدامؓ بن معدیکرب سے معروف نہیں ہے ۔ ابوداؤد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب سے گھوڑے کا گوشت کی حلت ثابت ہوئی ہے ۔ ابن الزبیر، فضالہ بن عبید، انسؓ بن مالک، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ، سوید بن غفلہؓ ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قریش گھوڑوں کو ذبح کرتے تھے ۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ سے گھوڑے کے گوشت میں مختلف روایات آئی ہیں ۔ حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق گھوڑے کا گوشت حرام ہے ۔ ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے حرام نہیں ۔ حرام کا لفظ اس لیے نہیں بولا کہ اس ضمن میں روایات مختلف ہیں ، سلف کا اس میں اختلاف ہے ۔ حرمت کا معاملہ چونکہ شدید ہوتا ہے اس لیے اسے مکروہ کہا گیا ہے ۔ امام ابوحنیفہؒ سے الحسن بن زیاد کی روایت میں گھوڑے کی حرمت کی دلیل یہ آیت ہے ، اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت پاؤ ۔ ابن عباسؓ نے اس آیت سے گھوڑے کی کراہت کی دلیل نکالی ہے ۔ ان سے گھوڑے کے گوشت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ ان جانوروں کی پیدائش کا مقصد یہ بتایا ہے ان پر سواری کرو اور ان سے زینت حاصل کرو ۔ یہ نہیں فرمایا کہ انھیں کھاؤ ۔ خچر اور گدھے کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے تو اس طرح گھوڑا بھی حرام ہے ۔ سنت سے اس کی تائید جابرؓ بن عبداللہ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں گدھوں اور گھوڑوں کی حرمت کا حکم دیا ۔ خالدؓ بن الولید کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے خچر اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا ۔ مقدامؓ بن معدیکرب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں اور گھوڑوں کو حرام قرار دیا تھا ۔ خچر تو بالاجماع حرام ہے جو گھوڑی کا فرزند ہے ، اگر اس کی ماں حلال ہو تو وہ بھی حلال ہوتا ۔ کیونکہ اولاد کا حکم وہی ہے جو ماں کا ہے کیونکہ وہ اس کا حصہ ہے ۔ پس جب گھوڑی کا گوشت حرام تھا تو اس کے بیٹے خچر کا بھی حرام ٹھہرا ۔ گھوڑے کی اباحت واذن بھی ہمارے خیال میں پہلے تھی بعد میں منسوخ ہو گئی جیسا کہ زہری کا قول ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمانہ حصار کے علاوہ بھی کبھی گھوڑا کھایا گیا ہو ۔ حسن بصری سے بھی اسی قسم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے گھوڑا صرف جنگ کی حالت میں کھایا تھا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک مستثنیٰ صورت تھی ورنہ گھوڑا اصل میں حلال نہیں تھا ۔ جنگ خیبر کے متعلق حدیث نمبر ۳۷۸۴ کی صراحت بھی پیش نظر رکھیے کہ اس میں ور اَذِنَ کا لفظ ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ گھوڑا دراصل حلال نہ تھا ضرورت کے پیش نظر جنگ خیبر میں بس اس کی اجازت دی گئی تھی ۔ خالدؓ بن ولید کے اسلام کا واقعہ جنگ خیبر کے بعد کا ہے اور انہوں نے یہ خچر اور گدھے کے ساتھ ساتھ ان کی تحریم کا ذکر ہے ، اور صحابی کی روایت میں اصل یہی ہے کہ براہ راست ہو ، یعنی خود صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہو یا اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہو ۔

بَابٌ فِي أَكْلِ الْأَرْنَبِ

(خرگوش کو کھانے کا باب ۲۸)

۳۷۸۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا حَزَوَّرًا فَاصَّدْتُ أَرْنَبًا فَشَوَيْتُهَا فَبَعَثَ مَعِي أَبُو طَلْحَةَ بِعَجُزِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَبِلَهَا۔

ترجمہ:۔ انسؓ بن مالک نے کہا کہ میں ایک نوجوان لڑکا تھا، پس میں نے ایک خرگوش کا شکار کیا اور اسے بھونا، پس ابوطلحہؓ نے اس خرگوش کی پشت کا گوشت میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو حضورؐ نے اسے قبول فرما لیا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) ابوطلحہؓ حضرت انسؓ کے سوتیلے والد تھے۔ اس حدیث سے خرگوش کی حلت ثابت ہوگئی، اور ان مختار کی دلیل کی جڑ کٹ گئی جو اس کی حرمت کے بدید سبب قائل ہیں کہ اسے حیض آتا ہے۔ بات سچی اگر کی جائے تو دور جائے گی لہٰذا میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ انسانی گوشت یا جسم وجان وغیرہ کی حرمت کی بھی یہی دلیل ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو یہ اس طرح ہوگا جیسے کوئی کہہ دے کہ "مرغی اس لیے حرام ہے کہ بیٹ کرتی ہے" اگلی حدیث دیکھیے۔

۳۷۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي خَالِدَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ يَقُولُ إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو كَانَ بِالصِّفَاحِ قَالَ مُحَمَّدٌ مَكَانٌ بِمَكَّةَ وَإِنَّ رَجُلًا جَاءَ بِأَرْنَبٍ قَدْ صَادَهَا فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو مَا تَقُولُ قَالَ قَدْ جِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ فَلَمْ يَأْكُلْهَا وَلَمْ يَنْهَ عَنْ أَكْلِهَا وَزَعَمَ أَنَّهَا تَحِيضُ۔

ترجمہ:۔ عبداللہؓ بن عمرو صفاح میں تھے جو مکہ کا ایک مقام ہے اور ایک شخص خرگوش کو شکار کر کے لایا اور کہا اے عبداللہ آپ کیا کہتے ہیں؟ عبداللہ نے کہا کہ میں حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ خرگوش لایا گیا، آپؐ نے تو نہیں کھایا لیکن منع بھی نہیں کیا اور کہا کہ اسے حیض آتا ہے۔ (حضورؐ نے محض اس کی ایک عجیب حالت کا ذکر فرمایا، اس سے تو تحریم نہیں نکلتی حیض آنے سے تو خرگوش اور بھی پاک اور صاف ہو جاتا ہوگا)

بَابٌ فِي أَكْلِ الضَّبِّ

(گوہ کو کھانے کا باب ۲۹)

۳۷۹۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ خَالَتَهُ أَهْدَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضُبًّا فَأَكَلَ مِنَ السَّمْنِ وَمِنَ الْأَقِطِ وَتَرَكَ الْأَضُبَّ تَقَذُّرًا وَأُكِلَ عَلَى مَائِدَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان کی خالہ نے (ام الحفید بنت الحارث الھلالیہ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی، گوہ اور پنیر بطور تحفہ بھیجا۔ پس آپ نے گھی اور پنیر میں سے کچھ کھالیا اور گوہ کو گندہ سمجھ کر چھوڑ دیا، اور گوہ آپ کے دستر خوان پر کھائی گئی، اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر نہ کھائی جاتی۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)
مولانا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گوہ سے منع کرنا آگے آتا ہے اور اس حدیث کو ترجیح ہوگی کیونکہ حرمت اور اباحت کے تضاد کے وقت حرمت مقدم ہوتی ہے۔

۳۷۹۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُونَةَ فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ أَخْبِرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ فَقَالُوا هُوَ ضَبٌّ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ قَالَ فَقُلْتُ أَحَرَامٌ هُوَ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عباسؓ نے خالد بن الولید سے روایت کی کہ خالدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میمونہؓ کے گھر میں داخل ہوا (میمونہؓ خالدؓ کی خالہ تھیں) پس بھنی ہوئی گوہ لائی گئی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو میمونہؓ کے گھر میں جو عورتیں تھیں انہوں نے بتایا کہ آپؐ کیا کھانا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ گوہ ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ خالدؓ نے کہا کہ میں نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ کیا یہ حرام ہے؟" فرمایا کہ نہیں مگر یہ میری قوم میں سرزمین میں نہ تھی لہذا اسے گندہ اور مکروہ جانتا ہوں۔ خالدؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے ہی اسے اپنی طرف کھینچ لیا (اور کھالیا) بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

شرح:۔ اگر گوہ کی حرمت نہیں تو اس حدیث سے کم ازکم اس کی کراہت ضرور نکلتی ہے، اور خالدؓ کی طرف حضورؐ کا دیکھنا از راہ تعجب تھا۔ خطابی نے کہا ہے کہ گوہ کے کھانے کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کی رخصت دی ہے اور یہ حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے اور مالکؒ بن انس اوزاعی اور شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ ایک جماعت نے اسے مکروہ کہا ہے اور یہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اس کی حرمت میں ایک حدیث آرہی ہے خطابی کہتے ہیں کہ اس کی سند ایسی ویسی ہے۔

۳۷۹۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ وَدِيعَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَيْشٍ فَاَصَبْنَا ضِبَابًا قَالَ فَشَوَيْتُ مِنْهَا ضَبًّا فَاَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاَخَذَ عُودًا فَعَدَّ بِهِ اَصَابِعَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اُمَّةً مِنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ مُسِخَتْ دَوَابَّ فِي الْاَرْضِ وَاِنِّي لَا اَدْرِي اَيُّ الدَّوَابِّ هِيَ قَالَ فَلَمْ يَاْكُلْ وَلَمْ يَنْهَ۔

ترجمہ:۔ ثابتؓ بن ودیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا "ہم لوگ ایک لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمیں گوہ کی ایک تعداد ملی۔ میں نے ان میں سے ایک کو بھونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور آپؐ کے آگے رکھ دیا۔ ثابتؓ نے کہا کہ آپؐ نے ایک لکڑی پکڑی اور اس کی انگلیاں شمار کیں، پھر فرمایا" کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم زمین کے چارپائیوں کی صورت میں مسخ کی گئی تھی اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون سے جانور تھے۔ ثابتؓ نے کہا کہ آپؐ نے اسے نہیں کھایا اور نہ منع فرمایا (نسائی۔ ابن ماجہ)

شرح:۔ علامہ عزالدین ابن عبداللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو اس حدیث کے ساتھ کیسے جمع کیا جائے گا جس میں یہ وارد ہے کہ مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ نہیں جیتی۔ اور اس کی نسل آگے نہیں چلتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے مسخ ہونے کا علم تو ہوگیا ہو مگر اس وقت تک یہ نہ پتہ چلا ہو کہ مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ نہیں جیتی اور اس کی نسل (مسخ ہونے کے بعد) نہیں چلتی۔ یہ علم آپ کو بعد میں ہوا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اس زیر نظر حدیث سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ ممسوخ قوم کی نسل چلتی ہے، لیکن چونکہ زمین کے جانوروں (حشرات) میں سے ایک قوم کے ممسوخ ہونے کا آپ کو علم تھا اور ممسوخ حرام ہوتی ہے لہٰذا آپؐ نے ممسوخ جیسی چیز کو بھی حرام قرار دیا۔ حضورؐ نے ضب کو شک اور تردد کی بنا پر چھوڑ دیا تھا۔ بندر اور خنزیر دونوں حرام ہیں اور بعض بنی اسرائیل کو ان کی صورت میں مسخ کیا گیا تھا، اسی طرح اگر حشرات الارض کی صورت میں مسخ شدہ قوم گوہ کی صورت میں مسخ ہوئی تھی تو وہ بھی حرام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کو ہاتھ تک نہیں لگایا بلکہ اسے لکڑی کے ذریعے سے چھوا تھا، یہ اس کی دلیل ہے کہ آپؐ اسے بہت

۳۷۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ أَنَّ الْحَكَمَ ابْنَ نَافِعٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ نَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ زُرْعَةَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي رَاشِدٍ الْحُبْرَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ۔

ترجمہ:۔ عبدالرحمٰن بن شبل نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا (خطابی نے اس کی سند پر تنقید کی ہے)

تشریح:۔ نووی نے کہا ہے کہ گوہ کے حلال ہونے اور حرام نہ ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ہاں اصحاب ابی حنیفہ اس کی کراہت کے قائل ہیں اور قاضی عیاض نے کچھ لوگوں سے نقل کیا ہے کہ وہ حرام ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ ابن المنذر نے علیؓ سے اس کے خلاف نقل کیا ہے، پھر اجماع کہاں رہا؟ ترمذی نے بعض اہل علم سے اس کی کراہت کا قول نقل کیا ہے۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کہا ہے کہ ایک قوم نے گوہ کھانا مکروہ گردانا ہے، ان میں سے ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد بن الحسن الشیبانی ہیں۔ ابوداؤد نے عبدالرحمٰن بن شبل کی ایک حدیث روایت کی ہے جس میں گوہ کا گوشت کھانے کی صریح ممانعت موجود ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا (فتح الباری) کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اسماعیل بن عیاش جب اہل شام سے روایت کرے تو قوی ہے اور اس سند کے راوی ثقات شامی ہیں۔ خطابی کا یہ کہنا ہے کہ اس کی سند ایسی ویسی ہے، یہ قول خود کوئی چیز نہیں ہے۔ ابن حزم نے حسب عادت اس کے بعض راویوں کو ضعیف و مجہول کہا ہے، مگر یہ بات شذرت پر مبنی ہے۔ اور بیہقی کا یہ قول کہ اسماعیل بن عیاش اس کی روایت میں منفرد ہے۔ یہ صحت نہیں۔ اس طرح ابن الجوزی کا قول اس حدیث کے متعلق لائق اعتماد نہیں ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ علامہ ابن الجوزی بعض روایات پر موضوع ہونے کا حکم لگاتے میں بے باک اور جری ہیں۔ اسماعیل بن عیاش کی روایت جب شامیوں سے ہو تو بخاری نے اسے قوی کہا ہے۔ اور ترمذی نے ایسی بعض روایات کو صحیح کہا ہے۔ احمد، ابوداؤد نے ایک حدیث روایت کی ہے جس کو ابن حبان اور طحاوی نے صحیح کہا ہے کہ بخاری، مسلم کی شرط پر ہے (ان کے راوی اس حدیث کے راوی ہیں) یہ عبدالرحمٰن بن حسنہ کی روایت ہے کہ ہم ایک ایسی سرزمین میں اترے جہاں گوہ کی کثرت تھی، صحابہ نے بعض پکڑ کر پکائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم کو اس شکل میں تبدیل کیا گیا تھا، ہنڈیاں الٹ کر بہادو۔ اس طرح اس باب میں ابوسعیدؓ کی حدیث بھی ہے حافظ نے کہا ہے کہ جب حضورؐ کو معلوم نہ تھا کہ ممسوخ کی نسل نہیں چلتی اس وقت آپؐ کو تردد تھا جب اس کا علم ہو گیا تو آپؐ نے توقف فرمایا، نہ منع کیا نہ حکم دیا۔ ہاں! آپؐ خود اسے ایک گندی چیز جان کر اظہار نفرت فرماتے رہے۔ مولانا نے فرمایا کہ معاملہ برعکس تھا، اصل یہ ہے کہ حضورؐ نے پہلے اسے مباح ٹھہرایا لیکن خود نہیں کھائی اور اظہار مسرت فرمایا، پھر ممسوخ ہونے کے احتمال سے اس میں تردد فرمایا اور آخر کار اس کی حرمت بیان فرمائی، اس طور پر تمام مختلف احادیث جمع ہو جاتی ہیں۔

مرخاب کا گوشت بَابٌ ۳۰ فِي أَكْلِ لَحْمِ الْحُبَارَى کھانے کا باب ۳۰

۳۷۹۴۔ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِيْ بُرَيْهُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَفِيْنَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ أَكَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰى۔

ترجمہ :۔ سفینہؓ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا (ترمذی)

شرح :۔ یہ پرندہ بالاجماع حلال ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن عبدالرحمان بن مہدی پر بعض محدثین نے شدید تنقید کی ہے۔

بَابٌ (۳۱) فِيْ أَكْلِ حَشَرَاتِ الْأَرْضِ

(حشرات الارض کو کھانے کا باب نمبر ۳۱)

حشرات الارض سے مراد زمین کے اندر سوراخ کرکے رہنے والے جانور ہیں مثلاً چوہا، سانپ، چھچھوندر وغیرہ

۳۷۹۵۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ نَا غَالِبُ بْنُ حَجْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مِلْقَامُ بْنُ تَلِبٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَسْمَعْ لِحَشَرَاتِ الْأَرْضِ تَحْرِيْمًا۔

ترجمہ :۔ تلبؓ بن ثعلبہ تمیمی نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں، میں نے حشرات الارض کی تحریم کا کوئی ذکر نہیں سنا۔

شرح :۔ تلبؓ کے اس قول میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کسی اور نے تحریم کا ذکر حضورؐ سے سنا ہو۔

۳۷۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ ثَوْرٍ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ قَالَ ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ نُمَيْلَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَسُئِلَ عَنْ أَكْلِ الْقُنْفُذِ فَتَلَا قَالَ لَا أَجِدُ فِيْمَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا الْآيَةَ قَالَ قَالَ شَيْخٌ عِنْدَهٗ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ ذُكِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَبِيْثَةٌ مِنَ الْخَبَائِثِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنْ كَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ كَمَا قَالَ مَا لَمْ نَدْرِ۔

ترجمہ :۔ نمیلہ نے کہا کہ میں ابن عمرؓ کے پاس تھا، پس ان سے سیہی (کانٹے والا جنگلی چوہا) کو کھانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی (کہ) میں خدا کے وحی کردہ احکام میں نہیں پاتا الخ (الانعام ۱۴۵) نمیلہ نے کہا کہ ان کے پاس

ایک بوڑھا تھا جس نے کہا کہ میں ابوہریرہؓ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہؐ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ خبیث اشیاء میں سے ایک خبیث ہے۔ پس ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا تو وہی درست تھا جو آپؐ نے فرمایا، جس کو ہم نہیں جانتے۔ (خطابی نے کہا کہ اس کی سند کچھ نہیں)

شرح:۔ ابن عمرؓ کی تلاوتِ آیت سے یہ غرض نہ تھی کہ حرام چیزیں بس اتنی ہی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے، بلکہ مطلب یہ تھا کہ کتاب اللہ اور سنتِ صحیحہ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ سنت اس قسم کے اطلاقات میں تو خودبخود کتاب اللہ میں داخل ہوتی ہے۔ حشرات الارض کے متعلق حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جن میں خون بالکل نہیں ہوتا۔

۲۔ جن میں بہنے والا خون نہیں ہوتا۔

۳۔ جن میں بہنے والا خون ہوتا ہے۔

پس پہلی قسم کے جانور مثلاً زنبور، مکھی، گبریلا، بچھو وغیرہ کا کھانا بالکل حلال نہیں کیونکہ یہ خبائث میں سے ہیں طبیعت ان سے اباء کرتی ہے۔ ان میں سے صرف مکڑی مستثنیٰ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے "ہمارے لیے دو مردے حلال ہیں مچھلی اور ٹکڑی۔ اسی طرح دوسری قسم جن میں خون ہے مگر بہنے والا نہیں ہے جیسے سانپ، چھپکلی، گرگٹ، وغیرہ اور دیگر حشرات مثلاً چوہا، چھچھڑی، جنگلی سیہی، گوہ، نیولا، وغیرہ۔ ان میں اختلاف اگر ہے تو گوہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" میں یہ سب جانور داخل ہیں۔ روایات میں ہے کہ گوہ کا گوشت حضورؐ کے ہاں بطور تحفہ آیا۔ حضورؐ نے اسے نہیں کھایا اور ایک سائل عورت آئی تو حضرت عائشہؓ نے وہ گوشت اسے دینا چاہا تو حضورؐ نے فرمایا "جو تم خود نہیں کھا سکتیں وہ کسی اور کو کیوں کھلاتی ہو؟ اور گوہ ممسوخ جانوروں میں سے ہے (یعنی جن جیسی صورت بعض معذب قوموں کی کر دی گئی جیسے بندر)، خنزیر، ہاتھی۔

جن جانوروں کا بہنے والا خون ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) پالتو (۲) وحشی) پہلی قسم میں سے خچر اور گدھا عامۃ علماء کے نزدیک حرام ہیں مگر بشر مریسی نے گدھے کے گوشت میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ گھوڑے کا گوشت ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے، اور شافعی کا مسلک بھی یہی ہے۔ دوسری قسم یعنی وحشی بہائم سو ہرن، جنگلی گائے، جنگلی گدھے، وحشی اونٹ، سو یہ مسلمانوں کے اجماع سے حلال ہیں، کیونکہ یہ "وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ" میں داخل ہیں۔ گھریلو درندے مثلاً کتا، بلی یہ بھی حرام ہیں اور اسی طرح وحشی درندے بھی حرام ہیں۔

پرندوں میں سے جو درندے ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ حدیث میں "كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ" کا لفظ وارد ہے۔ اور اسی طرح "كُلُّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ" بھی حدیث میں آیا ہے۔ وحشی جانوروں میں سے جو کچلیوں والے درندے ہیں وہ شیر، بھیڑیا، چیتا، بجو، ریچھ، لومڑی، جنگلی بلی، بندر، ہاتھی اور اس قسم کے اور جانور ہیں۔ ان سب کی حرمت پر اتفاق ہے سوائے بجو کے جو امام شافعیؒ کے نزدیک حلال ہے۔ شکاری پرندے مثلاً باز، شاہین، عقاب شکرہ، چیل، گدھ، وغیرہ ہیں جو حرام ہیں، اور جو پرندے غیر شکاری ہیں ان میں سے کچھ پالتو ہیں مثلاً مرغی، بطخ،

اور کچھ جنگلی ہیں جیسے کبوتر، فاختہ، چڑیا، کرکی، صرف سبزی خور کوا، یہ بالاجماع حلال ہیں۔ اسی طرح وہ پرندے جو صرف مردار کھائیں وہ بھی حرام ہیں (البدائع)

۳۷۹۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عُمَرَ بْنِ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْهِرِّ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ اَكْلِ الْهِرِّ وَاَكْلِ ثَمَنِهَا

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی قیمت سے منع فرمایا۔ ابن عبدالملک نے کہا اور بلی کھانے سے اور اس کی قیمت سے منع فرمایا (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) اس کا راوی عمر بن زید صنعانی بقول منذری ناقابل احتجاج ہے کتاب البیوع میں بلی کی قیمت پر کچھ گفتگو گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم میں جابرؓ کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت وصول کرنے پر ڈانٹا تھا۔ جہاں تک اسے کھانے کا سوال ہے سو وہ کچلیوں والے درندوں میں سے ہونے کی بناء پر حرام ہے۔

بَابٌ فِيْ اَكْلِ الضَّبُعِ (۳۱)

(بجو کو کھانے کا باب ۳۱)

۳۷۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ قَالَ نَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمَّارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّبُعِ فَقَالَ هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلُ فِيْهِ كَبْشٌ اِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ۔

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجو کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شکار ہے جب احرام والا (یا حرم کے اندر والا) اسے شکار کرے تو اس کا کفارہ ایک مینڈھا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ نسائی)

شرح:۔ شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ ضبع مذکر کو کہتے ہیں۔ اور مؤنث کو ضبعانی۔ اس میں عجیب بات یہ ہے کہ یہ ایک سال مذکر اور دوسرے سال مؤنث ہوتا ہے۔ جب مذکر ہو تو مؤنث سے جفتی کرتا ہے اور جب مؤنث ہو تو بچے جنتا ہے۔ جمہور کا مذہب اس کی تحریم ہے، اس حدیث کی بناء پر کہ ہر کچلیوں والا درندہ حرام ہے۔ ایک اور حدیث خزیمہ بن خزء کی ہے، اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجو کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا بجو کو بھی کوئی کھاتا ہے۔ امام احمدؒ اور شافعیؒ نے بجو کھانے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور یہ حدیث زیر نظر ان کی دلیل ہے۔

بَابُ ۳۲ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ السِّبَاعِ

(درندوں کے کھانے کا باب ۳۲)

۳۷۹۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ۔

ترجمہ:۔ ابو ثعلبہؓ خشنی سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے سے منع فرمایا (بخاری، مسلم ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا، اور کتا جو اپنی کچلیوں کے ساتھ لوگوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور درندوں کی قید اس لیے ہے کہ اونٹ کی بھی کچلیاں ہوتی ہیں مگر وہ لوگوں پر حملہ آور نہیں ہوتا۔ انیاب وہ آلہ جارحہ ہیں جن سے وہ زخمی کرتے ہیں۔

۳۸۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی علیہ السلم نے درندوں میں سے ہر کچلیوں والے سے اور پرندوں میں سے ہر پنجے والے سے منع فرمایا۔ مسلم۔ پنجے والے سے مراد وہ پرندہ ہے جو پنجوں کے ساتھ شکار کرے۔

۳۸۰۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ رُؤْبَةَ التَّغْلِبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا لَا يَحِلُّ ذُو نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَلَا اللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا وَأَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُوهُ فَإِنَّ لَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ۔

ترجمہ:۔ مقدامؓ بن معدی کرب نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! درندوں میں سے کچلیوں والے حلال نہیں نہ گھریلو گدھا نہ کسی معاہد کے مال کا لقطہ مگر یہ کہ وہ اس سے مستغنی ہو، اور جو آدمی کسی قوم کا مہمان ہوا اور انہوں نے اس کی ضیافت نہ کی تو اس کے لیے روا ہے کہ اپنی ضیافت کی مانند حاصل کرے۔ (دار قطنی مختصرا)

ان مسائل پر گفتگو ہو چکی ہے۔

۳۸۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں ہر کچلیوں والے درندے اور ہر پنجہ مار کر شکار کرنے والے پرندے سے منع فرمایا۔ (ابن ماجہ، نسائی)

۳۸۰۲ب۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا لَا يَحِلُّ ذُو نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَلَا اللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا وَأَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُوهُ فَإِنَّ لَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ۔

ترجمہ: ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچلیوں والے درندے، گھریلو گدھوں کا کھانا اور معاہدین کے گرے پڑے مال کا ناحق لینا جائز نہیں۔ نیز جس نے کسی قوم کی ضیافت کی مگر انہوں نے اس کی ضیافت نہ کی تو اس کے روا ہے کہ اپنی ضیافت کی طرح اس سے حاصل کرے۔

۳۸۰۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَأَتَتِ الْيَهُودُ فَشَكَوْا أَنَّ النَّاسَ قَدْ أَسْرَعُوا إِلَى حَظَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا لَا يَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهِدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَرَامٌ عَلَيْكُمُ الْحُمُرُ الْأَهْلِيَّةُ وَخَيْلُهَا وَبِغَالُهَا وَكُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلُّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔

ترجمہ:۔ خالدؓ بن ولید نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ خیبر لڑی۔ پس یہودی آئے اور شکایت

کی کہ لوگوں نے جلدی سے ان کے باڑوں پر حملہ کر دیا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خبردار! معاہدین کے مال کو ناحق لینا حرام ہے اور تم پر گھریلو گدھے حرام ہیں اور گھریلو گھوڑے اور خچر بھی، اور کچلیوں والا درندہ اور پنجہ مارنے والا پرندہ (نسائی، ابن ماجہ) ابن حزم نے اس حدیث کو اس علت کی بناء پر ضعیف ٹھہرایا ہے کہ اس میں خالد بن ولید جنگ خیبر میں اپنی شرکت بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ اس کے بعد اسلام لائے۔

۳۸۰۳۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عَمْرِو بْنِ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْهِرِّ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ اَكْلِ الْهِرِّ وَاَكْلِ ثَمَنِهَا۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی قیمت سے منع فرمایا۔ عبدالملک کی روایت میں ہے کہ بلی کو کھانے اور اس کی قیمت لگانے سے منع فرمایا۔

بَابٌ ۳۳ فِي اَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ

(باب ۳۳۔ گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے کا بیان)

۳۸۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي زِيَادٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عُبَيْدٍ اَبِي الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ غَالِبِ بْنِ اَبْجَرَ قَالَ اَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِي شَيْءٌ اُطْعِمُ اَهْلِي اِلَّا شَيْءٌ مِنْ حُمُرٍ وَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَصَابَتْنَا السَّنَةُ وَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِي مَا اُطْعِمُ اَهْلِي اِلَّا سِمَانُ حُمُرٍ وَاِنَّكَ حَرَّمْتَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ فَقَالَ اَطْعِمْ اَهْلَكَ مِنْ سَمِينِ حُمُرِكَ فَاِنَّمَا حَرَّمْتُهَا مِنْ اَجْلِ جَوَالِ الْقَرْيَةِ۔

ترجمہ:۔ غالب بن ابجر نے کہا کہ ہم پر قحط آپڑا اور میرے مال میں اپنے اہل وعیال کو کھلانے کی کوئی چیز گدھوں کے علاوہ نہ تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کا گوشت حرام کر دیا تھا۔ پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا وہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قحط پڑ گیا ہے اور میرے مال میں سے سوائے موٹے تازے گدھوں کے اور کوئی چیز نہیں جسے میں اہل وعیال کو کھلاؤں اور آپ نے گھریلو گدھوں کا گوشت حرام فرمایا ہے، پس آپ نے فرمایا وہ تو اپنے موٹے تازے گدھوں میں سے اپنے اہل وعیال کو کھلا، میں نے انہیں بستی کے غلاظت خوروں یعنی جلالہ کی وجہ سے حرام کیا تھا (اس حدیث

کی سند میں بقول حافظ ابن حجر بہت اختلاف ہوا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند مضطرب ہے۔ ابن حزم نے کہا کہ اس سند ضعیف اور متن شاذ ہے جو صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ شوکانی نے کہا اس حدیث سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ منذری نے بھی اس کی سند میں بہت اختلاف بتایا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ گھریلو گدھوں کی حرمت ان اصحاب سے احادیث مروی ہیں وہ علیؓ، عبداللہ بن عمرو، جابرؓ، براءؓ بن عازب، عبداللہ بن ابی اوفی، انسؓ، زاہر اسلمی ان کی احادیث کی سندیں صحیح اور حسن ہیں۔ غالبؓ ابن ابجر کی حدیث ان حدیثوں کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور انسؓ کی حدیث میں صراحۃً حضورؐ کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے کہ یہ نجس ہیں اس لیے حرام ہیں۔)

۳۸۰۵۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ قَالَ نَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَنْ نَأْكُلَ لُحُومَ الْحُمُرِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَأْكُلَ لُحُومَ الْخَيْلِ قَالَ عَمْرٌو فَأَخْبَرْتُ هٰذَا الْخَبَرَ أَبَا الشَّعْثَاءِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْحَكَمُ الْغِفَارِيُّ فِينَا يَقُولُ هٰذَا وَأَبَى ذٰلِكَ الْبَحْرُ يُرِيدُ ابْنَ عَبَّاسٍ۔

ترجمہ:۔ جابر بن عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ ہم گدھوں کا گوشت کھائیں اور ہمیں حکم دیا کہ گھوڑوں کا گوشت کھائیں، عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابو الشعثاء کو بتائی تو اس نے کہا کہ حکم غفاری ہم میں کہا کرتا تھا کہ بحر نے یعنی ابن عباسؓ نے اس کا انکار کیا ہے۔

شرح:۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ گھریلو گدھا عامہ علماء کے نزدیک حرام ہے، اس میں رخصت صرف ابن عباسؓ سے مروی ہے، اور شاید انہیں حرمت کی حدیث نہیں پہنچی ہوگی۔ اس روایت میں ابن عباسؓ کو البحر (علم کا سمندر) کہا گیا ہے۔ انہیں حبر یا حبر الامت بھی کہا گیا ہے۔

۳۸۰۶۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ نَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَعَنِ الْجَلَّالَةِ عَنْ رُكُوبِهَا وَأَكْلِ لَحْمِهَا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو العاص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع کیا اور غلاظت خور جانور سے منع کیا اور اس کی سواری اور گوشت کھانے سے منع فرمایا (نسائی) اس کے اوپر گزر چکا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ گندگی کا اثر اس کے پسینے اور گوشت تک میں نفوذ کر جائے۔

بَابٌ ۳۴ فِی أَکْلِ الْجَرَادِ

ٹڈی کھانے کا باب ۳۴

۳۸۰۷۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِیُّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِی یَعْفُورٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِی أَوْفَی وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَكُنَّا نَأْكُلُهُ مَعَهُ۔

ترجمہ:۔ ابو یعفورؒ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے ٹڈی (کڑی) کے متعلق پوچھا اور ان سے یہ جواب سنا "اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر چھ یا سات بار جہاد کیا، پس ہم ٹڈی کو آپؐ کے ساتھ کھاتے تھے (بخاری مسلم، ترمذی، نسائی) ابو نعیم کی روایت میں صراحت ہے کہ حضورؐ بھی ان کے ساتھ ٹڈی کو کھاتے تھے۔ اس حدیث میں ذرا سا ابہام ہے کہ جہاد کی معیت مراد ہے یا ٹڈی کھاتے میں بھی۔

۳۸۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ الْبَغْدَادِیُّ قَالَ نَا ابْنُ الزِّبْرِقَانِ قَالَ نَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ عَنْ أَبِی عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ أَكْثَرُ جُنُودِ اللَّهِ لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِیهِ عَنْ أَبِی عُثْمَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَذْكُرْ سَلْمَانَ۔

ترجمہ:۔ سلمانؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا "کہ یہ (زمین میں سب سے بڑا) اللہ کے لشکروں میں سے سب سے بڑا لشکر ہے۔ میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ اسے حرام کہتا ہوں۔ ابو عثمانؒ تابعی ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ دوسرے طریق سے یہ روایت ابو عثمانؒ سے آتی ہے اور سلمانؓ کا ذکر نہیں (گویا مرسل ہے) ابن ماجہ نے اسے مسنداً بیان کیا ہے۔ یہ حدیث پہلی حدیث کے کچھ خلاف نظر آتی ہے۔ اگر اس میں معیت سے مراد یہ لیا جائے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔

۳۸۰۹۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ وَعَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا نَا زَكَرِیَّا بْنُ یَحْیَی بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِی الْعَوَّامِ الْجَزَّارِ عَنْ أَبِی عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ عَنْ سَلْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فَقَالَ مِثْلَهُ فَقَالَ أَكْثَرُ جُنْدِ اللَّهِ قَالَ عَلِیٌّ اسْمُهُ فَائِدٌ یَعْنِی أَبَا الْعَوَّامِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِی الْعَوَّامِ عَنْ أَبِی عُثْمَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ يَذْكُرْ سَلْمَانَ۔

ترجمہ:۔ دوسری سند سے وہی حدیث اس میں اَكْثَرُ جُنُودِ اللهِ کے بجائے اَكْثَرُ عِبَادِ اللهِ کا لفظ ہے علیؒ بن عبداللہ نے کہا کہ ابوالعوام راوی حدیث کا نام فائد ہے۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو پھر ایک اور سند سے مرسلاً روایت کیا ہے، اس میں سلمانؓ کا ذکر نہیں ہے۔

بَابٌ ۳۵ فِي أَكْلِ الطَّافِي مِنَ السَّمَكِ

(مرکر تیرنے والی مچھلی کھانے کا باب ۳۵)

۳۸۱۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَلْقَى الْبَحْرُ أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوهُ وَمَا مَاتَ فِيهِ وَطَفَا فَلَا تَأْكُلُوهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَيُّوبُ وَحَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَوْقَفُوهُ عَلَى جَابِرٍ وَقَدْ أُسْنِدَ هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا مِنْ وَجْهٍ ضَعِيفٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جسے سمندر پھینک دے یا اس سے پانی ہٹ جائے تو اسے کھالو، اور جو سمندر میں مرجائے اور تیر پڑے اسے مت کھاؤ (ابن ماجہ)

شرح:۔ ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا یہی مسلک ہے کہ مرکر تیرنے والی مچھلی کا کھانا ناجائز ہے حضرت جابرؓ، ابن عباسؓ، جابرؓ بن زید اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ کئی صحابہ نے تیرنے والی مردہ مچھلی کو مباح قرار دیا تھا، یہ ابوبکر الصدیقؓ اور ابوایوبؓ انصاری سے ثابت ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ سفیانؒ ثوری، ایوب، اور حماد نے اس حدیث کو ابوالزبیر سے جابر پر موقوفاً روایت کیا ہے۔ ایک اور سند سے یہ مسند مروی ہے مگر وہ سند ضعیف ہے۔ عطاء بن ابی رباح مکحول اور ابراہیم نخعی کا قول یہ ہے کہ مرکر تیرنے والی مچھلی مباح ہے اور یہی مالک، شافعی اور ابوثور کا مذہب ہے۔ ان حضرات کی دلیل بقول مولانا یہ آیت ہے اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ "تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کیا گیا۔ جو مچھلی شکار کی جائے وہ صید ہے اور جو مرکر تیرے وہ طعام ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ "ہمارے لیے دو مردے حلال کیے گئے، مچھلی اور ٹڈی، اور میتہ سے مراد حضورؐ نے مچھلی لی ہے اور اس میں زندہ و مردہ کا فرق نہیں کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ مرکر خود تیرنے والی مچھلی میتہ کے لفظ کی صحیح مستحق ہے حنفیہ نے حدیث زیر نظر سے استدلال کیا ہے اور حضرت علیؓ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا وہ ہمارے بازاروں

بیں مرکر تیرتی ہوئی مچھلی مت بیچو۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ "جسے سمندر پھینک دے اور تو اُسے پانی کے اوپر تیرا ہوا پائے
اسے مت کھاؤ۔ آیت میں وَطَعَامُہٗ کے لفظ سے مراد وہ مچھلی ہے جسے سمندر باہر پھینک دے اور وہ ساحل پر مر جائے
پس وہ چونکہ طافی (مر کر تیرنے والی) نہیں ہے اس لیے وہ حلال ہے۔ طافی اس مچھلی کا نام ہے جو کسی حادثے یا آفت کے
بغیر مر کر تیرے۔ جو مچھلی سمندر کے کنارے پر اس کی موجوں نے پھینکی ہو اس کی موت کا باعث یہ حادثہ ہے لہٰذا وہ طافی
نہیں ہے۔ (البدائع)

بیہقی نے اس حدیث کو یحییٰ بن سلیم کے باعث ضعیف کہا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ راوی بخاری و مسلم کا ہے اور ثقہ
ہے۔ ابن الجوزی نے اسماعیل بن امیہ کو متروک ہے، مگر وہ اسماعیل بن امیہ ابوالصلت ہے جو ایک دوسرا راوی ہے اس
حدیث والا نہیں ہے۔ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ابن ابی ذئب نے ابوالزبیر کا زمانہ پایا ہے لہٰذا اس کا
سماع ممکن ہے۔ جیسا کہ مسلم نے صحیح کے مقدمے میں بڑی گھن گرج سے ثابت کیا ہے کہ دو راوی ہم عصر ہوں تو سماع ثابت
نہ ہو تو بھی ممکن ہے لہٰذا ثقہ کی روایت قابل قبول ہوئی۔

بَابٌ ۳۶ فِيمَنِ اضْطُرَّ إِلَى الْمَيْتَةِ

(مردار کھانے والے مجبور آدمی کا باب ۳۶)

۳۸۱۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلًا نَزَلَ الْحَرَّةَ وَمَعَهُ أَهْلُهُ وَوَلَدُهُ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ نَاقَةً لِي ضَلَّتْ فَإِنْ وَجَدْتَهَا فَأَمْسِكْهَا فَوَجَدَهَا فَلَمْ يَجِدْ صَاحِبَهَا فَمَرِضَتْ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ انْحَرْهَا فَأَبَى فَنَفَقَتْ فَقَالَتِ اسْلُخْهَا حَتَّى نُقَدِّدَ شَحْمَهَا وَلَحْمَهَا وَنَأْكُلَهُ فَقَالَ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ غِنًى يُغْنِيكَ قَالَ لَا قَالَ فَكُلُوهَا قَالَ فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ هَلَّا كُنْتَ نَحَرْتَهَا قَالَ اسْتَحْيَيْتُ مِنْكَ

ترجمہ:۔ جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مقام حرّہ میں ہوا اور اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے تھے۔
پس ایک شخص نے کہا کہ میری ایک اونٹنی گم ہو گئی ہے۔ اگر تو اسے پائے تو روک لینا۔ پس اس نے وہ اونٹنی پائی
اور اس کا مالک نہ پایا۔ پھر وہ اونٹنی بیمار ہو گئی تو اس کی بیوی نے کہا "اسے ذبح کر لو" مگر اس نے ایسا کرنے سے
انکار کیا تو وہ اونٹنی مر گئی تو اس عورت نے کہا کہ اس کی کھال اتارو تاکہ ہم اس کا گوشت اور چربی کھائیں اور اسے
کھائیں تو وہ بولا "جب تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں"، پس وہ حضورؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے
فرمایا "کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے جو مردار کھانے سے بے نیاز کرے؟" اس نے کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر تم اسے

کھالو، جابرؓ نے کہا کہ پھر اس کا مالک آگیا اور اس شخص نے اسے قصہ سنایا، تو وہ بولا دو تو نے اسے نحر کیوں نہ کر لیا تھا؟ اس نے کہا کہ مجھے تم سے شرم آگئی تھی (مبادا تو کہے کہ اس بہانے سے میں نے تیری اونٹنی کھالی ہے)۔ پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حالتِ اضطرار میں مردار کھانا جائز ہے۔

۳۸۱۲۔ **حَدَّثَنَا** هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ نَا عُقْبَةُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عُقْبَةَ الْعَامِرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنِ الْفُجَيْعِ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَحِلُّ لَنَا الْمَيْتَةُ قَالَ مَا طَعَامُكُمْ قُلْنَا نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ فَسَّرَهُ لِي عُقْبَةُ قَدَحٌ غُدْوَةً وَقَدَحٌ عَشِيَّةً قَالَ ذَاكَ وَأَبِي الْجُوعُ فَأَحَلَّ لَهُمُ الْمَيْتَةَ عَلَى هٰذِهِ الْحَالِ۔

ترجمہ: فجیعؓ عامری سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا "ہمارے لیے مردار میں سے کس قدر حلال ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری خوراک کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ہم صبح و شام دو وقت کا کھانا کھاتے ہیں۔ راوی ابو نعیم نے کہا کہ عقبہ نے اس کی تفسیر مجھے یہ بتائی کہ ایک پیالہ صبح کو اور ایک پیالہ شام کو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ واللہ! یہ مقدار تو تو بھوک ہی ہے۔ پس آپؐ نے اس حالت میں ان کے لیے مردار کے حلال ہونے کی اجازت دے دی۔ ابوداؤد نے کہا کہ غبوق کا معنی دن کا آخری حصہ ہے اور صبوح ابتدائے دن میں ہے۔

شرح: خطابی نے کہا کہ صبح و شام ایک ایک پیالہ دودھ بھوک تو نہیں مٹاتا مگر سدِ رمق کرتا اور جسم و جان کا رشتہ قائم رکھتا ہے مگر اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مردار کھانا مباح کر دیا تو اس سے پتہ چلا کہ اس حالت میں شکم سیر ہو کر کھالینا جائز ہے۔ یہ مالک بن انس اور شافعی کا قول ہے۔ وجہ یہ کہ ایسی حالت میں بھی جی کی حاجت تو پہلے ہی کی طرح قائم ہوتی ہے۔ اس لیے اسے شکم سیری سے روکنا جائز نہیں۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ ایسی حالت میں آدمی کے لیے بقدرِ سدِ رمق کھانا جائز ہے۔ زیادہ نہیں اور مزنی شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، اور اسی قسم کی روایت حسن بصری اور قتادہ سے بھی آئی ہے۔ مولاناؒ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آیتِ قرآنی میں لفظ اضطرار ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ الخ یہ لفظ بتاتا ہے کہ انسان کے لیے کس وقت کتنا مردار کھانا جائز ہو جاتا ہے۔ اور اس حدیث میں صبح و شام ایک پیالہ کا جو ذکر ہے وہ سارے اہلِ خانہ کی مقدارِ خوراک کو بتاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مقدار سے سارا خاندان حالتِ اضطرار اور خوفِ ہلاکت ہی میں رہتا ہوگا اس لیے ان کی خاطر مردار کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ جس شخص کو صبح و شام دو پیالے بھر کر دودھ مل جائے اسے اضطرار تو رہا ایک طرف کسی اور چیز کی حاجت یا رغبت ہی نہیں رہتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی جو تعبیر علامہ خطابی نے کی ہے وہ درست نہیں ہے۔

بَابٌ ۳۷ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ لَوْنَيْنِ

دو قسم کے کھانے جمع کرتے کا باب ۳۷

۳۸۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي خُبْزَةً بَيْضَاءَ مِنْ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَةً بِسَمْنٍ وَلَبَنٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَهُ فَجَاءَ بِهِ فَقَالَ فِي أَيِّ شَيْءٍ كَانَ هَذَا قَالَ فِي عُكَّةِ ضَبٍّ قَالَ ارْفَعْهُ۔

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس روٹی سفید گندم کی ہو جو گھی اور دودھ سے مخلوط ہو۔ پس لوگوں میں سے ایک شخص اٹھا، اس نے اس قسم کی روٹی لی اور آ گیا۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کس چیز میں تھا؟ (یعنی گھی) اس نے کہا گوہ کی کھال کے ڈبے میں حضورؐ نے فرمایا کہ اسے اٹھا لے (ابن ماجہ) ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور ایوب راوی سختیانی نہیں ہے۔

شرح:۔ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد ایک مسئلے کی وضاحت کی خاطر تھا، اور وہ یہ کہ اس قسم کی خواہش کا اظہار کرنا ناجائز نہیں ہے کیونکہ یہ سوال نہیں ہے محض ایک خواہش کا اظہار ہے۔ پھر اس حدیث سے گوہ کے حرام ہونے کا بھی ثبوت ملا ورنہ آپ اس شخص کی لائی ہوئی روٹی کو رد نہ فرماتے کیونکہ اگر گوہ کی کھال ایک حلال جانور کی کھال ہوتی تو آپؐ ایسا نہ کرتے۔ کھال کا کوئی ظاہری اثر گھی میں نہیں ہوتا کہ یہ کہا جائے کہ یہ محض طبعی تنفر کے اظہار کے لیے تھا۔

بَابٌ ۳۸ فِي أَكْلِ الْجُبْنِ

(پنیر کھانے کا باب نمبر ۳۸)

۳۸۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَةٍ فِي تَبُوكَ فَدَعَا بِسِكِّينٍ فَسَمَّى وَقَطَعَ۔

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پنیر لایا گیا، آپؐ نے چھری منگوائی اور بسم اللہ کہہ کر اسے کاٹا (خطابی نے کہا ہے کہ پنیر تیار کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ کافر بھی شامل ہوتے تھے۔ حضورؐ نے

ظاہری حالت کا خیال کرتے ہوئے اسے رد نہیں فرمایا جس سے ایسی چیز کے جواز کا پتہ چل گیا۔

بَابٌ ۳۹ فِي الْخَلِّ

(سرکے کا باب ۳۹)

۳۸۱۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُفْيَانُ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

ترجمہ:۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سرکہ بہت اچھا سالن ہے (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

شرح:۔ اس حدیث سے سرکے کی تعریف اور اس کا سالن کی جگہ استعمال ہو سکنا ثابت ہوتا ہے۔ واقعی اسے بطور سالن استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سادہ زندگی بسر کرنا اور کھانے پینے میں تکلفات سے گریز کرنا جسم و جان اور روح و بدن کے لیے مفید ہے۔

۳۸۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا نَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

ترجمہ:۔ جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا "سرکہ بہت اچھا سالن ہے۔ (دیکھیے اوپر کی حدیث)

بَابٌ ۴۰ فِي أَكْلِ الثُّومِ

(لہسن کھانے کا باب ۴۰)

۳۸۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَإِنَّهُ أُتِيَ بِبَدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنَ الْبُقُولِ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا

قَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ بِبَدْرٍ فَسَّرَهُ ابْنُ وَهْبٍ طَبَقٍ۔

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے الگ رہے، یا یہ فرمایا کہ ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے، اور آپؐ کے پاس ایک تھال میں تازہ سبزیاں لائی گئیں تو آپؐ نے ان کی بدبو کو محسوس فرمایا اور پوچھا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ اس میں فلاں فلاں سبزی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اسے آپؐ کے کسی صحابی کو دے دو جو آپؐ کے ساتھ تھا۔ پھر جب حضورؐ نے دیکھا کہ وہ انہیں کھانا ناپسند کرتا ہے تو فرمایا "کھالے کیونکہ جس سے میں سرگوشی کرتا ہوں تو نہیں کرتا۔ (بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) بدر کی تفسیر ابن وہب نے طبق سے کی ہے۔

شرح:۔ طہارت ونظافت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہونے کی بناء پر حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً بدبو سے شدید نفرت تھی اور اس حدیث میں اس کا سبب ایک اور بھی بتایا کہ میں ملائکہ سے بات چیت کرتا ہوں یہ لہسن اور پیاز کھا کر آنے والوں کو بطور زجر جو کچھ فرمایا یہ اس لیے نہ تھا کہ یہ بھی مسجد میں نہ آنے کا ایک عذر ہے، بلکہ یہ بطور عقوبت تھا۔ دوسری صحیح احادیث میں آچکا ہے کہ اگر پکا کر ان کی بدبو زائل کر دی جائے تو ان کے کھانے میں حرج نہیں ہے جن سبزیوں کو کھانے سے حضورؐ نے گریز فرمایا تھا شاید وہ نیم پختہ تھیں، یہ نہیں معلوم ہو چکا کہ ان میں لہسن اور پیاز شامل تھا یا نہیں۔

۳۸۱۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا النَّجِيبِ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثُّومُ وَالْبَصَلُ وَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَأَشَدُّ ذَلِكَ كُلِّهِ الثُّومُ أَفَتُحَرِّمُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوهُ وَمَنْ أَكَلَهُ مِنْكُمْ فَلَا يَقْرَبْ هَذَا الْمَسْجِدَ حَتَّى يَذْهَبَ مِنْهُ رِيحُهُ۔

ترجمہ:۔ ابوسعیدؓ خدری نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لہسن اور پیاز کا ذکر ہوا تو کسی نے کہا کہ شدید تر چیز لہسن ہے، کیا آپؐ اسے حرام ٹھہراتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے کھاؤ اور جو اسے کھائے وہ اس وقت تک اس مسجد میں نہ آئے جب تک کہ اس کی بدبو نہ جاتی رہے۔

شرح:۔ یعنی لہسن حرام نہیں صرف اس کی بدبو میں کراہت ہے۔ اگر طور سے بدبو کو مار دیا جائے تو پھر سب ٹھیک ہے اسی طرح جس کے منہ سے کسی قسم کی بدبو کی عارضے یا بیماری یا اور سبب سے آتی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ حقے اور سگریٹ کی بدبو کا بھی یہی حکم ہے۔ مسجد میں آنے سے اس لیے منع فرمایا کہ نمازی اذیت نہ پائیں اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور تلاوت قرآنی وغیرہ کا حکم بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

۳۸۱۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَدِيِّ ابْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَظُنُّهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَفَلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَمَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ الْخَبِيثَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ثَلَاثًا۔

ترجمہ:۔ حذیفہؓ سے مروی ہے اور گمان یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قبلہ کی طرف تھوکا تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی تھوک اس کی آنکھوں کے درمیان ہوگا۔ اور جو اس خبیث سبزی میں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ پھٹکے۔ تین بار فرمایا۔

شرح:۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ ہر وہ فعل جو احترام و اکرام قبلہ کے خلاف ہو ناجائز ہے۔ مثلاً تھوکنا، رفع حاجت یا طہارت کے وقت قبلہ رو ہونا یا اس طرف پشت کرنا، اس طرف پاؤں پسارنا وغیرہ۔ خبیث سبزی سے مراد وہی لہسن یا پیاز ہے جو اوپر کی احادیث میں گزرا۔

۳۸۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ الْمَسَاجِدَ

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اس پودے سے کھایا وہ مسجدوں کے قریب نہ آئے (یعنی اس باب میں سب مسجدوں کا حکم ایک جیسا ہے کہ کسی کی تخصیص نہیں ہے۔

۳۸۲۱۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا أَبُو هِلَالٍ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَكَلْتُ ثُومًا فَأَتَيْتُ مُصَلَّى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُبِقْتُ بِرَكْعَةٍ فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِيحَ الثُّومِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّا حَتّٰى يَذْهَبَ رِيحُهَا أَوْ رِيحُهُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الصَّلٰوةَ جِئْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَتُعْطِيَنِّي يَدَكَ قَالَ فَأَدْخَلْتُ يَدَهُ فِي كُمِّ قَمِيصِي إِلٰى صَدْرِي فَإِذَا أَنَا مَعْصُوبُ الصَّدْرِ فَقَالَ إِنَّ لَكَ عُذْرًا۔

ترجمہ:۔ مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے لہسن کھایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آیا اور ایک رکعت نماز ہو چکی، پس جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن کی بدبو محسوس فرمائی۔ جب حضورؐ نے نماز ختم کی تو فرمایا "جو شخص اس پودے کو کھائے تو وہ اس وقت تک ہمارے قریب نہ آئے جب تک اس کی بدبو (یعنی پودے کی بو اس شخص کی) نہ زائل ہو۔ پس جب میں نے نماز ختم کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا یا رسول اللہ، واللہ مجھے ذرا اپنا ہاتھ دیجئے، پس میں نے آپؐ کا ہاتھ اپنی قمیض کی آستین سے سینے تک داخل کیا، آپؐ نے دیکھا کہ میرا سینہ بندھا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا "تو تو معذور ہے۔"

تشریح:۔ یعنی کسی بیماری مثلاً دل کی دھڑکن یا درد وغیرہ کے باعث سینے پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ اور لہسن بطور علاج کھایا تھا، مگر اصل حکم پھر بھی باقی رہا کہ جب تک بدبو زائل نہ ہو جائے مسجد میں داخل نہ ہوں۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ شرعی طور پر ان سبزیوں کا استعمال حرام نہیں ہے۔ کراہت صرف بدبو کے سبب سے ہے، اگر اسے کسی طرح زائل کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

۳۸۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ نَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَيْسَرَةَ يَعْنِي الْعَطَّارَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ وَقَالَ مَنْ أَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ آكِلِيهِمَا فَأَمِيتُوهُمَا طَبْخًا قَالَ يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّومَ.

ترجمہ:۔ قرہؓ بن ایاس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پودوں (لہسن اور پیاز) سے منع فرمایا اور فرمایا "کہ جو انہیں کھائے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے، اور فرمایا کہ اگر تمہیں ضرور کھانا ہو تو انہیں پکا کر (بدبو) مار ڈالو، یعنی پیاز اور لہسن۔

۳۸۲۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا الْجَرَّاحُ أَبُو وَكِيعٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نُهِيَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ إِلَّا مَطْبُوخًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ شَرِيكُ بْنُ حَنْبَلٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ لہسن کو کچا کھانے سے منع فرمایا گیا ہے (ترمذی) ابو داؤد نے کہا کہ شریک راوی شریک بن حنبل ہے۔

۳۸۲۴۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا ح وَحَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ نَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي زِيَادٍ خِيَارِ بْنِ سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ إِنَّ آخِرَ طَعَامٍ أَكَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ فِيهِ

بصل۔

ترجمہ:۔ ثیاب بن سلمہ نے حضرت عائشہؓ سے پیاز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری کھانا جو تناول فرمایا تھا اس میں پیاز شامل تھا (یعنی پختہ جس میں مدبو بالکل نہ تھی (النسائی)

بَابٌ فِي التَّمْرِ

(کھجور کا باب ۴۱)

۳۸۲۵۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ نَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ نَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ الْأَعْوَرِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً وَقَالَ هٰذِهِ إِدَامُ هٰذِهِ

ترجمہ:۔ یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا اور اس پر ایک کھجور رکھی تو فرمایا ''یہ اس کا سالن ہے۔ (ترمذی) یعنی کھجور کو روٹی کے ساتھ بطور سالن کھایا جا سکتا ہے۔ عبداللہؓ بن سلام کا بیٹا یوسفؒ بقول بخاری صحابی تھا۔ ابو حاتم رازی نے کہا کہ اس کی حضورؐ سے روایت بھی ثابت ہے۔

۳۸۲۶۔ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''جس گھر میں کھجور نہیں اس گھر والے بھوکے ہیں (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح:۔ مدینہ منورہ اور دوسرے تمام ایسے شہر یا علاقے جہاں کے باشندوں کی غالب خوراک کھجور ہو یہ ارشاد ان کے متعلق ہے اس طرح جس علاقے کی غالب خوراک مثلاً گندم یا چاول ہوں تو ان اشیاء کی عدم موجودگی مفلسی کی علامت ہے۔ عربوں کے ہاں کھجور کے ذخیرہ محفوظ رہتے تھے اور سال بھر وہ زیادہ تر یہی کھاتے تھے۔

بَابُ تَفْتِيشِ التَّمْرِ عِنْدَ الْأَكْلِ

(کھجور کھاتے وقت دیکھ بھال کا باب ۴۲)

۳۸۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ نَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ أَبُو قُتَيْبَةَ عَنْ

هَمَّامٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ أَبِي طَلْحَۃَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ عَتِيقٍ فَجَعَلَ يُفَتِّشُہُ يُخْرِجُ السُّوسَ مِنْہُ۔

ترجمہ:۔ انس بن مالک نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پرانی کھجوریں لائی گئیں تو آپ اس کی غور سے تفتیش فرمانے لگے تاکہ اس میں سے کیڑا اگر ہو تو نکالیں (ابن ماجہ) پرانے پھل میں بعض دفعہ کیڑا لگ جاتا ہے، جب غلبۂ ظن ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" کی رو سے وہ کیڑا خبیث ہے۔ ہاں! اگر صرف خیال ہو کہ شاید کیڑا ہو گا تو دیکھ بھال کے بعد کھانا جائز ہے۔

۳۸۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ أَبِي طَلْحَۃَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ فِيہِ دُودٌ فَذَكَرَ مَعْنَاہُ۔

ترجمہ:۔ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور لائی جاتی جس میں کیڑا ہوتا الخ پھر اس نے اوپر کی حدیث کی طرح بیان کیا (یہ حدیث مرسل ہے)

بَابُ الْإِقْرَانِ فِي التَّمْرِ عِنْدَ الْأَكْلِ

(کھاتے وقت کھجوریں باہم ملانے کا باب ۴۳)

۳۸۲۹۔ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ جَبَلَۃَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِقْرَانِ إِلَّا أَنْ تَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَكَ۔

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا (یعنی ایک ایک کے بجائے مثلاً دو دو کھانا شروع کر دے تو یہ حرص اور حق تلفی پر دلالت کرتا ہے طبرانی کی بعض اور احادیث کی بناء پر یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کھجور کی قلت ہو یا دوسرے ساتھی اسے ناپسند کریں) بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ اللَّوْنَيْنِ عِنْدَ الْأَكْلِ

(دو قسم کی چیزیں کھانے میں جمع کرنے کا باب ۴۴)

۳۸۳۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيہِ عَنْ

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْکُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو تازہ تر کھجور کے ساتھ کھاتے تھے۔ (بخاری، مسلم۔ ترمذی، ابن ماجہ)۔

شرح:۔ اس حدیث سے بقدرِ ضرورت اور تبقاضائے موقع ومحل ایک سے زیادہ چیزیں کھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳۸۳۱۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ نُصَیْرٍ نَا اَبُوْ اُسَامَۃَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ فَیَقُوْلُ یُکْسَرُ حَرُّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَبَرْدُ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خربوزے کو کھجور کے ساتھ کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم اس کی گرمی کو اس کی ٹھنڈک سے اور اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کے ساتھ کم کرتے ہیں۔ (ترمذی، نسائی) گرم سے مراد کھجور اور سرد سے مراد خربوزہ ہے۔

۳۸۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِیْرِ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مَزْیَدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمُ بْنُ عَامِرٍ عَنِ ابْنَیْ بُسْرٍ السُّلَمِیَّیْنِ قَالَا دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَکَانَ یُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن بسر سلمی اور عطیہ بن بسر سلمی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور کھجور پیش کی۔ اور آپ مکھن اور کھجور کو پسند فرماتے تھے (یعنی دونوں کو ملا کر کھانا پسند تھا۔ ابن ماجہ)

بَابٌ ۴۵ فِیْ اِسْتِعْمَالِ اٰنِیَۃِ اَهْلِ الْکِتَابِ

(اہل کتاب کے برتن استعمال کرنے کا باب ۴۵)

۳۸۳۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی وَاِسْمٰعِیْلُ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ کُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُصِیْبُ مِنْ اٰنِیَۃِ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَسْقِیَتِهِمْ فَنَسْتَمْتِعُ بِهَا فَلَا یَعِیْبُ ذٰلِكَ عَلَیْهِمْ۔

ترجمہ:۔ جابرؓ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے تھے تو مشرکوں کے برتن اور مشکیں مالِ غنیمت میں پاتے اور ان سے کام لیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کسی سے کچھ نہ کہتے تھے (اس کی وضاحت

اگلی حدیث میں آتی ہے)۔

۳۸۳۴۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ ابْنِ زَبْرٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ مُسْلِمِ بْنِ مِشْكَمٍ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا نُجَاوِرُ أَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبُخُونَ فِي قُدُورِهِمُ الْخِنْزِيرَ وَيَشْرَبُونَ فِي آنِيَتِهِمُ الْخَمْرَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوا فِيهَا وَاشْرَبُوا وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا غَيْرَهَا فَارْحَضُوهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا۔

ترجمہ:۔ ابو ثعلبہ خشنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اہل کتاب پر گزرتے ہیں (یا ان کے پاس رہتے ہیں یا ان کے مہمان ہوتے ہیں) اور وہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور برتنوں میں شراب پیتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم اور برتن پاؤ تو ان میں کھاؤ پیو۔ اور اگر اور برتن نہ ملیں تو انہیں پانی سے صاف کر لو اور ان میں کھاؤ پیو (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

شرح:۔ مطلب یہ ہوا کہ جب معلوم ہو کہ مشرک ان برتنوں میں خنزیر پکاتے اور شراب پیتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ اور برتن استعمال کیے جائیں اور مشرکوں کے برتنوں کو استعمال نہ کیا جائے۔ اگر برتن ملنے ممکن نہ ہوں تو پھر پاک صاف کرنے کے بعد انہی کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک ان کپڑوں اور پانی کا سوال ہے تو اگر وہ کوئی ایسی قوم ہے جو غلاظتوں سے پرہیز نہ کرتی یا ان کی عادت ہو کہ پیشاب استعمال کرتے ہوں۔ ہندو لوگ گائے کا پیشاب استعمال کرتے ہیں اور مقدس جانتے ہیں تو ان کا استعمال ناجائز بصورت دیگر جائز ہے۔ (خطابی)

بَابٌ فِي دَوَابِّ الْبَحْرِ

سمندر کے جانوروں کا باب ۴۶

۳۸۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَ نَا زُهَيْرٌ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ نَتَلَقَّى عِيرًا لِقُرَيْشٍ وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ نَجِدْ لَهُ غَيْرَهُ فَكَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً كُنَّا نَمُصُّهَا كَمَا يَمُصُّ الصَّبِيُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ قَالَ وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا كَهَيْئَةِ الْكَثِيبِ الضَّخْمِ فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هُوَ دَابَّةٌ

تُدْعَى الْعَنْبَرَةُ فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ مَيْتَةٌ وَلَا تَحِلُّ لَنَا ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ فَكُلُوا فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلٰثُمِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا فَلَمَّا قَدِمْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُونَا مِنْهُ فَأَرْسَلْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ جابرؓ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور ہم پر ابوعبیدہؓ بن الجراح کو امیر بنایا، تاکہ ہم قریش کے قافلے کو حاصل کریں اور ہمیں ایک بوری کھجوریں بطور زاد راہ دیں، اس کے سوا ہمیں کچھ نہ ملا۔ پس ابوعبیدہؓ ہم کو ایک ایک کھجور دیتا تھا، ہم اسے بچوں کی طرح چوس لیتے تھے اور پھر پانی پی لیتے تھے، وہی ہمیں دن بھر کے لیے کافی ہو جاتی تھی، اور ہم اپنے ڈنڈوں کے ساتھ درختوں کے پتے جھاڑتے تھے، پھر انہیں پانی میں تر کرتے اور کھا لیتے تھے، اور ہم ساحل سمندر پر گئے تو ہمارے سامنے ایک ضخیم ٹیلے کی مانند ایک سمندری جانور بلند ہوا، ہم وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ ایک جانور تھا جسے عنبر کہتے ہیں (یہ ایک عظیم مچھلی ہوتی ہے) ابوعبیدہؓ نے کہا کہ یہ مردار ہے اور ہمارے لیے حلال نہیں ہے پھر کہا، بلکہ نہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ ہیں اور خدا کی راہ میں جا رہے ہیں اور تمہاری حالت اضطرار کی ہے اسے کھا لو۔ پس ہم تین سو آدمی ایک ماہ تک اس پر گزارہ کرتے رہے حتیٰ کہ ہم موٹے تازے ہو گئے۔ پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے تو ہم نے آپؐ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا تھا، کیا تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت ہے جو ہمیں بھی کھلاؤ؟ پس ہم نے اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو آپؐ نے کھایا۔ (مسلم، نسائی)

شرح:۔ اس سے قبل گزر چکا ہے کہ جس مچھلی کو سمندر کی لہریں ساحل پر پھینک دیں اور وہ مر جائے وہ حلال ہے۔ اس وقت تک شاید یہ حکم نہ ملا تھا ورنہ اتنی بڑی جماعت میں سے کسی نہ کسی کو ضرور معلوم ہوتا۔ پھر انھوں نے اجتہاد سے کام لیا اور وجوہ نکلیں ایک یہ وہ مجبور تھے، دوسری یہ کہ وہ اللہ کی راہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے گئے تھے۔ ورنہ اگر صرف اضطرار کو پیش نظر رکھا جائے تو صرف بقدر سدِ رمق ہی کھانا جائز ہوتا لیکن انہوں نے سیر ہو ہو کر کھایا اور خوب موٹے تازے ہو گئے۔ عنبر ایک سمندری مچھلی ہے جو وہیل کی طرح بہت بڑی جسامت رکھتی ہے اور اس میں سے یہ عنبر نکلتا ہے۔ جو ایک نہایت خوشبودار مادہ ہوتا ہے۔

بَابٌ فِي الْفَارَةِ تَقَعُ فِي السَّمْنِ

(چوہا اگر گھی میں گر جائے کا باب ۴۷)

۳۸۳۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ فَارَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلْقُوا مَا حَوْلَهَا وَكُلُوا۔

ترجمہ:۔ میمونہؓ ام المومنین نے فرمایا کہ ایک چوہا گھی میں گر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا۔ فرمایا" اس کے ارد گرد کو پھینک دو اور گھی کھالو (بخاری، ترمذی، نسائی) نسائی کی ایک روایت میں ہے، کہ گھی جما ہوا تھا۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ وہ گر کر مر گیا تھا۔ اگلی حدیث میں وضاحت ہے۔

۳۸۳۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَاللَّفْظُ لِلْحَسَنِ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَتِ الْفَارَةُ فِي السَّمْنِ فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوهُ قَالَ الْحَسَنُ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَرُبَّمَا حَدَّثَ بِهِ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب چوہا گھی میں گر جائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو چوہا اور اس کا ارد گرد پھینک دو اور اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو اس کے قریب مت جاؤ۔ (ترمذی نے اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے اور غیر محفوظ ٹھہرایا ہے) اس حدیث کی دوسری سند میں ترمذی کی روایت عبید اللہ بن عبداللہ عن ابن عباسؓ عن میمونہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

شرح:۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اس حدیث سے ایک فقہی مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جب نجاست کے وقوع کا وقت معلوم نہ ہو تو یوں سمجھا جائے گا کہ وہ ابھی گرا ہے۔ کیونکہ یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ چوہا جب گرا تھا تو جما ہوا تھا یا پگھلا ہوا یا بین بین تھا۔

۳۸۳۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بُوذَوَيْهِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ۔

ترجمہ:۔ اس حدیث کی ایک اور سند۔ حدیث کا مضمون وہی اوپر والا ہے، اور یہ روایت میمونہؓ کی ہے۔

بَابٌ ۴۸ فِي الذُّبَابِ يَقَعُ فِي الطَّعَامِ

(باب ۴۸ جب کھانے میں مکھی گر جائے)

۳۸۳۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَامْقُلُوهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً وَإِنَّهُ يَتَّقِي بِجَنَاحِهِ الَّذِي فِيهِ الدَّاءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ۔

ترجمہ:۔ ابوھریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مکھی تم میں سے کسی کے برتن میں گرے تو اُسے ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک پَر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے اور وہ اس پَر کو ڈبو کر بچنا چاہتی ہے جس میں بیماری ہے، پس اس ساری کو ڈبو دو (بخاری، ابن ماجہ، نسائی، اور ابن ماجہ نے اسے ابو سعید خدری کی روایت سے بھی بیان کیا ہے۔)

شرح:۔ جدید طبی تحقیق سے یہ بات برحق ثابت ہو گئی ہے۔ بظاہر اس حدیث میں بیماری اور شفا حقیقت پر ہی محمول ہیں اور اس کے کئی اور شواہد بھی موجود ہیں مثلاً شہد کی مکھی کے پیٹ سے شہد سے نکلتا ہے مگر اس کے ڈنک میں زہر ہے۔ مکھی کے گرنے بلکہ مرجانے سے بھی کھانا یا پانی نجس نہیں ہوتا۔ ہر وہ کیڑا مکوڑا جس میں بہتا ہوا خون نہ ہو اس کا یہی حکم ہے مثلاً زنبور، تیتنگا، مچھر وغیرہ

بَابٌ ۴۹ فِي اللُّقْمَةِ تَسْقُطُ

(گر جانے والے لقمے کا باب ۴۹)

۳۸۴۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ وَقَالَ إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذَى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَسْلُتَ الصَّحْفَةَ وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ يُبَارَكُ لَهُ۔

ترجمہ:۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ جب کھانا کھاتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس سے لگی ہوئی چیز کو دور کر دے اور اسے کھالے

اور شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے، اور آپؐ نے ہمیں حکم دیا کہ برتن کو صاف کریں اور فرمایا کہ تم میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ کون سے کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی)

شرح:۔ مولانا محمد یحییٰ نے فرمایا کہ کھانے کے تین حصے ہوئے۔ ایک وہ جو کھا گیا، دوسرا وہ جو انگلیوں سے چمٹ گیا، تیسرا وہ جو برتن کے ساتھ لگا رہا۔ پس چونکہ معلوم نہیں کہ برکت کس جز میں تھی لہٰذا ان تینوں کو استعمال کرو۔

بَابٌ فِي الْخَادِمِ يَأْكُلُ مَعَ الْمَوْلَى

(خادم کے آقا کے ساتھ کھانے کا باب ۵۰)

۳۸۴۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامًا ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوهًا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کرے اور پھر اُسے لے کر آئے اور وہ اس کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا تھا، پس اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے، اگر کھانا نہ ہو تو اس کے ہاتھ پر ایک یا دو لقمے رکھ دے۔ (مسلم) یہ حکم شفقت و انصاف اور حسن سلوک کی ایک اعلیٰ مثال پیش کرتا ہے۔

بَابٌ فِي الْمِنْدِيلِ

(باب ۵۱ رومال کے بارے میں)

۳۸۴۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحَنَّ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھا چکے تو انگلیاں چاٹنے چٹوانے سے پہلے رومال کے ساتھ بالکل نہ پونچھے (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی) مسلم کی ایک حدیث اسی مضمون کی جابرؓ سے بھی مروی ہے۔

۳۸۴۳۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ نَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلٰثِ اَصَابِعَ وَلَا يَمْسَحُ يَدَهٗ حَتّٰى يَلْعَقَهَا۔

ترجمہ:۔ کعبؓ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے تھے اور انگلیاں منہ سے صاف کیے بغیر رومال استعمال نہ فرماتے تھے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی)

بَابٌ ۵۲ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا طَعِمَ

(باب ۵۲، کھانے کے بعد کہنا)

۳۸۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔

ترجمہ:۔ ابوامامہؓ نے کہا کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے "ہر تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ بہت تعریف، پاکیزہ، بابرکت تعریف۔ اللہ کافی ہے اور ہر کفائت سے بے نیاز ہے، اس سے دعا ترک نہیں کی جا سکتی، نہ اس سے استغنار ہو سکتا ہے۔ اے ہمارے رب۔" (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

تشریح:۔ یعنی کھلانے والا، کفائت کرنے والا، بلند اور پاکیزہ تعریفوں والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسے کسی کفائت کی حاجت نہیں، نہ اس سے کسی کو دعا ترک کرنے کی یا استغنا کی جرأت ہے۔ یعنی وہ متروک نہیں ہو سکتا۔ بندہ ہر وقت اس کا محتاج اور اسی سے دعاؤں کا حاجت مند ہے۔ وہی ذات ذوالجلال ہے۔

۳۸۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ هَاشِمٍ الْوَاسِطِيِّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ رِيَاحٍ عَنْ اَبِيْهِ اَوْ غَيْرِهٖ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ:۔ ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو کہتے "ہر تعریف اسی اللہ ہی کی ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا، اور مسلم بنایا۔" (ترمذی، نسائی)

۳۸۴۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ عُقَيْلٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَوْ شَرِبَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَ وَسَقٰى وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا۔

ترجمہ:۔ ابوایوب انصاری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے پیتے تو فرماتے وہ تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے کھلایا پلایا اور خوش گوار بنایا اور اس کے لیے نگلنے کی راہ بنائی (رسائی) کھانے سے گزارنا اور پھر فضلہ باہر نکالنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔

بَابٌ فِيْ غَسْلِ الْيَدِ مِنَ الطَّعَامِ

(کھانا کر ہاتھ دھونے کا باب ۵۳)

۳۸۴۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ وَفِيْ يَدِهٖ غَمَرٌ وَلَمْ يَغْسِلْهُ فَاَصَابَهٗ شَيْءٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔

ترجمہ:۔ ابوھریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جو شخص سو گیا اور اس کے ہاتھ میں گوشت کی چکناہٹ اور خوشبو ہوا اور اس نے نہ دھویا ہو، پھر اسے کسی موذی چیز نے آلیا تو وہ اپنے سوا اور کسی اور کو ہرگز ملامت نہ کرے (ابن ماجہ ترمذی) کیونکہ چکناہٹ پر چیونٹیاں کیڑے مکوڑے اور زہریلے جانور آکر اسے نقصان پہنچائیں گے۔ یہ اس کی بے احتیاطی کا نتیجہ ہوگا۔

بَابٌ فِي الدُّعَاءِ لِرَبِّ الطَّعَامِ

(جس کے پاس کھانا کھائے اس کے لیے دعا کا باب ۵۴)

۳۸۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَنَعَ اَبُو الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيِّهَانِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ

فَلَمَّا فَرَغُوْا قَالَ اَثِيْبُوْا اَخَاكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اِثَابَتُهُ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا دُخِلَ بَيْتُهُ فَاُكِلَ طَعَامُهُ وَشُرِبَ شَرَابُهُ فَدَعَوْا لَهُ فَذٰلِكَ اِثَابَتُهُ

ترجمہ:- جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ ابوالہیثم بن التیہان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کرایا، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بلایا۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضور نے فرمایا "اپنے بھائی کو بدلہ دو، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ کیا ہے؟ فرمایا "جب کسی کے گھر جائیں، اس کا کھانا کھائیں اور اس کا پانی پئیں پھر اس کے لیے دعا کریں تو یہ اس کی جزا ہے۔

۳۸۴۹ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ فَاَكَلَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ

ترجمہ:- انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ پس وہ روٹی اور روغن زیتون لایا، اور حضور نے کھانا کھایا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا اور تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا اور فرشتوں نے تم پر رحمت کی دعا کی۔

بَابٌ ۵۶ تَمْرِ الْعَجْوَةِ

(عجوہ کھجور کا باب ۵۵)

۳۸۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ

ترجمہ :۔ ابوالدرداءؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا اتاری اور ہر بیماری کی دوا بنائی۔ پس تم دوا استعمال کیا کرو لیکن حرام کے ساتھ علاج مت کرو۔ (مولانا نے فرمایا کہ عنوان اور حدیث کتاب الطب میں بھی آئے گی۔ ابوداؤد کے بہت سے نسخے میں یہ حدیث یہاں موجود نہیں ہے)

بَابٌ ۵۵ مَا لَمْ يُذْكَرْ تَحْرِيمُهُ

(باب ۵۶ جن چیزوں کی تحریم مذکور نہیں)

۳۸۴۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاؤُدَ بْنِ صَبِيحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ شَرِيكٍ الْمَكِّيَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُونَ أَشْيَاءَ وَيَتْرُكُونَ أَشْيَاءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ كِتَابَهُ وَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَا قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔

ترجمہ :۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اہل جاہلیت کچھ چیزیں کھاتے اور بعض کو ناپسند کر کے ترک کر دیتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور اپنی کتاب اتاری اور اپنے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا۔ پس جو اس نے حلال کیا، وہی حلال ہے اور جو کچھ اس نے حرام فرمایا وہ حرام ہے، اور جس سے وہ خاموش رہا وہ معاف ہے۔ اور ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی کہو کہ میں اپنی کتاب میں کوئی حرام چیز کسی کھانے والے کے لیے نہیں پاتا مگر الخ ۔ سورۃ الانعام ۔ ۱۴۵ (اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جن چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، وہ حرام نہیں ہیں۔ وحی سے مراد دونوں قسم کی وحی ہے یعنی کتاب بھی اور سنت و حدیث بھی)

۳۸۵۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيَى عَنْ زَكَرِيَّا قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِنْ عِنْدِهِ فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَجْنُونٌ مُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ فَقَالَ أَهْلُهُ إِنَّا حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُدَاوِيهِ فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ

فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ هَلْ اِلَّا هٰذَا وَ
قَالَ مُسَدَّدٌ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ هَلْ قُلْتَ غَيْرَ هٰذَا قُلْتُ لَا قَالَ خُذْهَا فَلَعَمْرِيْ
مَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ اَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ ۝

ترجمہ:۔ خارجہ بن الصلت تمیمی کا چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اسلام قبول کیا۔ پھر واپسی پر وہ ایک قوم کے پاس گزرا جن کے پاس ایک مجنون شخص تھا جو لوہے میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کے گھر والوں نے کہا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تمہارا دوست (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) خیر لے کر آیا ہے، سو کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے جس کے ساتھ تو اس کا علاج کرے جو وہ کہتا ہے کہ میں نے اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ تندرست ہو گیا پس انہوں نے مجھے سو بکریاں دیں۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا "کیا تو نے سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ اور بھی پڑھا تھا؟ مسدد راوی نے ایک جگہ کہا کہ "کیا تو نے اس کے سوا بھی کچھ کہا تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ بکریاں لے لو، واللہ اور لوگ تو باطل جھاڑ پھونک سے کھاتے ہیں اور تو نے برحق جھاڑ پھونک سے کھایا ہے (اس لیے یہ تیرے لیے حلال ہے!)

٣٨٥٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهِ
اَنَّهُ قَالَ فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً كُلَّمَا
خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ فَكَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَاَعْطَوْهُ
شَاءً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ مُسَدَّدٍ
اٰخِرُ كِتَابِ الْاَطْعِمَةِ ۝

ترجمہ:۔ خارجہ بن الصلت کے چچا نے کہا کہ وہ عرب کے ایک قبیلے پر گزرا، انہوں نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دوا ہے؟ کیونکہ ہمارے پاس زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک مجنون ہے پس میں نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور اسے فاتحۃ الکتاب کا دم کیا، تین دن تک صبح و شام کرتا رہا، جب بھی سورۂ فاتحہ کو ختم کرتا تو اپنا لعاب جمع کر کے اس پر تھپکتا۔ پس اس کا یہ حال ہوا کہ گویا اسے قید سے کھول دیا گیا ہو۔ پس انہوں نے اسے بکریاں دیں، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا الخ۔ پھر راوی نے مسدد کی حدیث کی مانند بیان کیا یعنی گزشتہ حدیث کی طرح۔

کتاب الاطعمہ تمام ہوئی۔

فصل المعبود شرح سنن ابی داؤد جلد چہارم ختم ہوئی۔